بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتباہی نوٹس

عوام الناس کے لئے مشتہر کیا جاتا ہے کہ جماعت المسلمین ایک خالص دینی جماعت ہے اس کا کسی فرقے، مسلک، مذہبی مکاتب فکر یا سیاسی گروہ سے کسی بھی قسم کا کوئی تعلق نہیں۔ انہی نظریات کے پرچار کے لئے امیر جماعت المسلمین سید مسعود احمدؒ (متوفی) نے قرآن مجید اور احادیث صحیحہ پر مبنی تفسیر قرآن عزیز، منہاج المسلمین، تاریخ الاسلام والمسلمین و دیگر کتب تحریکیں اور جماعت المسلمین کے مرکز سے شعبۂ نشر و اشاعت جماعت المسلمین کی زیر ادارت نفع ونقصان سے مبرّا، خالص دینی مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے شائع کرتے رہے اُن کے انتقال کے بعد موجودہ امیر جماعت المسلمین محمد اشتیاق صاحب کی زیر نگرانی مطبوعات جماعت المسلمین شائع ہو رہی ہیں۔

اس سلسلہ میں ہمارے علم میں یہ بات آئی ہے کہ چند کاروباری ذہنیت کے افراد و مفاد پرست ادارے مطبوعات جماعت المسلمین کو یا ان کے اقتباسات کو بغیر ہماری اجازت طبع یا فروخت کر رہے ہیں۔

اشتہار ہذا کے ذریعہ ان تمام افراد و اداروں کو تنبیہ کی جاتی ہے کہ مطبوعات جماعت المسلمین (مصنف سید مسعود احمدؒ) کی طباعت و اشاعت کرنا یا بغیر اجازت جماعت المسلمین کے نام یا اس کے ذیلی ادارے، ادارۂ مطبوعات اسلامیہ کے نام کو استعمال کر کے کوئی بھی کتاب چھاپ کر فروخت کرنا یا جماعت المسلمین کے لوگو (logo) کو بغیر اجازت استعمال کرنا سوسائٹی آرڈیننس XXI 1860، کاپی رائٹ آرڈیننس XXXI 1962، اور ٹریڈ مارک آرڈیننس 2001 کے تحت سنگین جرم ہے۔

لہٰذا ایسے تمام افراد و ادارے جو ایسے غیر قانونی و غیر اخلاقی کاموں میں ملوث ہیں انتظامیہ جماعت المسلمین ان کے خلاف قانونی چارہ جوئی اور بھاری ہرجانہ وصول کرنے کا حق محفوظ رکھتی ہے۔

بسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحیم

تفسیر قرآنِ عزیز

(جزءِ اوّل۔ سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ)

مرتّبہ

مسعود احمد

بی، ایس سی۔

امیرِ جماعت المسلمین

جماعتُ المسلمین

(رجسٹرڈ)

بسمِ اللهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

کتاب کا نام	تفسیر قرآن عزیز
سالِ طباعت	۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء
اشاعت	دوم
تعداد	ایک ہزار
مطبع	ایچ پرنٹرز
کتابت	محمد نذیر گیلانی چک ۵۴۳ وہاڑی
قیمت	۱۱۷/- روپے

شائع کردہ

جماعت المسلمین

مسجد المسلمین، کوثر نیازی کالونی

نارتھ ناظم آباد (بلاک جی) کراچی ۳۳

جملہ حقوق طبع بحق جماعت المسلمین رجسٹرڈ درجسٹریشن نمبر ۳۶۶/۱۹۸۵ پرانا نمبر ۲۱۶۳/۶۵-۶۶) محفوظ ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فہرست مضامین

نمبر	عنوان	صفحہ
۱	مقدمہ	۵
۲	اُن کتابوں کی وضاحت جن سے استفادہ کیا گیا	۱۳
۳	رُموز	۱۴
۴	سورۂ فاتحہ	۱۵
۵	ابتداء تفسیر سورۂ فاتحہ	۱۶
۶	سورۂ فاتحہ کا شانِ نزول	۱۶
۷	سورۂ فاتحہ کی فضیلت	۱۷
۸	سورۂ فاتحہ کے نام	۲۰
۹	تفسیر "بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم"	۲۱
۱۰	"بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ" پڑھنے کا طریقہ	۲۴
۱۱	پوری "بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ" کہاں پڑھی جائے	۲۶
۱۲	پوری "بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ" کہاں لکھی جائے	۲۶
۱۳	صرف "بِسۡمِ اللّٰہِ" کہاں پڑھی جائے	۲۶
۱۴	مختلف دعائیں جو مختلف کاموں کی ابتداء میں پڑھی جائیں	۲۶
۱۵	تفسیر "الحمد للہ رب العالمین"	۳۸
۱۶	حمد کی فضیلت	۴۱
۱۷	"حمد" سے شروع ہونے والی دعائیں	۴۳
۱۸	تفسیر "الرحمٰن الرّحیم"	۴۸
۱۹	رحمت کی حقیقت	۴۸
۲۰	تفسیر "مالک یوم الدین"	۵۳
۲۱	روزِ جزاء پر ایمان ضروری ہے	۵۷

نمبر	عنوان	صفحہ
۲۲	روز جزاء کے نام	۵۵
۲۳	روز جزاء کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے	۵۷
۲۴	تفسیر "ایاک نعبد و ایاک نستعین"	۶۰
۲۵	عبادت کے معنیٰ	۶۱
۲۶	مدد صرف اللہ تعالیٰ سے مانگی جائے	۶۵
۲۷	تفسیر "اھدنا الصراط المستقیم"	۷۰
۲۸	ہدایت کے معانی	۷۰
۲۹	"صراط مستقیم" کسے کہتے ہیں ؟	۷۳
۳۰	تفسیر "صراط الذین انعمت علیھم"	۷۹
۳۱	تفسیر "غیر المغضوب علیھم ولا الضالین"	۸۱
۳۲	سورۃ فاتحہ کے متعلق جملہ مسائل	۸۴
۳۳	سورۃ بقرۃ کی فضیلت	۸۹
۳۴	تفسیر الٓمٓ	۹۱
۳۵	قرآن مجید صرف متقیوں کو کیوں ہدایت کرتا ہے	۹۴
۳۶	ایمان بالغیب	۹۹
۳۷	نماز کی اہمیت	۱۰۱
۳۸	اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرنا	۱۰۵
۳۹	سب کچھ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے	۱۰۵
۴۰	متقین کی صفات	۱۱۶
۴۱	اللہ تعالیٰ کا دل پر مہر لگانا کیا انسان کو بے قصور ٹھہراتا ہے	۱۲۵
۴۲	منافقین کی صفات	۱۴۸
۴۳	عبادت سے تقویٰ کیسے پیدا ہوتا ہے	۱۵۶
۴۴	قرآن مجید ایک معجزہ ہے	۱۶۵
۴۵	جنت کے باغات، پھل، جنت کی نہروں اور پاکیزہ بیویوں کا بیان	۱۸۱

نمبر	عنوان	صفحہ
۴۶	اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلائل	۱۹۲
۴۷	خلافت ارضی	۱۹۵
۴۸	اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو کن انعامات سے سرفراز فرمایا اور کون کون سے عہد لئے	۲۲۳
۴۹	جماعت سے نماز پڑھنے کی فرضیت	۲۳۱
۵۰	قول و فعل میں تضاد	۲۳۳
۵۱	قیامت کے دن کوئی کسی کے کام نہیں آسکتا	۲۴۲
۵۲	اللہ تعالیٰ ظاہر اور پوشیدہ چیزوں کو جانتا ہے	۳۰۳
۵۳	جادو کفر ہے	۳۵۲
۵۴	کارساز صرف اللہ تعالیٰ ہے	۳۶۴
۵۵	سفر میں سواری پر نماز پڑھنے کا طریقہ	۳۹۲
۵۶	شرک فی الذّات کی تردید	۳۹۴
۵۷	واجب الاتباع امام بنانا صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے	۴۱۹
۵۸	تحویل قبلہ	۴۵۵
۵۹	اسلام معتدل دین ہے	۴۶۱
۶۰	قبلہ کے متعلق مسائل	۴۷۵
۶۱	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض منصبی	۴۸۸
۶۲	اللہ تعالیٰ کے ذکر کی فضیلت	۴۹۱
۶۳	صفا و مروہ کے طواف کا طریقہ	۵۱۵
۶۴	اِلٰہ صرف اللہ تعالیٰ ہے	۵۲۷
۶۵	محبوب حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے	۵۳۹
۶۶	الحب فی اللہ	۵۳۹
۶۷	ذبح کرنے کے شرائط	۵۵۹
۶۸	والدین ، اقرباء، یتیم وغیرہ کے حقوق	۵۷۷
۶۹	مسکین کون ہے	۵۸۰
۷۰	قصاص اور دیت کے مسائل	۵۹۱

نمبر	عنوان	صفحہ
۷۱	رمضان کے روزوں کے مسائل	۶۳۱
۷۲	عیدالفطر کے مسائل	۶۴۲
۷۳	اعتکاف کے مسائل	۶۴۹
۷۴	رشوت کی حرمت	۶۵۲
۷۵	قمری ماہ وسال اور رویت ہلال کے مسائل	۶۵۶
۷۶	جنگ کے متعلق ہدایات	۶۶۹
۷۷	عمرہ کے مسائل اور عمرہ کرنے کا طریقہ	۶۹۳
۷۸	حج کے بعض مسائل	۷۲۸
۷۹	اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ	۷۳۵
۸۰	اختلاف کی حرمت	۷۴۸
۸۱	صدقات کے حقدار کون ہیں	۷۶۰
۸۲	اذیت ماہانہ کے مسائل	۷۸۸
۸۳	جماع کے مسائل	۸۰۲
۸۴	بے ساختہ منہ سے نکل جانے والی قسم	۸۰۶
۸۵	ایلاء (یعنی بیویوں کے پاس جانے کی قسم)	۸۰۹
۸۶	بیویوں کے حقوق	۸۱۶
۸۷	مرد کو عورت پر فضیلت	۸۱۹
۸۸	طلاق کے مسائل	۸۵۴
۸۹	عدت کے مسائل	۸۵۵
۹۰	خلع کے مسائل	۸۵۹
۹۱	نماز کے آداب	۸۶۰
۹۲	نماز پڑھنے کا طریقہ	۸۷۲
۹۳	مطلقہ بیوی کے حقوق	۹۰۲
۹۴	اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دینے کا ثواب	۹۰۹
۹۵	ایک نبی کو دوسرے نبی پر فضیلت دینا منع ہے	۹۲۸

صفحہ	عنوان	نمبر
۹۲۹	بعض نبیوں کے فضائل	۹۶
۹۴۱	آیۃ الکرسی کی فضیلت	۹۷
۱۰۱۵	صدقات کے متعلق جملہ مسائل	۹۸
۱۰۲۴	شیطان کا تسلّط	۹۹
۱۰۲۷	سود کی حرمت	۱۰۰
۱۰۵۳	قرض دینے اور لینے، رہن اور سُود کے جملہ مسائل	۱۰۱
۱۰۵۹	دل کے وسوسوں کا بیان	۱۰۲
۱۰۶۷	سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتوں کی فضیلت اور تفسیر	۱۰۳

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

مقدّمہ

قرآن مجید اللہ تعالٰے کا کلام ہے، اس کلام کو اللہ تعالٰے نے اپنے آخری رسول حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ کتابی صورت میں ہم تک پہنچایا، اس کتاب کا ایک ایک لفظ درخشاں اور اس کی ایک ایک آیت معجز نشان ہے، یہ کلام اپنی مثال آپ ہے، اگر کسی انسان کی مسلسل عربی عبارت کے درمیان قرآن مجید کی ایک آیت کو رکھ دیا جائے تو وہ آیت علیحدہ چمکتی ہوئی نظر آئے گی، قاری جب اس آیت پر پہنچے گا تو بے اختیار پکار اُٹھے گا کہ یہ کسی مخلوق کا کلام نہیں ہو سکتا۔

۲۔ جس طرح بذریعہ وحی اللہ تعالٰے نے قرآن مجید کو نازل فرمایا اسی طرح بذریعہ وحی ہی اس کی تفسیر بھی نازل فرمائی، اللہ تبارک وتعالٰے فرماتا ہے:۔

ثُمَّ اِنَّ عَلَيۡنَا بَيَانَهٗ (القیمۃ۔ ۱۹) اس کی تفسیر بھی یقیناً ہمارے ذمّہ ہے۔

"بَيَانٌ" بَانَ، يَبِيۡنُ کا مصدر ہے، اس کے معنی ہیں ظاہر اور واضح ہونا "بیانٌ" اس چیز کو بھی کہتے ہیں جس کے ذریعہ کسی چیز کی تشریح وتوضیح کی جائے۔

مذکورہ بالا آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی تفسیر، تشریح وتوضیح اللہ تعالٰے نے اپنے ذمّہ لی، اب یہ تشریح وتوضیح یا تو خود قرآن مجید میں ملے گی یا حدیث ہیں، مثلاً اللہ تبارک وتعالٰے فرماتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا كُتِبَ عَلَيۡكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ ۝ اَيَّامًا مَّعۡدُوۡدٰتٍ (البقرۃ۔ ۱۸۳و۱۸۴)

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے جاتے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم (روزہ کے ذریعہ) متقی بن جاؤ، (یہ روزے) گنتی کے چند دن (فرض ہیں)۔

دوسری آیت میں اللہ تبارک وتعالٰے فرماتا ہے:۔

شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِىۡۤ اُنۡزِلَ فِيۡهِ الۡقُرۡاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الۡهُدٰى وَالۡفُرۡقَانِ فَمَنۡ شَهِدَ

رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا، (وہ قرآن) جس میں تمام لوگوں کے لئے رہنمائی ہے اور ہدایت اور حق و باطل میں تمیز پیدا کرنے

مِنۡكُمُ الشَّهۡرَ فَلۡيَصُمۡهُ ۔ (البقرۃ ۔ ۱۸۵)
کے واضح دلائل ہیں، لہذا جو شخص اس مہینہ میں موجود ہو اُسے اس مہینہ کے روزے رکھنے چاہئیں ۔

مندرجہ بالا آیات میں سے پہلی آیت میں اللہ ذوالجلال والاکرام نے روزوں کے ایام کی وضاحت نہیں فرمائی کہ کتنے ہیں اور کس مہینہ میں ہیں ۔ دوسری آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کی وضاحت فرمادی کہ روزوں کے ایام ایک مہینہ کے ایام ہیں اور وہ مہینہ رمضان کا ہے ۔

یہ دونوں آیات اس بات کی واضح مثال ہیں کہ قرآن مجید کی تفسیر قرآن مجید میں ہوتی ہے ۔ اگر قرآن مجید کی تفسیر قرآن مجید میں نہیں ہوتی تو حدیث میں ہوتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الذِّكۡرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيۡهِمۡ ۔ (النحل ۔ ۴۴)
(اے رسول) ہم نے آپ کی طرف اس ذکر کو نازل فرمادیا ہے تاکہ جو چیز لوگوں کی طرف نازل کی گئی ہے آپ اس کی تشریح وتوضیح فرمادیں ۔

اس آیت سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی قرآن مجید کی تشریح وتوضیح فرماتے ہیں اور یہ آپ کے فرائض میں شامل ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ (البقرۃ ۔ ۱۱۰)
صلوٰۃ قائم کرو ۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کہیں نہیں بتایا کہ صلوٰۃ کیا چیز ہے، یہ کس طرح ادا کی جائے، کس وقت ادا کی جائے، البتہ صلوٰۃ کے متعلق تمام تشریحات احادیث میں ملتی ہیں اور یہ احادیث ہی "اَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ" کی تشریح وتفسیر ہیں ۔

اسی قسم کی ایک اور واضح مثال مندرجہ ذیل آیت میں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَحَيۡثُ مَا كُنۡتُمۡ فَوَلُّوۡا وُجُوۡهَكُمۡ شَطۡرَهٗ (البقرۃ ۔ ۱۵۰)
جہاں کہیں تم ہو اپنے چہروں کو مسجد حرام کی طرف پھیر لیا کرو ۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں کہیں بھی یہ نہیں بتایا کہ مسجد حرام کی طرف کس وقت منہ کیا جائے، قرآن مجید کی رُو سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہر وقت وہر جگہ مسجد حرام کی طرف منہ رہنا چاہیئے لیکن یہ ناممکن ہے، یہ حدیث ہی ہے جس نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر نماز میں عمل ہوگا، حدیث نے قرآن مجید کی اس آیت کو قابل عمل بنادیا ۔

کیونکہ قرآن مجید کی تفسیر کا ذمّہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے لہذا احادیث میں جو تشریحات ملتی ہیں وہ بھی یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہیں یعنی وہ بھی منزل من اللہ ہیں ۔

قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے لغت کی ضرورت پیش آتی ہے اور جو معانی اس میں دئے ہوتے ہیں وہ حجت سمجھے جاتے ہیں اور بغیر اس کے چارہ نہیں ۔ جب قرآن مجید کے معانی کے لئے لغت حجت ہو سکتی ہے تو قرآن مجید کے معانی کے لئے وہ لغت جو قرآنی الفاظ کے اصطلاحی معانی بتائے بدرجہ اولیٰ

حجت ہوگی اور یہ امر مسلم ہے کہ اصطلاحی معانی کی موجودگی میں لغوی معنی تسلیم نہیں کیے جاتے لہذا قرآن مجید کے اصطلاحی معانی کے لئے حدیث کی بڑی سخت ضرورت ہے اور اس کے بغیر چارہ نہیں۔

قرآن مجید کی حفاظت اور اس کی تفسیر کا ذمہ اللہ تعالٰی نے لیا ہے لہذا جس طرح قرآن مجید محفوظ ہے اُسی طرح اس کی منزل من اللہ تفسیر بھی محفوظ ہے۔ اگر قرآن مجید محفوظ ہو اور اس کی تفسیر محفوظ نہ ہو تو قرآن مجید کے احکام کو سمجھنا اور ان پر عمل کرنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہوگا اور اس طرح قرآن مجید کا نزول بے معنیٰ اور بے مقصد ہو کر رہ جائے گا، مثلاً ”اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ“ کے الفاظ محفوظ ہوں اور وہ احادیث محفوظ نہ ہوں جن میں صلوٰۃ کی تشریح اور اس کو ادا کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے تو پھر محض ”اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ“ کے محفوظ ہونے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور اللہ تعالٰی کا حکم کہ ”صلوٰۃ قائم کرو“ بے معنی ہو کر رہ جائیگا۔

اس تفسیر کا مقصد

قرآن مجید کی صدہا تفاسیر لکھی جا چکی ہیں، مفسرین نے قرآنی علوم کے ہر عنوان پر بہترین تفاسیر لکھیں، علمی نکات بیان کیے لیکن ان تفاسیر میں سے کسی تفسیر میں عمل پر خاطر خواہ زور نہیں دیا گیا، علوم کے دریا بہائے جاتے رہے لیکن عمل کم ہوتا چلا گیا، صحابہ کرامؓ کے دور میں علوم کے یہ ذخائر اور یہ ضخیم تفاسیر کہاں تھیں لیکن بایں ہمہ وہ قرآن مجید کا عملی پیکر تھے۔

اس تفسیر کے امتیازی اوصاف

(۱) قرآن مجید کے نزول کا مقصد در اصل اس پر عمل کرنا ہے، اگر عمل نہیں تو پھر سب علوم و فنون بیکار ہیں۔ اس تفسیر میں خاص طور پر عمل پر زور دیا گیا ہے اور یہ اس تفسیر کا پہلا امتیازی وصف ہے۔

(۲) قرآن مجید کی تفاسیر میں اکثر ”قال فلاں“ ”قال فلاں“ (فلاں نے یہ کہا، فلاں نے یہ کہا) کی بھرمار ہوتی ہے، ان اقوال الرجال میں جو ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں اللہ تبارک و تعالٰی کا حکم گم ہو کر رہ جاتا ہے، تلاوت کرنے والا حیران ہوتا ہے کہ وہ کس قول کو اللہ تعالٰی کا حکم سمجھے اور کس پر عمل کرے۔ ان اقوال کا ایک دوسرے سے مختلف ہونا بدیہی طور پر اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ یہ سب اقوال یا ایک کے علاوہ سب اقوال حکم الٰہی کی ترجمانی نہیں کرتے۔ اس تفسیر میں ہم نے کسی کا قول بیان نہیں کیا، اللہ تعالٰی کے حکم کی تشریح اللہ تعالٰی ہی کی نازل کردہ تشریح سے کی ہے یعنی قرآن مجید سے یا احادیث صحیحہ سے، لہذا اللہ تعالٰی کے احکام اپنے اصلی رنگ میں موجود ہیں اور ان پر اللہ تعالٰی کی منشاء کے مطابق عمل ہو سکتا ہے۔ یہ اس تفسیر کا دوسرا امتیازی وصف ہے۔

(۳) عموماً تفاسیر میں اس بات کا لحاظ نہیں رکھا گیا کہ تفسیر میں جو حدیث بیان کی جائے وہ سنداً صحیح ہو، ہم نے اس تفسیر میں اس بات کا التزام کیا ہے کہ صرف صحیح حدیث بیان کی جائے۔ یہ تفسیر ضعیف حدیث تو کجا حسن حدیث سے بھی معرّا ہے، اس تفسیر کو پڑھ کر ہر شخص ایک سکون محسوس کریگا

کہ وہ جو کچھ پڑھ رہا ہے یقیناً صحیح ہے۔ اس میں کسی قسم کے شبہ کی ادنیٰ سی بھی گنجائش نہیں۔ اس لحاظ سے یہ قرآن مجید کی صحیح ترین تعبیر ہے اور یہ اس کا تیسرا امتیازی وصف ہے۔

(۴) مسائل و احکام کی پوری عملی تشریح و توضیح سے تمام تفاسیر خالی ہیں، اس تفسیر میں ہم نے جس جگہ قرآن مجید کے جس حکم کی تشریح کی ہے وہاں ہی اس کی پوری عملی تفسیر بیان کر دی ہے اور اگر کسی خاص وجہ سے اس جگہ بیان نہیں کی تو کسی دوسری جگہ اس کو مفصل بیان کر دیا ہے اور اسی جگہ اُس دوسری جگہ کا حوالہ بھی نقل کر دیا ہے تاکہ تفصیل کے لئے اس مقام کو دیکھ لیا جائے۔ اگر ہم ہر جگہ ہر مسئلہ کی تفصیل بیان کرتے تو یہ تکرار بے فائدہ ہوتی اور اگر اس کا کچھ فائدہ ہوتا بھی تو تفسیر بہت طویل ہو جاتی۔

الغرض ہم نے اگر ہر جگہ نہیں تو کسی ایک خاص مناسب مقام پر کسی خاص مسئلہ کی پوری عملی تفصیلات بیان کر دی ہیں مثلاً اگر طلاق کا ذکر آگیا تو طلاق کے تمام مسائل بیان کر دئے ہیں، قرض کا مسئلہ آگیا تو قرض کے تمام احکام بیان کر دئے ہیں، نماز کے طریقہ کا ذکر آگیا تو نماز کا پورا طریقہ بیان کر دیا ہے، صفا و مروہ کی سعی کا ذکر آگیا تو سعی کے تمام مسائل بیان کر دئے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح اگر کسی جگہ کسی چیز کی فضیلت یا اہمیت کا ذکر آگیا تو اُسی جگہ اس کی فضیلت اور اہمیت میں جتنی احادیث ملیں ان کو بیان کر دیا ہے۔ یہ اس تفسیر کا چوتھا امتیازی وصف ہے۔

(۵) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ۔ جس چیز کا تمہیں علم نہ ہو اس کے پیچھے نہ پڑو۔

(بنی اسرائیل۔ ۳۶)

اس حکم الٰہی کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہم نے قرآن مجید کی تلمیحات پر جن کے متعلق ہمیں کوئی صحیح علم نہ ہو سکا کوئی روشنی نہیں ڈالی۔ مثلاً ہاروت و ماروت پر ہم نے کوئی بحث نہیں کی، ہم نے اس بات کی کوشش نہیں کی کہ اس فرعون کا نام معلوم کریں جو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں تھا، نہ ہم نے اس بات کی وضاحت کی کہ وہ کون لوگ تھے جو اپنے گھروں کو چھوڑ کر نکلے، ان کو اللہ تعالیٰ نے مار دیا اور پھر زندہ کر دیا۔

اول تو ان بحثوں سے عمل کا کوئی تعلق نہیں، دوسرے یہ کہ ان بحثوں کو شامل کرنے سے تفسیر میں غیر یقینی چیزیں شامل ہو جاتیں اور اس طرح تفسیر کا معیار گر جاتا۔ البتہ ان تلمیحات کا جو پہلو عبرت انگیز تھا اس کو ہم نے بیان کر دیا ہے اور بے فائدہ باتوں کو کلیۃً نظر انداز کر دیا ہے۔ یہ اس تفسیر کا پانچواں امتیازی وصف ہے۔

کیونکہ یہ امتیازی اوصاف ہمارے علم کی حد تک کسی تفسیر میں نہیں تھے لہٰذا جماعت المسلمین عرصۂ دراز سے اس بات کا ارادہ کر رہی تھی کہ ایسی تفسیر عامۃ المسلمین کی خدمت میں پیش کرے جو تمام الجھنوں سے پاک ہو، جس کے مطالعہ سے اوامر و نواہی صاف طور پر سمجھے جا سکیں، جس سے حرام و حلال کا قطعی اور بیّن علم حاصل ہو سکے، جس سے تمام احکام کی عملی شکل آسانی سے سمجھ میں آ سکے، جس سے قاری

ہر ضرورت کے موقع پر حکم الٰہی کو صحیح طور پر قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے معلوم کر سکے ، اَلحَمدُ لِلّٰہ جماعت المسلمین کو اللہ تعالیٰ نے صحیح تاریخ الاسلام والمسلمین کی اشاعت کی توفیق کے بعد اپنے فضل و کرم سے مزید توفیق دی کہ وہ مذکورہ بالا امتیازی خصوصیات کی حامل تفسیر عامۃ المسلمین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر سکے ۔

اس تفسیر کی پہلی جلد قارئین کرام کے ہاتھوں میں ہے ۔ یہ جلد سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی تفسیر پر مشتمل ہے ، قارئین کرام سے گذارش ہے کہ اپنے مفید مشوروں سے ہمیں مستفیض فرمائیں اور جو کوتاہیاں اس تفسیر میں ہو گئی ہوں ان کی نشاندہی فرمائیں تاکہ تفسیر کی باقی جلدوں میں اور جلد اول کی طبع ثانی میں اصلاح کر دی جائے ۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اپنے کلام پاک کو سمجھنے اور اس پر صحیح معنوں میں عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے ، آمین ۔

شعبہ نشر و اشاعت
جماعت المسلمین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ان کتابوں کے نام جن سے استفادہ کیا گیا

(۱) صحیح بخاری مؤلفہ امام محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم البخاریؒ مطبوعہ مطبع مصطفی البابی الحلبی واولادہ بمصر غرہ رمضان ۱۳۷۷ھ

(۲) صحیح مسلم مؤلفہ امام مسلم بن الحجاجؒ مطبوعہ مطبع عیسی البابی الحلبی وشرکاءہ بمصر۔

(۳) مؤطا مؤلفہ امام مالک بن انس بن مالکؒ مطبوعہ مطبع مجتبائی، دہلی ۱۳۴۵ھ

(۴) سنن ابی داؤد مؤلفہ امام ابوداؤد سلیمان بن الاشعثؒ مطبوعہ مطبع مجتبائی، دہلی

(۵) سنن نسائی مؤلفہ امام احمد بن شعیب بن علی النسائی مطبوعہ مطبع مکتبہ رحیمیہ، دہلی ۱۳۵۰ھ

(۶) جامع ترمذی مؤلفہ امام محمد بن عیسیٰ بن سورہ ترمذی، مطبوعہ مع اردو ترجمہ مطبع فیض منبع نولکشور لکھنؤ۔

(۷) سنن ابن ماجہ مؤلفہ امام محمد بن یزیدؒ مطبوعہ مطبع تازیہ بمصر (طبع اولیٰ)

(۸) مسند احمد مؤلفہ امام احمد بن محمد بن حنبلؒ مطبوعہ علی ترتیب الابواب المسمی بہ الفتح الربانی مع شرح بلوغ الامانی مؤلفہ احمد عبدالرحمٰن البنا الساعاتی مطبع الاخوان المسلمون (طبع اولیٰ)

(۹) صحیح ابن خزیمہ مؤلفہ امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ مطبوعہ المکتب الاسلامی، مکہ معظمہ، (شعبان ۱۳۹۰ھ)

(۱۰) بلوغ الامانی۔ اس کتاب کا ذکر اوپر نمبر (۸) کے سامنے گذر چکا ہے۔

(۱۱) نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار مؤلفہ امام محمد بن علی بن محمد الشوکانی مطبوعہ مصطفی البابی الحلبی واولادہ بمصر (رجب ۱۳۴۷ھ)

(۱۲) مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح مؤلفہ عبیداللہ بن محمد عبدالسلام مبارکپوری۔

(۱۳) صفۃ صلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم مؤلفہ محمد ناصر الدین الالبانی مطبوعہ المکتب الاسلامی (الطبعۃ الخامسۃ)

(۱۴) المستدرک للحاکم مع التلخیص للذہبی مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۳۹۸ھ

(۱۵) التعلیقات للالبانی علی المشکوٰۃ طبع ثانی مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رموز

۱۔	(ف)	________	باب فَتَحَ يَفْتَحُ
۲۔	(ك)	________	باب كَرُمَ يَكْرُمُ
۳۔	(ح)	________	باب حَسِبَ يَحْسِبُ
۴۔	(ض)	________	باب ضَرَبَ يَضْرِبُ
۵۔	(ن)	________	باب نَصَرَ يَنْصُرُ
۶۔	(س)	________	باب سَمِعَ يَسْمَعُ

سورۃ فاتحۃ الکتاب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○
اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ ①
اَلرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ② مَالِكِ یَوۡمِ
الدِّیۡنِ ③ اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاكَ
نَسۡتَعِیۡنُ ④ اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ⑤
صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِمۡ ⑥
غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡهِمۡ
وَلَا الضَّآلِّیۡنَ ⑦

شانِ نزول

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

بَيْنَا جِبْرِيْلُ قَاعِدٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ نَقِيْضًا مِّنْ فَوْقِهٖ فَرَفَعَ رَأْسَهٗ فَقَالَ هٰذَا بَابٌ مِّنَ السَّمَآءِ فُتِحَ الْيَوْمَ لَمْ يُفْتَحْ قَطُّ اِلَّا الْيَوْمَ فَنَزَلَ مِنْهُ مَلَكٌ فَقَالَ هٰذَا مَلَكٌ نَزَلَ اِلَى الْاَرْضِ لَمْ يَنْزِلْ قَطُّ اِلَّا الْيَوْمَ فَسَلَّمَ وَقَالَ اَبْشِرْ بِنُوْرَيْنِ اُوْتِيْتَهُمَا لَمْ يُؤْتَهُمَا نَبِيٌّ قَبْلَكَ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَخَوَاتِيْمِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ لَنْ تَقْرَأَ بِحَرْفٍ مِّنْهُمَا اِلَّا اُعْطِيْتَهٗ۔

(صحیح مسلم کتاب فضائل القرآن، باب فضل الفاتحۃ ... جزء اول، ص۳۲۲)

(ایک روز) حضرت جبریل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اسی اثناء میں انہوں نے اپنے اوپر سے ایک زوردار آواز سنی، انہوں نے اپنا سر اٹھایا، پھر فرمایا۔ "یہ آسمان کا ایک دروازہ ہے جو آج کھولا گیا ہے اور آج سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا" پھر اس دروازے سے ایک فرشتہ نازل ہوا، حضرت جبریل نے فرمایا "یہ ایک فرشتہ ہے جو آج زمین کی طرف نازل ہوا ہے اور آج سے پہلے کبھی نازل نہیں ہوا" پھر اس فرشتے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو سلام کیا اور کہا۔ دو نوروں کی خوشخبری سنیئے۔ یہ دونوں نور آپ کو عطاء کئے گئے ہیں اور آپ سے پہلے کسی نبی کو عطاء نہیں کئے گئے: ایک نور فاتحۃ الکتاب (یعنی سورۃ فاتحہ) ہے اور دوسرا نور سورۃ البقرۃ کی آخری آیات ہیں۔ آپ (جب کبھی) ان دونوں میں سے کوئی کلمہ تلاوت کریں گے تو آپ کو مانگی ہوئی چیز ضرور دی جائے گی۔

سورۃ فاتحہ کی فضیلت

(۱) سورۃ فاتحہ، قرآن مجید کی سب سے زیادہ عظمت و بزرگی والی سورت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک روز حضرت ابوسعید بن المعلّیؓ سے فرمایا:۔

لَاُعَلِّمَنَّكَ سُوْرَةً هِيَ اَعْظَمُ السُّوَرِ فِي الْقُرْآنِ۔

میں ضرور تمہیں قرآن کی سب سے زیادہ عظمت والی سورت سکھاؤں گا۔

پھر آپ نے فرمایا:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْآنُ الْعَظِيْمُ الَّذِيْ اُوْتِيْتُهٗ۔

(وہ سورت) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ہے۔ یہ سبع مثانی (یعنی سات دہرائی جانے والی آیتوں پر

(صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب ماجاء فی فاتحۃ الکتاب و باب تفسیر سورۃ الحجر و باب فاتحۃ الکتاب - جزء ۶ ص ۲۰ و ص ۱۰۲ و ص ۲۳۰)

مشتمل) ہے اور یہ قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا کیا گیا ہے۔

(۲) سورۂ فاتحہ امّ القرآن، سبع مثانی اور قرآنِ عظیم ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

اُمُّ الْقُرْاٰنِ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنُ الْعَظِيْمُ - (صحیح بخاری کتاب التفسیر باب تفسیر سورۃ الحجر - جزء ۶ ص ۱۰۲)

امّ القرآن (یعنی سورۂ فاتحہ) سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے۔

"اُمّ" اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی دوسری چیز کے وجود کا سبب ہو یا اس کی اصلاح اور تربیت کا سبب ہو یا اس سے کسی دوسری چیز کا آغاز ہو۔ سورۂ فاتحہ کو اُمّ القرآن اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ قرآن مجید کی اصل ہے۔ اس سے قرآن مجید کی ابتداء ہوتی ہے، قرآن مجید میں سورۂ فاتحہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

(۳) حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں:-

اَنَّ نَاسًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَوْا عَلٰى حَيٍّ مِّنْ اَحْيَآءِ الْعَرَبِ فَلَمْ يَقْرُوْهُمْ فَبَيْنَا هُمْ كَذٰلِكَ اِذْ لُدِغَ سَيِّدُ اُولٰٓئِكَ فَقَالُوْا هَلْ مَعَكُمْ مِّنْ دَوَآءٍ اَوْ رَاقٍ؟ فَقَالُوْا اِنَّكُمْ لَمْ تَقْرُوْنَا وَلَا نَفْعَلُ حَتّٰى تَجْعَلُوْا لَنَا جُعْلًا فَجَعَلُوْا لَهُمْ قَطِيْعًا مِّنَ الشَّآءِ فَجَعَلَ يَقْرَاُ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ (وَفِيْ رِوَايَةٍ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ) وَيَجْمَعُ بُزَاقَهٗ وَيَتْفِلُ فَبَرَاَ فَاَتَوْا بِالشَّآءِ (وَفِيْ رِوَايَةٍ فَاَمَرَ لَهٗ بِثَلَاثِيْنَ شَاةً وَّسَقَانَا لَبَنًا) فَقَالُوْا لَا نَاْخُذُهٗ حَتّٰى نَسْاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلُوْهُ فَضَحِكَ (وَفِيْ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ تَبَسَّمَ) وَقَالَ وَمَا اَدْرٰكَ اَنَّهَا رُقْيَةٌ (وَفِيْ رِوَايَةٍ اَصَبْتُمْ) خُذُوْهَا وَاضْرِبُوْا لِيْ بِسَهْمٍ (صحیح بخاری کتاب الطب باب الرقی بفاتحۃ الکتاب و باب النفث فی الرقیۃ عن ابی سعیدؓ و عن ابن عباسؓ جزء ۷ ص ۱۰ و

عرب کے ایک قبیلہ کے پاس سے کچھ صحابہؓ کا گذر ہوا، قبیلہ والوں نے صحابہ کرامؓ کی مہمان نوازی نہیں کی، اسی اثناء میں ان کے سردار کو بچھو نے کاٹ کھایا۔ قبیلہ والوں نے صحابہؓ سے کہا: "تمہارے پاس کوئی دوا ہے یا تم لوگوں میں کوئی جھاڑنے والا ہے؟" صحابہؓ نے کہا: "تم نے ہماری مہمان نوازی نہیں کی، لہٰذا جب تک تم ہمیں کچھ مال نہ دو گے ہم علاج نہیں کریں گے۔" ان لوگوں نے کچھ بکریاں دینے کا وعدہ کیا، ایک شخص نے سورۂ فاتحہ پڑھنی شروع کی، وہ تھوک جمع کرتا اور اس پر تھتکارتا، الغرض وہ سردار اچھا ہو گیا۔ اس نے اس شخص کو تیس ۳۰ بکریاں دیں اور ہمیں دودھ پلایا۔ (بعض) صحابہؓ نے کہا: "ہم بکریاں نہیں لیں گے جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت نہ کر لیں۔" الغرض انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور اس شخص سے فرمایا: "تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ سورت رقیہ ہے۔" پھر آپ نے صحابۂ کرام سے فرمایا: "تم نے ٹھیک کیا،

صـ۱۰۳ و کتاب التفسیر باب فاتحۃ الکتاب جز ۶ صـ۲۳۱ و صحیح مسلم، کتاب السلام باب جواز اخذ الاجرۃ علی الرقیۃ بالقرآن والاذکار عن ابی سعیدؓ جز ۲ صـ۲۲۴)

ان بکریوں کو لے لو اور اپنے ساتھ میرا بھی حصّہ لگاؤ"۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورۂ فاتحہ رُقیہ ہے، اس سے علاج کیا جا سکتا ہے اور شفائے امراض کے لئے اس کو پڑھا جا سکتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا حصّہ لینے کے لئے اس لئے کہا کہ آپؐ کے لینے کے بعد صحابہ کرامؓ کو کسی قسم کی کراہت نہ ہو۔

۴:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ قَسَمْتُ الصَّلٰوۃَ بَیْنِیْ وَبَیْنَ عَبْدِیْ بِنِصْفَیْنِ وَلِعَبْدِیْ مَا سَأَلَ فَاِذَا قَالَ الْعَبْدُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ حَمِدَنِیْ عَبْدِیْ وَاِذَا قَالَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ اَثْنٰی عَلَیَّ عَبْدِیْ وَاِذَا قَالَ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ قَالَ مَجَّدَنِیْ عَبْدِیْ وَقَالَ مَرَّۃً فَوَّضَ اِلَیَّ عَبْدِیْ فَاِذَا قَالَ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ قَالَ هٰذَا بَیْنِیْ وَبَیْنَ عَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَا سَأَلَ فَاِذَا قَالَ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ قَالَ هٰذَا لِعَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَا سَأَلَ۔ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ جزء اوّل صـ۱۶۹)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "نماز کو میں نے اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نصف نصف تقسیم کر لیا ہے اور میرے بندے کو وہ چیز مل جائے گی جس کا وہ سوال کرے گا"۔ جب بندہ کہتا ہے۔ "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "میرے بندے نے میری تعریف کی"۔ جب بندہ کہتا ہے "اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "میرے بندے نے میری ثنا بیان کی" جب بندہ کہتا ہے: "مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی"۔ اور ایک مرتبہ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "میرے بندے نے (اپنے کام کو) میرے سپرد کر دیا"۔ جب بندہ کہتا ہے "اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان (نصف نصف) ہے اور میرے بندے کو مل جائے گا جو وہ مانگے گا" پھر جب بندہ کہتا ہے:۔ "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ"۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "یہ میرے بندے کے لئے ہے اور میرے بندے کو وہ چیز مل جائے گی جس کا وہ سوال کر رہا ہے"۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورۂ فاتحہ نماز کا بہت اہم جزء ہے اسی وجہ سے اس کو "صلوٰۃ" کہا گیا ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سورۃ فاتحہ "نَعۡبُدُ" پر نصف ہو جاتی ہے اور "نَسۡتَعِيۡنُ" کے بعد سورۃ فاتحہ کی تین آیتیں باقی رہ جاتی ہیں:۔ پانچویں آیت "اَلۡمُسۡتَقِيۡمَ" پر ختم ہوتی ہے، چھٹی آیت اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ پر ختم ہوتی ہے۔ اور ساتویں آیت وَلَا الضَّآلِّيۡنَ پر ختم ہوتی ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ "اَلرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ" کو "اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ" سے ملا کر نہیں پڑھنا چاہیئے بلکہ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ پڑھ کر رک جانا چاہیئے اور پھر اَلرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ پڑھنا چاہیئے۔ اسی طرح تمام آیات پر ٹھہرنا چاہیئے۔ حضرت ام سلمہؓ کی حدیث جو صفحہ ۱۸ پر دی ہوئی ہے اس کی تائید کرتی ہے۔

⑤ سورۃ فاتحہ کی فضیلت اس چیز سے بھی ثابت ہوتی ہے کہ اس کے نازل کرنے کے لئے آسمان کا وہ دروازہ کھولا گیا جو اس سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا تھا اور وہ فرشتہ اسے لے کر نازل ہوا جو اس سے پہلے کبھی نازل نہیں ہوا تھا، پھر اس فرشتے نے کہا:۔

اَبۡشِرۡ بِنُوۡرَيۡنِ اُوۡتِيۡتَهُمَا لَمۡ يُؤۡتَهُمَا نَبِيٌّ قَبۡلَكَ فَاتِحَةِ الۡكِتَابِ وَخَوَاتِيۡمِ سُوۡرَةِ الۡبَقَرَةِ لَنۡ تَقۡرَأَ بِحَرۡفٍ مِّنۡهُمَا اِلَّا اُعۡطِيۡتَهٗ۔ (صحیح مسلم کتاب فضائل القرآن۔ باب فضل الفاتحۃ.... جزء اول صفحہ ۳۲۲)

دو نوروں کی خوشخبری سنیئے، یہ دو نور آپؐ کو عطاء کئے گئے ہیں، آپ سے پہلے کسی نبی کو عطاء نہیں کئے گئے، ایک نور فاتحۃ الکتاب ہے اور دوسرا نور سورۃ البقرہ کی آخری آیات ہیں، آپ (جب کبھی) ان دونوں میں سے کوئی کلمہ تلاوت کریں گے تو آپ کو مانگی ہوئی چیز ضرور دی جائے گی۔

⑥ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعبؓ سے فرمایا:

اَتُحِبُّ اَنۡ اُعَلِّمَكَ سُوۡرَةً لَمۡ تُنۡزَلۡ فِي التَّوۡرٰةِ وَلَا فِي الزَّبُوۡرِ وَلَا فِي الۡاِنۡجِيۡلِ وَلَا فِي الۡفُرۡقَانِ مِثۡلُهَا۔

کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ میں تمہیں ایک ایسی سورت سکھاؤں کہ اُس جیسی سورت نہ توریت میں نازل ہوئی، نہ زبور میں نازل ہوئی، نہ انجیل میں نازل ہوئی اور نہ فرقان میں۔

حضرت ابی بن کعبؓ نے عرض کیا:

نَعَمۡ اَيۡ رَسُوۡلَ اللّٰهِ۔

ہاں اے اللہ کے رسول (میں پسند کرتا ہوں)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِنِّيۡ لَاَرۡجُوۡ اَنۡ لَّا تَخۡرُجَ مِنۡ هٰذَا الۡبَابِ حَتّٰى تَعۡلَمَهَا۔

میں امید کرتا ہوں کہ تم اس دروازے سے نہ نکلنے پاؤ گے کہ وہ تمہیں سکھا دی جائے گی۔

حضرت ابیؓ کہتے ہیں:۔

فَاَخَذَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُنِيۡ وَاَنَا اَتَبَطَّأُ مَخَافَةَ اَنۡ يَّبۡلُغَ قَبۡلَ اَنۡ

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے بات کرنے لگے، میں چلنے میں دیر لگا رہا تھا اس ڈر سے کہ کہیں رسول اللہ

يَقْضِيَ الْحَدِيْثَ فَلَمَّا اَنْ دَنَوْنَا مِنَ الْبَابِ قُلْتُ اَيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا السُّوْرَةُ الَّتِيْ وَعَدْتَنِيْ؟

صلی اللہ علیہ وسلم بات ختم کرنے سے پہلے (دروازہ پر) نہ پہنچ جائیں، پھر جب ہم دروازہ کے قریب پہنچے تو میں نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول، وہ کون سی سورت ہے جس کا آپ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا؟"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

فَكَيْفَ تَقْرَأُ فِي الصَّلٰوةِ۔

تم نماز میں کیا پڑھتے ہو؟

حضرت ابیؓ کہتے ہیں:۔

فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ اُمَّ الْقُرْاٰنِ

میں نے آپ کو سورۂ فاتحہ پڑھ کر سنائی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فِي التَّوْرَاةِ وَلَا فِي الْاِنْجِيْلِ وَلَا فِي الزَّبُوْرِ وَلَا فِي الْفُرْقَانِ مِثْلَهَا وَاِنَّهَا لَلسَّبْعُ مِنَ الْمَثَانِيْ۔

قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اللہ نے اس سورت کے مثل نہ توریت میں کوئی سورت نازل کی، نہ انجیل میں، نہ زبور میں اور نہ فرقان (یعنی قرآن مجید) میں اور بیشک وہ سبع مثانی ہے۔

(رواہ احمد والترمذی، ابواب فضائل القرآن باب ماجاء فی فضل فاتحۃ الکتاب ج ۲ ص۲۹۸ وسندہ صحیح بلوغ الامانی جزء ۱۸ ص۶۶)

سورہ فاتحہ کے نام

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ سورۂ فاتحہ کے مندرجہ ذیل نام ہیں:۔

(۱) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ (۲) فَاتِحَةُ الْكِتَابِ (۳) اَلسَّبْعُ الْمَثَانِيْ (۴) اَلْقُرْاٰنُ الْعَظِيْمُ اور (۵) اُمُّ الْقُرْاٰنِ۔

صفت اور اہمیت کے لحاظ سے اسے "نور"، "صلوٰۃ" اور "رُقیہ" بھی کہا جاسکتا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

ترجمہ بے حد مہربان اور بہت رحم کرنے والے اللہ کے نام کے ساتھ۔

معانی و مصادر رَحِمَ ، یَرۡحَمُ ، رُحۡمٌ و رَحۡمَۃٌ و مَرۡحَمَۃٌ (س) رحم کرنا۔

ان مصادر سے رحمٰن اور رحیم اسمائے مبالغہ ہیں۔

شان نزول حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

کَانَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ لَا یَعۡرِفُ فَصۡلَ السُّوۡرَۃِ حَتّٰی یَنۡزِلَ عَلَیۡہِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورت کے علیحدہ ہونے (یا ختم ہونے) کو نہیں پہچانتے تھے جب تک بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نہ نازل ہوتی۔

(ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب ماجاء من جہر بہا:۔ ($\frac{1}{122}$) وسندہ صحیح - نیل $\frac{2}{149}$)

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اُنۡزِلَتۡ عَلَیَّ اٰنِفًا سُوۡرَۃٌ فَقَرَأَ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○ اِنَّاۤ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ ○ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانۡحَرۡ ○ اِنَّ شَانِئَکَ ہُوَ الۡاَبۡتَرُ ○

مجھ پر ابھی ایک سورۃ نازل ہوئی ہے، پھر آپ نے یہ سورۃ تلاوت فرمائی بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○ اِنَّاۤ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ ○ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانۡحَرۡ ○ اِنَّ شَانِئَکَ ہُوَ الۡاَبۡتَرُ ○

(صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب حجۃ من قال البسملۃ اٰیۃ من اول کل سورۃ $\frac{1}{172}$)

مندرجہ بالا دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ (سورۃ توبہ کے علاوہ) ہر سورۃ کی ابتدائی آیت ہے لیکن سورۃ کی آیتوں میں اس کا شمار نہیں ہوتا جیسا کہ حضرت انسؓ کی روایت کردہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

سُوۡرَۃٌ مِّنَ الۡقُرۡاٰنِ مَا ہِیَ اِلَّا ثَلَاثُوۡنَ اٰیَۃً خَاصَمَتۡ عَنۡ صَاحِبِہَا حَتّٰی اَدۡخَلَتۡہُ الۡجَنَّۃَ وَہِیَ سُوۡرَۃُ تَبَارَکَ۔ (رواہ الطبرانی وسندہ صحیح۔ نیل الاوطار جزء ۲ ص۲۱۷ و مجمع الزوائد جزء ۷ ص۱۲۷ وروی الحاکم نحوہ عن ابی ھریرۃؓ وسندہ صحیح۔ المستدرک $\frac{2}{497}$)

قرآن میں ایک سورۃ ہے جو ۳۰ آیتوں پر مشتمل ہے۔ وہ اپنے پڑھنے والے کے لئے جھگڑی یہاں تک کہ اُسے جنت میں داخل کردیا، اور وہ سورۃ تبارک ہے۔ (نوٹ:۔ تبارک سے مراد سورۂ ملک ہے)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کو شمار نہیں کیا۔

اَللّٰہ

اللہ اسمِ ذات ہے ، یہ خالقِ کائنات کا اصلی نام ہے ، اس کا کوئی ترجمہ نہیں ہو سکتا ، اللہ کے جو ترجمے اب تک کئے جاتے رہے ہیں خواہ وہ کسی زبان میں ہوں ، اللہ تبارک و تعالیٰ کے شایانِ شان نہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے جو الفاظ مختلف مذاہب میں استعمال ہوتے ہیں وہ ان اہلِ مذاہب کی اصطلاح کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے لئے مناسب نہیں۔ مثلاً خدا ، گوڈ (GOD) ان الفاظ سے نقص کا پہلو نکلتا ہے۔ مثلاً "خدا" یہ فارسی لفظ ہے۔ پارسیوں کے عقیدہ کے مطابق خدا دو ہیں: ایک نیکی کا خدا جسے یزدان کہتے ہیں ، دوسرا بدی کا خدا جسے اہرمن کہتے ہیں ، گویا ہر خدا ناقص ہے ، ہر ایک کی بادشاہت ناقص ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات نقص سے منزہ ہے ، اس کی بادشاہت کامل ہے ، ناقص نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○ (النمل ، ۸) اللہ ، ربّ العالمین نقائص سے منزّہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس بات کو بار بار دہرایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام کمزوریوں ، مجبوریوں ، برائیوں اور نقائص سے بالکل پاک ہے ، اس کی حکومت نیکی پر بھی ہے اور بدی پر بھی۔ کیونکہ پارسیوں کے عقیدہ کے مطابق "خدا" ناقص ہے ، لہٰذا اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے "خدا" استعمال نہیں کرنا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَلِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِھَا وَذَرُوا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اَسْمَآئِہٖ سَیُجْزَوْنَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ○ (الاعراف - ۱۸۰)

اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے نام ہیں ، ان ہی ناموں سے اللہ کو پکارو اور جو لوگ اس کے ناموں میں کجی کرتے ہیں (یعنی اس کے ناقص نام تجویز کرتے ہیں یا اس کے نام کو بگاڑتے ہیں) ان سے بیزار رہو ، عنقریب وہ اپنے عملوں کی سزا پائیں گے۔

رحمٰن

رحمٰن مبالغہ کا صیغہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے لئے زیبا نہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اسم رحمٰن کو تقریباً اسم ذات کی طرح استعمال کیا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَهُمْ يَكْفُرُونَ بِالرَّحْمٰنِ قُلْ هُوَ رَبِّي لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ (الرّعد۔ ۳۰)

یہ کافر رحمٰن کا انکار کر رہے ہے (اے رسول) آپ کہہ دیجئے وہی تو میرا رب ہے، اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ○ (مریم۔ ۵۸)

جب ہدایت یاب لوگوں کے سامنے رحمٰن کی آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو وہ سجدے میں گر پڑتے تھے اور روتے رہتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ○ (مریم۔ ۶۹)

پھر (قیامت کے روز) ہم ہر گروہ میں سے ایسے لوگوں کو کھینچ نکالیں گے جو رحمٰن سے سرکشی کیا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ○ (طٰہٰ۔ ۵)

وہ رحمٰن ہے جو عرش پر جلوہ افروز ہوا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا۔ (الفرقان۔ ۶۳)

رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَلرَّحْمٰنُ ○ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ○ (الرحمٰن ۲،۱)

(وہ) رحمٰن ہے جس نے قرآن کی تعلیم دی۔

کفارِ مکہ "رحمٰن" سے ناواقف تھے اور اس کے لکھنے کو ناپسند کرتے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے مقام پر صلح نامہ لکھوا رہے تھے تو آپؐ نے کاتب کو "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" لکھنے کا حکم دیا۔ کافروں کے نمائندے سہیل نے کہا:۔

اَمَّا الرَّحْمٰنُ فَوَاللّٰهِ مَا اَدْرِيْ مَا هُوَ۔

اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کہ رحمٰن کیا ہوتا ہے۔

سہیل نے اصرار کیا کہ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ لکھوائیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ لکھوا دیا۔

(صحیح بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد جزء ۱۲۔ ص۲۵۵ وصحیح مسلم کتاب الجہاد باب صلح حدیبیۃ جزء اوّل ص۹۹ واللفظ للبخاری)

رَحِیْم

رحیم اسم مبالغہ ہے، یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے، مثلاً ارشاد باری ہے:

بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ (التوبۃ - ۱۲۸)

رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) مؤمنین کے ساتھ رءوف اور رحیم ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (الفتح - ۲۹)

صحابہ رضؓ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ رحیم ہیں۔

عمل

یہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" (سورۂ توبہ کے علاوہ) ہر سورۃ سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ یہ بھی لکھا جا چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ کوثر تلاوت کی تو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو بھی پڑھا اور جہر سے پڑھا۔ لہٰذا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو (سورۂ توبہ کے علاوہ) ہر سورت سے پہلے پڑھیے۔ اگر سورت جہر سے پڑھی جائے تو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ بھی جہر سے پڑھیے لیکن نماز میں نہیں جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

۲: "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" کو پڑھتے وقت "اللّٰه" کو "رحمٰن" کو اور "رحیم" کو کھینچ کر پڑھیے۔ لوگوں نے حضرت انس رضؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کے متعلق سوال کیا تو حضرت انسؓ نے فرمایا:-

كَانَتْ (قِرَاءَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) مَدًّا ثُمَّ قَرَأَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، يَمُدُّ بِبِسْمِ اللّٰهِ وَيَمُدُّ بِالرَّحْمٰنِ وَيَمُدُّ بِالرَّحِيْمِ (صحیح بخاری کتاب التفسیر باب مد القراءۃ جزء ۶، ص ۲۴۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھینچ کھینچ کر قرأت کرتے تھے۔ پھر انہوں نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھی، بِسْمِ اللّٰه کو کھینچا، رحمٰن کو کھینچا اور رحیم کو کھینچا۔

۳: نمازمیں جب آپ سورۂ فاتحہ پڑھیں یا دوسری سورت ابتدا سے پڑھیں تو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ بھی پڑھیے لیکن خفیہ آواز سے پڑھیے۔ حضرت نعیمؒ کہتے ہیں:-

صَلَّيْتُ وَرَاءَ أَبِيْ هُرَيْرَةَ فَقَرَأَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ثُمَّ قَرَأَ بِأُمِّ الْقُرْاٰنِ .... إِذَا سَلَّمَ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ إِنِّيْ لَأَشْبَهُكُمْ صَلٰوةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (نسائی کتاب الصلٰوۃ باب قراءۃ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

میں نے ابوہریرہ رضؓ کے پیچھے نماز پڑھی، انہوں نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھی پھر سورۂ فاتحہ پڑھی... جب سلام پھیرا تو فرمایا "قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نماز کے لحاظ سے تم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہوں"۔

جزء اوّل صفحہ ۱۰۴ وسندہ صحیح ـ نیل الاوطار جزء ۲ صفحہ ۱۶۹ و دار قطنی جزء اوّل صفحہ ۱۱۵)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورۂ فاتحہ سے پہلے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنا سنت ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:۔

صَلَّیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَلَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا مِّنْھُمْ یَقْرَءُ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب حجۃ من قال لا یجھر بالبسملۃ جزء اوّل صفحہ ۱۷۲)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمان کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ میں نے ان میں سے کسی کو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھتے نہیں سُنا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو خفیہ آواز سے پڑھنا مسلسل عمل ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی مندرجہ بالا حدیث میں مسلسل عمل کا ثبوت نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے تعلیماً بلند آواز سے پڑھا تھا۔

۴:- ہر تحریر سے پہلے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لکھیئے۔

حضرت ابوسفیانؓ کہتے ہیں:۔

دَعَا بِکِتَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِذَا فِیْہِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ...... (صحیح بخاری کتاب بدء الوحی جزء اوّل صفحہ ۵ وکتاب الجہاد باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الاسلام جزء ۴ صفحہ ۵۷ وصحیح مسلم کتاب الجہاد باب کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء ۲ صفحہ ۹۱)

پھر بادشاہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط منگوایا تو اس میں یہ لکھا تھا: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ......

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو خط ملکۂ سبا کو لکھا تھا اس کے شروع میں انہوں نے "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" لکھی تھی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّہٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَاِنَّہٗ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (النمل-۳۰)

یہ خط سلیمان کی طرف سے ہے اور "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" سے شروع کیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حدیبیہ کے مقام پر صلح نامہ لکھوانے کا ارادہ کیا تو آپؐ نے کاتب کو بلوایا اور اس سے فرمایا:۔

اُكْتُبْ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ (صحیح بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجهاد جزء ۳ صـ۲۵۵ وصحیح مسلم کتاب الجهاد باب صلح حدیبیة جزء ۲ صـ۱۰۹)

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھو۔

اگر مسلمین اور کفار کے درمیان کوئی تحریر لکھی جارہی ہو اور اگر کفار بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نہ لکھنے دیں اور بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ لکھنے پر اصرار کریں تو بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ لکھ دینا چاہیئے۔ صلح نامہ لکھتے وقت جب کفار کے نمائندے سہیل نے بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھنے پر اعتراض کیا اور بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ لکھنے پر اصرار کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاتب سے فرمایا:۔

اُكْتُبْ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ (صحیح بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجهاد جزء ۳ صـ۲۵۵)

"بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ" لکھ دو۔

۵۔ "بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" کا ابتداء میں آنا اس بات کا متقاضی ہے کہ ہر کام کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے، ابتدائے سورت میں پوری بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھی جائے اور ابتدائے تحریر میں پوری "بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" تحریر کی جائے، ان دو مقاموں کے علاوہ دوسرے تمام کاموں کی ابتداء میں صرف "بِسْمِ اللهِ" پڑھنی چاہیئے۔ پوری بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نہیں پڑھنی چاہیئے جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث سے ثابت ہوتا ہے:

① وضوء سے پہلے "بِسْمِ اللهِ" پڑھا کیجئے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

تَوَضَّأُوْا بِسْمِ اللهِ (رواه النسائی، کتاب الوضوء باب التسمية عند الوضوء جلد اوّل صـ۱۱ ورواه ابن خزيمة عن انس رضی اللہ عنہ، جماع ابواب الوضوء وسننه باب ذکر تسمية الله عزّ وجل عند الوضوء وسنده صحیح۔ صحیح ابن خزيمة جزء اوّل صـ۷۴)

اللہ کے نام کے ساتھ وضوء کرو۔

② جب آپ کسی دوسرے آدمی کو وضوء کرائیں تو پانی ڈالنے سے پہلے بسم اللہ کہیئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابرؓ سے فرمایا:۔

خُذْ یَاجَابِرُ فَصُبَّ عَلَیَّ وَ قُلْ بِسْمِ اللّٰہِ۔ — اے جابرؓ یہ پانی لو اور مجھ پر ڈالو اور بِسْمِ اللّٰہِ کہو۔

حضرت جابر کہتے ہیں:۔

فَصَبَبْتُ عَلَیْہِ وَ قُلْتُ بِسْمِ اللّٰہِ۔(صحیح مسلم کتاب الزھد باب حدیث جابر الطویل جزء ۲ ص۶۰۳) — میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پانی ڈالا اور بِسْمِ اللّٰہِ کہا۔

③ بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے یہ دعاء پڑھیئے

بِسْمِ اللّٰہِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْخُبُثِ وَ الْخَبَائِثِ۔

ترجمہ | اللہ کے نام کے ساتھ، میں اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں (جنّ و انس کے) خبیث مَردوں اور عورتوں سے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا دَخَلْتُمُ الْخَلَاءَ فَقُوْلُوْا بِسْمِ اللّٰہِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْخُبُثِ وَ الْخَبَائِثِ (رواہ العمری و سندہ صحیح۔ فتح الباری جز اوّل۔ ص۲۵۴) — جب تم بیت الخلاء میں داخل ہو تو یہ پڑھو۔ بِسْمِ اللّٰہِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ۔

بِسْمِ اللّٰہِ کے علاوہ باقی الفاظ صحیح مسلم میں بھی ہیں۔ (صحیح مسلم کتاب الحیض باب مایقول اذا اراد دخول الخلاء جزء اول ص۱۶۱)

بِسْمِ اللّٰہِ کے علاوہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی متفق علیہ حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَ الْخَبَائِثِ۔ (صحیح بخاری کتاب الوضوء باب مایقول عند الخلاء جزء اول ص۲۸ و کتاب الدعوات جزء ۸ ص۸۸ و صحیح مسلم جزء اوّل ص۱۶۱)

④ جماع سے پہلے یہ دعاء پڑھیئے:۔

بِاسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا۔

ترجمہ | اللہ کے نام کے ساتھ، اے اللہ ہمیں شیطان سے محفوظ رکھ اور جو (اولاد) تو ہمیں دے اسے بھی شیطان سے محفوظ رکھ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

لَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا اَتٰی اَھْلَہٗ قَالَ بِاسْمِ اللّٰہِ ... فَقُضِیَ بَیْنَھُمَا وَلَدٌ لَمْ یَضُرُّہٗ (صحیح بخاری کتاب الوضوء باب التسمیۃ علی کل حال جزء اوّل صـ۲۸ وکتاب الدعوات باب مایقول اذا اتی اھلہ جزء ۸ صـ۱۰۳ وصحیح مسلم کتاب النکاح باب مایستحب ان یقولہ عند الجماع جزء اوّل صـ۶۰)

ترجمہ:- تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس آئے اور یہ دعاء پڑھ لے تو اگر اس کے مقدر میں اولاد ہے تو شیطان اس کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔

⑤ کسی بیمار کی شفاء یابی کے لئے اس طرح دعاء کیجئے

بِاسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ یُؤْذِیْکَ مِنْ شَرِّ کُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَیْنِ حَاسِدٍ اَللّٰہُ یَشْفِیْکَ بِاسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ۔

ترجمہ: اللہ کے نام کے ساتھ، میں تمہارے لئے ہر اس چیز سے جو تمہیں تکلیف پہنچاتی ہے، (اور) ہر نفس کی برائی سے یا حاسد کی نظرِ بد کی برائی سے شفاء طلب کرتا ہوں، اللہ تمہیں شفاء عطا فرمائے، میں اللہ کے نام کے ساتھ تمہارے لئے شفاء طلب کرتا ہوں۔

حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں:-

اَنَّ جِبْرِیْلَ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اِشْتَکَیْتَ فَقَالَ نَعَمْ قَالَ بِسْمِ اللّٰہِ .... (صحیح مسلم کتاب السلام باب الطب جزء ۲ صـ۲۱۷)

حضرت جبریل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور پوچھا اے محمد! کیا آپ بیمار ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں" حضرت جبریلؑ نے یہ دعا پڑھی۔ بِسْمِ اللّٰہِ .....

⑥ اگر آپ کے بدن میں کسی جگہ درد ہو تو درد کے مقام پر اپنا ہاتھ رکھ کر تین مرتبہ بِسْمِ اللّٰہِ پڑھیئے، پھر سات مرتبہ یہ دُعاء پڑھیئے:-

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ وَقُدْرَتِہٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ۔

ترجمہ: میں اللہ کی اور اس کی قدرت کی پناہ طلب کرتا ہوں اس بیماری کی برائی سے جو اس وقت مجھے لاحق ہے اور جس کا آئندہ ہونے کا اندیشہ ہے۔

حضرت عثمان بن ابی العاصؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے جسم میں کسی جگہ درد ہونے کی شکایت کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

ضَعْ يَدَكَ عَلَى الَّذِي تَأَلَّمَ مِنْ جَسَدِكَ وَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ ثَلَاثًا وَقُلْ سَبْعَ مَرَّاتٍ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ .... (صحیح مسلم کتاب السلام باب استحباب وضع یدہٖ علی موضع الالم جزء ۲ - ص ۲۲۸)

اپنا ہاتھ درد کے مقام پر رکھو، پھر تین مرتبہ بِسْمِ اللّٰهِ کہو اور سات مرتبہ یہ دعا پڑھو: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ ....

⑦ بیمار کی شفایابی کے لئے کلمہ کی انگلی زمین پر رکھیئے پھر اسے اٹھا کر یہ دُعاء پڑھیئے:۔

بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا، يُشْفٰى بِهٖ سَقِيْمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا۔

ترجمہ اللہ کے نام کے ساتھ ہماری زمین کی مٹی (اور) ہم میں سے بعض کے لعاب دہن سے ہمارے رب کے حکم سے ہمارا مریض شفایاب ہو جائے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:۔

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِلْمَرِيْضِ بِسْمِ اللّٰهِ ..... (صحیح بخاری کتاب الطب باب رقیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء ۷ ص ۱۷۲) قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاِصْبَعِهٖ هٰكَذَا وَوَضَعَ سُفْيَانُ سَبَّابَتَهٗ بِالْاَرْضِ ثُمَّ رَفَعَهَا بِاسْمِ اللّٰهِ .... الخ (صحیح مسلم کتاب السلام باب استحباب الرقیۃ من العین جزء ۲ ص ۲۲۷ و لفظ الدعاء لمسلم)

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مریض (کی شفاء) کے لئے یہ دعا پڑھتے تھے - بِسْمِ اللّٰهِ .... (صحیح بخاری) آپ اپنی انگشت شہادت زمین پر رکھ کر اٹھا لیتے پھر یہ دعاء پڑھتے تھے (صحیح مسلم)

(نوٹ) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مٹی اور مؤمن کے لعاب دہن میں شفاء کی کوئی تاثیر رکھی ہے۔

⑧ میّت کو دفن کرتے وقت یہ دعاء پڑھیئے

بِاسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔

ترجمہ اللہ کے نام کے ساتھ اور رسول اللہ کی ملت پر (میں اس کو دفن کرتا ہوں)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا وَضَعْتُمْ مَوْتَاكُمْ فِي الْقَبْرِ فَقُوْلُوْا بِسْمِ اللّٰهِ.... (المسند للامام احمد والمستدرك للحاکم وسندہ صحیح۔ بلوغ الامانی جزء ۸۔ ص۵۸۔ والمستدرك جزء اوّل ص۳۶۶)

جب تم اپنے مُردوں کو قبر میں اتارو تو یہ دعاء پڑھو: بِسْمِ اللّٰهِ....

⑨ کھانے سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ کہیئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

سَمِّ اللّٰهَ وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ (صحیح بخاری کتاب الاطعمۃ باب التسمیۃ عند الطعام جزء ۷ ص۸۸ وصحیح مسلم کتاب الاشربۃ باب آداب الطعام جزء ۲ ص۱۷۲)

اللہ کا نام لو، اپنے سیدھے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے آگے سے کھاؤ۔

⑩ اگر کھانے سے پہلے بِسْمِ اللّٰه کہنا بھول جائیں تو جب یاد آئے یہ دُعاء پڑھیئے۔

بِسْمِ اللّٰهِ فِيْ اَوَّلِهٖ وَاٰخِرِهٖ۔

ترجمہ | بِسْمِ اللّٰهِ اس کے شروع میں بھی اور اس کے آخر میں بھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا اَكَلَ اَحَدُكُمْ طَعَامًا فَلْيَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ فَاِنْ نَسِيَ فِيْ اَوَّلِهٖ فَلْيَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ..... (رواہ الترمذی فی کتاب الاطعمۃ وصححہ ج ۲ ص۱۹۱)

جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو بِسْمِ اللّٰهِ کہے۔ اگر شروع میں بِسْمِ اللّٰهِ کہنا بھول جائے تو یہ دُعاء پڑھے۔ بِسْمِ اللّٰهِ فِيْ اَوَّلِهٖ وَاٰخِرِهٖ۔

⑪ جانور کو ذبح کرتے وقت یہ دعاء پڑھیئے

بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔

ترجمہ | اللہ کے نام کے ساتھ اور اللہ سب سے بڑا ہے۔

حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں:۔

ضَحَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشَيْنِ اَمْلَحَيْنِ اَقْرَنَيْنِ ذَبَحَهُمَا بِيَدِهٖ وَسَمّٰى وَكَبَّرَ وَفِي

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چتکبرے، سینگوں والے مینڈھوں کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور آپ نے

وَفِی رِوَایَۃٍ مُسْلِمٍ یَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ (صحیح بخاری کتاب الاضاحی باب التکبیر عند الذبح جزء ۷ ص۱۳۳ و صحیح مسلم کتاب الاضاحی جزء ۲ ص۱۸۱ و ص۱۸۲)

یہ دعا پڑھی:۔ بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔

(۱۲) جب آپ شکار کے لئے شکاری جانور یا تیر چھوڑیں تو بِسْمِ اللّٰہِ کہئے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا اَرْسَلْتَ کَلْبَکَ فَاذْکُرِ اسْمَ اللّٰہِ .... وَاِنْ رَمَیْتَ سَہْمَکَ فَاذْکُرِ اسْمَ اللّٰہِ۔ (صحیح مسلم کتاب الصید باب الصید بالکلاب المعلمۃ جزء ۲ ص۱۴۶ و صحیح بخاری کتاب الذبائح، باب ما جاء فی تصید جزء ۷ ص۱۱۴ واللفظ لمسلم)

جب تم اپنا کُتّا چھوڑو تو بسم اللہ کہو...... اور اگر تم اپنا تیر پھینکو تو بِسْمِ اللّٰہ کہو۔

(۱۳) ایسا کوئی ذبیحہ نہ کھائیے جس پر بِسْمِ اللّٰہ نہ پڑھی گئی ہو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا تَاْکُلُوْا مِمَّا لَمْ یُذْکَرِ اسْمُ اللّٰہِ عَلَیْہِ (الانعام - ۱۲۱)

جس (جانور) پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اُسے نہ کھاؤ۔

(۱۴) اگر نومسلم لوگ گوشت لائیں جن کے متعلق یقین نہ ہو کہ انہوں نے بِسْمِ اللّٰہِ پڑھی ہوگی تو خود بِسْمِ اللّٰہ پڑھ لیجئے اور پھر اُسے کھا لیجئے۔

حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہؓ نے ایک مرتبہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:۔

اِنَّ قَوْمًا یَّاْتُوْنَنَا بِاللَّحْمِ لَا نَدْرِیْ اَذُکِرَ اسْمُ اللّٰہِ عَلَیْہِ اَمْ لَا۔

بعض لوگ ہمارے پاس گوشت لاتے ہیں ہمیں نہیں معلوم کہ انہوں نے اس پر بِسْمِ اللّٰہ پڑھی یا نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

سَمُّوْا عَلَیْہِ اَنْتُمْ وَکُلُوْہُ۔

تم اُس پر بسم اللہ پڑھ لو اور کھالو۔

حضرت عائشہ صدیقہ مطہرہ رضؓ فرماتی ہیں:۔

وَكَانُوا حَدِيثِي عَهْدٍ بِالْكُفْرِ ۔ (صحیح بخاری کتاب الذبائح باب ذبیحۃ الاعراب جزء ۷، صلا و کتاب التوحید جزء ۹ ص۱۴۶)

گوشت لانے والوں نے نیا نیا کفر چھوڑا تھا۔

⑮ گھر میں داخل ہوتے وقت بِسْمِ اللّٰہِ پڑھیئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

إِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بَيْتَهُ فَذَكَرَ اللّٰهَ عِنْدَ دُخُولِهِ وَعِنْدَ طَعَامِهِ قَالَ الشَّيْطَانُ لَا مَبِيتَ لَكُمْ وَلَا عَشَاءَ وَإِذَا دَخَلَ فَلَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ عِنْدَ دُخُولِهِ وَفِي رِوَايَةٍ إِنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ عِنْدَ دُخُولِهِ قَالَ الشَّيْطَانُ أَدْرَكْتُمُ الْمَبِيتَ ۔ (صحیح مسلم کتاب الاشربۃ ۲/۱۷۲)

جب کوئی شخص اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت اور کھانا کھاتے وقت اللہ کا ذکر کرے تو شیطان (اپنے ساتھیوں سے) کہتا ہے (اب) تمہارے لئے نہ ٹھکانہ ہے اور نہ کھانا، اور اگر وہ شخص داخل ہوتے وقت اللہ کا نام نہ لے تو شیطان (اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے (اب) تمہیں رہنے کے لئے ٹھکانہ مل گیا۔

گھر میں داخل ہوتے وقت یہ دعاء پڑھیئے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَ الْمَوْلَجِ وَخَيْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللّٰهِ وَلَجْنَا وَبِسْمِ اللّٰهِ خَرَجْنَا وَعَلَى اللّٰهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا (ابوداؤد کتاب الادب باب فی من دخلہ ما یقول ۲/۳۴۸ وسندہ صحیح)

ترجمہ | اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں داخل ہونے کی جگہ کی بھلائی کا اور نکلنے کی جگہ کی بھلائی کا۔ اللہ کے نام کے ساتھ ہم داخل ہوئے اور اللہ ہی کے نام کے ساتھ ہم نکلے اور ہم نے اپنے رب اللہ پر بھروسہ کیا۔

⑯ گھر سے نکلتے وقت یہ دُعاء پڑھیئے:۔

بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ۔

ترجمہ | اللہ کے نام کے ساتھ۔ میں نے اللہ پر توکل کیا۔ نیکی کرنے یا برائی سے بچنے کی (کسی میں) کوئی قوت نہیں مگر اللہ کی توفیق سے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ قَالَ إِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ بِسْمِ اللّٰهِ ..... الخ يُقَالُ لَهُ كُفِيتَ وَوُقِيتَ وَتَنَحَّى عَنْهُ الشَّيْطَانُ (۱۰۱۵ ترمذی فی ابواب الدعوات وصححہ ۲/۱۸۳)

جو شخص گھر سے نکلتے وقت یہ دعاء پڑھے: بِسْمِ اللّٰهِ ..... الخ اس سے کہا جاتا ہے تجھے کفایت ہوگئی تو بچا لیا گیا، پھر شیطان اس سے دور ہو جاتا ہے۔

⑰ جب آپ سونے لگیں تو بسم اللہ کہہ کر دروازے بند کر دیجئے، بسم اللہ کہہ کر اپنے مشکیزوں کے مُنہ باندھ دیجئے، بسم اللہ کہہ کر اپنے برتن ڈھانک دیجئے اور بسم اللہ کہہ کر اپنے دِیئے بجھا دیجئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔
أَطْفِئُوا الْمَصَابِيحَ إِذَا رَقَدْتُمْ وَغَلِّقُوا الْأَبْوَابَ وَأَوْكُوا الْأَسْقِيَةَ وَخَمِّرُوا الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ وَفِي رِوَايَةٍ فَأَغْلِقُوا الْأَبْوَابَ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللهِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَفْتَحُ بَابًا مُغْلَقًا وَأَوْكُوا قِرَبَكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللهِ وَخَمِّرُوا آنِيَتَكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللهِ وَفِي رِوَايَةٍ وَأَطْفِئْ مِصْبَاحَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللهِ۔ (صحیح بخاری کتاب الاشربۃ باب تغطیۃ الاناء جزء ۶ ص۱۲۵ و کتاب بدء الخلق باب صفۃ ابلیس جزء ۴۔ ص۱۵۱ و روی مسلم نحوہ) و فی روایۃ: فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَحُلُّ سِقَاءً وَلَا يَفْتَحُ بَابًا وَلَا يَكْشِفُ إِنَاءً (صحیح مسلم کتاب الاشربۃ باب الامر بتغطیۃ الاناء جزء ۲ ص۲۰۴ و ص۲۰۵)

جب تم سونے لگو تو دروازوں کو اللہ کا نام لے کر بند کر دو کیونکہ شیطان بند دروازے کو نہیں کھولتا، اللہ کا نام لے کر مشکیزوں کے مُنہ باندھ دو کیونکہ شیطان (بند) مشکیزوں کو نہیں کھولتا، اللہ کا نام لے کر اپنے برتنوں کو ڈھانک دو کیونکہ شیطان (ڈھکے ہوئے) برتنوں کو نہیں کھولتا اور اللہ کا نام لے کر اپنے دیئے بجھا دو۔
(نوٹ: خط کشیدہ الفاظ صرف صحیح مسلم میں ہیں)۔

⑱ جب آپ جنگ کے لئے آمادہ ہوں تو بِسْمِ اللهِ کہئے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔
اُغْزُوا بِسْمِ اللهِ فِي سَبِيلِ اللهِ (صحیح مسلم کتاب الجهاد باب تامیر الامام الامراء علی البعوث جزء ۲ ص۷۹)

اللہ کا نام لے کر اللہ کے راستہ میں جنگ کرو۔

(۱۹) جب آپ سونے لگیں تو بِسْمِ اللّٰہِ کہہ کر بستر کو تین دفعہ جھاڑیئے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ إِلَى فِرَاشِهِ فَلْيَنْفُضْهُ بِصَنِفَةِ ثَوْبِهِ (وَفِي رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ) (وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ وَيُسَمِّ اللّٰهَ) (صحیح بخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالی انا الرزاق جزء ۹ ص۱۴۵ وصحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب ما یقول عند النوم جزء ۲ ص۳۴۹)

جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بستر پر آئے تو اپنے کپڑے کے ایک کونے سے بستر کو بسم اللہ کہہ کر تین دفعہ جھاڑے۔

(۲۰) جب سواری کا جانور ٹھوکر کھائے تو بِسْمِ اللّٰہِ کہیئے

ایک صحابی کہتے ہیں میں ایک گدھے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا، گدھے نے ٹھوکر کھائی تو میں نے کہا شیطان ہلاک ہو جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

لَا تَقُلْ تَعِسَ الشَّيْطَانُ فَإِنَّكَ إِذَا قُلْتَ تَعِسَ الشَّيْطَانُ تَعَاظَمَ الشَّيْطَانُ فِي نَفْسِهِ وَقَالَ صَرَعْتُهُ بِقُوَّتِي فَإِذَا قُلْتَ بِسْمِ اللّٰهِ تَصَاغَرَتْ إِلَيْهِ نَفْسُهُ حَتّٰى يَكُونَ أَصْغَرَ مِنْ ذُبَابٍ۔ (رواہ احمد وابوداؤد کتاب الادب باب لا یقال خبثت نفسی جزء ۲ ص۳۳۲ وسندہ صحیح بلوغ الامانی جزء ۵ ص۶۸)

یہ نہ کہو کہ شیطان ہلاک ہو جائے۔ یہ کہو گے تو شیطان اپنے کو بڑا سمجھے گا اور کہے گا میں نے اپنی قوت سے اس کو پچھاڑ دیا اور جب تم بسم اللہ کہو گے تو وہ اپنے کو چھوٹا سمجھے گا یہاں تک کہ وہ مکھی سے بھی زیادہ چھوٹا ہو جائے گا۔

(۲۱) جب آپ سواری پر بیٹھیں تو بِسْمِ اللّٰہِ پڑھیئے۔ پھر سیدھا بیٹھ جانے کے بعد یہ دعاء پڑھیئے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِيْنَ وَإِنَّا إِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، سُبْحَانَكَ إِنِّي قَدْ ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ۔

ترجمہ اللہ ہی کے لئے ہر قسم کی تعریف ہے، اللہ تمام برائیوں سے پاک ہے جس نے اس سواری کو ہمارے لئے مسخر کر دیا حالانکہ ہم اس کو قابو میں نہ لا سکتے تھے اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ سب تعریف اللہ کے لئے ہے، سب تعریف اللہ کے لئے ہے، سب تعریف اللہ کے لئے ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے۔ اے اللہ تو پاک ہے، میں نے اپنی جان پر ظلم کیا، تو مجھے معاف کر دے کیونکہ گناہوں کا معاف کرنے والا سوا تیرے کوئی نہیں۔

علی بن ربیعہؒ کہتے ہیں:-

شَهِدْتُ عَلِيًّا أُتِيَ بِدَابَّةٍ لِيَرْكَبَهَا فَلَمَّا وَضَعَ رِجْلَهُ فِي الرِّكَابِ قَالَ بِسْمِ اللهِ فَلَمَّا اسْتَوٰى عَلٰى ظَهْرِهَا قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ثُمَّ قَالَ سُبْحَانَ الَّذِيْ .... الخ ثُمَّ قَالَ عَلِيٌّ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ كَمَا فَعَلْتُ۔ (ابوداؤد کتاب الجہاد باب مایقول اذا رکب جزء اوّل ص۳۵۰ ورواہ الترمذی فی ابواب الدعوات فی باب ماجاء مایقول اذا رکب دابۃ وصححہٗ جلد ۲ ص۴۹۹)

میرے سامنے حضرت علیؓ کے لئے سواری لائی گئی۔ جب انہوں نے رکاب میں پیر رکھا تو بِسْمِ اللهِ کہا، پھر جب اس کی پیٹھ پر سیدھے بیٹھ گئے تو کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ پھر کہا۔ سُبْحَانَ الَّذِيْ .... الخ پھر حضرت علیؓ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ بھی ایسا ہی کرتے تھے جیسا میں نے کیا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سے ابتداء

بعض کاموں کی ابتداء اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سے ہوتی ہے ان کاموں کی تفصیل اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ کی تفسیر میں بیان کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے دوسرے ناموں سے ابتداء

بعض کاموں کی ابتداء بِسْمِ اللهِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کے علاوہ خالق کائنات و مالک دوجہاں کے دوسرے ناموں سے ہوتی ہے۔ ان کاموں کو انہی مسنون الفاظ سے شروع کیجئے۔ مثلاً:-

① سوتے وقت سیدھی کروٹ لیٹ کر یہ دعاء پڑھیئے

بِاسْمِكَ رَبِّيْ وَضَعْتُ جَنْبِيْ وَبِكَ أَرْفَعُهٗ إِنْ أَمْسَكْتَ نَفْسِيْ فَارْحَمْهَا وَإِنْ أَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ الصّٰلِحِيْنَ۔

ترجمہ اے میرے رب میں نے تیرے نام کے ساتھ اپنے پہلو کو رکھا اور تیری ہی توفیق سے اس کو اٹھاؤں گا۔ اگر تو میرے نفس کو روک لے (یعنی مجھے موت دیدے) تو میرے نفس پر رحمت فرما اور اگر تو اس کو چھوڑ دے (یعنی موت

نہ دے) تو پھر اس کی اس چیز سے حفاظت فرما جس چیز سے تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت فرماتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ إِلَى فِرَاشِهِ فَلْيَنْفُضْهُ بِصَنِفَةِ ثَوْبِهِ (وَفِي رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ) فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي مَا خَلَفَهُ عَلَيْهِ (وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ فَلْيَضْطَجِعْ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ) ثُمَّ يَقُولُ بِاسْمِكَ رَبِّي .... الخ (صحیح بخاری کتاب التوحید جزء ۹ ص۱۴۵ وکتاب الدعوات باب التعوذ والقراءۃ عند المنام جزء ۸ ص۸۷ وصحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب مایقول عند النوم جزء ۲ ص۳۴۹)

جب تم میں سے کوئی اپنے بستر پر آئے تو اسے چاہیئے کہ اپنے کپڑے کے ایک کونے سے تین دفعہ بستر کو جھاڑے کیونکہ اسے نہیں معلوم کہ اس کے بعد اس پر کون آیا ہے پھر سیدھی کروٹ لیٹ کر یہ دعا پڑھے : بِاسْمِكَ رَبِّي وَضَعْتُ جَنْبِي ... الخ

نوٹ :- "سیدھی کروٹ لیٹ کر پڑھنے" کے الفاظ صرف صحیح مسلم میں ہیں۔

سوتے وقت سیدھی کروٹ لیٹ کر مندرجہ ذیل دُعا پڑھنا سُنّت ہے۔

اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوتُ وَأَحْيٰى۔

ترجمہ اے اللہ تیرے نام کے ساتھ میں سوتا ہوں اور تیرے نام کے ساتھ جاگوں گا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ مِنَ اللَّيْلِ وَضَعَ يَدَهُ تَحْتَ خَدِّهِ ثُمَّ يَقُولُ اَللّٰهُمَّ ..... (صحیح بخاری کتاب الدعوات باب وضع الید الیمنیٰ تحت الخد الایمن جزء ۸ ص۸۵ ورواہ مسلم عن البراء رضی اللہ عنہ فی کتاب الذکر و الدعاء باب مایقول عند النوم جزء ۲ ص۳۴۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو بستر پہ آتے تو (سیدھا) ہاتھ اپنے رخسار کے نیچے رکھتے پھر یہ دُعا پڑھتے۔ اَللّٰهُمَّ .... الخ

(۲) اذان کی ابتداء اَللّٰهُ أَكْبَرُ سے کیجیے

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :-

أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَهُ هٰذَا الْأَذَانَ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ ... الخ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب صفۃ الاذان جزء اول ص۱۶۳)

نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اذان کے کلمات اس طرح سکھائے، اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ .... الخ

③ اقامت کی ابتداء بھی اللّٰہُ اَکْبَرُ سے کیجئے۔

حضرت ابو محذورہ رضؓ کہتے ہیں:۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَّمَہٗ ۔ ...اَلْاِقَامَۃَ سَبْعَ عَشَرَۃَ کَلِمَۃً ..... اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ .... الخ (احمد و ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب کیف الاذان جلد اوّل صہ۸ وسندہٗ صحیح۔ بلوغ الامانی جزء۳ صہ۲۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اقامت کے سترہ کلمات سکھائے۔ یعنی اللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اللّٰہُ اَکْبَرُ.. ... الخ

④ نماز کی ابتداء اَللّٰہُ اَکْبَرُ سے کیجئے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ فرماتے ہیں:۔

رَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِفْتَتَحَ التَّکْبِیْرَ فِی الصَّلٰوۃِ۔ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب الیٰ این یرفع یدید جزء اوّل صہ۱۸۸) وفی روایۃ اِذَا قَامَ لِلصَّلٰوۃِ رَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی تَکُوْنَا حَذْوَ مَنْکِبَیْہِ ثُمَّ کَبَّرَ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب استحباب رفع الیدین جزء اول صہ۱۶۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اللّٰہُ اَکْبَرُ سے افتتاح کرتے تھے۔

⑤ دُعاء کی ابتداء مندرجہ ذیل ثناء سے کیجئے۔

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلَی الْعَلِیِّ الْوَھَّابِ۔

ترجمہ | پاک ہے میرا رب جو اعلیٰ، بلند و بالا اور خوب دینے والا ہے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضؓ کہتے ہیں:۔

مَاسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْتَفْتِحُ دُعَاءً اِلَّا اسْتَفْتَحَہٗ بِسُبْحَانَ رَبِّیَ.... الخ (مسند امام احمد وسندہ صحیح۔ بلوغ جزء ۱۴۔ صہ۲۷۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعاء کو ہمیشہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلَی الْعَلِیِّ الْوَھَّابِ سے شروع کرتے تھے۔

غرض یہ کہ ہر کام کی ابتداء اللہ تعالیٰ کے نام سے کیجئے اور اُن ہی الفاظ سے کیجئے جو الفاظ مسنون ہیں، خود ساختہ الفاظ سے ابتداء کرنا نہیں چاہیئے۔ کسی دوسرے کے نام سے کبھی ابتداء نہ کیجئے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۱

ترجمہ ہر قسم کی تعریف، اللہ، رَبُّ العالمین کے لئے زیبا و سزاوار ہے۔

معانی و مصادر حَمِدَ، یَحْمَدُ، حَمْدٌ۔ (س) تعریف کرنا۔

رَبَّ، یَرُبُّ، رَبٌّ (ن) تربیت کرنا، پالنا۔ تدریجاً نشو و نما کر کے حدِ کمال کو پہنچانا، زیادہ کرنا، اصلاح کرنا، مالک ہونا۔

رَبٌّ اگرچہ مصدر ہے لیکن عموماً اسمِ فاعل کی حیثیت سے استعمال ہوتا ہے۔

عَلِمَ، یَعْلَمُ، عِلْمٌ (س) جاننا، علم حاصل کرنا، پہچان لینا۔

عَالَمٌ = کل مخلوق، جہان۔ "عَالَمٌ" فَاعَلٌ کے وزن پر ہے، یہ وزن اسم آلہ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یعنی عَالَمٌ کے معنیٰ ہیں "مَا یُعْلَمُ بِہٖ" یعنی وہ چیز جس کے ذریعہ کسی چیز کا علم حاصل کیا جائے، کیونکہ دنیا کے ذریعہ خالق کائنات کا علم ہوتا ہے لہٰذا دنیا کو عَالَمٌ کہا جاتا ہے۔

تفسیر

ہر قسم کی تعریف اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے ہے جو تمام مخلوقات کا مالک، پالنے والا اور تربیت و نشو و نما دینے والا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے علاوہ نہ کوئی مخلوق کا مالک ہے اور نہ کوئی پالنے اور تربیت کرنے والا۔

اللہ تعالیٰ میں ہر اچھی صفت ہے اور ہر صفت لامحدود و غیر مشروط ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ عالم الغیب، قادرِ مطلق اور اپنے ارادے پر قادر ہے، اللہ تعالیٰ دونوں جہانوں کا واحد مالک و مختار ہے۔ آسمانوں اور زمین میں صرف اس کی بادشاہت ہے، اللہ تعالیٰ سب کا پیدا کرنے والا ہے، اللہ تعالیٰ کے علاوہ انسان و حیوان، جنات و فرشتے، جمادات و نباتات سب مخلوق ہیں۔ اللہ تعالیٰ عجز و بے بسی اور دوسرے تمام نقائص سے پاک و منزہ ہے، اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، اُسے کبھی فنا نہیں۔

یہ ایسی باتیں ہیں جو کسی بڑے سے بڑے انسان، جن یا فرشتے میں نہیں پائی جاتیں لہٰذا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی ہر قسم کی تعریف کا مستحق نہیں، تمام خوبیوں کا مالک صرف اللہ ذوالجلال والاکرام ہے۔ لہٰذا ہر قسم کی تعریف صرف اُسی کے لئے زیبا و سزاوار ہے، کسی دوسرے کو ہر قسم کی تعریف کا مستحق سمجھنا ایک قسم کا شرک ہے۔

حمد خوب کیجئے

اللہ تعالیٰ کو اپنی تعریف بہت پسند ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

لَا اَحَدَ اَحَبُّ اِلَيْهِ الْمِدْحَةُ مِنَ اللّٰهِ فَلِذٰلِكَ مَدَحَ نَفْسَهٗ (صحیح بخاری کتاب التفسیر باب تفسیر سورۃ الاعراف جزء ۶ صـ۱۴۲ و صحیح مسلم کتاب التوبۃ باب غیرۃ اللہ جزء ۲ صـ۳۹۶)

ایسا کوئی نہیں جس کو اللہ سے زیادہ (اپنی) تعریف پسند ہو، اسی لئے اللہ نے خود بھی اپنی تعریف کی ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنی تعریف بہت پسند ہے لہٰذا ہر مسلم کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد و تعریف خوب کرنی چاہیئے، مسلم کی پسند وہی ہونی چاہیئے جو اللہ، ربُّ العالمین کی پسند ہے۔

حمد بے حد اُس اِلٰہ پاک کو

سورۂ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد کے چند جملے بھی اپنے بندوں کو تعلیم دئے ہیں اور ان جملوں کی صورت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی حمد کو نماز میں فرض کر دیا ہے۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے یہ پہلے گذر چکا ہے کہ جب بندہ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" کہتا ہے تو اللہ ذوالحمد والاکرام فرماتا ہے: "حَمِدَنِيْ عَبْدِيْ" میرے بندے نے میری تعریف کی۔ یہ الفاظ بتا رہے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ بندے کے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" کہنے سے بہت خوش ہوتا ہے۔ یہی وہ جملہ ہے جو قیامت کے دن سزا و جزاء کا فیصلہ ہو جانے کے بعد کہا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (الزمر ۔ ۷۵)

آپ دیکھیں گے کہ فرشتے عرش کے چاروں طرف گھیرا باندھ کر اپنے رب کی تعریف کے ساتھ تسبیح پڑھ رہے ہوں گے۔ لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ ہو جائے گا اور کہا جائے گا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

جنتیوں کی آخری دُعاء بھی یہی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (یونس ۔ ۱۰)

ان کی دعاء جنت میں سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ ہوگی۔ ان کی آپس کی دُعاء سلام ہوگی اور ان کی آخری دعاء اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے بار بار قرآن مجید میں اپنی حمد کی ہے اور بار بار حمد کرنے کا حکم دیا ہے۔ مثلاً اللہ، حمید و مجید فرماتا ہے :۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ○
(الحجر - ۹۸)

اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھو اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جاؤ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ○
(بنی اسرآئیل - ۱۱۱)

کہو سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس کی کوئی اولاد نہیں، نہ اس کی بادشاہت میں کوئی اس کا شریک ہے اور نہ وہ کمزور ہے کہ اُس کا کوئی مددگار ہو (لہٰذا) اس کی بڑائی خوب بیان کرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ (النمل - ۵۹ و ۹۳)
(العنکبوت - ۶۳) (لقمٰن - ۲۵)

کہو سب تعریف اللہ کے لئے ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ○ (قٓ - ۳۹)

اپنے ربّ کی تعریف کے ساتھ پاکی بیان کرتے رہا کرو، طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ○
(الطور - ۴۸)

جب اٹھا کرو تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیا کرو۔

حمد اور مخلوقات

اللہ تعالیٰ کو اپنی تعریف اس قدر پسند ہے کہ کائنات کی ہر چیز کو اپنی تعریف پر مامور کر دیا ہے لہٰذا ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا میں مشغول ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ۔
(بنی اسرآئیل - ۴۴)

کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ پڑھ رہی ہو۔

اے انسانو، غور کرو کہ بے جان اور بے عقل چیزیں تو اپنے خالق کی حمد و ثنا کریں اور تم اپنے خالق کی تعریف سے غافل رہو۔ اے انسانو، اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا تمہارے لئے ہی مفید ہے، اللہ تعالیٰ تمہاری تعریفوں کا محتاج نہیں، وہ تو ہر حال میں تعریف والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاِنَّ اللّٰهَ

آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے سب اللہ کا ہے۔

لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ○ (الحج - ۶۴) اور بے شک اللہ غنی اور تعریف والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ○ (لقمان - ۱۲) جو شخص شکر کرتا ہے وہ گویا اپنے ہی (فائدے کے) لئے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو اللہ غنی اور تعریف والا ہے (وہ کسی کی تعریف کا محتاج نہیں)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ○ (فاطر - ۱۵) اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو (اللہ کسی کا محتاج نہیں) وہ غنی اور تعریف والا ہے۔

آیات بالا سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کسی کی تعریف کا محتاج نہیں، نہ اسے کسی کی تعریف سے کوئی فائدہ پہنچتا ہے، فائدہ تعریف کرنے والے کو پہنچتا ہے، حمد کرنے والے کو جنت کی لازوال نعمتوں سے نوازا جائے گا اور یہی حمد کا فائدہ ہے لہٰذا اے لوگو، جنت چاہیئے تو اللہ تعالیٰ کی خوب تعریف کیا کرو۔ تعریف کرنے والے کی صدا کو اللہ تعالیٰ سُن لیتا ہے اور شرف قبولیت بخشتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ (صحیح بخاری وصحیح مسلم کتاب الصّلوٰۃ) جو اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہے اللہ اس کی سن لیتا ہے۔

اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِتَحْمِيْدِ اللّٰهِ وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ ثُمَّ لْيُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لْيَدْعُ بَعْدُ مَا شَآءَ (رواہ الترمذی فی ابواب الدعوات فی باب جامع الدعوات وصححہ جلد ۲ صـ ۵۰) تم میں سے جب کوئی دعاء کرے تو اللہ کی حمد وثنا بیان کرے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے۔ پھر اس کے بعد جو دعا چاہے کرے۔

حمد کی فضیلت

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَاُ الْمِيْزَانَ (صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب فضل الوضوء جزاول صـ ۱۱۸) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہنا میزان کو بھر دیتا ہے۔

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک شخص آیا اور اس حالت میں کہ اس کا سانس چڑھا ہوا تھا وہ صف میں داخل ہوا اور اس نے کہا:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْهِ

سب تعریف اللہ کے لئے ہے، ایسی تعریف جو بہت زیادہ ہو، پاک ہو اور اس میں برکت دی گئی ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

اَیُّکُمُ الْمُتَکَلِّمُ بِالْکَلِمَاتِ۔

یہ کلمات کس نے کہے تھے؟

اس شخص نے کہا:-

جِئْتُ وَقَدْ حَفَزَنِی النَّفَسُ فَقُلْتُهَا۔

میں آیا، میرا سانس چڑھا ہوا تھا تو میں نے یہ کلمات پڑھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

لَقَدْ رَأَیْتُ اثْنَیْ عَشَرَ مَلَکًا یَبْتَدِرُوْنَهَا اَیُّهُمْ یَرْفَعُهَا۔ (صحیح مسلم کتاب الصّلوٰۃ باب مایقول بین تکبیرۃ الاحرام والقراءۃ جزء اوّل ص۲۴۳)

میں نے بارہ فرشتوں کو دیکھا کہ وہ جلدی کر رہے تھے کون انہیں اوپر لے جائے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دعاء کا پڑھنا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ اسی اثناء میں ایک شخص نے یہ کلمات کہے:-

اَللّٰهُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ کَثِیْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰهِ بُکْرَةً وَّاَصِیْلًا۔

ترجمہ:- اللہ سب سے بڑا ہے، بہت تعریف اللہ کے لئے ہے، صبح و شام اللہ کے لئے تسبیح ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

مَنِ الْقَائِلُ کَلِمَةَ کَذَا وَکَذَا۔

یہ کلمات کہنے والا کون تھا؟

ایک شخص نے کہا: "اے اللہ کے رسول، (یہ کلمات کہنے والا) میں تھا۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

عَجِبْتُ لَهَا فُتِحَتْ لَهَا اَبْوَابُ السَّمَاءِ۔

مجھے ان سے بڑا تعجب ہوا، ان کیلئے آسمان کے دروازے کھول دئے گئے۔

(صحیح مسلم۔ کتاب الصّلوٰۃ باب مایقول بین تکبیرۃ الاحرام والقراءۃ جزء اوّل ص۲۴۳)

عمل

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، سورۃ فاتحہ کی پہلی آیت ہے، یہ سورۃ فاتحہ کا ایک نام ہے، جیسا کہ فضیلت کے عنوان کے ماتحت حضرت ابوسعید بن المعلیؓ کی روایت سے ثابت کیا جاچکا ہے۔ (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۶)

① رات کو بہت دیر تک "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ" اور "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" پڑھا کیجئے۔

حضرت ربیعہ بن کعب الاسلمی فرماتے ہیں:-

کُنْتُ اَبِیْتُ عِنْدَ بَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاُعْطِیْہِ وَضُوْءَہٗ فَاَسْمَعُہٗ اَلْھُوِیَّ مِنَ اللَّیْلِ یَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ وَاَسْمَعُہُ الْھُوِیَّ مِنَ اللَّیْلِ یَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ (رواہ الترمذی فی ابواب الدعوات فی باب ماجآء فی الدعاءِ اذا انتبہ من اللیل وصححہ جلد ۲ صفحہ ۱۸۷)

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے کے قریب سویا کرتا تھا، میں آپؐ کو وضوء کے لئے پانی دے دیا کرتا تھا۔ میں سنتا تھا رات کو بہت دیر تک آپؐ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہتے تھے۔

② خطبہ یا تقریر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سے شروع کیا کیجئے

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُ النَّاسَ یَحْمَدُ اللّٰہَ وَیُثْنِیْ عَلَیْہِ (صحیح مسلم کتاب الجمعۃ باب تخفیف الصلوٰۃ والخطبۃ جزء اوّل صفحہ ۲۸۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جب) لوگوں کو خطاب فرماتے تو اللہ کی حمد وثناء بیان کرتے تھے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:-

خَطَبَ النَّاسَ وَحَمِدَ اللّٰہَ (صحیح بخاری کتاب الجمعۃ باب من قال فی الخطبۃ بعد الثناء امّا بعد جزء ۲۔ صفحہ ۱۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطاب کیا تو اللہ کی حمد بیان کی۔

صحیح بخاری وصحیح مسلم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد خطبوں کا ذکر ہے اور ہر خطبہ میں اس

بات کی وضاحت ہے کہ آپ خطبہ کو اللہ تعالیٰ کی حمد سے شروع کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خطبہ حضرت ضمادؓ کے سامنے دیا تھا اس کی ابتدا ان الفاظ سے کی تھی:۔

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ۔ (صحیح مسلم کتاب الجمعۃ باب تخفیف الصلوٰۃ و الخطبۃ جزء اول ص۲۴۴)

ہر قسم کی تعریف اللہ کے لئے ہے، ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں۔

۳ احرام باندھ کر سب سے پہلے یہ کلمات پڑھیئے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، سُبْحَانَ اللّٰہِ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔

ترجمہ ہر قسم کی تعریف اللہ کے لئے ہے، پاکی اللہ کے لئے ہے، اللہ کے سوا کوئی اِلٰہ نہیں، اللہ سب سے بڑا ہے۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں:۔

رَکِبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اسْتَوَتْ بِہٖ عَلَی الْبَیْدَاءِ حَمِدَ اللّٰہَ وَسَبَّحَ وَکَبَّرَ وَفِیْ رِوَایَۃٍ فَجَعَلَ یُھَلِّلُ وَیُسَبِّحُ۔ (صحیح بخاری کتاب المناسک باب التحمید و التسبیح قبل الاھلال عند الرکوب علی الدابۃ جزء ۲ ص۱۷۱)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے اور سواری آپ کو لے کر سیدھی کھڑی ہوگئی تو آپ نے الحمد للہ، سبحان اللہ، لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہنا شروع کر دیا۔

۴ جب آپ جاگیں تو سب سے پہلے یہ دعا پڑھیئے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ۔

ترجمہ سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں سلانے کے بعد جگا دیا اور اسی کی طرف (بروز قیامت) زندہ ہو کر جانا ہے۔

کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَیْقَظَ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ....الخ (صحیح بخاری کتاب الدعوات باب وضع الید الیمنیٰ تحت خد الایمن عن حذیفۃؓ جزء ۸ ص۸۵ وصحیح مسلم کتاب الدعوات باب مایقول عند النوم عن البراءؓ جزء ۲ ص۳۴۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جاگتے تو یہ دعا پڑھتے تھے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ......الخ۔

⑤ جب آپ سونے کے لئے بستر پہ آجائیں تو یہ دُعاء پڑھیئے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَکَفَانَا وَاٰوَانَا فَکَمْ مِّمَّنْ لَّا کَافِیَ لَہٗ وَلَا مُؤْوِیَ۔

ترجمہ سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے کھلایا، پلایا، ہمارے لئے کفایت کی اور ہمیں ٹھکانہ دیا۔ کتنے آدمی ایسے ہیں جن کا نہ کوئی کفایت کرنے والا ہے اور نہ ٹھکانہ دینے والا۔

حضرت انس فرماتے ہیں:۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَوٰی اِلٰی فِرَاشِہٖ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ... الخ۔ (صحیح مسلم کتاب الدعوات باب مایقول عند النوم جزء اول ص۳۴۸)

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پہ آتے تو یہ دعا پڑھتے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ...... الخ۔

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ بعض کاموں کی ابتدا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سے ہونی چاہیئے۔ بعض کام ایسے ہیں جن کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنا چاہیئے اور وہ یہ ہیں:۔

⑥ کھانا کھانے کے بعد جب دسترخوان اٹھایا جائے تو یہ دُعاء پڑھیئے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ غَیْرَ مَکْفِیٍّ وَّلَا مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًی عَنْہُ رَبَّنَا۔

ترجمہ سب تعریف اللہ کے لئے ہے، ایسی تعریف جو کثرت سے ہو، پاک ہو، بابرکت ہو، نہ کافی سمجھی گئی، نہ چھوڑی گئی اور اے ہمارے رَبّ کوئی بھی اس سے بے پرواہ نہیں۔

حضرت ابو امامہؓ کہتے ہیں:۔

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا رَفَعَ مَائِدَتَہٗ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا ..... الخ (صحیح بخاری کتاب الاطعمۃ باب مایقول اذا فرغ من طعامہ جزء ۷ ص۱۰۶)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دسترخوان اٹھاتے تو یہ دُعاء پڑھتے تھے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا ..... الخ

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا رُفِعَتِ الْمَائِدَۃُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ یَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا ..... الخ (رواہ الترمذی فی ابواب الدعوات فی باب مایقول اذا فرغ من الطعام وصححہ جلد ۲ ص۵۰۲)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے دسترخوان اٹھایا جاتا تو آپ یہ دُعاء پڑھتے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا .... الخ

(نوٹ:۔ ترمذی کی روایت میں لفظ "حَمْدًا" زائد ہے)

⑦ جب آپ کچھ کھائیں یا پئیں تو ہر دفعہ کھانے اور پینے کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہیئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّ اللّٰہَ لَیَرْضٰی عَنِ الْعَبْدِ اَنْ یَّاْکُلَ الْاَکْلَۃَ فَیَحْمَدُہٗ عَلَیْھَا وَیَشْرَبَ الشَّرْبَۃَ فَیَحْمَدُہٗ عَلَیْھَا (صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب استحباب حمد اللہ بعد الاکل.... جزء ۲، ص۴۸۶)

بے شک اللہ اس بندے سے راضی ہو جاتا ہے جو ہر کھانے اور پینے کے بعد اس کی حمد کرے۔

⑧ جب چھینک آئے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ کہیئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا عَطَسَ اَحَدُکُمْ فَلْیَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ (صحیح بخاری کتاب الادب باب اذا عطس کیف یشمت جزء ۸ ص۶۱)

جب تم میں کسی کو چھینک آئے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا عَطَسَ اَحَدُکُمْ فَلْیَقُلْ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ (ترمذی، ابواب الاستیذان جزء ۲ ص۲۶۴ سندہ صحیح۔ التعلیقات جزء ۳۔ ص۱۳۴)

جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو وہ یہ کہے:۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

⑨ جب آپ اچھا خواب دیکھیں تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہیئے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا رَاٰی اَحَدُکُمْ رُؤْیَا یُحِبُّھَا فَاِنَّمَا ھِیَ مِنَ اللّٰہِ فَلْیَحْمَدِ اللّٰہَ (صحیح بخاری کتاب التعبیر باب الرؤیا من اللہ جزء ۹ ص۳۹)

جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جو اسے اچھا معلوم ہو تو وہ یقیناً اللہ کی طرف سے ہے لہٰذا اسے اللہ کی حمد کرنی چاہیئے۔

(۱۰) جب کوئی بہتری و بھلائی دیکھیں تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

مَنْ وَجَدَ خَیْرًا فَلْیَحْمَدِ اللّٰہَ وَمَنْ وَجَدَ غَیْرَ ذٰلِکَ فَلَا یَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَہٗ ۔ (صحیح مسلم کتاب البر باب تحریم الظلم جزء ۲ ص۳۲۹)

جو شخص بھلائی پائے اُسے اللہ کی حمد کرنی چاہیئے۔ اور جو اس کے علاوہ کوئی چیز پائے تو وہ اپنے نفس کے علاوہ کسی کو ملامت نہ کرے۔

(۱۱) جب ابر کھل جائے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پڑھیئے

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں :۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ علیہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا رَأٰی نَاشِئًا مِنْ اُفُقٍ مِنْ آفَاقِ السَّمَآءِ تَرَکَ عَمَلَہٗ .... فَاِنْ کَشَفَ اللّٰہُ حَمِدَ اللّٰہَ (رواہ احمد بلوغ جزء ۲ ص۱۴۵ و سندہ صحیح - التعلیقات للالبانی علی المشکوۃ)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کے آفاق میں سے کسی اُفق میں ابر دیکھتے تو اپنا کام چھوڑ دیتے .... پھر اگر اللہ ابر کھول دیتا تو اللہ کی حمد کرتے ۔

اَلرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝۲

تفسیر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کی تفسیر کے سلسلہ میں ان کلمات کے متعلق لکھا جا چکا ہے۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے یہ بھی گذر چکا ہے کہ جب بندہ اَلرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اَثۡنٰی عَلَیَّ عَبۡدِیۡ" میرے بندے نے میری ثناء بیان کی۔ ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بندہ کا "اَلرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ" کہنا بہت پسند ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے بار بار ان الفاظ کو ساتھ ساتھ بیان کیا ہے اور اپنے رحم کی صفت کا بار بار ذکر کیا ہے۔ مثلاً

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَ اِلٰـهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحۡمٰنُ الرَّحِيۡمُ ۝ (البقرۃ - ۱۶۳)	تمہارا اِلٰہ ایک اِلٰہ ہے، اس رحمٰن و رحیم اِلٰہ کے علاوہ کوئی اِلٰہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

عٰلِمُ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحۡمٰنُ الرَّحِيۡمُ ۝ (الحشر - ۲۲)	اللہ پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے، وہ رحمٰن اور رحیم ہے۔

"بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ" میں یہ دونوں اسماء اکٹھے آئے ہیں، پورے قرآن مجید میں "بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ" ۱۱۴ بار ہے لہٰذا صرف "بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ" میں یہ اسماء ۱۱۴ بار دہرائے گئے ہیں۔

مزید برآں رحمٰن اور رحیم علیحدہ علیحدہ بھی متعدد بار دہرائے گئے ہیں، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو اپنی رحمت کی صفت بہت پسند ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی رحمت ہر چیز کو محیط ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

رَحۡمَتِیۡ وَسِعَتۡ كُلَّ شَیۡءٍ (الاعراف - ۱۵۶)	میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔
رَبُّكُمۡ ذُوۡ رَحۡمَةٍ وَّاسِعَةٍ (الانعام - ۱۴۷)	تمہارا رب بڑی وسیع رحمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت اتنی وسیع ہے کہ اگر کافر کو اس کی وسعت کا علم ہو جائے تو کوئی کافر جنت سے ناامید نہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

لَوۡ یَعۡلَمُ الۡكَافِرُ مَا عِنۡدَ اللّٰهِ مِنَ الرَّحۡمَةِ مَا	اگر کافر کو یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ کے پاس کتنی

فَنَطَ مِنْ جَنَّتِہٖ اَحَدٌ (صحیح مسلم. کتاب التوبۃ باب فی سعۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ، جزء ۲ ص۲۹۴)

رحمت ہے تو کوئی بھی اللہ کی جنت سے نا اُمید نہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَمَّا قَضَی اللّٰہُ الْخَلْقَ کَتَبَ عِنْدَہٗ فَوْقَ عَرْشِہٖ اِنَّ رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ غَضَبِیْ (صحیح بخاری کتاب التوحید جزء ۹ ص۱۶۵ و صحیح مسلم کتاب التوبۃ باب فی سعۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ ۔ جزء ۲ ص۲۹۳ و اللفظ للبخاری)

جب اللہ نے مخلوقات کو پیدا کیا تو اپنے پاس عرش پر یہ لکھ دیا۔"بے شک میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے"

کتنا مہربان ہے اللہ کہ اس کی رحمت سبقت کرتی ہے! وہ فوراً اپنا غضب نازل نہیں کرتا، رحم و کرم کی صفت کا مظاہرہ کرتے ہوئے درگذر سے کام لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

کَتَبَ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ۔ (الانعام-۱۲)

اللہ نے اپنے نفس پر رحمت کو لازم کر لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ (الانعام - ۵۴)

اور (اے رسول) جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو آپ ان سے کہئے۔"سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ" تمہارے ربّ نے اپنے نفس پر رحمت کو لازم کر لیا ہے۔

پہلی آیت میں کافروں سے خطاب ہے، دوسری آیت میں مؤمنین سے خطاب ہے - اللہ تعالیٰ کافروں پر بھی مہربان ہے کہ انہیں فوراً سزا نہیں دیتا اور مؤمنین پر بھی مہربان کہ انہیں سلامتی و عافیت کی خوشخبریاں سناتا ہے۔ گویا رحمٰن و رحیم کی رحمت عام ہے اور بڑی وسیع ہے، خصوصاً نیکی کرنے والوں سے تو بہت قریب ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ (الاعراف-۵۶)

بے شک اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے (بہت) قریب ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل کرنے کے لئے ہمیں نیکیاں خوب کرنی چاہئیں، کسی نیکی کو حقیر نہ سمجھنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے آغوش میں لینے کے لئے ہر وقت تیار ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ بِشِبْرٍ تَقَرَّبْتُ اِلَیْہِ ذِرَاعًا وَ

اگر بندہ میری طرف ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو

اِنْ تَقَرَّبَ اِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ بَاعًا وَاِنْ اَتَانِيْ يَمْشِيْ اَتَيْتُهٗ هَرْوَلَةً ۔ (صحیح بخاری کتاب التوحید جزء ۹ ص۱۲۱ و صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب فضل الذکر والدعاء جزء ۲ ص۳۶۶)

میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہوجاتا ہوں، اگر بندہ مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں ایک باع اس کے قریب ہوجاتا ہوں اور اگر بندہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑتا ہوا آتا ہوں۔

(نوٹ:۔ اللہ تعالیٰ کا "قریب ہونا" اور "دوڑ کر آنا" ان کی کیفیت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے)

اللہ تعالیٰ کو رحم و کرم کرنا اتنا پسند ہے کہ اُس نے اپنی رحمت سے ناامید ہونے کو بھی حرام کردیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ (الزمر - ۵۳)

(اے بندو) اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔

یہ اس کی رحمت ہی کا تقاضا ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور انسانوں کو راہِ ہدایت بتانے کے لئے قرآن مجید کو نازل فرمایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء ۱۰۷)

(اے رسول) ہم نے آپ کو تمام جہاں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ۔ (بنی اسرائیل - ۸۲)

اور ہم قرآن میں وہ چیز نازل کر رہے ہیں جو مؤمنین کے لئے شفاء اور رحمت ہے۔

قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سراپا رحمت ہیں لیکن اس رحمت سے وہی فیضیاب ہوسکتے ہیں جو ایمان لے آئیں۔ کافروں کو راہ راست بتانا اور ایمان والوں کو راہ راست پر چلانا یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی ہے۔

یہ تو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی فراوانی ہے، آخرت میں اس کی رحمت اور بھی زیادہ وسیع ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّ لِلّٰهِ مِائَةَ رَحْمَةٍ (وَفِیْ رِوَایَةٍ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِائَةَ رَحْمَةٍ كُلُّ رَحْمَةٍ طِبَاقُ مَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ) اَنْزَلَ مِنْهَا رَحْمَةً وَّاحِدَةً بَيْنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالْبَهَآئِمِ وَالْهَوَامِّ فَبِهَا يَتَعَاطَفُوْنَ وَبِهَا يَتَرَاحَمُوْنَ وَبِهَا تَعْطِفُ الْوَحْشُ عَلٰى وَلَدِهَا

بے شک اللہ کی سو رحمتیں ہیں یہ سو رحمتیں اللہ نے اس دن پیدا کی تھیں جس دن آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا تھا، ہر رحمت کی وسعت اتنی ہے جتنی وسعت کہ آسمان اور زمین کے درمیان خلاء میں ہے، ان سو رحمتوں میں سے اللہ نے جن و انس، مویشی اور کیڑے مکوڑوں میں ایک رحمت نازل فرمائی ہے۔ اُسی ایک

وَاَخَّرَ اللّٰہُ تِسْعًا وَّتِسْعِیْنَ رَحْمَۃً یَّرْحَمُ بِھَا عِبَادَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ (وَفِیْ رِوَایَۃٍ فَاِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ اَکْمَلَھَا بِھٰذِہِ الرَّحْمَۃِ) صحیح مسلم کتاب التوبۃ باب فی سعۃ رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ جزء ۲ ص۳۹۳۔ وروی البخاری نحوہ فی صحیحہ فی کتاب الادب باب جعل اللّٰہ الرحمۃ مائۃ۔ جزء ۸ ص۹)

رحمت کی بدولت جنات، انسان اور حیوان ایک دوسرے پر مہربانی و رحم کرتے ہیں اور اسی کی وجہ سے وحشی جانور تک اپنے بچوں پر رحم کرتے ہیں۔ ننانوے رحمتیں اللہ نے اپنے پاس روک لی ہیں، ان رحمتوں میں وہ ایک رحمت ملا کر پوری سو رحمتوں سے اللہ قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔

ایسے رحمٰن و رحیم اللہ سے بھلا ہم کس طرح ناامید ہو سکتے ہیں، ہمیں امید ہے کہ وہ قیامت کے روز ہم گنہگار بندوں پر رحم و کرم فرمائے گا۔ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ ○

اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت کا اندازہ لگانے کے لئے مندرجہ ذیل حدیث کا مطالعہ فرمائیے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں :۔

قُدِمَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِسَبْیٍ فَاِذَا امْرَاَۃٌ مِّنَ السَّبْیِ تَبْتَغِیْ اِذَا وَجَدَتْ صَبِیًّا فِی السَّبْیِ اَخَذَتْہُ فَاَلْصَقَتْہُ بِبَطْنِھَا وَاَرْضَعَتْہُ فَقَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتُرَوْنَ ھٰذِہِ الْمَرْاَۃَ طَارِحَۃً وَلَدَھَا فِی النَّارِ قُلْنَا لَا وَاللّٰہِ وَھِیَ تَقْدِرُ عَلٰی اَنْ تَطْرَحَہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰہُ اَرْحَمُ بِعِبَادِہٖ مِنْ ھٰذِہٖ بِوَلَدِھَا۔ (صحیح مسلم کتاب التوبۃ باب فی سعۃ رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ جزء ۲۔ ص۳۹۴ وصحیح بخاری کتاب الادب باب رحمۃ الولد، جزء ۸ ص۹، واللفظ لمسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی لائے گئے۔ ان قیدیوں میں ایک عورت اپنے بچوں کو تلاش کرتی تھی، جب کوئی بچہ اُسے مل جاتا تو اُسے وہ گود میں لے لیتی، اپنے پیٹ سے چمٹا لیتی اور اُسے دودھ پلاتی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈال دے گی؟" ہم نے کہا: "اللہ کی قسم وہ ایسا نہیں کرے گی۔ اگرچہ وہ اُسے آگ میں ڈالنے کی قدرت رکھتی ہے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جتنی مہربان یہ عورت اپنے بچہ پر ہے اس سے زیادہ مہربان اللہ اپنے بندوں پر ہے۔

جب کوئی ماں اپنے بچہ کو آگ میں نہیں ڈال سکتی تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ رحمٰن و رحیم اللہ جو ماں سے زیادہ اپنے بندوں پر مہربان ہے، اپنے بندوں کو دوزخ میں ڈالے۔ ہمیں اس رحمٰن و رحیم اللہ سے حسن ظن اور اچھی امید رکھنی چاہیئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ (صحیح بخاری کتاب التوحید جزء ۹ ص۱۴۸ وصحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب فضل الذکر والدعاء جزء ۲ ص۳۶۹)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "میں اپنے بندے کے اس گمان کے قریب ہوں جو وہ میرے متعلق رکھتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے اور وہ اپنے بندوں سے بھی یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اس کے بندوں سے مہربانی کا برتاؤ کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

اِنَّمَا یَرْحَمُ اللّٰہُ مِنْ عِبَادِہِ الرُّحَمَاءَ (صحیح بخاری کتاب التوحید جزء ۹ ص۱۴۱ و ص۱۶۴، و صحیح مسلم کتاب الجنائز، باب البکاء علی المیّت جزء اوّل ص۳۶۷)

اللہ اپنے رحم کرنے والے بندوں پر رحم کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

مَنْ لَا یَرْحَمُ لَا یُرْحَمُ (صحیح بخاری کتاب الادب باب رحمۃ الولد جزء ۸، ص۹)

جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

اَلرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْكُمْ مَنْ فِی السَّمَآءِ (رواہ الترمذی فی ابواب البر والصلۃ وصححہ جامع ترمذی جزء ۲ ص۳۴)

رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم فرماتا ہے (لہٰذا اے لوگو) تم ان پر رحم کرو جو زمین میں ہیں، تو جو آسمان میں ہے وہ تم پر رحم فرمائیگا۔

عمل

اپنے رحمٰن و رحیم مالک سے ناامید نہ ہوں۔ نیکیاں کرکے اور اس کے بندوں پر رحم کرکے اس کی رحمت کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۳﴾

ترجمہ | اللہ روز جزا کا مالک ہے۔

معانی و مصادر | مَلَكَ ، يَمْلِكُ ، مُلْكٌ و مَلَكَةٌ و مَمْلَكَةٌ (ض) مالک ہونا۔

دَانَ ، يَدِيْنُ ، دِيْنٌ و دِيَانَةٌ (ض) کسی ملت میں آنا ، بدلہ دینا ، گردن جھکانا۔

دِيْنٌ = حساب ، بدلہ ، سزا و جزاء ، ملت ، قہر۔

تفسیر

اللہ تعالیٰ حساب وکتاب ، سزا و جزاء ، قہر اور بدلہ کے دن کا مالک ہے ، یہ بدلہ کا دن آنے والا ہے اور آکر رہے گا ، اس کی کیفیت و حقیقت کو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ○ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ○ (اذا السماء انفطرت ۔ ۱۷ و ۱۸)

تمہیں کیا معلوم کہ بدلہ کا دن کیسا ہے ، پھر (سن لو) تمہیں کیا معلوم کہ بدلہ کا دن کیسا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ○ (الذاریت ۔ ۶)

بے شک حساب ضرور واقع ہو کر رہے گا۔

اور جب ضرور واقع ہو کر رہے گا تو اسے کیسے جھٹلایا جا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ○ (والتین والزیتون ۔ ۷)

تو پھر (اے رسول) یہ (انسان) جزاء کے معاملہ میں آپ کو کیسے جھٹلاتا ہے۔

منکرین آخرت پھر بھی حساب وکتاب کو جھٹلاتے رہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

اَرَءَيْتَ الَّذِىْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ○ (ارءیت الذی ۔ ۱)

کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جو سزا و جزاء کو جھٹلاتا ہے۔

منکرینِ آخرت، آخرت کو جھٹلاتے ہی نہیں تھے بلکہ عقیدۂ آخرت کا مذاق بھی اڑایا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یَسْئَلُوْنَ اَیَّانَ یَوْمُ الدِّیْنِ ○ (الذاریٰت۔۱۲) — کافر (مذاقاً) پوچھتے ہیں جزاء کا دن کب آئے گا؟

اللہ تعالیٰ نے جواب دیا:۔

یَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ یُفْتَنُوْنَ ○ (الذاریٰت۔۱۳) — اس دن آئے گا جس دن انہیں آگ کا عذاب دیا جائے گا۔

اس دن یہ لوگ حسرت و افسوس کے ساتھ کہیں گے:۔

یٰوَیْلَنَا هٰذَا یَوْمُ الدِّیْنِ ○ (الصّٰفّٰت۔۲۰) — ہائے افسوس، یہ حساب و کتاب کا دن ہے۔

پھر جب ان لوگوں کو آگ کے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا تو ان کی خاطر مدارات کیا ہوگی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

ثُمَّ اِنَّكُمْ اَیُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ○ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ○ فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ○ فَشٰرِبُوْنَ عَلَیْهِ مِنَ الْحَمِیْمِ ○ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِیْمِ ○ هٰذَا نُزُلُهُمْ یَوْمَ الدِّیْنِ ○

(الواقعۃ۔۵۱ تا ۵۶)

پھر تم، اے جھٹلانے والے گمراہ لوگو، تھوہر کا درخت کھاؤ گے اور اس سے اپنا پیٹ بھرو گے، پھر اس پر گرم پانی پیو گے اور اس طرح پیو گے جس طرح پیاسا اونٹ پانی پیتا ہے، جزاء کے دن ان لوگوں کی مہمانی یہ ہوگی۔

ایک طرف اللہ تعالیٰ نے منکرینِ آخرت کا ذکر فرمایا تو دوسری طرف ان لوگوں کا بھی ذکر فرمایا جو جزاء و سزا کے دن کی تصدیق کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ○ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ○ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَیْرُ مَنُوْعًا ○ اِلَّا الْمُصَلِّیْنَ ○ الَّذِیْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ○ وَالَّذِیْنَ فِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ○ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ○ وَالَّذِیْنَ یُصَدِّقُوْنَ بِیَوْمِ الدِّیْنِ ○ وَالَّذِیْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ○ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَیْرُ مَاْمُوْنٍ ○

(سَاَلَ سَآئِلٌ۔ ۱۹ تا ۲۸)

بے شک انسان بہت بے صبر اور کم ہمت پیدا کیا گیا ہے، جب کبھی (ذرا سی بھی) تکلیف پہنچتی ہے تو گھبرا اٹھتا ہے اور جب بھلائی پہنچتی ہے تو بخیل بن جاتا ہے، مگر ہاں نمازی ایسے نہیں ہوتے، وہ نمازی جو ہمیشہ بلا ناغہ نماز ادا کرتے رہتے ہیں جن کے مال میں سائل اور محروم کے لئے ایک حصہ مقرر ہوتا ہے، جو یوم الدین کی تصدیق کرتے ہیں اور اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں، بے شک ان کے رب کا عذاب ایسی چیز ہے کہ جس سے بے خوف

ہونا بھی نہیں چاہیئے۔

مندرجہ بالا آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ با حوصلہ، باوقار اور فیّاض وہ لوگ ہیں جو نمازی ہوں اور نمازی وہ ہیں جن میں منجملہ اور صفات کے یہ صفت بھی پائی جاتی ہو کہ وہ روزِ جزاء کی تصدیق کرتے ہوں اور اُس دن کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہوں۔ گویا یوم الدین کے عذاب سے ڈرنا باوقار لوگوں کی علامت ہے۔

روزِ جزاء کے نام

یوم الدین یا روزِ جزاء کے بہت سے نام ہیں۔

(۱) اس دن کو اس کی عظمت کے لحاظ سے یومِ عظیم بھی کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ○ لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ ○ یَّوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○
(وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ - ۴ تا ۶)

کیا ان لوگوں کو یقین نہیں کہ یہ لوگ ایک ایسے دن اٹھائے جائیں گے جو بہت بڑا دن ہوگا، یہی وہ دن ہوگا جس دن لوگ ربّ العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

(۲) اس دن کو یوم الفصل یعنی فیصلہ کا دن بھی کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ یَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِیْقَاتًا ○ یَّوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ○
(عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ - ۱۷ و ۱۸)

بے شک فیصلہ کا دن مقرر ہے، اس دن صور پھونکا جائے گا (اس کی آواز سنتے ہی) لوگ فوج در فوج (میدانِ محشر میں) آکر جمع ہوجائیں گے۔

(۳) اس دن کو یوم القیامۃ (یعنی کھڑے ہونے کا دن) بھی کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَیَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَا رَیْبَ فِیْهِ۔
(النسآء - ۸۷، الانعام - ۱۲)

اللہ تم سب کو ضرور قیامت کے دن جمع کرے گا جس دن کے آنے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

(۴) اس دن کو یوم الجمع بھی کہتے ہیں۔ اس لئے کہ اُس دن تمام لوگ جمع کئے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یَوْمَ یَجْمَعُكُمْ لِیَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ یَوْمُ التَّغَابُنِ
(التغابن - ۹)

جس دن اللہ تم کو یوم الجمع کے لئے جمع کرے گا، وہ دن ہار جیت کا دن ہوگا۔

(۵) اس دن کو یومِ معلوم (مقررہ دن) بھی کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ ○ لَمَجْمُوْعُوْنَ

(اے رسول) کہہ دیجئے کہ بے شک اگلے اور پچھلے

إِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ○ (الواقعۃ - ۵۰ و ۵۱)
سب ایک مقررہ دن جمع کئے جائیں گے۔

(۶) اس دن کو یوم الآزفۃ (قریب آنے والا دن) بھی کہتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ (حٰمٓ المؤمن - ۱۸)
(اے رسول) ان لوگوں کو قریب آنے والے دن سے ڈرائیے۔

(۷) اس دن کو یوم التلاق (اللہ سے ملاقات کا دن) بھی کہتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

يُلْقِى الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ○ (حٰمٓ المؤمن ۱۵)
اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے وحی بھیجتا ہے تاکہ وہ بندہ (لوگوں کو) ملاقات کے دن سے ڈرائے۔

(۸) اس دن کو یوم الحساب (حساب کا دن) بھی کہتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ○ (صٓ - ۵۳)
(متقیوں سے کہا جائے گا کہ) یہ وہ نعمتیں ہیں جن کا تم سے حساب کے دن (دئے جانے کا) وعدہ کیا گیا تھا۔

(۹) اس دن کو یوم الموعود (وعدے کا دن) بھی کہتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ○ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ○ (وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ - ۱-۲)
قسم برجوں والے آسمان کی اور قسم یوم موعود (یعنی وعدے کے دن) کی۔

(۱۰) اس دن کو یوم وعید (برے وعدہ کا دن) بھی کہتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَنُفِخَ فِى الصُّوْرِ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ○ (قٓ - ۲۰)
جس دن صور پھونکا جائے گا، وہی دن تو وعید (یعنی عذاب) کا دن ہے۔

(۱۱) اس دن کو یوم الخلود (ہمیشہ رہنے کا دن) بھی کہتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ○ (قٓ - ۳۴)
(اللہ والوں سے کہا جائے گا) جنّت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ، یہ ہمیشہ رہنے کا دن ہے۔

(۱۱) اس دن کو یَوْمُ الخروج (قبروں سے نکلنے کا دن) بھی کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یَوْمَ یَسْمَعُوْنَ الصَّیْحَۃَ بِالْحَقِّ ذٰلِکَ یَوْمُ الْخُرُوْجِ ۝ (قٓ۔۴۲)

اس دن یقیناً لوگ ایک زوردار آواز سنیں گے، وہی نکلنے کا دن ہے۔

(۱۲) اس دن کو یومُ البعث (زندہ ہو کر کھڑے ہونے کا دن) بھی کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ اِلٰی یَوْمِ الْبَعْثِ فَھٰذَا یَوْمُ الْبَعْثِ (الروم۔۵۶)

(قیامت کے دن ایمان والے مجرموں سے کہیں گے) تم (دنیا میں) اللہ کی کتاب کے مطابق یوم البعث تک رہے ہو اور یہ یوم البعث (یعنی کھڑے ہونے کا دن) ہی تو ہے۔

(۱۴) اس دن کو یومُ الآخر بھی کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا ھُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ ۝ (البقرۃ۔۸)

بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر اور یوم آخر پر ایمان لائے حالانکہ وہ ایمان نہیں لائے۔

(۱۵) اس دن کو یوم التناد (چیخ و پکار کا دن) بھی کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَیٰقَوْمِ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ یَوْمَ التَّنَادِ (حٰمٓ المؤمن۔۳۲)

(قوم فرعون کے ایک شخص نے کہا) اے میری قوم، مجھے تمہارے متعلق چیخ و پکار کے دن کا خوف ہے۔

الغرض ایک دن مقرر ہے جس دن تمام لوگ جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو جائیں گے، اس دن حساب کتاب ہوگا، جنت اور دوزخ میں بھیجے جانے کا فیصلہ ہوگا، اچھے اور برے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا، اچھے اعمال والے کامیاب و کامران ہوں گے، برے اعمال والے نامراد و برباد ہوں گے۔ اس دن کا مالک صرف اللہ تبارک و تعالیٰ ہے، وہی حساب لے گا، وہی بدلہ دے گا، وہی جنت اور دوزخ میں بھیجنے کا فیصلہ فرمائے گا، اس دن کا کوئی مالک اور بادشاہ نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَلْمُلْکُ یَوْمَئِذٍ لِّلّٰہِ یَحْکُمُ بَیْنَھُمْ (الحج۔۵۶)

اس روز اللہ کی بادشاہت ہوگی، وہی لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَلْمُلْکُ یَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ (الفرقان۔۲۶)

اس دن حقیقی بادشاہت رحمٰن کی ہوگی۔

وہ دن اللہ تعالیٰ کے قہر اور عذاب کا دن ہے۔ اس دن اللہ واحد و قہار کی حکومت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۚ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ○ (حٰمٓ المؤمن۔ ۱۶)

(قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا بتاؤ) آج کس کی بادشاہت ہے؟ آج اللہ اکیلے واحد و غالب کی بادشاہت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا ○ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ○ (اذ السمآء انفطرت۔ ۱۹)

اس دن کسی شخص کو کسی دوسرے شخص کے لئے کسی قسم کا اختیار نہیں ہوگا۔ اس روز صرف اللہ ہی کا حکم چلے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قَوْلُهُ الْحَقُّ ۚ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ (الانعام۔ ۷۳)

اللہ کی بات حق ہے، جس دن صور پھونکا جائے گا اس دن اُسی کی بادشاہت ہوگی۔

اس دن کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے، اس دن صرف اللہ تعالیٰ کی بادشاہت اور حکومت ہوگی، کسی دوسرے کو کوئی اختیار نہیں ہوگا کہ کسی کو نفع یا نقصان پہنچا سکے، نفع یا نقصان وہی پہنچا سکے گا جس کی اس دن بادشاہت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا (سبا۔ ۴۲)

اُس دن تم میں سے کسی کو کسی دوسرے کے نفع یا نقصان کا اختیار نہیں ہوگا۔

عمل

صرف اللہ تبارک و تعالیٰ ہی یوم الدین کا مالک ہے، اس دن صرف اسی کی بادشاہت ہوگی، اُسی کو اختیار ہوگا کہ نفع پہنچائے یا نقصان، دوسرے تمام بے بس ہوں گے، لاچار ہوں گے، کسی کو کوئی اختیار نہیں ہوگا کہ کسی کو نفع پہنچا سکے یا نقصان۔ ایسے دن اگر کوئی کام آسکتا ہے تو وہی جو اس دن کا واحد بادشاہ ہے، لہٰذا اے لوگو! اسی کو خوش کیجئے، اسی کے احکام کے مطابق زندگی گذاریئے۔ دنیا والے ناراض ہوتے ہیں تو ہو جائیں، ان کی خوشی کی خاطر دنیا کے مالک کو ناراض نہ کیجئے۔

اے لوگو، ہوشیار ہو جایئے، حساب و کتاب، جزا و سزا کا دن بہت جلد آنے والا ہے، اس دن اگر آپ کو اس دن کے مالک سے کوئی اچھی امید رکھنی ہے تو اس کے بھیجے ہوئے نمونہ کے مطابق زندگی گذاریئے۔

مالک یوم الدین فرماتا ہے:۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ
لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ
ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ○ (الاحزاب ۔ ۲۱)

تم میں سے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ اور یوم قیامت
کی امید رکھتا ہے اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہے
رسول اللہ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے ۔

اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ ﴿۴﴾

ترجمہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

معانی ومصادر "اِیَّاكَ" ضمیر منصوبہ منفصلہ ہے۔ ضمائر منصوبہ منفصلہ زیادہ تر کلام میں زور اور حصر پیدا کرنے کے لئے استعمال ہوتے ہیں، اگر یہ ضمائر فعل سے پہلے واقع ہوں تو زور اور حصر میں مزید قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ مثلاً "نَعۡبُدُكَ" کے معنیٰ ہیں "ہم تیری عبادت کرتے ہیں" لیکن اس جملہ میں کوئی زور وقوت نہیں پائی جاتی اور نہ اس میں حصر پایا جاتا ہے۔ "نَعۡبُدُ اِیَّاكَ" کے معنیٰ ہیں: "ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں"۔ اس میں ایک قسم کا زور بھی پایا جاتا ہے اور حصر بھی۔ حصر سے مراد یہ ہے کہ ہم صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، کسی دوسرے کی عبادت نہیں کرتے، اگر "اِیَّاكَ" کو فعل سے پہلے لائیں یعنی اس طرح کہیں "اِیَّاكَ نَعۡبُدُ" تو اس میں مزید زور اور حصر پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اب اس کے معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں: "ہم تیری اور صرف تیری عبادت کرتے ہیں"۔

عَبَدَ، یَعۡبُدُ، عِبَادَۃٌ، عُبُوۡدِیَّۃٌ (ن): توحید (ایک ماننا)، بندگی کرنا، پرستش کرنا، خدمت کرنا، ذلّت وانکساری کا اظہار کرنا، اطاعت کرنا۔

اِسۡتَعَانَ، یَسۡتَعِیۡنُ، اِسۡتِعَانَۃٌ (باب استفعال): مدد مانگنا۔ اس کا مادّہ "ع و ن" ہے۔

تفسیر

پوری آیت کا ترجمہ یہ ہوا۔ "اے اللہ، ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں (کسی دوسرے کی عبادت نہیں کرتے) اور اے اللہ، ہم صرف تجھ سے مدد مانگتے ہیں (کسی دوسرے سے مدد نہیں مانگتے)"

عبادت

عبادت صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاعۡبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشۡرِكُوۡا بِهٖ شَیۡـًٔا۔ (النسآء - ٣٦)

اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ ذرا سا بھی شرک نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝ (الکھف - ۱۱۰)

تمہارا الٰہ صرف ایک الٰہ ہے، لہٰذا جس کو اپنے ربّ سے ملنے کی اُمید ہو اُسے چاہیئے کہ نیک عمل کرے اور اپنے ربّ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

"عبادت" ایک بہت جامع لفظ ہے جیسا کہ اس کے معنوں سے ظاہر ہے۔

(۱) "عبادت" کے معنیٰ توحید کے بھی ہیں، لہٰذا اس معنیٰ کے لحاظ سے "اِيَّاكَ نَعْبُدُ" کے معنیٰ یہ ہوئے کہ: "اے اللہ، ہم تجھ کو ایک مانتے ہیں: تو اکیلا ہے، تیرا کوئی شریک نہیں، تو اپنی ذات، صفات اور حقوق میں یکتا ہے۔ تیری ذات، تیری صفات اور تیرے حقوق میں تیرا کوئی شریک نہیں"۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ (قل ھو اللہ احد - ۱)

کہہ دیجئے کہ اللہ ایک ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

لَا شَرِيْكَ لَهٗ (الانعام - ۱۶۳)

اس کا کوئی شریک نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِى الْمُلْكِ۔ (بنی اسرائیل، ۱۱۱)

اس کی بادشاہت میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

اللہ تعالیٰ بالکل اکیلا ہے، اس کے نہ ماں باپ ہیں اور نہ اولاد اور نہ اس کی کوئی بیوی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ (قل ھو اللہ احد-۳)

اس کی نہ کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کا بیٹا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۝ (النسآء - ۱۷۱)

یقیناً اللہ ہی واحد الٰہ ہے، وہ اس بات سے پاک ہے کہ اس کے کوئی اولاد ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ (الانعام - ۱۰۱)

اس کے اولاد کیسے ہو سکتی ہے، جبکہ اس کی کوئی بیوی نہیں۔

(۲) عبادت کے معنیٰ ذلّت و انکساری، بندگی و پرستش کرنے کے بھی ہیں۔ اس لحاظ سے "باادب کھڑے ہونا"، "رکوع کرنا"، "سجدہ کرنا"، "طواف کرنا"، اور ان جیسے تمام کام صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ۝ (البقرۃ-۲۳۸)

اللہ کے سامنے باادب طریقہ سے کھڑے رہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْکَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّکُمْ (الحج۔۷۷) اے ایمان والو! رکوع کرو، سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو۔

مندرجہ بالا آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ رکوع اور سجدہ افعال عبادت میں سے ہیں لہٰذا کسی دوسرے کے لئے رکوع اور سجدہ جائز نہیں۔

(۳) عبادت کے معنیٰ "خدمت کرنا" بھی ہیں، اس لحاظ سے ہم صرف اللہ تعالیٰ کے خادم و غلام ہیں۔ ہمیں اس کے دین کی خدمت میں لگے رہنا چاہیئے۔ اسی کی خوشی کے لئے کام کرنا چاہیئے، ایسا کوئی کام نہیں کرنا چاہیئے جس میں اس کی رضاء نہ ہو۔ دینی احکام کی قولاً و فعلاً تبلیغ و ترویج ہمارا دینی فریضہ ہے، یہ وہ خدمت ہے جس پر ہم مامور ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَجَاھِدُوْا فِی اللّٰہِ حَقَّ جِھَادِہٖ (الحج۔۷۸) اللہ کے راستہ میں کوشش کرو جیسا کہ کوشش کرنے کا حق ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْآ اَنْصَارَ اللّٰہِ۔ (الصّف۔۱۴) اے ایمان والو، اللہ (کے دین) کے مددگار بن جاؤ۔

انسانوں اور جانوروں کی خدمت بھی ایک دینی فریضہ ہے، انسانوں اور جانوروں کی خدمت کر کے بھی ہم ایک دینی فریضہ کی عملاً اشاعت کرتے ہیں، اس طرح یہ بھی اللہ تعالیٰ کے دین ہی کی خدمت کہی جا سکتی ہے۔ البتہ انسانوں کی ایسی خدمت جو اللہ تعالیٰ کے دین کے منافی ہو، دین کی خدمت نہیں کہلا سکتی، مثلاً انسانوں کو شراب پلانے کا اہتمام کرنا دینی خدمت نہیں ہوگی اس لئے کہ شراب پینا اور پلانا اللہ کے دین میں حرام ہے، ہم صرف دین کی خدمت پر مامور ہیں لہٰذا ہمیں ایسا کام نہیں کرنا چاہیئے جس سے اللہ تعالیٰ کے دین کی مخالفت لازم آئے، یہ دین کی خدمت نہیں ہوگی بلکہ دین کے ساتھ عداوت ہوگی، اللہ تعالیٰ ایسی خدمت سے ہمیں محفوظ رکھے اور دین کی صحیح خدمت کی ہمیں توفیق بخشے۔ آمین۔

(۴) عبادت میں اطاعت بھی شامل ہے اور یہ عبادت کا جزو اعظم بلکہ عبادت کی اصل ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ (یٰسٓ۔۶۰) شیطان کی عبادت نہ کرو۔

اس آیت میں عبادت سے مراد نماز، روزہ نہیں ہے، اس لئے کہ کوئی بھی شخص نہ شیطان کو سجدہ کرتا ہے، نہ رکوع، نہ شیطان کے نام کی قربانی کرتا ہے اور نہ شیطان کے نام کا وظیفہ پڑھتا ہے، البتہ شیطان کی اطاعت کرتا ہے، گویا شیطان کی اطاعت، شیطان کی عبادت ہوئی۔ شیطان کی اطاعت کر کے

ہی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے کام سرزد ہوتے ہیں، اس کی اطاعت ہی سے لوگ صراط مستقیم سے بھٹک جاتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ مندرجہ بالا آیت کے آگے فرماتا ہے:۔

وَّاَنِ اعْبُدُوْنِیْ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ○ میری عبادت کرو، یہی صراط مستقیم ہے۔

(یٰسٓ، ۶۱)

شیطان کی عبادت کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا حکم۔ یعنی شیطان کی اطاعت سے روک کر اپنی اطاعت کا حکم دیا، گویا اطاعت ہی دراصل عبادت ہے اور کیونکہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے لہٰذا اطاعت بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے، کسی دوسرے کی اطاعت کرنا گویا اس کی عبادت کرنا ہے اور کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرنا شرک ہے، بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی اطاعت کرنا شرک ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ○ میں نے جنّ و انس کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔

(الذّٰریٰت ۔۵۶)

اس آیت میں بھی عبادت سے حقیقتاً اطاعت ہی مراد ہے۔ عبادت سے صرف نماز، روزہ یا اسی قسم کے دوسرے افعال مراد لینا صحیح نہیں، اس لئے کہ پھر پوری زندگی میں یہی اعمال کرنا ضروری ہوں گے، دوسرے اعمال کا کرنا مقصدِ تخلیق کے خلاف ہوگا، نہ کاروبار رہے گا، نہ کھانا پینا اور نہ شادی بیاہ، نتیجہ یہ نکلے گا کہ نسلِ انسانی ختم ہو جائے گی۔ نہ زندگی ہوگی، نہ عبادت، مقصدِ تخلیق فوت ہو جائے گا۔

مزید برآں نماز، روزہ اگرچہ عبادت ہیں لیکن ہر حالت میں عبادت نہیں۔ مثلاً:۔

(۱) اگر کوئی شخص نماز فجر اور طلوع آفتاب کے درمیان نفل نماز ادا کرے تو لغوی اعتبار سے تو اس کی نماز عبادت کہلائے گی لیکن شرعی اعتبار سے عبادت نہیں ہوگی بلکہ اللہ تعالیٰ کی بغاوت ہوگی اس لئے کہ اس نے نماز کے ادا کرنے میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے ذریعہ نماز فجر کے بعد سے سورج کے طلوع ہو کر صاف اور چمکدار ہونے تک نماز پڑھنے سے منع فرما دیا ہے۔

(۲) اسی طرح اللہ تعالیٰ نے عید کے دن روزہ رکھنے سے منع فرما دیا ہے لہٰذا اگر کوئی شخص عید کے دن روزہ رکھتا ہے تو اس کا وہ روزہ اگرچہ لغوی اعتبار سے عبادت ہے لیکن شرعی اعتبار سے عبادت نہیں، بغاوت ہے، اس نے عید کے دن روزہ رکھ کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے۔

غور کیجئے آخر یہ عبادتیں بغاوت کیوں شمار ہو رہی ہیں، اگر آپ ذرا سا بھی غور فرمائیں گے تو اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ یہ عبادتیں اللہ تعالیٰ کے احکام کے ماتحت نہیں ہیں لہٰذا عبادت نہیں ہیں۔

مندرجہ بالا مباحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جنّات کو اور انسانوں کو اپنی عبادت یعنی اطاعت کے لئے پیدا کیا ہے لہٰذا اطاعت صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے جب تک اس کی اجازت نہ ہو کسی دوسرے

کی اطاعت نہیں کی جاسکتی، بغیر اس کی اجازت کے دوسرے کی اطاعت شرک فی الاطاعت شمار ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

فَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا ۔ تمہارا الٰہ ایک الٰہ ہے، لہٰذا اُسی کی اطاعت کرو۔
(الحج - ۳۴)

انبیاء و رسل علیہم السلام کی اطاعت اللہ تعالیٰ کے حکم سے کی جاتی ہے لہٰذا حکم الٰہی کے ماتحت فرض ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ۔ (محمد - ۳۳) (النسآء - ۵۹) ۔ اے ایمان والو، اللہ کی اطاعت کرو اور (اللہ کے) رسول کی اطاعت کرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ (آل عمران - ۳۲ و ۱۳۲) ۔ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ (النور - ۵۴ و التغابن - ۱۲) ۔ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ (النور - ۵۶) ۔ رسول کی اطاعت کرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (النسآء - ٦۴) ۔ کوئی رسول ہم نے نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النسآء - ۸۰) ۔ جس نے رسول کی اطاعت کی، اس نے درحقیقت اللہ ہی کی اطاعت کی۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ رسول کی اطاعت فرض ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا واحد ذریعہ ہے اور کیونکہ رسول کی اطاعت اللہ تعالیٰ کے حکم سے کی جاتی ہے لہٰذا رسول کی اطاعت شرک نہیں۔

خلفاء، امراء اور ماں باپ کی اطاعت بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے کی جاتی ہے لیکن ان کی اطاعت محدود و مشروط ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

اِذَا اُمِرَ بِمَعْصِیَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ ۔ (جب (امیر کی طرف سے) گناہ کا حکم دیا جائے تو اس

(صحیح بخاری کتاب الاحکام جزء ۹ ص۷۸ وصحیح مسلم کتاب الامارۃ باب وجوب طاعۃ الامراء جزء ۲ ص۱۳۱) — کے حکم کو نہ سنا جائے اور نہ اس کی اطاعت کی جائے۔

نوٹ:۔ صحیح مسلم میں إذا کی بجائے إنْ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا طَاعَةَ فِي مَعْصِيَةِ اللهِ۔ (صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب وجوب طاعۃ الامراء جزء ۲ ص۱۳۱) — اللہ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ (صحیح بخاری کتاب الاحکام باب السمع والطاعۃ جزء ۹ ص۷۹ وصحیح مسلم کتاب الامارۃ باب وجوب طاعۃ الامراء، جزء ۲ ص۱۳۱) — اطاعت تو صرف نیک کاموں میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے معروف کاموں میں اپنے علاوہ دوسروں کی اطاعت کی اجازت دیدی ہے اور کیونکہ معروف کاموں سے اللہ تعالیٰ کی رضاء حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا معروف کاموں میں دوسروں کی اطاعت جائز ہے اور یہ اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے۔

خلاصہ مندرجہ بالا آیات و احادیث کا خلاصہ یہ ہوا کہ اطاعت صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے، دوسروں کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں جائز اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں ناجائز ہے۔

استعانت (مدد مانگنا)

"إِيَّاكَ نَعْبُدُ" سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کی عبادت شرک ہے اور کیونکہ "إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ" کی بھی وہی ترکیب ہے جو "إِيَّاكَ نَعْبُدُ" کی ہے۔ (یعنی إِيَّاكَ فعل سے پہلے واقع ہوا ہے) لہٰذا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے سے مدد مانگنا بھی شرک ہے۔

مدد مانگنا ایک قسم کی عبادت ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ۔ (رواہ الترمذی و صححہ فی ابواب الدعوات، باب ما جاء فی فضل الدعاء جلد ۲، ص۴۲۶) — پکارنا عبادت ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کی عبادت شرک ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کو مدد کے لئے پکارنا شرک ہے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ جب مدد مانگنا عبادت ہے تو "اِیَّاکَ نَعۡبُدُ" ہی سے ثابت ہوتا ہے کہ مدد مانگنا صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے، اس کا علیٰحدہ ذکر کیوں کیا گیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

(۱) لوگ عموماً مدد مانگنے کو عبادت نہیں سمجھتے۔

(۲) عام کے بعد خاص کا ذکر اس کی اہمیّت کی خاطر کیا جاتا ہے۔ مثلاً

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

حٰفِظُوۡا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الۡوُسۡطٰی (تمام) نمازوں کی اور بیچ والی نماز کی حفاظت کرو۔

(البقرۃ ۔۲۳۸)

"اَلصَّلَوٰتِ" میں بیچ والی نماز بھی شامل ہے لیکن اس کا علیٰحدہ ذکر اس کی اہمیت کی وجہ سے کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

مَنۡ کَانَ عَدُوًّا لِّلّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَرُسُلِہٖ وَ جِبۡرِیۡلَ وَمِیۡکٰلَ فَاِنَّ اللّٰہَ عَدُوٌّ لِّلۡکٰفِرِیۡنَ ۝ (البقرۃ ۔ ۹۸)

جو شخص اللہ، اس کے ملائکہ، اس کے رسول اور جبریل اور میکائیل کا دشمن ہو تو بے شک اللہ بھی ایسے کافروں کا دشمن ہے۔

ملائکہ میں حضرت جبریل اور حضرت میکائیل بھی شامل ہیں لیکن ان کا علیٰحدہ ذکر ان کی اہمیت کی خاطر اور ایک خاص مصلحت سے کیا گیا ہے۔

مدد کون کر سکتا ہے

مدد کرنے کے لئے ہر بات پر قدرت رکھنا ضروری ہے اور یہ صفت اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں لہٰذا کوئی کسی کی مدد نہیں کر سکتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاِنۡ یَّمۡسَسۡکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗۤ اِلَّا ہُوَ وَاِنۡ یَّمۡسَسۡکَ بِخَیۡرٍ فَہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ۝ (الانعام ۔ ۱۷)

اگر اللہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کا دُور کرنے والا کوئی نہیں سوائے اللہ کے اور اگر اللہ تم کو کوئی بھلائی پہنچانا چاہے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی ہر چیز پر قادر نہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی مددگار نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا لَکُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مِنۡ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیۡرٍ ۝ اللہ کے علاوہ نہ تمہارا کوئی کارساز ہے نہ مددگار۔

(البقرۃ ۔۱۰۷، التوبۃ ۔ ۱۱۶، العنکبوت ۔۲۲)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَلَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا ○ (النسآء ۔۱۷۳، الاحزاب ۔۱۷)

یہ لوگ اللہ کے علاوہ نہ کسی کو کارساز پائیں گے اور نہ مددگار۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۔ (الانفال ۔۱۰، آل عمران ۔۱۲۶)

مدد اللہ کے علاوہ کسی کے پاس سے نہیں آتی ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَلَا یَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا ○ (النّسآء ۔۱۲۳)

وہ اللہ کے علاوہ نہ کسی کو کارساز پائے گا اور نہ مددگار۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ یَنْصُرُوْنَ ○ (الاعراف ۔۱۹۷)

جن کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو وہ تمہاری مدد کی قوت نہیں رکھتے بلکہ وہ تو اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے ۔

اللہ تعالیٰ کے علاوہ جن لوگوں کو مدد کے لئے پکارا جاتا ہے وہ جب اپنی مدد نہیں کر سکتے تو دوسروں کی کیا مدد کریں گے ۔ اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں اپنی مدد یا اپنی زندگی میں دوسروں کی مدد کرتا ہے تو بس اُسی حد تک جس حد تک اللہ تعالیٰ چاہتا ہے، وہ مدد کرنے کا مالک و مختار نہیں ہوتا کہ جب چاہے اور جس قسم کی چاہے مدد کرے ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ○ (الاعراف ۔ ۱۸۸)

(اے رسول) کہہ دیجئے کہ میں اپنی ذات کے نفع و نقصان کا بھی مالک و مختار نہیں مگر جتنا اللہ چاہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ○ (ھل اتیٰ ۔۳۰ ، اذا الشمس کورت ۔۲۹)

تم کچھ نہیں چاہ سکتے مگر اتنا ہی جتنا اللہ چاہے۔

مددگار کا قادر ہونے کے علاوہ حاضر و ناظر ہونا بھی ضروری ہے تاکہ مدد کرنے والا مصیبت زدہ کی پکار کو سن کر یا اس کی مصیبت کو دیکھ کر اس کی مدد کر سکے ۔ اگر مددگار حاضر و ناظر نہ ہو تو اس کو یہ قدرت ہونی چاہیئے کہ وہ اپنے مقام پر مصیبت زدہ کی پکار کو سن لے خواہ وہ مصیبت زدہ کہیں ہو ایسی صورت میں اُسے عالم الغیب ہونا ضروری ہے تاکہ پکار سن کر اُسے یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص فلاں مقام پر اُسے پکار رہا ہے اور وہ ٹھیک اسی جگہ اس کی مدد کے لئے پہنچ جائے لیکن نہ کوئی حاضر و ناظر ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے، نہ کوئی ہر جگہ سے سُننے پر

قادر ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے اور نہ کوئی عالم الغیب ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے لہٰذا کوئی کسی کی مدد کرنے پر قادر نہیں ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے مدد مانگنا بے سود ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ○ (الاحقاف-۵)

اس شخص سے زیادہ کون گمراہ ہو سکتا ہے جو اللہ کے علاوہ ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی بات کو پورا نہیں کر سکتے بلکہ وہ تو اس کی پکار سے غافل ہیں (انہیں خبر ہی نہیں کہ انہیں کون پکار رہا ہے)

اس آیت سے واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ جن کو پکارا جاتا ہے وہ پکارنے والوں کی آواز سے غافل ہیں اور جب وہ سُن ہی نہیں سکتے تو مدد کیا کریں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ○ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ○

(الاعراف، ۱۹۲، ۱۹۳)

کیا وہ ایسے لوگوں کو (اللہ کا) شریک بناتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ تو خود پیدا کئے گئے ہیں، وہ ان شریک بنانے والوں کی مدد نہیں کر سکتے (اور ان کی مدد وہ کیا کریں گے) وہ تو اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مدد وہی کر سکتا ہے جو خالق ہو، کوئی مخلوق کسی مخلوق کی مدد نہیں کر سکتا۔ مخلوق سے مدد مانگنا شرک ہے۔

خلاصہ

مندرجہ بالا آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ مدد وہ کر سکتا ہے۔

(۱) جو خالق ہو،

(۲) جو ہر چیز اور ہر کام پر قادر ہو،

(۳) جو حاضر و ناظر ہو،

یا جو ہر جگہ سے پکارنے والے کی پکار کو سن لے، اور عالم الغیب ہو۔

کیونکہ یہ صفات نہ زندہ لوگوں میں پائی جاتی ہیں اور نہ ان لوگوں میں جو وفات پا چکے ہیں، لہٰذا وہ کسی کی مدد نہیں کر سکتے، یہ صفات صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے مخصوص ہیں لہٰذا صرف اللہ تبارک و تعالیٰ ہی مدد کر سکتا ہے، جو لوگ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کو پکار کر المدد المدد کے نعرے لگاتے ہیں یا کسی اور طرح پکارتے ہیں وہ شرک کے مرتکب ہیں۔

نوٹ :۔ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے لیکن وہ ہر جگہ بھی حاضر و ناظر ہے۔ اس کا ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا اُسکی ایک صفت ہے جس کی کیفیت سے ہم قطعاً نابلد ہیں ۔ اس کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کی کیفیت کو صرف وہی جانتا ہے۔

عمل

بندگی و پرستش، نذر و نیاز کے تمام کام صرف اللہ تعالیٰ کے لئے کیجئے، کسی دوسرے کے لئے ہرگز نہ کیجئے ۔ اطاعت صرف اللہ تعالیٰ کی کیجئے، اگر کسی دوسرے کی اطاعت آپ کریں تو یہ سمجھ کر کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید یا حدیث میں اس کی اطاعت کا حکم دیا ہے یا اس کی اطاعت کی اجازت دی ہے، اگر اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہوتا یا اللہ تعالےٰ کی اجازت نہ ہوتی تو ہم اللہ تعالےٰ کے علاوہ کسی دوسرے کی اطاعت نہیں کرتے۔

اطاعت کو صرف اللہ تعالیٰ کا حق سمجھئے، دوسرے کی اطاعت احکام الٰہی کے ماتحت کیجئے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہ کیجئے۔

اللہ تعالیٰ ہی مستعان و مددگار ہے، صرف اُسی سے مدد مانگیئے، کسی دوسرے سے ہرگز مدد نہ مانگیئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

اِذَا سَأَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰہَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ ۔ (رواہ الترمذی فی ابواب صفۃ القیمۃ وصححہ، جلد ۲ صـ۱۹)	جب (کوئی چیز) مانگو تو اللہ سے مانگو اور جب مدد مانگو تو (وہ بھی) اللہ ہی سے مانگو۔

اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ﴿۵﴾

ترجمہ

ہمیں سیدھے راستے پر چلا کر منزلِ مقصود تک پہنچا دے۔

معانی و مصادر

(ھ د ی) ھَدٰی، یَھْدِیْ، ھَدْیٌ، ھُدًی، ھِدْیَۃٌ و ھِدَایَۃٌ (ض) راستہ بتانا، راستہ پر چلا کر منزلِ مقصود پر پہنچانا۔

صِرَاطٌ:۔ راستہ، اس کی جمع صُرُطٌ ہے۔

اِسْتَقَامَ، یَسْتَقِیْمُ، اِسْتِقَامَۃٌ (باب استفعال) سیدھا ہونا، سیدھا کھڑا ہونا۔

مُسْتَقِیْمٌ، اسم فاعل ہے جس کے معنیٰ ہیں "سیدھا"۔

تفسیر

ہدایت کے دو معنیٰ ہیں:۔

(۱) راستہ بتانا۔

(۲) راستہ پر چلا کر منزلِ مقصود تک پہنچانا۔

ان ہر دو معنوں کا ثبوت قرآن مجید سے ملتا ہے۔

پہلے معنیٰ کا ثبوت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡهِ الۡقُرۡاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ (البقرۃ۔۱۸۵)

رمضان کا مہینہ ہی ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو تمام لوگوں کو راستہ بتاتا ہے۔

راستہ بتانے کے بعد اللہ تعالیٰ لوگوں کو چھوڑ دیتا ہے، خواہ وہ مؤمن بنیں یا کافر، قرآن مجید پر ایمان لائیں یا اس کا انکار کریں، اس کے احکام پر چلیں یا ان سے انحراف کریں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُلِ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّكُمۡ فَمَنۡ شَآءَ فَلۡيُؤۡمِنۡ وَّمَنۡ شَآءَ فَلۡيَكۡفُرۡ (الکہف۔۲۹)

(اے رسول) آپ کہدیجئے حق تمہارے ربّ کی طرف سے آچکا ہے، اب جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا ○ (ھل اتٰی ۔ ۳)
ہم نے انسان کو راستہ بتادیا، (اب) چاہے وہ شاکر بنے، چاہے کافر بنے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت کو واضح طور پہ "راستہ بتانے" کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ○ (البلد ۔ ۱۰)
ہم نے انسان کو (حق و باطل) دونوں راستے بتادئے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے "ہدایت" کا لفظ صراطِ مستقیم کے لئے بھی استعمال کیا اور راہِ ضلالت کے لئے بھی استعمال کیا، آیت سے ظاہر ہے کہ راہ ضلالت کی ہدایت سے مراد باطل راستہ کا بتانا ہے تاکہ انسان اس سے بچ سکے۔ یہاں ہدایت سے باطل راستہ پر چلانا مراد نہیں ہے۔

ایک اور جگہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى (حٰمٓ السجدۃ ۔ ۱۷)
اور قوم ثمود کو ہم نے سیدھا راستہ بتادیا تھا لیکن انہوں نے ہدایت کے مقابلہ میں گمراہ رہنا پسند کیا۔

اس آیت میں بھی "هَدَيْنٰهُمْ" میں ہدایت کے معنی "بتانے" کے ہیں، ہدایت دینے یا ہدایت پر چلانے کے معنی نہیں ہیں۔

دوسرے معنی کا ثبوت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ○ (البقرۃ ۔ ۲)
یہ کتاب متقی لوگوں کو سیدھے راستہ پر چلاکر منزلِ مقصود تک پہنچاتی ہے۔

"هُدًى لِّلنَّاسِ" اور "هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ" سے واضح ہو گیا کہ دونوں جملوں میں "ہدایت" مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے، پہلے جملہ میں صرف "راستہ بتانا" مراد ہے اور دوسرے جملے میں "راستہ پر چلاکر منزلِ مقصود تک پہنچانا" مراد ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ (البقرۃ ۔ ۵)
متقی لوگ ان کے رب کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت پہ قائم ہوتے ہیں اور متقی لوگ ہی نجات پاتے ہیں یعنی منزلِ مقصود تک پہنچ جاتے ہیں۔

اس آیت سے واضح ہو گیا کہ "هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ" میں ہدایت سے مراد راستہ بتانا نہیں ہے بلکہ راستہ پہ

چلا کر منزلِ مقصود تک پہنچانا مراد ہے ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْکَافِرِیْنَ ۝ (البقرۃ ۔ ۲۶۴)

اللہ کافروں کو سیدھے راستے پر چلا کر منزلِ مقصود تک نہیں پہنچاتا ۔

اس آیت میں "ہدایت" کے معنیٰ "راستہ بتانا" ہرگز نہیں ہوسکتے، اس لئے کہ راستہ تو اللہ تعالیٰ ہر انسان کو بتاتا ہے جیسا کہ "ھُدًی لِّلنَّاسِ" سے ثابت ہے، البتہ اللہ تعالیٰ ہر انسان کو سیدھے راستے پر چلا کر منزلِ مقصود تک نہیں پہنچاتا، سیدھے راستہ پر چل کر منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے خوف اور تقویٰ کی ضرورت ہے ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ (الانعام ۔ ۱۲۵)

اللہ (تعالیٰ) جس شخص کو راہِ راست پر چلا کر منزلِ مقصود تک پہنچانا چاہتا ہے اس کے سینے کو اسلام کے لئے کھول دیتا ہے ۔

اس آیت میں "یَھْدِیَہٗ" سے مراد "راستہ بتانا" نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ "راستہ بتانا" تو اللہ تعالیٰ ہر ایک کو چاہتا ہے بلکہ صرف چاہتا ہی نہیں بتا دیتا ہے اور یقیناً اس نے انبیاء ورُسل علیہم السلام کو بھیج کر راستہ بتا دیا ہے ۔ الغرض اس آیت میں "ہدایت" کا لفظ پہلے معنوں میں استعمال نہیں ہوا بلکہ دوسرے معنوں میں استعمال ہوا ہے ۔

اللہ تعالیٰ ایک اور جگہ ارشاد فرماتا ہے :۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْرًا لَّمْ یَکُنِ اللّٰہُ لِیَغْفِرَ لَھُمْ وَلَا لِیَھْدِیَھُمْ سَبِیْلًا ۝ (النسآء ۔ ۱۳۷)

بے شک جو لوگ ایمان لائے، پھر کافر ہوگئے، پھر ایمان لائے، پھر کافر ہوگئے، پھر کفر میں بڑھتے چلے گئے، اللہ ایسے لوگوں کی نہ تو مغفرت فرمائے گا اور نہ ان کو سیدھے راستہ پر چلا کر منزلِ مقصود تک پہنچائے گا۔

یہ لوگ ایمان لے آئے تھے اور یہ جب ہی ہوسکتا ہے جبکہ انہیں راستہ بتا دیا گیا ہو لیکن بعد میں وہ پھر گئے، راستہ انہیں معلوم تھا لیکن راستہ پر چلے نہیں، ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کیسے منزلِ مقصود تک پہنچائے گا ۔ اس آیت میں "ہدایت" کے دوسرے معنیٰ بالکل واضح ہیں ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَاَنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ کَیْدَ الْخَآئِنِیْنَ ۝ (یوسف ۔ ۵۲)

بے شک اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کی تدبیر کو کامیابی سے ہمکنار نہیں کرتا (یعنی ان کی تدبیر منزلِ مراد تک نہیں پہنچ سکتی)۔

اس آیت میں بھی "ہدایت" کے دوسرے معنیٰ بالکل واضح ہیں۔

صراطِ مستقیم | "صراطِ مستقیم" سیدھے راستے کو کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

إِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ ۔ (بنی اسرآئیل - ۹)

یہ قرآن وہ راستہ بتاتا ہے جو بالکل سیدھا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ إِنَّنِي هَدَانِي رَبِّي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ دِينًا قِيَمًا ، (الانعام - ۱۶۱)

(اے رسول) کہہ دیجئے بے شک میرے رب نے مجھے سیدھے راستے کی ہدایت کر دی ہے اور وہ راستہ دینِ قیم (یعنی سیدھا دین) ہے۔

یہ دین کونسا ہے، اللہ تعالیٰ خود ہی فرماتا ہے:۔

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ، (آل عمران - ۱۹)

بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہے۔

گویا صراطِ مستقیم سے مراد اسلام ہے، جو اسلام پر چل رہا ہے وہ صراطِ مستقیم پر ہے اور جو اسلام پر نہیں چل رہا وہ صراطِ مستقیم سے بھٹک گیا اور گمراہ ہوگیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا وَعَلَىٰ كَنَفَيِ الصِّرَاطِ سُوْرَانِ فِيهِمَا أَبْوَابٌ مُّفَتَّحَةٌ وَعَلَى الْأَبْوَابِ سُتُوْرٌ مُّرْخَاةٌ وَعَلَى الصِّرَاطِ (وَفِي رِوَايَةِ أَحْمَدَ عَلَىٰ بَابِ الصِّرَاطِ) دَاعٍ يَّدْعُوْ يَقُوْلُ يَا أَيُّهَا النَّاسُ أُسْلُكُوا الصِّرَاطَ جَمِيْعًا وَلَا تَعْوَجُّوْا وَدَاعٍ يَّدْعُوْا عَلَى الصِّرَاطِ فَإِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ فَتْحَ شَيْءٍ مِّنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ قَالَ وَيْلَكَ لَا تَفْتَحْهُ فَإِنَّكَ إِنْ تَفْتَحْهُ تَلِجْهُ فَالصِّرَاطُ الْإِسْلَامُ وَالسُّتُوْرُ (وَفِي رِوَايَةِ أَحْمَدَ السُّوْرَانِ) حُدُوْدُ اللّٰهِ وَالْأَبْوَابُ الْمُفَتَّحَةُ مَحَارِمُ اللّٰهِ وَالدَّاعِي

اللہ نے صراطِ مستقیم کی مثال (اس طرح) بیان کی ہے (کہ وہ ایک سیدھا راستہ ہے) راستہ کے دونوں جانب دو دیواریں ہیں جن میں کھلے ہوئے کئی دروازے ہیں۔ ان دروازوں پر پردے لٹکے ہوئے ہیں، راستے (کے دروازے) پر ایک پکارنے والا پکار رہا ہے، وہ کہہ رہا ہے اے لوگو، اس راستہ میں سب اکٹھے داخل ہو جاؤ اور (ادھر اُدھر) نہ مڑو۔ راستہ کے اوپر (کی طرف) ایک اور پکارنے والا پکار رہا ہے۔ جب تم میں سے کوئی ان دروازوں کے کسی پردہ کو کھولنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ کہتا ہے تمہاری خرابی ہو، اسے نہ کھولنا، اگر تم نے اسے کھولا تو تم اس میں (ضرور) داخل ہو جاؤ گے (سنو)

عَلٰی رَأْسِ الصِّرَاطِ کِتَابُ اللّٰهِ وَ الدَّاعِیْ مِنْ فَوْقِ وَاعِظُ اللّٰهِ یُذَکِّرُ فِیْ قَلْبِ کُلِّ مُسْلِمٍ۔

(رواہ الحاکم فی مستدرکہ و احمد فی مسندہ وسندہ صحیح۔ المستدرک مع تلخیص الذہبی جز اول ص۷۳ و بلوغ الامانی جز اول ص۸۳)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:۔

خَطَّ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ هٰذَا سَبِیْلُ اللّٰهِ ثُمَّ خَطَّ خُطُوْطًا عَنْ یَّمِیْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ وَقَالَ هٰذِهٖ سُبُلٌ عَلٰی کُلِّ سَبِیْلٍ مِّنْهَا شَیْطَانٌ یَّدْعُوْا اِلَیْهِ وَقَرَأَ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ... الآیة (رواہ احمد والحاکم وسندہ صحیح، مرعاۃ المفاتیح جلد اول، ص۲۶۵، و المستدرک جز ۲۔ ص۲۳۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خطوط کھینچے تھے ان کا نقشہ یہ ہے:۔

وہ راستہ تو اسلام ہے، وہ پردے (یا دیواریں) اللہ کی حدیں ہیں، وہ کھلے ہوئے دروازے اللہ کی حرام کردہ چیزیں ہیں، راستہ کے سرے پر جو پکارنے والا ہے وہ اللہ (عزّ وجلّ) کی کتاب ہے اور راستہ کے اوپر کی طرف جو پکارنے والا ہے وہ اللہ کا واعظ ہے جو ہر مسلم کے قلب میں نصیحت کرتا رہتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے (سمجھانے کے) لئے ایک خط کھینچا، پھر فرمایا، یہ اللہ کا راستہ ہے، پھر اس کے دائیں اور بائیں چند خطوط کھینچے اور فرمایا یہ (شیطان کے) راستے ہیں، ان میں سے ہر راستہ پر ایک شیطان ہے جو اپنی طرف بلا رہا ہے پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی" وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِهٖ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ○ (الانعام۔ ۱۵۳) بے شک یہ میرا سیدھا راستہ ہے، بس اس کی پیروی کرو اور ان راستوں پر نہ چلنا ورنہ تم اللہ کے راستے سے علیحدہ ہو جاؤ گے۔ اللہ ان باتوں کا تمہیں حکم دیتا ہے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

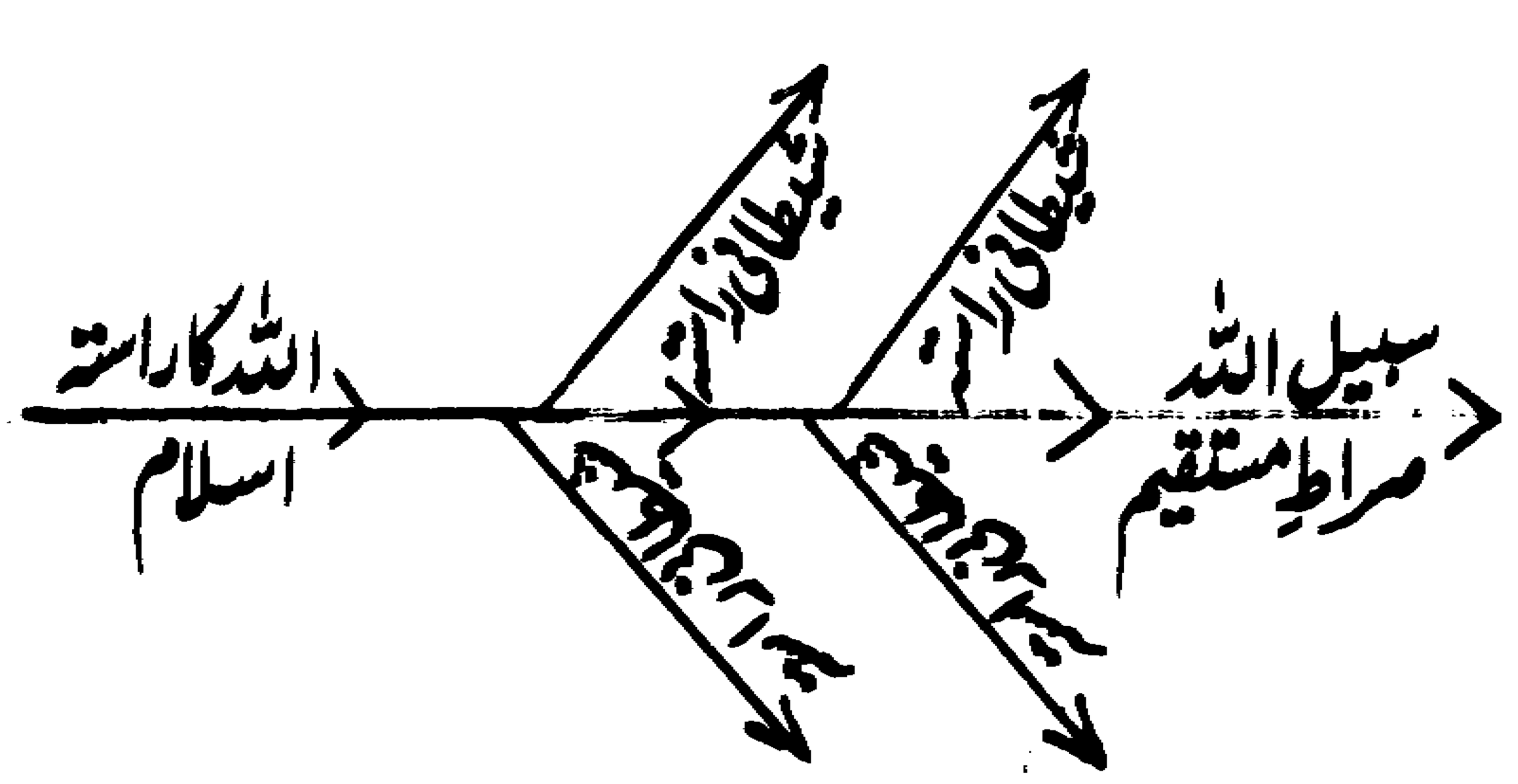

کیونکہ خطِ مستقیم میں کہیں کجی نہیں ہوتی لہٰذا صراطِ مستقیم میں بھی کہیں کجی نہیں ہے اور کیونکہ دو نقطوں کے درمیان صرف ایک ہی خطِ مستقیم کھینچا جا سکتا ہے، لہٰذا دنیا کی منزل اور آخرت کی منزل کے درمیان صرف ایک ہی صراطِ مستقیم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صراطِ مستقیم کو صرف ایک ہی خطِ مستقیم سے ظاہر کیا، اس کے متوازی یا غیر متوازی اور خطوط نہیں کھینچے جس سے یہ ثابت ہوتا کہ منزلِ آخرت تک پہنچنے کے لئے متعدد راستے ہو سکتے ہیں، مزید برآں جو غیر متوازی خطوط کھینچے انہیں شیطانی راستے بتایا اور ظاہر ہے کہ شیطانی راستوں پر چل کر کوئی منزلِ مقصود تک کیسے پہنچ سکتا ہے۔ شیطانی راستوں پر شیطان ہوتا ہے جو ان راستوں کی طرف دعوت دیتا ہے، برخلاف اس کے صراطِ مستقیم پر اللہ تعالیٰ ہوتا

ہے جو صراطِ مستقیم کی طرف دعوت دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ○ (ھود - ۵۶)

ہود (علیہ السلام) نے کہا "میرا رب صراطِ مستقیم پر ہے"۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ

(الانعام - ۱۵۴)

بے شک یہ میرا سیدھا راستہ ہے، اس پر چلو۔

صراطِ مستقیم سے مراد اسلام ہے جیسا کہ اوپر ثابت کیا گیا اور کیونکہ صراطِ مستقیم صرف ایک ہے لہٰذا اسلام بھی صرف ایک ہے، اس اسلام یا صراطِ مستقیم سے جو لوگ اِدھر اُدھر نکل گئے ان کے راستے اسلام نہیں ہو سکتے۔ ایک تو اس لئے کہ اسلام کئی نہیں ہو سکتے دوسرے اس لئے کہ حدیث بالا کے مطابق یہ شیطانی راستے ہیں اور شیطانی راستے کبھی بھی اسلام نہیں ہو سکتے۔

مندرجہ بالا مباحث سے ثابت ہوا کہ فرقہ فرقہ ہوجانا شیطانی کام ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بنائی ہوئی شکل سے ظاہر ہے کہ جو شخص بھی ان شیطانی راستوں میں سے کسی راستہ پر چلیگا وہ جتنا آگے جائے گا صراطِ مستقیم سے دور ہوتا چلا جائے گا، صراطِ مستقیم کی طرف واپس لوٹنے کے لئے اُسے ایسے راستے تلاش کرنے پڑیں گے جو صراطِ مستقیم تک پہنچا دیں اور ایسے راستے جدّوجہد، پُرخلوص جستجو اور صحیح ایمان سے ملتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ○

(العنکبوت - ۶۹)

جو لوگ ہمارے (راستہ) میں جدّوجہد کریں گے ہم ضرور ان کو اپنے راستے بتا دیں گے اور بے شک اللہ نیک لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ یعنی صراطِ مستقیم کے لئے جدّوجہد ضروری ہے۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ○ یَّھْدِیْ بِہِ اللّٰہُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَہٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَیُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ بِاِذْنِہٖ وَیَھْدِیْھِمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ○

(المائدۃ - ۱۵ و ۱۶)

بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور یعنی روشن کتاب آچکی ہے، اس کتاب کے ذریعہ اللہ ان لوگوں کو جو اللہ کی رضاء کے طلبگار ہوتے ہیں سلامتی کے راستوں پر چلاتا ہے، اور (اس طرح) ان کو اپنے اذن سے تاریکیوں سے نکال کر نور کیطرف لے آتا ہے اور ان کو صراطِ مستقیم تک پہنچا دیتا ہے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاِنَّ اللّٰہَ لَہَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ○ (الحج ـ ۵۴)

بے شک اللہ ایمان والوں کو صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ جو لوگ ایمان لے آتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی رضا کے طلب گار رہتے ہیں اور پھر صراطِ مستقیم کے لئے جدّوجہد، سعی و کوشش بھی کرتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ صراطِ مستقیم کی طرف لے جانے والے راستوں کی ہدایت کر دیتا ہے اور انہیں صراطِ مستقیم پر لے آتا ہے۔

صراطِ مستقیم ایک ہے، جو لوگ صراطِ مستقیم سے بھٹک جاتے ہیں لیکن انہیں صراط مستقیم کی طلب صادق ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ان کے لئے سلامتی کے راستے یعنی ایسے ذرائع پیدا کر دیتا ہے جن سے وہ صراطِ مستقیم تک پہنچ جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ صراطِ مستقیم ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَعَلَی اللّٰہِ قَصْدُ السَّبِیْلِ وَمِنْہَا جَآئِرٌ (النحل ـ ۹)

اللہ تک صرف سیدھا راستہ پہنچتا ہے اور اس (سیدھے راستے) سے (لوگوں نے کچھ) ٹیڑھے راستے (نکال لئے) ہیں (وہ اللہ تک نہیں پہنچتے)۔

اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ بالکل سیدھا ہے۔ اس راستہ میں کجی پیدا کرنا مؤمنین کا شیوہ نہیں ہوسکتا، یہ تو کافروں کا شیوہ ہے کہ وہ صراطِ مستقیم میں کجی پیدا کرنے کی جستجو میں لگے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَوَیْلٌ لِّلْکٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِیْدِ ○ الَّذِیْنَ یَسْتَحِبُّوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا عَلَی الْاٰخِرَۃِ وَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَیَبْغُوْنَہَا عِوَجًا اُولٰٓئِکَ فِیْ ضَلٰلٍ م بَعِیْدٍ ○ (ابراھیم ۲ ـ و ۳)

کافروں کے لئے سخت عذاب کے باعث بڑی خرابی ہے (یہ وہ لوگ ہیں) جو آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی سے محبت کرتے ہیں اور (لوگوں کو) اللہ کے راستہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی کے متلاشی رہتے ہیں (تاکہ لوگوں کو اصل راستہ سے ہٹا کر ٹیڑھے راستہ پہ لگا دیں)۔ ایسے لوگ شدید قسم کی گمراہی میں مبتلا ہیں۔

صراطِ مستقیم کے بنیادی اصول

صراطِ مستقیم کی تعریف اللہ تعالیٰ نے مختلف الفاظ میں فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○

(آل عمران - ۱۰۱)

جس نے اللہ کو مضبوطی سے پکڑ لیا (یعنی اللہ کی توحید اور اس کے دین پر قائم رہا) اس کو صراطِ مستقیم کی ہدایت مل گئی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ○

(آل عمران - ۵۱)

اللہ کی عبادت کرتے رہو، یہی صراطِ مستقیم ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَاَنِ اعْبُدُوْنِيْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ○

(یٰسٓ - ۶۱)

میری عبادت کرتے رہو، یہی صراطِ مستقیم ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَاتَّبِعُوْنِ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ○

(الزخرف - ۶۱)

(اے رسول، کہدیجئے) میری پیروی کرو، یہی صراطِ مستقیم ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ دِيْنًا قِيَمًا

(الانعام - ۱۶۱)

(اے رسول کہدیجئے) بے شک میرے رب نے مجھے صراطِ مستقیم کی ہدایت کردی ہے یعنی سیدھے دین کی۔

الغرض اللہ تعالیٰ کو مضبوطی سے پکڑنا، اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت کرنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دین اسلام کی پیروی کرنا صراطِ مستقیم ہے۔

صراطِ مستقیم، اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ

(الشوریٰ - ۵۲ و ۵۳)

(اے رسول) بے شک آپ صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کررہے ہیں، (یہ اس) اللہ کا راستہ ہے جو آسمانوں اور زمین کی تمام چیزوں کا مالک ہے۔

خلاصہ صراطِ مستقیم سے مراد اللہ تعالیٰ کا وہ سیدھا اور صاف راستہ ہے جسے دینِ اسلام کہتے ہیں اور "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ" اس استقامت والے راستہ پر استقامت کی دعاء ہے، یعنی اے اللہ ہمیں صراطِ مستقیم پر گامزن رکھ، کہیں ہم تھک کر نہ بیٹھ جائیں، راستہ میں ہم کہیں ڈگمگا نہ جائیں، کہیں اِدھر اُدھر

نہ بھٹک جائیں، ہمیں شیطان کے راستوں سے بچا اور خیریت اور ایمان کی عافیت کے ساتھ منزلِ مقصود تک پہنچا۔

یہ کامیابی بغیر اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ناممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ صراطِ مستقیم پر ہوتے ہیں وہ بھی استقامت کی دعاء کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے آخری مقدس رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہی دعا کرتے تھے حالانکہ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے کہ:-

اِنَّکَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ○ (الزخرف۔۴۳)　(اے رسول) بے شک آپ صراطِ مستقیم پر ہیں۔

عمل

اللہ تعالیٰ سے صراطِ مستقیم پر گامزن رکھنے اور منزلِ مقصود تک پہنچانے کی دُعاء کرتے رہئیے۔ صراطِ مستقیم کو ہرگز نہ چھوڑئیے۔ استقامت سے اس پر جمے رہئیے۔ صراطِ مستقیم کو چھوڑ کر دوسرے راستے اختیار نہ کیجئے۔ فرقہ بندی سے بچئیے، فرقہ وارانہ مذاہب سے پرہیز کیجئے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکا دینے والے راستے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا راستہ ایک ہے، کئی نہیں۔ لہٰذا ان متفرق راستوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے نہ سمجھئے، اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا صرف ایک راستہ ہے۔ اس سے الگ ہونے کا خیال تک دل میں نہ لائیے۔ اللہ تعالیٰ کے دین کو مضبوطی سے پکڑے رہئیے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہئیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً صراطِ مستقیم پر تھے لہٰذا ان کے نقشِ قدم پر چلتے رہئیے، ان کی پیروی کیجئے، انشاءاللہ آپ منزلِ مقصود پر پہنچ جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّکُمْ تَهْتَدُوْنَ ○ (الاعراف۔۱۵۸)　رسول کی پیروی کرو، تاکہ تم صحیح راستہ پر چل کر منزلِ مقصود پر پہنچ جاؤ۔

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ﴿٦﴾

ترجمہ ان لوگوں کے راستہ پر ہمیں چلا جن پر تو نے انعام کیا۔

معانی ومصادر اَنْعَمَ ، يُنْعِمُ ، اِنْعَامٌ (باب افعال) انعام کرنا ، نعمت دینا ، فضل وکرم کرنا ، احسان کرنا۔

تفسیر

گذشتہ آیت اور اس آیت کو ملا کر معنیٰ یہ ہوئے کہ (اے اللہ) ہم کو صراطِ مستقیم پر چلا کر منزلِ مقصود پر پہنچا دے یعنی اُس صراطِ مستقیم پر جس پر وہ لوگ چلتے رہے جن پر تو نے اپنا فضل وکرم کیا تھا۔

جن لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے فضل وکرم کیا تھا وہ چار قسم کے لوگ ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ (النسآء - ٦٩)

جو لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں کی رفاقت اور معیّت میں ہوں گے جن پر اللہ نے (اپنا) فضل وکرم کیا تھا یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین اور ان لوگوں کی رفاقت ومعیّت بہت ہی اچھی چیز ہے۔

جیسا کہ اوپر ثابت کیا جا چکا ہے کہ صراطِ مستقیم اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ ہے، دین اسلام ہے تو پھر یہ بات غور طلب ہے کہ اس راستہ کی نسبت انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی طرف کرنے میں کیا مصلحت ہے۔

مزید برآں جب ہم اللہ تعالیٰ سے دُعا کر رہے ہیں کہ ہمیں صراطِ مستقیم پر چلا تو آخر اللہ تعالیٰ کے لئے وضاحت کی کیا ضرورت ہے، کیا اللہ تعالیٰ بھی ہماری طرح وضاحت کا محتاج ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نسبت ہمارے لئے ایک قسم کا سبق ہے، ہمیں اس بات کا علم ویقین ہو جاتے کہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہمیشہ صراطِ مستقیم یعنی اسلام پر چلتے رہے اور صراطِ مستقیم پر چلنا ہی ان کے لئے باعثِ انعام واکرام ہوا۔ اگر ہم بھی اللہ تعالیٰ کا انعام واکرام چاہتے ہیں تو ہمیں بھی صراطِ مستقیم پر چلنا ہوگا یعنی اسلام پر عمل کرنا ہوگا، دوسرے لفظوں میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جو شخص صراطِ مستقیم پر نہیں چلتا وہ انعام

الٰہی سے محروم رہتا ہے، وہ نہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بن سکتا ہے اور نہ ولی۔

عمل

اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کا راستہ صراط مستقیم تھا، آپ بھی صراطِ مستقیم پہ چلتے رہیئے. مختلف فرقوں نے صراطِ مستقیم سے الگ ہو کر جو راستے اور مذاہب بنالئے ہیں ان سے دُور رہیئے، نہ اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ بندے ان راستوں پہ چلے اور نہ آپ ان راستوں پر چلیئے۔

غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَ لَا الضَّآلِّیْنَ ۝۷

ترجمہ

ان لوگوں کے راستہ پر نہ (چلا) جن پر غضب کیا گیا اور جو گمراہ ہیں۔

معانی ومصادر

غَضِبَ، یَغْضَبُ، غَضَبٌ ومَغْضَبَۃٌ، (س) غصّہ کرنا، کسی سے بغض رکھ کر اُس سے انتقام کی خواہش کرنا۔

ضَلَّ، یَضِلُّ، ضَلَالٌ، ضَلَالَۃٌ (ض) گمراہ ہونا، راہِ حق سے ہٹ جانا، بھول جانا، ضائع ہونا، تلف ہوجانا، مرکر مٹی میں مل جانا۔

تفسیر

دنیا میں بہت سی قومیں ایسی گذری ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا اور وہ قہر الٰہی میں گرفتار ہوئیں، مثلاً قوم عاد کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ (الاعراف - ۷)

ہود (علیہ السّلام) نے کہا "(اے قوم) تمہارے رب کی طرف سے تم پر عذاب اور غضب مقرر ہوچکا ہے"۔

بہت سی قومیں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے سیدھے راستے سے بھٹک گئیں اور گمراہ ہوگئیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَہُمْ اَکْثَرُ الْاَوَّلِیْنَ ۝ (الصّٰفّٰت - ۷۱)

ان سے بیشتر بھی بہت سے لوگ گمراہ ہوچکے ہیں۔

"غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ" میں ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم عمومی حیثیت سے تمام مغضوب اور گمراہ قوموں کے راستہ سے بچنے کی دعا کریں لیکن خصوصیت کے ساتھ جن قوموں کی طرف اشارہ ہے وہ یہود و نصاریٰ ہیں۔

مَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ سے مراد خاص طور پر یہودی ہیں، اس لئے کہ قرآن مجید میں بار بار اُن پر

غضب نازل ہونے کا ذکر ملتا ہے، مثلاً

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ (البقرۃ - ۶۱)

بنی اسرائیل پر ذلّت اور غربت مسلّط کر دی گئی اور وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَبَاءُوا بِغَضَبٍ عَلَىٰ غَضَبٍ (البقرۃ - ۹۰)

بنی اسرائیل غضب بالائے غضب میں گرفتار ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا ثُقِفُوا إِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللَّهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ (آل عمران - ۱۱۲)

بنی اسرائیل جہاں کہیں بھی ہوں ذلّت اور رسوائی میں گرفتار رہیں گے سوائے اس صورت کے کہ وہ اللہ کی یا لوگوں کی پناہ میں آجائیں، یہ لوگ اللہ کے غضب میں گرفتار ہو گئے۔

"ضَالِّيْنَ" سے خاص طور پر عیسائی مراد ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِن قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَن سَوَاءِ السَّبِيلِ ○ (المائدۃ، ۷۷)

(اے رسول) کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب (یعنی اے نصاریٰ) اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو اور اس قوم کی خواہشات کی پیروی نہ کرو جو (تم سے) پہلے خود بھی گمراہ ہوئے اور بہت سوں کو گمراہ کر گئے اور سیدھے راستے سے بھٹک گئے۔

اس آیت میں خصوصیت کے ساتھ عیسائیوں کی گمراہی کا واضح بیان ہے۔ حدیث میں بھی اس آیت کی وضاحت ملتی ہے کہ مغضوب یہودی ہیں اور گمراہ عیسائی ہیں۔

ایک شخص نے کہا:۔

یَا رَسُولَ اللّٰہِ مَنْ ھٰؤُلَاءِ؟ قَالَ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَاَشَارَ اِلَی الْیَھُوْدِ، فَقَالَ مَنْ ھٰؤُلَاءِ قَالَ ھٰؤُلَاءِ الضَّالُّوْنَ یعنی النَّصَارٰی۔ (رواہ احمد ورجالہ رجال الصحیح بلوغ الامانی جزء ۱۸ صـ۶۸ - سندہ صحیح)

اے اللہ کے رسولؐ، یہ کون لوگ ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مغضوب علیہم" پھر یہود کی طرف آپؐ نے اشارہ فرمایا۔ اس شخص نے پوچھا "یہ کون لوگ ہیں؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "یہ گمراہ لوگ"، نصاریٰ ہیں۔

نزولِ قرآن مجید کے زمانہ میں یہود و نصاریٰ یہی دو قومیں تھیں جو ترقی یافتہ شمار کی جاتی تھیں، اور یہ

انسان کی فطرت ہے کہ وہ ان لوگوں کی نقالی کرتا ہے جو دنیوی لحاظ سے اس سے بہتر ہوتے ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اشارۃً ان دونوں قوموں کی نقالی سے منع فرمادیا اور حکم دیدیا کہ ان دونوں قوموں کی نقالی سے بچنے کی توفیق طلب کیا کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک پیشین گوئی کرتے ہوئے اشارۃً ان دونوں کی نقالی سے منع فرمادیا تھا (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لَتَتْبَعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَ ذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتّٰى لَوْ سَلَكُوْا جُحْرَ ضَبٍّ لَسَلَكْتُمُوْهُ۔

تم ضرور ان لوگوں کی پیروی کروگے، بالشت بہ بالشت اور دست بدست (یعنی ان کے قدم بہ قدم چلوگے) حتّٰی کہ اگر وہ سانڈھے کے بل میں گھس جائیں گے تو تم بھی اس میں گھس جاؤگے۔

صحابہ کرام نے عرض کیا:۔

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى ؟

اے اللہ کے رسول، کیا ان لوگوں سے مراد یہود و نصارٰی ہیں ؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

فَمَنْ ؟ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب ماذکر عن بنی اسرائیل جزء ۴ صـ۲۰۶)

اور کون ؟

عمل

مغضوب اور گمراہ قوموں کے راستہ سے بچئے، دل سے دُعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے راستہ سے بچائے، ان کی مخالفت کو اپنا شعار بنائیے تاکہ آپ احساس کمتری میں گرفتار نہ ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک فرمادیا:۔

اِنَّ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى لَا يَصْبُغُوْنَ فَخَالِفُوْهُمْ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب ماذکر عن بنی اسرآئیل جزء ۴ صـ۲۰۷ وصحیح مسلم کتاب اللباس جزء ۲ صـ۲۲۴)

بے شک یہود و نصارٰی (بالوں کو) نہیں رنگتے، تم ان کی مخالفت کیا کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ترقی یافتہ قوموں کی مخالفت میں اتنی شدّت اختیار کی کہ آخر یہودیوں کو کہنا پڑا:۔

مَا يُرِيْدُ هٰذَا الرَّجُلُ اَنْ يَدَعَ مِنْ اَمْرِنَا شَيْئًا اِلَّا خَالَفَنَا فِيْهِ (صحیح مسلم کتاب الحیض باب جواز غسل الحائض رأس زوجها جزء اوّل صـ۱۴۶)

اس شخص نے (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے) تو یہ تہیہ کرلیا ہے کہ ہر کام میں ہماری مخالفت کرے۔

اے ایمان والو! اگر آپ واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں تو دوسری قوموں

کی اتنی شدّت سے مخالفت کیجئے جتنی شدّت سے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مخالفت کرتے تھے۔

سورۃ فاتحہ اور عمل

① نماز میں سورۃ فاتحہ تلاوت کیجئے۔

صحیح مسلم کے حوالہ سے صفحہ ۱۸ پر یہ گذر چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ فاتحہ کو صلوٰۃ (یعنی نماز) کا نام دیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ فاتحہ نماز کا جزو اعظم ہے اور اس کا نماز میں پڑھنا بہت ضروری ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

لَاصَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ۔ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب وجوب القراءۃ للامام و الماموم جزء اوّل، صفحہ ۱۰۴ و صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ، باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ جزء اوّل صفحہ ۱۶۹)

جو شخص سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

② ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ تلاوت کیجئے۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:-

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقْرَأُ فِی الظُّھْرِ فِی الْاُوْلَیَیْنِ بِاُمِّ الْکِتَابِ وَ سُوْرَتَیْنِ وَفِی الرَّکْعَتَیْنِ الْاُخْرَیَیْنِ بِاُمِّ الْکِتَابِ۔ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب یقرأ فی الاخریین بفاتحۃ الکتاب جزء اوّل صفحہ ۱۰۷)

بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے اور آخری دو میں سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے۔

③ امام کے پیچھے بھی سورۃ فاتحہ تلاوت کیجئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدیوں سے فرمایا:-

لَا تَفْعَلُوْا اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَاِنَّهٗ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِهَا (رواہ ابو داؤد جلد اوّل ص۱۲۶، والبیہقی وغیرہما وسندہ صحیح۔ کتاب القراءۃ للبیہقی ص۴۳ و تعلیقات احمد محمد شاکر علی الترمذی)

(امام کے پیچھے) کچھ نہ پڑھا کرو سوائے سورۃ فاتحہ کے اس لئے کہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

امام جب بلند آواز سے قرأت کرے تو آپ غور سے سنتے رہیئے اور خاموش رہیئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا۔ (الاعراف۔۲۰۴)

جب قرآن پڑھا جائے تو اُسے غور سے سُنو اور خاموش رہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا۔ (صحیح مُسلم کتاب الصلوٰۃ باب التشہد فی الصلوٰۃ عن ابی موسیٰؓ جزء اول ص۱۷۴)

جب امام پڑھے تو خاموش رہو۔

جب آپ امام کے پیچھے نماز پڑھیں تو امام کے سکتوں میں سورۃ فاتحہ پڑھا کیجئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں:۔

كَانُوْا يَقْرَءُوْنَ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَنْصَتَ فَاِذَا قَرَأَ لَمْ يَقْرَءُوْا وَاِذَا اَنْصَتَ قَرَءُوْا (کتاب القراءۃ للبیہقی ص۶۹ وسندہ صحیح۔ کتاب القرءۃ للبیہقی ص۵۵)

صحابہؓ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اس وقت پڑھتے تھے جب آپؐ سکتہ کرتے، پھر جب آپؐ پڑھتے تو صحابہؓ کچھ نہیں پڑھتے تھے، پھر جب آپؐ سکتہ کرتے تو صحابہؓ پڑھتے تھے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ امام کو دو سکتے کرنے چاہئیں تاکہ مقتدی ان سکتوں میں سورۃ فاتحہ پڑھ سکیں۔

⑥ جب آپ امامت کریں تو دو سکتے کیجئے، ایک سکتہ شروع نماز میں اور ایک سکتہ رکوع سے پہلے۔

حضرت سمرہ بن جندبؓ فرماتے ہیں :۔

اِنَّهُ كَانَ يَسْكُتُ سَكْتَتَيْنِ إِذَا اسْتَفْتَحَ وَإِذَا فَرَغَ مِنَ الْقِرَاءَةِ كُلِّهَا۔ (رواہ ابوداؤد جلد اول ص۱۲۰ والترمذی وسندہ صحیح۔ تعلیقات احمد محمد شاکر علی الترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو سکتے کیا کرتے تھے، ایک اس وقت جب آپ نماز شروع کرتے اور ایک اس وقت جب آپ پوری قرأت سے فارغ ہوتے۔

⑦ جنازہ کی نماز میں بھی سورۃ فاتحہ پڑھا کیجئے۔

حضرت طلحہؒ کہتے ہیں :۔

صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ عَلَى جَنَازَةٍ فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ قَالَ لِيَعْلَمُوا أَنَّهَا سُنَّةٌ (صحیح بخاری کتاب الجنائز باب قراءۃ فاتحۃ الکتاب علی الجنازۃ جزء ۲ ص۱۱۲)

میں نے ابن عباسؓ کے پیچھے جنازہ کی نماز پڑھی، انہوں نے سورۃ فاتحہ پڑھی پھر فرمایا (میں نے بلند آواز سے اس لئے پڑھی) تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اس کا پڑھنا سنت ہے۔

⑧ جب آپ سورۃ فاتحہ پڑھیں تو اس کے آخر میں "آمین" کہا کیجئے، اگر بلند آواز سے قرأت کریں تو بلند آواز سے آمین کہیے۔

حضرت وائلؓ کہتے ہیں :۔

كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَرَأَ وَلَا الضَّالِّيْنَ قَالَ آمِيْنَ وَرَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب التامین وراء الامام جلد اول ص۱۴۲، و سندہ صحیح ۔مرعاۃ جلد ثانی ص۳۹ و دارقطنی جلد اول ص۱۰۰ و بلوغ الامانی جزء ۳ ص۲۰۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وَلَا الضَّالِّيْنَ پڑھتے تو آمین کہتے اور اس کے ساتھ اپنی آواز کو بلند کرتے۔

⑨ اگر آپ امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں تو جب امام آمین کہے تو آپ بھی آمین کہیئے۔

حضرت نعیمؒ کہتے ہیں:۔

صَلَّیْتُ وَرَاءَ اَبِیْ هُرَیْرَةَ فَقَرَأَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ثُمَّ قَرَأَ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ حَتّٰی اِذَا بَلَغَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَقَالَ اٰمِیْنَ فَقَالَ النَّاسُ اٰمِیْنَ.... وَاِذَا سَلَّمَ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ اِنِّیْ لَاَشْبَهُکُمْ صَلٰوةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ (نسائی کتاب الصلوٰۃ باب قراءۃ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جلد اوّل ص۱۰۵ وسندہ صحیح۔ نیل الاوطار جزء ۲ ص۱۶۹، دار قطنی جلد اول ص۱۱۵)

میں نے ابو ہریرہؓ کے پیچھے نماز پڑھی انہوں نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھی، پھر سورۃ فاتحہ پڑھی، پھر جب وہ "غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ" پر پہنچے تو آمین کہی پھر لوگوں نے بھی آمین کہی،.... پھر جب انہوں نے سلام پھیرا تو فرمایا "قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نماز کے معاملہ میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہوں"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِیْنَ فَاِنَّهٗ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهٗ قَوْلَ الْمَلٰٓئِکَةِ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَةُ فِی السَّمَآءِ اٰمِیْنَ۔ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب فضل التامین و باب جھر الماموم بالتامین جزء اوّل ص۱۹۸ و کتاب الدعوات باب التامین جزء ۸ ص۱۰۶ و صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب التسمیع و التحمید و التامین جزء اوّل ص۱۷۵)

جب امام "غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ" کہے تو تم آمین کہو اس لئے کہ فرشتے بھی آسمان پہ آمین کہتے ہیں، پس جس کے قول کی موافقت فرشتوں کے قول سے ہو جائے گی اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

(۱۰) امام کی آمین سے پہلے آمین نہ کہئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمِّنُوْا (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب جہر الامام بالتامین جزء اول صـ۱۹۸ وصحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب التسمیع والتحمید والتامین جزء اول، صـ۱۷۴)

جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو۔

مندرجہ بالا احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ جب امام وَلَا الضَّآلِّیْنَ کہہ کر آمین کہے تو مقتدیوں کو بھی اس کے ساتھ آمین کہنی چاہیئے۔

(۱۱) سورۂ فاتحہ پڑھتے وقت ہر آیت پر رُکیئے۔

حضرت امّ سلمہؓ فرماتی ہیں:۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عليه وَسَلَّمَ يُقَطِّعُ قِرَاءَتَهٗ (وَفِيْ رِوَايَةِ أَبِيْ دَاوٗدَ، يُقَطِّعُ قِرَاءَتَهٗ آيَةً، آيَةً) يَقْرَأُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ثُمَّ يَقِفُ ثُمَّ يَقْرَأُ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ثُمَّ يَقِفُ (ترمذی ابواب القراءات جزء ۲، صـ۳۱۴ وابوداؤد کتاب الحروف والقراءات جزء ۲ صـ۲۰، واللفظ للترمذی وسندہ صحیح مرعاۃ جزء ۴ صـ۳۷۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قرأت کو ہر آیت پر قطع کرتے تھے۔ آپ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ پڑھتے پھر رُک جاتے، پھر آپ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھتے، پھر رُک جاتے۔

سورۃ البقرۃ

فضیلت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّ الشَّیْطَانَ یَنْفِرُ مِنَ الْبَیْتِ الَّذِیْ تُقْرَأُ فِیْہِ سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃِ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب استحباب صلاۃ النافلۃ فی بیتہ۔ جزء اوّل ص۳۱۳)

بے شک شیطان اس گھر سے نکل جاتا ہے جس گھر میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے۔

حضرت ابو امامہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِقْرَأُوا الزَّهْرَاوَیْنِ الْبَقَرَۃَ وَسُوْرَۃَ آلِ عِمْرَانَ فَاِنَّهُمَا تَاْتِیَانِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ کَاَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ اَوْ کَاَنَّهُمَا غَیَایَتَانِ اَوْ کَاَنَّهُمَا فِرْقَانِ مِنْ طَیْرٍ صَوَافَّ تُحَاجَّانِ عَنْ اَصْحَابِهِمَا اِقْرَأُوْا سُوْرَۃَ الْبَقَرَۃِ فَاِنَّ اَخْذَهَا بَرَکَۃٌ وَتَرْکَهَا حَسْرَۃٌ وَلَا تَسْتَطِیْعُهَا الْبَطَلَۃُ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب فضل قراءۃ القرآن وسورۃ البقرۃ جزء اوّل ص۳۲۱)

دو چمکانے والی سورتیں یعنی بقرہ اور آل عمران پڑھا کرو کیونکہ وہ دونوں قیامت کے دن ایسی حالت میں آئیں گی گویا وہ دو بادل ہیں یا دو سائبان ہیں یا صف باندھے ہوئے پرندوں کی دو ٹکڑیاں ہیں، وہ اپنے اصحاب کی طرف سے حجت پیش کریں گی۔ سورۂ بقرہ پڑھا کرو اس لئے کہ اس کا حاصل کرنا برکت ہے، اس کا چھوڑ دینا حسرت ہے اور (یہ ایسی سورت ہے کہ) جادوگر اس کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔

حضرت نواس بن سمعانؓ کہتے ہیں:۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُؤْتٰی بِالْقُرْاٰنِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَاَهْلِہٖ الَّذِیْنَ کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ بِہٖ تَقْدُمُہٗ سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃِ وَاٰلُ عِمْرَانَ وَضَرَبَ لَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَۃَ اَمْثَالٍ مَا نَسِیْتُهُنَّ بَعْدُ قَالَ کَاَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ اَوْ ظُلَّتَانِ سَوْدَاوَانِ بَیْنَهُمَا شَرْقٌ اَوْ کَاَنَّهُمَا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن قرآن کو اور قرآن والوں کو جو اُس پر عمل کرتے تھے لایا جائے گا، سورۂ بقرہ اور سورۂ آلِ عمران قرآن کے آگے آگے ہوں گی، (پھر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سورتوں کی تین مثالیں دیں، میں ان مثالوں کو اس وقت سے کبھی نہیں بھولا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گویا کہ وہ

حِزْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَافَّ تُحَاجَّانِ عَنْ صَاحِبِهِمَا (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب فضل قراءۃ القرآن و سورۃ البقرۃ جزء اوّل ص۲۲۲)

دو بادل ہیں یا دو سیاہ سائبان ہیں بن کے درمیان خوب روشنی ہو رہی ہے یا قطار باندھے ہوئے پرندوں کی دو ٹکریاں ہیں، یہ دونوں سورتیں اپنے اصحاب کے لئے حجت پیش کریں گی (یعنی جو لوگ ان پر عمل کرتے تھے ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کریں گی)۔

نام

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ اس سورت کا نام البقرۃ ہے۔

زمانۂ نزول

حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہؓ فرماتی ہیں:۔

مَا نَزَلَتْ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ وَالنِّسَاءِ اِلَّا وَاَنَا عِنْدَهٗ (صحیح بخاری کتاب التفسیر باب تالیف القرآن جزء ۶، ص۲۲۸)

سورۃ بقرہ اور سورۃ النساء اس زمانہ میں نازل ہوئیں جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی (یعنی وداع ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آ چکی تھی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

ترجمہ بے حد مہربان اور بہت رحم کرنے والے اللہ کے نام کے ساتھ

الٓمّٓ ①

تفسیر

الٓمّٓ میں تین حروف ہیں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهٗ بِهٖ حَسَنَةٌ وَّ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا لَا اَقُوْلُ الٓمّٓ حَرْفٌ وَّ لٰكِنْ اَلِفٌ حَرْفٌ وَّ لَامٌ حَرْفٌ وَّ مِيْمٌ حَرْفٌ ۔ (رواہ الترمذی فی ابواب فضائل القرآن باب ما جاء فی من قرأ حرفا من القرآن ما لہ من الاجر وصححہ جلد۲ صـ۳۰۹)

جو شخص اللہ کی کتاب میں سے ایک حرف پڑھے تو اس کے لئے ایک نیکی (لکھی جاتی) ہے اور ہر نیکی کا اجر اس کا دس گنا ہوتا ہے ۔ میں نہیں کہتا کہ الٓمّٓ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے ۔

بعض سورتوں کے شروع میں اس قسم کے حروف آتے ہیں ، ان حروف کو حروفِ مقطّعات کہتے ہیں ۔ مقطّعات کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ حروف عام عبارت سے قطع کئے ہوئے ہوتے ہیں ۔ ان حروف کی کل تعداد جو مقطعات کے طور پہ استعمال ہوتے ہیں ۱۴ ہے ۔ وہ حروف یہ ہیں :-

ا ، ح ، ر ، س ، ص ، ط ، ع ، ق ، ك ، ل ، م ، ن ، ہ ، ی ۔

ان میں سے بعض حروف ایک ہی مرتبہ آئے ہیں ، بعض حروف ایک مرتبہ سے زیادہ استعمال ہوئے ہیں ۔

حروفِ مقطّعات کے معانی ومقاصد کا علم صرف اللہ علّام الغیوب کو ہے ۔

ان حروف سے ایمان بالرّسول کی جانچ ہوتی ہے ۔ جو شخص ایمان لاتا ہے کہ یہ حروف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں وہی درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہ ایمان لاتا ہے اور جو شخص ان کے معانی ومقاصد کا علم نہ ہونے کی وجہ سے اُن کا انکار کرتا ہے وہ درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرتا ہے ۔ ایمان بالرسول کا تقاضا یہ ہے کہ رسولؐ کی بات ہر حال میں مانی جائے خواہ اس کے معانی ومقاصد سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں ، اگر کوئی شخص معانی ومقاصد سمجھنے کے بعد رسول کی بات

مانے تو پھر اس شخص کے ایمان کو ایمان بالعقل تو کہہ سکتے ہیں، ایمان بالرسول نہیں کہہ سکتے، جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات اس وقت مانے کہ اس کی عقل میں آجائے تو ایسا شخص، یقیناً کافر ہے۔

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۲﴾

ترجمہ (یہ) وہ کتاب ہے جس میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں، یہ متقیوں کے لئے ہدایت ہے ﴿۲﴾

معانی ومصادر (کتاب) کَتَبَ، یَکْتُبُ، کِتَابٌ وکِتْبَۃٌ وکِتَابَۃٌ (ن) لکھنا، حکم دینا، فرض کر دینا۔

کتاب مصدر بھی ہے اور ہر لکھی ہوئی چیز کو بھی کتاب کہتے ہیں۔ اس کے معانی ہیں: مکتوب، صحیفہ، حکم اور فرض۔

(رَیب) رَابَ، یَرِیْبُ، رَیْبٌ (ض) شک میں ڈالنا۔ [رَیْبٌ:۔ شک، شبہ، گمان، حاجت]

(ھُدًی) ھَدٰی، یَھْدِیْ، ھَدْیٌ وھُدًی وھِدْیَۃٌ وھِدَایَۃٌ (ض) راستہ بتانا، راستہ پر چلا کر منزلِ مقصود پر پہنچانا۔

(مُتَّقِیْن) اِتَّقٰی، یَتَّقِیْ، اِتِّقَاءٌ (باب افتعال) ڈرنا، بچنا، متقی ہو جانا۔

تقویٰ، اتقاء سے اسم ہے اور اتقاء سے اسم فاعل مُتَّقِی ہے جس کے معنیٰ ہیں: تقویٰ والا، ڈرنے والا یا ہر اس چیز سے بچنے والا جس سے کسی قسم کا اندیشہ ہو۔ اس کا مادّہ و ق ی ہے۔

تفسیر

آیت مذکورہ کے معنیٰ یہ ہیں کہ "یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں، یہ کتاب متقیوں (ڈرنے والوں) کے لئے ہدایت ہے۔"

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، اللہ ذوالجلال والاکرام کا کلام ہے، اس کے کلامِ الٰہی ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ لَا رَیْبَ فِیْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ (الٓمّٓ السجدۃ - ۲)	اس میں کچھ شک نہیں کہ اس کتاب کا نزول رب العالمین کی طرف سے ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (یونس - ۳۷)

یہ قرآن ایسی چیز نہیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی اس کو بنا سکے بلکہ یہ تو پہلے آنے والی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے، شریعت الہیہ (کے مسائل) کو علیحدہ علیحدہ بیان کرتا ہے، اس کے ربّ العالمین کی طرف سے نازل ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

ہدایت اور متقین

ہدایت کے دو معنیٰ ہیں۔ (۱) راستہ بتانا۔ (۲) راستہ پر چلا کر منزلِ مقصود پر پہنچا دینا، (ہدایت کے ان دو معنوں کی تفصیل کے لئے سورۃ فاتحہ کی آیت ۵ کی تفسیر صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

"هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ" میں ہدایت کے دوسرے معنیٰ مراد ہیں، یعنی یہ کتاب ڈرنے والوں کو سیدھے راستہ پر چلا کر منزلِ مقصود پر پہنچا دیتی ہے۔

سیدھا راستہ بتانے کے لحاظ سے قرآن مجید تمام لوگوں کے لئے ہدایت ہے خواہ وہ ڈرنے والے ہوں یا نہ ڈرنے والے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :-

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ (البقرۃ - ۱۸۵)

رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اُتارا گیا، جو تمام لوگوں کو سیدھا راستہ بتاتا ہے۔

لیکن سیدھے راستہ پر چلا کر منزلِ مقصود تک پہنچانے کے لحاظ سے قرآن مجید صرف ڈرنے والوں کے لئے ہدایت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ○ (آل عمران ۱۳۸)

یہ (قرآن) لوگوں کے لئے بیان ہے (یعنی ہدایت کے راستہ کو واضح کرتا ہے) اور متقیوں کے لئے ہدایت اور نصیحت ہے (یعنی متقی لوگ ہی اس سے ہدایت اور نصیحت حاصل کرتے ہیں)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ○ (الحاقّۃ - ۴۸)

بے شک یہ (قرآن) متقیوں یعنی ڈرنے والوں کے لئے نصیحت ہے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید تمام لوگوں کو صحیح راستہ پر چلا کر منزل مقصود تک کیوں نہیں پہنچاتا، ڈرنے والے تو خود ہی سیدھے راستے پر آجاتے ہیں، ان کو سیدھے راستے پر چلانا ناقابلِ فہم ہے۔ سیدھے راستہ پر تو ان لوگوں کو چلانا چاہیئے جو سیدھے راستہ پر نہیں ہیں۔

اس کا صاف اور سیدھا جواب یہ ہے کہ ڈر کے بغیر کسی خطرہ سے بچنا تقریباً ناممکن ہے، اس کو مندرجہ ذیل مثالوں سے سمجھیئے۔

پہلی مثال

فرض کیجئے ایک مسافر سفر کر رہا ہے اس کے لئے منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے دو راستے ہیں۔ ایک راستہ بے خطر اور دوسرا پُر خطر ہے۔ بے خطر راستہ سلامتی کا راستہ ہے۔ اس راستہ پر کسی شیر وغیرہ کا کوئی خطرہ نہیں، برخلاف اس کے پُر خطر راستہ پر شیر بیٹھا ہوا ہے یا اس کے بیٹھا ہوا ہونے کا احتمال ہے تو اگر وہ مسافر ذی عقل ہے اور وہ شیر سے ڈرتا ہے تو کبھی اس راستہ سے نہیں جائے گا جس پر شیر بیٹھا ہوا ہے یا شیر کے بیٹھا ہوا ہونے کا احتمال ہے یعنی شیر کا اُس راستہ پر ہونا یقینی ہو یا مشکوک ہر حالت میں شیر سے ڈرنے والا اس راستہ کو اختیار نہیں کرے گا، اس راستہ سے بچکر وہ سلامتی کا راستہ اختیار کرے گا خواہ وہ راستہ دشوار گذار ہی کیوں نہ ہو اور اگر وہ شخص شیر سے نہیں ڈرتا تو وہ پُر خطر راستے پر چلا جائے گا اور شیر کا نوالہ بن جائے گا۔ بالکل اسی طرح جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے وہ کبھی اس راستہ کو اختیار نہیں کرے گا جس پر چل کر وہ غضب الٰہی میں گرفتار ہو کر ہلاک ہو جائے اور پھر سخت ترین عذاب میں مبتلا ہو جائے، بلکہ وہ تو ایسا راستہ بھی اختیار نہیں کرے گا جس پر چل کر اللہ تعالیٰ کی خفگی کا احتمال ہو، یعنی وہ ایسا کوئی کام نہیں کرے گا جس کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ناراض ہونا یقینی ہو یا اللہ تبارک وتعالیٰ کے ناراض ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ ڈرنے والا وہی کہلائے گا جو صرف ان چیزوں ہی کو نہ چھوڑے جن کا حرام ہونا یقینی ہے بلکہ ان چیزوں کو بھی چھوڑ دے جن کا حرام ہونا یقینی نہیں مشکوک ہو اور اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہی نہیں تو وہ ایسے کام کر بیٹھے گا جن کا نتیجہ سوائے عذابِ الٰہی کے اور کچھ نہیں۔

دوسری مثال

اگر کوئی شخص زہر کی تاثیر سے نہ ڈرے تو یقیناً وہ زہر کھا کر اپنے آپ کو ہلاک کر لے گا لیکن جو شخص زہر کی تاثیر سے ڈرتا ہے وہ زہر کبھی نہیں کھائے گا بلکہ اگر اس کے ہاتھ میں دو پڑیاں ہوں، ایک شکر کی اور ایک زہر کی اور اُسے یہ نہ معلوم ہو کہ شکر کی پُڑیا کون سی ہے تو وہ دونوں پُڑیاں پھینک دے گا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس نے شکر کی پُڑیا کیوں پھینکی؟ کیا محض اس لئے نہیں کہ

کسی خاص پڑیا کا شکر کی پڑیا ہونے کا یقین نہیں، اس کے زہر ہونے کا شبہ ہے، وہ ایک بے خطر پڑیا کو بھی پُرخطر ہونے کے شک میں پھینک دیتا ہے، یہ درحقیقت اس کے زہر سے ڈرنے کا تقاضا ہے اور یہ ڈر اس کو ہلاکت سے بچا لیتا ہے۔

بالکل اسی طرح جو شخص صحیح معنوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے ڈرتا ہے وہ ایسا کام ہرگز نہیں کرے گا جس سے اللہ تعالیٰ کے ناراض ہونے کا یقین ہے بلکہ وہ تو ایسا کام بھی نہیں کرے گا جس کے کرنے کی وجہ سے اُسے شک ہو کہ کہیں اللہ عزّوجلّ ناراض نہ ہو جائے۔ جس طرح شکر کی پڑیا کا زہر ہونا یقینی نہیں، محض شک ہے پھر بھی وہ شخص شکر کی پڑیا کو پھینک دیتا ہے اور زہر کے شبہ میں زہر سے ڈر کر اپنے آپ کو ہلاکت سے بچا لیتا ہے، بالکل اسی طرح صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا کبھی ایسا کام نہیں کریگا جس کے حرام ہونے کا یقین نہ ہو صرف شک ہو۔

مندرجہ بالا مثالوں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے ڈرنے والا یعنی متقی وہ شخص ہے جو نہ صرف حرام چیزوں کو چھوڑ دے بلکہ ان چیزوں کو بھی چھوڑ دے جن کا حرام ہونا یقینی نہیں، مشکوک ہو اور جب تک کوئی شخص شک و شبہ والی چیزوں کو نہیں چھوڑتا متقی نہیں کہلا سکتا اور نہ وہ اپنے دین کو محفوظ رکھ کر نجات حاصل کر سکتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَّالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَّبَيْنَهُمَا مُشَبَّهَاتٌ لَّا يَعْلَمُهَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الْمُشَبَّهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهٖ وَعِرْضِهٖ وَمَنْ وَّقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ كَرَاعٍ يَّرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ اَنْ يُّوَاقِعَهٗ اَلَا وَاِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى اَلَا اِنَّ حِمَى اللّٰهِ فِيْ اَرْضِهٖ مَحَارِمُهٗ (صحیح بخاری کتاب الایمان باب فضل مَن استبرأ لدينه جزء اوّل صفحہ ۲، وصحیح مسلم کتاب البیوع باب اخذ الحلال و ترك الشبهات جزء اول صفحہ ۶۹۷)

حلال ظاہر ہے، حرام ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان شبہ والی چیزیں ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے، تو جس نے اپنے آپ کو شبہ والی چیزوں سے بچا لیا اُس نے اپنے دین اور اپنی آبرو کو بچا لیا اور جو مشکوک چیزوں میں جا پڑا وہ اس چرواہے کی مثل ہے جو (شاہی) چراگاہ کے گرد (اپنے مویشی کو) چرائے تو وہ عنقریب (شاہی چراگاہ میں) اپنے مویشی کو داخل کردے گا۔ خبردار ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہوتی ہے اور اللہ کی چراگاہ اس کی زمین میں اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔

مندرجہ بالا حدیث سے ثابت ہوا کہ جو شخص مشکوک چیزوں سے نہیں بچتا وہ اپنے دین کو محفوظ نہیں رکھ سکتا۔

قرآن مجید ڈرنے والوں کو راہ راست پر چلا کر منزلِ مقصود پر پہنچا دیتا ہے اور جو لوگ ڈرتے نہیں پہلے انہیں ڈراتا ہے، اُن میں ڈر پیدا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ۝ (الاحقاف - ۱۲)

یہ کتاب (اگلی کتابوں کی) تصدیق کرتی ہے (اور عربی زبان (میں نازل ہوئی ہے) تاکہ ظلم (اور زیادتی) کرنیوالوں کو ڈرائے اور نیکی کرنیوالوں کو خوشخبری سنائے۔

الغرض جو لوگ اللہ عزّوجلّ سے نہیں ڈرتے ان کے لئے یہ کتاب دو کام انجام دیتی ہے۔

(۱) ان کو ڈراتی ہے اور

(۲) سیدھا راستہ بتاتی ہے۔

پھر جب لوگ ڈرنے لگتے ہیں تو انہیں سیدھے راستہ پہ چلا کر منزلِ مقصود تک پہنچا دیتی ہے، گویا اس کتاب کا نزول، بدکار ہو یا نیکوکار، ہر ایک کے لئے مفید ہے۔

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ
الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۳
وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ
مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ
هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۴

ترجمہ

جو غیب پر ایمان لاتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور ہمارے دئے ہوئے (مال) میں سے خرچ کرتے ہیں ③ اور جو اس چیز پر ایمان لاتے ہیں جو آپ پر نازل ہوئی اور (اس چیز پر بھی ایمان لاتے ہیں) جو آپ سے پہلے نازل ہوئی اور جو آخرت پر ایمان لاتے ہیں ④

معانی ومصادر

(یُؤْمِنُوْنَ) اٰمَنَ یُؤْمِنُ اِیْمَانٌ (باب افعال) یقین کرنا، تصدیق کرنا، ایمان لانا، امن دینا۔

(غَیْب) غَابَ، یَغِیْبُ، غَیْبٌ و غِیَابٌ و غُیُوْبٌ و مَغِیْبٌ و غَیْبَۃٌ (ض) غائب ہونا، پوشیدہ ہونا، حاضر نہ ہونا۔

غَیْبٌ = پوشیدہ چیز، جمع غِیَابٌ و غُیُوْبٌ۔

(یُقِیْمُوْنَ) اَقَامَ یُقِیْمُ اِقَامَۃٌ (باب افعال) کھڑا کرنا، سیدھا کر دینا، ہمیشہ کرنا، قائم کرنا، پورا کرنا: اس کا مادہ ق، و، م ہے۔

(رَزَقْنَا) رَزَقَ، یَرْزُقُ، رُزْقٌ (ن) دینا، رزق پہنچانا

(یُنفِقُونَ) اَنفَقَ، یُنفِقُ، اِنفَاقٌ (باب افعال) خرچ کرنا۔
(اُنزِلَ) اَنزَلَ، یُنزِلُ، اِنزَالٌ (باب افعال) اتارنا، مہمانی کرنا۔
اٰخِرَۃ۔ آخر کا مؤنث، سب سے آخر میں آنے والی، ہمیشہ رہنے والا گھر۔
(یُوقِنُونَ) اَیقَنَ، یُوقِنُ، اِیقَانٌ (باب افعال) یقین کرنا، جان لینا اور تحقیق کرنا۔ اس کا مادّہ ی، ق، ن ہے۔

تفسیر

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کی کچھ نشانیاں اور کچھ صفات ہوتی ہیں، ان نشانیوں اور صفات سے وہ پہچانے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ڈرنے والوں کی بنیادی علامات اور ڈر سے پیدا ہونے والی بنیادی صفات کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ڈرنے والے وہ لوگ ہوتے ہیں جو:

(۱) غیب پر ایمان لاتے ہیں۔
(۲) نماز قائم کرتے ہیں۔
(۳) اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے مال میں سے خرچ کرتے ہیں۔
(۴) اس چیز پہ ایمان لاتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہ نازل ہوئی۔
(۵) اُس چیز پہ ایمان لاتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نازل ہوئی اور
(۶) آخرت پہ یقین رکھتے ہیں۔

ایمان بالغیب

ایمان بالغیب سے مراد یہ ہے کہ ایسی چیزوں پہ ایمان لائے جو پوشیدہ ہوں، جن کو نہ کبھی دیکھا ہو اور نہ کبھی دنیا میں دیکھنے کا امکان ہو۔

ایمان بالغیب گویا ایمان بالرسول کی اہم علامت ہے، جو شخص رسول کی بتائی ہوئی باتوں پہ ایمان نہ لائے وہ دراصل رسولؑ کی رسالت کا منکر ہے، اس کے کفر میں کوئی شبہ نہیں۔ دیکھنے کے بعد ایمان لانا تو ایمان بالمشاہدہ ہے، نہ یہ ایمان بالغیب ہے اور نہ ایمان بالرّسول۔ ہم نے نہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا، نہ جنّت اور اس کی نعمتوں کو دیکھا، نہ دوزخ اور اس کے عذابات کا مشاہدہ کیا اور نہ ہم نے فرشتوں کو دیکھا تاہم ان تمام چیزوں پہ ہم بغیر دیکھے ایمان لائے اور بغیر دیکھے ایمان لانا ہی ضروری ہے، اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَیَبْلُوَنَّکُمُ اللّٰہُ بِشَیْءٍ — اے ایمان والو، اللہ ایک شکار کے ذریعہ جس

مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○
(المآئدة - ۹۴)

کو تم اپنے ہاتھوں اور نیزوں سے حاصل کروگے ضرور تمہاری آزمائش کرے گا تاکہ اللہ تعالیٰ (تمہارے عمل سے) یہ معلوم کرلے کہ کون اللہ سے بغیر دیکھے ڈرتا ہے، پھر اس کے بعد جس نے زیادتی کی تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے (یعنی جس نے حالتِ احرام میں خشکی کا شکار کیا وہ دردناک عذاب کا مستحق ہوگا)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خوف بالغیب پر زور دیا ہے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ○ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ○ (الانبيآء - ۴۸ و ۴۹)

ہم نے یقیناً موسیٰ اور ہارون کو حق و باطل میں تمیز کرنے والی اور متقین کے لئے روشنی اور نصیحت (والی کتاب) عطا کی تھی یعنی ان لوگوں کے لئے جو اپنے ربّ سے بغیر دیکھے ڈرتے ہیں اور جنہیں (آفت کی) گھڑی کا خوف دامنگیر رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ (فاطر - ۱۸)

(اے رسول) آپ تو انہی لوگوں کو ڈرا سکتے ہیں جو بغیر دیکھے اپنے ربّ سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ ○
(یٰس - ۱۱)

(اے رسول) آپ تو اُسی شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت کی پیروی کرے اور رحمٰن سے غائبانہ ڈرے، ایسے شخص کو آپ مغفرت اور عزت والے اجر کی کی خوشخبری سنا دیجئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ○
(الحديد - ۲۵)

اور ہم نے لوہا نازل کیا جس میں زبردست قوّت ہے اور لوگوں کے لئے (بہت سے) فائدے ہیں اور یہ (اس لئے) کہ اللہ معلوم کرے کون بغیر دیکھے اس (کے دین) کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔

(یعنی اللہ کے راستہ میں کون لوہے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جنگ کرتا ہے اور کون نہیں کرتا) بے شک اللہ قوی اور غالب ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا ○ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ○

(مریم ۔ ۶۰ و ۶۱)

مگر جو توبہ کرے، ایمان لے آئے اور عمل صالح کرے تو (ایسے) لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر کوئی ظلم نہیں ہوگا (یعنی) وہ ایسے باغوں میں داخل ہوں گے جو دائمی ہیں جن کا رحمٰن نے اپنے بندوں سے ایسی حالت میں کہ انہوں نے ان باغوں کو دیکھا نہیں ہے وعدہ کیا ہے، بے شک اس کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔

مندرجہ بالا آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے بغیر دیکھے ایمان لانے اور بغیر دیکھے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے پر زور دیا ہے۔

دنیا میں بھی بہت سی چیزوں پر بغیر دیکھے یقین کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً

(۱) ایسے شہروں کے وجود پر ہم یقین رکھتے ہیں جن کو ہم نے دیکھا نہیں، دیکھنے والوں نے ہمیں بتایا اور ہم نے مان لیا، عدالتوں میں شہادت کو مان لینا بھی اسی ضمن میں آتا ہے۔

(۲) بعض ایسی چیزوں پر بھی ہم یقین کرتے ہیں جن کے بتانے والوں نے خود بھی ان چیزوں کو نہیں دیکھا، مثلاً ایٹم جس کو آج تک کسی نے نہیں دیکھا، پھر بھی ہم اس کے وجود پر یقین رکھتے ہیں۔

جب لوگوں کے بتانے سے ہم ایسی چیزوں کے وجود پر یقین کر لیتے ہیں جو خود بتانے والے نے نہیں دیکھیں تو پھر ایسے رسولؐ کی باتوں پر ہم ایمان بالغیب کیسے نہ لائیں جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حقیقی و یقینی علم عطاء ہوا ہو، جو بہت سی چیزوں کو بچشم خود دیکھ بھی چکا ہو۔ رسول پر ایمان لانا پورے دین کی بنیاد ہے، رسول پر ایمان لاتے ہی پھر اس کی تمام باتوں پر ایمان لانا پڑتا ہے، رسول پر ایمان لانا اس بات کا متقاضی ہوتا ہے کہ اس کی ہر بات پر ایمان لایا جائے، اس کو صحیح سمجھا جائے اور اس کی کسی بات کو غلط نہ سمجھا جائے۔ اگر رسول پر ایمان لانے کے باوجود کسی ایک بات میں بھی اس کی تکذیب کریں تو یہ ایمان نہیں کفر صریح ہے، ایسے آدمی کا ایمان بالرّسول کا دعویٰ صحیح نہیں بلکہ باطل ہے، فریب ہے۔

نماز قائم کرنا

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کی دوسری نشانی نماز قائم کرنا ہے۔ نماز قائم کر

سے مراد یہ ہے کہ نماز کو دائمی طور پر ادا کرتا رہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ○ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ○ وَاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ○ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ○ (المعارج ۔ ۱۹ تا ۲۳)

بے شک انسان بہت کم حوصلہ پیدا کیا گیا ہے۔ جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو فوراً گھبرا جاتا ہے۔ اور جب اُسے کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو بخیل بن جاتا ہے، مگر ہاں نمازی ایسے نہیں ہوتے یعنی وہ لوگ جو ہمیشہ بلاناغہ نماز ادا کرتے رہتے ہیں۔

آگے فرمایا:۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ○ (المعارج ۔ ۳۴)

(نمازی وہ ہیں) جو ہر نماز کی یکے بعد دیگرے حفاظت کرتے ہیں۔

آیات مندرجہ بالا سے ثابت ہوا کہ نمازی وہ ہے جو ہمیشہ بلاناغہ نماز ادا کرے۔ جو شخص بلاناغہ نماز ادا نہیں کرتا وہ نمازی شمار نہیں ہوتا۔

نماز اور نماز کے اوقات و ارکان سے غفلت برتنے والا بھی نمازی نہیں کہا جا سکتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ○ (ارءیت الذی ۔ ۴ و ۵)

ایسے نمازیوں کی خرابی ہے جو اپنی نماز سے غافل رہتے ہیں۔

نماز کو پابندی سے ادا کرنا ایمان کی نشانی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ○ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ○ (المؤمنون ۔ ۱ و ۲ و ۹)

مؤمنین یقیناً فلاح پائیں گے (یعنی وہ لوگ) جو اپنی نمازوں میں عاجزی کرتے ہیں ۔۔۔۔۔۔۔ ۔۔۔۔۔ اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں (یعنی ایک نماز کے بعد دوسری نماز کو پابندی سے ادا کرتے ہیں۔)

نماز کو پابندی کے ساتھ ادا کرنے کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار تاکید کی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ (البقرۃ ۔ ۲۳۸)

نمازوں کی محافظت کرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ

(البقرۃ ۔ ۴۳ و ۱۱۰ ۔ النور ۔ ۵۶ ۔ یٰاَیُّہا المزمل ۲۰)

نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔

اللہ تعالیٰ نے نماز کو اتنی اہمیت دی ہے کہ اگر لوگ نماز قائم نہ کریں تو ایمان لانے کے باوجود ان سے جنگ جاری رہے گی، وہ دینی بھائی تصوّر نہیں کئے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَإِنْ تَابُوْا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (التوبة - ۵)

اگر مشرکین توبہ کرلیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو پھر ان کا راستہ چھوڑ دو (یعنی جنگ بند کردو) بے شک اللہ غفور اور رحیم ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَإِنْ تَابُوْا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ (التوبة -۱۱)

پھر اگر مشرکین توبہ کرلیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ جو شخص نماز نہیں پڑھتا اس کا ایمان قابلِ قبول نہیں ہوگا، نہ اُس سے جنگ بند کی جائے گی اور نہ وہ دینی بھائی کہلائے گا۔ یہی مضمون ایک حدیث میں بھی آیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ فَإِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ۔ (صحیح بخاری کتاب الایمان باب فَإِنْ تَابُوْا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ .... جزء ۱ ص۱۳، وصحیح مسلم کتاب الایمان، باب الامر بقتال الناس حتی یقولوا لا الٰہ الا اللہ - جزء اوّل ص۳۰)

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جنگ کروں جب تک وہ اس بات کی گواہی نہ دیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی اِلٰہ نہیں اور یہ کہ بیشک محمد اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، پھر جب وہ ایسا کریں تو انہوں نے مجھ سے اپنے خون اور اپنے اموال کو بچا لیا سوائے اسلام کے حق کے (یعنی اسلام کا حق ان سے ضرور وصول کیا جائے گا) اور ان کا حساب اللہ کے ذمّہ ہوگا۔

خلیفہ یا امیر کے تمام گناہوں کو نظر انداز کیا جاتا ہے لیکن جب وہ نماز چھوڑ دے تو پھر اس سے بھی جنگ کرکے اُسے ہٹا دینے کا حکم ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

شِرَارُ أَئِمَّتِكُمُ الَّذِيْنَ تُبْغِضُوْنَهُمْ وَيُبْغِضُوْنَكُمْ وَتَلْعَنُوْنَهُمْ وَيَلْعَنُوْنَكُمْ۔

تمہارے بدترین حکمران وہ ہیں جن سے تم بغض رکھو اور وہ تم سے بغض رکھیں، تم ان پر لعنت کرو اور وہ

تم پر لعنت کریں۔

صحابہؓ نے عرض کیا:۔

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا نُنَابِذُهُمْ بِالسَّيْفِ عِنْدَ ذٰلِكَ ؟

اے اللہ کے رسولؐ، کیا ایسی حالت میں ہم انہیں تلوار سے نہ ہٹا دیں ؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لَا مَا اَقَامُوْا فِيْكُمُ الصَّلٰوةَ، لَا مَا اَقَامُوْا فِيْكُمُ الصَّلٰوةَ (صحیح مسلم کتاب الامارة باب خيار الائمة وشرارهم جزء ۲، ص۱۳۸)

نہیں، جب تک وہ تمہارے درمیان نماز کو قائم رکھیں، نہیں، جب تک وہ تمہارے درمیان نماز کو قائم رکھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِنَّهٗ يُسْتَعْمَلُ عَلَيْكُمْ اُمَرَآءُ فَتَعْرِفُوْنَ وَ تُنْكِرُوْنَ فَمَنْ كَرِهَ فَقَدْ بَرِئَ وَمَنْ اَنْكَرَ فَقَدْ سَلِمَ وَ لٰكِنْ مَّنْ رَضِيَ وَتَابَعَ۔

تم پر ایسے امیر مقرر کئے جائیں گے جن کی بعض باتیں تمہیں اچھی معلوم ہوں گی اور بعض باتیں بری معلوم ہوں گی تو جس شخص نے ان کی بُری باتوں سے کراہت کی وہ بری ہو گیا اور جس شخص نے انکار کیا وہ سلامت رہا لیکن جو شخص ان سے راضی ہوا اور ان کی پیروی کی (وہ گمراہ ہو گیا)۔

صحابہ نے عرض کیا:۔

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا نُقَاتِلُهُمْ ؟

اے اللہ کے رسولؐ، کیا ہم ان سے جنگ نہ کریں ؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لَا مَا صَلَّوْا۔

(صحیح مسلم کتاب الامارة باب وجوب الانکار علی الامراء فیما یخالف الشرع۔ جزء ۲، ص۱۳۷)

نہیں، جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں۔

ترکِ نماز کفر ہے

نماز اسلام کی اصل اور جڑ ہے، اس کا ترک کفر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ (صحیح مسلم کتاب الایمان

بے شک (مؤمن) آدمی اور شرک و کفر کے درمیان ترکِ نماز کا فرق ہے۔

باب بیان اطلاق اسم الکفر علی من ترک الصّلوٰۃ جزء اول ص۴۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

اَلْعَهْدُ الَّذِیْ بَیْنَنَا وَبَیْنَهُمُ الصَّلٰوۃُ فَمَنْ تَرَکَهَا فَقَدْ کَفَرَ۔ (ترمذی کتاب الایمان باب ماجاء فی ترک الصلوٰۃ وسندہٗ صحیح ۔ جلد ۲ ص۲۳۱)

ہمارے اور ان کفار کے درمیان نماز کا عہد ہے لہٰذا جس شخص نے نماز چھوڑ دی اس نے کفر کیا۔

نماز دین کا ستون ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

رَأْسُ الْاَمْرِ الْاِسْلَامُ وَعَمُوْدُهُ الصَّلٰوۃُ (ترمذی کتاب الایمان باب ماجاء فی حرمۃ الصلوٰۃ وسندہ صحیح ۔ جلد۲ ص۲۳۰)

امر (دین) کا سر اسلام ہے اور اس کا ستون نماز ہے ۔

اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرنا

متقی لوگوں کی تیسری نشانی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال میں سے اللہ تعالیٰ کے نام پر، اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرتے رہتے ہیں۔

انسان مال و دولت کمانے کی کوشش کرتا ہے لیکن اس کی کوشش کا بارآور اور نتیجہ خیز ہونا اللہ تبارک و تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہوتا ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو انسان کو اس کی کوشش کے نتیجہ میں مال و دولت مل جائے اور اگر اللہ عزوجل نہ چاہے تو ساری کوششیں اور محنت ضائع ہو جائے اور اُسے کچھ نہ ملے ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَیْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَیْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَیْنَهُمَا زَرْعًا ۝ (الکہف ۔۳۲)

(اے رسول) آپ ان سے دو شخصوں کی مثال بیان فرمائیے جن میں سے ایک کو ہم نے انگور کے دو باغ عطاء کئے تھے اور ان کے چاروں طرف کھجور کے درخت لگا دئے تھے اور ان باغوں کے درمیان ہم نے کھیتی پیدا کر دی تھی ۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے باغات کا دینا، کھجور کے درخت لگانا اور کھیتی کا پیدا کرنا ان تمام کاموں کو اپنی طرف منسوب کیا اگرچہ کوشش اور محنت اس شخص نے ہی کی ہوگی جو ان باغات کا مالک تھا، اس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کوشش کا ثمرہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتا ہے ، لہٰذا وہی حقیقت میں دینے والا ہے ۔ اسی طرح کوشش کو ضائع کر دینے والا بھی وہی ہے بلکہ کوشش کو بارآور کرکے کوشش کے ثمرات

کو ضائع کردینا بھی اُسی کے ہاتھ میں ہے۔
باغوں کے مالک نے کہا تھا:۔

مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا ۝ (الکہف - ۳۵)
میں نہیں سمجھتا کہ یہ باغ وغیرہ کبھی تباہ ہوں گے۔

اس کے ساتھی نے کہا تمہیں اس طرح کہنا چاہیئے تھا:۔

مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ (الکہف - ۳۹)
جو اللہ چاہے (وہی ہوتا ہے، وہی ملتا ہے) کسی میں قوت نہیں مگر اللہ کی توفیق سے۔

لیکن اس نے اس مال کے حصول کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کیا، مال پر بھروسہ کیا، مادہ پرستی میں گرفتار ہو گیا اور اس ناشکری کی سزا میں اپنے مال و دولت سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ۝ (الکہف - ۴۲)
اس کے پھل کو عذاب نے آگھیرا اور وہ (باغ) اپنی چھتریوں پر گر پڑا تو وہ شخص اس مال پر جو اس نے اس میں خرچ کیا تھا کفِ افسوس ملنے لگا اور کہنے لگا اے کاش میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہوتا۔

قارون کے قصے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓءُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ۔ (القصص - ۷۶)
ہم نے اس کو اتنے خزانے دئے تھے کہ ان کی کنجیاں ایک طاقتور جماعت کو اٹھانی مشکل ہوتی تھیں۔

اس آیت میں بھی خزانوں کے دینے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا لیکن قارون نے ناشکری کی اور ان خزانوں کو اپنی محنت اور علم اور فن کا نتیجہ سمجھا۔ اس نے کہا:۔

اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ (القصص - ۷۸)
یہ مال تو مجھے میرے علم کی وجہ سے ملا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آنِ واحد میں اس کی تمام کوششوں اور علم و فن کی کاوشوں کے نتیجہ کو نیست و نابود کر دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ (القصص - ۸۱)
ہم نے قارون کو مع اس کے گھر کے زمین میں دھسا دیا۔

الغرض مال و دولت اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور پھر وہ یہ مطالبہ کرتا ہے کہ میرے دئے ہوئے مال میں سے خرچ کرو۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس بات پر بہت زور دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً

(الرعد-۲۲)

(عقلمند وہ لوگ ہیں) جو اپنے رب کی رضا حاصل کرنے کے لئے صبر و استقامت کا دامن نہیں چھوڑتے، نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ طور پر بھی اور علانیہ طور پر بھی خرچ کرتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ○ (الحدید-۷)

(اے لوگو) اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس مال میں سے خرچ کرو جس مال میں اس نے تمہیں خلیفہ بنایا ہے، جو لوگ تم میں سے ایمان لے آئیں گے اور (اللہ کے راستہ میں) خرچ کریں گے ان کے لئے بڑا اجر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

(الحدید-۱۰)

تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اللہ کے راستہ میں خرچ نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ○

(ابراہیم-۳۱)

(اے رسول) میرے ان بندوں سے جو ایمان لے آئے ہیں کہدیجئے کہ نماز قائم کریں اور جو مال ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ طور پر اور علانیہ طور پر خرچ کرتے رہیں قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس دن نہ خرید و فروخت ہوگی اور نہ دوستی کام آئے گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ ○

(البقرۃ - ۲۵۴)

اے ایمان والو، ہمارے دئے ہوئے مال میں سے خرچ کرتے رہو قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس دن نہ خرید و فروخت ہوگی، نہ دوستی کام آئے گی۔ اور نہ کوئی شفاعت کر سکے گا، اور کافر ہی (در حقیقت) ظالم ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ○

(البقرۃ - ۲۷۴)

جو لوگ رات اور دن خفیہ اور علانیہ خرچ کرتے رہتے ہیں ان کا اجر ان کے رب کے پاس (محفوظ) ہے، انہیں (قیامت کے دن) نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ○ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ○ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ○

(الانفال - ۲ تا ۴)

مؤمن تو وہ لوگ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل دہل جاتے ہیں اور جب ان کے سامنے اللہ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور جو لوگ اپنے ربّ پر توکّل کرتے ہیں (اور وہ لوگ) جو نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں، یہی لوگ سچے مؤمن ہیں، ان کے لئے ان کے ربّ کے پاس درجات، مغفرت اور عزّت والا رزق ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ ○ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَالصَّابِرِينَ عَلَىٰ مَا أَصَابَهُمْ وَالْمُقِيمِي الصَّلَاةِ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ○

(الحج - ۳۴ و ۳۵)

(اے رسول) عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجئے (یعنی) ان لوگوں کو (جن کے سامنے) اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل دہل جاتے ہیں، جو مصیبت پر صبر کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝

(الٓمّٓ تنزیل السجدۃ - ۱۵و۱۶)

ہماری آیتوں پر تو وہ لوگ ایمان لاتے ہیں جن کو جب کبھی ہماری آیات کے ذریعہ نصیحت کی جاتی ہے تو سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی تعریف کے ساتھ تسبیح پڑھتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے، ان کے پہلو بچھونوں سے علیحدہ رہتے ہیں، وہ اپنے رب کو خوف اور امید کے ساتھ پکارتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝

(الشوریٰ - ۳۶ تا ۳۸)

جو مال تمہیں دیا گیا ہے وہ دنیا کی زندگی کا عارضی فائدہ ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہتر ہے اور باقی رہنے والا ہے اُن لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں، اپنے ربّ پر بھروسہ کرتے ہیں، بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں، جب غصّہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں، اپنے ربّ کے احکام قبول کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، اپنے کام مشورہ سے کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (البقرۃ - ۱۹۵)

اللہ کے راستے میں خرچ کرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ

(البقرۃ ۲۵۴)

جو کچھ ہم نے دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ

(التغابن - ۱۶)

(اللہ کے راستہ میں) خرچ کرتے رہو، یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔

احادیث میں بھی اس چیز پر بہت زور دیا گیا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت اسماءؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

اَنْفِقِیْ وَلَا تُحْصِیْ فَیُحْصِیَ اللّٰہُ عَلَیْكِ وَلَا تُوْعِیْ فَیُوْعِیَ اللّٰہُ عَلَیْكِ (صحیح بخاری کتاب الھبۃ باب ھبۃ المرأۃ لغیر زوجھا جزء ۳ صفحہ ۲۰ و صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب الحث علی الانفاق جزء ۱ صفحہ ۴۱۱)

خرچ کرتی رہو، گن گن کر نہ دو ورنہ اللہ بھی گن گن کر دے گا۔ ہاتھ نہ روکو ورنہ اللہ بھی تم سے ہاتھ روک لے گا۔

اللہ کے راستے میں خرچ کرنا ایسی چیز ہے کہ اس پر رشک کرنا چاہیئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

لَاحَسَدَ اِلَّا فِی اثْنَتَیْنِ رَجُلٍ اٰتَاہُ اللّٰہُ مَالًا فَسُلِّطَ عَلٰی ھَلَکَتِہٖ فِی الْحَقِّ وَرَجُلٍ اٰتَاہُ اللّٰہُ الْحِکْمَۃَ فَھُوَ یَقْضِیْ بِھَا وَیُعَلِّمُھَا (صحیح بخاری کتاب العلم باب الاغتباط فی العلم والحکمۃ عن عبد اللہ بن مسعودؓ جزء ۱ صفحہ ۲۸، و صحیح مسلم عن ابن مسعودؓ کتاب الصلوٰۃ باب فضل من یقوم بالقراٰن، جزء اول صفحہ ۳۲۵)

دو آدمیوں کے علاوہ کسی پر رشک نہیں کرنا چاہیئے، ایک تو وہ جس کو اللہ نے مال دیا اور پھر اسے حق (کے کام) میں خرچ کرنے کی توفیق بخشی اور ایک وہ آدمی جس کو اللہ نے حکمت دی، پھر وہ اس حکمت کے ذریعہ فیصلہ کرتا ہے اور اس کی تعلیم دیتا ہے۔

مال کے سلسلہ میں یہی مضمون حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی روایت کردہ احادیث میں بھی ہے (صحیح بخاری کتاب التفسیر باب اغتباط صاحب القراٰن جزء ۶ صفحہ ۲۳۶) صحیح مسلم میں صرف حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی روایت ہے۔ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب فضل من یقوم بالقرآن جزء اول صفحہ ۳۲۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

یَا ابْنَ اٰدَمَ اَنْفِقْ اُنْفِقْ عَلَیْكَ (صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب الحث علی النفقۃ جزء اول صفحہ ۳۹۹)

اے ابن آدم خرچ کر، میں تجھ پر خرچ کروں گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

نِعْمَ صَاحِبُ الْمُسْلِمِ لِمَنْ اَخَذَہٗ بِحَقِّہٖ فَجَعَلَہٗ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالْیَتَامٰی وَالْمَسَاکِیْنِ (صحیح ... کتاب ... فضل النفقۃ

اس مسلم کا مال کتنا اچھا ہے جس نے اس مال کو اس کے حق کے ساتھ حاصل کیا، پھر اس کو اللہ کے راستے میں اور یتیموں اور مسکینوں پر

فی سبیل اللہ، جز ۴ ص ۳۲) خرچ کیا۔

الغرض اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کی بڑی تاکید کی گئی ہے، اس کو متقین کی ایک صفت بتایا گیا ہے آیت زیر تفسیر کے علاوہ ایک اور آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے میں خرچ کرنے کو متقین کی صفت بتایا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَسَارِعُوٓا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّۃٍ عَرْضُھَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ ○ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ○

(آل عمران - ۱۳۳ و ۱۳۴)

اپنے ربّ کی مغفرت اور جنّت کی طرف جلدی کرو، وہ جنت جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے اور جو متقین کے لئے تیار کی گئی ہے یعنی ان لوگوں کے لئے جو خوشحالی اور تنگ حالی میں خرچ کرتے ہیں، جو غصّہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں، اور (اچھی طرح سمجھ لو کہ) اللہ نیکی کرنے والوں سے محبّت کرتا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ متّقی صرف خوشحالی اور فارغ البالی میں ہی خرچ نہیں کرتے بلکہ تنگدستی اور بدحالی میں بھی خرچ کرتے ہیں، متّقی کی یہ شان نہیں کہ صرف خوشحالی میں خرچ کرے بلکہ متّقی کو تنگ حالی میں بھی خرچ کرنا چاہیئے اور جب تک کوئی شخص تنگ حالی میں خرچ نہیں کرتا وہ صحیح معنوں میں متقی نہیں بن سکتا اور جب تک کوئی شخص متقی نہ بنے گا اُس کا صحیح راستہ پر چل کر منزلِ مقصود تک پہنچنا مشکل ہوگا۔

کتب الٰہیہ پر ایمان

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے متقین کی چوتھی صفت یہ بتائی کہ وہ اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی ہے اور پانچویں صفت یہ بتائی کہ وہ ان تمام کتابوں پر بھی ایمان لاتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نازل کی گئیں، گویا قرآن مجید سے پہلے نازل ہونے والی تمام کتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے جو شخص پہلی کتابوں پر ایمان لاتا ہے لیکن قرآن مجید پر ایمان نہیں لاتا وہ متقی نہیں بن سکتا یعنی وہ راہ ہدایت پر چل کر منزلِ مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس کا دعویٰ ایمان صحیح نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّھُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّھِمْ کَفَّرَ عَنْھُمْ سَیِّاٰتِھِمْ وَاَصْلَحَ بَالَھُمْ ○

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور اس کتاب پر ایمان لائے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل کی گئی ہے اور وہ ان کے ربّ

(محمد - ۲) کی طرف سے حق ہے، اللہ ان سے ان کے گناہوں کو دور کر دے گا اور ان کی حالت کی اصلاح فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ○ (البقرة - ۱۳۶)

اے ایمان والو، کہدو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس کتاب پر جو ہماری طرف نازل ہوئی اور ان کتابوں پر جو ابراہیم، اسمٰعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل ہوئیں اور ان کتابوں پر بھی ایمان لائے جو موسیٰ، عیسیٰ اور تمام نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے عطا کی گئیں، ہم ان نبیوں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے (سب پر ایمان لاتے ہیں) اور ہم (سب) اللہ کے مسلم ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمین قرآن مجید اور دوسری تمام کتابوں پر ایمان لاتے ہیں۔ جو شخص قرآن مجید پر ایمان نہ لائے وہ مسلم نہیں ہو سکتا اور نہ ہدایت پا سکتا ہے۔

مندرجہ بالا آیت کے آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا (البقرة - ۱۳۷)

اے ایمان والو، اگر یہ لوگ اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح تم ایمان لائے ہو تو یہ ہدایت یاب ہو جائیں گے۔

یعنی قرآن مجید پر ایمان لائے بغیر ہدایت نہیں مل سکتی۔

ایمان بالآخرۃ

متقی یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کی چھٹی صفت یہ ہے کہ وہ آخرت پر ایمان لاتے ہیں۔ آخرت پر ایمان گویا سزا و جزا، حساب و کتاب پر یقین کرنا ہے۔ اگر کسی شخص کو یہ یقین ہی نہ ہو کہ اس کے اعمال کا حساب ہو گا اور بُرے اعمال کی سزا میں اُسے دوزخ کا عذاب بھگتنا ہو گا تو پھر وہ بے خوف ہو جائے گا۔ بُرے کاموں سے روکنے والی چیز یعنی "ڈر" ہی جب نہیں رہے گا تو پھر وہ جو چاہے گا کرے گا۔ سزا و جزا اور حساب و کتاب پر ایمان ہی وہ چیز ہے جو انسان کو بے راہ روی سے باز رکھتی ہے۔ لہٰذا آخرت یعنی سزا و جزا پر یقین ایمان کا بہت ہی اہم جزء ہے۔

ہماری موجودہ زندگی دنیا ہے، موت کے بعد ہمیں قیامت کے دن دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ اس زندگی کا نام آخرت ہے، اور در حقیقت اصلی زندگی وہی ہے اس لئے کہ وہ زندگی باقی رہنے والی ہے۔

اور دنیا کی زندگی فانی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِیَ الْحَیَوَانُ (العنکبوت-۶۴)

بے شک دارِ آخرت (کی زندگی) ہی حقیقت میں زندگی ہے۔

آخرت پر ایمان لانے کا ذکر قرآن مجید میں بار بار آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر بار بار زور دیا ہے اور انسانوں کو توجہ دلائی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

طٰسٓ تِلْكَ اٰیٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِیْنٍ ○ هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِیْنَ ○ الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ ○ اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَیَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ یَعْمَهُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ○

(النمل - ۱ تا ۵)

طٰس، یہ قرآن اور روشن کتاب کی آیتیں ہیں مومنین کے لئے یہ کتاب ہدایت اور خوشخبری دینے والی ہے، یعنی ان لوگوں کے لئے جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں (اور) بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے اعمال کو ہم نے ان کے لئے زینت دیدی ہے لہٰذا وہ بھٹک رہے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لئے بُرا عذاب ہے اور یہی لوگ آخرت میں نقصان اٹھانے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

الٓمّٓ ○ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِیْمِ ○ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِیْنَ ○ الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ (لقمٰن - ۱ تا ۵)

الٓمّٓ، یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں، یہ کتاب نیکی کرنے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔ یعنی ان لوگوں کے لئے جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت پر قائم ہیں اور یہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

بَلِ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِی الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِیْدِ ○ (سبا - ۸)

بات یہ ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ عذاب میں (گرفتار ہوں گے) اور (دنیا میں) وہ پرلے درجہ کی گمراہی میں مبتلا ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ○ (بنی اسرائیل - ۱۰)

بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہم نے ان کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

مندرجہ بالا آیات سے معلوم ہوا کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کو اپنے بُرے اعمال بھی اچھے معلوم ہوتے ہیں، آخرت پر ایمان نہ لانے والے بڑی زبردست گمراہی میں جا پڑتے ہیں، ایسے لوگوں کے لئے آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

خلاصہ آیات زیرِ تفسیر میں اللہ تعالیٰ نے متقین کی چھ بنیادی صفات کا ذکر فرمایا ہے، متقیوں میں ان کے علاوہ اور بھی بہت سی صفات ہوتی ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات پر فرمایا ہے، مثلاً

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى۔ (المائدۃ - ۸)

کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم (اس قوم کے ساتھ) انصاف نہ کرو، انصاف ہی کرو، یہی تقویٰ کے قریب ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ○ (الاعراف - ۲۰۱)

بے شک جو لوگ تقویٰ شعار ہوتے ہیں (ان کی حالت یہ ہوتی ہے کہ) جب ان کے دل میں شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ پیدا ہوتا ہے تو فوراً ہوشیار ہو جاتے ہیں اور ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ○ (آل عمران - ۱۸۶)

اگر تم صبر و استقامت اختیار کرو اور تقویٰ سے کام لو تو یہ بڑی ہمت و عزیمت کے کام ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ○ (التوبۃ - ۱۱۹)

اے ایمان والو، اللہ سے ڈرو (یعنی تقویٰ اختیار کرو) اور سچوں کے ساتھ رہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا

اے ایمان والو، اللہ سے ڈرو اور سچی اور مستحکم

قَوۡلًا سَدِيۡدًا ۝ (الاحزاب - ۷۰)

بات کہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَالَّذِیۡ جَآءَ بِالصِّدۡقِ وَصَدَّقَ بِہٖۤ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ ۝ (الزمر - ۳۳)

جو شخص سچی بات لائے اور سچی بات کی تصدیق کرے تو ایسے ہی لوگ متقی ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلِلۡمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالۡمَعۡرُوۡفِ ؕ حَقًّا عَلَی الۡمُتَّقِیۡنَ ۝ (البقرۃ - ۲۴۱)

مطلقہ عورتوں کو دستور کے مطابق کچھ مال دینا چاہیئے، متقیوں پر یہ حق ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

بَلٰی مَنۡ اَوۡفٰی بِعَہۡدِہٖ وَاتَّقٰی فَاِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُتَّقِیۡنَ ۝

(آل عمران - ۷۶)

جو شخص اپنے عہد کو پورا کرے اور تقویٰ اختیار کرے تو بے شک اللہ متقیوں سے محبّت کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الۡمُتَّقِیۡنَ فِیۡ جَنّٰتٍ وَّعُیُوۡنٍ ۝ اٰخِذِیۡنَ مَاۤ اٰتٰہُمۡ رَبُّہُمۡ ؕ اِنَّہُمۡ کَانُوۡا قَبۡلَ ذٰلِکَ مُحۡسِنِیۡنَ ۝ کَانُوۡا قَلِیۡلًا مِّنَ الَّیۡلِ مَا یَہۡجَعُوۡنَ ۝ وَبِالۡاَسۡحَارِ ہُمۡ یَسۡتَغۡفِرُوۡنَ ۝ وَفِیۡۤ اَمۡوَالِہِمۡ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالۡمَحۡرُوۡمِ ۝

(الذّٰریٰت - ۱۵ تا ۱۹)

بے شک متقی باغوں اور چشموں میں زندگی گذاریں گے، جو کچھ ان کا ربّ انہیں دے گا وہ اُسے لیتے رہیں گے، بے شک وہ اس سے پہلے (دنیا میں) نیکیاں کیا کرتے تھے، رات کو کم سوتے تھے اور اوقات سحر میں مغفرت مانگا کرتے تھے، ان کے اموال میں سائل اور نادار کا حق ہوتا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَیۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا وُجُوۡہَکُمۡ قِبَلَ الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ وَلٰکِنَّ الۡبِرَّ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَالۡمَلٰٓئِکَۃِ وَالۡکِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ ۚ وَاٰتَی الۡمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الۡقُرۡبٰی وَالۡیَتٰمٰی وَالۡمَسٰکِیۡنَ وَابۡنَ السَّبِیۡلِ ۙ وَالسَّآئِلِیۡنَ وَفِی الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ ۚ وَالۡمُوۡفُوۡنَ بِعَہۡدِہِمۡ اِذَا عٰہَدُوۡا ۚ وَالصّٰبِرِیۡنَ فِی الۡبَاۡسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیۡنَ

نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق اور مغرب کی طرف مُنہ کر لو بلکہ (اصل) نیکی تو یہ ہے کہ اللہ پر، یوم آخرت پر، فرشتوں پر، کتابوں پر اور نبیوں پر ایمان لائے، مال کی محبّت ہوتے ہوئے اُسے اقربا، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سائلوں میں، اور غلاموں کے آزاد کرانے میں خرچ کرے، نماز قائم کرے، زکوٰۃ ادا کرے، جب عہد کرے تو اُسے پورا کرے، سختی اور تکلیف اور جنگ کے وقت

الْبَأْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○ (البقرۃ-۱۷۷)

صبر و استقامت سے کام لے، یہی لوگ ہیں جنہوں نے سچ کر دکھایا اور یہی لوگ متقی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ○ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ○ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○

(آل عمران-۱۳۳ تا ۱۳۵)

اپنے ربّ کی مغفرت اور جنّت کی طرف جلدی آؤ، وہ جنّت جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، جو متقیوں کے لئے تیار کی گئی ہے یعنی ان لوگوں کے لئے جو تنگی میں بھی خرچ کرتے ہیں اور خوشحالی میں بھی، جو غصّہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیا کرتے ہیں، (یہ نیکیاں ہیں) اور اللہ نیکیاں کرنے والوں سے محبّت کرتا ہے۔ اور وہ لوگ کہ جب کبھی کوئی بے حیائی کا کام کر بیٹھتے ہیں یا اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے ہیں (یعنی کسی بڑے گناہ کے مرتکب ہو جاتے ہیں) تو (فوراً) اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں، اور اللہ کے علاوہ گناہوں کو معاف کر بھی کون سکتا ہے اور (پھر) وہ لوگ جان بوجھ کر اس گناہ پر جسے انہوں نے کیا تھا اصرار نہیں کرتے۔

مندرجہ بالا آیات سے معلوم ہوا کہ متقین یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں میں مندرجہ ذیل صفات ہوتی ہیں:۔

(۱) غیب پر ایمان لانا یعنی بغیر دیکھے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں پر ایمان لانا۔

(۲) نماز قائم کرنا۔

(۳) اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے مال میں سے خرچ کرنا یعنی زکوٰۃ اور دوسرے واجبات ادا کرنا، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، مانگنے والوں اور غلاموں کے آزاد کرانے میں اپنا مال خرچ کرنا۔

(۴) اس کتاب پر ایمان لانا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔

(۵) ان کتابوں پر ایمان لانا جو پہلے انبیاء پر نازل ہوئیں۔

(۶) قیامت پر ایمان لانا۔

(۷) انصاف کرنا۔
(۸) اگر شیطان کی طرف سے دل میں کوئی وسوسہ پیدا ہو تو فوراً ہوشیار ہو جانا۔
(۹) سچوں کے ساتھ رہنا، سچوں کا ساتھ دنیا۔
(۱۰) سچائی کی بات کہنا۔
(۱۱) حق کی تصدیق کرنا۔
(۱۲) مطلقات کو ان کا حق ادا کرنا۔
(۱۳) عہد کو پورا کرنا۔
(۱۴) نیکیاں کرنا۔
(۱۵) رات کو کم سونا (اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا)
(۱۶) صبح کے وقت استغفار کرنا۔
(۱۷) اللہ تعالیٰ پر، فرشتوں پر اور تمام نبیوں پر ایمان لانا۔
(۱۸) سختی، تنگی اور جنگ کے موقع پر صبر و استقامت اختیار کرنا۔
(۱۹) تنگدستی اور خوشحالی غرض یہ کہ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرنا۔
(۲۰) غصہ کو پی جانا۔
(۲۱) لوگوں کے قصور کو معاف کر دینا۔
(۲۲) گناہ ہو جانے کے بعد فوراً اللہ تعالیٰ کا خوف دامنگیر ہونا اور توبہ کرنا۔
(۲۳) جان بوجھ کر گناہ پر اصرار نہ کرنا یعنی دوبارہ گناہ نہ کرنا۔

متقیوں کے یہ صفات ہیں جو قرآن مجید میں بیان کئے گئے ہیں۔ اگر کسی میں یہ صفات پیدا نہیں ہوئیں، تو اس کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ وہ ابھی متقی نہیں ہوا اور جس شخص میں ان صفات میں سے بعض صفات پیدا نہیں ہوئیں تو گویا اس کے دل میں ابھی کامل تقویٰ پیدا نہیں ہوا۔ متقی بننے کے لئے ہر مسلم کو ان صفات سے متصف ہونے کی ضرورت ہے، ہر مسلم کو سعی بلیغ کرنی چاہیئے کہ یہ صفات اس میں پیدا ہو جائیں تاکہ وہ منزلِ مقصود تک پہنچ جائے۔

قرآن مجید متقی لوگوں کو سیدھے راستہ پر چلا کر منزلِ مقصود پر پہنچا دیتا ہے۔ ایسے لوگ بتوفیق الٰہی سیدھے راستہ پر گامزن ہوتے ہیں اور منزلِ مقصود تک پہنچ جاتے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۵

ترجمہ یہ لوگ اپنے رب کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت پر قائم ہوتے ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

معانی ومصادر (هُدًى) هَدٰى، يَهْدِىْ، هَدْىٌ و هُدًى و هِدْيَةٌ و هِدَايَةٌ (ض) راستہ بتانا۔ راستہ پر چلا کر منزلِ مقصود پر پہنچانا۔
(مُفْلِحُوْنَ) اَفْلَحَ، يُفْلِحُ، اِفْلَاحٌ۔ (باب افعال) کامیاب ہونا، مقصود کو پالینا، نجات حاصل کرنا۔

تفسیر

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہدایت پر قائم ہوتے ہیں، ہدایت کے راستہ پر گامزن ہوتے ہیں، اور اُسی پر استقامت کے ساتھ چلتے ہوئے بتوفیق الٰہی منزلِ مقصود کو پالیتے ہیں اور نجات حاصل کر لیتے ہیں۔

عمل

(۱) یہ عقیدہ رکھئے کہ حروف مقطعات کے معانی ومقاصد کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، آپ ان کے معانی ومقاصد کی تلاش میں نہ پڑیئے۔
(۲) یہ عقیدہ رکھیئے کہ قرآن مجید کی ہر بات یقینی ہے، کسی بات میں کوئی شبہ نہیں۔
(۳) ہدایت پر چل کر منزلِ مقصود پر پہنچنے والے صرف متقی ہوتے ہیں لہٰذا آپ متقی بنیئے یعنی اپنے اندر وہ صفات پیدا کیجئے جن کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔ کامیابی اور نجات حاصل کرنے کے لئے تقویٰ شرط ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بار بار تقویٰ کے حصول پر زور دیا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ (البقرۃ۔۱۸۹ و آل عمران۔۱۳۰،۲۰۰)	اللہ سے ڈرو (یعنی تقویٰ اختیار کرو) تاکہ تم فلاح پاؤ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ المآئدۃ۔۱۰۰)	اے عقل والو، اللہ سے ڈرو تاکہ تم فلاح حاصل کر سکو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ (آل عمران۔۱۰۲)	اے ایمان والو! اللہ سے اس طرح ڈرو جس طرح ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں موت نہ آئے مگر اس حالت میں کہ تم مسلم ہو۔

تقوے کا تقاضا یہ ہے کہ پوری طرح مسلم بن جائے یعنی اپنے آپ کو کلّیتاً اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دے، اللہ تعالیٰ کی رضاء میں گم ہو جائے، پوری زندگی اسی حالت میں گذارے تاکہ جس وقت بھی موت آئے وہ مسلم ہو۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ
ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ
لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٦﴾ خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ
قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ ۖ وَ
عَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۖ وَ
لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٧﴾

ترجمہ (اے رسول،) بے شک جو لوگ (حق کو) چھپاتے ہیں انہیں آپ ڈرائیں یا نہ ڈرائیں، دونوں برابر ہیں، وہ ایمان نہیں لائیں گے (۶) اُن کے دلوں پر اور کانوں میں اللہ تعالیٰ نے مہر لگادی ہے، ان کی آنکھوں پر (تعصب کا) پردہ پڑا ہوا ہے، ان کے لئے (بہت) بڑا عذاب ہے (۷)

معانی و مصادر (كَفَرُوْا) كَفَرَ، يَكْفُرُ، كُفْرٌ و كَفْرٌ (ن) چھپانا، ڈھانک دینا، انکار کرنا۔
كَفَرَ، يَكْفُرُ، كُفْرٌ و كُفُوْرٌ و كُفْرَانٌ (ن) انکار کرنا، ناشکری کرنا۔
سَوَاءٌ: برابر، عدل، اس کا مادہ س و ی ہے۔
(أَنذَرْتَ) أَنذَرَ، يُنذِرُ، إِنذَارٌ (باب افعال) ڈرانا۔
(يُؤْمِنُوْنَ) آمَنَ، يُؤْمِنُ، إِيمَانٌ (باب افعال) یقین کرنا، تصدیق کرنا، ایمان لانا، امن دینا۔

(خَتَمَ) خَتَمَ، یَخْتِمُ، خَتْمٌ وخِتَامٌ (ض) مہر لگانا، ختم کرنا، بند کردینا، پورا کردینا، فہم سے محروم کردینا۔

(سَمْعَ) سَمِعَ، یَسْمَعُ، سَمْعٌ و سَمَاعَةٌ و مَسْمَعٌ و سَمَاعٌ و سَمَاعِیَةٌ (س) سُننا۔

(اَبْصَار) بَصُرَ، یَبْصُرُ، بَصَرٌ و بَصَارَةٌ (ك) دیکھنا۔

اَبْصَار = بَصَرٌ کی جمع، آنکھیں۔

(غِشَاوَةٌ) غَشِیَ، یَغْشٰی، غَشْیٌ و غِشَاوَةٌ (س) ڈھانکنا۔ [غِشَاوَةٌ = پردہ]

(عَظِیْم) عَظُمَ، یَعْظُمُ، عِظَمٌ و عَظَامَةٌ (ك) بڑا ہونا، شاق ہونا۔

تفسیر

ان آیات کا واضح مطلب یہ ہے کہ جو لوگ حق کو جانتے ہیں، پہچانتے ہیں، دل سے اُسے حق سمجھتے ہیں لیکن ہٹ دھرمی اور ضد کی وجہ سے اُسے ظاہر میں قبول نہیں کرتے ایسے لوگوں کو (اے رسول) آپ کا ڈرانا اور نہ ڈرانا دونوں برابر ہیں، آپ ڈرائیں یا نہ ڈرائیں یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔

ان کی حق پوشی، ضد اور ہٹ دھرمی کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر لگا دی ہے۔ ان کی آنکھوں پر (تعصب اور نفسانیت کا) پردہ پڑا ہوا ہے، ایسے ہٹ دھرم، متعصب اور حق پوش لوگوں کے لئے آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے۔

جس شخص کو حق معلوم نہیں لیکن حق کی تلاش میں رہتا ہے، اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہتا ہے اور یہ ارادہ رکھتا ہے کہ حق مل جائے تو اُسے تسلیم کرلے گا، ایسے آدمی کو حق بات بتانا مفید ہوتا ہے، ایسا آدمی فوراً حق کو قبول کرلیتا ہے، اُسے ڈرایا جائے تو فوراً ڈر جاتا ہے، نہ کسی قسم کی ہٹ دھرمی کرتا ہے اور نہ ضد، حق پر ایمان لے آتا ہے اور اُس پر عمل شروع کردیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّ اَجْرٍ كَرِیْمٍ ○ (یٰسٓ - ۱۱)

(اے رسول) آپ تو اس شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت کی پیروی کرے اور اللہ سے غائبانہ ڈرتا رہے۔ ایسے آدمی کو مغفرت اور عزت والے اجر کی خوشخبری سُنا دیجئے۔

برخلاف اس کے جسے حق معلوم ہے اور پھر وہ ہٹ دھرمی سے حق کا انکار کرتا ہے تو آخر ایسے آدمی کی اصلاح کی کیا صورت ہوسکتی ہے۔ ایسا آدمی ایمان نہیں لاسکتا، اُسے نصیحت کرنا یا نہ کرنا دونوں برابر ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○ (یٰسٓ - ۱۰)

(اے رسول) آپ ایسے لوگوں کو نصیحت کریں یا نہ کریں ، دونوں باتیں ان کے لئے برابر ہیں وہ ایمان نہیں لائیں گے ۔

جو لوگ جان بوجھ کر حق کو جھٹلائیں اور اپنی خواہشات کی پیروی کریں ایسے لوگوں پر نصیحت اثر نہیں کرتی ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ○ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ○ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ○ (اقتربت الساعۃ ۳ تا ۵)

انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشات کی پیروی کی (اس تکذیب اور ہٹ دھرمی پر انہیں فوراً سزا دی جاسکتی تھی) لیکن ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے ، ان کو ایسے حالات سے جن میں عبرت ہے خبردار کیا جاچکا ہے ، (دل تک) پہنچ جانے والی حکمت کی باتیں (بھی انہیں سنائی جاچکی ہیں) لیکن ان کو ڈرانے سے کوئی فائدہ نہیں ہوا ۔

ایسے لوگوں کے دلوں پر اور کانوں پر ان کی ہٹ دھرمی ، ضد اور بداعمالی کی وجہ سے مہر لگ جاتی ہے ، تعصب اور نفسانیت کی وجہ سے ان کی آنکھوں پر غفلت کا پردہ پڑ جاتا ہے اور جب دلوں اور کانوں پر مہر لگ جائے ، آنکھوں پر پردہ پڑ جائے تو ایسے لوگ کیسے ایمان لا سکتے ہیں ، اس مضمون کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار بیان فرمایا ہے ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ○

(الجاثیۃ - ۲۳)

(اے رسول) کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہشات کو اپنا الٰہ بنا لیا ہے (یعنی اس شخص کو دیکھا) جس کو اللہ نے باوجود اس کے کہ وہ (حق کو) جانتا ہے (پہچانتا ہے) گمراہ کردیا ہے ، اس کے کانوں پر اور اس کے دل پر مہر لگادی ہے اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے ، اب اللہ کے بعد اُسے کون ہدایت پر لاسکتا ہے ، تو (اے لوگو) کیا اب بھی تم نصیحت حاصل نہیں کرتے ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ ○
(محمد۔ ۱۶)

یہی لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگادی ہے اور (اب) وہ اپنی خواہشات کی پیروی کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَوْ نَشَاءُ أَصَبْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ وَنَطْبَعُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ○
(الاعراف۔ ۱۰۰)

اگر ہم چاہیں تو ان کے گناہوں کی سزا میں ان کو مصیبت میں مبتلا کر دیں اور ان کے دلوں پر مہر لگادیں تو پھر یہ کچھ سن ہی نہ سکیں۔

دل پر مہر لگ جانے کے بعد فطری صلاحیت ختم ہو جاتی ہے پھر آدمی کچھ نہیں سنتا، اپنی خواہشات کی پیروی میں لگا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا كَذَّبُوا مِنْ قَبْلُ كَذَٰلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِ الْكَافِرِينَ ○
(الاعراف۔ ۱۰۱)

پھر ایسا نہیں ہوا کہ جس چیز کو انہوں نے پہلے جھٹلا دیا تھا بعد میں اس پر ایمان لے آتے (ایمان تو جب لاتے جب پہلے انہوں نے نادانی سے جھٹلایا ہوتا، انہوں نے تو جان بوجھ کر جھٹلایا تھا لہٰذا بعد میں ایمان لانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا) ایسے ہی حق پوش لوگوں کے دلوں پر اللہ مہر لگا دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَطُبِعَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ ○
(التوبۃ۔ ۸۷)

ان کے دلوں پر مہر لگادی گئی، لہٰذا یہ سمجھ نہیں سکتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ○
(النحل۔ ۱۰۸)

(دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے والے) وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر، کانوں پر اور آنکھوں پر اللہ نے مہر لگادی اور یہی لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَجَعَلْنَا

ان لوگوں کے عہد توڑنے کی وجہ سے ہم نے ان

قُلُوبَهُمْ قَسِيَةً (المائدة - ۱۳) پر لعنت کی اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بدعہدی کا انجام دلوں کی سختی ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ جو شخص بدعہدی کرے گا اس کے دل پر مہر لگ جائے گی اور پھر دل سخت ہو جائے گا۔ ایسے شخص پر کوئی نصیحت اثر نہیں کرے گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ○ (المنٰفقون - ۳)

منافقین کی بداعمالی کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ (اگرچہ بظاہر) ایمان لے آئے ہیں (اور زبان سے اس کا اقرار کرتے ہیں) پھر (اس اقرار کے بعد جب اپنے دوستوں کے پاس جاتے ہیں تو اسلام کا) انکار کر دیتے ہیں۔ للذا اُنکے دلوں پر مُہر لگا دی گئی اور اب یہ کچھ نہیں سمجھتے۔

ان تمام آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ جان بوجھ کر حق کا انکار کرتے ہیں، ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگ جاتی ہے اور جب دلوں پر مہر لگ جائے تو اب حق کو کیسے حق تسلیم کریں، کانوں پہ مہر لگ جائے اور حق کو سننے کی صلاحیّت چھین لی جائے تو حق کو سننے کے لئے وہ کان کہاں سے لائیں جن میں حق کو سننے کی صلاحیت ہو اور جب آنکھوں پر پردہ پڑ جائے یا مہر لگ جائے اور آنکھوں سے حق کو دیکھنے کی صلاحیّت جاتی رہے تو آخر انہیں اب حق کیسے نظر آئے، ایسے لوگ کبھی بھی حق کو تسلیم کر کے ایمان نہیں لا سکتے۔

اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو ایک اور انداز میں بھی سمجھایا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا (الانعام - ۲۵، بنی اسرائیل ۴۶، الکہف - ۵۷)

ہم نے ان لوگوں کے دلوں پر پردے ڈال دئے ہیں تاکہ وہ حق کو سمجھ (نہ) سکیں اور ان کے کانوں میں بوجھ ڈال دئے ہیں (تاکہ حق بات کو سن نہ سکیں)

الغرض ہٹ دھرم لوگوں کا ضمیر مردہ ہو جاتا ہے، روحانیت پر مہر لگ جاتی ہے، روحانی طور پر بہرے اور اندھے ہو جاتے ہیں، ان کے لئے ہدایت کے تمام راستے مسدود ہو جاتے ہیں، قبولِ حق کی فطری صلاحیت سلب ہو جاتی ہے، گمراہی سے نکلنا ناممکن ہو جاتا ہے، ایسے لوگوں کے لئے سوائے عذاب عظیم کے اور کیا ہو سکتا ہے۔

اشکال

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ہی نے مہر لگا دی اور پردہ ڈال دیا تو اب

انسان کا کیا قصور ہے اگر وہ حق کو تسلیم نہ کرے؟

جواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام اعمال کے نتیجے مقرر ہیں، اچھے اعمال کے نتیجے اچھے نکلتے ہیں، بُرے اعمال کے بُرے۔

انسان کی بعض برائیاں ایسی ہیں جن کے نتیجے میں عقلِ سلیم زائل ہو جاتی ہے یعنی اس کی عقلِ سلیم پر مہر لگ جاتی ہے۔ ضد، ہٹ دھرمی، حق پوشی، عناد وغیرہ ایسی خصوصیات ہیں کہ انسان کو صحیح راستہ اختیار کرنے سے روکتی ہیں، ان حالات میں اس کا ضمیر تک اس کو ملامت نہیں کرتا، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ گمراہ ہی رہتا ہے۔ کیونکہ ان برائیوں کے نتیجے میں ضمیر کا مردہ ہو جانا اور عقلِ سلیم کا زائل ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے لہٰذا مہر لگانے یا عقلِ سلیم کے زائل کرنے کے فعل کو اللہ تعالیٰ اپنی طرف منسوب کر لیتا ہے۔ اصل قصور انسان ہی کا ہوتا ہے کہ وہ ایسے کام کیوں کرتا ہے جس کے نتیجے میں اسکی عقلِ سلیم زائل ہو جائے اور فطرتِ سلیمہ تباہ ہو جائے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے اگر کوئی شخص زہر کھالے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے مار دیا۔ کیونکہ زہر میں ہلاک کرنے کی خاصیت اس نے پیدا کی ہے، لیکن حقیقت میں ہلاکت کا اصل سبب اس شخص کا اپنا فعل ہے یعنی زہر کھانا۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے زہر کھانے پر مجبور نہیں کیا تھا، اس نے خود زہر کھایا اور اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ نتیجے سے دوچار ہوا۔ نہ زہر کھاتا، نہ اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ نتیجہ وارد ہوتا۔ جس طرح زہر کھانے والے کی ہلاکت سے اللہ تعالیٰ پر کوئی الزام نہیں آتا اسی طرح برائیوں کے نتیجے میں دل وغیرہ پر مہر لگنے سے بھی اللہ تعالیٰ پر کوئی الزام نہیں آتا۔

قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے ان نتائج کی تخلیق کی طرف بڑے لطیف پیرایہ میں اشارہ فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ (ویل للمطففین-۱۲ تا ۱۴)	قیامت کو وہی جھٹلاتا ہے جو حد سے گذرنے والا، گنہگار ہوتا ہے، جب اُس کے سامنے ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ اگلے لوگوں کے افسانے ہیں، اصلی بات یہ ہے کہ ایسے لوگوں کے دلوں پر ان کی بداعمالی کی وجہ سے زنگ لگ گیا ہے۔

اس آیت سے واضح ہوا کہ بداعمالی کی وجہ سے دل پر زنگ لگ جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ	پھر نوح کے بعد ہم نے بہت سے رسول ان کی قوموں

فَجَآءُوۡهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوۡا لِيُؤۡمِنُوۡا بِمَا كَذَّبُوۡا بِهٖ مِنۡ قَبۡلُ كَذٰلِكَ نَطۡبَعُ عَلٰى قُلُوۡبِ الۡمُعۡتَدِيۡنَ ○

(یونس - ۷۴)

کی طرف بھیجے، وہ ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے لیکن ایسا نہیں ہوا کہ جس چیز کا پہلے انکار کر چکے تھے (بعد میں نشانیاں دیکھ کر) اس پر ایمان لے آتے، (ان کی ہٹ دھرمی اور زیادتی کی وجہ سے ہم نے ان کے دلوں پر مہر لگادی تھی اور) ہم اسی طرح زیادتی کرنے والوں کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اَلَّذِيۡنَ يُجَادِلُوۡنَ فِىۡۤ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيۡرِ سُلۡطٰنٍ اَتٰٮهُمۡ كَبُرَ مَقۡتًا عِنۡدَ اللّٰهِ وَعِنۡدَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا كَذٰلِكَ يَطۡبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلۡبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ○

(حٰمٓ المؤمن - ۳۵)

جو لوگ اللہ کی آیتوں میں بغیر کسی ایسی دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو جھگڑتے ہیں (تو یہ جھگڑا) اللہ اور مؤمنین کو سخت ناپسند ہے (اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے لہٰذا یہ جھگڑتے ہی رہیں گے) اور اللہ اسی طرح ہر متکبّر سرکش کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔

یہ مہر کیسے لگتی ہے اس کی وضاحت حدیث میں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

اِنَّ الۡعَبۡدَ اِذَا اَخۡطَاَ خَطِيۡئَةً نُكِتَتۡ فِىۡ قَلۡبِهٖ نُكۡتَةٌ سَوۡدَآءُ فَاِذَا نَزَعَ وَاسۡتَغۡفَرَ وَتَابَ صُقِلَ قَلۡبُهٗ وَاِنۡ عَادَ زِيۡدَ فِيۡهَا حَتّٰى يَعۡلُوۡ قَلۡبَهٗ وَهُوَ الرَّانُ الَّذِىۡ ذَكَرَ اللّٰهُ "كَلَّا بَلۡ رَانَ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ مَا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ ○ (رواہ الترمذی فی ابواب تفسیر القرآن وصححہ، ترمذی جلد ۲، صـ۱۶۴)

بے شک بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نکتہ لگا دیا جاتا ہے، پھر جب وہ اس گناہ سے دُور ہو جاتا ہے، معافی مانگتا ہے اور توبہ کرتا ہے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ اس گناہ کو دوبارہ کرتا ہے تو اس نکتہ میں زیادتی کر دی جاتی ہے یہاں تک کہ (بڑھتے بڑھتے) وہ سیاہی قلب پر چھا جاتی ہے اور یہی وہ زنگ ہے جس کا ذکر اللہ نے (اس آیت میں) کیا ہے - كَلَّا بَلۡ رَانَ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ مَا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ ○ ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کے دلوں پر زنگ لگ گیا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مہر یا زنگ کے بھی مختلف درجات ہیں۔ شروع میں یہ مہر یا زنگ

معمولی ہوتا ہے اور ہدایت قبول کرنے کی صلاحیت باقی رہتی ہے، اسی چیز کو اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیات میں بیان کیا ہے

بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا ○ (النسآء - ۱۵۵)

بلکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے لہٰذا یہ ایمان نہیں لائیں گے مگر تھوڑے۔

یہ چند آدمی جو ایمان لے آتے ہیں وہی ہو سکتے ہیں جن کے دلوں پر زنگ پوری طرح غالب نہیں ہوتا لیکن آہستہ آہستہ جب یہ زنگ پورے دل پر چھا جاتا ہے تو پھر ہدایت کی کوئی امید باقی نہیں رہتی، ایسے لوگوں کو ڈرانا اور نہ ڈرانا دونوں برابر ہوتے ہیں۔ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے، ایسے ہی لوگوں کے لئے عذاب عظیم ہے۔

عمل

ہٹ دھرمی، حق پوشی اور ضد نہ کیجئے، جب کبھی آیت یا حدیث مل جائے جو آپ کے عقیدہ اور نظریہ کے خلاف ہو تو فوراً اس آیت یا حدیث کو قبول کیجئے، اپنے عقیدہ و نظریہ کو چھوڑ دیجئے، ذہن کو اس آیت یا حدیث کے مطابق کر لیجئے، اس پر عمل کیجئے اور عمل کرائیے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا
بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَاهُمْ
بِمُؤْمِنِيْنَ ۸ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ
اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۹
فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ
اللّٰهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ
اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۱۰

ترجمہ اور (اے رسول) بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو (زبان سے تو) کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور یومِ قیامت پر ایمان لائے لیکن (حقیقت یہ ہے کہ) وہ (دل سے) مؤمن نہیں ہیں ۸ یہ لوگ (زبان سے اسلام کا دعویٰ کر کے اپنے خیال میں یہ سمجھتے ہیں کہ وہ) اللہ اور ایمان والوں کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ حالانکہ (درحقیقت)

وہ کسی کو دھوکا نہیں دے رہے بلکہ اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں لیکن انہیں اس بات کا شعور نہیں (کہ یہ دھوکا دہی دنیا اور آخرت دونوں جگہ خود ان کے لئے مضر ہے) ⑨ ان کے دلوں میں (حسد کی) بیماری ہے، اللہ نے (ایمان والوں کو فتح ونصرت دے کر) ان کی بیماری کو اور بڑھادیا (وہ ایمان والوں کی ترقی دیکھ کر اور زیادہ حسد کی آگ میں جل بھن رہے ہیں) اور جو جھوٹ یہ بول رہے ہیں اس کی وجہ سے ان کے لئے دردناک عذاب (تیار) ہے ⑩

معانی ومصادر

اَلنَّاس = لوگ، یہ لفظ دوسرے مادّہ سے انسان کی جمع ہے۔

(یَقُوْلُ) قَالَ، یَقُوْلُ، قَوْلٌ و قَالٌ و قِیْلٌ و قَوْلَةٌ و مَقَالٌ و مَقَالَةٌ (ن) کہنا، بولنا۔

(اٰمَنَّا، مُؤْمِنِین، اٰمَنُوْا) اٰمَنَ، یُؤْمِنُ، اِیْمَانٌ (باب افعال) یقین کرنا، ایمان لانا، تصدیق کرنا، امن دینا۔

(یُخَادِعُوْنَ) خَادَعَ، یُخَادِعُ، مُخَادَعَةٌ و خِدَاعٌ (باب مفاعلہ) دھوکا دینا۔

(یَخْدَعُوْنَ) خَدَعَ، یَخْدَعُ، خِدْعٌ (ف) دھوکا دینا۔

(یَشْعُرُوْنَ) شَعَرَ، یَشْعُرُ، شُعُوْرٌ و شِعْرٌ و شُعُوْرَةٌ و مَشْعُوْرٌ وغیرہ (ن، ک) علم ہونا، شعور ہونا۔

(زَادَ) زَادَ، یَزِیْدُ، زَیْدٌ و زِیَادَةٌ و مَزِیْدٌ و زَیْدَانٌ (ض) زیادہ ہونا، زیادہ کرنا۔

(مَرَض) مَرِضَ، یَمْرَضُ، مَرَضٌ (س) مریض ہونا۔

(اَلِیْم) اَلِمَ یَاْلَمُ، اَلَمٌ (س) تکلیف یا درد میں مبتلا ہونا۔

(کَانُوْا) کَانَ، یَکُوْنُ، کَوْنٌ و کِیَانٌ و کَیْنُوْنَةٌ (ن) ہونا۔

(یَکْذِبُوْن) کَذَبَ، یَکْذِبُ، کَذِبٌ و کِذْبٌ و کِذْبَةٌ و کِذَابٌ و کِذَّابٌ (ض) جھوٹ بولنا، وہم کرنا، خطاء کرنا، توریہ کرنا۔

تفسیر

ان آیات میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو موقع پرست ہوتے ہیں، دنیوی فائدہ حاصل کرنے کے لئے ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن دل سے ایمان قبول نہیں کرتے، ایسے لوگوں کو منافق کہا جاتا ہے۔ ان کے جھوٹ اور فریب کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بار بار کیا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ (اے رسول) جب منافقین آپ کے پاس آتے

لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَكٰذِبُوْنَ ○ (اذا جآءك المنفقون ۔ ۱)

ہیں تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں، اللہ جانتا ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافقین جھوٹے ہیں ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَاِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا یَكْتُمُوْنَ ○ (المآئدۃ ۔ ۶۱)

اور (اے رسول) جب یہ آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے، حالانکہ وہ کفر کے ساتھ ہی اندر آئے تھے اور کفر کے ساتھ ہی باہر گئے، اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ یہ چھپاتے ہیں۔

یہ لوگ ایمان کا جھوٹا دعویٰ کرکے اللہ تعالیٰ اور مؤمنین کو دھوکا دینا چاہتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ (النسآء ۔ ۱۴۲)

بے شک منافقین اللہ کو دھوکا دیتے ہیں ، اللہ ان کو دھوکے کی سزا دینے والا ہے ۔

اللہ تعالیٰ کو تو کوئی کیا دھوکا دے سکتا ہے ، اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینا ناممکن ہے ، وہ دل کے بھیدوں سے واقف ہے ۔ رہے ایمان والے تو اُن کو دھوکا دے کر ان کو نقصان میں مبتلا کرنا یہ بھی ان کے بس کی بات نہیں ، نفع و نقصان کا مالک اللہ تعالیٰ ہے ، یہ منافقین خود فریب نفس میں مبتلا ہیں۔ وہ اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں، اپنی آخرت خراب کر رہے ہیں لیکن انہیں اتنا بھی شعور نہیں کہ اس منافقت میں ان کا اپنا نقصان ہے ، اللہ تعالیٰ اور ایمان والوں کا کیا بگڑے گا، دُنیا و آخرت میں جو کچھ نقصان ہو گا وہ ان کا اپنا ہو گا، نہ کہ کسی دوسرے کا۔

ان کے دلوں میں نفاق اور حسد کی بیماری ہے ، مؤمنین کی تعداد میں اضافہ ہونا ، ان کی حکومت و سلطنت کا مضبوط و مستحکم ہونا ، ان کو فتوحات اور کامرانیاں نصیب ہونا، یہ ایسے امور تھے کہ منافقین کو کب اچھے معلوم ہو سکتے تھے ، ان چیزوں کو دیکھ کر وہ حسد و بغض میں اور زیادہ شدّت اختیار کر لیتے تھے ۔ حاسد اپنے محسود کی کامیابی سے اور زیادہ حسد کی آگ میں جلتا ہے ، گویا اس کی حسد کی بیماری بڑھ جاتی ہے اور کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اس بیماری کی زیادتی کا سبب اللہ تعالیٰ کا وہ فضل و کرم تھا جو وہ اپنے مسلم بندوں پر کر رہا تھا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے بیماری کا سبب پیدا کرنے کی وجہ سے اس بیماری کی زیادتی کو اپنی طرف منسوب کر لیا ، اللہ تعالیٰ نے خود بغیر کسی سبب کے ان کی بیماری کو زیادہ نہیں کیا اور نہ وہ ایسا کرتا ہے ۔ البتہ جب انہوں نے اپنے اندر بیماری ہی وہ پیدا کر لی جو محسود کی ترقی سے خود بخود بڑھتی رہتی ہے تو وہ خود ہی بیماری بڑھانے کے ذمّہ دار ہوئے ۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے تو صرف اس بیماری کا نتیجہ برآمد ہوا ۔ مثلاً زہر کھانے کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے یعنی موت کا واقع ہونا لیکن جو شخص زہر کھا کر مرجاتا ہے تو اپنی موت کا وہ خود ذمہ دار ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ ۔ زہر کھانے کے نتیجے کے اعتبار سے تو اللہ تعالےٰ اس کا مارنے والا ہے لیکن حقیقتاً وہ خود اپنا قاتل ہے ، نہ زہر کھاتا ، نہ مرتا ، بالکل اسی طرح منافقین اپنا مرض خود بڑھانے کے ذمّہ دار ہیں ، نہ حسد کرتے ، نہ مؤمنین کی خوشحالی سے ان کے حسد کی بیماری میں اضافہ ہوتا ۔

الغرض ایسے لوگ جو اللہ تعالیٰ اور مؤمنین کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں وہ مؤمنین کی ترقی سے حسد و بغض کی آگ میں جلتے رہتے ہیں ، جھوٹ بولتے ہیں اور جھوٹ بول کر دنیوی مفاد حاصل کرنا چاہتے ہیں ، وہ دراصل اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں ، ان کے لئے اس جھوٹ اور فریب کی سزا میں دردناک عذاب ہے ۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي
الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ
مُصْلِحُونَ ⑪ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ
الْمُفْسِدُونَ وَلَٰكِن لَّا
يَشْعُرُونَ ⑫

ترجمہ

اور جب ان منافقین سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد برپا نہ کرو تو وہ کہتے ہیں ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں ⑪ خبردار ہو جاؤ یہی لوگ فساد پھیلانے والے ہیں لیکن انہیں شعور نہیں ⑫

معانی و مصادر

(قِيل) قَالَ، يَقُولُ، قَوْلٌ و قَالٌ و قَوْلَةٌ و مَقَالٌ و مَقَالَةٌ (ن) کہنا، بولنا۔ قِيلَ، قَالَ سے مجہول کا صیغہ ہے۔

(لَا تُفْسِدُوا، مُفْسِدُونَ) أَفْسَدَ، يُفْسِدُ، إِفْسَادٌ (باب افعال) فساد برپا کرنا۔

(مُصْلِحُونَ) أَصْلَحَ، يُصْلِحُ، إِصْلَاحٌ (باب افعال) اصلاح کرنا۔

(يَشْعُرُونَ) شَعَرَ، يَشْعُرُ، شِعْرٌ، شُعُورٌ وغیرہ (نؔ) علم ہونا، شعور ہونا۔

تفسیر

منافقین اپنے اسلام کے جھوٹے دعوے کی بنیاد پر مؤمنین سے میل جول رکھتے تھے لیکن ان کی اصل دوستی یہودیوں سے تھی، یہودیوں سے مل کر اسلام کے خلاف سازشیں کرتے تھے، یہودیوں کو جنگ پر اکساتے

تھے، ان کی پوری کوشش یہ تھی کہ اسلام مٹ جائے، مؤمنین نیست و نابود ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ○

(الحشر - ۱۱)

(اے رسول) کیا آپ نے ان منافقین کو نہیں دیکھا جو اپنے کافر بھائیوں سے جن کا تعلق اہل کتاب سے ہے یہ کہتے ہیں کہ اگر تم جلاوطن کئے گئے تو ہم بھی تمہارے ساتھ چلیں گے (تمہارا ساتھ نہیں چھوڑیں گے) تمہارے معاملہ میں ہم کسی کا کہنا نہیں مانیں گے اور اگر تم سے جنگ ہوئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے، اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں (یہ نہ اہل کتاب کا ساتھ دیں گے اور نہ ان کی مدد کریں گے)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ○ (النسآء - ۸۱)

اور (اے رسول، جب یہ آپ کے پاس آتے ہیں تو) کہتے ہیں ہم آپ کی اطاعت کریں گے، اور جب آپ کے پاس سے چلے جاتے ہیں تو ان میں سے ایک جماعت جو آپ سے عہد کر کے آئی تھی بالکل اس کے خلاف باتوں میں رات گذارتی ہے، اللہ ان کے مشوروں اور سازشوں کو جو وہ رات کے وقت کرتے ہیں لکھ رہا ہے۔

الغرض منافقین خود بھی اپنی محفلوں میں اسلام کے خلاف سازشیں کرتے تھے، یہودیوں کو بھی مسلمین کے خلاف ابھارتے تھے، انہیں اپنی دوستی کا یقین دلاتے تھے لیکن یہ سب کچھ محض دنیاوی مفاد کی خاطر تھا، وہ مسلمین اور یہودیوں کو لڑا کر ملک میں فساد پھیلانے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے، ان کی ان مفسدانہ کارروائیوں پر جب ان سے کہا جاتا تھا کہ ملک میں فساد نہ پھیلاؤ تو بڑی ہٹ دھرمی سے یہ جواب دیتے کہ ہم تو یہودیوں سے اس لئے ملے جلے رہتے ہیں تاکہ مسلمین اور یہودیوں کے تعلقات کو خوشگوار بنائیں، آپس میں جو بغض و عناد ہے اس کو دور کریں، ایک دوسرے کے خلاف جو غلط فہمیاں ہیں ان کو دفع کر کے دونوں کے دلوں کو صاف کریں۔ اللہ تعالیٰ نے مؤمنین سے فرمایا کہ خبردار رہو، یہی مفسد ہیں، یہی ملک میں بدامنی پھیلانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں، یہی دونوں کو لڑانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں، اس مفسدانہ سیاست سے وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ اچھا کر رہے ہیں، اس میں ان کا فائدہ ہے، ہرگز نہیں

اس میں ان کا کوئی فائدہ نہیں ، نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں لیکن انہیں شعور نہیں کہ وہ اپنے نفع ، نقصان میں تمیز کر سکیں۔

اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا اور نہ مفسدین کو پسند کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ ○ (البقرۃ - ۲۰۵) اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ ○ (المائدہ - ۶۴) اللہ مفسدین کو پسند نہیں کرتا۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ
النَّاسُ قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ
السُّفَهَاءُ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ
وَلَٰكِن لَّا يَعْلَمُونَ ﴿١٣﴾ وَإِذَا لَقُوا
الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا
خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا
مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ ﴿١٤﴾
اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ
فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿١٥﴾

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ⑯

ترجمہ

اور جب ان منافقین سے کہا جاتا ہے کہ اس طرح ایمان لاؤ جس طرح اور لوگ ایمان لائے تو کہتے ہیں کیا اس طرح ایمان لائیں جس طرح بے وقوف لوگ ایمان لائے ہیں، خبردار! یہی لوگ بے وقوف ہیں لیکن انہیں (اس کا) علم نہیں ⑬ اور یہ لوگ جب ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور جب اپنے شیطانوں کے پاس تنہائی میں ہوتے ہیں تو ان سے کہتے ہیں ہم تو دراصل تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو مؤمنین سے مذاق کرتے ہیں ⑭ اللہ عنقریب ان کو اس مذاق کی سزا دے گا (لیکن ابھی نہیں، ابھی تو) وہ ان کو ڈھیل دے رہا ہے (اور) یہ اپنی سرکشی میں (اور) بہک رہے ہیں ⑮ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی لیکن اس تجارت نے ان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچایا (دنیا بھی نہیں ملی) اور ہدایت سے (بھی) محروم رہے ⑯

معانی و مصادر

(يَعْلَمُوْنَ) عَلِمَ، يَعْلَمُ، عِلْمٌ (س) جاننا، علم حاصل کرنا، پہچان لینا۔

(سُفَهَآءُ) سَفِهَ، يَسْفَهُ، سَفَهٌ (س) جاہل ہونا، بے وقوف ہونا، سَفِيْهٌ اسم صفت ہے اور اس کی جمع سُفَهَآءُ ہے۔

(لَقُوْا) لَقِيَ، يَلْقٰى، لِقَاءٌ و لِقَاءَةٌ و لِقَايَةٌ و لُقْيَةٌ (س) سامنے آنا، ملاقات کرنا۔ مادہ "ل ق ی" ہے۔

(خَلَوْا) خَلَا، يَخْلُوْ، خَلَاءٌ و خَلْوَةٌ و خُلُوٌّ (ن) تنہائی میں جمع ہونا۔ مادہ "خ ل و" ہے۔ خَلَا، يَخْلُوْ، خُلُوٌّ و خَلَاءٌ (ن) خالی ہونا، تنہا ہونا، چلے جانا، گذر جانا، بیزار ہونا۔ مادہ "خ ل و" ہے۔

(مُسْتَهْزِءُوْنَ) اِسْتَهْزَأَ، يَسْتَهْزِئُ، اِسْتِهْزَاءٌ (باب استفعال) مذاق کرنا، مذاق کی سزا

دینا، مادہ "ھزء" ہے۔
(شَیٰطِیْنِ) شَطَنَ، یَشْطُنُ، شَطْنٌ (ن) دور ہونا۔
شیطان = شریر و سرکش جن یا انسان جو رحمت سے دور ہو۔ شَیٰطِیْن، شیطان کی جمع ہے۔
(یَمُدُّ) مَدَّ، یَمُدُّ، مَدٌّ (ن) کھینچنا، بچھانا، طول دینا، مہلت دینا، ڈھیل دینا، مدد کرنا۔
(یَعْمَھُوْنَ) عَمِہَ، یَعْمَہُ، عَمَہٌ و عُمُوْہٌ و عُمُوْھِیَۃٌ و عَمَھَانٌ (فَ سَ) بھٹکنا، بہکنا، حیران ہونا۔
(طغیان) طَغٰی و طَغِیَ، یَطْغٰی، طَغْیٌ و طُغْیَانٌ (فَ سَ) زیادتی کرنا، ظلم و گناہ میں حد سے گذر جانا، سرکشی کرنا۔
(اِشْتَرَوُا) اِشْتَرٰی، یَشْتَرِیْ، اِشْتِرَاءٌ (باب افتعال) خریدنا، بیچنا۔ مادّہ "ش ری" ہے۔
(ھُدٰی) ھَدٰی، یَھْدِیْ، ھَدْیٌ و ھُدًی و ھِدَایَۃٌ (ض) راستہ بتانا، راستہ پر چلا کر منزلِ مقصود تک پہنچا دینا۔
(ضَلٰلَۃ) ضَلَّ، یَضِلُّ، ضَلَالٌ و ضَلٰلَۃٌ (ض) گمراہ ہونا، راہ حق سے ہٹ جانا، بھول جانا، ضائع ہونا، تلف ہونا۔
(تِجَارَۃ) تَجَرَ، یَتْجُرُ، تَجْرٌ و تِجَارَۃٌ (ن) تجارت کرنا۔
(رَبِحَتْ) رَبِحَ، یَرْبَحُ، رِبْحٌ و رَبَحٌ و رَبَاحٌ (س) نفع بخش ہونا۔
(مُھْتَدِیْنَ) اِھْتَدٰی، یَھْتَدِیْ، اِھْتِدَاءٌ (باب افتعال) ہدایت پانا، ہدایت پر قائم رہنا، ہدایت طلب کرنا۔
(کَانُوْا) کَانَ، یَکُوْنُ، کَوْنٌ و کِیَانٌ و کَیْنُوْنَۃٌ (ن) ہونا، ہو جانا۔

تفسیر

منافقین کا ایمان محض فریب اور دھوکا تھا۔ وہ نہ اسلام کے خیر خواہ تھے اور نہ مسلمین کے۔ جب ان سے کہا جاتا کہ تم بھی اسی طرح ایمان لاؤ جس طرح اور لوگ (یعنی صحابہ کرامؓ) ایمان لائے ہیں تو کہتے تھے کہ کیا ہم بے وقوفوں کی طرح ایمان لائیں۔ ان کی حالت بالکل ایسی ہی تھی جیسی آج کل کے دنیاداروں کی، جو دینداروں کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ تو سیدھے لوگ ہیں، انہیں نہ حکمت عملی آتی ہے نہ سیاست۔ چودہ سو سال پرانی باتوں کو رائج کرنا چاہتے ہیں، یہ دنیا اور دنیاداری کو کیا سمجھیں، تہذیب و تمدن سے انہیں کیا واسطہ، یہ کیا جانیں کہ دوسری قوموں سے کس طرح تعلقات قائم رکھے جاتے ہیں، کس طرح ان کو اپنا دوست و حامی بنایا جاتا ہے، کس طرح اپنی عقل و فراست سے ان کی سازشوں کو ناکام بنایا جاتا ہے، یہ سب کچھ ہم جانتے ہیں، ہمارے کاموں میں جو مصلحت ہوتی ہے وہ ان سادہ لوحوں کو کیا معلوم، لہٰذا ہم ایسے لوگوں کی طرح

ایمان کیسے لا سکتے ہیں جو نہ حکمت جانیں ، نہ مصلحت ، جنہیں یہی نہیں معلوم کہ نفع کس طرح حاصل کیا جاتا ہے اور نقصان سے کس طرح بچا جاتا ہے ، اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کے جواب میں فرمایا: خبردار ہو جاؤ یہی لوگ بے وقوف ہیں لیکن یہ جانتے نہیں ، اگر واقعی ان لوگوں میں عقل ہوتی تو اپنی آخرت کو خراب نہ کرتے ، جو شخص فانی دنیا کی خاطر باقی رہنے والی آخرت کو قربان کردے اس سے زیادہ بے وقوف کون ہو سکتا ہے لیکن انہیں اس بات کا شعور نہیں کہ تھوڑے سے موہوم فائدہ کی خاطر وہ کتنا بڑا نقصان مول لے رہے ہیں۔ ان کے دھوکے اور فریب کا یہ حال تھا کہ جب مؤمنین سے ملتے تو کہتے ہم تو ایمان لے آئے ہیں اور جب اپنے بہکانے والے یہودیوں کے پاس جاتے تو ان سے کہتے کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں مؤمنین سے تو ہم مذاق کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اللہ ان کو عنقریب اس مذاق کی سزا دے گا ، فوری عذاب میں اس لئے مبتلا نہیں کرتا کہ ابھی انہیں مہلت دے رہا ہے ، اس مہلت اور ڈھیل کو یہ اپنے حق میں انعامِ الٰہی سمجھ رہے ہیں اور اپنی سرکشی اور طغیان میں (اور زیادہ) بھک رہے ہیں"

اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ فوراً کسی کو نہیں پکڑتا بلکہ مہلت دیتا ہے ، پھر جب گناہوں کی کثرت ہو جاتی ہے تو اچانک پکڑ لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوٓا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لِّأَنفُسِهِمْ ۚ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوٓا إِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝

(آل عمران - ۱۷۸)

کافر یہ نہ خیال کریں کہ ہم جو انہیں ڈھیل دے رہے ہیں یہ ان کے حق میں بہتر ہے ، ہم تو اس لئے ڈھیل دے رہے ہیں کہ گناہ اور زیادہ ہو جائیں ، (پھر انجام کار تو) ان کے لئے ذلت آمیز عذاب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ رحم و کرم ہے کہ پہلے ڈھیل دیتا ہے پھر گناہوں کی زیادتی کے بعد پکڑتا ہے ، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اس مہلت کے زمانہ میں یہ لوگ توبہ کر کے عذابِ الٰہی سے بچ جاتے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا ، اب سوائے عذاب کے اور ان کے لئے کیا ہے۔

اکثر یہ بھی ہوتا ہے کہ مہلت کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کے دروازے کھول دیتا ہے ، سرکش لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہے ، وہ اس خیال اور ان نعمتوں میں مگن ہو جاتے ہیں کہ ناگہانی طور پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آجاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّىٰ إِذَا فَرِحُوا بِمَا

جب کافروں نے اس نصیحت کو جو انہیں کی گئی تھی بھلا دیا تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول

اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰـھُـمْ بَغْتَـةً فَاِذَا ھُـمْ مُّبْلِسُوْنَ ○ (الانعام۔۴۴)	دئے، حتّٰی کہ جب وہ ان نعمتوں میں مگن ہوگئے تو ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا اور وہ مایوس ہوکر رہ گئے۔

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ
نَارًا فَلَمَّآ أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ
ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ
فِي ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُونَ ﴿۱۷﴾ صُمٌّ
بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿۱۸﴾

ترجمہ منافقین کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے آگ جلائی۔ جب آگ نے اس شخص کے چاروں طرف روشنی کر دی تو اللہ نے منافقین کی روشنی سلب کر لی اور ان کو تاریکیوں میں چھوڑ دیا، اب انہیں کچھ نظر نہیں آتا ﴿۱۷﴾ (ان کی حالت ایسی ہے گویا) وہ بہرے ہیں، گونگے ہیں اور اندھے ہیں (کیونکہ رہنمائی حاصل کرنے کے یہی تین ذرائع ہیں، سننا، بولنا اور دیکھنا اور یہ ان تینوں ذرائع سے محروم ہو چکے ہیں) لہٰذا یہ (کسی حالت میں بھی سیدھے راستے کی طرف) نہیں لوٹ سکتے ﴿۱۸﴾

معانی و مصادر اِسْتَوْقَدَ، یَسْتَوْقِدُ، اِسْتِیْقَادٌ (باب استفعال) جلانا، جلنا۔

(اَضَاءَتْ) اَضَاءَ، یُضِیْءُ، اِضَاءَۃٌ (باب افعال) روشن کرنا، روشن ہونا۔

ذَھَبَ، یَذْھَبُ، ذَھَابٌ و ذُھُوْبٌ و مَذْھَبٌ (ف) جانا، گذر جانا، مرجانا۔ یہ فعل لازم ہے، اگر اس کے ساتھ حرفِ جار "بِ" لگا دیا جائے تو اس کے معنیٰ "لے جانا" ہوتے ہیں۔

تَرَكَ، یَتْرُكُ، تَرْكٌ و تَرَكَانٌ (ن) چھوڑنا۔

(ظُلُمٰت) ظَلِمَ، یَظْلَمُ، ظَلْمٌ (س) اندھیرا ہونا، تاریک ہو جانا۔

ظُلُمٰت = ظُلْمَةٌ کی جمع تاریکیاں۔
(یُبْصِرُوْنَ) اَبْصَرَ، یُبْصِرُ، اِبْصَارٌ (باب افعال) دیکھنا، بینا کرنا۔
(صُمٌّ) صَمَّ، یَصَمُّ، صَمٌّ و صَمَمٌ (ف) بہرا ہونا۔
صُمٌّ = اَصَمُّ کی جمع = بہرے۔
(بُکْمٌ) بَکِمَ، یَبْکَمُ، بَکَمٌ و بَکَامَةٌ (س) گونگا ہونا۔
بُکْمٌ = اَبْکَمُ کی جمع = گونگے۔
(عُمْیٌ) عَمِیَ، یَعْمٰی، عَمًی (س) اندھا ہونا۔
عُمْیٌ = اَعْمٰی کی جمع = اندھے۔
(یَرْجِعُوْنَ) رَجَعَ، یَرْجِعُ، رُجُوْعٌ و مَرْجِعٌ و مَرْجِعَةٌ و رُجْعٰی و رُجْعَانٌ (ض) لوٹنا۔

تفسیر

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کے طرزِ عمل کو ایک تمثیل کے ذریعہ سمجھایا ہے۔ تمثیل یہ ہے کہ ایک شخص نے آگ جلائی، جب چاروں طرف روشنی ہوگئی اور راستہ نظر آنے لگا تو بعض لوگوں کی بینائی جاتی رہی اور وہ اس روشنی سے فائدہ اٹھانے کے قابل نہیں رہے۔ اس میں روشنی کا کوئی قصور نہیں، اس کا توفیض عام ہے، قصور تو ان کا ہے جو نابینا ہیں، کیونکہ وہ اپنی روشنی سے محروم ہیں، لہٰذا وہ باہر کی روشنی سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

اس تمثیل میں اسلام کو آگ کی روشنی سے تشبیہ دی گئی ہے، آگ جلانے والے سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، روشنی سے مراد نورِ ہدایت ہے، تاریکی سے مراد گمراہی ہے، بینائی سے مراد قلب کی بینائی اور فطری صلاحیت ہے، اللہ تعالیٰ کے بینائی لے جانے سے مراد یہ ہے کہ حسد اور ہٹ دھرمی کے نتیجے میں جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے ان کی بینائی یعنی قبولِ حق کی فطری صلاحیت جاتی رہی۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کو پیش کیا اور نورِ اسلام سے تمام عالم جگمگا اٹھا اور اس کی روشنی میں صراطِ مستقیم پر چلنا آسان ہوگیا تو منافقین نے حسد کیا، ہٹ دھرمی کی، جس کے نتیجہ میں وہ تھوڑی بہت فطری صلاحیت اور بینائی جو ان کے قلوب میں تھی ضائع ہوگئی۔ جس طرح خوب روشنی کی موجودگی میں اگر کسی شخص کی آنکھ کی بینائی جاتی رہے تو باوجود روشنی کے اُسے راستہ نظر نہیں آئے گا۔ بالکل اسی طرح جب اسلام کی روشنی سے پورا عالم جگمگا رہا ہو تو اس شخص کو اس روشنی سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا جس کے دل کی بینائی جاتی رہی ہو، منافقین نے حسد کی وجہ سے اپنی فطری صلاحیت کو ضائع کر دیا، ان کا دل اندھا ہوگیا، اب وہ اسلام کی روشنی سے کسی قسم کا فائدہ حاصل نہیں کر سکتے، صراطِ مستقیم انہیں نظر نہیں آتا، وہ گمراہی میں بھٹک رہے ہیں۔ اس میں اسلام کا کوئی قصور نہیں، بلکہ ان کا اپنا قصور ہے کہ انہوں نے

حسد کی وجہ سے اپنے دل کی بینائی کو جس کی صراطِ مستقیم پر چلنے کے لئے بڑی ضرورت تھی زائل و بیکار کر دیا ہے۔

جب دل اندھا ہو جاتا ہے تو نہ عبرت ہوتی ہے، نہ نصیحت۔ انسان گمراہی میں پڑا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَاِنَّهَا لَا تَعۡمَى الۡاَبۡصَارُ وَلٰكِنۡ تَعۡمَى الۡقُلُوۡبُ الَّتِىۡ فِى الصُّدُوۡرِ ○ (الحج-۴۶)

بات در اصل یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

آیت بالا سے معلوم ہوا کہ صراطِ مستقیم پر چلنے کے لئے دل کی بینائی بہت ضروری ہے۔ اگر دل نابینا ہو جائے تو انسان روحانی طور پر سمجھ بوجھ سے محروم ہو جاتا ہے، فہم و ادراک اور صحیح و غلط میں تمیز کرنے کی فطری صلاحیت جاتی رہتی ہے، اب اُسے عبرت و نصیحت ہو تو کیسے؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَقَدۡ ذَرَاۡنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيۡرًا مِّنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ لَهُمۡ قُلُوۡبٌ لَّا يَفۡقَهُوۡنَ بِهَا وَلَهُمۡ اَعۡيُنٌ لَّا يُبۡصِرُوۡنَ بِهَا وَلَهُمۡ اٰذَانٌ لَّا يَسۡمَعُوۡنَ بِهَا۔ (الاعراف-۱۷۹)

ہم نے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لئے پیدا کئے ہیں۔ ان کے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں، ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے نہیں، ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے نہیں۔

مندرجہ بالا آیات سے معلوم ہوا کہ روحانی طور پر ان کے قلوب مردہ ہیں، ان کی آنکھیں اور ان کے کان بیکار ہیں، یعنی ان کے دل صلاحیت کی روشنی سے محروم ہیں، ان کی بداعمالی اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے فہم و ادراک کو چھین لیا ہے، ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے[1]، لہٰذا انہیں ہدایت نصیب ہو تو کیسے؟

راستہ پر چلنے کے لئے دو روشنیوں کی ضرورت ہوتی ہے، ایک آنکھ کی روشنی، دوسرے باہر کی روشنی، اگر ان دونوں روشنیوں میں سے کوئی سی بھی ایک روشنی نہ ہو تو راستہ نظر نہ آئے گا، بالکل اسی طرح ہدایت کے لئے بھی دو روشنیوں کی ضرورت ہے، ایک دل کی روشنی (روحانی بینائی یا صلاحیت) دوسرے اسلام کی روشنی، اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک روشنی معدوم ہو جائے تو ہدایت نہیں مل سکتی، کیونکہ منافقین نے ضد، حسد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اپنے دل کی بینائی اور تمام روحانی قوتیں ضائع کر دیں، لہٰذا اسلام کی روشنی کے باوجود ان کا راہ راست پر آ جانا بہت دشوار ہے۔ ان لوگوں کی مثال اس شخص کی سی ہے جو بہرا بھی ہو، گونگا بھی ہو اور اندھا بھی ہو بھلا ایسے آدمی کو راستہ کیسے ملے گا، وہ بہرا ہے لہٰذا راستہ بتانے والے کی آواز سن نہیں سکتا، گونگا ہے لہٰذا راستہ دریافت نہیں کر سکتا اور اندھا ہے لہٰذا راستہ دیکھ بھی نہیں سکتا، نہ کسی کے اشارہ کو دیکھ کر راستے کو پا سکتا ہے۔ صحیح راستہ پر چلنے کے لئے تین ذریعے

---

[1] دل پر مہر لگنے کی تشریح کے لئے سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۷ کی تفسیر صفحہ ۱۲۰ پر ملاحظہ فرمائیں۔

ہو سکتے تھے وہ تینوں ذریعے معدوم ہیں، لہٰذا ایسے آدمی کا راہ راست پر آجانا بہت مشکل ہے، بالکل یہی حال منافقین کا ہے، ان کے پاس نہ وہ کان ہیں جن سے نصیحت سن سکیں، نہ وہ زبان ہے جس سے نصیحت کی بات پوچھ سکیں اور نہ وہ آنکھیں ہیں جن سے راہ راست دیکھ سکیں یا کسی کے اشارہ کو دیکھ کر سیدھے راستہ پر آسکیں۔ یہ روحانی طور پر بالکل بہرے، گونگے اور اندھے ہیں، ان کی تمام روحانی قوتیں اور صلاحیتیں زائل ہو چکی ہیں۔ لہٰذا ان کا غلط راستہ کو چھوڑ کر اسلام کے درخشندہ راستہ کی طرف لوٹ آنا بڑا مشکل ہے۔

أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيهِ
ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ
يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِيٓ اٰذَانِهِمْ
مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ
وَاللّٰهُ مُحِيطٌ بِالْكٰفِرِينَ ﴿۱۹﴾ يَكَادُ
الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ كُلَّمَآ
أَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيهِ وَإِذَآ أَظْلَمَ
عَلَيْهِمْ قَامُوا وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ
لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ

إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾

ترجمہ

یا منافقین کی مثال ایسی ہے جیسے آسمان سے بارش ہو رہی ہے جس میں تاریکیاں ہیں بادل گرج رہے ہیں، بجلیاں چمک رہی ہیں، جب کڑک کی آواز آتی ہے تو یہ لوگ موت کے ڈر سے اپنی انگلیاں کانوں میں دے لیتے ہیں (تاکہ نہ آواز آئے نہ دہشت سے موت واقع ہو، لیکن یہ بچ کر کہاں جائیں گے) اللہ ان کافروں کو گھیرے ہوئے ہے ﴿۱۹﴾ قریب ہے کہ بجلی کی چمک ان کی بینائی کو اچک لے جائے، (جس بینائی سے یہ فی الحال راستہ معلوم کر لیتے ہیں یعنی) جب کبھی بجلی چمکتی ہے تو اس کی روشنی میں (راستہ دیکھ لیتے ہیں اور) کچھ چل لیتے ہیں اور جب (بجلی نہیں چمکتی) تاریکی چھا جاتی ہے تو پھر کھڑے رہ جاتے ہیں (راستہ ہی نظر نہیں آتا تو چلیں کیسے) اگر اللہ چاہے تو ان سے ان کی سماعت اور بصارت کو (جس سے یہ فی الحال کچھ فائدہ اٹھا رہے ہیں) چھین لے (تو پھر یہ کیا کریں گے۔ اور اللہ یہ کام کر سکتا ہے کیونکہ) اللہ یقیناً ہر چیز پہ قادر ہے (ہر کام کر سکتا ہے) ﴿۲۰﴾

معانی و مصادر

(صَيِّب) صَابَ، يَصُوْبُ، صَوْبٌ و مَصَابٌ (ن) نازل ہونا۔

صَيِّب = ابر، گھٹا، بارش۔ اس کا مادّہ "ص و ب" ہے۔

(ظُلُمٰت) ظَلِمَ، يَظْلَمُ، ظَلْمٌ (س) اندھیرا ہو جانا۔

ظُلُمٰت = ظُلْمَةٌ کی جمع = تاریکیاں۔

(رَعْدٌ) رَعَدَ، يَرْعُدُ، رَعْدٌ و رُعُوْدٌ (ف) گرجنا، کڑکنا۔

(بَرْق) بَرَقَ، يَبْرُقُ، بَرْقٌ و بُرُوْقٌ و بَرَقَانٌ و بَرِيْقٌ (ن) چمکنا۔

(يَجْعَلُوْنَ) جَعَلَ، يَجْعَلُ، جَعْلٌ (ف) بنانا، پیدا کرنا، رکھ لینا، کر دینا۔

(صَوَاعِق) صَعِقَ، يَصْعَقُ، صَاعِقَةٌ (ف) آسمان سے آگ برسنا۔

صَوَاعِق = صَاعِقَةٌ کی جمع = بجلی کی کڑک، فضا میں سخت دھماکا، موت، مہلک عذاب۔

(حَذَر) حَذِرَ، يَحْذَرُ، حَذَرٌ و حِذْرٌ و مَحْذُوْرَةٌ (س) ڈرنا۔

حَذَرٌ = خوف۔

(مَوْت) مَاتَ، يَمُوْتُ، مَوْتٌ (ن) مرجانا۔

(مُحِيْط) اَحَاطَ، يُحِيْطُ، اِحَاطَةٌ (باب افعال) گھیر لینا، حفاظت کرنا، احتیاط کرنا۔ اس کا مادّہ "ح و ط" ہے۔

(کٰفِرِیْن) کَفَرَ ، یَکْفُرُ ، کُفْرٌ و کَفُوْرٌ (ن) ڈھانک دینا ، چھپانا ، انکار کرنا۔
کَفَرَ ، یَکْفُرُ ، کُفْرٌ و کُفُوْرٌ و کُفْرَانٌ (ن) انکار کرنا ، ناشکری کرنا۔
(یَکَادُ) کَادَ ، یَکَادُ ، کَوْدٌ و مَکَادٌ و مَکَادَۃٌ (ف) کسی کام کے کرنے کے قریب ہوجانا ، ارادہ کرنا۔
(یَخْطَفُ) خَطِفَ ، یَخْطَفُ ، خَطْفٌ (س) اچک لے جانا۔
(اَبْصَار) بَصُرَ ، یَبْصُرُ ، بَصَرٌ و بَصَارَۃٌ (لک) دیکھنا۔
اَبْصَار: بَصَرٌ کی جمع = آنکھیں۔
اَضَآءَ ، یُضِیْءُ ، اِضَاءَۃٌ (باب افعال) روشن کرنا ، روشن ہونا۔ اس کا مادہ "ض و ء" ہے۔
(مَشَوْا) مَشٰی ، یَمْشِیْ ، مَشْیٌ و تَمْشَاءٌ (ض) چلنا۔
اَظْلَمَ ، یُظْلِمُ ، اِظْلَامٌ (باب افعال) تاریک ہونا ، تاریک کرنا۔
(قَامُوْا) قَامَ ، یَقُوْمُ ، قَوْمٌ و قَوْمَۃٌ و قِیَامٌ و قَامَۃٌ (ن) کھڑا ہونا ، ٹھہر جانا۔
شَآءَ ، یَشَاءُ ، شَیْءٌ و مَشِیْئَۃٌ و مَشَاءَۃٌ و مَشَائِیَۃٌ (ف) چاہنا۔
(سَمْعٌ) سَمِعَ ، یَسْمَعُ ، سَمْعٌ و سَمَاعٌ و سَمَاعَۃٌ و سَمَاعِیَۃٌ و مَسْمَعٌ (س) سننا۔
(قَدِیْر) قَدَرَ ، یَقْدِرُ ، قَدْرٌ و قُدْرَۃٌ و مَقْدُرَۃٌ و مِقْدَارٌ۔ (ض) قدرت ہونا ، قادر ہونا۔ "قَدِیْر" اسم صفت ہے۔

تفسیر

منافقین کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے دو تمثیلیں بیان فرمائیں ، ایک کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔ دوسری تمثیل ان آیتوں میں ہے ، ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کو بارش سے تشبیہ دی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

مَثَلُ مَا بَعَثَنِی اللّٰہُ بِہٖ مِنَ الْھُدٰی وَالْعِلْمِ کَمَثَلِ الْغَیْثِ الْکَثِیْرِ اَصَابَ اَرْضًا فَکَانَ مِنْھَا نَقِیَّۃٌ قَبِلَتِ الْمَآءَ فَاَنْبَتَتِ الْکَلَأَ وَالْعُشْبَ الْکَثِیْرَ وَکَانَتْ مِنْھَا اَجَادِبُ اَمْسَکَتِ الْمَآءَ فَنَفَعَ اللّٰہُ بِھَا النَّاسَ فَشَرِبُوْا وَسَقَوْا وَزَرَعُوْا وَاَصَابَتْ مِنْھَا طَائِفَۃً اُخْرٰی اِنَّمَا ھِیَ قِیْعَانٌ لَا تُمْسِکُ مَآءً وَلَا تُنْبِتُ کَلَأً فَذٰلِکَ مَثَلُ مَنْ فَقُہَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ وَنَفَعَہٗ

ہدایت اور علم جس کو دے کر اللہ نے مجھے بھیجا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسی مثال اس بارش کی جو کثرت سے ہو ، وہ بارش جب زمین پر پہنچتی ہے تو زمین کا وہ حصہ جو صاف ہوتا ہے پانی جذب کر لیتا ہے پھر اس سے گھاس اور سبزہ اگتا ہے اور زمین کا جو حصہ سخت ہوتا ہے وہ پانی کو روک لیتا ہے ، اللہ تعالیٰ اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے ، لوگ اس کو پیتے ہیں ، پلاتے ہیں اور کھیتی میں آبپاشی کرتے ہیں ، اور زمین

مَا بَعَثَنِیَ اللّٰہُ بِہٖ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ وَمَثَلُ مَنۡ لَّمۡ یَرۡفَعۡ بِذٰلِکَ رَأۡسًا وَلَمۡ یَقۡبَلۡ ھُدَی اللّٰہِ الَّذِیۡ اُرۡسِلۡتُ بِہٖ (صحیح بخاری کتاب العلم باب فضل من عَلِمَ وَعَلَّمَ جزء اوّل ص۳۱)

کا بعض حصّہ بالکل چٹیل میدان ہوتا ہے، نہ پانی کو روکتا ہے اور نہ اس پر گھاس اگتی ہے۔ بس یہی مثال اس شخص کی ہے جو دین میں سمجھ حاصل کرے اور جس چیز کو دے کر مجھے اللہ نے بھیجا ہے وہ اس کو نفع پہنچائے، (پھر) وہ شخص اس کو پڑھے اور پڑھائے اور (چٹیل میدان کی) مثال اس شخص کی سی ہے جو ہدایت اور علم دین کی طرف متوجہ نہ ہو اور جس ہدایت کو دے کر میں بھیجا گیا ہوں اُسے قبول نہ کرے۔

الغرض اسلام ایک موسلا دھار بارش کے مانند ہے۔ جس طرح بارش سے پہلے تاریکیاں ہوتی ہیں، گرج وچمک ہوتی ہے، پھر اس بارش سے فائدے حاصل ہوتے ہیں، بالکل اسی طرح اسلام کے غالب ہونے سے پہلے مستقبل تاریک نظر آتا ہے، گرج کے مانند خوف و دہشت دلانے والی آوازیں سنائی دیتی ہیں اور کبھی بجلی کی چمک کی طرح کوئی امید کی کرن بھی نظر آجاتی ہے۔

اب جو شخص اسلام کے ابتدائی دور میں مایوس ہو کر بیٹھ جائے، خطرات سے ڈر کر وہ اسلام کی روشنی سے فائدہ اٹھانا نہ چاہے، لڑائی کا اعلان ہو اور وہ کان بند کر کے جان بچانے کی فکر میں لگ جائے اور اسلام کو اپنے حق میں وبال سمجھے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص بارش کی تاریکیوں اور گڑگڑاہٹ سے ڈر کر بارش کو بُرا سمجھنے لگے۔ اگر کوئی شخص بارش سے بیزار ہو کر بیٹھ جائے تو بارش رک نہیں سکتی، بارش تو ہو کر رہے گی، جو فائدہ اٹھانا چاہے گا فائدہ اٹھالے گا اور جو فائدہ نہیں اٹھانا چاہے گا وہ نہیں اٹھائے گا، بالکل اسی طرح جان و مال کی قربانیوں سے ڈر کر اگر منافقین اسلام سے بیزار ہو جائیں تو وہ اسلام کی ترقی کو روک نہیں سکتے، اسلام ترقی کرے گا اور ضرور کرے گا البتہ منافقین اسلام کی برکتوں سے محروم رہ جائیں گے اور اپنا ہی نقصان کریں گے۔

یہ لوگ قربانیوں سے ڈر کر اپنی جان بچانے کی کتنی ہی فکر اور کوشش کریں لیکن آخر یہ بھاگ کر کہاں جائیں گے، وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے اپنے آپ کو نہیں بچا سکتے (وَاللّٰہُ مُحِیۡطٌۢ بِالۡکٰفِرِیۡنَ)۔ اللہ تعالیٰ ان کافروں کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے، موت و زیست اس کے ہاتھ میں ہے، وہ جب چاہے گا، جہاں چاہے گا اور جس طرح چاہے گا پکڑ لے گا۔ ان کی تمام کوششیں جو یہ اپنی جان بچانے کے لئے کر رہے ہیں بے سود ثابت ہوں گی۔

(یَکَادُ الۡبَرۡقُ یَخۡطَفُ اَبۡصَارَھُمۡ) عنقریب اسلام ترقی کرے گا، اس کی چمک اور نورانیت سے تمام عالم منوّر ہو جائے گا، اس وقت یہ اسلام کی آب و تاب دیکھ کر حیران رہ جائیں گے، ان کی آنکھیں

خیرہ ہوجائیں گی۔

اسلام کے ابتدائی دور میں منافقین کی حالت بالکل اس راہ گیر کی سی ہوتی ہے جو گھنگور گھٹا کی تاریکیوں میں سرگرداں ہوتا ہے، جب بجلی چمکتی ہے تو اس کی روشنی میں کچھ دور چل لیتا ہے اور جب بجلی نہیں چمکتی، اندھیرا ہوجاتا ہے تو کھڑا رہ جاتا ہے، بالکل اسی طرح یہ منافقین جب جنگ کے بادل چھاتے ہیں، قربانیوں کا وقت آتا ہے تو کھڑے مُنہ تکتے رہ جاتے ہیں، ایک قدم بھی آگے نہیں نہیں بڑھتے لیکن جب اسلام کی فتح ہوتی ہے، مال غنیمت ہاتھ آتا ہے تو پھر اسلام کے دعویدار بن کر سامنے آتے ہیں، اسلام کی خیر خواہی میں ایک دو قدم آگے چل لیتے ہیں اور اسلام کی فتح اور مالِ غنیمت میں سے کچھ فائدہ حاصل کر لیتے ہیں، انہیں خبردار ہوجانا چاہیئے کہ (وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ لَذَھَبَ بِسَمْعِہِمْ وَاَبْصَارِھِمْ) اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کے کان جس میں گرج کی آواز سُن کر یہ انگلیاں رکھ لیتے ہیں اور آنکھیں جن سے خطرات کو دیکھ کر اسلام کے راستہ میں قربانی دینے سے رُک جاتے ہیں بیکار کردے، کان قوّت سماعت سے محروم ہوجائیں اور آنکھیں قوّت بصارت سے محروم ہوجائیں تو پھر یہ کیا کریں گے، انہیں اللہ کی پکڑ سے ڈرتے رہنا چاہیئے، وہ انسان کو تمام قوتوں سے محروم کرسکتا ہے اس لئے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے، قادر ہوتے ہوئے اس کا ایسا نہ کرنا مصلحت پر مبنی ہے، وہ ڈھیل دیتا ہے اور اس ڈھیل میں بھی اس کی کوئی حکمت ہوتی ہے۔

آیات ۸ تا ۲۰ کا خلاصہ

اور

عمل

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کی صفات بیان کی ہیں۔ ان صفات کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) دل میں کچھ، زبان پر کچھ

اے لوگو، منافقین کی اس صفت سے بچیئے، ظاہر و باطن کو یکساں اور ہم آہنگ کیجئے۔

(۲) اللہ تعالیٰ اور مؤمنین کو دھوکا دینے کی کوشش کرنا

اے لوگو، اللہ تعالیٰ اور مؤمنین کو کبھی دھوکا دینے کی کوشش نہ کیجئے، اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینے کا ایک طریقہ یہ بھی ہوتا ہے کہ حیلہ سے کسی حلال چیز کو حرام یا حرام چیز کو حلال کرلیا جائے، لیکن اس حیلہ

سے اللہ تعالیٰ کو دھوکہ نہیں دے سکتے البتہ آپ خود فریب نفس میں مبتلا ہو جائیں گے اور اپنا نقصان کر بیٹھیں گے، شیطان اس حیلہ کو مزین کر کے آپ کے سامنے پیش کرے گا لیکن آپ اس کے دھوکے میں نہ آئیے۔ اگر آپ نے اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینا چاہا تو سمجھ لیجئے کہ آپ خود شیطان کے دھوکے میں آگئے۔ اس میں آپ کی ہلاکت اور بربادی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا (فاطر۔ ۵ و ۶) — شیطان تم کو اللہ کے معاملہ میں دھوکا نہ دے، بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے، اس کو دشمن سمجھتے رہو۔

مؤمنین کو بھی کسی قسم کا دھوکا نہ دیجئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من غشنا فلیس منا جزء اول ص۵۵) — جس نے ہمیں دھوکا دیا وہ ہم سے نہیں۔

③ مؤمنین سے حسد کرنا

مؤمنین سے حسد نہ کیجئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا تَحَاسَدُوْا (صحیح بخاری کتاب الادب باب ما ینھٰی عن التحاسد جزء ۸ ص۲۳ و صحیح مسلم کتاب البر باب تحریم الظن، جزء ۲، ص۴۲۳ و ۴۲۴) — آپس میں ایک دوسرے سے حسد نہ کرو۔

④ جھوٹ بولنا

جھوٹ نہ بولئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اٰيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلٰثٌ اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ (متفق علیہ) وَ زَادَ مُسْلِمٌ فِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ وَاِنْ صَامَ وَ صَلّٰى وَزَعَمَ اَنَّهٗ مُسْلِمٌ (صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان خصائل المنافق — منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرے جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب امانت دار بنایا جائے تو خیانت کرے، صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اگرچہ وہ روزے رکھے، نماز پڑھے اور دعویٰ

جزء اول ص۲۴ و صحیح بخاری کتاب الایمان باب علامۃ المنافق جزء اوّل ص۱۵) کرے کہ وہ مسلم ہے۔

⑤ ملک میں فساد و بدامنی پھیلانا۔

ملک میں فساد و بدامنی پھیلانا منافقین کا شیوہ ہے، اے لوگو آپ اس سے بچئے، زمین میں فساد نہ پھیلایئے، امن کو درہم برہم نہ کیجئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا (الاعراف - ۵۶ و ۸۵)

زمین میں اُس کی اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

أَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ (صٓ - ۲۸)

کیا ہم ایمان والوں کو جو عمل صالح کرتے ہیں ان لوگوں کی طرح کر دیں گے جو ملک میں فساد برپا کرتے ہیں (نہیں بلکہ ہم ان کو دنیا میں عروج اور آخرت میں اجر دیں گے)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ (النور - ۵۵)

اللہ (تعالیٰ) کا ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور عمل صالح کرتے رہے وعدہ ہے کہ انہیں زمین میں خلافت کے منصب پر فائز کرے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ○ (القصص - ۸۳)

یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لئے مختص کر دیں گے جو زمین میں ظلم اور فساد پھیلانا نہیں چاہتے اور (اچھا) انجام تو متقیوں کے لئے ہی ہے۔

آیات بالا سے ثابت ہوا کہ متقی یا صالح مؤمن وہی ہے جو ملک میں فساد نہ پھیلائے اور کیونکہ متقی بننا ہر شخص کے لئے ضروری ہے لہٰذا ملک میں فساد نہ پھیلایئے، بیگاڑ پیدا نہ کیجئے تاکہ آپ ہدایت پر چل کر منزلِ مقصود پر پہنچ جائیں، جنّت میں لازوال نعمتوں سے بہرہ اندوز ہوں اور دنیا میں خلافت کے منصب پر فائز ہوں۔

⑥ ایمان والوں کو بے وقوف سمجھنا

اے لوگو، ایمان والوں کو بے وقوف نہ سمجھئے، عقل والے وہی ہوتے ہیں جو اللہ والے ہوتے ہیں اور احکام الٰہی پر عمل کر کے اپنی آخرت کو سنوارتے ہیں۔

⑦ دورُخی پالیسی اختیار کرنا

اے لوگو، دورخی پالیسی اختیار نہ کیجئے، اِدھر کی اُدھر اور اُدھر کی اِدھر نہ لگائیے، دو مخالف جماعتوں میں سے ہر ایک کو اپنی دوستی جتا کر انہیں لڑانے کی کوشش نہ کیجئے، اپنی خوشامدانہ باتوں سے دونوں کو خوش کرنے کی کوشش نہ کیجئے، اُن کے پاس گئے تو اُن کی سی کہہ دی، اِن کے پاس گئے تو اِن کی سی کہہ دی، ایسا نہ کیجئے، حق بات کہئے، دورُخی پالیسی بہت بُری خصلت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

تَجِدُ مِنْ شَرِّ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ اللّٰهِ ذَا الْوَجْهَيْنِ الَّذِيْ يَأْتِيْ هٰؤُلَآءِ بِوَجْهٍ وَهٰؤُلَآءِ بِوَجْهٍ۔ (صحیح بخاری کتاب الادب باب ما قیل فی ذی الوجہین جزء ۸ صـ۲۱) وصحیح مسلم کتاب البر باب ذم ذی الوجہین جزء ۲ صـ۴۳)

تم قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے بدتر اس شخص کو پاؤ گے جو دورخا ہوگا، اِن کے پاس آیا اِن کا سا بن گیا اور اُن کے پاس گیا اُنکا سا بن گیا۔

⑧ ہدایت کے بدلہ گمراہی خریدنا

ہدایت کے بدلہ گمراہی نہ خریدئیے، حق کا ساتھ دیجئے، حق والوں کے ساتھ رہئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ○ (التوبۃ - ۱۱۹)

اے ایمان والو، اللہ سے ڈرو اور سچّوں کے ساتھ رہو۔

⑨ قربانی و جہاد سے گریز کرنا

اے لوگو، قربانی اور جہاد سے گریز نہ کیجئے، اسلام تو قربانی ہی کا دوسرا نام ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ہر چیز قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہئے، اپنی خواہشات کو قربان کیجئے، اپنی راحت کو قربان کیجئے، اپنے مال کو قربان کیجئے، اپنے وقت کو قربان کیجئے۔ اپنی اولاد کو قربان کیجئے، اپنی جانوں کو

قربان کیجئے، اللہ تعالیٰ کے راستہ میں کوشش کرتے رہیئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَجَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ (الحج - ۷۸)

اللہ کے راستہ میں اس طرح جدّوجہد کیجئے جس طرح جدوجہد کرنے کا حق ہے۔

الغرض اللہ کے دین کی خدمت میں پوری قوّت اور جانفشانی سے کوشش کرتے رہیئے۔

⑩ مسلمین کی فتوحات اور ترقی سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرنا

اے لوگو، آپ خود کوشش کر کے فتوحات حاصل کیجئے، اسلام کو فروغ دیجئے، ایسا نہ کیجئے کہ خود چین سے گھر بیٹھ جائیں اور دوسروں کی کوشش اور قربانیوں سے جو فائدہ حاصل ہو اس میں سے حصّہ بٹانے کے لئے جھوٹا دعویٰ کریں، ایسا نہ کیجئے کہ اگر فائدہ ہو تو اسلام اور مسلمین کا ساتھ دیں اور نقصان نظر آئے تو ساتھ چھوڑ کر الگ ہو جائیں بلکہ ہر حال میں خلوص و قربانی کے ساتھ اسلام اور مسلمین کے وفادار رہیئے۔

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

يٰاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ
خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ
لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۲۱﴾ اَلَّذِيْ جَعَلَ
لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ
بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً
فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ
رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ
اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾

ترجمہ اے لوگو، اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تم کو اور ان لوگوں کو جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں پیدا کیا تاکہ تم متقی بن جاؤ (۲۱) (وہی ہے) جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا، آسمان کو چھت بنایا اور اوپر سے (یعنی بادل سے) پانی برسایا، پھر اس کے ذریعہ تمہارے کھانے کے لئے

پھل پیدا کئے (یہ کام ایسے ہیں کہ اللہ تعالی کے علاوہ کوئی نہیں کرسکتا) لہذا کسی کو اللہ کا شریک نہ بناؤ اور یہ بات تم بھی جانتے ہو (کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں ہوسکتا) ﴿۲۲﴾

معانی و مصادر

(اُعْبُدُوا) عَبَدَ، یَعْبُدُ، عِبَادَۃٌ و عُبُوْدِیَّۃٌ (ن) توحید (یعنی اللہ کو ایک ماننا) بندگی کرنا، پرستش کرنا، عاجزی و انکساری ظاہر کرنا، اطاعت کرنا، خدمت کرنا۔

(رَبَّ) رَبَّ، یَرُبُّ، رَبٌّ (ن) تربیت کرنا، پالنا، تدریجاً نشو و نما کر کے حدِّ کمال کو پہنچانا، زیادہ کرنا، اصلاح کرنا، مالک ہونا۔

رَبٌّ بطور اسم فاعل بھی استعمال ہوتا ہے۔

خَلَقَ، یَخْلُقُ، خَلْقٌ و خِلْقَۃٌ (ن) پیدا کرنا، عدم سے وجود میں لانا، اختراع کرنا۔

(تَتَّقُوْنَ) اِتَّقٰی، یَتَّقِیْ، اِتِّقَاءٌ (باب افتعال) ڈرنا، ہر اس چیز سے بچنا جس سے کسی قسم کا اندیشہ ہو، متقی ہوجانا۔ مادّہ "و ق ی" ہے۔

جَعَلَ، یَجْعَلُ، جَعْلٌ (ف) بنانا، پیدا کرنا، رکھ لینا، کر دینا۔

(فِرَاش) فَرَشَ، یَفْرُشُ، فَرْشٌ و فِرَاشٌ (ن) بچھانا۔

فِرَاش = فَرْش = بچھونا۔ جمع اَفْرِشَۃٌ و فُرُشٌ۔

(بِنَاء) بَنٰی، یَبْنِیْ، بَنْیٌ و بِنَاءٌ و بُنْیَانٌ و بِنْیَۃٌ و بِنَایَۃٌ (ض) بنانا، تعمیر کرنا۔

بِنَاءٌ = عمارت، جمع اَبْنِیَۃٌ

اَنْزَلَ، یُنْزِلُ، اِنْزَالٌ (باب افعال) اتارنا، مہمانی کرنا، بیوی کے پاس داخل ہونا۔

(سَمَاء) سَمَا، یَسْمُوْ، سُمُوٌّ (ن) بلند ہونا۔

سَمَاءٌ = آسمان کیونکہ وہ ہر چیز سے بلند و بالا ہے، ہر وہ چیز جو بلند و بالا ہو، چھت، بارش، بادل۔

اَخْرَجَ، یُخْرِجُ، اِخْرَاجٌ (باب افعال) نکالنا، خراج ادا کرنا۔

(رِزْقٌ) رَزَقَ، یَرْزُقُ، رَزْقٌ (ن) دینا، رزق پہنچانا۔

رِزْقٌ = ہر وہ چیز جس سے فائدہ اٹھایا جائے، کھانا۔

اَنْدَادٌ = نِدٌّ کی جمع = شریک، مثل۔

(تَعْلَمُوْنَ) عَلِمَ، یَعْلَمُ، عِلْمٌ (س) جاننا، علم حاصل کرنا، پہچان لینا۔

تفسیر

گذشتہ آیات میں اللہ تعالی نے مندرجہ ذیل تین جماعتوں کا ذکر کیا۔

(۱) وہ لوگ جو راہِ حق پر چل کر منزلِ مقصود پر پہنچ جاتے ہیں یعنی متّقی لوگ ،
(۲) وہ لوگ جو حق پوشی اور ہٹ دھرمی کرتے ہیں ، ایسے لوگ راہ ہدایت پر نہیں آسکتے ،
(۳) وہ لوگ جو دل سے حق کا انکار کرتے ہیں اور زبان سے حق کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں ، یعنی منافقین ۔

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ بتا چکا ہے کہ صرف متّقی لوگ ہی ہدایت پا کر منزلِ مقصود تک پہنچ سکتے ہیں ، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے متّقی بننے کا طریقہ بتا دیا تا کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی کو یہ عذر پیش کرنے کی گنجائش باقی نہ رہے کہ "مجھے نہیں معلوم تھا کہ متّقی کیسے بنتے ہیں"، متّقی بننے کا طریقہ یہ ہے کہ اس ربّ کی عبادتؔ کرو جو تمہارا بھی خالق ہے اور جو لوگ تم سے پہلے گذر چکے ہیں ان کا بھی خالق ہے یعنی اپنے خالق کی اطاعت کرو ، اس کے سامنے قولاً و فعلاً عاجزی ، انکساری اور ذلّت کا اظہار کرو ، سرِ تسلیم خم کرو ، اگر تم ایسا کروگے تو پھر تمہارے دل میں اپنے خالق کے متعلق صحیح ایمان پیدا ہوگا ، اس کا خوف پیدا ہوگا ، پھر اس کے خوف کی وجہ سے تم اس کی تمام نافرمانیوں سے بچ جاؤگے ، عبادت خالق و مالک کا تصوّر پیدا کرتی ہے ، متّقی بناتی ہے ، عبادت سے تقویٰ پیدا ہوتا ہے اور تقوے سے ہدایت پر چلنے کی توفیق پیدا ہوتی ہے پھر اس توفیق سے استقامت پیدا ہوتی ہے اور استقامت سے منزلِ مقصود تک رسائی حاصل ہوتی ہے یعنی انسان نجات حاصل کرتا ہے ، جنّت میں داخل ہو جاتا ہے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے ۔

عبادت کے مفہوم میں توحید بھی شامل ہے ، جب انسان توحید پر قائم ہو جاتا ہے تو پھر وہ اپنا تعلق ماسوا سے منقطع کر لیتا ہے ، اُس کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتی ہے ، اس کی نماز ، اس کی قربانی اس کی زندگی اور اس کی موت صرف اللہ ربّ العالمین کے لئے ہوتی ہے ، وہ تمام ہستیوں سے بے نیاز ہو کر صرف خالقِ کائنات کی طرف رجوع کرتا ہے ، اس کی صحیح عظمت و قدرت کا احساس پیدا کرتا ہے ، پھر وہ کسی دوسرے کے سامنے نہیں جھکتا ، کسی دوسرے سے نفع کی امید نہیں رکھتا ، نہ کسی دوسرے کے نقصان پہنچانے کا اُسے اندیشہ ہوتا ہے ، اس کی مرادوں کا مرجع و ماویٰ صرف اللہ ذوالجلال کی ذات ہوتی ہے ، وہ صرف ایک اللہ ذوالجلال کو نفع پہنچانے والا سمجھتا ہے ، اللہ اکیلے کو نقصان کا مالک سمجھتا ہے ، لہٰذا اس کے دل میں صرف ایک اللہ مختار و قہّار کا خوف پیدا ہوتا ہے ، یہی خوف یا تقویٰ ہے جو اس کے دل کو منوّر کرتا ہے ، اس کو برائیوں سے بچاتا ہے اور اس کو کامیابیوں اور کامرانیوں سے ہمکنار کرتا ہے ۔

ایک مرتبہ حضرت جبریلؑ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا :۔

مَا الْاِحْسَانُ ؟ احسان کی کیا کیفیت ہوتی ہے ؟

لہ عبادت کے مفہوم کے لئے سورۂ فاتحہ کی آیت نمبر ۴ کی تفسیر صـ۴ؔ پر ملاحظہ فرمائیں ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ (صحیح بخاری کتاب الایمان باب سؤال جبریل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الایمان جزء اول صٓ۲ وصحیح مسلم کتاب الایمان باب الایمان ما ھو جزء اول ص۲۳ واللفظ للبخاری)

تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اُسے دیکھ رہے ہو، پھر اگر تم اُسے دیکھنے کی کیفیت نہ پیدا کر سکو تو (یہ تصور پیدا کر دو کہ) وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

عبادت، اطاعت اور بندگی کی یہ کیفیت دل میں ایک خاص کیفیت پیدا کرے گی، تقویٰ بڑھتا چلا جائے گا اور انسان متقی بن کر ہدایت و نجات حاصل کرے گا۔

عمل کے لحاظ سے بہت سی عبادتیں ہیں جن میں سرفہرست نماز ہے، اگر نماز اس کیفیت کے ساتھ پڑھی جائے جو کیفیت کہ مذکورۂ بالا احدیث میں بیان کی گئی ہے تو نماز یقیناً تقویٰ پیدا کرے گی۔ مزید برآں نمازی اگر غور کرے کہ وہ کس کے حکم سے نماز پڑھ رہا ہے، وہ کیوں کسی کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا، وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کا تصوّر کیوں نہیں کرتا، کیا وہ جس معبود حقیقی کے حکم سے نماز کی حالت میں کسی کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا کیا اسی معبود حقیقی کے حکم سے اُسے نماز کے بعد ان چیزوں کو دیکھنا چاہیئے جن کے دیکھنے کو اس معبود حقیقی نے منع فرمایا ہے، کیا جس معبود حقیقی کے حکم کی وجہ سے وہ نماز کے دوران کوئی اور کام نہیں کر سکتا، کیا نماز کے بعد اُسے ان تمام کاموں سے پرہیز نہیں کرنا چاہیئے جن سے پرہیز کرنے کا حکم اس معبود حقیقی نے دیا ہے، کیا جس معبود حقیقی کا وہ نماز میں بندہ ہے، نماز کے بعد وہ اُس معبود حقیقی کا بندہ نہیں رہتا؟ اگر رہتا ہے اور ضرور رہتا ہے تو پھر نماز کے بعد وہ کس طرح اس معبود حقیقی کی نافرمانی کر کے اس کی غلامی کا طوق اپنی گردن سے نکال دیتا ہے، نماز پڑھتے وقت اگر اس کے دل میں یہ احساس پیدا ہو تو نماز کے بعد اس احساس کی وجہ سے یقیناً اس کی کایا پلٹ جائے گی، دل میں تقویٰ پیدا ہو گا اور یہ تقویٰ اس کو استقامت دے کر منزلِ مقصود تک پہنچا دے گا۔

یہی وہ نماز ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ (العنکبوت - ۴۵)

بے شک نماز بے حیائی اور (تمام) بُری باتوں سے روکتی ہے۔

الغرض عبادت سے تقویٰ پیدا ہوتا ہے اور تقویٰ عبادت پر مجبور کرتا ہے، عبادت اور تقویٰ لازم و ملزوم ہیں، ایک دوسرے کا سبب ہیں، اگر ایک چیز نہیں تو دوسری بھی نہیں ہوگی، عبادت کو اگر صحیح معنوں میں ایک خاص کیفیت کے ساتھ ادا کیا جائے تو عابد یقیناً متقی ہو گا اور جو متقی ہو گا وہ

یقیناً عابد بھی ہوگا، اس لئے کہ متقی عبادت و اطاعت سے گریز کر ہی نہیں سکتا، وہ اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے احکام سے سرتابی نہیں کر سکتا۔

آیت زیرِ تفسیر کا تقاضا یہ ہے کہ عبادت صرف اس ہستی کے لئے ضروری اور مخصوص ہے جس نے پیدا کیا، جو ہمارا اور سب کا خالق ہے، گویا عبادت کا مستحق صرف خالق ہے، جو خالق نہیں وہ عبادت کا مستحق بھی نہیں، اللہ تعالیٰ ہمارا خالق ہے، ہمیں صرف اسی کی عبادت کرنی چاہیئے اس نے ہمیں پیدا بھی اپنی عبادت کے لئے ہی کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○ (الذّٰریٰت - ۵۶)	میں نے جن و انس کو کسی اور مقصد کے لئے پیدا نہیں کیا سوائے اس کے کہ وہ میری عبادت کریں۔

الغرض جب خالق ہی ہماری عبادت و اطاعت کا مستحق ہے تو پھر اس کے علاوہ کسی دوسرے کی عبادت قطعاً جائز نہیں، نہ کسی دوسرے کی اطاعت و خدمت، ادب و احترام جائز ہے البتہ جس حد تک خود اللہ تعالیٰ نے حکم دیا یا اجازت دی اس حد تک دوسرے کی اطاعت و خدمت ضروری یا جائز ہو سکتی ہے، اس کا ادب و احترام ضروری یا جائز ہو سکتا ہے، اس حد کے آگے بڑھ جانا شرک کے حدود میں داخل ہونا ہے، توحید کو ملیامیٹ کر دینا ہے۔

دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے معبودِ حقیقی کے مزید صفات بتائے، ان میں سے ایک صفت یہ ہے کہ اُس نے انسانوں کے لئے زمین کو فرش بنایا، اللہ تعالیٰ نے اس صفت کا ذکر قرآن مجید میں بار بار کیا ہے، مثلاً

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ○ (الذّٰریٰت - ۴۸)	ہم نے زمین کو بچھا دیا اور ہم کتنے اچھے بچھانے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَهُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ (الرعد - ۳)	وہی ہے جس نے زمین کو پھیلا دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا (الحجر - ۱۹ و قٓ - ۷)	زمین کو ہم نے پھیلا دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَلَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا (الزخرف - ۱۰)	وہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنا دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ○ (نوح ۔ ۱۹)

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنا دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ○ (عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۔ ۶)

کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہیں بنایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا ○ (والنّٰزعٰت ۔ ۳۰)

آسمان کو بنانے اور بلند کرنے کے بعد ہم نے زمین کو پھیلا دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

اَلَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا (طٰهٰ ۔ ۵۳)

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنا دیا۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے زمین کو فرش بنایا، ہم اس پر چلتے ہیں، پھرتے ہیں، بیٹھتے ہیں، لیٹتے ہیں، سوتے ہیں، یہ اس کا کتنا بڑا احسان ہے۔

دوسری صفت اللہ تعالیٰ نے معبودِ حقیقی کی یہ بتائی کہ اس نے آسمان کو چھت بنا دیا، اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کی تخلیق کا ذکر بھی بار بار کیا ہے، مثلاً

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ۚ بَنٰهَا ○ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰهَا ○ (والنّٰزعٰت ۔ ۲۷و۲۸)

(اے انسانو) کیا تمہارا بنانا زیادہ مشکل ہے یا آسمان کا، اللہ نے تو آسمان کو بنایا (جو تمہارے خیال میں زیادہ مشکل کام ہے) پھر اس کی چھت کو بلند کیا اور اس کو ہموار بنایا (کیا جو آسمان کو پیدا کر سکتا ہے وہ انسانوں کو دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا، نہ یہ اس کے لئے مشکل ہے اور نہ آسمان کا پیدا کرنا اس کے لئے مشکل ہے)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا (الانبیآء ۔ ۳۲)

ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنا دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا (لقمٰن ۔ ۱۰)

اُسی نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے پیدا کیا (جیسا کہ) تم دیکھتے ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ○ (قٓ ۔ ۷)

کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھا کہ ہم نے اس کو کیسا بنایا، کیسی اس کو زینت دی، اور اس میں کہیں شگاف تک نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ○ (الذّٰریٰت ۔ ۴۷)

آسمان کو ہم نے بنایا اور ہم بڑی وسعت دینے والے ہیں۔

تیسری صفت معبودِ حقیقی کی یہ ہے کہ اس نے بالائی فضاؤں یا بادلوں سے پانی برسایا، اس صفت کا بھی اللہ تعالیٰ نے بار بار قرآن مجید میں ذکر کیا ہے۔

مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ○ (الرعد ۔ ۱۲)

اللہ ہی بارش سے بھرے ہوئے بادل پیدا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ حَتّٰٓى اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ (الاعراف ۔ ۵۷)

وہ (اللہ ہی ہے) جو (بارانِ) رحمت سے پہلے خوشخبری دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے یہاں تک کہ جب وہ بھاری بادل کو اٹھا کر لے آتی ہیں تو ہم اس بادل کو ایک مردہ شہر کی طرف ہانک دیتے ہیں، پھر ہم اس سے بارش نازل کرتے ہیں اور اس بارش کے ذریعہ ہر قسم کے پھل پیدا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ (النور ۔ ۴۳)

(اے رسول) کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ ہی بادل کو چلاتا ہے، پھر اس کو ملا دیتا ہے، پھر اس کو تہ بہ تہ کر دیتا ہے، پھر آپ دیکھتے ہیں کہ بادل کے اندر سے پانی برسنے لگتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَیَبْسُطُهٗ فِی السَّمَآءِ کَیْفَ یَشَآءُ وَیَجْعَلُهٗ کِسَفًا فَتَرَی الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ (الروم - ۴۸)

اللہ ہی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے، پھر وہ بادل کو اٹھاتی ہیں، پھر اللہ ہی اس کو آسمان میں جس طرح چاہتا ہے پھیلا دیتا ہے اور تہ بہ تہ کر دیتا ہے، پھر آپ دیکھتے ہیں کہ اس کے درمیان سے پانی برستا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاللّٰهُ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰی بَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَحْیَیْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا کَذٰلِکَ النُّشُوْرُ ○ (فاطر - ۹)

اللہ ہی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے، پھر وہ بادل کو اٹھاتی ہیں، پھر ہم اس کو مردہ شہر کی طرف ہانک دیتے ہیں، پھر ہم اس بارش کے ذریعہ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتے ہیں، (تو اے لوگو) اسی طرح (قیامت کے روز مُردے) زندہ ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَفَرَءَیْتُمُ الْمَآءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَ ○ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ○ (الواقعة - ۶۸ و ۶۹)

کیا تم نے اس پانی کو نہیں دیکھا جو تم پیتے ہو، کیا اُسے بادل سے تم نازل کرتے ہو یا ہم نازل کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے معبودِ حقیقی کی چوتھی صفت یہ بتائی کہ وہ بارش کے ذریعہ پھل پیدا کرتا ہے، اس صفت کا ذکر بھی اللہ تعالیٰ نے بار بار کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ (الاعراف - ۵۷)

پھر ہم نے بادل سے پانی برسایا، پھر ہم ہی نے اس کے ذریعہ ہر قسم کے پھل پیدا کئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ (ابراهیم - ۳۲)

اللہ نے آسمان سے پانی برسایا، پھر اس کے ذریعہ تمہارے کھانے کے لئے پھل پیدا کئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّکُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِیْهِ تُسِیْمُوْنَ ○ یُنْۢبِتُ لَکُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّیْتُوْنَ وَالنَّخِیْلَ

وہ (اللہ) ہی ہے جس نے اوپر سے تمہارے لئے پانی نازل کیا، اُسی سے تم پینے کا پانی حاصل کرتے ہو اور اُسی سے درخت (اُگتے ہیں) جن

وَ الْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ، اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ○
(النحل - ١١)

میں تم (چار پایوں کو) چراتے ہو، اللہ ہی تمہارے لئے اس پانی سے کھیتی، زیتون، کھجور، انگور اور ہر قسم کے پھل پیدا کرتا ہے، غور کرنے والوں کے لئے اس میں (بڑی) نشانی ہے (کہ جو معبود یہ کام کرسکتا ہے وہی عبادت کا مستحق ہے، وہی معبود حقیقی ہے)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا
(الفاطر - ٢٧)

(اے رسول) کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ ہی نے اوپر سے پانی نازل کیا، پھر اس نے مختلف رنگوں کے پھل پیدا کئے۔

الغرض ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے معبود حقیقی کی چند خصوصیات بتائیں، وہ یہ کہ:-

(١) انسانوں کو پیدا کرنے والا،
(٢) زمین کو فرش بنانے والا،
(٣) آسمان کو چھت بنانے والا،
(۴) بادلوں یا بالائی فضاؤں سے پانی برسانے والا، اور
(۵) مختلف قسم کے پھل پیدا کرنے والا۔

یہ کام اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں کرسکتا لہٰذا کوئی بھی اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں بن سکتا، تعجب ہے ان لوگوں پر جو ان تمام باتوں کو جانتے ہوئے دوسروں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں، کبھی اس کی ذات میں کسی کو شریک کرتے ہیں، کبھی اس کے حقوق وصفات میں کسی کو شریک کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے لوگو، ان حقائق کو جانتے ہوئے کہ معبودانِ باطل عاجز ہیں، بے بس ہیں، نہ پیدا کرسکتے ہیں، نہ مندرجہ بالا کام کرسکتے ہیں، ان کو اللہ کا شریک نہ بناؤ، وہ اکیلا ہے، اس کا نہ کوئی ساتھی ہے، نہ شریک۔

آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا — اللہ کے شریک نہ بناؤ۔

ایک مرتبہ حضرت ابن مسعودؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔

یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الذَّنْبِ اَعْظَمُ؟ — سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَّ هُوَ خَلَقَكَ۔ — (سب سے بڑا گناہ یہ ہے) کہ تم اللہ کا شریک

(صحیح بخاری کتاب الادب باب قتل الولد خشیۃ ان یأکل معه، جزء ۸ ص۹ وکتاب التفسیر جزء ۶ ص۲۲)

بناؤ حالانکہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے (کوئی بھی شخص کسی حالت میں بھی پیدا کرنے والے کا شریک نہیں ہو سکتا)۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنا اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے، شرک اللہ تعالیٰ کے غضب وخفگی کا موجب ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَا اَحَدٌ اَصْبَرُ عَلٰی اَذًی یَسْمَعُهٗ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی اِنَّهُمْ یَجْعَلُوْنَ لَهٗ نِدًّا وَیَجْعَلُوْنَ لَهٗ وَلَدًا وَهُوَ مَعَ ذٰلِكَ یَرْزُقُهُمْ وَیُعَافِیْهِمْ وَیُعْطِیْهِمْ (صحیح مسلم کتاب صفۃ القیامۃ باب لا احد اصبر علی اذی من اللہ عزوجل۔ جزء ۲، ص۳۷۳)

کوئی ایک بھی شخص ایسا نہیں جو غصہ دلانے والی بات سنکر اللہ تعالیٰ سے زیادہ صبر کرنے والا ہو، بے شک لوگ (کسی کو) اس کا شریک بناتے ہیں اور (کسی کو) اس کا بیٹا بناتے ہیں، اس کے باوجود وہ (صبر کرتا ہے اور) ان کو رزق دیتا ہے، عافیت دیتا ہے (اور ہر قسم کی چیزیں) عطا فرماتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ مَاتَ وَهُوَ یَدْعُوْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ نِدًّا دَخَلَ النَّارَ۔ (صحیح بخاری تفسیر سورۃ البقرۃ جزء ۶ ص۲۸)

جو شخص اس حالت میں مر گیا کہ وہ اللہ کے علاوہ کسی شریک کو پکارتا تھا تو وہ دوزخ میں داخل ہو گا۔

عمل

اے لوگو، اللہ عزّوجلّ ہی خالق ہے، وہی معبودِ حقیقی ہے، دوسرے سب مخلوق ہیں، عاجز وبے بس ہیں، انہیں وہ قدرتیں حاصل نہیں جو قدرتیں اللہ تعالیٰ کو حاصل ہیں، لہٰذا ان حقائق کو جانتے ہوئے ایسے بے بس وعاجز لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ہرگز نہ بنائیے، ان کو نہ پکاریئے۔

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا

عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّنْ

مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِّنْ

دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٢٣﴾

فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا

النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ

لِلْكَافِرِينَ ﴿٢٤﴾

ترجمہ اور اگر تم کو اس کتاب (کے سلسلہ) میں جو ہم نے اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل کی ہے، (ہماری طرف سے ہونے میں) کچھ شک ہے تو اس کے مثل ایک سورت تم بھی (بنا) لاؤ اور اللہ کے علاوہ جو تمہارے (خیال میں) حاضر و ناظر ہیں ان کو بھی (اپنی مدد کے لئے) بلالو، اگر تم

(اس دعوے میں) سچے ہو (کہ یہ انسانی کلام ہے تو اس چیلنج کو قبول کرو اور یہ کام کر گذرو) ۲۳ پھر اگر تم ایسا نہ کرسکو اور تم ہرگز ایسا نہ کرسکو گے تو پھر اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، (تمہیں رسول اور کتاب کے ساتھ کفر کرنے کی وجہ سے اس آگ میں ڈالا جائے گا اور) وہ کفر کرنے والوں کے لئے ہی تیار کی گئی ہے ۲۴

معانی و مصادر

(کُنتُمْ) کَانَ، یَکُوْنُ، کَوْنٌ و کِیَانٌ و کَیْنُوْنَۃٌ (ن) ہونا، ہوجانا،

(رَیْبٌ) رَابَ، یَرِیْبُ، رَیْبٌ (ض) شک میں ڈالنا۔

رَیْبٌ = شک۔

(نَزَّلْنَا) نَزَّلَ، یُنَزِّلُ، تَنْزِیْلٌ (باب تفعیل) اتارنا، ترتیب دینا۔

(فَأْتُوْا) اَتٰی، یَأْتِیْ، اِتْیَانٌ (ض) آنا۔ (اس کا مادّہ "ا ت ی" ہے)۔

اس مصدر کے بعد بِ لگانے سے اس کے معنٰی لانا ہوجاتے ہیں۔

(اُدْعُوْا) دَعَا، یَدْعُوْ، دُعَاءٌ و دَعْوَۃٌ و دَعْوٰی (ن) پکارنا، مدد چاہنا۔

دَعْوَۃٌ کے معنٰی "کھانے کے لئے بُلانا" بھی ہوتے ہیں۔

(شُھَدَاء) شَھِدَ، یَشْھَدُ، شُھُوْدٌ (س) حاضر ہونا۔

شَھِدَ، یَشْھَدُ، شَھَادَۃٌ (س و ك) گواہی دینا۔ [شُھَدَآء شَھِیْدٌ کی جمع]

شَھِیْد = گواہ، اللہ کے راستہ میں قتل ہونے والا، وہ شخص جس کے علم سے کوئی چیز پوشیدہ نہ ہو (یعنی عالم الغیب، حاضر و ناظر)۔

(صٰدِقِیْنَ) صَدَقَ، یَصْدُقُ، صِدْقٌ و مَصْدُوْقَۃٌ و تَصْدَاقٌ (ن) سچ بولنا، سچّا کر دکھانا۔

(تَفْعَلُوْا) فَعَلَ، یَفْعَلُ، فَعْلٌ (ف) کرنا، عمل کرنا [فِعْلٌ = عمل]۔

(اِتَّقُوْا) اِتَّقٰی، یَتَّقِیْ، اِتِّقَاءٌ (باب افتعال) ڈرنا، بچنا، متقی ہونا [مادّہ و ق ی ہے]۔

(وَقُوْد) وَقَدَ، یَقِدُ، وَقْدٌ و وَقَدٌ و وُقُوْدٌ (ض) بھڑکنا۔

وَقُوْد = ایندھن [اس کا مادّہ "و ق د" ہے]

اَلنَّاس = انسان کی جمع [اس کا مادّہ ن و س ہے]

حِجَارَۃٌ = اَحْجَارٌ و حِجَارٌ و اَحْجُرٌ = اَلْحَجَرُ کی جمع = پتھر۔

(اُعِدَّتْ) اَعَدَّ، یُعِدُّ، اِعْدَادٌ (باب افعال) تیار کرنا۔

(کٰفِرِیْنَ) کَفَرَ، یَکْفُرُ، کَفْرٌ (ن) ڈھانک دینا، چھپا دینا، انکار کرنا۔

کَفَرَ، یَکْفُرُ، کُفْرٌ، و کُفُوْرٌ و کُفْرَانٌ (ن) انکار کرنا، ناشکری کرنا۔

تفسیر

اوپر کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت اور توحید کا ثبوت دیا - ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے کتاب الٰہی ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کا ثبوت دیا۔

قرآن مجید، اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، اس میں کسی قسم کا شک وشبہہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (الٓمٓ تنزیل السجدۃ - ۲)

اس میں کوئی شک وشبہہ نہیں کہ یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔

کافروں کو اس معاملہ میں تردّد تھا، وہ اس کتاب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصنیف سمجھتے تھے اور اس طرح وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کرتے تھے، آپ کی تکذیب کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے شبہ کو دور کرنے کے لئے بطورِ چیلنج فرمایا کہ اے کافرو، اگر تمہارے خیال میں قرآن مجید انسان کا کلام ہے تو تم بھی تو انسان ہو، تم میں بڑے بڑے فصحاء اور بلغاء موجود ہیں، تم کیوں نہیں کوشش کرتے کہ اس کلام کے مثل کوئی کلام بنا کر پیش کرو، زیادہ نہ سہی ایک سورت ہی اس کے مثل بنا کر دکھاؤ - اگر تم اس دعوے میں سچّے ہو کہ یہ انسانی کلام ہے تو پھر تمہیں اس جیسی ایک سورت بنا کر پیش کرنے میں دیر نہیں کرنی چاہیئے۔ پھر فرمایا کہ اس کام میں تم اپنے شرکاء کو بھی اپنی مدد کے لئے پکارو جن کو تم حاضر و ناظر سمجھتے ہو، جن کے متعلق تم سمجھتے ہو کہ ان سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں، سب مل کر یہ کام کرو، اگر تم بنا کر لے آؤ گے تو پھر یہ سمجھا جائے گا کہ تم اپنے اس دعوے میں سچّے ہو کہ یہ انسانی کلام ہے اور اگر تم سب مل کر بھی یہ کام نہ کر سکو اور ہرگز نہ کر سکو گے تو پھر اس کتاب اور صاحبِ کتاب پر ایمان لے آؤ، اگر اس چیلنج اور اپنے عجز کے باوجود تم ایمان نہیں لاؤ گے تو پھر تمہیں اس آگ سے ڈرنا چاہیئے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، اس کتاب کے انکار اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے انکار کے جرم میں تمہیں اس آگ میں ڈالا جائے گا جو درحقیقت انکار کرنے والوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس چیلنج کو قرآن مجید میں بار بار دہرایا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○

(یونس - ۳۸)

کیا کافر یہ کہتے ہیں کہ رسول نے اسے خود بنا لیا ہے، (اے رسول) آپ (ان سے) کہدیجئے کہ اگر تم اس دعوے میں سچّے ہو تو اس کے مثل ایک سورت تم بھی بنا کر لے آؤ اور (اس سلسلہ میں

اپنی مدد کے لئے) جن جن کو تم اللہ کے علاوہ بُلا سکتے ہو بُلالو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○

(ھود - ۱۳-۱۴)

کیا کافریہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو رسول نے خود بنا لیا ہے، (اے رسول) آپ (ان سے) کہدیجئے کہ اگر تم اس (دعوے میں) سچے ہو تو اس کے مثل دس سورتیں تم بھی بنا لاؤ اور اللہ کے علاوہ جن جن کو تم (اپنی مدد کے لئے) بلا سکتے ہو بلالو، پھر (اے مسلمین) اگر یہ تمہارے چیلنج کو قبول نہ کریں تو (ان سے کہہ دو کہ) خبردار ہو جاؤ، یہ قرآن بے شک اللہ کے علم سے اترا ہے اور یہ بھی جان لو کہ اللہ کے علاوہ کوئی اِلٰہ نہیں (اور اے کافرو، جب تم اس جیسا کلام بنا کر لانے سے عاجز ہو) تو پھر (تمہیں مسلم بننے میں کیا عذر ہے) بتاؤ تم مسلم بنتے ہو یا نہیں؟

کافر اس چیلنج کو قبول نہ کر سکے تو اللہ تعالیٰ نے صاف صاف اعلان فرما دیا کہ (ان کافروں کی تو ہستی ہی کیا ہے) اگر تمام جن و انسان بھی مل کر یہ کام کرنا چاہیں تو نہ کر سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ○ (بنی اسرآئیل - ۸۸)

(اے رسول آپ) کہدیجئے کہ اگر انسان اور جنات سب جمع ہو کر اس قرآن کے مثل بنانے کی کوشش کریں اور اس کام میں ایک دوسرے کی مدد کرتے رہیں تو بھی اس قرآن کے مثل بنا کر نہ لا سکیں گے۔

ان آیات میں جہاں اللہ تعالیٰ نے مشرکینِ عرب کے عجز و درماندگی کو برملا بیان کیا وہاں اللہ تعالیٰ نے اُن بزرگوں کے عجز کا بھی اعلان فرما دیا جن کو مشرکین نے اللہ تعالیٰ کا شریک بنا رکھا تھا، اور انہی بزرگوں پر موقوف نہیں بلکہ اگلے اور پچھلے تمام جن و انس کی بے بسی کا اعلان فرما دیا، وہ سب مل کر بھی یہ کام نہیں کر سکتے۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے کلام الٰہی کے اثبات کے ساتھ ساتھ شرک پر بھی ایک ضرب کاری لگائی اور اس کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا۔

قرآن مجید کے مثل بنا کر لانے کا یہ چیلنج آج بھی موجود ہے، غیر مسلم اس چیلنج کو آج تک قبول نہ کر سکے تو اب انہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ انسانی کلام نہیں، یہ اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کا کلام ہے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ ہے، دنیا والے اس کے مثل پیش کرنے سے عاجز ہیں، اور عاجز رہیں گے، انہیں چاہیئے کہ اس پر ایمان لے آئیں اور اس ذاتِ اقدس پر ایمان لے آئیں جس پر یہ قرآن مجید نازل ہوا، اسی میں ان کے لئے بہتری ہے اور اسی میں نجات ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی اس معجزانہ خصوصیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا:-

مَا مِنَ الْاَنْبِيَاءِ نَبِيٌّ اِلَّا اُعْطِيَ مِنَ الْاٰيَاتِ مَا مِثْلُهٗ اٰمَنَ اَوْ اُمِنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ وَ اِنَّمَا كَانَ الَّذِيْ اُوْتِيْتُ وَحْيًا اَوْحَاهُ اللّٰهُ اِلَيَّ فَاَرْجُوْ اَنِّيْ اَكْثَرُهُمْ تَابِعًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (صحیح بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعثت بجوامع الکلم جزء ۹ ص۱۱۳ وصحیح مسلم کتاب الایمان باب وجوب الایمان برسالۃ نبینا جزء اول ص۸۵)

کوئی نبی ایسا نہیں جس کو معجزے نہ دئے گئے ہوں، ان معجزوں کے مطابق لوگ ان پر ایمان لاتے رہے، اور مجھے جو معجزہ دیا گیا ہے وہ وحی ہے جو اللہ نے میری طرف کی ہے، لہٰذا میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے روز میرے تابعین ان انبیاءؑ کے تابعین سے زیادہ ہوں گے۔

دوسرے انبیاء کے معجزے ان کی زندگی میں ظاہر ہوئے اور ختم ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل معجزہ قرآن مجید ہے جو قیامت تک باقی رہے گا لہٰذا اس کے ذریعہ لوگ قیامت تک ایمان لاتے رہیں گے اور اس طرح امید ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والوں کی تعداد دوسرے انبیاء علیہم السلام کی پیروی کرنے والوں کی تعداد سے زیادہ ہو جائے گی۔

اس عاجز کر دینے والے کلام پر ایمان نہ لانا سراسر بدقسمتی ہے، جو لوگ اس پر ایمان نہیں لائیں گے ان کے لئے دوزخ ہے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَ اُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ۝ (آل عمران - ۱۰)

جن لوگوں نے کفر کیا (قیامت کے دن) ان کے مال اور اولاد اللہ (کے عذاب) سے بچانے میں کچھ کام نہ آئے گی، ایسے لوگ دوزخ کا ایندھن ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْآ اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (التحریم - ۶)

اے ایمان والو، اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔

عمل

اے لوگو، قرآن مجید پر ایمان لائیے، قرآن مجید پر عمل کیجئے، اس پر ایمان لانا اور اس پر عمل کرنا دنیا میں بھی کامیابی کا ذریعہ ہے اور آخرت میں بھی کامیابی کا ذریعہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○ (الاعراف - ۹۶)

اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور متقی بن جاتے تو ہم آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازے ان پر کھول دیتے لیکن انہوں نے جھٹلایا تو ہم نے بھی ان کے اعمال کی سزا میں انہیں پکڑ لیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَّيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب فضل من یقوم بالقرآن جزء اوّل ص۲۷۵)

بے شک اللہ اس کتاب کے ذریعہ بہت سی قوموں کو عروج و اقبال عطاء فرمائے گا اور بہت سی قوموں کو ذلیل و خوار کردے گا۔

اس حدیث کی صداقت ہمارے سامنے ہے، جب تک مسلم اس پر عمل کرتے رہے اقوامِ عالم پر حکومت کرتے رہے۔ تاریخ کے صفحات ان کی ترقی، شوکت و حشمت کے گواہ ہیں لیکن جب سے انہوں نے قرآن مجید پر عمل کرنا چھوڑا ایسی ذلّت میں گرفتار ہوئے کہ آج تک اس سے نہ نکل سکے، اور جب تک اس قرآن مجید پر عمل نہیں کریں گے اسی ذلّت میں گرفتار رہیں گے، لہٰذا اے لوگو، قرآن مجید پر عمل کیجئے، دنیا کی برکات سے بہرہ مند ہوئیے اور آخرت کی لازوال نعمتوں کو بھی حاصل کیجئے، آخرت کی نعمتیں تو قرآن مجید پر عمل کرنے والوں ہی کے لئے مخصوص ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ

جو لوگ رسول پر ایمان لائے، اس کا احترام کیا، اس کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (الاعراف-۱۵۷) اس کے ساتھ نازل کیا گیا ہے تو ایسے ہی لوگ فلاح ونجات پانے والے ہیں۔

ایسے ہی لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ اگلی آیت میں خوشخبری سُناتا ہے۔

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ
رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ
رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا
بِهٖ مُتَشَابِهًا وَلَهُمْ فِيْهَآ
اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّهُمْ فِيْهَا
خٰلِدُوْنَ ﴿٢٥﴾

ترجمہ

اور (اے رسول) آپ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے یہ خوشخبری سنا دیجئے کہ ان کے لئے یقیناً ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں، جب کبھی ان باغات میں سے انہیں کھانے کے لئے کوئی پھل دیا جائے گا تو وہ کہیں گے یہ تو وہی پھل ہے جو ہمیں (اس سے) پہلے دیا گیا تھا اور (وہ یہ بات اس لئے کہیں گے کہ) ان کے لئے جو پھل لائے جائیں گے وہ ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوں گے۔ مزید برآں ان کے لئے ان باغات میں پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور وہ ان باغات میں ہمیشہ رہیں گے ﴿۲۵﴾

معانی و مصادر

(بَشِّرِ) بَشَّرَ، یُبَشِّرُ، تَبْشِیْرٌ (باب تفعیل) خوشخبری دینا۔

(اٰمَنُوْا) اٰمَنَ، یُؤْمِنُ، اِیْمَانٌ (باب افعال)، ایمان لانا، یقین کرنا۔

(عَمِلُوْا) عَمِلَ، یَعْمَلُ، عَمَلٌ (س) کرنا، بنانا، صدقات جمع کرنے کی کوشش کرنا، امیر کی نیابت کرنا۔

(صٰلِحٰتِ) صَلَحَ، یَصْلَحُ وصَلُحَ، یَصْلُحُ، صَلَاحٌ وصُلُوْحٌ وصَلَاحِیَةٌ (ك، ن، ف) درست ہونا، ٹھیک ہونا، صالح ہونا۔

صَالِحَۃٌ، اسم فاعل مؤنث ہے، اس کی جمع صالحات ہے۔ صَالِحَۃٌ = نیکی۔

(تَجْرِیْ) جَرٰی یَجْرِیْ، جَرْیٌ وجَرَیَانٌ وجِرْیَةٌ (ض) بہنا، جاری ہونا۔

(رُزِقُوْا ورُزِقْنَا) رَزَقَ، یَرْزُقُ، رَزْقٌ (ن) دینا، رزق پہنچانا۔

(قَالُوْا) قَالَ، یَقُوْلُ، قَوْلٌ (ن) کہنا۔

(اُتُوْا) اَتٰی، یَاْتِیْ، اِتْیَانٌ (ض) آنا۔ اس مصدر کے آگے "ب" آئے تو معنیٰ "لانا" کے ہوں گے۔

(مُتَشَابِهًا) تَشَابَهَ، یَتَشَابَهُ، تَشَابُهٌ (باب تفاعل) متشابہ ہونا، ملتے جلتے ہونا۔

مُتَشَابِهٌ اسم فاعل ہے۔

(مُطَهَّرَةٌ) طَهَّرَ، یُطَهِّرُ، تَطْهِیْرٌ (باب تفعیل) پاک کرنا، دھو کر پاک کرنا۔

مُطَهَّرَةٌ اسم مفعول مؤنث ہے۔

(خٰلِدُوْنَ) خَلَدَ، یَخْلُدُ، خُلُوْدٌ (ن) ہمیشہ رہنا۔

تفسیر

اس آیت میں ان لوگوں کے لئے خوشخبری ہے جو ایمان لا کر نیک عمل کرتے ہیں گویا

اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ نیک عمل کو جنّت میں داخل ہونے کے لئے ضروری قرار دیا جنت میں داخل ہونے کے لئے ایمان کے ساتھ نیک عمل کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار کیا ہے، مثلاً

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ (البقرۃ -۸۲)

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ایسے لوگ جنّتی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ○

(النسآء - ۵۷)

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ہم ان کو عنقریب ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، ان کے لئے ان باغات میں پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور ہم ان کو گھنے سائے میں داخل کریں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (الحج -۱۴ و ۲۳)

بے شک اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ایسے باغات میں داخل کریگا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔

یہ باغات یا جنّتیں بڑی کثرت سے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَوَجَنَّةٌ وَاحِدَةٌ هِيَ اِنَّهَا جِنَانٌ كَثِيْرَةٌ (صحیح بخاری کتاب الرقاق باب صفة الجنة والنار جزء ۸ صہ ۱۴۲)

کیا جنّت ایک ہے (نہیں) بلکہ جنّتیں تو بہت ہیں۔

جن باغات میں صالح مؤمنین کو داخل کیا جائے گا، اس آیت میں اُن کی تین نعمتوں کا بیان ہے اور وہ یہ ہیں:۔

(۱) باغات کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں،

(۲) باغات میں بہت سے پھل ہیں جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوں گے۔

(۳) باغات میں پاکیزہ بیویاں ہوں گی۔

ان تینوں نعمتوں کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار کیا ہے۔

نہریں باغوں کے ذکر کے ساتھ ان کے دامن میں بہنے والی نہروں کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی مرتبہ کیا ہے، مثلاً

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ (آل عمران - ۱۹۸)

متقیوں کے لئے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے، یہ اللہ کی طرف سے ان کی مہمانی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (النسآء - ۱۳) (الفتح - ۱۷)

جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا اللہ اُسے ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (محمد - ۱۲)

بے شک اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ۝ (اقتربت الساعۃ - ۵۴)

بے شک متقی لوگ باغات اور نہروں میں (شاداں و فرحاں) ہوں گے۔

ان نہروں کی تفصیل بھی ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ، وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ، وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى (محمد - ۱۵)

جس جنّت کا وعدہ متقیوں سے کیا گیا ہے، اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں پانی کی نہریں ہیں جن میں (کبھی) بُو نہیں آئے گی، دودھ کی نہریں ہیں جن کا مزا کبھی نہیں بدلے گا، شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لئے باعثِ لذّت ہیں اور صاف شفاف خالص شہد کی نہریں ہیں۔

پھل اور میوے جنّت میں ہر قسم کے پھل اور میوے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَ لَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ (محمد-۱۵)
متقیوں کے لئے جنّت میں ہر قسم کے پھل ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ۝ (الرحمٰن - ۵۲)
ان دونوں باغوں میں ہر میوے کی دو دو قسمیں ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَ فَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ۝ (الواقعۃ-۲۰)
ان کے لئے ایسے میوے ہوں گے جو انہیں پسند ہوں گے۔

ان پھلوں میں سے بعض پھلوں کے نام بھی اللہ تعالیٰ نے بتا دئے ہیں، وہ پھل یہ ہیں: انگور، کیلے، بیر، کھجور اور انار۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ۝ حَدَآئِقَ وَ اَعْنَابًا ۝ (عم یتساءلون - ۳۱ و ۳۲)
بے شک متقیوں کے لئے کامیابی ہے، باغات ہیں اور انگور۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ۝ وَّ طَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ۝ (الواقعۃ -۲۸ و ۲۹)
جنّتی بے خار بیریوں اور تہ بہ تہ کیلوں میں (زندگی گذاریں گے)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّ نَخْلٌ وَّ رُمَّانٌ ۝ (الرحمٰن - ۶۸)
ان دونوں باغوں میں (کثرت سے) میوے ہوں گے خصوصًا کھجور اور انار (کی بڑی کثرت ہوگی)

پاک بیویاں پاک بیویوں کا ذکر بھی اللہ تعالیٰ نے بار بار کیا ہے۔

مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَ زَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ۝ (الدخان-۵۴ و الطور-۲۰)
بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے ہم ان کا عقد کر دیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
لَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ
(النسآء - ۵۷)

ان باغات میں ان کے لئے پاکیزہ بیویاں ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
فِيهِنَّ خَيْرَاتٌ حِسَانٌ ○
(الرحمٰن - ۷۰)

جنتوں میں ان کے لئے نیک اور حسین عورتیں ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ ○
(الرحمٰن - ۷۲)

وہ حوریں ہوں گی جو خیموں میں مستور ہوں گی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ ○
(الرحمٰن - ۷۴)

ان کو اُن سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا ہوگا اور نہ کسی جنّ نے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
فِيهِنَّ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ ○
(الرحمٰن - ۵۶)

ان باغات میں نیچی نگاہ والی عورتیں ہوں گی جن کو جنّتیوں سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا ہوگا اور نہ کسی جنّ نے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ ○
(الرحمٰن - ۵۸)

وہ عورتیں ایسی ہوں گی گویا وہ یاقوت اور مرجان ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
وَحُورٌ عِينٌ ○ كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ ○
(الواقعۃ - ۲۲ و ۲۳)

جنّت میں بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی (ایسا معلوم ہوگا) گویا کہ وہ پوشیدہ (آبدار) موتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
إِنَّا أَنشَأْنَاهُنَّ إِنشَاءً ○ فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا ○ عُرُبًا أَتْرَابًا ○
(الواقعۃ ۳۵ تا ۳۷)

ہم نے ان کو مخصوص طریقہ پر پیدا کیا، پھر ان کو کنواری بنایا، وہ پیاری پیاری ہم عمر عورتیں ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا ○ (عمّ یتسآءلون ۲۳۰)　　وہ نوجوان ہم عمر عورتیں ہوں گی ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ زَوْجَتَانِ يُرَى مُخُّ سُوقِهِمَا مِنْ وَرَاءِ اللَّحْمِ مِنَ الْحُسْنِ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب ما جآء فی صفة الجنة جزء ۴ ص۱۴۳ و صحیح مسلم کتاب الجنة باب فی صفات الجنة جزء ۲ ص۵۳۳) و فی روایةٍ مِنْ وَرَاءِ الْعَظْمِ وَاللَّحْمِ (صحیح بخاری جزء ۴ ص۱۴۵)

ہر جنّتی کی دو بیویاں ہوں گی، خوبصورتی کی وجہ سے ان کی پنڈلیوں (کی ہڈیوں) کا گودا گوشت اور ہڈی کے اوپر سے نظر آئے گا ۔ (نوٹ :- خط کشیدہ لفظ صرف صحیح بخاری میں ہے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

اَلْخَيْمَةُ دُرَّةٌ مُجَوَّفَةٌ طُولُهَا فِي السَّمَاءِ ثَلَاثُونَ مِيلًا فِي كُلِّ زَاوِيَةٍ مِّنْهَا لِلْمُؤْمِنِ أَهْلٌ لَا يَرَاهُمُ الْآخَرُونَ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب ما جاء فی صفة الجنة جزء ۴ ص۱۴۳ و صحیح مسلم کتاب الجنة باب فی صفة خیام الجنة جزء ۲ ص۵۳۴)

جنت کا خیمہ کھوکھلے موتی کا ہوگا، آسمان کی طرف اس کا طول (یعنی نصف قطر) ۳۰ میل ہوگا، اس کے ہر زاویہ میں اس کی بیوی ہوگی، ان بیویوں کو دوسرے نہیں دیکھ سکیں گے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

وَأَزْوَاجُهُمُ الْحُورُ الْعِينُ (صحیح مسلم کتاب الجنة باب اول زمرة تدخل الجنة جزء ۲ ص۵۳۶)

(جنّتی) مردوں کی بیویاں بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی ۔

نوٹ :- مردوں کو تو بہت سی بیویوں کی خواہش ہوتی ہے لیکن عورتوں کو فطرتاً بہت سے شوہروں کی خواہش نہیں ہوتی لہٰذا ان کے لئے جنّت میں بہت سے شوہروں کا اہتمام فطرت اور خود ان کی خواہش کے منافی ہے لہٰذا اس قسم کی کوئی خوشخبری عورتوں کو نہیں دی گئی ۔

الغرض صالح مؤمنین کے لئے جنّتیں ہیں جن میں ان کو مختلف قسم کی نعمتیں ملتی رہیں گی ۔ اور (هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ) وہ ہمیشہ اُن میں رہیں گے، نعمتوں کے ساتھ ان نعمتوں میں

ہمیشہ رہنا بھی ایک خوشخبری ہے، جنّت کی زندگی اور نعمتیں لازوال ہیں، اللہ تعالیٰ نے جنت اور جنت کی نعمتوں کے ہمیشہ باقی رہنے کا ذکر بڑی کثرت سے کیا ہے، مثلاً

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ○ (الفرقان-۱۵)

(اے رسول آپ ان سے) پوچھئے، کیا یہ (عذابات) بہتر ہیں یا ہمیشہ باقی رہنے والی جنّت جس کا وعدہ متقیوں سے کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ (یونس-۲۶)

جن لوگوں نے نیکی کی ان کے لئے بھلائی وبہتری ہے بلکہ کچھ اور زیادہ (انہیں ملیگا)۔ ان کے چہروں پر نہ سیاہی چھائے گی اور نہ ذلّت، یہ جنّتی لوگ ہوں گے اور جنّت میں ہمیشہ رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ○ (الانبیاء-۱۰۲)

اور جن نعمتوں کی انہیں خواہش ہوگی ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا صَارَ اَهْلُ الْجَنَّةِ اِلَى الْجَنَّةِ وَاَهْلُ النَّارِ اِلَى النَّارِ جِيْءَ بِالْمَوْتِ (وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُمَا كَاَنَّهُ كَبْشٌ اَمْلَحُ) حَتّٰى يُجْعَلَ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ ثُمَّ يُذْبَحُ ثُمَّ يُنَادِيْ مُنَادٍ يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ لَا مَوْتَ يَا اَهْلَ النَّارِ لَا مَوْتَ (وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ كُلٌّ خَالِدٌ فِيْمَا هُوَ فِيْهِ) فَيَزْدَادُ اَهْلُ الْجَنَّةِ فَرَحًا اِلٰى فَرَحِهِمْ وَيَزْدَادُ اَهْلُ النَّارِ حُزْنًا اِلٰى حُزْنِهِمْ (صحیح بخاری کتاب الرقاق باب صفۃ الجنۃ جزء ۸ ص ۱۴۲ وتفسیر سورۃ مریم و صحیح مسلم کتاب الجنۃ باب النار ۶/۱۴۸)

جب جنّتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہوجائیں گے تو موت کو (اس حالت میں) لایا جائے گا گویا کہ وہ ایک چتکبرا مینڈھا ہے یہاں تک کہ اُسے جنّت اور دوزخ کے درمیان رکھ دیا جائے گا، پھر اسے ذبح کردیا جائے گا، پھر ایک منادی ندا کرے گا، اے اہل جنّت اب موت نہیں آئے گی اور اے اہل دوزخ اب موت نہیں آئے گی، <u>ہر شخص ہمیشہ اُسی حالت میں رہے گا جس میں وہ (اب) ہے</u>، یہ سنکر جنّتیوں کی خوشی اور بڑھ جائے گی اور دوزخیوں کے غم میں اضافہ ہوجائے گا۔ (خط کشیدہ عبارت

۵۳) صرف صحیح مسلم میں ہے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔
مَنْ یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ یَنْعَمُ لَا یَبْأَسُ لَا تَبْلٰی ثِیَابُہٗ وَلَا یَفْنٰی شَبَابُہٗ (صحیح مسلم کتاب الجنۃ باب فی دوام نعیم اھل الجنۃ جزء ۲ ص۳۴۵)

جو شخص جنت میں داخل ہو گا وہ (ہمیشہ) عیش میں رہے گا، رنج و غم سے اُسے کبھی واسطہ نہیں پڑے گا، اس کے کپڑے (کبھی) پرانے نہیں ہوں گے اور اس کی جوانی (کبھی) زائل نہیں ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔
یُقَالُ لِاَھْلِ الْجَنَّۃِ یَا اَھْلَ الْجَنَّۃِ خُلُوْدٌ لَا مَوْتَ وَلِاَھْلِ النَّارِ یَا اَھْلَ النَّارِ خُلُوْدٌ لَا مَوْتَ (صحیح بخاری کتاب الرقاق باب یدخل الجنۃ سبعون الفا بغیر حساب جزء ۸ ص۱۴۱)

جنتیوں سے کہا جائے گا اے اہلِ جنّت، (تمہیں یہاں) ہمیشہ رہنا ہے (اب تمہیں) موت نہیں آئے گی اور دوزخیوں سے کہا جائے گا اے اہلِ دوزخ (تمہیں یہاں) ہمیشہ رہنا ہے (اب تمہیں) موت نہیں آئے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔
یُنَادِیْ مُنَادٍ اِنَّ لَکُمْ اَنْ تَصِحُّوْا فَلَا تَسْقَمُوْا اَبَدًا وَاِنَّ لَکُمْ اَنْ تَحْیَوْا فَلَا تَمُوْتُوْا اَبَدًا وَاِنَّ لَکُمْ اَنْ تَشِبُّوْا فَلَا تَھْرَمُوْا اَبَدًا وَاِنَّ لَکُمْ اَنْ تَنْعَمُوْا فَلَا تَبْتَئِسُوْا اَبَدًا فَذٰلِکَ قَوْلُہٗ عَزَّ وَجَلَّ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْکُمُ الْجَنَّۃُ اُوْرِثْتُمُوْھَا بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (صحیح مسلم کتاب الجنۃ باب فی دوام نعیم اھل الجنۃ جزء ۲ ص۳۴۵)

ایک منادی ندا کرے گا (اے اہلِ جنّت) بے شک (اب) تم تندرست رہو گے کبھی بیمار نہیں پڑو گے، تم زندہ رہو گے، تمہیں موت کبھی نہیں آئے گی، تم جوان رہو گے، تمہیں بڑھاپا کبھی نہیں آئے گا، تم عیش میں زندگی گذارو گے تمہیں حُزن و ملال کبھی نہ ہو گا یہی مطلب ہے اللہ عزوجل کے اس فرمان کا: "ان سے پکار کر کہا جائے گا، تمہارے اعمال کے بدلہ تمہیں اس جنت کا وارث بنا دیا گیا"

عمل

اللہ تعالیٰ پر، قرآن مجید پر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر، اور اللہ تعالیٰ کی تمام باتوں اور خبروں پر ایمان لائیے اور نیک عمل کیجئے تاکہ آپ جنت کی لازوال نعمتوں سے بہرہ اندوز ہو سکیں۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ
مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا
فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ
اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ وَ اَمَّا
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ
مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا
يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ
كَثِيْرًا وَ مَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا
الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٦﴾ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ

عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ
وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ
اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي
الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۲۷﴾

ترجمہ بے شک اللہ اس بات سے نہیں شرماتا کہ مچھر کی مثال بیان کرے یا اس سے بڑی کسی چیز کی مثال بیان کرے، جو لوگ مؤمن ہیں وہ تو جان لیتے ہیں کہ وہ ان کے ربّ کی طرف سے حق ہے اور جو کافر ہیں وہ (اعتراضاً) کہتے ہیں کہ اس مثال سے اللہ کی کیا مراد ہے، ایسی مثال سے اللہ بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیتا ہے اور بہت سے لوگوں کو راہِ راست بتا کر منزلِ مقصود تک پہنچا دیتا ہے اور اللہ ایسی مثال سے انہی کو گمراہ کرتا ہے جو فاسق ہوتے ہیں ﴿۲۶﴾ یعنی ان لوگوں کو جو اللہ سے مضبوط عہد کر لینے کے بعد اس عہد کو توڑ دیتے ہیں، جو اُس چیز کو قطع کرتے ہیں جس کو ملانے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور جو زمین میں فساد برپا کرتے ہیں، ایسے ہی لوگ (درحقیقت) نقصان اٹھانے والے ہیں ﴿۲۷﴾

معانی ومصادر (يَسْتَحْيِيْ) اِسْتَحْيَا، يَسْتَحْيِيْ، اِسْتِحْيَاءٌ (باب استفعال) شرمندہ ہونا، شرمانا، زندہ چھوڑ دینا۔

(يَضْرِبَ) ضَرَبَ، يَضْرِبُ، ضَرْبٌ (ض) مارنا، گاڑنا، بیان کرنا، سکّہ ڈھالنا، واجب کرنا، مہر لگانا۔

(اٰمَنُوْا) اٰمَنَ، يُؤْمِنُ، اِيْمَانٌ (باب افعال) ایمان لانا، یقین کرنا۔

(يَعْلَمُوْنَ) عَلِمَ، يَعْلَمُ، عِلْمٌ (س) جاننا، علم حاصل کرنا، پہچان لینا۔

(یَقُوْلُوْنَ) قَالَ، یَقُوْلُ، قَوْلٌ و قَالٌ و قِیْلٌ و قَوْلَۃٌ و مَقَالٌ و مَقَالَۃٌ،
(ن) کہنا، بولنا۔
(اَرَادَ) اَرَادَ، یُرِیْدُ، اِرَادَۃٌ (باب افعال) ارادہ کرنا، چاہنا (مادہ "ر و د" ہے)۔
(یُضِلُّ) اَضَلَّ، یُضِلُّ، اِضْلَالٌ (باب افعال) گمراہ کرنا، ضائع کرنا، غائب کرنا، گمراہ پانا۔
(یَہْدِیْ) ھَدٰی، یَہْدِیْ، ھِدَایَۃٌ و ھَدْیٌ و ھُدًی و ھِدْیَۃٌ (ض) راستہ بتانا، راستہ پر چلا کر منزلِ مقصود تک پہنچا دینا۔
(فَاسِقِیْنَ) فَسَقَ، یَفْسِقُ و فَسُقَ، یَفْسُقُ، فِسْقٌ و فُسُوْقٌ (ن، ض، ک) دینِ حق سے نکل جانا، کھجور کا چھلکے سے باہر نکل آنا۔
(یَنْقُضُوْنَ) نَقَضَ، یَنْقُضُ، نَقْضٌ (ن) توڑنا، منہدم کرنا۔
(مِیْثَاق) وَثُقَ، یَوْثُقُ، وَثَاقَۃٌ (ک) قوی ہونا، مضبوط ہونا۔
مِیْثَاق: مضبوط عہد۔
(یَقْطَعُوْنَ) قَطَعَ، یَقْطَعُ، قَطْعٌ و مَقْطَعٌ (ف) کاٹنا، ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔
(اَمَرَ) اَمَرَ، یَاْمُرُ، اَمْرٌ (ن) حکم دینا۔
(یُوْصَلَ) وَصَلَ، یَصِلُ، وَصْلٌ و صِلَۃٌ (ض) ملانا، صلۂ رحمی کرنا۔
(یُفْسِدُوْنَ) اَفْسَدَ، یُفْسِدُ، اِفْسَادٌ (باب افعال) خراب کرنا، فساد برپا کرنا۔
(خَاسِرُوْنَ) خَسِرَ، یَخْسَرُ، خُسْرٌ و خَسَرٌ و خَسَارٌ و خَسَارَۃٌ و خُسْرَانٌ (س) نقصان اٹھانا، گمراہ ہونا اور ہلاک ہو جانا۔

تفسیر

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں لوگوں کو سمجھانے کے لئے بہت سی مثالیں دی ہیں۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعَالِمُوْنَ ○ (العنکبوت - ۴۳)	یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں انہیں وہی سمجھتے ہیں جو اہلِ علم ہوتے ہیں

ان مثالوں میں سے بعض مثالیں اللہ تعالیٰ نے بہت چھوٹے چھوٹے جانوروں کی دی ہیں

مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ○

(العنکبوت - ۴۱)

جن لوگوں نے اللہ کے علاوہ دوسروں کو کارساز بنا رکھا ہے ان کی مثال ایسی ہے جیسے مکڑی ، وہ ایک گھر بناتی ہے اور بیشک تمام گھروں میں سب سے زیادہ کمزور مکڑی کا گھر ہوتا ہے ، کاش یہ لوگ اس بات کو جان لیتے -

یعنی جس طرح مکڑی کا جالا آفات سے نہیں بچا سکتا ، اسی طرح اللہ تعالےٰ کے علاوہ کوئی شخص کسی کو مصیبت سے نہیں بچا سکتا -

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ○

(الحج - ۷۳)

اے لوگو ، ایک مثال بیان کی جاتی ہے ، اسے غور سے سنو ، بے شک جن لوگوں کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے ، اگرچہ اس کام کے لئے وہ سب جمع ہی کیوں نہ ہو جائیں ، اور (مکھی بنانا تو بڑی چیز ہے) اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے جائے تو یہ اُس سے واپس نہیں لے سکتے ، طالب اور مطلوب دونوں کمزور ہیں (یعنی جو پکار رہا ہے وہ بھی کمزور ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ پکارا جا رہا ہے وہ بھی کمزور ہے ، ایسی حالت میں وہ پکارنے والے کی کیا مدد کرے گا)-

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ○ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ○

(الفرقان ۴۳ و ۴۴)

(اے رسول) کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا الٰہ بنا رکھا ہے ، تو کیا آپ اُس پہ نگراں ہیں (کہ زبردستی اُس کو راہِ راست پہ لے آئیں) کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ ان میں سے اکثر سنتے ہیں یا سمجھتے ہیں (نہیں یہ کچھ نہیں

سمجھتے) یہ تو چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے
بھی زیادہ گم کردہ راہ۔

آیت زیر تفسیر میں مچھر کی مثال کا ذکر ہے لیکن قرآن مجید میں مچھر کی مثال کہیں نہیں ہے، البتہ حدیث میں مچھر کی مثالیں ملتی ہیں اور کیونکہ حدیث بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہے لہٰذا ہو سکتا ہے کہ حدیث میں بیان کی ہوئی مچھر کی مثالوں پر ہی کفار نے اعتراض کیا ہو۔ وہ حدیثیں یہ ہیں:۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّهٗ لَيَأْتِي الرَّجُلُ الْعَظِيْمُ السَّمِيْنُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يَزِنُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ۔ (صحیح بخاری تفسیر سورۃ الکھف جزء ۶ ص۱۱۷ و صحیح مسلم کتاب صفۃ یوم القیٰمۃ جزء ۲ ص۵۱۵)

قیامت کے دن ایک بڑا اور موٹا آدمی آئے گا، اللہ کے نزدیک اسکی وقعت مچھر کے پر کے برابر بھی نہ ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ مَا سَقٰى كَافِرًا مِّنْهَا شَرْبَةَ مَآءٍ (رواہ الترمذی فی ابواب الزھد باب ما جاء فی ھوان الدنیا، وصححہ جلد ۲ ص۱۴۲)

اگر دنیا کی وقعت اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ کافر کو اس میں سے ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتا۔

الغرض جب کفار اور منافقین نے ان مثالوں پر اعتراض کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں آیات (زیر تفسیر) نازل فرمائیں، ان کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ادنیٰ سے ادنیٰ مخلوق کی مثال بیان کرنے سے نہیں شرماتا، اس لئے کہ اس کی کوئی مخلوق ہو، خواہ اعلیٰ خواہ ادنیٰ، ایک حرفِ کُن کہنے سے پیدا ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ کو کسی بڑی مخلوق کے پیدا کرنے میں بھی کوئی دقت نہیں ہوتی کہ اس کو اپنا شاہکار سمجھتے ہوئے بطورِ مثال بیان کرے، اس کے لئے چھوٹی بڑی مخلوق سب برابر ہیں۔ البتہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ جتنے بھی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی ادنیٰ ترین مخلوق جیسی بھی کوئی چیز پیدا کرنے سے قاصر ہیں، اگر وہ اللہ تعالیٰ کی ادنیٰ ترین مخلوق جیسی چیز پیدا کرنے پر قادر ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی اس تخلیق میں ان لوگوں کی شرکت یا مماثلت کے باعث ادنیٰ ترین مخلوق کی مثال پیش کرنے پر اعتراض ہو سکتا تھا اور کیونکہ کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی ادنیٰ ترین مخلوق کی مثل بھی کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتا لہٰذا کفار کا

اعتراض لغو ہے، اللہ تعالیٰ کو ایسی بات سے کیوں شرم آئے جس میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ ایمان والے ایسا اعتراض نہیں کرتے، وہ تو فوراً مان لیتے ہیں کہ یہ مثال اللہ تعالیٰ کی طرف سے بالکل حق ہے، بالکل صحیح ہے، البتہ جو لوگ کافر ہیں وہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس مثال سے اللہ تعالیٰ کا کیا مقصد ہے، یہ مثال اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان نہیں، اللہ تعالیٰ کو تو کسی بڑی چیز کی مثال دینی چاہیئے تھی اور کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی شایانِ شان چیز کی مثال نہیں دی لہٰذا ہمیں قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے میں شک ہے، کافروں کا یہ اعتراض یقیناً مضحکہ خیز ہے، اُن کو شرم آنی چاہیئے (نہ کہ اللہ تعالیٰ کو) کہ ان کے معبودانِ باطل جن کو وہ اللہ تعالیٰ کا شریک سمجھتے ہیں اتنی بھی قدرت نہیں رکھتے کہ اللہ تعالیٰ کی ادنیٰ ترین مخلوق جیسی کوئی چیز پیدا کر سکیں اور جو لوگ ایسی حقیر چیز بھی پیدا نہیں کر سکتے کیا وہ اس قابل ہیں کہ ان کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھا جائے اور ان سے مرادیں مانگی جائیں، ہرگز نہیں۔ الغرض ان مثالوں سے اللہ تعالیٰ توحید کا اثبات کرتا ہے (وَّیَھْدِیْ بِہٖ کَثِیْرًا) اور بہت سے لوگوں کو ہدایت کا راستہ سُجھا دیتا ہے، ان کی سمجھ میں آجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ کر سکتا ہے، دوسرے مجبور و بے بس ہیں، وہ کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے، اس طرح وہ لوگ اپنی اصلاح کر کے صراطِ مستقیم پر آجاتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں استقامت بخشتا ہے اور صراطِ مستقیم پر چلا کر منزلِ مقصود پر پہنچا دیتا ہے (یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا) لیکن جو لوگ اعتراض برائے اعتراض کرتے ہیں انہیں ایسی مثالیں راہ حق سے اور دور ڈال دیتی ہیں، وہ عناد و سرکشی کی وجہ سے گمراہی میں اور دور جا گرتے ہیں اور کیونکہ حسد اور ہٹ دھرمی کے نتیجہ میں گمراہی میں مبتلا رہنا یا گمراہی کا اور بڑھ جانا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے لہٰذا نتیجہ کا خالق ہونے کی وجہ سے اللہ عزوجل ان کی گمراہی کو اپنی طرف منسوب کر لیتا ہے حالانکہ گمراہی کا اصل سبب وہ خود ہوتے ہیں، نہ حسد و ہٹ دھرمی اور حق پوشی و سرکشی کی عادت ڈالتے، نہ بُرے نتائج برآمد ہوتے (وَمَا یُضِلُّ بِہٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ) یہ لوگ پہلے ہی سے ہٹ دھرمی، سرکشی و حق پوشی میں مبتلا ہوتے ہیں لہٰذا یہ پہلے ہی سے فاسق ہوتے ہیں، ان لوگوں کی تو نیت ہی یہ ہوتی ہے کہ ہر نازل شدہ آیت پر اعتراض کریں، ہر آیت کی مخالفت کریں تاکہ ان کی بے راہ روی اور فسق و فجور میں کسی قسم کی رُکاوٹ پیدا نہ ہو، وہ ہر اچھی خصلت اور اصلاحی کام کو بُری نگاہ سے دیکھتے ہیں اور جب کبھی کوئی اصلاحی حکم نازل ہوتا ہے یا نافذ ہوتا ہے تو ان کی مخالفت اور تیز ہو جاتی ہے، فساد اور سرکشی میں اور زیادہ بڑھ جاتے ہیں، اگر طاقت کے ذریعہ ان اصلاحات کے نفاذ کو روک نہیں سکتے تو پھر وہ ان اصلاحات پر لایعنی اعتراض کرنے لگتے ہیں، اس میں قصور اللہ عزوجل کے کسی حکم یا آیت کا نہیں ہوتا بلکہ ان کا اپنا قصور ہوتا ہے کہ وہ اچھی چیز کی مخالفت میں پہلے سے زیادہ سرگرم ہو کر اپنی گمراہی میں اضافہ کر لیتے ہیں، ان لوگوں کی خصوصیات عموماً

یہ ہوتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے مضبوط عہد کر کے اسے توڑ ڈالتے ہیں، توحید و رسالت کا اقرار کرتے ہیں، احکامِ الٰہی کی وفاداری کا عہد کرتے ہیں لیکن اس عہد کو پورا نہیں کرتے، طغیان اور سرکشی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ جس چیز کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ملانے کا حکم دیا ہے اُسے قطع کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ امن وامان کو پسند کرتا ہے، وہ امن وامان کو برباد کرتے ہیں، دنیا میں فساد پھیلاتے ہیں، سازش وہنگامہ آرائی ان کا مشغلہ بن جاتی ہے، گویا ہر بات میں اللہ تعالیٰ کی اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت میں انہیں مزا آتا ہے۔ ایسے لوگوں کو ہدایت نصیب ہو تو کیسے؟ یہ تو ہدایت اور مثالوں کے ذریعہ فہمائش ونصیحت سے اور بدکتے ہیں، ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کا کیا بگاڑ سکتے ہیں، یہ اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں، یہی درحقیقت خاسر و نامراد ہوں گے۔

عمل

اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں مچھر جیسی ادنیٰ مخلوق کو بھی کوئی نہیں بنا سکتا تو پھر مچھر کی مثال دے کر لوگوں کو سمجھانا بالکل مبنی برحق ہے، اللہ تعالیٰ ایسی صحیح اور برحق مثال دینے سے کیوں شرمائے اور یقیناً اللہ ذوالجلال والاکرام حق بات کہنے سے نہیں شرماتا۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک موقع پر عرض کیا تھا:-

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ (صحیح بخاری کتاب الغسل باب اذا احتلمت المرأۃ جزء اوّل ص۴۷ وصحیح مسلم کتاب الحیض باب وجوب الغسل علی المرأۃ بخروج المنی منہا جزء اول ص۱۴۱) — بے شک اللہ حق بات سے نہیں شرماتا۔

گویا حضرت ام سلیمؓ کا اشارہ قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت کی طرف تھا۔

وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ (الاحزاب۔۵۳) — اللہ حق (بات کہنے سے) نہیں شرماتا۔

اے لوگو، آیت اور حدیث کی روشنی میں آپ بھی حق بات کہنے اور حق بات پوچھنے سے نہ شرمائیے، اللہ تعالیٰ کی تمام باتوں اور مثالوں پہ ایمان لائیے، ان پہ اپنی ناقص عقل کی بنیاد پہ کسی قسم کا اعتراض نہ کیجئے، اللہ تعالیٰ کے احکام سے خروج نہ کیجئے، جیسا حکم ملے بالکل اسی طرح عمل کیجئے، اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد کو پورا کیجئے، آپ نے کلمۂ شہادت پڑھ کر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا عہد کیا ہے اُسے پورا کیجئے، زمین میں فساد اور بدامنی پھیلائیے، اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت کر کے عملاً اللہ تعالیٰ کا انکار نہ کیجئے۔

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ
اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ
ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۸﴾
هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ
جَمِيْعًا ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ
فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَهُوَ
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۹﴾

ترجمہ (اے لوگو) تم اللہ کا کیسے انکار کر سکتے ہو حالانکہ تم مُردہ تھے، اس نے تمہیں زندہ کیا، پھر وہی تم کو موت دے گا، پھر وہی تم کو زندہ کرے گا پھر اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے ﴿۲۸﴾ وہی ہے جس نے زمین کی تمام چیزوں کو تمہارے لئے پیدا کیا، پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور اس نے مناسب طریقہ اور اندازے سے سات آسمان بنائے اور وہی ہے جسے ہر چیز کا علم ہے ﴿۲۹﴾

معانی ومصادر

(اَمْوَات) مَاتَ ، یَمُوْتُ ، مَوْتٌ (ن) مرجانا ، بجھ جانا۔
اَمْوَات = مردے ، مَیِّتٌ کی جمع ۔
(اَحْیَا) اَحْیَا ، یُحْیِیْ ، اِحْیَاءٌ (باب افعال) زندہ کرنا (مادّہ "ح ی و" ہے)
(یُمِیْتُ) اَمَاتَ ، یُمِیْتُ ، اِمَاتَۃٌ (باب افعال) مارنا
(تُرْجَعُوْنَ) رَجَعَ ، یَرْجِعُ ، رَجْعٌ (ض) لوٹنا ، لوٹانا۔
خَلَقَ ، یَخْلُقُ ، خَلْقٌ و خِلْقَۃٌ (ن) پیدا کرنا ۔
اِسْتَوٰی ، یَسْتَوِیْ ، اِسْتِوَاءٌ (باب استفعال) برابر ہونا ، متوجہ ہونا (مادہ "س و ی" ہے)۔
سَوّٰی ، یُسَوِّیْ ، تَسْوِیَۃٌ (باب تفعیل) برابر کرنا (مادّہ "س و ی" ہے)۔
(سَمَاء و سَمٰوٰت) سَمَا ، یَسْمُوْ ، سُمُوٌّ (ن) بلند ہونا ۔
سَمَآء = آسمان ، بادل ، ہر وہ چیز جو بلند و بالا ہو ، یہ لفظ یہاں بطور اسم جنس استعمال ہوا ہے ، اسی لئے اس کے لئے "ھُنَّ" کی ضمیر جمع کے صیغہ میں استعمال ہوئی ہے ۔
(عَلِیْم) عَلِمَ ، یَعْلَمُ ، عِلْمٌ (س) جاننا ۔ علیم اسم صفت ہے ، اس کے معنی ہیں "جاننے والا"۔

تفسیر

پہلے تمام انسان مردہ تھے ، یعنی اُن کا کوئی وجود نہیں تھا۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْــًٔا مَّذْكُوْرًا ۝ (ھل اتی - ۱)

کیا انسان پر ایسا وقت نہیں آیا کہ اس کا کہیں ذکر ہی نہیں تھا۔

ذکر اسی لئے نہیں تھا کہ اس کا کہیں وجود نہیں تھا ، اللہ تعالیٰ اُسے عدم سے وجود میں لایا ، اسے پیدا کیا ، اُسے زندگی بخشی ، "فَاَحْيَاكُمْ" میں اسی زندگی کی طرف اشارہ ہے ۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ (الرحمٰن - ۳)

اللہ نے انسان کو پیدا کیا ۔

اس پیدائش کے بعد اللہ تعالیٰ انسان کو پھر موت دے گا ، اس موت کے بعد پھر زندہ کرے گا اور پھر تمام انسان اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جائیں گے ، اللہ تعالیٰ ان کا حساب و کتاب

لے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَهُوَ الَّذِيٓ اَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ (الحج - ٦٦)

اللہ ہی ہے جس نے تمہیں زندہ کیا، پھر تمہیں موت دے گا، پھر تمہیں زندہ کرے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَللّٰهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ۔ (الروم - ۴۰)

اللہ ہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا، پھر تمہیں رزق دیا، پھر تمہیں موت دے گا، پھر تمہیں زندہ کرے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ (الجاثية - ٢٦)

(اے رسول، آپ) کہدیجئے اللہ ہی تم کو زندہ کرتا ہے، پھر وہی تم کو موت دیتا ہے، پھر وہی تم کو قیامت کے دن جس کے آنے میں کوئی شک نہیں جمع کرے گا، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے (کہ سب قدرت اللہ ہی کو ہے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

قَالَ اللّٰهُ كَذَّبَنِي ابْنُ اٰدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذٰلِكَ وَشَتَمَنِي وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذٰلِكَ فَاَمَّا تَكْذِيبُهُ اِيَّايَ فَزَعَمَ اَنِّي لَا اَقْدِرُ اَنْ اُعِيدَهُ كَمَا كَانَ وَاَمَّا شَتْمُهُ اِيَّايَ فَقَوْلُهُ لِي وَلَدٌ فَسُبْحَانِي اَنْ اَتَّخِذَ صَاحِبَةً اَوْ وَلَدًا (صحیح بخاری کتاب التفسیر، ابواب تفسیر سورۃ البقرۃ باب وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ جزء ٦ ص ٢٤)

اللہ فرماتا ہے ابن آدم مجھے جھٹلاتا ہے حالانکہ یہ اس کو زیبا نہیں ابن آدم مجھے گالی دیتا ہے حالانکہ یہ اس کو زیبا نہیں مجھے اس کا جھٹلانا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں اس کو دوبارہ اسی طرح پیدا کرنے پر قادر نہیں جس طرح وہ پہلے تھا اور مجھے اس کا گالی دینا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے میرے اولاد ہے، میں اس بات سے پاک ہوں کہ میں کسی کو بیوی یا اولاد بناؤں۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ نے تمہارے لئے زمین کی تمام چیزوں کو پیدا کیا، تمہارے کھانے پینے، رہنے سہنے، آرام و آسائش کا اہتمام کیا پھر اس نے سات آسمان بنائے تو ایسی صورت میں تم اللہ تعالیٰ کا کیسے انکار کر سکتے ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِىْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِىْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِىَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِىْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ۝ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَهِىَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ۝ فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِىْ يَوْمَيْنِ

(حٰمٓ السجدۃ-۹تا۱۲)

کیا تم اُس ہستی کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا اور کیا تم (دوسروں کو) اس کا شریک بناتے ہو (حالانکہ وہ تو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے)، وہ تو تمام جہانوں کا مالک و پروردگار ہے، اُسی نے چار دن میں زمین کے اوپر پہاڑ رکھے، زمین میں برکتیں رکھیں اور اس میں سامان معیشت مقرر کیا، یہ نعمتیں تمام طلبگاروں کے لئے یکساں ہیں (کوئی تفریق نہیں) پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ اس وقت دھویں کی شکل میں تھا، پھر اس نے آسمان و زمین سے کہا خوشی یا ناخوشی سے (ادھر) آؤ، دونوں نے کہا ہم خوشی سے آتے ہیں، پھر اللہ نے دو دن میں سات آسمان بنائے۔

مندرجہ بالا آیات سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو پہلے دھوئیں کی شکل میں بنایا پھر اس سے سات آسمان سخت اور ٹھوس شکل میں بنائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا

(الملك-۳)

اللہ نے اوپر تلے سات آسمان بنائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اَللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ (الطلاق-۱۲)

اللہ ہی ہے جس نے سات آسمان بنائے، اور اُن ہی کی مثل زمینیں بنائیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۝

(عمّ یتسآءلون-۱۲)

(اے لوگو) ہم ہی نے تمہارے اوپر سات سخت آسمان بنائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۝ (نوح-۱۵)

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے اوپر تلے سات آسمان کیسے بنائے ہیں۔

الغرض اللہ ذوالجلال والاکرام نے ان آیات میں اپنے وجود اور توحید کے دلائل دے کر بتایا

کہ (اے انسانو) تم کس طرح اللہ خالق کائنات کا انکار کرسکتے ہو، آخر تمہاری پیدائش، تمہاری زندگی تمہاری موت کا خالق کون ہے، زمین کی تمام اشیاء اور آسمانوں کی پیدائش کس نے کی ہے، آخر کوئی تو ان چیزوں کا خالق ہے، خود بخود کوئی چیز کیسے پیدا ہوسکتی ہے، ان چیزوں کا وجود خالقِ کائنات کے وجود پر دلالت کرتا ہے اور وہ خالق کائنات اللہ تعالیٰ ہے، اس پر ایمان لاؤ، اس کی اطاعت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، وہ یکتا ہے، اکیلا ہے، بے مثل و بے نظیر ہے۔

کائنات کی مختلف چیزوں کی پیدائش کا ذکر کرکے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کے مختلف مقامات پر اپنے وجود اور اپنی توحید کو بڑے شدّ و مدّ سے ثابت کیا ہے۔

مثلاً ایک مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ○ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ○ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ○ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ○ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○

(الانعام-۹۵ تا ۹۹)

بے شک اللہ ہی دانے اور گٹھلیوں کو پھاڑتا ہے (اور پھر ان سے درخت اگاتا ہے)، وہی جاندار کو بے جان سے اور بے جان کو جاندار سے پیدا کرتا ہے، یہ ہے تمہارا اللہ، تو (پھر اُسے چھوڑ کر) تم کہاں بھٹکے ہوئے چلے جارہے ہو۔ وہی صبح کی روشنی کو پھاڑتا ہے (یعنی دن نکالتا ہے) اُسی نے رات کو موجبِ سکون و راحت بنایا، اسی نے سورج اور چاند کو ذریعہ حساب بنایا، یہ سب چیزیں (اللہ) غالب اور علم والے کی مقرر کی ہوئی ہیں۔ وہی ہے جس نے تمہارے لئے ستارے بنائے تاکہ ان کے ذریعہ تم بحر و بر کی تاریکیوں میں راستہ معلوم کرسکو، ہم نے علم والوں کے لئے آیات کو کھول کر (علیحدہ علیحدہ) بیان کردیا ہے (علم والے سمجھ سکتے ہیں کہ یہ کام بغیر خالق کے واقع نہیں ہوسکتے)۔ وہی ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا، پھر تمہارے ٹھہرنے کے لئے جگہ (بستیاں اور مکانات) اور سپرد کرنے کی جگہ (یعنی قبریں) بنائیں، ہم نے سمجھنے والوں کے لئے (اپنی) نشانیاں کھول کھول کر بیان کردی ہیں (عقل والے سمجھ جاتے ہیں کہ یہ

سب کرشمے کسی خالق کے وجود پر دلالت کرتے ہیں) وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا، پھر اس سے ہر قسم کی روئیدگی پیدا کی، پھر اس سے ہری کونپل پیدا کی اور اس کونپل سے اوپر تلے ایک دوسرے سے جڑے ہوئے دانے پیدا کئے اور کھجور کے گچھوں میں سے لٹکے ہوئے خوشے پیدا کئے اور انگور کے باغات، زیتون اور انار پیدا کئے جو ایک دوسرے سے مشابہ بھی ہوتے ہیں اور غیر مشابہ بھی، یہ چیزیں جب پھل لاتی ہیں تو ان کے پھلوں اور ان کے پکنے پر غور کرو (کون یہ سب کام کر رہا ہے) بے شک اس میں ایمان والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

وجودِ باری تعالیٰ کے دلائل دیتے ہوئے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ○ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ○ قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ○

(الانعام - ۱۰۱ تا ۱۰۴)

وہی آسمان اور زمین کا ایجاد کرنے والا ہے، اس کے اولاد کیسے ہو سکتی ہے حالانکہ اس کی کوئی بیوی نہیں۔ اس نے ہر چیز کو پیدا کیا (پھر اس کی پیدا کی ہوئی چیز اس کی بیوی یا اولاد کیسے ہو سکتی ہے) وہ ہر چیز سے باخبر ہے۔ یہ ہے اللہ، تمہارا ربّ، اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، وہی ہر چیز پر نگراں ہے، نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ نگاہوں کا ادراک کر سکتا ہے اور وہ بڑا لطیف و خبیر ہے۔ یہ دلائل ہیں جو تمہارے ربّ کی طرف سے تمہارے پاس آ گئے ہیں، جس نے ان سے بصیرت حاصل کی (یعنی خالق کے وجود اور اس کی توحید کا قائل ہو گیا) تو اس میں اس کا اپنا بھلا ہے اور جس نے ان دلائل سے آنکھیں بند کر لیں تو پھر اس (ہٹ دھرمی) کا وبال اُسی پر ہو گا اور (اسے

رسول کہدیجئے کہ) میں تم پر نگراں نہیں ہوں (نگراں
وہی خالق ہے، اسی کے ہاتھ میں تمام اختیارات
ہیں، وہی سزا و جزا کا مالک ہے، وہی وقتِ
مقرّرہ پر تمہیں اس ہٹ دھرمی کی سزا دیگا)۔

خالق کا وجود ایک حقیقت ثابتہ ہے، خالق کے وجود پر عقلی شہادتیں موجود ہیں لیکن خالق کے انکار پر کوئی عقلی شہادت پیش نہیں کی جاسکتی، اگر صرف اس لئے خالق کا انکار کیا جائے کہ خالق کی حقیقت عقل میں نہیں آتی تو کائنات کا خود بخود پیدا ہو جانا کیسے عقل میں آسکتا ہے، یہ تو اس سے بھی زیادہ مشکل مسئلہ ہے، یہ کائنات مختلف اجزاء پر مشتمل ہے، کہیں آسمان ہے، کہیں زمین ہے، کہیں سیارے ہیں، پھر اس زمین کو دیکھئے، کہیں جمادات ہیں تو کہیں نباتات، کہیں حیوانات ہیں اور کہیں انسان۔ ان تمام اشیاء کا کتنا مربوط نظام ہے، ایک پودے کو دیکھئے کس طرح نشو ونما پاتا ہے، کس طرح سانس لیتا ہے اور کس طرح سانس چھوڑتا ہے، یہ سب کچھ ایک دائرے (CYCLE) میں ہو رہا ہے جس کا تسلسل کبھی منقطع نہیں ہوتا۔

انسان اور حیوان کو دیکھئے، ان کے اجسام میں کیسی کیسی مشینیں کام کر رہی، ان مشینوں کی کارگذاری قدرت کا نمونہ پیش کرتی ہے، قرنوں و صدیوں سے ایسا ہی ہوتا آرہا ہے، یہ تصور کتنا مضحکہ خیز ہے کہ یہ سب کچھ بغیر کسی کے ارادے کے ہو رہا ہے۔ کائنات کے خود پیدا ہو جانے کے بعد یہ کس طرح عقل میں آتا ہے کہ اس میں اس قدر باضابطہ روحِ عمل پیدا ہو گئی ہو کہ کہیں کوئی نقص نظر نہیں آتا، ضابطہ کے خلاف کچھ نہیں ہوتا، ہر کام ایک مقررہ فطری قانون کے ماتحت و مطابق ہو رہا ہے، اس ضمن میں آپ جتنا سوچیں گے آپ کی حیرت میں اضافہ ہی ہوتا چلا جائے گا، یہ چیز کبھی عقل میں نہیں آئے گی کہ کائنات خود بخود پیدا ہونے کے بعد کس طرح قوانینِ فطرت کے تابع ہو گئی۔

بڑے سے بڑے تارے کو لیجئے جس میں سے ہماری زمین کے برابر سنکھوں زمینیں بن سکتی ہیں یا چھوٹے سے چھوٹے ذرّے کو لیجئے دونوں کی بنیادی ترکیب میں کوئی فرق نظر نہیں آئے گا، دونوں کا بنیادی جُزء ایٹم (ATOM) ہے اور ہر چیز کا ایٹم کارکردگی اور ساخت میں بالکل یکساں اور ہم آہنگ ہے، ایٹم اتنا چھوٹا ذرّہ ہے کہ اُسے طاقتور سے طاقتور خوردبین سے بھی نہیں دیکھ سکتے، ایک قطرۂ آب میں ساٹھ ہزار سنکھ ایٹم ہوتے ہیں، اس چھوٹے سے ذرّے میں توانائی کی ایک دنیا آباد ہے، وہ توانائی کس طرح اور کس قدر قانون فطرت کے مطابق کام کر رہی ہے کہ عقل حیران ہے، کیا یہ سب کچھ خود بخود ہو رہا ہے، عقل میں کیسے ایسی بعید از عقل بات آسکتی ہے، اس سے تو یہی بات زیادہ آسان ہے کہ خالق کا وجود تسلیم کر لیا جائے پھر اس کے بعد اگر یہ تصور ذہن میں آئے کہ خالق کیسے پیدا ہو گیا تو اس سوال کا وہی جواب ہو گا جو خالق کے انکار کے بعد اس سوال کا جواب ہے

کہ کائنات کیسے پیدا ہوگئی ؟"

اے لوگو، عقل والے وہی ہیں جو خالق کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں، خالق کے وجود کو تسلیم نہ کرنا اور کائنات کے خود بخود پیدا ہو جانے کو تسلیم کر لینا بالکل خلاف عقل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بار بار مظاہر قدرت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اپنے وجود کو ثابت کیا، اللہ تعالیٰ نے بار بار فرمایا کہ مظاہر قدرت میں علم و عقل والوں کے لئے خالق کے وجود کے ناقابلِ تردید دلائل ہیں اور ہوا بھی یہی کہ جن علم و عقل والوں نے مظاہر قدرت پر غور کیا وہ اس نتیجہ پر پہنچ گئے کہ اس کائنات کا کوئی خالق ضرور ہے، چالیس بڑے بڑے سائنسدانوں نے خالق کائنات کے وجود کو تسلیم کیا ہے، ان کے اقوال ایک کتاب میں طبع ہو کر منظرِ عام پر آچکے ہیں۔

سائنسدان مظاہر قدرت کی بنیاد پر خالق کے وجود کو تسلیم کر رہے ہیں اور منکرین خالق بغیر سائنس اور برہان کے اپنی بات پر اڑے ہوئے ہیں، ظاہر ہے کہ جو بات سائنس کی بنیاد پر ہوگی وہ زیادہ قابل قبول ہوگی نہ کہ وہ جس کی پشت پر نہ کوئی سائنس ہو، نہ کوئی دلیل۔

اللہ تعالیٰ نے مظاہر قدرت پر غور کرنے کی دعوت دی ہے لہٰذا سائنس جتنا ترقی کرے گی، اور مظاہر قدرت پر اللہ تعالیٰ کی دعوت کے مطابق جتنا غور ہوگا خالق کے وجود کے دلائل اتنے ہی بڑھتے چلے جائیں گے، سائنس نہ خالق کا انکار کرتی ہے، نہ اسلام کے خلاف کوئی بات بتاتی ہے، کچھ دن ہوئے سائنس کا ایک جدید نظریہ بھی منظرِ عام پر آچکا ہے جسے موڈرن تھیوری آف کوئنٹم (Modern Theory of Quantum) کہتے ہیں، اس نظریہ نے ثابت کر دیا کہ نظامِ کائنات کو ہر لمحہ کسی نگراں اور چلانے والے کی ضرورت ہے، اگر وہ اس کی طرف سے ذرا سا بھی غافل ہو جائے تو نظامِ کائنات درہم برہم ہو جائے، اس نظریہ نے خالق کے وجود کو اس طرح تسلیم کر لیا ہے کہ اب کسی کو مجال انکار نہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود کو ثابت کرنے کے لئے مظاہر قدرت پر غور کرنے کی جو دعوت دی تھی اس دعوت کے مطابق غور کرنے کا نتیجہ حقیقت بن کر سامنے آگیا ہے، اب تو عقل کو معیار سمجھنے والوں کے لئے بھی انکار کی کوئی وجہ باقی نہیں رہی۔ رہے مؤمن تو ان کے لئے تو قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت ہی کافی ہے، ان کے لئے نہ کسی مزید دلیل کی ضرورت ہے اور نہ کسی تائید کی، دوسرے دلائل کے ثبوت میں قرآن مجید اور حدیث نبوی کو تائید میں پیش کیا جا سکتا ہے لیکن قرآن مجید اور حدیث کسی تائید کے محتاج نہیں، مؤمن کا ایمان قرآن مجید اور حدیث نبوی پر ہوتا ہے البتہ مظاہر قدرت کی نشانیاں مؤمن کے لئے اطمینان قلبی کا باعث ضرور ہوتی ہیں۔

عمل

اے لوگو، خالق کے وجود کو تسلیم کیجئے، اگر آپ کو پہلے سے تسلیم ہے تو پھر دل کی گہرائیوں سے تسلیم کیجئے۔ خالق کائنات کا اسمِ گرامی "اللہ" ہے، آیئے، اُس اللہ ذوالجلال والاکرام کے سامنے جُھک جایئے، اسی کے ہو جایئے، اسی کے حکم کو بجا لایئے، اسی کی حاکمیت کو تسلیم کیجئے، اُس کی نعمتوں کا گُن گایئے، اس نے زمین کی تمام نعمتوں کو آپ کے لئے پیدا کیا، اس کا شکر ادا کیجئے نہ ظاہر میں اس کی کوئی نافرمانی کیجئے اور نہ خفیہ طور پہ اس کی نافرمانی کیجئے، اس کے لئے ظاہر و باطن یکساں ہے، وہ ہر چیز اور ہر کام سے باخبر ہے، اُسے ہر چیز کا علم ہے۔

وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ

جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ؕ

قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا

وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ

بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ

اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا

ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ

فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِىْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ

إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْا
سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا
إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۲﴾ قَالَ
يٰٓاٰدَمُ أَنْبِئْهُمْ بِأَسْمَآئِهِمْ فَلَمَّآ
أَنْبَأَهُمْ بِأَسْمَآئِهِمْ قَالَ أَلَمْ
أَقُلْ لَّكُمْ إِنِّيْٓ أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ
وَالْأَرْضِ وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ
وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۳﴾

ترجمہ

اور (اے رسول وہ وقت یاد کیجئے) جب آپ کے ربّ نے فرشتوں سے کہا میں زمین میں
ایک خلیفہ بنانے والا ہوں ۔ فرشتوں نے عرض کیا (اے اللہ) کیا تو زمین میں ایسے شخص کو خلیفہ
بنا رہا ہے جو زمین میں فساد مچائے اور خونریزی کرے (خلیفہ بنائے جانے کے تو ہم مستحق ہیں اس

لئے کہ) ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہیں (فساد و خونریزی سے بالکل مبرا ہیں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے (میں اس کی حکمت سے واقف ہوں، تمہیں اس کا علم نہیں) ﴿۳۰﴾ پھر اللہ نے آدم کو تمام چیزوں کے نام سکھادئے، پھر ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا "اگر تم (استحقاقِ خلافت کے دعوے میں) سچے ہو تو مجھے ان چیزوں کے نام بتاؤ" ﴿۳۱﴾ فرشتوں نے عرض کیا (اے اللہ) تیری ذات تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے، ہمیں (ان کے ناموں کا) علم نہیں، ہمیں تو بس اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے ہمیں سکھادیا (تیرے علم و حکمت میں کوئی عیب یا نقص نہیں کیونکہ) بے شک تو علم والا ہے حکمت والا ہے (یقیناً تو نے اپنے علم اور اپنی حکمت کی بنیاد پر ہی آدم کو خلیفہ منتخب کیا ہے) ﴿۳۲﴾ اللہ نے فرمایا اے آدم، تم ان فرشتوں کو ان تمام چیزوں کے نام بتاؤ، پھر جب آدم نے ان فرشتوں کو ان تمام چیزوں کے نام بتادئے تو اللہ نے فرمایا (اے فرشتو) کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں آسمان اور زمین کی (تمام) پوشیدہ باتوں کو جانتا ہوں اور (یہی نہیں بلکہ) جو باتیں تم ظاہر کرتے ہو انہیں بھی جانتا ہوں اور جو تم (اپنے دلوں میں) چھپاتے ہو انہیں بھی جانتا ہوں ﴿۳۳﴾

معانی و مصادر

(اَقُلْ) قَالَ، یَقُوْلُ، قَوْلٌ و قَالٌ و قِیْلٌ و قَوْلَۃٌ و مَقَالٌ و مَقَالَۃٌ (ن) کہنا۔

(جَاعِلٌ) (تَجْعَلُ) جَعَلَ، یَجْعَلُ، جَعْلٌ (ف) بنانا، پیدا کرنا، رکھ لینا، کر دینا۔

(خَلِیْفَۃٌ) خَلَفَ، یَخْلُفُ، خِلَافَۃٌ (ن) خلیفہ ہونا۔ جانشین ہونا۔

خلیفہ = جانشین، حکمران۔ خُلَفَاء اور خَلَائِف جمع ہیں۔

(یُفْسِدُ) اَفْسَدَ، یُفْسِدُ، اِفْسَادٌ (باب افعال) فساد برپا کرنا، خراب کرنا۔

(یَسْفِکُ) سَفَکَ، یَسْفِکُ، سَفْکٌ۔ (ض) بہانا۔

(دِمَآءَ) دِمَآءٌ = دَمٌ کی جمع، خون۔

(نُسَبِّحُ) سَبَّحَ، یُسَبِّحُ، تَسْبِیْحٌ (باب تَفْعِیْل) نماز پڑھنا، تسبیح پڑھنا، پاکی و بزرگی بیان کرنا۔

(حَمْد) حَمِدَ، یَحْمَدُ، حَمْدٌ (س) تعریف کرنا۔

(نُقَدِّسُ) قَدَّسَ، یُقَدِّسُ، تَقْدِیْسٌ (باب تَفْعِیْل) پاکی بیان کرنا، پاک کرنا۔

(اَعْلَمُ، یَعْلَمُوْنَ، عَلِیْمٌ) عَلِمَ، یَعْلَمُ، عِلْمٌ (س) جاننا، علم حاصل کرنا، پہچان لینا۔

عَلَّمَ، یُعَلِّمُ، تَعْلِیْمٌ (باب تَفْعِیْل) سکھانا۔

عَرَضَ - یَعْرِضُ ، عَرْضٌ (ض) پیش کرنا، عرض میں رکھنا۔
(اَنْبِئُوْا ، و اَنْبِئْنِیْ) اَنْبَأَ ، یُنْبِئُ ، اِنْبَاءٌ (باب افعال) خبر دینا، بتانا۔
صَدَقَ ، یَصْدُقُ ، صِدْقٌ و مَصْدُوْقَۃٌ و تَصْدَاقٌ (ن) سچ بولنا، سچ کر دکھانا۔
(حکیم) حَکُمَ ، یَحْکُمُ ، حِکْمَۃٌ (ك) حکیم ہونا، باحکمت ہونا۔
(غَیْب) غَابَ ، یَغِیْبُ ، غَیْبٌ و غِیَابٌ و غُیُوْبٌ و مَغِیْبٌ و غَیْبَۃٌ (ض) غائب ہونا، پوشیدہ ہونا، حاضر نہ ہونا۔
غَیْب = پوشیدہ چیز۔
(تُبْدُوْنَ) اَبْدٰی ، یُبْدِیْ ، اِبْدَاءٌ (باب افعال) ظاہر کرنا۔
(کُنْتُمْ) کَانَ ، یَکُوْنُ ، کَوْنٌ و کِیَانٌ و کَیْنُوْنَۃٌ (ن) ہونا، ہو جانا۔
(تَکْتُمُوْنَ) کَتَمَ ، یَکْتُمُ ، کَتْمٌ و کِتْمَانٌ (ن) چھپانا۔

تفسیر

ابتدائے آفرینش کا کچھ مختصر سا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی تخلیق کا ذکر فرمایا اور بنی آدم کو توجہ دلائی کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو بزرگی و سرفرازی عطاء فرمائی، ان کو علم و حکمت سے نواز کر فرشتوں کے مقابلہ میں ان کو خلافتِ ارضی کے لئے منتخب فرمایا، زمین کی تمام چیزوں کو ان کے لئے پیدا کر کے ان کو ان تمام چیزوں کا حکمران اور استعمال کرنے والا بنا دیا۔ اس احسان و عزت افزائی کا تقاضا یہ ہے کہ بنی نوع انسان کو چاہیئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق چلتے رہیں، اس کے احکام پر عمل کرتے رہیں، عدل و انصاف سے کام لیں ورنہ ان کے لئے دنیا میں ہلاکت و تباہی اور آخرت میں عذاب الیم ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ○ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِى الْاَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ○

(یونس - ۱۳ و ۱۴)

اور (اے لوگو) تم سے پہلے ہم نے بہت سی امتوں کو محض اس لئے ہلاک کر دیا کہ وہ ظلم و زیادتی کرتے تھے۔ ان کے پاس رسول کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے لیکن وہ ان پر ایمان نہیں لائے، (اپنی سرکشی و جرائم پر اڑے رہے تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا اور) مجرم لوگوں کو ہم اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں۔ پھر ہم نے تم کو ان لوگوں کے بعد خلیفہ بنایا تاکہ ہم دیکھیں

کہ تم کیسے عمل کرتے ہو (اگر تمہارے عمل بھی ان ہی جیسے رہے تو تم بھی اسی طرح ہلاک کردئے جاؤ گے)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ

(الفاطر - ۳۹)

(اے لوگو) وہ اللہ ہی ہے جس نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا، پھر جو شخص (اس نعمتِ عظمیٰ کی قدر نہ کرے بلکہ) کفر میں مبتلا رہے تو اس کے کفر کا وبال اسی پر ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَآ اٰتٰىكُمْ ۚ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

(الانعام - ۱۶۵)

اور وہ (اللہ) ہی ہے جس نے زمین میں تمہیں خلیفہ بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی تاکہ وہ خلافت جو اس نے تمہیں دی ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے (کہ تم میں سے کون اللہ کی مرضی کے مطابق چلتا ہے اور کون نہیں چلتا، کون عدل وانصاف سے کام لیتا ہے اور کون نہیں لیتا اور اے رسول اگر یہ لوگ اللہ کی مرضی کے مطابق نہیں چلتے تو پھر) بے شک آپ کا رب بہت جلد حساب لینے والا ہے اور (اگر یہ باز آگئے تو) وہ بخشنے والا مہربان بھی ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو خلیفہ بنایا تو اُن سے فرمایا:-

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ۝ (صٓ - ۲۶)

اے داؤد، ہم نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔ تم لوگوں میں حق وانصاف کے ساتھ فیصلے کرنا اور (اپنی) خواہش کی پیروی نہ کرنا، خواہش کی پیروی تم کو اللہ کے راستہ سے گمراہ کردے گی۔ بے شک جو لوگ اللہ کے راستے سے گمراہ ہوجاتے ہیں،

کے دن کو بھول گئے تھے۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے دین پر چلتے رہتے ہیں وہی دراصل خلافت کے مستحق ہوتے ہیں اور جب وہ دین پر چلنا چھوڑ دیتے ہیں تو پھر خلافت کے مستحق نہیں رہتے۔ اللہ تعالیٰ ان سے خلافت و حکومت چھین کر دوسروں کو دیدیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَكَذَّبُوهُ فَنَجَّيْنَاهُ وَمَنْ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنَاهُمْ خَلَائِفَ وَأَغْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِينَ ۝

(یونس - ۷۳)

کافروں نے نوح کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو اور اُن (مؤمنین) کو جو اُن کے ساتھ کشتی میں سوار تھے نجات دی اور انہیں (زمین میں) خلیفہ بنا دیا اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا انہیں غرق کر دیا تو (اے رسول) آپ دیکھئے کہ جو لوگ ڈرائے گئے (پھر بھی اپنی سرکشی سے باز نہیں آئے تو) ان کا انجام کیسا ہوا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ وَزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْطَةً فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللَّهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝

(الاعراف - ۶۹)

(ہود نے اپنی قوم سے کہا) وہ وقت یاد کرو جب اللہ نے قوم نوح کے بعد تمہیں خلیفہ بنایا اور قد و قامت میں تمہیں زیادتی بخشی، تو اب تمہیں چاہئیے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنْ بَعْدِ عَادٍ وَبَوَّأَكُمْ فِي الْأَرْضِ تَتَّخِذُونَ مِنْ سُهُولِهَا قُصُورًا وَتَنْحِتُونَ الْجِبَالَ بُيُوتًا فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝

(الاعراف - ۷۴)

(صالح نے اپنی قوم سے کہا) اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو کہ اس نے قوم عاد کے بعد تمہیں خلیفہ بنایا، تمہیں زمین میں آباد کیا، تم نرم زمین پر محل بناتے ہو اور پہاڑوں کو تراش تراش کر مکان تعمیر کرتے ہو، اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد مچاتے نہ پھرو۔

الغرض اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو یکے بعد دیگرے خلافت عطاء فرماتا رہتا ہے جو اس پر ایمان لاتے ہیں اور نیک عمل کرتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس امت سے بھی اسی قسم کا وعدہ کیا تھا اور قرون اولیٰ میں اُسے پورا بھی کر دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○

(النور - ۵۵)

تم میں سے جو لوگ ایمان لے آئیں گے اور نیک عمل کرتے رہیں گے اللہ کا ان سے وعدہ ہے کہ وہ انہیں زمین میں خلافت عطاء فرمائے گا جیسے کہ اس نے پہلے لوگوں کو عطاء فرمائی تھی، ان کے دین کو جسے اللہ نے ان کے لئے پسند فرمایا ہے مستحکم کر دے گا اور انہیں خوف کے بعد امن وامان نصیب فرمائے گا، وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ ذرا سا بھی شرک نہیں کریں گے، پھر جس نے (اس نعمتِ عظمٰی کے مل جانے کے بعد) کفر کیا تو ایسے لوگ فاسق ہوتے ہیں (ایسے لوگوں کی حکومت مستحکم نہیں ہوتی اور انجام کار ان سے چھین لی جاتی ہے)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ منصب حکمرانی کے لئے تین شرائط ضروری ہیں :-

ایمان، عمل صالح اور شرک نہ کرنا۔ اگر ایمان کا دعوٰی کرنے والے ان میں سے ایک بھی شرط پوری نہ کریں تو ان سے حکومت چھین لی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ○ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ وَكَانَ وَعْدُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ○

(بنی اسرائیل - ۴ - ۵)

ہم نے بنی اسرائیل کو فیصلہ کے طور پہ پہلے ہی بتا دیا تھا کہ تم دو مرتبہ ملک میں فساد کرو گے اور بڑی سرکشی کرو گے۔ پھر جب وعدے کے مطابق پہلی سرکشی تم نے کی تو ہم نے اپنے جنگجو بندے تم پر مسلّط کر دئے، انہوں نے شہروں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہا۔

الغرض جب اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو خلیفہ بنانا چاہا اور حضرت آدم علیہ السلام کو اس مقصد کے لئے پسند کیا تو ان کو اس کا اہل بھی بنایا، ان کو وہ علم عطاء فرمایا جو خلافتِ ارضی کے لئے ضروری تھا اور جس سے فرشتے محروم تھے۔ وہ علم کل اشیاء کے ناموں کا علم تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

يَجْتَمِعُ الْمُؤْمِنُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَقُوْلُوْنَ لَوِ اسْتَشْفَعْنَا اِلٰى رَبِّنَا فَيَاْتُوْنَ آدَمَ فَيَقُوْلُوْنَ اَنْتَ اَبُو النَّاسِ، خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ وَ اَسْجَدَ لَكَ مَلٰٓئِكَتَهٗ وَ عَلَّمَكَ اَسْمَآءَ كُلِّ شَيْءٍ فَاشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ -
(صحیح بخاری تفسیر سورۃ البقرۃ جزء ۶ صلا)

قیامت کے دن مؤمنین جمع ہوں گے اور آپس میں کہیں گے کہ کاش ہم کسی کو اپنے ربّ کے ہاں سفارشی بناتے (یہ کہہ کر) وہ آدم کے پاس آئیں گے اور کہیں گے "آپ (تمام) لوگوں کے باپ ہیں، اللہ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے بنایا، فرشتوں سے آپ کو سجدہ کرایا، اور آپ کو کل اشیاء کے نام سکھائے، آپ ہمارے لئے اپنے ربّ کے پاس (جاکر) سفارش کیجئے۔

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السّلام کو علم کی وجہ سے فضیلت بخشی اور اسی بناء پر اُن کو خلافت کا اہل قرار دیا۔ حضرت طالوت کو جب بادشاہ بنایا تھا تو ان کی بادشاہت کی بنیادوں میں سے ایک بنیاد علم ہی تھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ
(البقرۃ-۲۴۷)

اللہ (تعالیٰ) نے طالوت کو علم بھی زیادہ دیا ہے اور جسمانی قوّت بھی۔

الغرض علم ہی کی بدولت عزّت و سرفرازی ملتی ہے۔ جس میں علم نہیں اس کو حکومت کرنے کا بھی حق نہیں، عالم کا درجہ زیادہ ہے۔ بے علم عابد درجہ میں کم تر ہے اسی لئے فرشتوں کی خواہش کو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے علم کی ہی وجہ سے مسترد فرمایا، محض عبادت کو اس سلسلہ میں کوئی اہمیّت نہیں دی۔

آیات زیرِ تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان سے پہلے فرشتوں کو پیدا کیا تھا اور انہیں بتا دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی تمام پوشیدہ چیزوں کو جانتا ہے، وہ اس چیز کو بھی جانتا ہے جو وہ ظاہر کرتے ہیں اور اس چیز کو بھی جانتا ہے جو وہ اپنے سینوں میں چھپاتے ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ نے کسی ذریعہ سے یہ بھی بتا دیا تھا کہ بنی آدم زمین میں خلافت مل جانے کے بعد فساد برپا کریں گے اور خونریزیاں کریں گے۔

فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی تحمید اور تقدیس بیان کرنے کا طریقہ بھی بتا دیا تھا، وہ تحمید اور تقدیس میں اپنا وقت گزارا کرتے تھے اور اسی بنیاد پر وہ اپنے آپ کو خلافتِ ارضی کا اہل سمجھتے تھے۔ اگرچہ انہوں نے صراحتاً اس بات کا ذکر نہیں کیا لیکن ان کے دل میں یہ خیال موجود تھا۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

اِنِّیْٓ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ○

میں آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں سے واقف ہوں اور میں اُسے بھی جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور اسے بھی جانتا ہوں جو تم چھپاتے ہو۔

اسی چیز کو ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ اس طرح بیان فرماتا ہے :۔

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ یَعْلَمْهُ اللّٰهُ وَیَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○

(آل عمران - ۲۹)

(اے رسول) کہہ دیجئے کہ (اے لوگو) اگر تم کوئی چیز اپنے سینوں میں چھپاؤ یا اُسے ظاہر کرو اللہ (ہر حالت میں) اُسے جانتا ہے۔ وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَخْفٰی عَلَیْهِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ

(آل عمران - ۵)

بے شک زمین اور آسمان کی کوئی چیز اللہ سے پوشیدہ نہیں۔

عمل

اے لوگو، علم حاصل کیجئے، علم حاصل کرکے اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت میں لگے رہیئے، لاعلمی کے ساتھ عبادت میں مشغول رہنا اتنی فضیلت کی چیز نہیں جتنی فضیلت کہ انسان کو علم وحکمت حاصل کرنے سے ملتی ہے۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۴﴾

ترجمہ

اور (اے رسول وہ وقت بھی یاد کیجئے) جب ہم نے فرشتوں سے کہا تھا کہ آدم کو سجدہ کرو تو فرشتوں نے تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے (سجدہ نہیں کیا) اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور کافروں میں سے ہو گیا ﴿۳۴﴾

معانی و مصادر

(اُسْجُدُوْا) سَجَدَ، یَسْجُدُ، سُجُوْدٌ (ن) عاجزی کے ساتھ جھکنا، سجدہ کرنا، پیشانی زمین پر رکھنا۔

(اَبٰی) اَبٰی، یَاْبٰی، اِبَاءٌ و اِبَاءَۃٌ (ف، ض) ناپسند کرنا، انکار کرنا۔

(اِسْتَکْبَرَ) اِسْتَکْبَرَ، یَسْتَکْبِرُ، اِسْتِکْبَارٌ (باب استفعال) تکبّر کرنا۔

تفسیر

جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السّلام کو پیدا کیا تو تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السّلام کو سجدہ کرو، تمام فرشتوں نے حکم کی تعمیل کی اور سجدہ میں گر پڑے لیکن ابلیس نے سجدہ نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ (الاعراف - ۱۱)

ہم نے فرشتوں سے کہا: آدم کو سجدہ کرو، (تمام) فرشتوں نے تو سجدہ کیا مگر ابلیس (نے سجدہ نہیں کیا)۔ وہ سجدہ کرنے والوں میں (شامل ہی) نہیں ہوا۔

سجدہ کے حکم میں ابلیس بھی شامل تھا لیکن اس نے تکبّر کیا اور سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسۡجُدَ اِذۡ اَمَرۡتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَيۡرٌ مِّنۡهُ‌ ۚ خَلَقۡتَنِىۡ مِنۡ نَّارٍ وَّخَلَقۡتَهٗ مِنۡ طِيۡنٍ ○

(الاعراف - ۱۲)

اللہ نے کہا: جب میں نے تجھے حکم دیا تھا تو تجھے سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا، کہنے لگا میں آدم سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔

فرشتوں کے سجدہ کرنے اور ابلیس کے سجدہ نہ کرنے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی بار کیا ہے۔ مثلاً

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَاِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓـئِكَةِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوۡۤا اِلَّاۤ اِبۡلِيۡسَ قَالَ ءَاَسۡجُدُ لِمَنۡ خَلَقۡتَ طِيۡنًا ○

(بنی اسرائیل - ۶۱)

اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو فرشتوں نے تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے سجدہ نہیں کیا۔ اس نے کہا کیا میں اُس شخص کو سجدہ کروں جس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَاِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓـئِكَةِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوۡۤا اِلَّاۤ اِبۡلِيۡسَ ؕ كَانَ مِنَ الۡجِنِّ فَفَسَقَ عَنۡ اَمۡرِ رَبِّهٖ

(الکہف - ۵۰)

اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو فرشتوں نے تو سب نے سجدہ کیا، مگر ابلیس نے سجدہ نہیں کیا، وہ جنات میں سے تھا لہذا اس نے اپنے رب کے حکم سے سرتابی کی۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ابلیس فرشتہ نہیں تھا، فرشتوں کی سرشت میں تو اطاعت ہی اطاعت ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے انکار نہیں کرتے، ابلیس جن تھا، اسی وجہ سے انکار کر بیٹھا۔ قرآن مجید کی ان تمام آیات میں جن میں اِلَّآ اِبۡلِيۡسَ واقع ہوا ہے ابلیس مستثنیٰ متصل نہیں ہے بلکہ مستثنیٰ منقطع ہے یعنی وہ مستثنیٰ منہ (یعنی فرشتوں) کی جنس سے نہیں ہے۔

آیات بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ جب فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تو ابلیس بھی موجود تھا اور وہ بھی سجدہ کرنے کے حکم میں شامل تھا، جیسا کہ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسۡجُدَ اِذۡ اَمَرۡتُكَ۔ (الاعراف - ۱۲) سے واضح ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے براہ راست حکم کے باوجود اس نے سجدہ نہیں کیا۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى ○

(طٰهٰ - ۱۱۶)

اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے فرشتوں سے کہا: آدم کو سجدہ کرو تو فرشتوں نے تو سجدہ کیا مگر ابلیس نے (سجدہ نہیں کیا)، اس نے (سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ○ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ○ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ○ اِلَّآ اِبْلِيْسَ، اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ○ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ○ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ○

(الحجر - ۲۸ تا ۳۳)

اور (وہ وقت یاد کیجئے) جب آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا میں کھنکھناتے اور سڑے ہوئے گارے سے ایک آدمی بنا رہا ہوں تو جب میں اُس (کے اعضاء) کو مناسب شکل دیدوں اور اس میں اپنی رُوح پھونک دوں تو تم اس کے آگے سجدہ میں گر پڑنا، تمام فرشتوں نے تو سجدہ کیا لیکن ابلیس نے (سجدہ نہیں کیا)، اس نے سجدہ کرنے والوں کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ اللہ نے پوچھا اے ابلیس تو سجدہ کرنے والوں میں کیوں شامل نہیں ہوا۔ کہنے لگا میں ایسے آدمی کو کیسے سجدہ کرتا جسے تو نے کھنکھناتے اور سڑے ہوئے گارے سے پیدا کیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ○ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ○ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ○ اِلَّآ اِبْلِيْسَ، اِسْتَكْبَرَ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ○ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ، اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ○ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ○

(صٓ - ۷۱ تا ۷۶)

اور (وہ وقت یاد کیجئے) جب آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا میں مٹی سے ایک آدمی بنانے والا ہوں، تو جب میں اس (کے اعضاء) کو مناسب شکل دیدوں اور اپنی روح اُس میں پھونک دوں تو اُس کے آگے سجدے میں گر پڑنا۔ اس حکم کی تعمیل میں تمام فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے (سجدہ نہیں کیا)، اس نے تکبر کیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔ اللہ نے کہا اے ابلیس جس آدمی کو میں نے اپنے ہاتھ سے بنایا، اس کو سجدہ کرنے سے تجھے کس چیز نے باز رکھا؟ کیا تو نے

تکبر کیا، یا تو بہت بلند درجہ والوں میں سے ہے؟ کہنے لگا میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السّلام کو ایک خاص فضیلت عطا فرمائی کہ ان کو علم بھی دیا، اور فرشتوں سے سجدہ بھی کرایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

میدانِ محشر میں جب لوگ شفاعت کی درخواست لے کر آدم علیہ السّلام کے پاس آئیں گے تو ان سے اس طرح کہیں گے:۔

اَمَرَ الْمَلٰٓئِكَةَ فَسَجَدُوْا لَكَ اِشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ ۔ (صحیح بخاری تفسیر سورۃ بنی اسرائیل جزء ۶ صـ۱۰۵ و کتاب التوحید جزء ۹ صـ۱۴۹)	(آپ کا تو بڑا درجہ ہے) اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا (کہ وہ آپ کو سجدہ کریں) انہوں نے آپ کو سجدہ کیا (لہٰذا) آپ اپنے رب کے پاس جا کر ہمارے لئے شفاعت کیجئے۔

آیات اور حدیث بالا کا خلاصہ یہ ہے کہ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا، ابلیس نے تکبر کیا، اپنے آپ کو بڑا سمجھا اور سجدہ کرنے سے انکار کر دیا حکم الٰہی سے سرتابی کرنے کی وجہ سے کافروں میں سے ہو گیا اور دائمی لعنت میں گرفتار ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ۝ وَاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِىْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ (صٓ - ۷۷ و ۷۸)	اللہ نے کہا یہاں سے نکل جا، تو مردود ہے، قیامت کے دن تک تجھ پر میری لعنت برستی رہے گی۔

پھر قیامت کے دن دوزخ کے عذاب میں گرفتار ہو گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ (صٓ - ۸۵)	میں ضرور تجھ سے اور تیرے متبعین سے جہنم کو بھر دوں گا۔

عمل

اے لوگو! اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے سرتابی نہ کیجئے، اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیجئے

ابلیس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے قیاس کیا اور اس قیاس کی بنیاد پر سجدہ سے انکار کیا، آپ ایسا نہ کیجئے، جیسا حکم ملے اس پر عمل کیجئے خواہ اس حکم کی تعمیل میں آپ کے خیال میں آپ کی ذلّت و رسوائی اور آپ کا نقصان ہی کیوں نہ ہو۔ عزّت و سربلندی اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے حاصل ہوتی ہے تکبر اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل سے انکار دنیا میں ذلّت کا سبب ہے اور آخرت میں دائمی عذاب کا موجب ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ ذَرَّۃٍ مِنْ کِبْرٍ۔

وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرّہ برابر بھی تکبر ہوگا۔

ایک شخص نے کہا:۔

اِنَّ الرَّجُلَ یُحِبُّ اَنْ یَّکُوْنَ ثَوْبُہٗ حَسَنًا وَ نَعْلُہٗ حَسَنَۃً۔

بے شک ہر آدمی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو، اس کی جوتی اچھی ہو (تو کیا یہ بھی تکبر ہے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِنَّ اللہَ جَمِیْلٌ یُّحِبُّ الْجَمَالَ، اَلْکِبْرُ بَطْرُ الْحَقِّ وَ غَمْطُ النَّاسِ (صحیح مسلم کتاب الایمان باب تحریم الکبر جزء اول ص۶۵)

بے شک اللہ خوبصورت ہے، خوبصورتی کو پسند کرتا ہے (تکبر یہ نہیں ہے) تکبر تو یہ ہے کہ حق کو تسلیم نہ کرے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔

الغرض اے لوگو، تکبّر ہرگز نہ کیجئے۔

وَقُلْنَا يٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ
الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ
شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ
فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَاَزَلَّهُمَا
الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا
كَانَا فِيْهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ
لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ
مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۳۶﴾
فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ

فَتَابَ عَلَيۡهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ
الرَّحِيۡمُ ﴿۳۷﴾ قُلۡنَا اهۡبِطُوۡا مِنۡهَا
جَمِيۡعًا ۚ فَاِمَّا يَاۡتِيَنَّكُمۡ مِّنِّىۡ هُدًى
فَمَنۡ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ
وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيۡنَ
كَفَرُوۡا وَكَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰٓـئِكَ
اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۳۹﴾

ترجمہ

اور (اے رسول وہ وقت یاد کیجئے جب) ہم نے کہا اے آدم، تم اور تمہاری بیوی اس جنت میں رہو اور اس میں سے جہاں سے تمہارا جی چاہے خوب کھاؤ (پیو) لیکن اس درخت کے پاس نہ جانا ورنہ تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے ﴿۳۵﴾ پھر (ہوا یہ کہ) شیطان نے دھوکہ دے کر) ان دونوں سے اس حکم کی خلاف ورزی کرادی اور ان کو اس مقام سے نکلوا دیا جس میں وہ (عیش ونشاط کے ساتھ زندگی گذار رہے) تھے ہم نے کہا تم سب یہاں سے اتر (کر نیچے زمین پر چلے) جاؤ اس لئے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو (اب) تمہارے لئے

زمین میں ایک وقت مقررہ تک رہنے کا ٹھکانہ ہے اور (وہیں) کچھ فائدہ اٹھانا ہے ۳۶ پھر آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھے (اور ان کلمات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کی) اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی (اور معاف کر دیا)، بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے ۳۷ ہم نے ان سے پھر کہا تم سب یہاں سے اترو (کر زمین پر چلے) جاؤ، پھر جب کبھی تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت پہنچے تو (اس کی پیروی کرنا)، جو لوگ میری ہدایت کی پیروی کریں گے انہیں روز محشر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے ۳۸ البتہ جو لوگ ہماری آیتوں کا انکار کریں گے اور ان کو جھٹلائیں گے تو ایسے لوگ دوزخی ہوں گے اور وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے ۳۹

معانی و مصادر

(قُلْنَا) قال، یَقُوْلُ، قَوْلٌ و قِیْلٌ و قَوْلَۃٌ و مَقَالٌ و مَقَالَۃٌ (ن) کہنا۔

(اُسْکُنْ) سَکَنَ، یَسْکُنُ، سُکُوْنٌ (ن) ساکن ہونا۔

سَکَنَ، یَسْکُنُ، سَکَنٌ و سُکْنٰی (ن) رہنا۔

(کُلَا) اَکَلَ، یَاْکُلُ، اَکْلٌ و مَاْکَلٌ (ن) کھانا، فنا کر دینا۔

(رَغَدًا) رَغِدَ، یَرْغَدُ، رَغَدٌ (س) خوشحال و فارغ البال ہونا، بافراغت ہونا۔

(شِئْتُمَا) شَاءَ، یَشَاءُ، شَیْءٌ و مَشِیْئَۃٌ و مَشَاءَۃٌ و مَشَائِیَۃٌ (ف) چاہنا، ارادہ کرنا۔

(لَا تَقْرَبَا) قَرِبَ یَقْرَبُ و قَرُبَ، یَقْرُبُ، قُرْبٌ و قُرْبَانٌ (ک س) قریب ہونا۔

(تَکُوْنَا) (کَانَا) کَانَ، یَکُوْنُ، کَوْنٌ و کِیَانٌ و کَیْنُوْنَۃٌ (ن) ہونا، ہو جانا۔

(ظٰلِمِیْنَ) ظَلَمَ، یَظْلِمُ، ظُلْمٌ و مَظْلِمَۃٌ (ض) کسی چیز کو بے محل رکھنا، ظلم کرنا، حق تلفی کرنا۔

(اَزَلَّ) اَزَلَّ، یُزِلُّ، اِزْلَالٌ (باب افعال) پھسلانا، لغزش کرانا۔

(شَیْطٰن) شَطَنَ، یَشْطُنُ، شَطْنٌ (ن) دور کرنا۔

شَطَنَ، یَشْطُنُ، شُطُوْنٌ (ن) دور ہونا۔

(اَخْرَجَ) اَخْرَجَ، یُخْرِجُ، اِخْرَاجٌ (باب افعال) نکالنا، خراج ادا کرنا۔

(اِھْبِطُوْا) ھَبَطَ، یَھْبِطُ، ھُبُوْطٌ (ض ن) اترنا۔

(عَدُوٌّ) عَدَا، یَعْدُوْ، عَدْوٌ و عِدْوَانٌ و عُدُوٌّ و عَدَاءٌ (ن) ظلم کرنا۔

(مُسْتَقَرٌّ) اِسْتَقَرَّ، یَسْتَقِرُّ، اِسْتِقْرَارٌ (باب استفعال) رہنا، ثابت ہونا۔

(مَتَاعٌ) مَتَعَ ، يَمْتَعُ ، مُتُوْعٌ (ف) طویل ہونا - بلند ہونا ، شدّت اختیار کرنا -
مَتَاع = قلیل و فانی نفع کی چیز -
(حِيْنٌ) حَانَ ، يَحِيْنُ ، حَيْنٌ و حَيْنُوْنَةٌ (ض) وقت قریب ہونا -
حِيْن = وقت ، مدّت -
(تَلَقّٰى) تَلَقّٰى ، يَتَلَقّٰى ، تَلَقِّيْ (باب تفعّل) ملاقات کرنا ، استقبال کرنا ، سیکھنا -
(تَابَ) تَابَ ، يَتُوْبُ ، تَوْبٌ و تَوْبَةٌ و تَابَةٌ و مَتَابٌ ، تَتْوِبَةٌ (ن) گناہ سے رجوع کرنا ، توبہ کرنا ، نادم ہونا -
(رَحِيْمٌ) رَحِمَ ، يَرْحَمُ ، رُحْمٌ و رُحُمٌ (س) رحم کرنا -
(يَأْتِيَنَّ) اَتٰى ، يَأْتِيْ ، اِتْيَانٌ (ض) آنا -
(هُدًى) هَدٰى ، يَهْدِيْ ، هِدَايَةٌ و هَدْيٌ و هُدًى و هِدْيَةٌ (ض) راستہ بتانا ، راستہ بتا کر منزل تک پہنچانا -
(تَبِعَ) تَبِعَ ، يَتْبَعُ ، تَبَعٌ و تَبَاعٌ و تَبَاعَةٌ (س) پیروی کرنا ، پیچھے پیچھے جانا -
(خَوْفٌ) خَافَ ، يَخَافُ ، خَوْفٌ و خِيْفٌ و مَخَافَةٌ و خِيْفَةٌ (س) ڈرنا -
(يَحْزَنُوْنَ) حَزِنَ ، يَحْزَنُ ، حَزَنٌ (س) غمگین ہونا -
(كَفَرُوْا) كَفَرَ ، يَكْفُرُ ، كُفْرٌ و كُفْرَانٌ و كُفُوْرٌ (ن) انکار کرنا ، ناشکری کرنا -
(كَذَّبُوْا) كَذَّبَ ، يُكَذِّبُ ، تَكْذِيْبٌ (باب تفعیل) جھٹلانا -
(خَالِدُوْنَ) خَلَدَ ، يَخْلُدُ ، خُلُوْدٌ (ن) ہمیشہ رہنا -

تفسیر

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السّلام اور ان کی بیوی کو حکم دیا کہ وہ جنّت میں رہیں ، قرآن مجید میں ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَيٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝
(الاعراف - ۱۹)

اے آدم ، تم اور تمہاری بیوی جنّت میں رہو اور جہاں سے تمہارا جی چاہے کھاؤ لیکن اس درخت کے پاس نہ جانا ورنہ گنہگار ہو جاؤ گے ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ۝ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ۝
(طٰهٰ - ۱۱۸ و ۱۱۹)

یہاں تم نہ بھوکے ہوگے ، نہ ننگے اور نہ پیاسے ہوگے اور نہ دھوپ میں رہو گے ۔

اس جنت میں سے آدم علیہ السلام کو ہر چیز کھانے کی اجازت تھی لیکن ایک درخت کے کھانے سے منع کر دیا گیا تھا۔ اس سلسلہ میں ان سے عہد بھی لیا گیا تھا لیکن وہ اس عہد کو بھول گئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ إِلَىٰٓ ءَادَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِىَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُۥ عَزْمًا ۝ (طٰہٰ - ۱۱۵)

ہم نے آدم سے پہلے ہی ایک عہد لے لیا تھا، لیکن وہ اُسے بھول گئے اور ہم نے ان میں ثبات نہیں پایا (یعنی وہ اپنے عہد پر ثابت نہیں رہے)۔

اللہ تعالیٰ نے اُن دونوں کو اس بات سے بھی خبردار کر دیا تھا کہ شیطان تمہارا دشمن ہے، اس سے ہوشیار رہنا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

إِنَّ ٱلشَّيْطَٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝ (الاعراف - ۲۲)

بے شک شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔

آدم علیہ السلام اس عہد پر جو ان سے لیا گیا تھا ایک عرصے تک قائم رہے لیکن ابلیس ان کے پیچھے لگا ہوا تھا۔ وہ ان کا شدید دشمن تھا وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح ان کو بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر مائل کرے۔ اُس نے طرح طرح کے مکر و فریب سے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے بیوی کو بہکانے کی کوشش کی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَوَسْوَسَ إِلَيْهِ ٱلشَّيْطَٰنُ قَالَ يَٰٓـَٔادَمُ هَلْ أَدُلُّكَ عَلَىٰ شَجَرَةِ ٱلْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلَىٰ ۝ (طٰہٰ - ۱۲۰)

شیطان نے آدم کے دل میں وسوسہ ڈالا اور اس طرح کہا کہ اے آدم کیا میں تم کو ایسا درخت نہ بتاؤں جو حیاتِ ابدی اور لازوال بادشاہت کا سبب ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَوَسْوَسَ لَهُمَا ٱلشَّيْطَٰنُ لِيُبْدِىَ لَهُمَا مَا وُۥرِىَ عَنْهُمَا مِن سَوْءَٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهَىٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَٰذِهِ ٱلشَّجَرَةِ إِلَّآ أَن تَكُونَا مَلَكَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ ٱلْخَٰلِدِينَ ۝

شیطان نے دونوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا تاکہ اُن کے ستر جو اُن سے پوشیدہ تھے اُن پر ظاہر کر دے۔ کہنے لگا تمہارے رب نے تمہیں اس درخت کو کھانے سے صرف اس لئے منع

وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّیْ لَکُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ ○ (الاعراف - ۲۰ و ۲۱)

کیا ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ یا ہمیشہ (اس جنت میں) نہ رہو۔ پھر ان دونوں سے قسم کھا کر کہا میں یقیناً تمہارا خیر خواہ ہوں۔

الغرض ابلیس نے خود کو آدم علیہ السّلام کا خیر خواہ ثابت کیا، پھر قسم کھا کر اپنی خیر خواہی کو اور بھی مستحکم کر دیا۔ ان کی بیوی حضرت حوّاء ابلیس کے فریب میں آ گئیں اور آدم علیہ السّلام کو غلط مشورہ دے بیٹھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَوْلَا حَوَّاءُ لَمْ تَخُنْ اُنْثٰی زَوْجَهَا الدَّهْرَ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق جزء ۴، صد ۱۶۱ وصحیح مسلم کتاب الرضاع، باب لولا حوّاء۔ جزء ا صد ۴۷۶)

اگر حوّاء نہ ہوتیں (یعنی غلط مشورہ نہ دیتیں) تو کبھی عورت اپنے شوہر کی خیانت نہ کرتی (یعنی غلط مشورہ نہ دیتی)۔

(فَاَزَلَّهُمَا الشَّیْطٰنُ) الغرض آدم علیہ السلام بھی دھوکے میں آ گئے، جو عہد ان سے لیا گیا تھا اُسے بھول گئے، دونوں نے اس درخت کا پھل کھا لیا اور غلطی کر بیٹھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوْرٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ (الاعراف - ۲۲)

آخر شیطان نے ان دونوں کو (نافرمانی کی طرف) کھینچ ہی لیا، پھر جب اُن دونوں نے اس درخت کو چکھا تو دونوں کے ستر کُھل گئے اور وہ دونوں جنّت (کے درختوں) کے پتّے اپنے ستر پر اوپر تلے رکھنے لگے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ○ (طٰہٰ - ۱۲۱)

دونوں نے اس درخت میں سے کھا لیا، (کھاتے ہی) اُن کے ستر ان پر ظاہر ہو گئے، اور وہ دونوں جنّت کے پتّے اپنے (ستر) پر اوپر تلے رکھنے لگے۔ الغرض آدم اپنے ربّ کی نافرمانی کر بیٹھے اور بہک گئے۔

(فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ) اس نافرمانی کے بعد اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی کو جنت سے باہر جانے کا حکم دیا اور فرمایا اب تم یہاں سے اتر جاؤ اور کچھ عرصے کے لئے زمین میں زندگی گذارو۔ تم اور ابلیس ایک دوسرے کے دشمن ہو، تمہارا یہاں رہنا مناسب نہیں،

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوّاء کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَ اَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○ (الاعراف۔۲۲)

کیا میں نے تم کو اس درخت کے پاس جانے سے منع نہیں کیا تھا اور کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے۔

(فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ)، جب آدم علیہ السلام زمین پر آگئے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے چند کلمات سیکھے، پھر ان کلمات کے ذریعہ وہ اور ان کی بیوی اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرتے رہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ، وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ (الاعراف۔۲۳)

دونوں نے اس طرح دُعا کی، اے ہمارے ربّ ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہم کو معاف نہیں کرے گا اور ہم پر رحم نہیں کرے گا تو ہم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

(فَتَابَ عَلَيْهِ) اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ پھر آدم علیہ السلام کو پسند کر لیا اور ہدایت سے سرفراز فرمایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ○ (طٰہٰ۔ ۱۲۲)

پھر اللہ نے اُن کو منتخب کر لیا، ان کی توبہ قبول کی اور اُن کو ہدایت بخشی۔

آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کرنے اور ان کو منتخب فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے پھر حکم دیا کہ زمین پر ہی رہو۔ اور وہیں زندگی گذارو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ، وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ○ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ○ (الاعراف۔۲۴و۲۵)

اللہ تعالیٰ نے (کہا: تم اتر جاؤ) تم ایک دوسرے کے دشمن ہو لہٰذا تمہارے لئے زمین میں رہنے کا ٹھکانہ ہے اور وہیں ایک وقتِ مقررہ تک قلیل فائدہ اٹھانا ہے۔ اللہ نے ان سے یہ بھی فرمایا (اب) تم زمین میں زندگی گذارو گے، زمین میں ہی مرو گے اور زمین ہی

سے (قیامت کے روز) نکالے جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ

(طٰہٰ - ۱۲۳)

(پھر) اللہ تعالیٰ نے (خصوصیت کے ساتھ حضرت آدم اور ان کی بیوی سے فرمایا تم دونوں یہاں سے نیچے چلے جاؤ (اس لئے کہ) تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو (شیطان تمہارا دشمن ہے اور تم شیطان کے دشمن ہو اور جنت دشمنی کی جگہ نہیں)

(فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى) جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اُترنے کا حکم دیا تو ساتھ ہی یہ بھی فرمایا:۔

فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىٰ ○

(طٰہٰ - ۱۲۳)

پھر جب کبھی میری طرف سے تمہارے لئے ہدایت آئے تو جو شخص اس ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ بدبخت ہوگا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

يَا بَنِي آدَمَ إِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي ۙ فَمَنِ اتَّقَىٰ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ○

(الاعراف - ۳۵)

اے بنی آدم، جب کبھی تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول آئیں جو میری آیتیں تم کو پڑھ کر سنائیں تو جس شخص نے تقویٰ اختیار کیا اور اپنی اصلاح کر لی تو اُسے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم۔

آیتِ بالا سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو ہدایت آئے گی وہ ہم تک اللہ تعالیٰ کے رسولوں کے ذریعہ پہنچے گی، اس کے علاوہ ہدایت پہنچنے کا کوئی اور ذریعہ نہ ہوگا۔

ستر کے چھپانے کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

يَا بَنِي آدَمَ قَدْ أَنزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا ۖ وَلِبَاسُ التَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ ۚ ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ○

(الاعراف - ۲۶)

اے بنی آدم، ہم نے تم پر (ایسا) لباس نازل فرمایا ہے جو تمہارے ستر بھی چھپائے اور تمہارے لئے زینت بخش بھی ہو اور تقویٰ کا لباس (تو بہت ہی) بہتر ہے (یعنی دنیا کی نعمتوں کے استعمال میں تقویٰ کو نہ چھوڑ بیٹھنا، افراط و تفریط سے بچنا) یہ اللہ کی آیات ہیں جو اسے

رسول، آپ پر نازل کی جا رہی ہیں) تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔

نماز کے اوقات میں خصوصیت کے ساتھ زینت دینے والا لباس پہننے کا حکم دیا، فرمایا:۔

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ وَّکُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ، اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ○ (الاعراف - ۳۱)	اے بنی آدم، ہر نماز کے وقت اپنی زینت کی چیزیں پہن لیا کرو اور کھاؤ پیو لیکن فضول خرچی نہ کرو، بے شک اللہ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

مندرجہ بالا آیات سے ثابت ہوا کہ نماز ہو یا غیر نماز صرف ستر پوشی کافی نہیں، لباس کے نزول کا مقصد ستر پوشی بھی ہے اور زینت بھی اور نماز میں زینت کا خصوصیت سے حکم دیا گیا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے شیطان کے حربوں سے ہوشیار رہنے کا حکم دیا، فرمایا:۔

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ لَا یَفْتِنَنَّکُمُ الشَّیْطٰنُ کَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَیْکُمْ مِّنَ الْجَنَّۃِ یَنْزِعُ عَنْھُمَا لِبَاسَھُمَا لِیُرِیَھُمَا سَوْاٰتِھِمَا ، اِنَّہٗ یَرٰىکُمْ ھُوَ وَقَبِیْلُہٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَھُمْ ، اِنَّا جَعَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ اَوْلِیَآءَ لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ○ (الاعراف - ۲۷)	اے بنی آدم، (ہوشیار رہنا) کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطان تمہیں بہکا دے جس طرح اس نے تمہارے ماں باپ کو (بہکا دیا تھا اور) جنت سے نکلوایا تھا اور ان سے ان کے کپڑے اتروا دئے تھے تاکہ ان کے ستر ایک دوسرے کو دکھائے۔ وہ اور اس کا قبیلہ ایسی جگہ سے تم کو دیکھتے ہیں جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھ سکتے، ہم نے شیاطین کو انہی لوگوں کا دوست بنایا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو لوگ ایمان نہیں لائیں گے اور ہماری آیتوں کو جھٹلائیں گے، یہی لوگ دوزخی ہیں اور یہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔

جنت، دوزخ میں ہمیشہ رہنے کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

جِیْءَ بِالْمَوْتِ حَتّٰی یُجْعَلَ بَیْنَ الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ ثُمَّ یُذْبَحُ ثُمَّ یُنَادِیْ مُنَادٍ یَآ اَھْلَ الْجَنَّۃِ لَا مَوْتَ یَآ اَھْلَ النَّارِ لَا مَوْتَ فَیَزْدَادُ اَھْلُ الْجَنَّۃِ فَرَحًا اِلٰی فَرَحِھِمْ وَیَزْدَادُ اَھْلُ النَّارِ حُزْنًا اِلٰی حُزْنِھِمْ (صحیح بخاری	موت کو لایا جائے گا اور جنت اور دوزخ کے درمیان اُسے رکھ کر ذبح کر دیا جائے گا، پھر ایک منادی ندا کرے گا اے اہل جنت، اب موت نہیں آئے گی اور اے اہلِ دوزخ، اب موت نہیں آئے گی (یہ سنکر) جنتیوں کی خوشی میں اور دوزخیوں کے غم میں اضافہ ہو جائیگا۔

کتاب الرقاق باب صفۃ الجنۃ والنار
جزء ۸ صـ۱۴۲ وصحیح مسلم کتاب الجنۃ باب
النار یدخلہا الجبارون جزء ۲ صـ۵۳۸)

صحیح مسلم میں یہ الفاظ بھی ہیں:

كُلٌّ خَالِدٌ فِيمَا هُوَ فِيهِ (صحیح مسلم جزء ۲ صـ۵۳۸)

(منادی یہ بھی کہے گا) ہر ایک کو اسی حالت میں ہمیشہ رہنا ہو گا جس میں وہ اب ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:۔

وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ○
(مریم - ۳۹)

اور (اے رسول) آپ ان لوگوں کو حسرت کے دن سے ڈرائیے جس دن اس بات کا فیصلہ ہو جائے گا (کہ کون جنتی ہے اور کون دوزخی۔ افسوس) لوگ (اس قدر فہمائش کے باوجود) غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور ایمان نہیں لاتے۔

عمل

اے لوگو، شیطان سے ہوشیار رہیئے، وہ آپ کا کھلا دشمن ہے اس کو دشمن سمجھئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا
(الفاطر - ۶)

بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے لہٰذا تم اسے (اپنا) دشمن سمجھو۔

اللہ تعالیٰ کی ممنوعات سے دور رہیئے، اگر غلطی ہو جائے تو اسی طرح مغفرت طلب کیجئے جس طرح حضرت آدم علیہ السّلام نے طلب کی تھی۔

ہدایت کے متعلق یہ یقین رکھیئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ
(البقرۃ - ۱۲۰)

(اے رسول) کہدیجئے کہ بے شک اللہ کی ہدایت ہی ہدایت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ إِنَّ الْهُدَىٰ هُدَى اللَّهِ
(آل عمران - ۷۳)

(اے رسول) کہدیجئے کہ بے شک ہدایت تو اللہ ہی کی ہدایت ہے۔

ہدایت انسانوں کے دماغ کی پیداوار نہیں ہوتی۔ ہدایت، قیاسات اور اجتہادات سے نہیں بنتی، ہدایت صرف وہی ہوتی ہے جو ربُّ العالمین کی طرف سے نازل ہوتی ہے، لہٰذا

صرف نازل شدہ ہدایت کی پیروی کیجئے، قیاسات اجتہادات اور فتووں کی پیروی نہ کیجئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۚ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ○

(الاعراف۔۳)

(اے لوگو) اس چیز کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور اس کے علاوہ اولیاء کی پیروی نہ کرو (لیکن بات یہ ہے کہ) تم نصیحت کم ہی قبول کرتے ہو۔

(اے لوگو) نازل شدہ ہدایت (یعنی قرآن وحدیث) کی پیروی کیجئے تاکہ قیامت کے دن آپ کو نہ کوئی خوف ہو اور نہ کوئی غم۔

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ
الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا
بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ
وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۝۴۰ وَ
اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا
لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا
اَوَّلَ كَافِرٍ بِهٖ وَلَا تَشْتَرُوْا
بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا وَّاِيَّايَ
فَاتَّقُوْنِ ۝۴۱ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ

بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ
تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ
وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا
مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾ اَتَاْمُرُوْنَ
النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ
اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ
اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾

ترجمہ اے بنی اسرائیل، میری نعمتوں کو یاد کرو جو میں نے تم پر کی تھیں اور اس عہد کو پورا
کرو جو تم نے مجھ سے کیا تھا (اگر تم ایسا کرو گے تو) میں اس عہد کو پورا کروں گا جو میں نے تم سے کیا
تھا اور تم صرف مجھ سے ڈرتے رہو ﴿۴۰﴾ اور (اے بنی اسرائیل) اس کتاب پر ایمان لاؤ جو میں نے
نازل کی ہے (وہ ایسی کتاب ہے) جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرتی ہے اور تم اس کے (سب سے)
پہلے انکار کرنے والے نہ بن جاؤ اور (اے بنی اسرائیل) تھوڑے فائدے کی خاطر میری آیتوں کو نہ بیچو،
اور مجھ ہی سے ڈرتے رہو ﴿۴۱﴾ حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور جان بوجھ کر حق کو نہ چھپاؤ ﴿۴۲﴾

نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو (۴۳) (اور اے بنی اسرائیل) کیا تم لوگوں کو نیکی کرنے کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو (باوجود اس بات کے کہ) تم کتاب کی تلاوت کرتے رہتے ہو (تم خود اس پر عمل نہیں کرتے) کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے (کہ یہ تو بڑی بری بات ہے کہ دوسروں کو نیک کام کا حکم دو اور خود نیک کام نہ کرو) (۴۴)

معانی ومصادر

(اُذْكُرُوْا) ذَكَرَ، يَذْكُرُ، ذِكْرٌ و تَذْكَارٌ (ن) ذکر کرنا، یاد کرنا۔
(اَنْعَمْتُ) اَنْعَمَ، يُنْعِمُ، اِنْعَامٌ (باب افعال) انعام کرنا، نعمت دینا، فضل وکرم کرنا، احسان کرنا۔

(اَوْفُوْا) اَوْفٰى، يُوْفِيْ، اِيْفَآءٌ (باب افعال) پورا کرنا۔ (مادہ و، ف، ی، ہے)۔
(اِرْهَبُوْنَ) رَهِبَ، يَرْهَبُ، رَهْبَةٌ و رُهْبٌ و رَهَبٌ و رُهْبَانٌ و رَهْبَانٌ، (س) ڈرنا۔

(اٰمِنُوْا) اٰمَنَ، يُؤْمِنُ، اِيمانٌ (باب افعال) ایمان لانا، یقین کرنا۔
(اَنْزَلْتُ) اَنْزَلَ، يُنْزِلُ، اِنْزَالٌ (باب افعال) اتارنا۔
(مُصَدِّقًا) صَدَّقَ، يُصَدِّقُ، تَصْدِيقٌ (باب تفعیل) تصدیق کرنا۔
(لَا تَشْتَرُوْا) اِشْتَرٰى، يَشْتَرِىْ، اِشْتِرَاءٌ (باب افتعال) خریدنا۔ بیچنا۔
(مادہ ش ر ی ہے)
(اِتَّقُوْنِ) اِتَّقٰى، يَتَّقِىْ، اِتِّقَاءٌ (باب افتعال) ڈرنا۔ (مادہ و ق ی ہے)
(لَا تَلْبِسُوْا) لَبَسَ، يَلْبِسُ، لَبْسٌ (ض) گڈمڈ کرنا، خلط ملط کرنا، ملانا، مشتبہ کر دینا۔
(تَكْتُمُوْا) كَتَمَ، يَكْتُمُ، كَتْمٌ و كِتْمَانٌ (ن) چھپانا۔
(اَقِيْمُوْا) اَقَامَ، يُقِيْمُ، اِقَامَةٌ (باب افعال) کھڑا کرنا، ہمیشہ ادا کرنا، ٹھہرنا۔
(مادہ ق و م ہے)

(اٰتُوْا) اٰتٰى، يُؤْتِىْ، اِيتَاءٌ (باب افعال) دینا۔ (مادہ ا ت ی ہے)
(اِرْكَعُوْا) (رَاكِعِيْنَ) رَكَعَ، يَرْكَعُ، رَكْعٌ و رُكُوْعٌ (ف) جھکنا۔
(تَاْمُرُوْنَ) اَمَرَ، يَاْمُرُ، اَمْرٌ، اِمْرَةٌ و اِمَارٌ (ن) حکم دینا۔
(تَنْسَوْنَ) نَسِىَ، يَنْسٰى، نَسْىٌ و نِسْيَانٌ و نِسَايَةٌ و نَسْوَةٌ (س) بھولنا، بھول جانا۔
(تَتْلُوْنَ) تَلَا، يَتْلُوْ، تِلَاوَةٌ (ن) پڑھنا۔ (مادہ ت ل و ہے)

(تَعْقِلُوْنَ) عَقَلَ، یَعْقِلُ، عَقْلٌ (ض) سمجھنا، تدبر کرنا۔

تفسیر

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو خطاب کیا ہے، بنی اسرائیل سے مراد اہلِ کتاب ہیں، اسرائیل، حضرت یعقوب علیہ السّلام کا اسمِ گرامی ہے اور حضرت اسرائیل علیہ السّلام کی اولاد کو بنی اسرائیل کہتے ہیں۔

بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ نے بہت سے احسان کئے تھے، مثلاً:۔

① اس زمانہ کی تمام اقوام عالم پر فضیلت دینا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝
(البقرة - ۴۷)

(اے بنی اسرائیل) میں نے تمہیں تمام اقوام عالم پر فضیلت دی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝
(حٰمٓ الدخان - ۳۲)

ہم نے بنی اسرائیل کو اپنے علم کی بنیاد پر اقوامِ عالم میں سے منتخب کیا۔

② فرعون کے عذاب سے نجات دینا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ۝
(الدخان - ۳۰)

ہم نے بنی اسرائیل کو ذلّت آمیز عذاب سے نجات دی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ
(البقرة - ۴۹)

(اے بنی اسرائیل) آلِ فرعون تم کو بہت سخت تکلیف دیا کرتے تھے۔

③ سمندر کو پھاڑ دینا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ

(البقرۃ - ۵۰)

اور (اے بنی اسرائیل، وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے تمہارے لئے سمندر کو پھاڑ دیا اور تم کو نجات دی۔

④ بچھڑا پوجنے کے بعد معاف کر دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ

(البقرۃ - ۵۲)

پھر ہم نے تم کو معاف کر دیا۔

⑤ کتاب اور فرقان کا نزول۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○

(البقرۃ - ۵۳)

اور (اے بنی اسرائیل، وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے موسٰی کو کتاب اور فرقان دی تاکہ تم ہدایت حاصل کرو۔

⑥ موت کے بعد زندہ کر دینا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○

(البقرۃ - ۵۶)

(تم نے اللہ کو دیکھنے کا مطالبہ کیا تو ایک بجلی نے تم کو پکڑ لیا) پھر ہم نے تمہاری موت کے بعد تم کو زندہ کر دیا تاکہ تم شکر ادا کرو۔

⑦ بادلوں کا سایہ کرنا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ

(البقرۃ - ۵۷)

ہم نے تم پر بادلوں کا سایہ کر دیا۔

⑧ منّ وسلویٰ کا نازل کرنا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى
(البقرۃ ۔ ۵۷)

اور (اے بنی اسرائیل) ہم نے تم پر منّ و سلویٰ نازل کیا۔

⑨ پانی کے لئے بارہ چشموں کا جاری کرنا

فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا
(البقرۃ ۔ ۶۰)

پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔

⑩ مسلسل انبیاء علیہم السّلام کا بھیجنا۔

⑪ بادشاہت دینا

⑫ ایسی نعمتیں دینا جو کسی کو نہیں دی گئیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَ جَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖۗ وَّ اٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝
(المآئدۃ ۔ ۲۰)

اور جب موسٰی نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم، اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم پر کی (یعنی) تم لوگوں میں انبیاء پیدا کئے، تم کو بادشاہ بنایا اور تم کو ایسی نعمتیں دیں جو اقوامِ عالم میں کسی کو نہیں دیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَ قَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ
(البقرۃ ۔ ۸۷)

ہم نے موسٰی کے بعد بہت سے رسول بھیجے۔

غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو بہت سی نعمتوں سے سرفراز فرمایا تھا اور ان سے بہت سے عہد و پیماں بھی لئے تھے، مثلاً:۔

① توریت پر عمل کرنے کا عہد۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَکُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَکُمُ الطُّوْرَ خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰکُمْ بِقُوَّۃٍ وَّاذْکُرُوْا مَا فِیْهِ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ○

(البقرۃ - ۶۳)

اور (اے بنی اسرائیل، وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے تم سے مضبوط عہد لیا اس حال میں کہ کوہ طور کو تم پر بلند کر دیا تھا (وہ یہ کہ) جو (کتاب) تم کو دی گئی ہے اس کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہنا اور جو کچھ اس میں لکھا ہے اسے خوب یاد رکھنا تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

② اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرنا۔

③ والدین، اقرباء، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔

④ لوگوں سے اچھی طرح بات کرنا۔

⑤ نماز قائم کرنا۔

⑥ زکوٰۃ دینا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْکُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○

(البقرۃ - ۸۳)

اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے مضبوط عہد لیا کہ اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرنا، ماں باپ، اقرباء، یتیموں، مسکینوں کے ساتھ بھلائی کرتے رہنا، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرتے رہنا، پھر (اے بنی اسرائیل تم میں سے چند کے علاوہ سب اس عہد سے پھر گئے اور اس سے روگردانی کرتے رہے۔

⑦ ایک دوسرے کا خون نہ بہانا۔

⑧ ایک دوسرے کو ملک سے نہ نکالنا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَاِذۡ اَخَذۡنَا مِیۡثَاقَکُمۡ لَا تَسۡفِکُوۡنَ دِمَآءَکُمۡ وَلَا تُخۡرِجُوۡنَ اَنۡفُسَکُمۡ مِّنۡ دِیَارِکُمۡ ثُمَّ اَقۡرَرۡتُمۡ وَاَنۡتُمۡ تَشۡهَدُوۡنَ ○

(البقرۃ - ۸۴)

اور (اے بنی اسرائیل وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے تم سے مضبوط عہد لیا تھا کہ آپس میں ایک دوسرے کا خون نہ بہانا، اور ایک دوسرے کو ملک سے نہ نکالنا، تم نے اقرار کیا تھا اور تم اس بات کے گواہ ہو۔

⑨ اللہ تعالیٰ کے احکام کو صاف صاف بیان کر دینا، اس میں سے کچھ نہ چھپانا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَاِذۡ اَخَذَ اللّٰهُ مِیۡثَاقَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ لَتُبَیِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَکۡتُمُوۡنَهٗ فَنَبَذُوۡهُ وَرَآءَ ظُهُوۡرِهِمۡ وَاشۡتَرَوۡا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیۡلًا

(آل عمران - ۱۸۷)

اور جب اللہ نے اہلِ کتاب سے عہد لیا کہ جو کچھ اس کتاب میں ہے اُسے صاف صاف بیان کرتے رہنا اور اُس کی کسی بات کو نہ چھپانا لیکن انہوں نے اس عہد کو پس پُشت ڈال دیا اور اس کے بدلہ (غلط فتوی دے کر) تھوڑا سا فائدہ حاصل کرتے رہے۔

⑩ اللہ تعالیٰ کی طرف صرف حق بات کو منسوب کرنا، اللہ تعالیٰ پر افتراء نہ کرنا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اَلَمۡ یُؤۡخَذۡ عَلَیۡهِمۡ مِّیۡثَاقُ الۡکِتٰبِ اَنۡ لَّا یَقُوۡلُوۡا عَلَی اللّٰهِ اِلَّا الۡحَقَّ

کیا ان سے شریعت کے متعلق یہ عہد نہیں لیا گیا تھا کہ اللہ کی طرف حق بات کے علاوہ

(الاعراف - ۱۶۹) کوئی اور بات منسوب نہ کرنا۔

(۱۱) ہفتہ کے دن احکام الٰہی سے سرتابی نہ کرنا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوا فِي السَّبْتِ وَ أَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيثَاقًا غَلِيظًا ○
(النسآء - ۱۵۴)

اور ہم نے ان سے کہا تھا کہ ہفتہ کے دن زیادتی نہ کرنا اور ہم نے ان سے بہت مضبوط عہد لیا تھا۔

(۱۲) رسولوں پر ایمان لانا

(۱۳) اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دینا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا ، وَقَالَ اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِي وَعَزَّرْتُمُوهُمْ وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَلَأُدْخِلَنَّكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ○
(المائدۃ - ۱۲)

اللہ نے بنی اسرائیل سے مضبوط عہد لیا تھا اور ان میں بارہ سردار مقرر کردئے تھے، پھر اللہ نے ان سے یہ فرمایا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نماز پڑھتے رہو گے، زکوٰۃ ادا کرتے رہو گے اور رسولوں پر ایمان لاؤ گے، ان کا احترام کرو گے اور اللہ کو قرضِ حسنہ دیتے رہو گے (اگر تم ایسا کرو گے) تو میں ضرور تم سے تمہارے گناہوں کو دور کردوں گا اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کروں گا، جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں (اور اللہ نے ان سے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ) جس شخص نے (اس عہد و پیمان) کے بعد کفر کیا تو وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔

مندرجہ بالا وعدوں میں سے ایک وعدہ یہ بھی تھا کہ بنی اسرائیل تمام رسولوں پر ایمان لائیں گے اور ان رسولوں میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں گویا ان سے یہ بھی عہد لیا گیا تھا کہ انہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ہوگا۔ پھر ان کا

آسانی کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانیاں بھی انہیں بتا دی گئی تھیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ (الاعراف - ۱۵۷)

اہل کتاب ان کو (یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و علامات کو) اپنے ہاں توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

اور انہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان بھی لیا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ (الانعام - ۲۰)

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ ان کو (یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو) اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔

آیات زیر تفسیر میں اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو اسلام کی دعوت دیتا ہوا فرماتا ہے کہ میرے انعامات کو یاد کرو، ان کا شکر ادا کرو اور ان کا شکر یہی ہے کہ تم نے جو عہد و پیماں کئے تھے انہیں پورا کرو، اس رسول پر ایمان لاؤ جس کو تم اچھی طرح پہچانتے ہو، اُس کا احترام کرو، اگر تم اس رسول پر ایمان لے آؤ گے اور وہ عہد و پیماں پورے کرو گے جو تم نے وقتاً فوقتاً اللہ تعالیٰ سے کئے تھے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے وعدے پورے کرے گا۔

اللہ تعالیٰ نے جو وعدے کئے تھے ان کا بیان سورۂ مائدہ کی مندرجہ بالا آیت ۱۲ میں مذکور ہے یعنی:۔

اللہ تعالیٰ کی معیّت،

گناہوں کی مغفرت، اور

جنّت میں داخل کرنا۔

ان نعمتوں سے بڑھ کر اور کونسی نعمت ہو سکتی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق انہیں ان نعمتوں سے سرفراز کرنا چاہتا ہے، ان پر رحم و کرم کا ارادہ کرتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے:۔

عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ (بنی اسرائیل - ۸)

ہو سکتا ہے کہ تمہارا ربّ تم پر رحم (و کرم) فرمائے۔

(پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) لیکن اس رحم و کرم کے لئے شرط وہی ہے کہ (اِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ) تم مجھ سے ڈرو اور (اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ) اس کتاب پر ایمان لے آؤ جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور اس سے انکار کرنے والوں میں تم سر فہرست نہ بنو، تم ذی علم ہو، اہل کتاب ہو،

تمہارے پاس قرآن مجید کی صداقت کی علامتیں موجود ہیں، اگر تم اس کے منکر ہو گئے تو پھر دوسرے لوگ تمہاری پیروی کریں گے اور اس کا انکار کر دیں گے، دنیا کے تھوڑے سے فائدے کی خاطر میری آیتوں کو نہ بیچو، غلط فتوے نہ دو، جھوٹی خبریں نہ دو، بلاوجہ قرآن مجید اور میرے رسول کی علامتوں کو نہ چھپاؤ (اِیَّایَ فَاتَّقُوْنِ) مجھ سے ڈرتے رہو، ایک دن تمہیں میرے پاس آنا ہے، کیا منہ دکھاؤ گے عذاب الٰہی کو کیسے برداشت کرو گے، اب بھی وقت ہے، ڈر جاؤ (وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ) اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ، سچ اور جھوٹ کو گڈمڈ نہ کرو (وَتَکْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ) اور حق کو نہ چھپاؤ اور تم جانتے ہو کہ حق کو چھپا رہے ہو، میرے رسول کی نشانیوں پر پردہ ڈال رہے رہو، اے بنی اسرائیل جان بوجھ کر تم ایسا نہ کرو۔ اسی چیز کو ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ اس طرح بیان کرتا ہے:۔

یٰۤاَهْلَ الْکِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○

(آل عمران - ۷۱)

اے اہل کتاب کیوں تم حق کو باطل کے ساتھ غلط ملط کرتے ہو، کیوں حق کو چھپاتے ہو اور تم جانتے ہو کہ (تم حق کو چھپا رہے ہو)۔

اے اہل کتاب اس فعل سے توبہ کر کے مسلم بن جاؤ، آؤ دوسرے مسلمین کی طرح تم بھی نماز پڑھو، زکوٰۃ دو اور نماز پڑھنے والوں کے ساتھ نماز پڑھو، یعنی مسلمین کے ساتھ باجماعت نماز ادا کرو (اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ) کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو، حق بات کہنے کی تلقین کرتے ہو، لیکن خود اپنے آپ کو بھول جاتے ہو، تم اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہو، اس کے ذریعہ دوسروں کو نصیحت کرتے ہو تو تمہیں خود بھی تو اس کتاب پر عمل کرنا چاہیئے، یہ تو بہت بری بات ہے کہ جو کہو اسے خود نہ کرو، (اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ) کیا تم میں اتنی بھی عقل نہیں کہ جو کہو وہی کرو، کیا تم اتنا نہیں سمجھتے کہ قول و فعل میں تضاد بہت بری چیز ہے، قول و فعل میں مطابقت پیدا کرو، اور حق کو قبول کر کے ایمان لے آؤ۔

عمل

اے لوگو، حق کو کبھی نہ چھپائیے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْهُدٰی مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِی الْکِتٰبِ اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَیَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ○

(البقرۃ - ۱۵۹)

بے شک جو لوگ ہماری طرف سے نازل کردہ واضح دلائل اور ہدایت کو چھپائیں گے بعد اس کے کہ ہم نے ان کو (اپنی) کتاب میں صراحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے، تو ایسے لوگوں پر اللہ کی بھی لعنت ہوگی اور تمام

لعنت کرنے والوں کی بھی لعنت ہوگی۔

اے لوگو، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیئے، کسی حق بات کا انکار کرکے دوسرے انکار کرنے والوں کے پیشوا نہ بنیئے، حق و باطل کو خلط ملط نہ کیجئے، دنیا کا تھوڑا سا فائدہ حاصل کرنے کے لئے حق پر پردہ نہ ڈالئے، دنیا چند روزہ ہے، اس کی خاطر دائمی عذاب کو دعوت نہ دیجئے، نماز و زکوٰۃ پابندی سے ادا کرتے رہیئے، نماز کو باجماعت ادا کیجئے، نماز کو باجماعت ادا کرنا بہت ضروری ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَقَدْ ھَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ بِحَطَبٍ فَیُحْطَبُ ثُمَّ اٰمُرَ بِالصَّلٰوۃِ فَیُؤَذَّنُ لَھَا ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا فَیَؤُمَّ النَّاسَ ثُمَّ اُخَالِفَ اِلٰی رِجَالٍ فَاُحَرِّقَ عَلَیْھِمْ بُیُوْتَھُمْ۔ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب وجوب صلوٰۃ الجماعۃ جزء اول ص۱۶۵ و کتاب الاحکام باب اخراج الخصوم جزء ۹ ص۱۰۰ و صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ جزء اول ص۲۲۶) وفی روایۃ لَا یَشْھَدُوْنَ الصَّلٰوۃَ فَاُحَرِّقَ عَلَیْھِمْ بُیُوْتَھُمْ بِالنَّارِ (صحیح مسلم)

قسم اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں، پھر نماز کا حکم دوں پھر اس کے لئے اذان دی جائے، پھر کسی کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے پھر میں ان مردوں کی طرف جاؤں جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے، اور ان کو مع ان کے گھروں کے جلادوں۔

اگر آپ کو اذان کی آواز آتی ہے تو پھر جماعت سے نماز پڑھنے کے لئے ضرور مسجد آئیے۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں:۔

اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ اَعْمٰی فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّہٗ لَیْسَ لِیْ قَائِدٌ یَقُوْدُنِیْ اِلَی الْمَسْجِدِ فَسَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّرَخِّصَ لَہٗ فَیُصَلِّیَ فِیْ بَیْتِہٖ فَرَخَّصَ لَہٗ فَلَمَّا وَلّٰی دَعَاہُ فَقَالَ ھَلْ تَسْمَعُ

ایک نابینا آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اس نے کہا اے اللہ کے رسول، مجھے مسجد میں لانے والا کوئی نہیں، پھر اس نے اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت طلب کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دیدی، جب اس نے پیٹھ پھیری تو آپ نے

النِّدَاءَ بِالصَّلٰوۃِ فَقَالَ نَعَمْ قَالَ فَأَجِبْ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب یجب اتیان المسجد علیٰ مَنْ سَمِعَ النداءَ جزء اوّل ص۲۶۲)

اُسے بلایا اور پوچھا کیا تمہیں اذان کی آواز آتی ہے؟ اس نے کہا ہاں (آتی ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پھر جماعت کے لئے آؤ۔

جماعت سے نماز پڑھنے کا ثواب کئی گنا ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

فَضْلُ صَلٰوۃِ الْجَمِیْعِ عَلٰی صَلٰوۃِ الْوَاحِدِ خَمْسٌ وَّعِشْرُوْنَ دَرَجَۃً۔ (صحیح بخاری تفسیر سورۃ بنیٓ اسرآئیل، جزء۶ ص۱۰۸ وصحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب فضل صلٰوۃ الجماعۃ جزء ۱، ص۲۶۰)

جماعت کی نماز اکیلے کی نماز پر پچیس درجہ فضیلت رکھتی ہے۔

جماعت سے نماز پڑھنا صرف مردوں کے لئے ضروری ہے، عورتوں کو جماعت سے نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں آنا ضروری نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا شَہِدَتْ اِحْدٰکُنَّ الْمَسْجِدَ فَلَا تَمَسَّ طِیْبًا۔ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب خروج النساء الی المساجد جزء اوّل، ص۱۸۸)

جب تم عورتوں میں سے کوئی عورت مسجد آئے تو خوشبو نہ لگائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِئْذَنُوْا لِلنِّسَآءِ بِاللَّیْلِ اِلَی الْمَسَاجِدِ۔ (صحیح بخاری باب خروج النساء، جُزء اوّل ص۲۱۹ و صحیح مسلم باب خروج النساء الی المساجد جزء اوّل ص۱۸۷ واللفظ لمسلم)

عورتوں کو رات کے وقت مسجدوں میں جانے کی اجازت دیدیا کرو۔

اے لوگو، آپ کے قول وفعل میں تضاد نہ ہو، دوسروں کو نصیحت کرنے سے پہلے خود اس پر عمل کیجئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○

(الصف، ۲ و ۳)

اے ایمان والو، ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں، اللہ کے نزدیک یہ بڑی خفگی کی بات ہے کہ ایسی بات کہو جس پر تم خود عمل نہیں کرتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

يُجَاءُ بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيُلْقٰى فِى النَّارِ فَتَنْدَلِقُ اَقْتَابُهٗ فِى النَّارِ فَيَدُوْرُ كَمَا يَدُوْرُ الْحِمَارُ بِرَحَاهُ فَيَجْتَمِعُ اَهْلُ النَّارِ عَلَيْهِ فَيَقُوْلُوْنَ اَىْ فُلَانُ مَا شَاْنُكَ اَلَيْسَ كُنْتَ تَاْمُرُنَا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ قَالَ كُنْتُ اٰمُرُكُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا اٰتِيْهِ وَاَنْهَاكُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاٰتِيْهِ (صحيح بخارى كتاب بدء الخلق باب صفة النار جزء ۴ ص ۱۴۷ وكتاب الفتن جزء ۹ ص ۷۰ وصحيح مسلم كتاب الزهد باب عقوبة من يامر بالمعروف ولا يفعله جزء ۲ ص ۵۹۴)

ایک شخص قیامت کے دن لایا جائے گا پھر وہ دوزخ میں ڈال دیا جائے گا اس کی انتڑیاں آگ میں نکل پڑیں گی اور وہ ان کے گرد اس اس طرح گھومے گا جس طرح گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے۔ دوزخی اس کے گرد جمع ہو جائیں گے اور اس سے کہیں گے، اے فلاں شخص، تمہارا کیا حال ہے؟ کیا تم ہم کو نیک کام کا حکم نہیں دیتے تھے اور بری بات سے نہیں روکتے تھے؟ وہ شخص جواب دے گا، میں تم کو نیک کام کا حکم دیتا تھا لیکن خود وہ کام نہیں کرتا تھا، میں تم کو بری بات سے منع کرتا تھا لیکن خود وہی کام کرتا تھا۔

وَ اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ
وَ اِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴿۴۵﴾
الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا
رَبِّهِمْ وَ اَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۴۶﴾

ترجمہ

اور (ہر مشکل اور ہر صدمہ کے وقت) صبر اور نماز کے ذریعہ مدد طلب کیا کرو اور بیشک نماز کا ادا کرنا بڑا مشکل کام ہے، لیکن ان لوگوں کے لئے کچھ بھی مشکل نہیں جو عاجزی کرتے ہیں ﴿۴۵﴾ (یعنی وہ لوگ) جو اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ وہ یقیناً اپنے ربّ سے ملاقات کرنے والے ہیں اور اس کی طرف لوٹنے والے ہیں ﴿۴۶﴾

معانی ومصادر

(اِسْتَعِيْنُوْا) اِسْتَعَانَ، يَسْتَعِيْنُ، اِسْتِعَانَةٌ (باب استفعال) مدد مانگنا۔ اس کا مادہ (ع و ن) ہے۔

(صَبْر) صَبَرَ، يَصْبِرُ، صَبْرٌ (ض) روکنا، ثابت قدم رہنا۔

(كَبِيْرَةٌ) كَبُرَ، يَكْبُرُ، كُبْرٌ و كُبَارَةٌ (ك) (قدر ومنزلت یا جسم میں) بڑا ہونا، شاق اور مشکل ہونا۔

(خٰشِعِيْنَ) خَشَعَ، يَخْشَعُ، خُشُوْعٌ (ف) عاجزی کرنا، آنکھیں نیچی کرنا۔

(يَظُنُّوْنَ) ظَنَّ، يَظُنُّ، ظَنٌّ (ن) یقین کرنا، گمان کرنا۔

(مُلٰقُوْا) لَاقٰى، يُلَاقِيْ، مُلَاقَاةٌ و لِقَاءٌ (باب مفاعلة) ملاقات کرنا (مُلَاقٍ اسم فاعل ہے، اس کی جمع مُلَاقُوْنَ ہے۔ آیت میں مضاف ہونے کی وجہ سے نونِ اعرابی ساقط ہوگیا ہے)۔

(رَاجِعُوْنَ) رَجَعَ، یَرْجِعُ، رُجُوْعٌ و مَرْجِعٌ و مَرْجِعَةٌ و رُجْعٰی و رُجْعَانٌ (ض) لوٹنا۔

تفسیر

ان آیات میں اللہ تعالیٰ صبر و نماز کی تلقین فرماتا ہے، صبر کے معنی اپنے آپ کو روکے رکھنے کے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ
(الکہف - ۲۸)

اے رسول، ان لوگوں کے ساتھ اپنے نفس کو روکے رکھیئے (یعنی خود کو ان سے علیحدہ نہ کیجئے) جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے رہتے ہیں اور اس کی رضا طلب کرتے رہتے ہیں۔

رنج و غم، صدمہ و الم، خوف و دہشت، جنگ و جدال کے موقع پر اکثر انسان بے قابو ہو جاتا ہے بدحواسی میں کچھ کا کچھ کہنے لگتا ہے، اپنی زبان کو نہیں روکتا، میدان جنگ میں بزدلی دکھاتا ہے، مقابلے میں ڈٹا نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ایسے تمام موقعوں پر اپنے آپ کو روکے اور سنبھالے رکھو، پائے استقامت میں تزلزل نہ آنے پائے۔ نالہ و شیون، آہ و بکاء، نوحہ و ماتم، سبّ و شتم سے اپنے آپ کو بچاؤ، ہمّت نہ ہارو، استقلال و استقامت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو، اگر ان چیزوں پر کاربند رہو گے تو اللہ تعالیٰ بھی مدد و نصرت فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝
(الانفال - ۴۶)

صبر کرو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ۝
(آل عمران - ۱۴۶)

اللہ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا

جن لوگوں نے (کافروں کا) ظلم سہنے کے بعد اللہ کے راستہ میں ہجرت کی ہم ان کو دنیا میں

حَسَنَةً وَ لَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ○ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ○
(النحل - ۴۱ - ۴۲)

اچھا ٹھکانہ دیں گے اور آخرت کا اجر تو بہت ہی بڑا ہے، کاش یہ لوگ اس بات کو جان لیتے، یہ وہ لوگ ہیں جو صبر کرتے ہیں اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ صبر کے ساتھ توکل کرنا ضروری ہے، جو بے صبری دکھائے اس کا اللہ پر توکل نہیں رہتا اور جو توکل نہیں کرتا، اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی نصرت کی توقع کیسے کی جاسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا۔
(آل عمران - ۱۲۰)

اگر تم صبر کرو گے اور (اللہ سے) ڈرتے رہو گے تو دشمن کی تدبیر تمہیں کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

بَلٰۤى اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا وَ يَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ○
(آل عمران - ۱۲۵)

بلکہ اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو اور کافر تم پر جوش کے ساتھ حملہ کریں تو تمہارا رب تمہاری مدد کے لئے پانچ ہزار نشاندار فرشتے بھیج دیگا۔

الغرض صبر و استقامت بڑے عزم و ہمت کے کام ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاصْبِرْ عَلٰى مَاۤ اَصَابَكَ ۚ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ○
(لقمٰن - ۱۷)

(لقمٰن نے اپنے بیٹے سے کہا، اے بیٹے) جو مصیبت تجھ پر پہنچے اس پر صبر کر، صبر کرنا بڑی ہمت کا کام ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَمَنْ صَبَرَ وَ غَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ○
(الشورٰی - ۴۳)

جو شخص صبر کرے اور درگذر کرے تو بیشک یہ بڑے عزم و ہمت کا کام ہے۔

مندرجہ بالا آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ صبر کے بغیر آدمی اولوالعزم اور باہمت نہیں بن سکتا، صبر اوصاف حمیدہ میں سے ایک صفت ہے، صبر ہی سے آدمی بزدلی اور رسوائی سے بچ سکتا ہے، صبر ہی وقار ہے، صبر ہی متانت ہے، صبر ہی سے توکل حاصل ہوتا، صبر کے بعد ہی

کی نصرت حاصل ہوتی ہے اور معیّت نصیب ہوتی ہے، صبر ہی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنی چاہیئے۔

دوسری چیز جس سے مدد لے کر ہم نظم و ضبط کے عادی بن سکتے ہیں نماز ہے۔ نماز میں انسان اپنی ہر ضرورت اور جسم کے تمام اعضاء کو اللہ تعالیٰ کے لئے روک لیتا ہے، کچھ بھی ہوتا رہے وہ ضبط کر لیتا ہے، کتنی ہی بے چینی ہو وہ نماز میں کھڑا رہتا ہے، نظم کا یہ عالم ہوتا ہے کہ جب تک امام اللہ اکبر نہ کہے وہ حرکت نہیں کرتا، اس کی حرکات و سکنات سب امام کے اشارے پر ہوتے ہیں، نہ صرف جسم اور جسم کے اعضاء بلکہ تصوّرات و خیالات بھی اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمام چیزوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے، گویا نماز اس کو تربیت دیتی ہے کہ وہ تکلیف ہو یا راحت ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے سامنے قدم جمائے رکھے، یہی تربیت پھر نماز کے علاوہ عمل کے دوسرے میدانوں میں اس کا ساتھ دیتی ہے، اس کی مدد کرتی ہے اور نماز کی مدد سے یا نماز سے کام لے کر وہ اللہ تعالیٰ کی نصرت کا طلبگار ہوتا ہے، نماز وقار و سنجیدگی، استقلال و ہمّت سکھاتی ہے، متحمل و بردبار بناتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ○ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ○ وَاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ○ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ○
(المعارج ۱۹-۲۳)

بے شک انسان بہت بے صبر پیدا کیا گیا ہے، جب تکلیف پہنچتی ہے تو جزع و فزع کرنے لگتا ہے (اور گھبرا جاتا ہے) اور جب آرام و آسائش اور مال و دولت سے بہرہ اندوز ہوتا ہے تو بخیل بن جاتا ہے (اور ہاتھ روک لیتا ہے) مگر ہاں نمازی جو اپنی نماز ہمیشہ پابندی کے ساتھ ادا کرتے ہیں (وہ ایسے نہیں ہوتے)۔

گویا نماز فطری جزع و فزع، گھبراہٹ و بزدلی سے باز رکھتی ہے، صبر و ہمّت پیدا کرتی ہے، سخاوت و فیّاضی جیسے صفاتِ حمیدہ پیدا کرتی ہے۔

صبر اور نماز لازم و ملزوم ہیں، صبر کی خصلت نماز میں اپنے آپ کو روکے رکھنے کا سبق دیتی ہے اور نماز میں اپنے آپ کو روکے رکھنا صبر پیدا کرتا ہے، صبر ہوگا تو نماز ہوگی، نماز ہوگی تو صبر پیدا ہوگا، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ اس پر زور دیتے ہوئے فرمایا:۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ○
(البقرۃ - ۱۵۳)

اے ایمان والو، صبر اور نماز سے مدد لیا کرو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالےٰ نے صبر اور نماز کا ذکر ساتھ ساتھ کیا ہے ۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۔
(الرعد ۔ ۲۲)

(عقل مند وہ لوگ ہیں) جو اپنے رب کی رضا جوئی کے لئے صبر کرتے ہیں اور نماز ادا کرتے رہتے ہیں ۔

(وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ۝)

صبر بہت مشکل کام ہے اور نماز بغیر صبر کے ادا نہیں کی جاسکتی لہٰذا بے صبرے لوگوں پر نماز بڑی بار گذرتی ہے ۔ انہیں نماز میں ایک قسم کی قید و بندش ، مشقت اور گرانی محسوس ہوتی ہے ، البتہ جو لوگ عجز و انکساری کرنے والے ہیں ، جو ڈرتے رہتے ہیں کہ ایک دن ان کا حساب و کتاب ہوگا ۔

(اَلَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ)

جو یقین رکھتے ہیں کہ وہ روز محشر اللہ تعالےٰ کی طرف لوٹنے والے اور اس سے ملاقات کرنے والے ہیں ، ان پر نماز گراں نہیں گذرتی ، انہیں نماز میں لذّت محسوس ہوتی ہے ، انہیں نماز میں سکونِ قلب حاصل ہوتا ہے ، رنج و غم ، فکر و پریشانی سے ایک گونہ نجات مل جاتی ہے ۔

اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے :۔

اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝
(الرعد ۔ ۲۷ و ۲۸)

بے شک اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اسے ہدایت دیتا ہے (یعنی ان لوگوں کو ہدایت دیتا ہے) جو ایمان لاتے ہیں اور جن کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں ، خبردار ہو جاؤ ، بے شک اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے ۔

عمل

اے لوگو ، ہر مصیبت ، مشکل اور اہم کام کے وقت صبر اور نماز سے مدد لیجئے ، صبر اور نماز رنج و غم کو دور کرنے کا ذریعہ اور استقلال و استقامت بخشنے کا وسیلہ ہیں ۔

اللہ تعالےٰ نے ہر کام کے نتائج مقرر کئے ہیں ، اسی طرح صبر و نماز کے نتائج بھی اللہ تعالےٰ کی طرف سے مقرر ہیں ، صبر کیجئے ، نماز پڑھئے تو ان کے نتائج برآمد ہوں گے ، عزم پیدا ہوگا ، فکر و غم دور ہو جائیں گے ۔

صبر اور نماز مدد کا ذریعہ ہیں ، ان کے ذریعہ اللہ تعالےٰ سے مدد لی جاتی ہے اور ان نتائج تک رسائی حاصل کی جاتی ہے ۔ جو نتائج کہ اللہ تعالیٰ نے صبر اور نماز کے مقرر کئے ہیں مددگار تو بہر حال اللہ تعالےٰ ہی ہے لیکن اس کی مدد

حاصل کرنے کے لئے ہمیں ذرائع حاصل کرنے پڑتے ہیں، تدبیریں کرنی پڑتی ہیں۔ اس کی مثال رزق جیسی ہے رزق اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے، لیکن اس رزق کو حاصل کرنے کے لئے ہمیں تدبیر کرنی پڑتی ہے، جب ہم تدبیر کرتے ہیں تو اللہ تعالےٰ کی تقدیر ہمارا ساتھ دیتی ہے اور ہمیں ہمارا مقررہ رزق مل جاتا ہے، اسی طرح اگر ہم صبر اور نماز کو ذریعہ بنائیں تو اللہ تعالےٰ ہماری ضرور مدد کرے گا، مدد اللہ تعالےٰ سے طلب کیجئے اور صبر و نماز کو اس کے حصول کا ذریعہ بنائیے۔

نوٹ:۔ اللہ تعالےٰ سے مدد مانگنے کے سلسلہ میں مفصل بحث سورہ فاتحہ کی آیت نمبر ۴ کی تفسیر میں ص ۶۵ تا ۶۸ پر گزر چکی ہے، وہاں ملاحظہ فرمادیں۔

يٰبَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِىَ
الَّتِىْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ
عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا
تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا
يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ
مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۸﴾

ترجمہ اے بنی اسرائیل میری نعمتوں کو یاد کرو جو میں نے تم پر کی تھیں (منجملہ ان کے سب سے بڑی نعمت یہ تھی) کہ میں نے تمہیں تمام اقوامِ عالم پر فضیلت دی تھی ﴿۴۷﴾ (تو اب ان نعمتوں اور احسانوں کو یاد کر کے ان کا شکر ادا کرو، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آؤ، اگر تم ایمان نہیں لاؤ گے تو پھر) ڈرو اس دن سے جس دن کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے کچھ بھی کام نہ آئے گا، نہ کسی سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی، نہ کسی سے بدلہ (یا معاوضہ یا فدیہ) لیا جائے گا اور نہ وہ (یعنی اہلِ محشر) کسی کی مدد حاصل کر سکیں گے ﴿۴۸﴾

معانی و مصادر
ذَكَرَ، يَذْكُرُ، ذِكْرٌ و تَذْكَارٌ (ن) ذکر کرنا، یاد کرنا۔
(اَنْعَمْتُ) اَنْعَمَ، يُنْعِمُ، اِنْعَامٌ (باب افعال) انعام کرنا، نعمت دینا، فضل و کرم کرنا، احسان کرنا۔
(فَضَّلْتُ) فَضَّلَ، يُفَضِّلُ، تَفْضِيْلٌ (باب تفعیل) فضیلت دینا۔

(یَّعۡلَمُوۡنَ) عَلِمَ، یَعۡلَمُ، عِلۡمٌ (س) جاننا، علم حاصل کرنا، پہچان لینا۔
عالَم: کل مخلوق۔ عالَم، فاعَل کے وزن پر اسم آلہ ہے۔ یعنی وہ چیز جس کے ذریعہ کسی دوسری چیز کا علم حاصل ہوتا ہے۔
(اِتَّقُوۡا) اِتَّقٰی، یَتَّقِیۡ، اِتِّقَاءٌ (باب افتعال) ڈرنا، بچنا، متقی ہوجانا (مادہ و ق ی ہے)
(تَجۡزِیۡ) جَزٰی، یَجۡزِیۡ، جَزَاءٌ (ض) بدلہ دینا، کافی ہونا، حق دینا۔
(یُقۡبَلُ) قَبِلَ، یَقۡبَلُ، قُبُوۡلٌ (س) قبول کرنا، لے لینا۔
(شَفَاعَةٌ) شَفَعَ، یَشۡفَعُ، شَفَاعَةٌ (ف) سفارش کرنا۔
(یُؤۡخَذُ) اَخَذَ، یَاۡخُذُ، اَخۡذٌ (ن) لینا، پکڑنا، مواخذہ کرنا، حاصل کرنا۔
(عَدۡلٌ) عَدَلَ، یَعۡدِلُ، عَدۡلٌ (ض) انصاف کرنا، جھکنا۔
عَدۡل = بدلہ، اعتدال۔
(یُنۡصَرُوۡنَ) نَصَرَ، یَنۡصُرُ، نَصۡرٌ (ن) مدد کرنا۔

تفسیر

(یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡكُرُوۡا نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتُ عَلَیۡكُمۡ وَاَنِّیۡ فَضَّلۡتُكُمۡ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ)
اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دوسری بار پھر بنی اسرائیل کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ میری نعمتوں کو یاد کرو، خصوصاً اس نعمت کو کہ میں نے تمہیں تمام عالم پر فضیلت دی تھی۔
بنی اسرائیل کی فضیلت کے سلسلہ میں ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَا بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ الۡكِتٰبَ وَالۡحُكۡمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقۡنٰهُمۡ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلۡنٰهُمۡ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ ۝ (الجاثیہ - ۱۶)

ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب، حکمت اور نبوت بخشی، ان کو پاکیزہ چیزیں عطا فرمائیں اور اقوام عالم پر فضیلت دی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَقَدِ اخۡتَرۡنٰهُمۡ عَلٰی عِلۡمٍ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ ۝ (حٰمٓ الدخان - ۳۲)

ہم نے بنی اسرائیل کو اپنے علم کی بنیاد پر تمام اقوام عالم میں منتخب کیا تھا۔

تمام اقوام عالم پر فضیلت دینا یہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی انعام تھا جو اس نے بنی اسرائیل پر کیا تھا۔
اللہ تعالیٰ کی اُن نعمتوں کا بیان جو اس نے بنی اسرائیل پر کی تھیں تفصیل کے ساتھ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۴۰ کی تفسیر کے سلسلہ میں ص۲۳۳ پر گذر چکا ہے۔ اُن تمام نعمتوں کو یاد دلانے کا مقصد یہی ہے کہ بنی اسرائیل کو منعم حقیقی کا شکر ادا کرنا چاہیئے اور اس کے آخری نبی پر جس کو وہ اچھی طرح پہچانتے ہیں، ایمان لے آنا چاہیئے اور اگر وہ ایمان نہیں لائیں گے تو انہیں قیامت کے دن سے ڈرنا چاہیئے جس دن
۱۔ کوئی کسی کے کام نہ آسکے گا،
۲۔ نہ کسی سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی،

۳۔ نہ کسی سے کوئی معاوضہ قبول کیا جائے گا، اور
۴۔ نہ کوئی کسی کی مدد کر سکے گا۔

قیامت کے دن کوئی کسی کے کام نہ آئے گا

قیامت کا دن بہت ہولناک دن ہے اس دن سب کو اپنی اپنی پڑی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔
لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُّغْنِيهِ ۝
(عبس ۔ ۳۷)

ہر شخص کی اُس دن ایسی حالت ہوگی کہ اسے (دوسروں سے) بے پرواہ کر دے گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔
يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِي وَالِدٌ عَن وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازٍ عَن وَالِدِهِ شَيْئًا إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ ۝
(لقمان ۔ ۳۳)

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو جس دن نہ باپ اپنے بیٹے کے کام آئے گا اور نہ بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آئے گا۔ بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے (وہ دن آکر رہے گا) لہٰذا دنیا کی زندگی سے دھوکا نہ کھا جانا اور نہ شیطان تمہیں اللہ کے معاملہ میں دھوکے میں ڈالے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔
يَوْمَ لَا يُغْنِي مَوْلًى عَن مَّوْلًى شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ۝ (حٰمٓ الدخان ۔ ۴۱)

اس دن کوئی دوست کسی دوست کے کام نہ آئے گا اور نہ وہ کسی کی مدد حاصل کر سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔
لَن تَنفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝
(الممتحنۃ ۔ ۳)

قیامت کے دن نہ تمہارے رشتہ دار تمہارے کام آئیں گے اور نہ تمہاری اولاد، (اس دن تو بس) اللہ ہی تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اُسے دیکھ رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔
يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ
(اذا السماء انفطرت ۔ ۱۹)

اس دن کسی کو کسی دوسرے کے معاملہ میں ذرا سا بھی اختیار نہ ہوگا، اس دن بس اللہ ہی کا حکم چلے گا۔

کسی سے سفارش قبول نہیں کی جائے گی

قیامت کے دن کوئی شخص کسی کو اپنا سفارشی بنا کر پیش نہیں کر سکتا اور نہ اس قسم کی کوئی سفارش قبول کی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَنفِقُواْ مِمَّا رَزَقْنَٰكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِىَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَٰعَةٌ ۔

(البقرۃ - ۲۵۴)

اے ایمان والو، ہم نے جو مال تمہیں دیا ہے اس میں سے (اللہ کے راستہ میں) خرچ کرو قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس دن نہ خرید و فروخت ہوگی نہ دوستی کام آئے گی اور نہ سفارش۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَٰعَةُ ٱلشَّٰفِعِينَ ۝

(یاایھا المدثر - ۴۸)

(اس دن) سفارش کرنے والوں کی سفارش (گناہگاروں) کو کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ایک مومن بندہ کا قول نقل کیا ہے وہ بندہ اس طرح کہتا ہے:۔

ءَأَتَّخِذُ مِن دُونِهِۦٓ ءَالِهَةً إِن يُرِدْنِ ٱلرَّحْمَٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّى شَفَٰعَتُهُمْ شَيْـًٔا وَلَا يُنقِذُونِ ۝

(یٰسٓ - ۲۳)

کیا میں اللہ کے علاوہ ایسے معبود بناؤں کہ اگر اللہ مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو ان معبودوں کی سفارش مجھے کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے اور نہ وہ مجھے (عذاب) سے چھڑا سکیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

مَا لِلظَّٰلِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ ۝

(حٰمٓ المؤمن - ۱۸)

ظالموں کا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ سفارشی کہ اس کی بات مان لی جائے۔

شفاعت کا کلی اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُل لِّلَّهِ ٱلشَّفَٰعَةُ جَمِيعًا

(الزمر - ۴۴)

(اے رسول) کہہ دیجئے کہ سفارش تو سب اللہ کے اختیار میں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَيْسَ لَهُم مِّن دُونِهِۦ وَلِىٌّ وَلَا شَفِيعٌ ۔

(الانعام - ۵۱)

نہ اللہ کے علاوہ ان کا کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی (یعنی نہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی دوستی کام آئے گی اور نہ جب تک اللہ تعالیٰ اجازت دے کوئی سفارش کر سکے گا)۔

سفارش کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے، جب تک وہ اجازت نہ دے کوئی سفارش نہ کر سکے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (البقرۃ ۔ ۲۵۵)

کون ہے جو اللہ سے سفارش کر سکے مگر (وہاں) اس کی اجازت سے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَا یَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۝ (مریم ۔ ۸۷)

اہلِ محشر کو کسی کی سفارش کا اختیار نہیں ہوگا سوائے اس شخص کے جس نے اللہ سے کوئی اقرار لے لیا ہو (یعنی اللہ تعالیٰ سے پہلے اجازت لے لی ہو)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یَوْمَىٕذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِیَ لَهٗ قَوْلًا ۝ (طٰهٰ ۔ ۱۰۹)

اس دن کسی کی سفارش فائدہ نہ پہنچائے گی مگر اس شخص کی جسے اللہ سفارش کی اجازت دے اور اس کی بات کو پسند فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ذوالجلال والاکرام فرماتا ہے:۔

وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ۔ (سبا ۔ ۲۳)

(قیامت کے دن) اللہ کے ہاں کسی کی سفارش نفع نہ دے گی مگر جس شخص کے لئے اللہ اجازت دیدے۔

اللہ تعالیٰ عزّ وجلّ فرماتا ہے:۔

وَلَا یَمْلِكُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ ۝ (الزخرف ۔ ۸۶)

جن لوگوں کو یہ اللہ کے علاوہ پکارتے ہیں وہ سفارش کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے مگر ہاں (ایسے لوگوں کو سفارش کی اجازت ہوگی) جو حق کے ساتھ گواہی دیں اور وہ جانتے ہوں (کہ حق بیان کر رہے ہیں)۔

آیاتِ بالا کا خلاصہ یہ ہے کہ شفاعت کا کلی اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، وہی شفاعت کا مالک ہے، جب تک وہ اجازت نہ دے کوئی سفارش نہیں کر سکتا، پھر سفارش کرنے والا علم و یقین کی بنیاد پر حق بات کہے اور اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند بھی فرمائے تو ایسی صورت میں شفاعت نفع دے سکتی ہے۔ شفاعت کی اجازت محدود ہوگی اور صرف اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ لوگوں کے لئے ہوگی۔

• شفاعت کبریٰ کے سلسلے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اُعْطِیْتُ خَمْسًا لَمْ یُعْطَهُنَّ اَحَدٌ مِّنَ الْاَنْبِیَاءِ قَبْلِیْ، نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِیْرَةَ شَهْرٍ،

مجھے پانچ چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں:۔ (۱) مجھے رعب سے مدد

وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا، وَاَيُّمَا رَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِيْ اَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ فَلْيُصَلِّ، وَاُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ، وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ اِلٰى قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَّبُعِثْتُ اِلَى النَّاسِ كَافَّةً وَّاُعْطِيْتُ الشَّفَاعَةَ (صحیح بخاری کتاب الصلوۃ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم جعلت لی الارض مسجدا جزء اوّل ص۱۱۹)

دی گئی ہے کہ ایک مہینہ کی مسافت سے میرا رعب دشمن پر پڑتا ہے (۲) میرے لئے تمام روئے زمین مسجد اور پاک کرنے والی بنا دی گئی ہے، میرا اُمتی جہاں نماز کا وقت آجائے نماز پڑھ لے۔ (۳) میرے لئے اموال غنیمت حلال کر دئے گئے ہیں (۴) ہر نبی اپنی اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا اور مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے اور (۵) مجھے شفاعت دی گئی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کبریٰ سے نوازا گیا ہے، لیکن اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت کے بغیر سفارش نہیں کریں گے، شفاعت کبرٰی کی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

فَاَنْطَلِقُ حَتّٰى اَسْتَاْذِنَ عَلٰى رَبِّيْ فَيُؤْذَنُ فَاِذَا رَاَيْتُ رَبِّيْ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِيْ مَا شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ يُقَالُ اِرْفَعْ رَاْسَكَ وَسَلْ تُعْطَهْ وَقُلْ يُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَاَرْفَعُ رَاْسِيْ فَاَحْمَدُهٗ بِتَحْمِيْدٍ يُعَلِّمُنِيْهِ ثُمَّ اَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِيْ حَدًّا فَاُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ (صحیح بخاری کتاب التفسیر باب تفسیر سورۃ البقرۃ، جزء ۶، ص۲۱)

میں سفارش کے لئے روانہ ہوں گا، یہاں تک کہ میں اپنے ربّ سے اجازت لوں گا، مجھے اجازت دی جائے گی، پھر جب میں اپنے ربّ کو دیکھوں گا تو سجدہ میں گر پڑوں گا، پھر اللہ مجھے سجدہ میں پڑا رہنے دے گا، جب تک وہ چاہے گا، پھر مجھ سے کہا جائے گا: اپنا سر اٹھاؤ، سوال کرو، تمہیں وہ چیز دی جائے گی جس کا تم سوال کرو گے، کہو، تمہاری بات سُنی جائے گی، سفارش کرو، تمہاری سفارش قبول کی جائے گی، پھر میں اپنا سر اٹھاؤں گا، پھر اللہ کی تعریف ان الفاظ میں کروں گا جن الفاظ کی تعلیم اللہ مجھے دے گا، پھر میں سفارش کروں گا، پھر اللہ میرے لئے حدّ مقرّر کر دے گا، میں ان کو (سفارش کر کے) جنّت میں داخل کروں گا۔

اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چار بار سفارش کریں گے، پھر آپ فرمائیں گے:۔

مَا بَقِيَ فِي النَّارِ اِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْاٰنُ وَوَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُوْدُ۔ (صحیح بخاری باب تفسیر سورۃ البقرۃ جزء ۶ ص۲۲)

اب دوزخ میں کوئی نہیں رہا، سوائے اس شخص کے جس کو قرآن نے روک لیا ہے اور جس کو ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہے۔

الغرض شفاعت ان لوگوں کے حق میں ہوگی جن کے لئے اللہ تعالیٰ سفارش کرانا چاہے گا اور جو قرآنی قانون کے مطابق قابلِ مغفرت ہوں گے، لیکن جو قرآنی قانون کے مطابق مغفرت کے اہل نہیں ہوں گے، ان کے لئے سفارش کی اجازت نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا سفارش کا مالک ہونا، کسی کی سفارش کو بغیر اجازت کے نہ سننا، کسی کا بغیر اجازت کے سفارش نہ کرسکنا۔ اور سفارش کے لئے حد بندی کردینا اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ بخشش اسی کی ہوگی جس کو اللہ تعالیٰ بخشنا چاہے گا، وہاں دنیا کی طرح سفارش نہ ہوگی کہ کوئی شخص خود سفارش کے لئے پہنچ جائے اور اپنے مرتبہ اور مقام کی بنیاد پر مغفرت کے لئے اصرار کرے اور اللہ تعالیٰ مروّت اور لحاظ میں اس کی سفارش قبول کرلے۔ شفاعت کا انحصار صرف اللہ تعالیٰ کی مرضی پر ہے، لہٰذا اس کو خوش کرنے اور اس کے قرآنی قانون کے مطابق اپنے آپ کو مغفرت کا اہل بنانے کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ وہ خود بخش دے یا کسی سے سفارش کرواکے بخش دے۔

کسی سے کوئی معاوضہ یا فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا

قیامت کے دن کوئی شخص کسی قسم کا فدیہ دے کر اپنے آپ کو دوزخ کے عذاب سے بچا نہیں سکتا، وہاں فدیہ قبول نہیں ہوگا، بدلہ یا معاوضہ نہیں لیا جائیگا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ أَنَّ لَهُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لِيَفْتَدُوا بِهِ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ○

(المائدۃ - ۳۶)

جن لوگوں نے کفر کیا، اگر ان کے پاس روئے زمین کی تمام دولت ہو اور اس کے مثل اتنی ہی دولت اور ہو اور وہ اس کو فدیہ میں دیکر اپنے آپ کو روز قیامت کے عذاب سے بچانا چاہیں تو وہ فدیہ ان سے قبول نہیں کیا جائے گا بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَوْ أَنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَافْتَدَوْا بِهِ مِن سُوءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَبَدَا لَهُم مِّنَ اللَّهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ ○ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ○

(الزمر - ۴۷، ۴۸)

جن لوگوں نے ظلم کیا اگر ان کے پاس روئے زمین کا سارا مال و متاع ہوتا اور اس کے ساتھ اتنا ہی مال و متاع اور ہوتا تو وہ قیامت کے دن کے عذاب سے بچنے کے لئے وہ سارا مال و متاع دے دیتے، (وہاں) اللہ کی طرف سے ایسی بات ظاہر ہوگی جس کا انہیں وہم و گمان بھی نہ ہوگا (یعنی) ان کی بداعمالی کی خرابیاں ان پر ظاہر ہوجائیں گی اور جس عذاب کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے وہ عذاب

نہیں گھیرے گا۔

وہ دن بدلہ دینے کا نہیں ہے ، اس دن خرید و فروخت نہیں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ○

(ابراهیم - ۳۱)

(اے رسول) میرے ان بندوں سے کہہ دیجئے جو ایمان لائے کہ پابندی سے نماز پڑھا کریں اور جو کچھ مال ہم نے انہیں دیا ہے، اس میں سے خرچ کرتے رہیں۔ قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس دن نہ خرید و فروخت ہوگی اور نہ دوستی کام آئے گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَاْوٰىكُمُ النَّارُ هِيَ مَوْلٰىكُمْ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ○

(الحدید - ۱۵)

(قیامت کے روز منافقین سے کہا جائے گا) آج نہ تم سے کوئی معاوضہ لیا جائے گا اور نہ کافروں سے، تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے، وہی تمہاری دوست ہے اور وہ (بہت) بری جگہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ○

(آل عمران - ۹۱)

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور اس حالت میں مرگئے کہ وہ کافر ہی تھے تو اگر وہ فدیہ میں زمین بھر کر سونا دیں تو ان میں سے کسی ایک سے بھی وہ سونا ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔ ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہوگا اور کوئی ان کا مددگار نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○

(یونس - ۵۴)

اور اگر ہر اس شخص کے پاس جس نے ظلم و زیادتی کی ہوگی زمین کی تمام دولت ہو تو وہ اس کو (قیامت کے دن اپنے آپ کو عذاب سے بچانے کے لئے) فدیہ میں دیدے گا لیکن ایسا ہوگا نہیں ایسے لوگ ضرور عذاب میں مبتلا ہوں گے) اور جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو اپنی ندامت کو چھپائیں گے، ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائیگا اور ان پر کسی قسم کا ظلم نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لِلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى وَالَّذِیْنَ لَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝

(الرعد ۔ ۱۸)

جن لوگوں نے اللہ کے حکم کو قبول کیا، ان کے لئے بہتری ہے اور جن لوگوں نے قبول نہیں کیا وہ اگر زمین کی تمام دولت اور اس کے ساتھ اسی کے مثل مزید دولت معاوضہ میں دینا چاہیں (تو ان سے قبول نہیں کی جائے گی)، ان کے لئے بُرا حساب ہوگا، ان کے رہنے کی جگہ دوزخ ہوگی اور وہ (بہت) بُری جگہ ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا یَسْـَٔلُ حَمِیْمٌ حَمِیْمًا ۝ یُّبَصَّرُوْنَهُمْ یَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ یَفْتَدِیْ مِنْ عَذَابِ یَوْمِىٕذٍۭ بِبَنِیْهِ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِیْهِ ۝ وَفَصِیْلَتِهِ الَّتِیْ تُـْٔوِیْهِ ۝ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ یُنْجِیْهِ ۝ كَلَّا اِنَّهَا لَظٰى ۝

(المعارج ۔ ۱۰ تا ۱۵)

قیامت کے دن کوئی دوست کسی کا پرسانِ حال نہ ہوگا، حالانکہ وہ ایک دوسرے کو دیکھتے ہوں گے۔ گناہگار یہ چاہے گا کہ کاش اس دن کے عذاب سے بچنے کے لئے وہ فدیہ میں اپنے بیٹے، اپنی بیوی، اپنا بھائی، اپنا خاندان جس میں وہ پناہ حاصل کرتا تھا اور زمین کے تمام انسانوں کو دیدے اور وہ خود بچ جائے، لیکن ایسا ہرگز نہیں ہوگا (وہ دوزخ میں داخل ہوگا اور دوزخ کیا ہے؟) وہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔

قیامت کے دن کوئی کسی کی مدد نہیں کرسکے گا

قیامت کا دن ایسا دن نہیں ہے کہ وہاں ایک شخص دوسرے کی مدد کرسکے، کسی کو کسی دوسرے کے معاملہ میں ذرا سا بھی اختیار نہیں ہوگا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

یَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَیْـًٔا وَالْاَمْرُ یَوْمَىٕذٍ لِّلّٰهِ ۝

(اذا السماء انفطرت ۔ ۱۹)

اس دن کسی کو دوسرے کے معاملہ میں ذرا سا بھی اختیار نہیں ہوگا، اس دن تو بس اللہ اکیلے کا حکم چلے گا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِهٖ وَلَا یَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا ۝

جو شخص بُرا عمل کرے گا اُسے اس کی سزا ملے گی، (قیامت کے روز) اللہ کے علاوہ اس کو

(النسآء ۔ ۱۲۳) نہ کوئی دوست مل سکے گا اور نہ کوئی مددگار۔

یعنی میدانِ محشر میں صرف اللہ تعالیٰ کی دوستی اور مدد کام آسکتی ہے، دوسرے کی دوستی اور مدد نفع نہ دے گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يَوْمَ لَا يُغْنِي عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُونَ ○
(الطور ۔ ۴۶)

اس دن کافروں کی کوئی تدبیر ان کے ذرا سا بھی کام نہ آئے گی، اور نہ وہ کسی کی مدد حاصل کر سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ○
(الشوریٰ ۔ ۴۶)

ظلم کرنے والوں کے لئے (اس دن) اللہ کے علاوہ کوئی کارساز نہیں ہوں گے جو ان کی مدد کر سکیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ○
(فاطر ۔ ۳۷)

ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ○ (الاحزاب ۔ ۶۵)

کافر دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے، وہ وہاں نہ کوئی دوست پائیں گے اور نہ مددگار۔

الغرض قیامت کے دن کوئی کسی کے کام نہ آسکے گا، کسی سے سفارش قبول نہیں کی جائے گی، نہ کسی سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ کوئی کسی کی مدد حاصل کر سکے گا، انہی باتوں کو مجموعی طور پر ایک اور جگہ بھی بیان کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ○
(البقرۃ ۔ ۱۲۳)

اس دن سے ڈرو جس دن کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے ذرا سا بھی کام نہ آسکے گا، نہ کسی سے بدلہ قبول کیا جائے گا، نہ سفارش کسی کو فائدہ پہنچائے گی اور نہ وہ کسی کی مدد حاصل کر سکیں گے۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالیٰ کے احکام پر چلیئے، اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے رہیئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کیجئے، یہی چیزیں میدانِ محشر میں کام آنے والی ہیں انہی کے ذریعہ کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝ (الأحزاب ۔ ۷۱)

جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو وہ بیشک (بہت) بڑی کامیابی حاصل کرے گا۔

اور جس نے نافرمانی کی وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۝ (الجن ۔ ۲۳)

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اس کیلئے دوزخ کی آگ (تیار) ہے، اس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

اے لوگو، اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کی کوشش کیجئے، توحید پر قائم رہیئے، ہر کام اللہ تعالیٰ کی رضاء حاصل کرنے کے لئے کیجئے، یہی چیزیں روزِ محشر میں کام آنے والی ہیں، وہاں نہ بیعت کام آئے گی، نہ کسی کا دامن پکڑ لینا، نہ کسی کی ضمانت کام آئے گی اور نہ کسی کا نجات دلانے کا دعویٰ، وہاں تو بس وہ نیک عمل کام آئیں گے جو خالص توحید پر قائم رہتے ہوئے خالص اللہ ذو الجلال والاکرام کو خوش کرنے کیلئے کئے ہوں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہلِ خاندان سے بار بار فرمایا تھا کہ میں تمہارے کچھ کام نہیں آسکتا حتیٰ کہ آپ نے اپنی دختر نیک اختر حضرت فاطمہؓ سے فرمایا تھا۔

وَيَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَلِيْنِىْ مَا شِئْتِ مِنْ مَالِىْ لَآ اُغْنِىْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا (صحیح بخاری کتاب التفسیر (تفسیر سورۃ الشعرآء) جزء ۶/۱۴۰ و کتاب الوصایا جزء ۳/۸ و صحیح مسلم کتاب الایمان باب فی قولہ تعالیٰ وانذر عشیرتک الاقربین جزء اول ۱۱۴)

اے فاطمہ، اے محمد کی بیٹی، اپنی جان کو دوزخ سے بچاؤ۔ (رشتہ داری کا حق میں یہاں ادا کر سکتا ہوں) جو مال مجھ سے مانگنا ہو یہاں مانگ لو، (آخرت میں) اللہ کے سامنے میں تمہارے کچھ کام نہیں آسکتا۔

(وفی روایة لمسلم اَنْقِذِىْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ)

بھلا جب سید الاولین والآخرین، امام الانبیاء محبوب الٰہ، محمد مصطفٰے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی کے کام نہیں آسکتے تو کوئی اور کیا کسی کے کام آسکتا ہے، لوگو، کسی کے فریب میں نہ آئیے، بس اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں لگے رہیئے، اسی میں نجات ہے۔

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۴۹

ترجمہ اور اے بنی اسرائیل، وہ وقت یاد کرو جب ہم نے تم کو آلِ فرعون سے نجات دی۔ وہ تم کو بڑی تکلیف پہنچاتے تھے، تمہارے بیٹوں کو ذبح کر ڈالتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے، اس تکلیف میں تمہارے ربّ کی طرف سے تمہاری بڑی (زبردست) آزمائش تھی ۴۹

معانی و مصادر نَجَّيْنٰكُمْ، نَجّٰى، يُنَجِّيْ، تَنْجِيَةٌ (باب تفعیل) نجات دینا۔
(يَسُوْمُوْنَ) سَامَ، يَسُوْمُ، سَوْمٌ وَسُوَامٌ (ن) تکلیف دینا، ذلّت دینا سودا کرنا۔
(يَسْتَحْيُوْنَ) اِسْتَحْيَا، يَسْتَحْيِيْ، اِسْتِحْيَاءٌ (باب استفعال) شرمندہ ہونا، زندہ چھوڑنا۔
(بَلَاۗءٌ) بَلَا، يَبْلُوْ، بَلَاءٌ وَبَلْوٌ (ن) آزمانا۔
(عَظِيْمٌ) عَظُمَ، يَعْظُمُ، عِظَمٌ وَعَظَامَةٌ (ك) بڑا ہونا۔

تفسیر اوپر آیت ۴۷ سے ان انعاماتِ الٰہی کا بیان شروع ہوا ہے جو انعامات کہ وقتاً فوقتاً بنی اسرائیل پر ہوتے رہے ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دوسرے احسان کا ذکر فرمایا۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے بنی اسرائیل کو آلِ فرعون سے نجات دی جو ان کو طرح طرح کی

تکلیفیں پہنچاتے رہتے تھے، یہ تکلیفیں انتہائی شدید قسم کی تھیں، مثلاً وہ ان کے بیٹوں کو قتل کر دیا کرتے تھے، بیٹیوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے، گویا وہ بیٹوں کو قتل کر کے بنی اسرائیل کو صرف غم وصدمہ ہی سے دوچار نہیں کرتے تھے بلکہ اس طرح وہ ان کی نسل کو منقطع کر رہے تھے۔ ان کی اس نسل کشی کو اللہ تعالےٰ نے دوسرے مقامات پر بھی بیان فرمایا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ○
(الاعراف - ۱۴۱)

اور (اے بنی اسرائیل وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے تمہیں آلِ فرعون سے نجات دی جو تمہیں بڑی سخت تکلیفیں پہنچاتے تھے، تمہارے بیٹوں کو قتل کر دیتے تھے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے، اس (تکلیف) میں تمہارے ربّ کی طرف سے تمہاری بڑی آزمائش تھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ○
(ابراھیم - ۶)

اور جب موسےٰ نے اپنی قوم سے کہا (اے قوم) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو جو اس نے تم پر کی ہیں (مثلاً) آلِ فرعون سے تم کو نجات دی جو تم کو (طرح طرح) کی تکلیفیں پہنچاتے تھے، تمہارے بیٹوں کو ذبح کر دیتے تھے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے اور اس (تکلیف) میں تمہارے ربّ کی طرف سے تمہاری بڑی آزمائش تھی۔

اس تکلیف کے علاوہ فرعون نے بنی اسرائیل کو اپنا غلام بھی بنا رکھا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ○
(الشعرآء - ۲۲)

(جب فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنے احسان جتائے تو موسےٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا) کیا یہی احسان ہے جو تو مجھ پر رکھتا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے۔

الغرض اللہ تعالےٰ نے بنی اسرائیل کو ذلّت آمیز تکلیفوں سے نجات دی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ○	ہم نے بنی اسرائیل کو ذلّت آمیز تکالیف سے نجات دی۔

(حٰمٓ الدخان - ۳۰)

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۰﴾

ترجمہ اور (اے بنی اسرائیل، اس نعمت کو یاد کرو) جب ہم نے تمہارے (گذرنے کے) لئے سمندر کو پھاڑ دیا، پھر تم کو نجات دی اور آلِ فرعون کو (جو تمہارا پیچھا کر رہے تھے) غرق کر دیا اور تم (یہ سب کچھ) دیکھ رہے تھے ﴿۵۰﴾

معانی و مصادر (فَرَقْنَا) فَرَقَ، یَفْرُقُ، فَرْقٌ و فُرْقَانٌ (ن ن) علیحدہ کرنا، پھاڑنا۔
(اَنْجَیْنَا) اَنْجیٰ، یُنْجِی، اِنْجَاءٌ (باب انعال) نجات دینا۔
(اَغْرَقْنَا) اَغْرَقَ، یُغْرِقُ، اِغْرَاقٌ (باب انعال) غرق کرنا۔
(تَنْظُرُوْنَ) نَظَرَ، یَنْظُرُ، نَظَرٌ و مَنْظَرٌ و مَنْظَرَۃٌ و نَظَرَانٌ (ن س) دیکھنا۔

تفسیر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو تیسرا احسان یہ جتایا کہ اُس نے ایک خطرناک موقع پر ان کے لئے سمندر کو پھاڑ دیا، سمندر بیچ میں سے خشک ہو گیا، دونوں طرف پانی بڑے بڑے پہاڑوں کے مثل کھڑا ہو گیا، بنی اسرائیل نے اس خشک راستہ سے سمندر کو پار کر لیا، لیکن جب فرعون اور اس کی فوج نے جو بنی اسرائیل کا پیچھا کر رہے تھے سمندر کو پار کرنا چاہا اور وہ بیچ راستہ میں پہنچے تو سمندر کا پانی دونوں طرف سے مل گیا اور فرعون مع اپنی فوج کے اس میں غرق ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِیْنَ ﴿﴾

(الاعراف - ۱۳۶)

ہم نے آلِ فرعون سے بدلہ لیا اور انہیں سمندر میں غرق کر دیا اس لئے کہ وہ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے اور ان کی طرف سے غفلت برتتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَجَاوَزْنَا بِبَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ الْبَحْرَ فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُودُهُ بَغْيًا وَّعَدْوًا حَتّٰىٓ إِذَآ أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ آمَنْتُ أَنَّهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا الَّذِيٓ آمَنَتْ بِهِ بَنُوٓا إِسْرَآءِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ ○

(یونس۔ ۹۰)

ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار کر دیا فرعون اور اس کی فوج نے سرکشی اور ظلم و زیادتی کے ساتھ ان کا پیچھا کیا (وہ پار نہ کر سکے) یہاں تک کہ جب فرعون ڈوبنے لگا تو کہنے لگا کہ میں اس الٰہ پر ایمان لاتا ہوں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں، اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور (اب) میں بھی مسلمین میں سے ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَقَدْ أَوْحَيْنَآ إِلٰى مُوسٰىٓ أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِي فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا لَّا تَخَافُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ○ فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُودِهِ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ○

(طٰہٰ۔ ۷۷ و ۷۸)

ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ میرے بندوں کو ساتھ لے کر رات کے وقت یہاں سے نکل جاؤ، (جو) سمندر (راستہ میں ہے اس) میں (لاٹھی) مار کر ان کے لئے خشک راستہ بنا لو، اس طرح تمہیں نہ فرعون کے پکڑنے کا کوئی اندیشہ ہوگا اور نہ (ڈوبنے کا) ڈر، (الغرض موسیٰ مع بنی اسرائیل کے وہاں سے چل دئے) فرعون نے مع اپنی فوجوں کے ان کا پیچھا کیا تو سمندر کی موجوں نے انہیں اپنی لپیٹ میں لے لیا (اور غرق کر دیا)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَأَوْحَيْنَآ إِلٰى مُوسٰىٓ أَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ ○ وَأَزْلَفْنَا ثَمَّ الْآخَرِينَ ○ وَأَنْجَيْنَا مُوسٰى وَمَنْ مَّعَهُٓ أَجْمَعِينَ ○ ثُمَّ أَغْرَقْنَا الْآخَرِينَ ○ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَّمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِينَ ○

(الشعراء۔ ۶۳ تا ۶۷)

ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ سمندر پر اپنی لاٹھی مارو (انہوں نے لاٹھی ماری) تو سمندر پھٹ گیا، اور پانی دونوں طرف بڑے بڑے پہاڑوں کے مثل کھڑا ہو گیا، پھر ہم نے دوسروں کو یعنی آلِ فرعون کو بھی (ان کے) قریب کر دیا۔ موسیٰ اور ان کے سب ساتھیوں کو ہم نے نجات دی اور آلِ فرعون کو غرق کر دیا۔ اس واقعہ میں (عبرت کے لئے بہت بڑی) نشانی ہے لیکن پھر بھی ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

كَذَّبُوا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ○

(الانفال ۔ ۵۴)

آل فرعون نے اپنے ربّ کی نشانیوں کو جھٹلایا تو ہم نے اُن کو اُن کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کر دیا یعنی ہم نے ان سب کو غرق کر دیا اور وہ سب ظالم تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَلَمَّاۤ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ○

(الزخرف ۔ ۵۵، ۵۶)

جب آلِ فرعون نے ہمیں غصّہ دلایا تو ہم نے ان سے انتقام لیا اور ان سب کو ڈبو کر قصّہ پارینہ بنا دیا اور (ان کی ہلاکت کو) بعد والوں کے لئے عبرت بنا دیا۔

وَإِذْ وٰعَدْنَا مُوسٰىٓ أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَأَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۱﴾ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۲﴾

ترجمہ اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے موسٰی سے چالیس رات (اور دن کوہ طور پر رہنے) کا وعدہ لیا تو تم نے ان کے (طور پر جانے کے) بعد بچھڑے کو (معبود) بنالیا اور (اس طرح) تم نے (اپنی جانوں پر بڑا) ظلم کیا ﴿۵۱﴾ پھر (ہمارے اس احسان کو بھی یاد کرو کہ) ہم نے اس کے بعد تمہارے اس گناہ کو معاف کر دیا تاکہ تم شکر گزار بن جاؤ (یعنی راہ راست پر چلنے لگو اور سرکشیاں چھوڑ دو) ﴿۵۲﴾

معانی و مصادر (وٰعَدْنَا) وَاعَدَ، يُوَاعِدُ، مُوَاعَدَةٌ (باب مفاعلة) آپس میں عہد و پیمان کرنا۔

(اِتَّخَذْتُمْ) اِتَّخَذَ، يَتَّخِذُ، اِتِّخَاذٌ (باب افتعال) بنانا۔

(ظٰلِمُوْنَ) ظَلَمَ، يَظْلِمُ، ظُلْمٌ و ظَلْمٌ و مَظْلِمَةٌ (ض) کسی چیز کو بے محل رکھنا، ظلم کرنا۔

(عَفَوْنَا) عَفَا، يَعْفُوْ، عَفْوٌ (ن) معاف کر دینا، مٹا دینا، زیادہ کرنا یا ہونا۔

(تَشْكُرُوْنَ) شَكَرَ، يَشْكُرُ، شُكْرٌ و شُكُوْرٌ و شُكْرَانٌ (ن) شکر کرنا۔ قدردانی کرنا۔

تفسیر اللہ تعالٰے نے موسٰی علیہ السلام سے کوہِ طور پر اعتکاف کرنے کا وعدہ لیا، اس وعدے کا ذکر قرآن مجید میں ایک اور جگہ بھی ملتا ہے۔

اللہ تعالٰی فرماتا ہے:۔

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۔

(الاعراف - ۱۴۲)

ہم نے موسٰی سے تیس راتوں کا وعدہ لیا، پھر ان راتوں میں دس راتیں اور ملا کر مقررہ میعاد کو پورا کر دیا، اس طرح اس کے رب کی مقررہ میعاد چالیس رات پوری ہو گئی۔

مندرجہ بالا آیت اور آیت زیرِ تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ موسٰی علیہ السّلام سے جو وعدہ لیا گیا تھا اس کے دو حصّے تھے، پہلے تیس رات کا وعدہ لیا گیا پھر اس کے بعد مزید دس راتوں کا وعدہ لیا گیا اس طرح وعدہ کی کل میعاد چالیس رات ہو گئی، اس وعدہ کے مطابق موسٰی علیہ السّلام کو تیس رات یا چالیس رات کا اعتکاف کرنا تھا، تیس رات یا چالیس رات میں سے کسی ایک مدّت کا مقرر کرنا اور اس مدّت میں اعتکاف کرانا اللہ تعالٰی کی مرضی پر موقوف تھا، الغرض موسٰی علیہ السّلام حسبِ وعدہ طور پر پہنچے۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۔

(الاعراف - ۱۴۳)

جب موسٰی ہمارے مقرر کئے ہوئے وقت پر (کوہِ طور) پہنچے اور ان کے ربّ نے ان سے باتیں کیں۔

(ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهٖ) تو اے بنی اسرائیل ان کے جانے کے بعد تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا۔

اللہ تعالٰی فرماتا ہے:۔

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ○

(الاعراف - ۱۴۸)

موسٰی کے جانے کے بعد ان کی قوم نے اپنے زیورات سے بچھڑے کا ایک مجسّمہ بنا لیا جس میں سے بیل کی آواز نکلتی تھی (پھر اس کی پوجا کرنے لگے، پوجا کرتے وقت) انہوں نے یہ کیوں نہ دیکھا کہ وہ بچھڑا نہ ان سے بات کرتا تھا اور نہ ان کو راہِ راست بتاتا تھا۔ ایسی حالت میں انہوں نے اس کو (معبود) بنا کر (اپنی جانوں پر) بڑا ظلم کیا۔

(ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ) اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ اے بنی اسرائیل پھر ہم نے تمہارا اتنا بڑا قصور بھی معاف

کر دیا۔ یہ ہمارا تم پر چوتھا احسان تھا۔

اللہ تعالیٰ ایک اور جگہ فرماتا ہے :۔

ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ (النسآء ۔ ۱۵۳)

(پھر بنی اسرائیل) نے واضح دلائل آجانے کے بعد بچھڑے کو معبود بنالیا، لیکن ہم نے معاف کر دیا۔

(لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ) معافی کا مقصد یہ تھا کہ (اے بنی اسرائیل) تم میرا شکر ادا کرتے، مجھ سے کئے ہوئے وعدوں کے مطابق عمل کرتے اور میرے آخری نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آتے (لیکن افسوس ہے کہ تم شکر ادا نہیں کرتے اور اپنے وعدے پورے نہیں کرتے)۔

وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾

ترجمہ اور (اے بنی اسرائیل وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے موسٰی کو کتاب اور حق و باطل میں تمیز کرنے والی چیز عطا فرمائی تاکہ تم ہدایت یاب ہو جاؤ ﴿۵۳﴾

معانی و مصادر (اٰتَیْنَا) اٰتٰی ، یُؤْتِیْ ، اِیْتَاءٌ (باب افعال) دینا۔ (مادّہ ا ت ی ہے۔

(فُرْقَانٌ) فَرَقَ ، یَفْرُقُ ، فَرْقٌ و فُرْقَانٌ (ض ن) علیحدہ کرنا ، پھاڑنا ، کنگھی کرنا۔

(فُرْقَان = دلیل ، حق و باطل میں فرق کر دینے والی چیز)۔

(تَهْتَدُوْنَ) اِهْتَدٰی ، یَهْتَدِیْ ، اِهْتِدَاءٌ (باب افتعال) ہدایت پانا۔

تفسیر اس آیت میں اللہ تعالٰی نے اپنے پانچویں احسان کا ذکر فرمایا۔
اللہ تعالٰی فرماتا ہے :۔

اے بنی اسرائیل ، ہم نے تمہاری ہدایت کے لئے کتاب اور فرقان نازل کر کے تم پر بڑا احسان کیا تمہیں چاہیئے کہ اس احسان کا شکر ادا کرو اور ہمارا حکم مانو ، ہماری ہدایت کے مطابق زندگی گذارو۔

اللہ تعالٰی فرماتا ہے :۔

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ○

(الانعام ۔ ۱۵۵)

پھر ہم نے موسٰی کو (ایسی) کتاب دی جو نیکی کرنے والوں پر (ہماری) نعمت کی تکمیل کرتی تھی ، جس میں ہر چیز کا علیحدہ علیحدہ بیان تھا ، جو ہدایت بھی تھی اور رحمت بھی (اور یہ سب کچھ اس لئے کیا گیا تھا) تاکہ بنی اسرائیل (قیامت کے دن) اپنے ربّ کی ملاقات پر ایمان لے آئیں۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے :۔

وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ۔

(ھود ۔ ۱۷)

اس (قرآن) سے پہلے موسٰی کو جو کتاب دی گئی تھی وہ (راہ ہدایت کی) طرف رہنمائی کرتی تھی

(الاحقاف - ۱۲)

اور وہ (اللہ کی بہت بڑی) رحمت تھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

(بنی اسرآئیل - ۲)

ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کو بنی اسرائیل کے لئے باعث ہدایت بنایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ○

(المؤمنون - ۴۹)

ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی تاکہ بنی اسرائیل ہدایت حاصل کریں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى وَاَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ ○ هُدًى وَّذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ○

(المؤمن - ۵۳ و ۵۴)

ہم نے موسیٰ کو (کتاب) ہدایت عطاء کی اور بنی اسرائیل کو اس کتاب کا وارث بنایا، وہ کتاب عقل والوں کے لئے ہدایت اور نصیحت تھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ○

(الانبیاء - ۴۸)

ہم نے موسیٰ اور ہارون کو حق و باطل میں فرق کرنے والی چیز (ہدایت کی) روشنی اور متقیوں کے لئے نصیحت (آموز کتاب) عطاء کی تھی۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ
اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ
الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ
فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ
لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ
عَلَيْكُمْ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۴﴾

ترجمہ اور (وہ وقت یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر اپنی جانوں پر (بڑا) ظلم کیا، اب اپنے پیدا کرنے والے سے توبہ کرو، آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرو، تمہارے پیدا کرنے والے کے نزدیک یہی چیز تمہارے لئے بہتر ہے، پھر اللہ نے تمہاری توبہ قبول کی، بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا، رحم کرنے والا ہے ﴿۵۴﴾

معانی و مصادر (اِتِّخَاذٌ) اِتَّخَذَ، يَتَّخِذُ، اِتِّخَاذٌ (باب افتعال) بنانا۔
(تُوْبُوْا) تَابَ، يَتُوْبُ، تَوْبٌ، تَوْبَةٌ وتَابَةٌ ومَتَابٌ (ن) رجوع کرنا، توبہ کرنا۔

(بَارِئٌ) بَرَأَ، يَبْرَأُ، بَرْءٌ و بُرُوْءٌ (ف) پیدا کرنا۔
[بَارِئٌ اسم فاعل ہے جس کے معنیٰ پیدا کرنے والے کے ہیں، ب ر ء مادہ ہے]

(رَحِیْمٌ) رَحِمَ، یَرْحَمُ، رُحْمٌ و رَحْمَۃٌ (س) رحم کرنا۔

تفسیر بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کی غیر موجودگی میں بچھڑے کو معبود بنالیا، پھر آپس میں کہنے لگے:۔

هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى فَنَسِيَ ○ (طٰہٰ - ۸۸)

یہ ہے تمہارا اِلٰہ اور موسیٰ کا الٰہ، موسیٰ تو بھول گئے (کہ اس کو چھوڑ کر اللہ کو الٰہ بنالیا)۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ان کو سخت سزا دی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ ○ (الاعراف - ۱۵۲)

بے شک جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنالیا وہ عنقریب اپنے ربّ کے غضب میں مبتلا ہوں گے، مزید برآں انہیں دنیا کی زندگی میں ذلت بھی نصیب ہوگی، (انہوں نے بچھڑے کو معبود بناکر افترا پردازی کی) اور افترا پردازی کرنے والوں کو ہم اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں۔

بنی اسرائیل نے بچھڑے کو معبود بناکر اپنی جانوں پر خود ظلم کیا، پوری قوم اس شرک میں مبتلا ہوگئی، لہٰذا اللہ تعالیٰ کا غضب اس صورت میں نازل ہوا کہ ان کو حکم دیا گیا (فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ) اپنے آپ کو قتل کر ڈالو یعنی آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرو، "اَنْفُسَكُمْ" کے معنی ہیں آپس میں ایک دوسرے کو، مندرجہ ذیل آیت میں بھی "اَنْفُسَكُمْ" اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ○ (البقرۃ - ۸۴)

اور (اے بنی اسرائیل) جب ہم نے تم سے عہد لیا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کا خون نہ بہانا اور نہ آپس میں ایک دوسرے کو ان کے وطن سے نکالنا تو تم نے اقرار کیا اور تم اس کے گواہ ہو۔

غرض یہ کہ بنی اسرائیل نے ایک دوسرے کو قتل کیا، وہ اپنے کئے پر نادم ہوئے اور مغفرت کی دعائیں کرنے لگے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا

جب بنی اسرائیل نادم ہوئے اور یہ سمجھ گئے کہ وہ گمراہ ہوگئے تو اس طرح کہنے لگے کہ اگر ہمارا رب

وَ يَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ (الاعراف ۔ ۱۴۹)

ہم پر رحم نہ فرمائے اور ہمیں معاف نہ کرے تو ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائینگے ۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے قتلِ عام سے بچ جانے والے لوگوں کے قصور کو معاف کر دیا ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل اس احسان کو یاد کرو کہ (فَتَابَ عَلَيْكُمْ إِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ) اس نے تمہیں معاف کر دیا اور بے شک وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے ۔

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۶﴾

ترجمہ اور (اے بنی اسرائیل وہ وقت یاد کرو) جب تم نے موسیٰ نے کہا تھا کہ (اے موسیٰ) ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک اللہ کو علانیہ نہ دیکھ لیں، (تمہارے اس مطالبہ پر) تمہارے دیکھتے دیکھتے بجلی نے تمہیں پکڑ لیا (اور بجلی سے تمہاری موت واقع ہو گئی) ﴿۵۵﴾ پھر ہم نے تمہاری موت کے بعد تمہیں زندہ کر دیا تاکہ تم ہمارا احسان مانو (اور) شکر گزار (بندے) بن جاؤ ﴿۵۶﴾

معانی و مصادر (نَرٰی) رَاٰی، یَرٰی، رَاْیٌ، رُؤْیَةٌ و رَاءَةٌ (ف) دیکھنا۔
(جَهْرَةً) جَهَرَ، یَجْهَرُ، جَهْرٌ و جِهَارٌ و جَهْرَةٌ (ف) اعلان کرنا، بے حجاب دیکھنا، کھول دینا۔
(اَخَذَتْ) اَخَذَ، یَاْخُذُ، اَخْذٌ و تَاْخَاذٌ (ن) پکڑنا، لینا۔
(صَاعِقَةٌ) صَعِقَ، یَصْعَقُ، صَاعِقَةٌ (ف) آسمان سے آگ برسانا، بجلی سے ہلاک کرنا۔
(بَعَثْنَا) بَعَثَ، یَبْعَثُ، بَعْثٌ (ف) بھیجنا، مردے کو زندہ کر دینا، کھڑا کرنا۔
(تَشْكُرُوْنَ) شَكَرَ، یَشْكُرُ، شُكْرٌ و شُكُوْرٌ و شُكْرَانٌ (ن) احسان ماننا، شکر ادا کرنا۔

تفسیر ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے اپنے چھٹے احسان کا ذکر کیا، بنی اسرائیل نے کوہِ طور پر پہنچ کر مطالبہ کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کو علانیہ دیکھنا چاہتے ہیں، ان کے اس مطالبہ پر اللہ تعالےٰ نے ایک عذاب بھیجا۔ وہ عذاب زلزلہ اور صاعقہ کی صورت میں تھا، زلزلہ آیا، بجلی گری، اور بجلی کے گرنے سے وہ لوگ ہلاک ہو گئے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاخْتَارَ مُوسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا، فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ، اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا، اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِيْنَ ○

(الأعراف - ۱۵۵)

موسیٰ نے ہمارے مقرر کردہ وقت پر (حاضری کے لئے) اپنی قوم میں سے ستر آدمیوں کو منتخب کیا (اور انہیں کوہِ طور پر لے گئے، چند نادان لوگوں نے اللہ کو علانیہ دیکھنے کا مطالبہ کیا) تو ایک زلزلہ نے انہیں پکڑ لیا (اور وہ سب ہلاک ہو گئے) موسیٰ نے کہا، اے میرے ربّ، اگر تو چاہتا تو انہیں اور مجھے پہلے ہی ہلاک کر دیتا، کیا تو اس مطالبہ پر جو ہم میں سے (چند) نادان لوگوں نے کیا تھا، ہم سب کو ہلاک کر دے گا، یہ تیری آزمائش ہے تو اپنی آزمائش میں جس کو چاہے (ناکام کر کے) گمراہ کر دے اور جس کو چاہے (کامیاب کر کے) ہدایت کے راستہ پر چلائے، تو ہمارا کارساز ہے، ہمیں معاف فرما دے، ہم پر رحم فرما، اور (اے اللہ) تو بہتر معاف کرنے والا ہے۔

الغرض اللہ تعالیٰ کا یہ احسان تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کی دعاء کی برکت سے ان سب کو معاف کر دیا، انہیں دوبارہ زندہ کر دیا تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کا احسان مانیں اور شکر ادا کریں اور آئندہ نیک عمل کرتے رہیں، کسی قسم کا گستاخانہ مطالبہ نہ کریں۔

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى، كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۵۷﴾

ترجمہ اور (اے بنی اسرائیل وہ وقت یاد کرو جب) ہم نے تم پر بادلوں کا سایہ کیا اور (تمہارے کھانے کے لئے) تم پر منّ و سلوٰی نازل کیا (پھر ہم نے کہا) جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تم کو دی ہیں ان کو کھاتے رہو، (لیکن تمہارے بزرگوں نے ان کی قدر نہیں کی تو) انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے، (انہوں نے اللہ کا کوئی نقصان نہیں کیا بلکہ وہ اپنا نقصان کر رہے تھے) ﴿۵۷﴾

معانی ومصادر

(ظَلَّلْنَا) ظَلَّلَ، يُظَلِّلُ، تَظْلِيْلٌ (باب تَفْعِيْل) سایہ کرنا۔

(غَمَامَ) غَمَّ، يَغُمُّ، غَمٌّ (ن) ڈھانکنا، رنج پہنچانا۔

غَمَامٌ۔ بادل، اس کی جمع غَمَائِم ہے، بادل کے ٹکڑے کو غَمَامَةٌ کہتے ہیں۔

(اَنْزَلَ) اَنْزَلَ، يُنْزِلُ، اِنْزَالٌ (باب افعال) اتارنا، مہمان کو اتارنا۔

(كُلُوْا) اَكَلَ، يَاْكُلُ، اَكْلٌ ومَاْكَلٌ (ن) کھانا۔

(طَيِّبٰتِ) طَابَ، يَطِيْبُ، طِيْبٌ وطَابٌ وطِيْبَةٌ وتَطْيَابٌ (ض) اچھا اور خوشگوار ہونا، خوشحال ہونا۔

طَیِّبٌ = پاکیزہ۔ اس کا مؤنث طَیِّبَۃٌ اور طَیِّبَۃٌ کی جمع طَیِّبَات ہے۔
(رَزَقْنَا) رَزَقَ، یَرْزُقُ، رَزْقٌ (ن) دینا، رزق پہنچانا۔
(ظَلَمُوْا و یَظْلِمُوْنَ) ظَلَمَ، یَظْلِمُ، ظُلْمٌ و ظَلْمٌ و مَظْلِمَۃٌ (ض) کسی چیز کو بے محل رکھنا۔ ظلم و زیادتی کرنا، حق تلفی کرنا۔

تفسیر ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے اپنے دو مزید احسانوں کا ذکر کیا، ایک بادلوں کا سایہ کرنا، دوسرے منّ و سلوٰی نازل کرنا۔

منّ و سلوٰی کا ذکر ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ اس طرح کرتا ہے:۔

یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ قَدْ اَنْجَیْنٰکُمْ مِّنْ عَدُوِّکُمْ وَوٰعَدْنٰکُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَیْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَیْکُمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰی ○ کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ

(طٰہٰ ۔ ۸۰ و ۸۱)

اے بنی اسرائیل، (ہمارے احسانات کو یاد کرو) ہم نے تمہیں تمہارے دشمن سے نجات دی (یعنی فرعون کے ظلم سے تمہیں بچایا) اور (تمہاری حاضری کے لئے) کوہ طور کی داہنی جانب کا تم سے وعدہ کیا اور تم پر منّ و سلوٰی نازل کیا (پھر تم سے کہا) جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تم کو دی ہیں ان کو (آرام سے) کھاتے رہو۔

آیتِ بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ منّ و سلوٰی دو پاکیزہ چیزیں تھیں، جو بنی اسرائیل کے کھانے کے لئے نازل ہوئی تھیں۔

بنی اسرائیل کو جب فرعون سے نجات ملی تو وہ کوہِ طور کے قرب و جوار کے علاقہ وادیٔ سینا میں آباد ہوئے، وادیٔ سینا میں نہ کہیں سایہ تھا اور نہ کھیتی باڑی، اللہ تعالےٰ نے بنی اسرائیل پر یہ احسان کیا کہ بادلوں کا سایہ کردیا اور منّ و سلوٰی نازل کرکے ان کے کھانے کا انتظام فرمادیا، بادلوں کا سایہ کرنا اللہ تعالیٰ کا ساتواں اور منّ و سلوٰی نازل کرنا اللہ تعالےٰ کا آٹھواں انعام تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلْکَمْاَۃُ مِنَ الْمَنِّ وَمَاؤُھَا شِفَاءٌ لِّلْعَیْنِ (صحیح بخاری کتاب التفسیر باب تفسیر سورۃ البقرۃ جزء ۶ صـ۲۲ و صحیح مسلم کتاب الاشربۃ باب فضل الکمأۃ جزء ۲ صـ۲۱۹)

کنبھی منّ سے (تعلق) رکھتی ہے اور اس کا پانی آنکھ کے لئے شفاء ہے۔

(نوٹ:۔ کنبھی ایک خودرو جڑی بوٹی ہے جو فصل ربیع میں زمین کے نیچے پائی جاتی ہے)

وَ اِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ
فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا
وَّ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا
حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ وَ
سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٥٨﴾ فَبَدَّلَ
الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ
قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ
ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا
كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿٥٩﴾

ترجمہ اور (اے بنی اسرائیل وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے کہا اس بستی میں داخل ہو جاؤ اور اس میں جہاں سے تم چاہو خوب کھاؤ (پیو) اور جب (بستی کے) دروازے میں داخل ہونا تو سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا اور "حِطَّةٌ" کہنا، ہم تمہارے گناہوں کو معاف کر دیں گے اور نیکی کرنے والوں کو اس سے زائد کچھ اور بھی عطاء کریں گے (۵۸) پھر (جب وہ بستی میں داخل ہوئے تو) ظالم لوگوں نے اس لفظ کے بدلہ جو ان سے کہا گیا تھا دوسرا لفظ اختیار کر لیا تو ہم نے ان ظالموں پر آسمان سے عذاب نازل کیا اور یہ (عذاب) اس لئے (نازل کیا) کہ وہ مسلسل نافرمانیاں کر رہے تھے (۵۹)

معانی و مصادر (اُدْخُلُوا) دَخَلَ، يَدْخُلُ، دُخُولٌ و مَدْخَلٌ (ن) داخل ہونا۔

(شِئْتُمْ) شَآءَ، يَشَآءُ، شَىْءٌ و مَشِيْئَةٌ و مَشَاءَةٌ (ف) چاہنا

(رَغَدًا) رَغِدَ، يَرْغَدُ، رَغَدٌ (س) خوشحال ہونا، بافراغت ہونا۔

(سُجَّدًا) سَجَدَ، يَسْجُدُ، سُجُوْدٌ (ن) سجدہ کرنا، جھکنا۔

[اسم فاعل ساجد ہے اور اس کی جمع سُجَّدٌ اور سُجُوْدٌ ہے]

(حِطَّةٌ) حَطَّ، يَحُطُّ، حَطٌّ (ن) اترنا، اتارنا۔

[حِطَّةٌ ۔ گناہ معاف کرنے کی درخواست]

(نَغْفِرْ) غَفَرَ، يَغْفِرُ، غَفْرٌ و غَفِيْرٌ و غَفِيْرَةٌ و غُفْرَانٌ و مَغْفِرَةٌ و غُفُوْرٌ (ض) معاف کرنا

(خَطَايَا) خَطِئَ، يَخْطَأُ، خِطْأٌ و خِطَاءَةٌ (س) گناہ کرنا۔

[خَطِيْئَةٌ ۔ گناہ، اس کی جمع خَطَايَا]

(نَزِيْدُ) زَادَ، يَزِيْدُ، زَيْدٌ و زِيَادَةٌ و مَزِيْدٌ و زَيْدَانٌ (ض) بڑھنا، بڑھانا۔

(مُحْسِنِيْنَ) اَحْسَنَ، يُحْسِنُ، اِحْسَانٌ (باب افعال) نیکی کرنا۔

(بَدَّلَ) بَدَّلَ، يُبَدِّلُ، تَبْدِيْلٌ (باب تفعیل) بدل دینا، بدل لینا۔

(رِجْزًا) رِجْزٌ ۔ عذاب، گناہ، گندگی، بت پرستی۔

(يَفْسُقُوْنَ) فَسَقَ، يَفْسُقُ، فِسْقٌ و فُسُوْقٌ (ن و ك و ض) طریق حق سے نکل جانا، اطاعت سے خروج کرنا، بدکاری کرنا۔

تفسیر بنی اسرائیل کو بے مشقت منّ و سلویٰ جیسی بہترین غذا مل رہی تھی لیکن وہ اس غذا پر صبر نہ کر سکے، کہنے لگے:۔

لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ
(البقرة : ۶۱)

ہم ایک کھانے پر صبر نہیں کر سکتے لہٰذا آپ ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمارے لئے وہ چیزیں پیدا کر دے جو چیزیں زمین اُگاتی ہے۔

اس موقع پر اُن سے موسٰی علیہ السلام نے کہا:۔
اس بستی (کو فتح کر کے اس) میں داخل ہو جاؤ، پھر جو تمہارا جی چاہے کھاؤ (پیو)، بنی اسرائیل نے بزدلی کا ثبوت دیا اور لڑنے سے انکار کر دیا۔
کہنے لگے:۔

فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُونَ ○
(المائدۃ - ۲۴)

(اے موسٰی) آپ جائیں اور آپ کا ربّ، آپ دونوں لڑیں، ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔

اس جواب پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً ۛ يَتِيهُونَ فِي الْأَرْضِ ۚ فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِينَ ○
(المائدۃ - ۲۶)

وہ بستی اب اُن پر چالیس سال تک کے لئے روک دی گئی (اب) یہ اسی (بے آب وگیاہ) زمین میں سرگردان پھرتے رہیں گے تو (اے موسٰی) آپ ان فاسق لوگوں کے معاملہ میں کسی قسم کا رنج وافسوس نہ کریں۔

پھر چالیس سال کے عرصہ کے بعد جب انہوں نے اس بستی کو فتح کر لیا تو انہوں نے پھر نافرمانی کی، ان سے کہا گیا تھا کہ اس بستی میں (بطور شکرانہ کے) سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا اور "حِطَّةٌ" کہتے رہنا یعنی اللہ تعالےٰ سے استغفار کرنا، اپنے گناہوں کی معافی مانگنا، اللہ تعالےٰ تمہارے گناہوں کو معاف کردے گا اور نیکی کرنے والوں کو اور بھی بہت سی نعمتیں عطا فرمائے گا لیکن انہوں نے اللہ تعالیٰ کی صریح نافرمانی کی، بجائے سجدہ کرنے کے کولھوں کے بل داخل ہوئے اور بجائے حِطَّةٌ کے حَبَّةٌ فِي شَعَرَةٍ کہنے لگے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

قِيلَ لِبَنِي إِسْرَائِيلَ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ نَغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ فَبَدَّلُوا فَدَخَلُوا يَزْحَفُونَ عَلَى أَسْتَاهِهِمْ وَقَالُوا حَبَّةٌ فِي شَعَرَةٍ (صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۃ الاعراف جزء ۶ ص۶۷ وصحیح مسلم کتاب التفسیر جزء ۲ ص۴۰۵)

بنی اسرائیل سے کہا گیا تھا کہ (شہر کے) دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا اور حِطَّةٌ کہتے رہنا، لیکن انہوں نے (اس لفظ کو) بدل دیا اور کولھوں کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے اور حِطَّةٌ کے بجائے حَبَّةٌ فِي شَعَرَةٍ یعنی "بال میں دانہ" کہنے لگے۔

زمین کی پیداوار یعنی غلّہ، دال وغیرہ کی خواہش میں وہ لوگ اتنے مستغرق تھے کہ ان کی زبان سے بھی اس خواہش کا اظہار ہو رہا تھا۔ ان کی سرکشی کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ کہا جاتا تھا بالکل اس کے برعکس کرتے تھے گویا اللہ تعالےٰ کے احکام کا مذاق اڑاتے تھے۔

(فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا) اللہ تعالیٰ نے اس مذاق اور سرکشی کی سزا میں آسمان سے عذاب نازل کیا (بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ) اور اس عذاب کی وجہ صرف یہی تھی کہ وہ مسلسل نافرمانی کر رہے تھے، اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی مسلسل نافرمانی کرتا ہے اس پر اسی طرح عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے، لہٰذا (اے رسول) اگر یہ بنی اسرائیل آپ پر ایمان نہیں لاتے تو یہ بھی عذابِ الٰہی میں مبتلا ہو سکتے ہیں، یہ اگر سرکشی سے آپ کی رسالت کا انکار کر رہے ہیں تو آپ کو غمگین ہونے کی ضرورت نہیں، ان کی تو ہمیشہ سے یہی عادت رہی ہے، آپ کے ساتھ کوئی نئی بات نہیں۔

اسی مضمون کو اللہ تعالیٰ ایک اور مقام پر اس طرح بیان کرتا ہے:۔

وَاِذْ قِیْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْیَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا حَیْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِیْٓـٰٔتِكُمْ سَنَزِیْدُ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ فَبَدَّلَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَیْرَ الَّذِیْ قِیْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا یَظْلِمُوْنَ ۝

(الأعراف - ۱۶۱ و ۱۶۲)

اور (اے رسول، آپ اس وقت کو یاد کریں) جب ان سے کہا گیا تھا کہ اس شہر میں سکونت اختیار کرو اور اس میں جہاں سے تمہارا جی چاہے کھاؤ (پیو) اور جب (شہر کے) دروازے میں داخل ہونا تو حِطَّۃٌ کہتے ہوئے اور سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا (اگر تم نے ایسا کیا تو) ہم تمہارے گناہ معاف کر دیں گے اور نیکی کرنے والوں کو کچھ اور بھی دیں گے، لیکن ان میں سے جو ظالم و سرکش لوگ تھے، انہوں نے جس لفظ کا حکم ان کو دیا گیا تھا اس کو بدل دیا اور اس کی جگہ دوسرا لفظ کہنے لگے تو ہم نے اُن پر انکے ظلم و زیادتی کی وجہ سے جو وہ (مسلسل) کر رہے تھے، آسمان سے عذاب نازل کیا۔

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا
اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ
مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ، قَدْ عَلِمَ
كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا
مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِى
الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۶۰﴾

ترجمہ

اور (اے بنی اسرائیل وہ وقت یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم کے واسطے پانی کے لئے دعاء کی تو ہم نے ان سے کہا کہ اپنی لاٹھی کو پتھر پر مارو (انہوں نے حکم کی تعمیل کی) تو اس پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے، تمام لوگوں نے اپنے اپنے گھاٹ کو پہچان لیا (اور پانی سے سیراب ہو گئے موسیٰ نے کہا) اللہ کے رزق میں سے کھاؤ اور پیو اور زمین میں فساد برپا نہ کرو ﴿۶۰﴾

معانی ومصادر

اِسْتَسْقٰى، يَسْتَسْقِىْ، اِسْتِسْقَاءٌ (باب استفعال) پانی مانگنا، پینے کے لئے کوئی چیز طلب کرنا۔ [اس کا مادہ س ق ی ہے]

(اِضْرِبْ) ضَرَبَ، يَضْرِبُ، ضَرْبٌ (ض) مارنا، بیان کرنا، مہر لگانا، نکلنا۔

(اِنْفَجَرَتْ) اِنْفَجَرَ، يَنْفَجِرُ، اِنْفِجَارٌ (باب انفعال) جاری ہونا، پھوٹ پڑنا، صبح ہونا۔

(عَلِمَ) عَلِمَ، يَعْلَمُ، عِلْمٌ (س) جان لینا، علم ہونا، پہچان لینا۔

(مَشْرَبَ) (اِشْرَبُوْا) شَرِبَ، یَشْرَبُ، شُرْبٌ و شَرْبٌ و شِرْبٌ و مَشْرَبٌ (س) پینا۔
(کُلُوْا) اَکَلَ، یَاْکُلُ، اَکْلٌ و مَاْکَلٌ (ن) کھانا۔
(لَا تَعْثَوْا) عَثَا، یَعْثُوْ عُثُوٌّ (ن) و عَثَیَ، یَعْثِیْ و یَعْثَیْ و عَثِیَ، یَعْثَیْ، عُثِیٌّ و عِثِیٌّ و عَثَیَانٌ (ض، س، ف) فساد پھیلانا۔
(مُفْسِدِیْنَ) اَفْسَدَ، یُفْسِدُ، اِفْسَادٌ (باب افعال) فساد برپا کرنا۔
(اُنَاس) اَنِسَ، یَاْنَسُ، وَاُنْسَ، یَاْنَسَ، اَنَسٌ و اَنَسَۃٌ (س ک) و اَنَسَ، یَاْنِسُ اُنْسٌ (ض) مانوس ہونا۔
اُنَاس = اِنْسِیٌّ اور اَنَسِیٌّ کی جمع اِنْسٌ اسم جنس ہے۔ اَنَسِیٌّ اور اِنْسِیٌّ = ایک آدمی یا ایک انسان۔

تفسیر بنی اسرائیل ایسی سرزمین میں آباد تھے جہاں نہ پانی کے چشمے تھے نہ دریا، موسیٰ علیہ السلام نے پانی کے لئے دعا کی، اللہ تعالےٰ نے حکم دیا کہ پتھر پر اپنی لاٹھی مارو، انہوں نے لاٹھی ماری پانی کے بارہ چشمے پھوٹ نکلے، یہ اللہ تعالیٰ کا نواں احسان تھا جو اس نے بنی اسرائیل پر کیا تھا۔
بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے، اسی مناسبت سے اللہ تعالےٰ نے بارہ چشمے جاری کر دیے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَقَطَّعْنٰھُمُ اثْنَتَیْ عَشْرَۃَ اَسْبَاطًا اُمَمًا وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اِذِ اسْتَسْقٰہُ قَوْمُہٗٓ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاکَ الْحَجَرَ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْہُ اثْنَتَا عَشْرَۃَ عَیْنًا قَدْ عَلِمَ کُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَھُمْ وَظَلَّلْنَا عَلَیْھِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَیْھِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی، کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰکِنْ کَانُوْٓا اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ ۝

(الاعراف - ۱۶۰)

اور ہم نے بنی اسرائیل کو بارہ قبیلوں میں تقسیم کر کے ہر ایک قبیلہ کو ایک بڑی جماعت بنا دیا، پھر جب موسیٰ سے ان کی قوم نے پانی مانگا تو ہم نے موسیٰ سے کہا کہ اپنی لاٹھی کو پتھر پر مارو، (انہوں نے ایسا ہی کیا) تو اس پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے، تمام لوگوں نے (یعنی تمام قبیلوں نے) اپنے اپنے گھاٹ کو پہچان لیا اور ہم نے (بنی اسرائیل پر یہ احسان بھی کیا کہ) اُن پر بادلوں کا سایہ کر دیا اور ان پر منّ و سلویٰ نازل کیا، (پھر ان سے کہا) جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تم کو دی ہیں انہیں کھاؤ، (پیو) لیکن (وہ سرکشی کرتے رہے تو ہم ان پر عذاب بھیجتے رہے اور ان پر سختیاں کرتے رہے) اس طرح انہوں نے ہمارا کچھ نہیں بگاڑا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے (یعنی اپنا ہی نقصان کر رہے تھے)۔

وَ اِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى
طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ
يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ
بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَ فُوْمِهَا وَعَدَسِهَا
وَ بَصَلِهَا قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ
الَّذِىْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ
اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ
وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَ الْمَسْكَنَةُ
وَ بَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ

بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿٦١﴾

ترجمہ اور (اے بنی اسرائیل وہ وقت یاد کرو) جب تم نے کہا، اے موسیٰ ہم ہرگز ایک کھانے پر صبر نہیں کر سکتے۔ لہٰذا آپ ہمارے لئے اپنے رب سے دعاء کریں کہ وہ ہمارے لئے وہ چیزیں پیدا کرے جو زمین سے اُگتی ہیں (مثلاً) زمین سے اگنے والی سبزیاں و ترکاریاں، ککڑیاں و کھیرے گیہوں، مسور اور پیاز (وغیرہ)۔ موسےٰ نے کہا، کیا تم بہتر چیزوں کے بدلہ میں ادنیٰ چیزیں طلب کرتے ہو (یہ تو بڑی بے وقوفی ہے اور اگر تمہارا اسی پر اصرار ہے تو) کسی شہر میں اترو، وہاں بے شک تمہیں وہ چیزیں مل جائیں گی جن کا تم نے سوال کیا ہے (مثال کے طور پر ارض مقدس پر حملہ کرو اور اس کے رہنے والوں کو شکست دے کر اس پر قبضہ کر لو، پھر وہاں اپنی پسندیدہ چیزیں خوب کھاؤ اور پیو، لیکن انہوں نے جنگ سے گریز کیا تو) ان پر ذلت اور محتاجی مسلط کر دی گئی، وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہو گئے، یہ اس لئے ہوا کہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے، نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے اور یہ اس لئے بھی ہوا کہ وہ بار بار نافرمانی اور ظلم و زیادتی کرتے تھے (اور حدودِ شرعیہ سے آگے بڑھ جایا کرتے تھے) ﴿٦١﴾

معانی و مصادر (نَصْبِرَ) صَبَرَ، يَصْبِرُ، صَبْرٌ (ض) استقامت رکھنا، روکنا۔
(اُدْعُ) دَعَا، يَدْعُوْ، دُعَاءٌ و دَعْوٰی (ن) پکارنا، مدد مانگنا، دعاء کرنا۔
(يُخْرِجْ) اَخْرَجَ، يُخْرِجُ، اِخْرَاجٌ (باب افعال) نکالنا، خراج دینا۔
(تُنْبِتُ) اَنْبَتَ، يُنْبِتُ، اِنْبَاتٌ (باب انعال) اُگنا، اگانا۔
(بَقْل) بَقَلَ، يَبْقُلُ، بَقْلٌ و بُقُوْلٌ (ن) ظاہر ہونا، اگانا۔
اَلْبَقْلُ = سبزی، ترکاری]
قِثَّآءٌ = ککڑی۔
فُوْمٌ = گیہوں، غلہ۔

عَدَس = مسور
بَصَل = پیاز۔
(تَسْتَبْدِلُوْنَ) اِسْتَبْدَلَ، یَسْتَبْدِلُ، اِسْتِبْدَالٌ (باب استفعال) بدل لینا۔
(اَدْنٰی) دَنَا، یَدْنُوْا، دُنُوٌّ و دَنَاوَۃٌ (ن) قریب ہونا۔
[اسم فاعل = دَانٍ، اسم صفت = دَنِیٌّ، اسم تفضیل = اَدْنٰی]۔
(اِهْبِطُوْا) هَبَطَ، یَهْبِطُ، هُبُوْطٌ (ض، ن) منتقل ہونا، اترنا۔
(سَاَلْتُمْ) سَئَلَ (سَاَلَ)، یَسْئَلُ (یَسْاَلُ)، سُؤَالٌ (سُوَالٌ) و سَاٰلَةٌ و مَسْئَلَةٌ (ف)، مانگنا، سوال کرنا۔
(ذِلَّةٌ) ذَلَّ، یَذِلُّ، ذُلٌّ و ذِلَّةٌ و ذَلَالَةٌ و مَذَلَّةٌ (ض) ذلیل ہونا۔
(مَسْکَنَةٌ) سَکَنَ، یَسْکُنُ، سُکُوْنٌ (ن) ٹھہر جانا، مسکین ہوجانا اور (ک) مسکین ہونا۔
[مَسْکَنَةٌ = محتاجی]
(بَآءُوْ) بَاءَ، یَبُوْءُ، بَوْءٌ (ن) لوٹنا، لوٹانا، اقرار کرنا۔
(یَقْتُلُوْنَ) قَتَلَ، یَقْتُلُ، قَتْلٌ و تَقْتَالٌ (ن) قتل کرنا، لعنت کرنا۔
(عَصَوْا) عَصٰی، یَعْصِیْ، عَصْیٌ و مَعْصِیَةٌ (ض) نافرمانی کرنا۔
(یَعْتَدُوْنَ) اِعْتَدٰی، یَعْتَدِیْ، اِعْتِدَاءٌ (باب افتعال) حق سے تجاوز کرنا، ظلم کرنا۔

تفسیر بنی اسرائیل کو بے محنت مَنّ و سلوٰی مل رہا تھا لیکن انہوں نے اس کی قدر نہیں کی، موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے ہم ایک کھانا ہمیشہ نہیں کھا سکتے۔ آپ اپنے رب سے دعاء کریں کہ وہ ہمارے لئے زمین سے اُگنے والی چیزیں پیدا کرے، موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ "کیا اتنی بہترین غذا کے بدلے ایسی گھٹیا غذا طلب کرتے ہو اور اگر تمہیں یہی منظور ہے تو کسی شہر میں منتقل ہو جاؤ، وہاں تمہیں تمہاری مطلوبہ چیزیں مل جائیں گی۔ وہ ارض مقدس جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مقدر کر دی ہے اس پر حملہ کرو، اُسے کافروں سے چھین لو"

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِیْ کَتَبَ اللّٰهُ لَکُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِکُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ ○
(المآئدۃ - ۲۱)

(موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا) اے میری قوم، تم ارض مقدس میں (فاتحانہ) داخل ہو جاؤ۔ یہ ارض مقدس اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ دی ہے (یہ تمہیں یقیناً مل جائے گی۔ لیکن شرط یہ ہے کہ اگر دشمن سے مقابلہ کی نوبت آئے تو) پیٹھ نہ پھیرنا ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔

بنی اسرائیل نے بزدلی دکھائی اور اس بستی میں (لڑ کر فاتحانہ) داخل ہونے سے انکار کر دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

قَالُوْا یٰمُوْسٰٓی اِنَّ فِیْهَا قَوْمًا جَبَّارِیْنَ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰی یَخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ○ (المآئدۃ - ۲۲)

بنی اسرائیل کہنے لگے "اے موسیٰ اس میں تو بڑے زبردست لوگ ہیں، ہم ہرگز اس میں داخل نہ ہوں گے جب تک وہ اس میں سے نکل نہ جائیں، اگر وہ نکل جائیں گے تو ہم داخل ہو جائیں گے"۔

بنی اسرائیل کی بزدلی اور جہاد سے پہلوتہی کی وجہ سے ارضِ مقدس کی فتح چالیس سال کے لئے مؤخر کر دی گئی، اس عرصہ میں بنی اسرائیل اسی طرح اس بے آب و گیاہ میدان میں زندگی بسر کرتے اور ادھر ادھر مارے مارے پھرتے رہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَیْهِمْ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً یَتِیْهُوْنَ فِی الْاَرْضِ فَلَا تَاْسَ عَلَی الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ ○ (المآئدۃ - ۲۶)

اب اس ارضِ مقدس سے ان کو چالیس سال تک کے لئے محروم کر دیا گیا (اب یہ وہاں نہیں جا سکیں گے) اسی سرزمین میں سرگرداں پھرتے رہیں گے تو (اے موسیٰ) آپ ان فاسق لوگوں کے معاملہ میں کسی قسم کا افسوس نہ کریں۔

بنی اسرائیل کی بزدلی، تن آسانی اور قربانیوں سے گریز کی وجہ سے ان پر ذلت اور افلاس کو مسلط کر دیا گیا، (وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ) وہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں گرفتار ہو گئے اور اس ذلت و افلاس اور غضب الٰہی کا سبب صرف ان کی بزدلی اور تن آسانی ہی نہ تھی بلکہ اس کا سبب یہ بھی تھا کہ وہ (یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ) اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے، انہیں چھپاتے تھے، حق پر پردہ ڈالتے تھے اور (یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ) انبیاء علیہم السلام کو قتل کر دیا کرتے تھے، حالانکہ انبیاء علیہم السلام کا قتل کسی صورت میں بھی کسی کے لئے جائز نہیں تھا، وہ اتنی مقدس ہستیاں تھیں کہ ان کا قتل کبھی بھی حق پر مبنی نہیں ہو سکتا لیکن بنی اسرائیل ان کے قتل ناحق کے مرتکب ہوتے تھے، مزید برآں ان پر غضب الٰہی کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ وہ مسلسل نافرمانیاں کرتے رہتے تھے، شرعی حدود سے آگے بڑھ جایا کرتے تھے اور ظلم و زیادتی کرتے رہتے تھے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ اَیْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ

بنی اسرائیل جہاں کہیں بھی پائے جائیں گے ذلت ان پر مسلط رہے گی سوائے اس صورت کے

وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ○

(آل عمران - ۱۱۲)

کہ یہ اللہ کی یا لوگوں کی پناہ میں آجائیں (یہ اپنے بل بوتے پر عزت کے ساتھ آزادانہ زندگی بسر نہیں کر سکیں گے) یہ لوگ اللہ کے غضب میں گرفتار ہو گئے ہیں، افلاس کو ان پر مسلط کر دیا گیا ہے اور اس سزا کا سبب یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے تھے، انہیں چھپاتے تھے، انبیاء کو ناحق قتل کرتے تھے، نافرمانی و زیادتی کرتے تھے (اور حدود شرعیہ سے آگے بڑھ جاتے تھے)۔

غضب الٰہی میں گرفتار اور رحمت الٰہی سے دور ہو جانے والی اس قوم کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ○

(المآئدۃ - ۷۸)

بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کیا (حق کو چھپایا) ان پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی، یہ سزا ان کو اس لئے دی گئی کہ وہ نافرمانی اور ظلم و زیادتی کرتے تھے (اور حدود شرعیہ سے تجاوز کیا کرتے تھے)۔

آیات ۴۹ تا ۶۱ کا خلاصہ

بنی اسرائیل فرعون کی حکومت میں ذلت کے ساتھ زندگی گذار رہے تھے، فرعون اور اس کی قوم ان پر طرح طرح کے ظلم و ستم کرتی تھی، اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ان کو اس قعر مذلت سے نکالا، فرعون کے مظالم سے نجات دلائی، فرعون مع اپنی فوج کے سمندر میں غرق ہوا، بنی اسرائیل نے سمندر کو سلامتی کے ساتھ پار کر لیا، اب وہ وادی سینا کے بے آب و گیاہ میدان میں رہنے لگے، اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پانی کے بارہ چشمے جاری کر دئے، کھانے کے لئے منّ و سلویٰ نازل کیا، دھوپ سے بچانے کے لئے بادلوں کا سایہ کر دیا، وہ ان انعامات الٰہی میں زندگی گذار رہے تھے کہ انہی ایام میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو چالیس رات کوہِ طور پر رہنے کا حکم دیا، موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پہ معتکف ہو گئے، ان کی غیر موجودگی میں ان لوگوں نے ایک بچھڑے کو معبود بنا لیا، اس کو پوجنے لگے، اللہ تعالیٰ نے اس شرک کی ان کو سخت سزا دی، پھر معاف کر دیا۔

بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس چالیس رات کے عرصہ میں کسی وقت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کتاب ہدایت اور حق و باطل میں تمیز کرنے والی چیز عطاء فرمائی، نزول کتاب کے کچھ عرصہ بعد بنی اسرائیل نے کہا، ہم جب تک اللہ تعالیٰ کو علانیہ نہ دیکھ لیں ایمان نہیں لائیں گے، اس

گستاخانہ مطالبہ پر ان پر بجلی گری اور وہ سب مر گئے، اللہ تعالیٰ نے ان پر پھر احسان کیا اور موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا سے ان سب کو دوبارہ زندہ کر دیا۔

کچھ عرصے کے بعد بنی اسرائیل نے کہا ہم ایک کھانا ہمیشہ نہیں کھا سکتے، ہمیں زمین سے اُگنے والی چیزیں ملنی چاہئیں، حکم ملا کہ ارضِ مقدس کو فتح کر لو، اس میں فاتحانہ داخل ہو جاؤ، وہاں تمہاری مطلوبہ چیزیں تمہیں مل جائیں گی، بنی اسرائیل نے جنگ کرنے سے انکار کر دیا، اس کی سزا میں وہ چالیس سال تک اسی سرزمین میں سرگرداں پھرتے رہے۔

چالیس سال بعد بنی اسرائیل نے ارضِ مقدس کو فتح کیا، اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ شہر میں جب داخل ہوں تو سجدہ کرتے ہوئے اور استغفار پڑھتے ہوئے داخل ہوں، انہوں نے اللہ کے حکم کا مذاق اڑایا اور بڑی سرکشی کے ساتھ نافرمانی کی، ان کی اس قسم کی نافرمانیاں برابر جاری رہیں، ظلم و زیادتی کرتے رہے حتیٰ کہ انہوں نے بہت سے نبیوں کو قتل کر دیا، آیاتِ الٰہی کا انکار کیا، حق کو چھپاتے رہے، اللہ تعالیٰ نے اُن پر لعنت کی، غضبِ الٰہی میں گرفتار ہوئے، ذلّت اور افلاس کو ان پر مسلط کر دیا گیا۔

عمل

اے لوگو، بنی اسرائیل کی نقل نہ کیجئے، آیات کا انکار نہ کیجئے، حق کو نہ چھپائیے، حق کو تسلیم کیجئے اور برملا اس کا اعلان کیجئے، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرتے رہا کیجئے، ان کا شکر ادا کرتے رہئیے، اور ان کا شکر در اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے رہئیے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہ کیجئے۔

موجودہ زمانہ گواہ ہے کہ جن لوگوں نے بنی اسرائیل کی نقّالی کی. اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا حق ادا نہیں کیا، حق کا انکار کیا، حق کو چھپایا، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں زندگی گذارنے لگے اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر ظلم و زیادتی کرنے لگے، اللہ تعالیٰ نے ان کو ذلیل و خوار کر دیا اور ان لوگوں کے ذریعہ ذلیل و خوار کیا جو پہلے سے مغضوب و ملعون چلے آ رہے ہیں۔

صدیوں تک جن لوگوں کی خلافت کا ڈنکا بجتا رہا آج ان کے اخلاف کس قعرِ مذلت میں گرفتار ہیں، نہ ان کی آزاد حکومت باقی رہی اور نہ شوکت و حشمت، دنیا کی ہر طاقتور حکومت ان کو ہڑپ کرنے کے لئے تیار ہے اے لوگو، عبرت حاصل کیجئے اور اب بھی اپنے خالق کی نافرمانی سے باز آ جائیے۔

إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِـِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٢﴾

ترجمہ بے شک جو لوگ ایمان لا چکے ہیں اور جو لوگ یہودی ہیں، عیسائی ہیں یا صابی ہیں (غرض کہ وہ کسی بھی مذہب، جماعت یا فرقہ سے تعلق رکھتے ہوں، ان کا یہ تعلق ان کے کچھ کام نہ آئے گا، بلکہ) جو شخص بھی اللہ پر ایمان لائے گا، روزِ قیامت پر ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا (تو یہ ایمان اور عمل صالح اس کے کام آئے گا) ایسے لوگوں کے لئے ان کے ربّ کے ہاں اجر و ثواب ہے، وہاں انہیں، نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم ﴿٦٢﴾

معانی و مصادر (هَادُوْا) هَادَ، يَهُوْدُ، هَوْدٌ (ن) توبہ کرکے حق کی طرف رجوع کرنا، یہودی ہونا۔

(نَصٰرٰی) نصارٰی، نصرانی کی جمع ہے۔ نصرانی اس شخص کو کہتے ہیں جو شہر ناصرہ کی طرف منسوب ہو جہاں عیسیٰ علیہ السلام کی نشوونما ہوئی تھی، اب نصرانی کے معنٰی عیسائی ہوتے ہیں۔

(صَابِئِیْنَ) صَبَأَ، یَصْبَؤُ وصَبُوءٌ، یَصْبُؤُ، صَبْأً و صُبُوءً (ك ف) ایک دین سے دوسرے دین میں چلے جانا۔ صَابِیٌٔ اسم فاعل ہے۔

(عَمِلَ، یَعْمَلُ، عَمَلٌ (س) کرنا، عمل کرنا، زکوٰۃ جمع کرنا، امیر کی طرف سے نیابت کرنا

(صَالِحًا) صَلَحَ، یَصْلُحُ و صَلُحَ، یَصْلُحُ، صَلَاحٌ و صُلُوحٌ و صَلَاحِیَۃٌ (ك ن ف) ٹھیک ہونا، صالح ہونا، نیک ہونا۔ [صالح = نیک]

(اَجْرٌ) اَجَرَ، یَاْجِرُ، اَجْرٌ و اِجَارَۃٌ (ن ض) بدلہ دینا، اُجرت دینا۔

اَجْرٌ = ثواب، بدلہ۔

(خَوْفٌ) خَافَ، یَخَافُ، خَوْفٌ و خِیْفٌ و مَخَافَۃٌ و خِیْفَۃٌ (ف) ڈرنا۔

(یَحْزَنُوْنَ) حَزِنَ، یَحْزَنُ، حَزَنٌ (س) غمگین ہونا۔

[حُزْنٌ (ن) غمگین کرنا]۔

تفسیر بنی اسرائیل کے حالات اور واقعات کے ذکر کے درمیان میں یہ آیت بنی اسرائیل بلکہ تمام دنیا کے لوگوں کی تنبیہ کے لئے نازل ہوئی۔ مسلسل انعامات الٰہی کے نزول سے بنی اسرائیل اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بڑے محبوب ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ ہماری کوئی گرفت نہیں کرے گا، جس طرح دنیا میں ہمیں معاف کرتا رہا، آخرت میں بھی ہمیں معاف کر دیگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰی نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ قُلْ فَلِمَ یُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا وَاِلَیْهِ الْمَصِیْرُ ○

(المآئدۃ - ۱۸)

یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں، (اے رسول) آپ ان سے پوچھئے کہ پھر اللہ تمہارے گناہوں کی سزا میں تمہیں عذاب میں کیوں مبتلا کرتا رہتا ہے (اے رسول آپ انہیں خبردار کر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہاری کوئی خصوصیت نہیں) بلکہ جو انسان اللہ نے پیدا کئے ہیں ان میں (ان ہی کی طرح) تم بھی انسان ہو، وہ جسے چاہے گا بخش دے گا اور جسے چاہے گا سزا دے گا (بخشش کا سبب اللہ کی پسند ہے جس کا دارومدار اللہ کے پسندیدہ کاموں پر عمل کرنا ہے)، آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں پر صرف اللہ کی حکومت ہے (اتنے مقتدر بادشاہ کو کسی

کے ساتھ رعایت کرنے کی کیا ضرورت ہے سب کو) اُسی کی طرف لوٹ کر آنا ہے (وہاں ان تمام خوش فہمیوں کی قلعی کھل جائے گی جن خوش فہمیوں میں یہ مگن ہیں)۔

آیت زیرِ تفسیر میں اللہ تعالےٰ نے بنی اسرائیل کی تمام خوش فہمیوں کا ابطال کر دیا، فرمایا۔

کوئی شخص کسی بھی فرقہ میں ہو، کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہو، بظاہر ایمان لے آیا ہو، یہودی ہو، عیسائی ہو، یا صابئی ہو، یہ نسبتیں اُسے کوئی فائدہ نہ دیں گی جب تک وہ صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہ لائے اور عمل صالح نہ کرے، جب وہ صحیح معنوں میں ایمان لے آئے اور نیک عمل کرتا رہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا ایمان اور اس کے نیک عمل اس کے کام آئیں گے، اور جب تک یہ چیزیں نہ ہوں اس وقت تک جنّت کی امید رکھنا فریب نفس کے سوا اور کچھ نہیں۔

اسی چیز کو اللہ تعالےٰ اس سے پہلے اسی سورۃ میں واضح الفاظ میں بیان فرما چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ○ (البقرۃ - ۳۸)

جس نے میری ہدایت کی پیروی کی تو ایسے لوگوں کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم۔

آیت مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ ایمان اور عمل صالح کی قبولیت کا دارومدار اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت پر ہے، اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق ایمان رکھنا ضروری ہے اور اُسی نازل کردہ شریعت کے مطابق عمل کرنا بھی ضروری ہے، ہمارے لئے اور تمام اہل ایمان کے لئے جو شریعت اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے وہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے اندر محفوظ ہے، لہٰذا تمام لوگوں کو خواہ وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے مطابق ایمان لانا اور اسی کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے۔

عمل

اے لوگو، ایمان کے زبانی دعویٰ سے کام نہیں چلے گا، صحیح معنوں میں ایمان لائیے اور عمل صالح کیجئے، صحیح ایمان اور صحیح اعمال کے لئے قرآن مجید اور صحیح حدیث کی طرف رجوع کیجئے، آباء واجداد کے ایمان اور عمل کو نہ دیکھئے۔ یہ معیار صحیح نہیں، اس لئے کہ پھر تو لاتعداد معیار ماننے پڑیں گے اور یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ حق کو معلوم کرنے کیلئے اتنے معیار ہوں۔ قرآن مجید اور حدیث صحیح کو معیار سمجھئے اور بس۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا
فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُوا مَا
آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ وَاذْكُرُوا مَا
فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿٦٣﴾ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ
مِّنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ فَلَوْلَا فَضْلُ
اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَكُنْتُمْ
مِّنَ الْخَاسِرِينَ ﴿٦٤﴾

ترجمہ اور (اے بنی اسرائیل وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے تم سے مضبوط عہد لیا تھا ایسی حالت میں کہ ہم نے تمہارے اوپر کوہِ طور بلند (کر کے مثل سائبان کے) کر دیا تھا (اور تم سے کہا تھا کہ) جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے اُسے قوت کے ساتھ پکڑو اور جو (ہدایات) اس میں (لکھی ہوئی) ہیں انہیں یاد رکھو (ان پر عمل کرتے رہو) تاکہ تم متقی بن جاؤ ﴿۶۳﴾ (پھر ہوا یہ کہ) تم اس کے بعد (اس عہد سے) پھر گئے اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاتے ﴿۶۴﴾

معانی و مصادر (اَخَذْنَا) (خُذُوْا) اَخَذَ، یَاْخُذُ، اَخْذٌ وَتَاْخَاذٌ (ن) لینا، پکڑنا۔
(مِیْثَاقَ) وَثُقَ، یَوْثُقُ، وَثَاقَةٌ (ن) قوی و محکم ہونا، مضبوط عہد لینا۔
[مِیْثَاقَ = عہد]
(رَفَعْنَا) رَفَعَ، یَرْفَعُ، رَفْعٌ (ف) اٹھانا۔
(قُوَّةٌ) قَوِیَ، یَقْوٰی، قُوَّةٌ (س) قوی ہونا [مادہ "ق و و" ہے]۔
(اُذْکُرُوْا) ذَکَرَ، یَذْکُرُ، ذِکْرٌ وَتَذْکَارٌ (ن) یاد کرنا، یاد رکھنا، تسبیح و تمجید کرنا۔
(تَتَّقُوْنَ) اِتَّقٰی، یَتَّقِیْ، اِتِّقَاءٌ (باب افتعال) ڈرنا، بچنا، متقی ہونا، [مادہ "و ق ی" ہے]
(تَوَلَّیْتُمْ) تَوَلّٰی، یَتَوَلّٰی، تَوَلِّیْ (باب تفعّل) نگرانی کرنا، دوست بنانا، روگردانی کرنا، پیٹھ پھیرنا۔ [مادہ "و ل ی" ہے]۔
(خٰسِرِیْنَ) خَسِرَ، یَخْسَرُ، خَسْرٌ وخُسْرٌ وخَسَارٌ وخَسَارَةٌ وخُسْرَانٌ، (س) نقصان اٹھانا، گمراہ اور ہلاک ہوجانا۔

تفسیر بنی اسرائیل سے تخاطب جاری رکھتے ہوئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے درمیان میں نجات کا اٹل قانون بیان فرمایا، پھر فرمایا کہ اے بنی اسرائیل وہ وقت یاد کرو جب ہم نے کوہ طور کو تمہارے سروں پر معلق کھڑا کرکے تم سے توریت پر عمل کرنے کا مضبوط عہد لیا تھا، تم اس عہد سے بھی پھر گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر اپنا فضل و احسان کیا کہ تم کو نیست و نابود نہیں کیا، تمہارے قصوروں کو نظر انداز کیا، اگر اللہ تعالیٰ کا تم پر فضل و کرم نہ ہوتا تو تم بڑا نقصان اٹھاتے، اب اللہ تعالیٰ تم پر اپنے آخری نبی کے ذریعہ پھر فضل و کرم کرنا چاہتا ہے، تم اس رسول پر ایمان لے آؤ تو پھر اللہ تبارک و تعالیٰ کے رحم کے مستحق بن جاؤ گے ورنہ یاد رکھو کہ جنت پر کسی قوم کی ٹھیکیداری نہیں۔ جنت تو اس کے لئے ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰۤى اَدْبَارِهَاۤ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّاۤ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝
(النساء - ۴۷)

اے اہل کتاب، اس کتاب پر ایمان لے آؤ جو ہم نے نازل کی ہے اور جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرتی ہے قبل اس کے کہ ہم (مجرموں کے) چہرے بگاڑ کر ان کی پشت کی طرف کر دیں یا ان پر اس طرح لعنت کریں جس طرح ہفتہ والوں پر کی تھی اور اللہ کا حکم تو ہو کر رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝
(المآئدۃ - ۶۵)

اگر اہل کتاب ایمان لے آئیں اور تقوےٰ اختیار کریں تو ہم ان کے گناہ معاف کر دیں گے اور ان کو نعمت کے باغوں میں داخل کریں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝
(المآئدۃ - ۱۹)

اے اہلِ کتاب، رسولوں کے آنے کے سلسلے میں جو ایک عرصہ تک انقطاع رہا اب اس انقطاع کے بعد تمہارے پاس ہمارا رسول آگیا ہے جو وضاحت کے ساتھ (ہمارے احکام) بیان کرتا ہے، (ہم نے اس رسول کو اس لئے بھیجا ہے کہ) کہیں تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس نہ کوئی بشارت دینے والا آیا اور نہ کوئی ڈرانے والا، تو (اب خبردار ہو جاؤ) تمہارے پاس بشارت دینے والا اور ڈرانے والا آگیا ہے (اس پر ایمان لے آؤ تو سلامت رہو گے ورنہ نقصان اٹھاؤ گے) اور (اللہ کو نقصان پہنچانے پر ہر قسم کی قدرت حاصل ہے کیونکہ) اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

کوہِ طور کے نیچے جو عہد بنی اسرائیل سے لیا گیا تھا، اس عہد کا اللہ تعالیٰ نے کئی مقام پر ذکر کیا ہے مثلاً۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا، قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا،
(البقرۃ - ۹۳)

(اے بنی اسرائیل اس وقت کو یاد کرو) جب ہم نے تم سے مضبوط عہد لیا تھا، ایسی حالت میں کہ تمہارے سر پر کوہِ طور کو (معلق) کھڑا کر دیا تھا۔ (ہم نے تم سے کہا تھا کہ) جو کچھ تمہیں دیا جا رہا ہے اسے مضبوطی سے پکڑ لو اور جو کچھ تمہیں مل رہا ہے اسے سنو، (تمہارے اسلاف کہنے لگے ہم نے سن لیا لیکن (قرائن سے ایسا معلوم ہوتا تھا گویا وہ یہ کہہ رہے ہیں) ہم نافرمانی کریں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

(الأعراف ۔ ۱۷۱)

اور وہ وقت (یاد کرو) جب ہم نے پہاڑ کو بنی اسرائیل کے سروں پر (معلق) کر دیا تھا، وہ پہاڑ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا کہ وہ سائبان ہے اور بنی اسرائیل یہ سمجھ رہے تھے کہ اب وہ ان پر گرنے والا ہے۔ (اس حالت میں ہم نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ) جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے اُسے مضبوطی سے پکڑے رہو اور جو کچھ اس میں (لکھا) ہے اسے یاد رکھو (اور اس پر عمل کرتے رہو) تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے مضبوط عہد لیا لیکن پھر بھی وہ اپنے عہد سے پھر گئے، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں انہیں تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اب تو عہد توڑنے سے باز آجاؤ ورنہ یاد رکھو کہ جس طرح ہفتہ کے دن زیادتی کرنے والوں پہ عذاب آیا تھا کہیں تم پر بھی ایسا ہی عذاب نہ آجائے۔

(نوٹ:۔ ہفتہ کے دن زیادتی کرنے والوں کا واقعہ اگلی آیات میں ہے)

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ﴿٦٥﴾ فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٦٦﴾

ترجمہ اور (اے بنی اسرائیل) تم میں سے جن لوگوں نے ہفتہ کے دن (حدودِ شرعیہ) سے تجاوز کیا تھا انہیں تم اچھی طرح جانتے ہو، ہم نے ان سے کہا تم ذلیل و خوار بندر بن جاؤ، (وہ بندر بن گئے) ﴿٦٥﴾ پھر ہم نے اس سزا کو اس وقت کے لوگوں کے لئے اور بعد میں آنے والوں کے لئے باعثِ عبرت اور متقیوں کے لئے باعثِ نصیحت بنا دیا ﴿٦٦﴾

معانی و مصادر (عَلِمْ) عَلِمَ، يَعْلَمُ، عِلْمٌ (س) جاننا۔
(اِعْتَدَوْا) اِعْتَدٰى، يَعْتَدِىْ، اِعْتِدَاءٌ (باب انتعال)
قِرَدَةٌ = جمع قِرْدٌ کی جس کے معنی بندر ہیں۔
(خٰسِئِيْنَ) خَسَأَ، يَخْسَأُ، خَسْأٌ (ف) نکال دینا، دھتکارنا، دور ہونا۔
(جَعَلْنَا) جَعَلَ، يَجْعَلُ، جَعْلٌ (ف) بنانا، رکھنا۔
(نَكَالًا) نَكَلَ، يَنْكُلُ، نَكْلَةٌ (ن) باعث عبرت بنانا۔
نَكَال = عبرت۔
(مَوْعِظَةٌ) وَعَظَ، يَعِظُ، وَعْظٌ و عِظَةٌ (ض) نصیحت کرنا۔ مَوْعِظَةٌ = نصیحت۔

تفسیر بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار حرام کر دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوا فِي السَّبْتِ وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيثَاقًا غَلِيظًا ۝
(النساء - ١٥٤)

اور ہم نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ ہفتہ کے دن (حدود شرعیہ سے) تجاوز نہ کرنا اور ہم نے ان سے مضبوط عہد لیا تھا (کہ وہ ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار نہ کریں گے)۔

لیکن بنی اسرائیل نے اس عہد کو توڑ دیا اور حکم الٰہی سے سرتابی کی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ إِذْ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ إِذْ تَأْتِيهِمْ حِيتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَيَوْمَ لَا يَسْبِتُونَ لَا تَأْتِيهِمْ كَذَٰلِكَ نَبْلُوهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝
(الاعراف - ١٦٣)

اور (اے رسول) بنی اسرائیل سے اس بستی کا حال پوچھیے جو سمندر کے کنارے واقع تھی جبکہ ہفتہ کے دن اس بستی کے رہنے والے (مچھلی کے شکار میں) حدود شرعیہ سے تجاوز کرتے تھے۔ ہفتہ کے دن مچھلیاں پانی کے اوپر آتیں اور جب ہفتہ نہ ہوتا تو اوپر نہ آتیں اس طرح ہم نے ان کو ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے آزمائش میں مبتلا کر دیا تھا۔

بنی اسرائیل مسلسل اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی نافرمانیوں کی سزا میں ان کو آزمائش میں مبتلا کرتا رہتا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ كَثِيرًا ۝
(النساء - ١٦٠)

یہودیوں کے ظلم (وزیادتی) کی وجہ سے ہم نے ان پر پاکیزہ چیزیں جو ان پر حلال تھیں، حرام کر دیں اور اس وجہ سے بھی حرام کر دیں کہ وہ بڑی کثرت سے اللہ کے راستہ سے لوگوں کو روکا کرتے تھے۔

ہفتہ کے دن مچھلی کے شکار کی حرمت بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی معلوم ہوتی ہے۔ مزید آزمائش یہ ہوئی کہ ہفتہ کے دن مچھلیاں پانی کے اوپر آتیں اور دوسرے دنوں میں نہ آتیں، بنی اسرائیل بھلا اس آزمائش میں کیسے پورے اتر سکتے تھے، انہوں نے حکم الٰہی سے سرتابی کی اور ہفتہ کے دن مچھلیاں پکڑنے لگے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ ۝ (الاعراف - ۱۶۶)

پھر جب بنی اسرائیل ان کاموں سے جن کاموں سے انہیں منع کیا گیا تھا (باز نہ آئے اور) سرکشی کرنے لگے تو ہم نے کہا: تم ذلیل و خوار بندر بن جاؤ۔

الغرض جب بنی اسرائیل نے سرکشی کی، اپنے عہد کو توڑ ڈالا، اور اللہ تعالےٰ کے حکم کی مسلسل خلاف ورزی کرتے رہے تو اللہ تعالےٰ نے ان کو بندر بنا دیا اور اپنی رحمت سے دور کر دیا۔ اللہ تعالےٰ آیات زیر تفسیر میں بنی اسرائیل کو تنبیہ کرتا ہے کہ یہ سزا اُس زمانے کے لوگوں کے لئے بھی باعث عبرت تھی اور بعد میں آنے والوں کے لئے بھی باعث عبرت ہے اور اس میں اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے نصیحت ہے، اللہ سے ڈرنے والے یعنی متقی لوگ ہر وقت اللہ کی سزاؤں سے ڈرتے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچتے رہتے ہیں۔

بنی اسرائیل کو بھی چاہیئے کہ وہ اس قصّہ سے عبرت حاصل کریں، اللہ کے عذاب سے ڈر جائیں کہیں ایسا نہ ہو کہ ایمان نہ لانے کی وجہ سے اُن کو پھر کسی عذاب الٰہی میں گرفتار کر دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰۤى اَدْبَارِهَاۤ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّاۤ اَصْحٰبَ السَّبْتِ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝ (النساء - ۴۷)

اے اہل کتاب اُس کتاب پر جو ہم نے نازل کی ہے اور جو تمہاری کتاب کی تصدیق بھی کرتی ہے ایمان لے آؤ قبل اس کے کہ ہم (لوگوں کے) منہ بگاڑ کر ان کو پیٹھ کی طرف کر دیں یا ان پر اس طرح لعنت کریں جس طرح ہفتہ والوں پر لعنت کی تھی اور اللہ کا حکم تو ہو کر رہتا ہے۔

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ
يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً قَالُوْٓا
اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ
اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿٦٧﴾ قَالُوا
ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ
قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ
وَّلَا بِكْرٌ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ
فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ﴿٦٨﴾ قَالُوا
ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا

قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ
فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ﴿٦٩﴾
قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا
مَا هِيَ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا وَاِنَّآ
اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ﴿٧٠﴾ قَالَ
اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ
تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِى الْحَرْثَ
مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا قَالُوا
الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ فَذَبَحُوْهَا

وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿٧١﴾ وَإِذْ
قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا
وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿٧٢﴾
فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا كَذٰلِكَ
يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيْكُمْ
اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٧٣﴾ ثُمَّ
قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ
فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً
وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ

مِنْهُ الْاَنْهٰرُ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا
يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ وَ
اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ
اللّٰهِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا
تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۴﴾

ترجمہ اور (اے بنی اسرائیل وہ وقت یاد کرو جب) موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ تم ایک گائے ذبح کرو۔ وہ کہنے لگے (اے موسیٰ) کیا آپ ہم سے مذاق کرتے ہیں۔ موسیٰ نے کہا میں اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں کہ (میں مذاق کر کے) جاہلوں میں سے ہو جاؤں ﴿۶۷﴾ بنی اسرائیل نے کہا (اچھا تو) آپ ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کریں کہ وہ ہمیں یہ بتائے کہ وہ گائے کیسی ہونی چاہیئے۔ موسیٰ نے کہا اللہ فرماتا ہے کہ وہ گائے نہ تو بوڑھی ہو اور نہ بچھیا بلکہ ان دونوں کے درمیان (یعنی جوان) ہو۔ (پھر موسیٰ نے کہا) اب جو حکم تم کو دیا گیا ہے اس کی تعمیل کرو ﴿۶۸﴾ وہ کہنے لگے آپ ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کیجیئے کہ وہ ہمیں بتائے کہ اس کا رنگ کیسا ہو۔ موسیٰ نے کہا اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اس گائے کا رنگ گہرا زرد ہو کہ

۔ دیکھنے والوں کو خوش کر دے ۞۶۹ (یہ سنکر) وہ کہنے لگے (اے موسیٰ) آپ ہمارے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں بتائے کہ وہ گائے (اور) کیسی ہو، بیشک گائے (کا معاملہ) ہم پر مشتبہ و پیچیدہ ہو گیا ہے اور بے شک اگر اللہ نے چاہا تو ہم ضرور صحیح بات تک پہنچ جائیں گے ۞۷۰ موسیٰ نے کہا کہ اللہ تبارک و تعالےٰ فرماتا ہے کہ وہ گائے نہ آسانی سے قابو میں آتی ہو کہ زمین جوتے اور نہ کھیتی کو پانی پلاتی ہو، وہ گائے (صحیح و) سالم ہو، اس میں کسی قسم کا داغ و دھبّہ نہ ہو۔ (بنی اسرائیل) کہنے لگے اب آپ نے صحیح صحیح بتا دیا۔ (الغرض) انہوں نے گائے کو ذبح کیا اگرچہ (ان کی ٹال مٹول سے) ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کریں گے نہیں ۞۷۱ اور (اے بنی اسرائیل گائے ذبح کرنے کا حکم اس وقت دیا گیا تھا) جب تم (میں سے ایک آدمی) نے کسی شخص کو قتل کر دیا، پھر تم (قاتل کے معاملہ میں) ایک دوسرے سے جھگڑنے لگے (تم قاتل کے نام کو چھپا رہے تھے) حالانکہ اللہ اس کو ظاہر کرنے والا تھا۔ ۞۷۲ الغرض (جب انہوں نے گائے کو ذبح کیا تو) ہم نے ان سے کہا اس گائے کا ایک ٹکڑا مقتول کے مارو (گائے کا ٹکڑا مقتول کو مارتے ہی وہ مقتول زندہ ہو گیا اور اس نے قاتل کا نام بتا دیا)۔ اللہ نے فرمایا: اسی طرح اللہ مُردوں کو (قیامت کے دن) زندہ کرے گا، وہ تم کو اپنی نشانیاں دکھا رہا ہے تاکہ تم عقل حاصل کرو ۞۷۳ پھر اس واقعہ کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے گویا کہ وہ پتھر ہیں یا اس سے بھی زیادہ سخت (اس لئے کہ) بعض پتھر ایسے ہوتے ہیں کہ ان سے نہریں جاری ہوتی ہیں، بعض پتھر ایسے ہوتے ہیں کہ پھٹ جاتے ہیں پھر ان سے پانی نکلتا ہے۔ اور بعض پتھر ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ کے خوف سے گر پڑتے ہیں (لیکن اے بنی اسرائیل تمہارے دل کسی طرح نہ پسیجے کسی طرح ان میں شکستگی اور نرمی نہ آئی اور نہ اللہ کا خوف دل میں پیدا ہوا بہرحال اے بنی اسرائیل) جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے غافل نہیں ہے ۞۷۴

معانی و مصادر

(یَأْمُرُ) اَمَرَ، یَأْمُرُ، اَمْرٌ، اِمَارٌ (ن) حکم دینا۔
(تَذْبَحُوا) ذَبَحَ، یَذْبَحُ، ذَبْحٌ و ذَبَاحٌ (ف) ذبح کرنا۔
(تَتَّخِذُ) اِتَّخَذَ، یَتَّخِذُ، اِتِّخَاذٌ (باب افتعال) بنانا۔
(هُزُوًا) هَزِءَ، یَهْزَءُ، هُزْءٌ و هُزْءٌ و هُزُوْءٌ (س ف) مذاق کرنا۔
(اَعُوْذُ) عَاذَ، یَعُوْذُ، عَوْذٌ و عِیَاذٌ و مَعَاذٌ و مَعَاذَةٌ (ن) پناہ لینا۔

(جٰہِلِیْنَ) جَہِلَ، یَجْہَلُ، جَہْلٌ وجَہَالَۃٌ (س) لاعلم ہونا، نادان ہونا،
(اُدْعُ) دَعَا، یَدْعُوْ، دُعَاءٌ ودَعْوٰی (ن) پکارنا، دعا کرنا، مدد مانگنا۔
(یُبَیِّنْ) بَیَّنَ، یُبَیِّنُ، تَبْیِیْنٌ (باب تفعیل) ظاہر کرنا، ظاہر ہونا، واضح کرنا، نکاح کرنا۔
(فَارِضٌ) فَرَضَ، یَفْرِضُ وفَرُضَ، یَفْرُضُ، فُرُوْضٌ وفَرَاضَۃٌ (ک ض) بوڑھا ہونا۔
(بِکْرٌ) بِکْرٌ۔ بچھیا۔ کنواری۔
(عَوَانٌ) عَانَ، یَعُوْنُ، عَوْنٌ (ن) جوان ہونا (عَوَان۔ جوان، جمع عُوْنٌ)۔
(صَفْرَاءُ) صَفْرَاءُ۔ اَصْفَرُ کا مؤنث۔ زرد۔
(فَاقِعٌ) فَقَعَ، یَفْقَعُ، فَقْعٌ وَفُقُوْعٌ (ن ف) خالص ہونا، گہرا زرد رنگ ہونا۔
(تَسُرُّ) سَرَّ، یَسُرُّ، سُرُوْرٌ، وَمَسَرَّۃٌ وسُرٌّ (ن) خوش کرنا۔
(نَاظِرِیْنَ) نَظَرَ، یَنْظُرُ، وَنَظِرَ، یَنْظَرُ، نَظْرٌ ومَنْظَرٌ ومَنْظَرَۃٌ ونَظَرَانٌ (س ن) دیکھنا، مہلت دینا۔
(تَشٰبَہَ) تَشَابَہَ، یَتَشَابَہُ، تَشَابُہٌ (باب تفاعل) مشابہ ہونا، پیچیدہ ہونا۔
(شَاءَ) شَاءَ، یَشَاءُ، شَیْءٌ ومَشِیْئَۃٌ ومَشَاءَۃٌ (ف) چاہنا
(مُہْتَدُوْنَ) اِہْتَدٰی، یَہْتَدِیْ، اِہْتِدَاءٌ (باب افتعال) ہدایت دینا، ہدایت طلب کرنا، ہدایت پر قائم ہونا۔
(ذَلُوْلٌ) ذَلَّ، یَذِلُّ، ذِلٌّ (ض) آسانی سے مطیع ہو جانا۔
(تُثِیْرُ) اَثَارَ، یُثِیْرُ، اِثَارَۃٌ (باب افعال) بلند کرنا، اٹھانا [مادہ ث ور ہے]
(تَسْقِیْ) سَقٰی، یَسْقِیْ، سَقْیٌ (ض) پلانا۔
(حَرْثٌ) حَرَثَ، یَحْرِثُ، حَرْثٌ (ض ن) کھیتی کرنا، ہل چلانا۔
(مُسَلَّمَۃٌ) سَلَّمَ، یُسَلِّمُ، تَسْلِیْمٌ (باب تفعیل) سلامت رکھنا، سلام کرنا۔
(شِیَۃٌ) وَشٰی، یَشِیْ، وَشْیٌ وشِیَۃٌ (ض) کپڑے پر نقش ونگار کرنا۔ [شِیَۃٌ = دھبہ]
(جِئْتَ) جَاءَ، یَجِیْءُ، جَیْءٌ ومَجِیْءٌ وجَیْئَۃٌ ومَجِیْئَۃٌ (ض ن) آنا۔
(کَادُوْا) کَادَ، یَکَادُ، کَوْدٌ ومَکَادٌ ومَکَادَۃٌ (ف) کرنے کے قریب ہونا، ارادہ کرنا۔
(اِدّٰرَءْتُمْ) اِدَّارَءَ، یَدَّارَءُ، اِدَّارُءٌ (باب اِفَّاعُلٌ) جھگڑنا، اختلاف کرنا۔
(تَکْتُمُوْنَ) کَتَمَ، یَکْتُمُ، کَتْمٌ وکِتْمَانٌ (ن) چھپانا۔
(یُحْیِیْ) اَحْیَا، یُحْیِیْ، اِحْیَاءٌ (باب افعال) زندہ کرنا۔
(مَوْتٰی) مَاتَ، یَمُوْتُ، مَوْتٌ (ن) [مَوْتٰی = مَیِّتٌ کی جمع مردے]
(یُرِیْ) اَرٰی، یُرِیْ، اِرَاءَۃٌ (باب افعال) دکھانا۔

(قَسَتْ) قَسْوَةٌ) قسا، يَقْسُوْ، قَسْوٌ، قَسْوَةٌ وقَسَاوَةٌ و قَسَاءَةٌ (ن) سخت ہو جانا، اندھیرا کر دینا۔
(اَشَدُّ) شَدَّ، يَشِدُّ، شَدٌّ (ض) قوت پہنچانا۔ شَدَّ، يَشِدُّ، شِدَّةٌ (ض) قوی ہونا [اَشَدُّ، شدید سے اسم تفضیل ہے]
(يَتَفَجَّرُ) تَفَجَّرَ، يَتَفَجَّرُ، تَفَجُّرٌ (باب تفعّل) جاری ہونا۔
(يَشَّقَّقُ) اِشَّقَّقَ، يَشَّقَّقُ، اِشَّقُّقٌ (باب اِفَّعُّل) پھٹ جانا۔
(خَشْيَةٌ) خَشِيَ، يَخْشٰى، خَشْيٌ وخَشْيَةٌ وخَشَاةٌ وخَشْيَانٌ و مَخْشِيَةٌ (س) ڈرنا۔
(يَهْبِطُ) هَبَطَ، يَهْبِطُ، هُبُوْطٌ (ض ن) اترنا، کم ہونا، منتقل ہونا۔
(غَافِلٌ) غَفَلَ، يَغْفُلُ، غُفُوْلٌ و غَفْلَةٌ وغَفَلٌ (ن) غافل ہونا، بھول کر چھوڑ دینا، چھپانا۔

تفسیر

بنی اسرائیل میں سے ایک آدمی نے دوسرے آدمی کو قتل کر دیا پھر وہ قاتل کا نام بتانے کے سلسلہ میں آپس میں جھگڑنے لگے، کوئی کسی کا نام بتاتا کوئی کسی کا، اس اختلاف کا مقصد یہ تھا کہ یہ نہ معلوم ہو سکے کہ قاتل کون ہے۔ وہ جانتے تھے کہ قاتل کون ہے لیکن قاتل کے نام کو چھپا رہے تھے (وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ) اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اے بنی اسرائیل، اللہ اس چیز کو ظاہر کرنے والا تھا جس چیز کو تم چھپا رہے تھے یعنی اللہ تعالیٰ قاتل کو ظاہر کرنے والا تھا۔ اس مقصد کے لئے اللہ تعالےٰ نے بنی اسرائیل کو ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیا، پھر اس گائے کا ایک ٹکڑا اس مقتول کو مارنے کا حکم دیا، بنی اسرائیل نے یہ حکم ملتے ہی ٹال مٹول شروع کر دی، طرح طرح کے سوالات کرنے شروع کر دیئے، وہ ذبح کرتے ہوئے معلوم نہیں ہوتے تھے لیکن اللہ تعالےٰ کو یہی منظور تھا کہ وہ ذبح کریں، اللہ تعالےٰ نے ان کے تمام سوالوں کا جواب دیا، اس طرح ان کے لئے گائے ذبح نہ کرنے کا کوئی عذر باقی نہ چھوڑا، مجبور ہو کر انہوں نے گائے کو ذبح کیا پھر گائے کا ایک ٹکڑا مقتول کے مارا گیا، مقتول نے زندہ ہو کر اپنے قاتل کا نام بتا دیا، اس طرح اللہ تعالےٰ نے قاتل کی نشاندہی بھی کر دی اور انہیں ایک نشانی بھی دکھا دی جس سے انہیں معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ روز قیامت مردوں کو کس طرح زندہ کریگا اللہ تعالیٰ کی یہ نشانی ایسی تھی کہ دیکھنے والوں کے دل نرم ہو جانے چاہیئے تھے لیکن بجائے نرم ہونے کے پتھر کی طرح سخت ہو گئے بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت، اس لئے کہ بعض پتھر ایسے بھی ہیں جن سے نہریں جاری ہوتی ہیں بعض پتھر ایسے بھی ہیں جو پھٹ جاتے ہیں پھر ان سے پانی جاری ہو جاتا ہے یہ چیزیں ایسی ہیں کہ ان کا مشاہدہ پہاڑوں پر بڑی آسانی سے ہو سکتا ہے۔ بعض پتھر ایسے بھی ہوتے ہیں جو

اللہ تعالیٰ کے خوف سے گر پڑتے ہیں۔ یعنی جمادات بھی اللہ تعالیٰ کے خوف سے لرزتے رہتے ہیں، بے روح چیزوں کے ڈرنے کا ذکر قرآن مجید میں اور مقامات پر بھی ملتا ہے مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا۔ (الاحزاب - ۷۲)

ہم نے اس (بار) امانت کو آسمانوں کے، زمین کے اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا لیکن انہوں نے اس بار کو اٹھانے سے مجبوری کا اظہار کیا اور وہ اس سے ڈر گئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ۔ (الحشر - ۲۱)

اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتارتے تو آپ دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف سے جھک جاتا اور پھٹ جاتا۔

ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ بنی اسرائیل کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے، دل پگھل جاتے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے ڈر سے پھٹ جاتے، ان میں عاجزی و انکساری اور جذبۂ اطاعت پیدا ہوتا لیکن افسوس کہ ایسا نہ ہوا۔

اس قصے میں بنی اسرائیل کو ایک قسم کی ملامت ہے، ان کو ہدایت کی جا رہی ہے کہ اب تو اللہ تعالیٰ سے ڈر جائیں، اپنی سازشیں اور ریشہ دوانیاں چھوڑ کر تائب ہو جائیں، ایمان لے آئیں مزید برآں اس قصّے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک قسم کی تسلی بھی ہے کہ آپ ان لوگوں کی حالت پر غم و افسوس نہ کریں اور یہ سمجھ لیں کہ سرکشی اور نافرمانی ان کی پرانی عادت ہے، جس نبی پر یہ ایمان لے آئے تھے اس کو بھی کس کس طرح پریشان کرتے رہے تو جس رسول پر ایمان نہیں لائے اس کو پریشان کرنا کوئی عجیب بات نہیں۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالیٰ کے احکام کی فوراً تعمیل کیا کیجیئے، فضول سوالات کرنے سے مشکلات بڑھتی ہیں، کم نہیں ہوتیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل میں ٹال مٹول نہ کیجئے، احکام الٰہی کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیجئے، عاجزی و انکساری کا اظہار کیجئے، حیلے اور عذر و بہانے نہ تلاش کیجئے اور یہ بات یاد رکھیئے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے عملوں اور ارادوں سے باخبر ہے۔

أَفَتَطْمَعُونَ أَن يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِن بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۷۵﴾

ترجمہ اے ایمان والو! کیا تم یہ توقع رکھتے ہو کہ اہل کتاب تمہاری خاطر ایمان لے آئیں گے حالانکہ ان میں سے ایک فریق ایسا ہے جو اللہ کا کلام سُنتا ہے پھر سمجھنے کے بعد جان بوجھ کر اُس میں تحریف کرتا ہے (جو لوگ جان بوجھ کر اللہ تعالےٰ کے کلام میں تحریف کرتے ہوں ان سے ایمان کی توقع رکھنا فضول ہے) ﴿۷۵﴾

معانی ومصادر (تَطْمَعُونَ) طَمِعَ، يَطْمَعُ، طَمَعٌ وَطَمَاعٌ وَطَمَاعِيَةٌ (س) طمع کرنا۔ حرص کرنا۔

(فَرِيقٌ) فَرَقَ، يَفْرُقُ، فَرْقٌ وفُرْقَانٌ (ض ن) علیحدہ کرنا، پھاڑ دینا، کنگھی کرنا، مانگ نکالنا [فَرِيقٌ۔ فرقہ سے بڑی جماعت]

(يَسْمَعُونَ) سَمِعَ، يَسْمَعُ، سَمْعٌ وسَمَاعٌ وسَمَاعَةٌ وسَمَاعِيَةٌ ومَسْمَعٌ (س) سُننا۔

(كَلَام) کلام۔ بات۔

(يُحَرِّفُونَ) حَرَّفَ، يُحَرِّفُ، تَحْرِيفٌ (باب تفعیل) کسی بات کو اس کی جگہ سے ہٹا دینا، بات بدل دینا۔

(عَقَلُوا) عَقَلَ، يَعْقِلُ، عَقْلٌ (ض) تدبر کرنا، سمجھنا۔

تفسیر اہل کتاب توریت میں سے بعض ایسی باتیں بھی مؤمنین کو بتا دیا کرتے تھے جن سے ثابت ہوتا تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واقعی اللہ تعالےٰ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ۔ (البقرۃ۔ ۷۶)

اہل کتاب (اپنے فرقہ کے بعض لوگوں سے) کہتے تھے کیا تم مؤمنین کو ایسی باتیں بتاتے ہو جو اللہ نے صرف تم پر کھولی ہیں (ایسا نہ کیا کرو)۔

مؤمنین جب دیکھتے کہ اہل کتاب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق توریت میں دی ہوئی علامات کا اعتراف ہے تو انہیں یہ توقع ہوتی تھی کہ یہ لوگ بھی سچے دل سے ایمان لے آئیں گے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا یہ توقع صحیح نہیں۔ جس جماعت کا یہ حال ہو کہ کلام الٰہی میں تحریف کرتی ہو اس سے خلوص کے ساتھ ایمان لانے کی توقع رکھنا فضول ہے۔ گویا اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے اہل کتاب کے فریب سے مؤمنین کو خبردار اور ہوشیار کر دیا۔

یہودیوں کی تحریف کا ذکر قرآن مجید میں کئی جگہ آیا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ۔ (النساء۔ ۴۶)

یہودیوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو (اللہ کی) باتوں کو ان کے (اصلی) مقامات سے تبدیل کر دیتے ہیں (یعنی آیتوں کو ادھر ادھر کرتے رہتے ہیں)۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ (المآئدۃ۔ ۱۳)

اہل کتاب (اللہ کے) کلمات کو ان کے (اصلی) مقامات سے تبدیل کر دیتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ۔ (المآئدۃ۔ ۴۱)

اہل کتاب (اللہ کے) کلمات کو ان کے (اصلی) مقامات کے (ظاہر ہو جانے کے) بعد (دوسرے مقامات پر) تبدیل کر دیتے ہیں۔

آیاتِ بالا میں اہل کتاب کی تحریف مکانی کا تذکرہ ہے۔ وہ اللہ تعالےٰ کی آیات کو قصداً بے موقع اور بے محل پیش کیا کرتے تھے۔

دوسری قسم کی تحریف یہ کرتے تھے کہ اپنی طرف سے کچھ باتیں گھڑ کر اللہ تعالےٰ کی کتاب میں شامل کر دیتے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَيَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (البقرۃ ۔ ۷۹)

اہل کتاب اپنے ہاتھ سے عبارت لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے ۔

اس آیت میں اہل کتاب کی تحریری تحریف کا بیان ہے ۔

تیسری قسم کی تحریف یہ کرتے کہ توریت پڑھتے وقت زبان کو مروڑتے ہوئے کچھ الفاظ اپنی طرف سے بڑھا دیتے ۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ (آل عمران ۔ ۷۸)

(اے ایمان والو) اہل کتاب میں ایک جماعت (ایسے لوگوں کی) ہے جو کتاب (الٰہی) کو پڑھتے وقت (بعض عبارت کو اپنی طرف سے پڑھ دیتے ہیں اور) اپنی زبانوں کو اس طرح موڑتے ہیں کہ تم یہ خیال کرو کہ یہ عبارت بھی کتاب میں موجود ہے حالانکہ وہ عبارت کتاب میں موجود نہیں ہوتی پھر کہتے ہیں کہ یہ (جو کچھ ہم نے پڑھا ہے) اللہ کی طرف سے ہے حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں ہوتا ۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ جان بوجھ کر اللہ پر افتراء کرتے ہیں ۔

اس آیت میں ان کی تقریری تحریف کا بیان ہے ۔

غرض یہ کہ مختلف قسم کی تحریفیں وہ کرتے رہتے تھے ۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا بھلا ایسے لوگ جو اللہ تعالےٰ پر جھوٹ بولنے سے نہ ڈرتے ہوں وہ مؤمنین کے سامنے جھوٹ بولنے سے کیا ڈریں گے ان سے ایمان کی توقع فضول ہے ۔

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا
وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا
اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ
لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ اَفَلَا
تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۶﴾ اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ
يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۷﴾

ترجمہ

اور یہ لوگ جب ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے (مزید برآں دوران ملاقات توریت میں بیان کردہ چند حقائق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی علامات بھی مؤمنین سے بیان کر دیتے ہیں) پھر جب آپس میں ایک دوسرے سے خلوت میں ملتے ہیں تو کہتے ہیں کیا تم اُن کو ایسی باتیں بھی بتا دیتے ہو جو اللہ نے تم پر ظاہر کی ہیں تاکہ وہ ان کو تمہارے رب کے پاس تمہارے مقابلہ میں بطور حجت پیش کریں (ایسا نہ کیا کرو) کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے ﴿۷۶﴾ (اے رسول) کیا انہیں معلوم نہیں کہ (وہ کسی چیز کو اللہ سے نہیں چھپا سکتے کیونکہ) اللہ یقیناً اس چیز کو بھی جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور اس چیز کو بھی جانتا ہے جو وہ ظاہر کرتے ہیں ﴿۷۷﴾

معانی و مصادر

(لَقُوا) لَقِیَ، یَلْقیٰ، لِقَاءٌ و لِقَاءَۃٌ و لِقَایَۃٌ (س) سامنے آنا، ملاقات کرنا۔
(خَلَا) خَلَا، یَخْلُوْ، خَلْوَۃٌ و خَلْوٌ و خَلَاءٌ (ن) تنہائی میں جمع ہونا۔
(تُحَدِّثُوْنَ) حَدَّثَ، یُحَدِّثُ، تَحْدِیْثٌ (باب تفعیل) بیان کرنا۔
(فَتَحَ) فَتَحَ، یَفْتَحُ، فَتْحٌ (ف) کھولنا۔
(یُحَاجُّوْ) حَاجَّ، یُحَاجُّ، مُحَاجَّۃٌ (باب مفاعلہ) جھگڑنا۔
(یُسِرُّوْنَ) اَسَرَّ، یُسِرُّ، اِسْرَارٌ (باب افعال) چھپانا۔
(یُعْلِنُوْنَ) اَعْلَنَ، یُعْلِنُ، اِعْلَانٌ (باب افعال) اعلان کرنا، ظاہر کرنا۔

تفسیر

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ منافقین میں بعض یہودی بھی شامل تھے۔ ان کی زبان پر تو دعویٰ ایمان تھا۔ دل ایمان سے خالی تھے۔ جب مؤمنین سے ملتے تو کہتے کہ ہم ایمان لے آئے۔ پھر ان کو مزید اطمینان دلانے کے لئے کچھ ایسے حقائق بیان کر دیتے جو توریت میں موجود تھے۔ مؤمنین یہ سمجھتے کہ یہ واقعی ایمان لے آئے ہیں یا اگر ابھی ایمان نہیں لائے تو بعد میں ایمان لے آئیں گے۔ لیکن یہ یہودیوں کا ایک فریب تھا۔ وہ دوسرے منافقوں کی طرح مؤمنین کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے تھے، ایمان والوں سے ملاقات کرنے کے بعد جب وہ تنہائی میں ایک دوسرے سے ملتے تو کہتے کہ ایسی بات مؤمنین کو کیوں بتاتے ہو جو صرف تم پر اللہ تعالیٰ نے منکشف کی ہے۔ مؤمنین اس بات کو بطور سند کے اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش کر کے تم پر حجت قائم کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے تمہارے خود کے بیانات سے تم کو مجرم قرار دیں گے۔ تم ایک قسم کے اقراری مجرم ہو گے۔ تم میں اتنی بھی عقل نہیں کہ تمہیں ایسی باتیں نہیں بتانی چاہئیں جو خود تمہارے خلاف استعمال ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ان اقوال کے جواب میں فرمایا کہ وہ ان حقائق کو اگر مؤمنین سے چھپالیں گے تو کیا اللہ تعالیٰ سے بھی چھپالیں گے۔ اللہ تعالیٰ کو سب کچھ علم ہے۔ اس کے نزدیک ان کا چھپانا یا علانیہ بیان کرنا سب برابر ہے۔ وہ ان کی باتوں سے واقف ہے اور وہ ضرور ان کی گرفت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ یَعْلَمْهُ اللّٰهُ وَیَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝
(آل عمران - ۲۹)

(اے رسول) آپ کہہ دیجئے کہ (اے لوگو) اگر تم کوئی چیز اپنے سینوں میں چھپاؤ یا اسے ظاہر کرو اللہ (ہر حالت میں) اسے جانتا ہے وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ۝
(طٰهٰ - ۷)

(کیا تم سمجھتے ہو کہ) اگر تم پکار کر بات کرو گے (تو اللہ سن لے گا ورنہ نہیں سنے گا، تمہارا یہ خیال غلط ہے) اس لئے کہ (اس کے لئے پکار کر کہنا یا خفیہ طور پر کہنا دونوں برابر ہیں) وہ تو (تمام) بھیدوں اور خفیہ باتوں تک کو جانتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ۝
(الرعد - ۹و۱۰)

اللہ پوشیدہ اور ظاہر (سب باتوں) کو جانتا ہے۔ وہ بزرگی والا اور بلند و بالا ہے۔ اگر تم میں سے کوئی شخص خفیہ طور پر کوئی بات کہے یا پکار کر کہے۔ اس کے لئے دونوں برابر ہیں (وہ ہر حالت میں ہر بات کو جانتا ہے) اور اگر کوئی شخص رات کو کہیں چھپ کر بیٹھ جائے یا دن کو چلے پھرے (اس کے لئے دونوں برابر ہیں۔ وہ دونوں کو دیکھ رہا ہے)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۝ (النحل - ۱۹)

(اے لوگو!) اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

يَعْلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝
(التغابن - ۴)

اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ وہ جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور وہ تو سینوں کی باتوں کو بھی جانتا ہے (یعنی لوگوں کے دلوں میں جو خیالات ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو بھی جانتا ہے)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ؕ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ

خبردار ہو جاؤ بے شک یہ لوگ اپنے سینوں کو دوہرا کرتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ سے (اپنی باتوں کو) چھپائیں (حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ سے چھپا نہیں سکتے) خبردار ہو جاؤ جب یہ اپنے

الصُّدُوْرِ ○

(ھود - ۵)

کپڑے اوڑھ لیتے ہیں (تو اس وقت بھی) وہ ان کی خفیہ اور علانیہ باتوں کو جانتا ہے (اور اسی پر کیا موقوف ہے) وہ تو دلوں کی باتوں کو بھی جانتا ہے۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ○ (النحل - ۲۳)

اللہ تعالٰے یقیناً ان باتوں کو جانتا ہے جو یہ چھپاتے ہیں اور جو یہ ظاہر کرتے ہیں۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ○

(یٰسٓ - ۷۶)

(اے رسول) ان کی باتوں سے آپ رنجیدہ نہ ہوں۔ ہم ان کی خفیہ باتوں کو بھی جانتے ہیں اور ظاہر باتوں کو بھی جانتے ہیں۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ط اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○

(الملک - ۱۳)

تم اپنی بات کو چھپاؤ یا ظاہر کرو (اللہ کے لئے دونوں برابر ہیں اُسے ہر حال میں علم ہوتا ہے بلکہ) وہ تو دلوں کے راز تک سے واقف ہے۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○

(الفرقان - ۶)

(اے رسول) آپ کہہ دیجئے کہ اس قرآن کو اُس نے اتارا ہے جو آسمانوں کی اور زمین کی تمام پوشیدہ باتوں سے واقف ہے۔ بے شک وہ بڑا غفور رحیم ہے۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ۔

(الانعام - ۳)

اللہ تعالٰے تمہاری پوشیدہ اور ظاہر (تمام باتوں) کو جانتا ہے۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ۔

(التوبۃ - ۷۸)

کیا ان کو نہیں معلوم کہ اللہ تعالٰے ان کے رازوں اور سرگوشیوں (تک) سے واقف ہے۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

اَمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّھُمْ وَنَجْوٰھُمْ۔
(الزخرف۔ ۸۰)

کیا لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کی پوشیدہ باتوں اور سرگوشیوں کو نہیں سنتے (نہیں، ہم تو ہر بات سن لیتے ہیں)۔

عمل

اے لوگو! اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینے کی کوشش نہ کیجئے۔ ایسا نہ کیجئے کہ دل میں کچھ ہو اور ظاہر میں کچھ۔ اللہ تعالیٰ سے آپ کچھ نہیں چھپا سکتے۔ وہ ظاہر کو بھی جانتا ہے اور باطن کو بھی۔ لہٰذا ظاہر اور باطن ہر قسم کے گناہ سے بچئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَذَرُوْا ظَاھِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَہٗ اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَیُجْزَوْنَ بِمَا کَانُوْا یَقْتَرِفُوْنَ ۝
(الانعام۔ ۱۲۰)

ظاہر اور پوشیدہ (ہر قسم کے) گناہ کو چھوڑ دو۔ بے شک جو لوگ گناہ کرتے ہیں وہ عنقریب اپنی بداعمالی کی سزا پائیں گے۔

یہود و نصاریٰ کی طرح حق بات کو نہ چھپائیے بلکہ اُسے ظاہر کیجئے۔ اُسے تسلیم کیجئے۔ اگر آپ کو کوئی آیت یا حدیث معلوم ہو جائے جو آپ کے نظریات یا آپ کے عقیدے کے خلاف ہے تو اُسے برملا تسلیم کیجئے۔ تاویل کرکے اُسے رد نہ کیجئے اسی میں آپ کا بھلا ہے۔ اسی میں آپ کا وقار ہے۔

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿۷۸﴾

ترجمہ ان میں بعض لوگ ایسے ہیں جو نہ لکھنا جانتے ہیں نہ پڑھنا۔ انہیں کتاب (الٰہی) کا کوئی علم نہیں (چند) غلط باتوں اور خوش فہمیوں کے علاوہ (جن پر وہ نازاں ہیں وہ کچھ نہیں جانتے۔ اُن کے پاس کوئی یقینی علم نہیں) وہ تو بس ظن و گمان پر (آس لگائے بیٹھے) ہیں ﴿۷۸﴾

معانی و مصادر (اُمِّيُّوْنَ) اُمِّيُّوْنَ = اُمِّی کی جمع = لکھنا پڑھنا نہ جاننے والے [اُمِّی کے معنیٰ جاہل کے نہیں ہیں، اُمّی عالم بھی ہو سکتا ہے]

(اَمَانِيَّ) ۔ تَمَنّٰی، يَتَمَنّٰی، تَمَنِّیْ (باب تفعّل) ارادہ کرنا۔ پڑھنا۔ جھوٹ بولنا۔
اَمَانِيَّ ۔ اُمْنِيَّةٌ کی جمع ۔ تمنائیں، خوش فہمیاں، غلط باتیں، خام خیالیاں۔
(يَظُنُّوْنَ) ظَنَّ، يَظُنُّ، ظَنٌّ (ن) جاننا، یقین کرنا، گمان کرنا۔

تفسیر اہل کتاب میں سب عالم نہیں تھے، عوام کی اکثریت نہ لکھنا جانتی تھی اور نہ پڑھنا جانتی تھی۔ انہیں توریت کا کوئی علم نہیں تھا لہٰذا وہ اپنے علماء پر اعتماد کرکے ان کی خود تراشیدہ باتوں پر یقین رکھتے تھے۔ علماء نے انہیں اس خوش فہمی میں مبتلا کر رکھا تھا کہ وہ اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ۔
(المآئدۃ۔ ۱۸)

یہودی اور عیسائی کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔

اس خوش فہمی کی بناء پر وہ ایک اور غلطی میں مبتلا ہو گئے تھے، ان کا خیال تھا کہ وہ دوزخ میں چند دن سے زیادہ نہیں رہیں گے۔ اس لئے کہ کوئی شخص اپنے محبوب بیٹے کو تکلیف میں نہیں چھوڑ سکتا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ۔
(البقرۃ۔ ۸۰)

اہل کتاب کہتے ہیں کہ دوزخ کی آگ میں ہم چند دن سے زیادہ ہرگز نہیں رہیں گے۔

اس خوش فہمی اور خام خیالی میں اہل کتاب کے عوام مبتلا تھے۔ اگر انہیں کتاب کا علم ہوتا تو وہ کبھی بھی علماء کے فریب میں نہ آتے اور اس قسم کا دھوکا نہ کھاتے۔ ان کی خوش فہمیوں کی بنیاد کسی یقینی چیز پر نہیں تھی بلکہ وہ محض اپنے ظن و گمان سے یہ اندازہ لگائے ہوئے تھے کہ وہ بہت ہی معمولی عرصہ کے لئے دوزخ میں رہیں گے اور پھر نجات پا جائیں گے۔ یہ خوش فہمیاں سب شیطانی کرشمے تھیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۝ (النساء - ۱۲۰)

شیطان (وسوسوں کے ذریعہ) لوگوں سے (طرح طرح کے) وعدے کرتا ہے۔ اور انہیں خوش فہمیوں میں مبتلا کرتا ہے۔ لیکن شیطان کا وعدہ سوائے دھوکے کے کچھ نہیں۔

عمل

اے لوگو! خوش فہمیاں، خام خیالیاں، غلط امیدیں کام نہیں آئیں گی۔ آپ ان چیزوں سے بچئے۔ نجات کا دارومدار خوش فہمیوں پر نہیں ہے بلکہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا اٹل قانونِ مغفرت ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ (البقرۃ - ۱۱۱-۱۱۲)

اہل کتاب کہتے ہیں کہ یہودیوں یا عیسائیوں کے علاوہ کوئی جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوگا۔ یہ ان کی خوش فہمیاں ہیں۔ (اے رسول) آپ ان سے کہئے کہ اگر تم (اس دعوے میں) سچے ہو تو کوئی دلیل پیش کرو۔ (اور اے رسول، یہ کوئی دلیل پیش نہیں کر سکیں گے تو پھر ان کو خبردار کر دیجئے کہ) (جنت میں تو بس وہ شخص جائیگا) جو اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دے اور نیکیاں کرتا رہے۔ ایسے شخص کا اجر اس کے ربّ کے پاس ہے۔ ایسے لوگوں کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

یہ ہے اللہ تعالیٰ کا اٹل قانونِ مغفرت۔ اس پر عمل کیجئے اور پھر نجات کی امید رکھیئے۔ اہل کتاب جیسی غلط فہمیوں میں نہ رہیئے۔ ایسے پیروں کے دھوکے میں نہ آیئے جو لوگوں کو یہ کہہ کر گمراہ کرتے پھرتے ہیں کہ ہمارا دامن پکڑ لو، ہم تمہیں بخشوا لیں گے۔ اور اے لوگو، آپ اس خیالِ خام میں نہ رہیئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے محبوب کی امت میں ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ ہم کو دوزخ میں نہیں داخل کرے گا۔ یہ خوش فہمی اور

پیروں کی ضمانت میدانِ محشر میں کوئی کام نہ آئے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا۔ (البقرۃ - ۴۸ و ۱۲۳)

ڈرو اس دن سے جس دن کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے کچھ بھی کام نہ آئے گا۔

خوش فہمیوں، خام خیالیوں اور غلط فہمیوں کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝ (النسآء - ۱۲۳)

(نجات کا دار و مدار) نہ تمہاری خوش فہمیوں پر ہے اور نہ اہل کتاب کی خوش فہمیوں پر، جو شخص برا عمل کریگا اُسے اس کی سزا ملے گی اور وہ (میدانِ محشر میں) اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی کارساز اور مددگار نہ پائے گا۔

(مزید تفصیل کے لئے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۲۳ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں)

فَوَیۡلٌ لِّلَّذِیۡنَ یَکۡتُبُوۡنَ الۡکِتٰبَ
بِاَیۡدِیۡهِمۡ ثُمَّ یَقُوۡلُوۡنَ هٰذَا مِنۡ
عِنۡدِ اللّٰهِ لِیَشۡتَرُوۡا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیۡلًا
فَوَیۡلٌ لَّهُمۡ مِّمَّا کَتَبَتۡ اَیۡدِیۡهِمۡ وَ
وَیۡلٌ لَّهُمۡ مِّمَّا یَکۡسِبُوۡنَ ﴿۷۹﴾

ترجمہ خرابی ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنے ہاتھ سے شریعت کی باتیں لکھتے ہیں، پھر لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہیں (ان باتوں کے لکھنے سے اُن کا مقصد یہ ہوتا ہے) کہ ان کے ذریعہ تھوڑا سا فائدہ حاصل کریں (خبردار) جو کچھ وہ اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں اس کی وجہ سے ان کے لئے بڑی خرابی ہے اور جو کچھ وہ کماتے ہیں اس کی وجہ سے بھی ان کے لئے بڑی خرابی ہے ﴿۷۹﴾

معانی و مصادر

(ویل) وَیۡلٌ = خرابی، ہلاکت۔
(یکتبون) و (کتبت) کَتَبَ، یَکۡتُبُ، کَتۡبٌ وکِتَابٌ وکِتۡبَةٌ وکِتَابَةٌ (ن) لکھنا۔
(یشتروا) اِشۡتَرٰی، یَشۡتَرِیۡ، اِشۡتِرَاءٌ (باب افتعال) خریدنا، بیچنا۔
(ثمن) ثَمَنَ، یَثۡمُنُ، ثُمۡنٌ (ن) قیمت لینا [ثَمَنٌ = قیمت]
(قلیل) قَلَّ، یَقِلُّ، قِلٌّ وقُلٌّ وقِلَّةٌ (ض) کم ہونا۔
(یکسبون) کَسَبَ، یَکۡسِبُ، کَسۡبٌ وکِسۡبٌ (ض) کمانا۔

تفسیر اہل کتاب کے علماء شریعت کی باتیں لکھتے، اپنی طرف سے مسائل تحریر کرتے اور پھر عوام پر ظاہر کرتے کہ یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہیں، حالانکہ وہ مسائل اور فتوے اللہ تعالےٰ کی طرف سے قطعاً نہیں ہوتے تھے، وہ جھوٹ بول کر لوگوں کو دھوکا دیتے، ان کو خوش فہمیوں میں مبتلا کرتے اور ان کے مطلب کے مسائل ان کو بتاتے۔ ایسے فتوے دیتے جن میں عوام کے لئے آسانی ہوتی، ان کو خوش کرتے، ان سے نذرانے وصول کرتے، دعوتیں کھاتے اور دنیا کے ایک قلیل وحقیر فائدہ کی خاطر خودساختہ مسائل کو اللہ تعالےٰ کی طرف منسوب کرتے تھے۔ حق بات کو ظاہر نہیں کرتے تھے مبادا ان کے عقیدت مند اُن سے متنفر نہ ہوجائیں، ان کی جمعیت نہ ٹوٹ جائے ان کے نذرانے نہ بند ہوجائیں۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ایسے لوگوں کی بڑی خرابی ہے جو خودساختہ مسائل اور فتووں کو دنیاوی فائدہ کی خاطر اللہ تعالےٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ جو غلط باتیں یہ لکھتے ہیں وہ بھی ان کے لئے باعث عذاب ہیں۔ اور جو کچھ فائدے یہ ان غلط باتوں کے ذریعہ حاصل کر رہے ہیں وہ بھی ان کے لئے باعث عذاب ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ٥ (الجاثیۃ۔۷)

ہر جھوٹے گنہگار کے لئے خرابی ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا وَإِيَّايَ فَاتَّقُونِ ٥ (البقرۃ۔۴۱)

میری آیات کو بیچ کر تھوڑا سا فائدہ حاصل نہ کرو اور مجھ ہی سے ڈرو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ٥

(البقرۃ۔۱۷۴)

بے شک جو لوگ کتاب (شریعت) کی باتوں کو جو اللہ نے نازل فرمائی ہیں چھپاتے ہیں اور ان کو بیچ کر تھوڑی سے قیمت وصول کرتے ہیں یہ لوگ درحقیقت اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں۔ قیامت کے روز اللہ تعالےٰ ان سے بات نہیں کرے گا، نہ انہیں (گناہوں سے) پاک کریگا بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اشْتَرَوْا بِآيَاتِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَصَدُّوا عَن سَبِيلِهِ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ٥

کافر اللہ کی آیتوں کے ذریعہ تھوڑا سا (دنیوی) فائدہ حاصل کرتے ہیں اور اس طرح لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔ جو کچھ یہ کر رہے ہیں

وہ بے شک بہت بُرا ہے۔ (التوبۃ ۔ ۹)

عمل

اے علم والو، اللہ تعالےٰ سے ڈریئے ۔ اللہ تعالےٰ کی طرف غلط باتوں کو منسوب نہ کیجئے ۔ دنیا کمانے کی خاطر مسائل نہ بنائیے ۔ اپنے فرقہ وارانہ مذہب اور خود ساختہ نظریہ کی خاطر حق کو چھپا کر باطل کی اشاعت نہ کیجئے، اے لوگو! قرآن مجید اور حدیث شریف کے مقابلہ میں اپنے کسی بزرگ، پیر یا امام کی بات کو وقعت نہ دیجئے ۔ جو بات بھی قرآن مجید یا حدیث صحیح سے ثابت ہو اُسے قبول کیجئے ۔ اس کی اشاعت کیجئے ۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ ہی میں دین اسلام مکمل ہوا تھا ۔ لہٰذا قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے علاوہ جو مسائل قیاسیہ ہیں ان کو دین نہ سمجھیے ۔ دین کے مکمل ہو جانے کے بعد اُس میں اضافہ ناممکن ہے ۔ تمام اضافوں کو مسترد کر دیجئے اور علی الاعلان ان کی تردید کیجئے ۔ یہ اضافے دین نہیں ہیں بے دینی کی باتیں ہیں ۔ اللہ تعالےٰ نے ایسے لوگوں کو جو کسی بات کو اپنی طرف سے لکھ کر اُسے دین کا نام دیں بڑی زبردست خرابی کی وعید سنائی ہے آپ اس سے بچیئے ۔

وَقَالُوا لَن تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا
مَّعْدُودَةً قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِندَ اللَّهِ
عَهْدًا فَلَن يُخْلِفَ اللَّهُ عَهْدَهُ أَمْ
تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝۸۰
بَلَىٰ مَن كَسَبَ سَيِّئَةً وَأَحَاطَتْ
بِهِ خَطِيئَتُهُ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ
النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝۸۱ وَالَّذِينَ
آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ
أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝۸۲

ترجمہ اہل کتاب کہتے ہیں کہ دوزخ کی آگ ہمیں چند روز سے زیادہ ہرگز نہیں چھوئے گی۔ (اے رسول) آپ ان سے پوچھئے کیا تم نے اللہ سے (اس قسم کا) کوئی عہد لیا ہے (اگر عہد لیا ہے تو پھر تو تمہارا دعویٰ صحیح ہے اس لئے کہ) اللہ تعالیٰ اپنے عہد کے خلاف ہرگز نہیں کریگا (اور اگر عہد نہیں لیا ہے تو) کیا تم اللہ پر ایسی بات کا افتراء کرتے ہو جس کا تمہیں کوئی علم نہیں ﴿۸۰﴾ (اللہ کے ہاں کسی کے لئے کوئی امتیازی رعایت نہیں) بلکہ (اس کا قانون سب کے لئے یکساں ہے) جو شخص بھی برے کام کریگا اور اس کے گناہ اسے گھیر لیں گے تو ایسے لوگ (یقیناً) دوزخی ہیں، وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے ﴿۸۱﴾ اور جو لوگ ایمان لائیں گے اور نیک عمل کرتے رہیں گے تو ایسے ہی لوگ جنتی ہیں، وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے ﴿۸۲﴾

معانی و مصادر

(تَمَسَّ) مَسَّ، یَمَسُّ، مَسٌّ و مَسِیْسٌ (ن ف) چھونا۔

(مَعْدُوْدَۃً) عَدَّ، یَعُدُّ، عَدٌّ و تَعْدَادٌ (ن) گننا، خیال کرنا۔

(اَتَّخَذْتُمْ = اَاِتَّخَذْتُمْ) اِتَّخَذَ، یَتَّخِذُ، اِتِّخَاذٌ (باب افتعال) بنانا، لینا۔

(عَهْدًا) عَهِدَ، یَعْهَدُ، عَهْدٌ (س) وعدہ کرنا، عہد کرنا، پہچان لینا، حفاظت کرنا۔

(یُخْلِفُ) اَخْلَفَ، یُخْلِفُ، اِخْلَافٌ (باب افعال) وعدہ پورا نہ کرنا، وعدہ خلافی کرنا۔

(کَسَبَ) کَسَبَ، یَکْسِبُ، کَسْبٌ و کِسْبٌ (ض) کمانا۔

(سَیِّئَۃً) سَاءَ، یَسُوْءُ، سَوَاءٌ (ن) برا ہونا [سَیِّیٌٔ = قبیح۔ اس کا مؤنث سَیِّئَۃٌ ہے جس کے معنی برائی یا گناہ کے ہیں]

(خَطِیْئَۃٌ) خَطِیَٔ، یَخْطَأُ، خِطْأٌ و خِطَاءَۃٌ (س) گناہ کرنا۔ [خَطِیْئَۃٌ = گناہ]

(خٰلِدُوْنَ) خَلَدَ، یَخْلُدُ، خُلُوْدٌ (ن) ہمیشہ رہنا۔

(اَحَاطَتْ) اَحَاطَ، یُحِیْطُ، اِحَاطَۃٌ (باب افعال) گھیر لینا۔

(عَمِلُوْا) عَمِلَ، یَعْمَلُ، عَمَلٌ (س) بنانا، عامل ہونا، صدقات جمع کرنا۔

(صٰلِحٰتُ) صَلُحَ، یَصْلُحُ و صَلَحَ، یَصْلُحُ و صَلَحَ، یَصْلَحُ، صَلَاحٌ و صُلُوْحٌ و صَلَاحِیَۃٌ (ک، ف، ن) ٹھیک ہونا۔ [صَالِحٌ = اچھا، ٹھیک۔ اس کا مؤنث صَالِحَۃٌ ہے۔ صَالِحَۃٌ = نیکی، اس کی جمع صٰلِحٰتٌ ہے]۔

تفسیر ان آیات میں اہل کتاب کی خوش فہمی اور اس خوش فہمی کی تردید کا ذکر ہے، ان کو خوش فہمی تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰی — یہودی اور عیسائی کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے

نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ (المآئدۃ ۔ ۱۸) بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔

اس خوش فہمی کی بنیاد پر انہیں مزید خوش فہمی یہ تھی کہ وہ دوزخ میں چند روز سے زیادہ نہیں رہیں گے۔ وہ کہتے تھے کہ، اللہ تعالٰے کے محبوب ہونے کی وجہ سے ہم دوزخ میں زیادہ عرصہ نہیں رہ سکتے۔ اللہ تعالٰے نے اس خوش فہمی کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا تم نے اللہ تعالٰے سے اس قسم کا کوئی عہد لیا ہے کہ وہ تمہیں زیادہ عرصہ دوزخ میں نہیں رکھے گا۔ اگر تم نے اللہ تعالٰے سے کوئی عہد لے لیا ہے تو پھر تو تمہارا دعوٰی صحیح ہے اور اگر اللہ تعالٰے سے تم نے کوئی عہد نہیں لیا ہے تو پھر تمہارا دعوی غلط ہے، تم اللہ تعالٰے کی طرف ایسی بات منسوب کرتے ہو جس کا تمہیں خود بھی کوئی علم نہیں۔ اللہ تعالٰے کے ہاں کسی خاص خاندان اور نسب کی بنیاد پر کوئی رعایت نہیں ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ بَطَّأَبِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ يُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ (صحیح مسلم کتاب الذکر باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن، جزو۲ ص۳۴۷)

جس شخص کو اس کے عمل نے پیچھے ڈال دیا اس کا نسب اس کو آگے نہیں بڑھائیگا۔

حدیث بالا کا مطلب واضح ہے، قیامت کے روز کسی کا نسب کچھ کام نہیں آئے گا، وہاں تو ایمان اور اعمال صالحہ کام آئیں گے اور اگر کسی شخص نے اعمال صالحہ کے بجائے گناہ کئے اور گناہوں نے اُسے ہر طرف سے گھیر لیا یعنی جو شخص گناہ کرتا ہی چلا گیا اور گناہوں کی کثرت ہو گئی تو پھر وہ یقیناً دوزخ میں جائیگا اسے دوزخ سے بچانے والی کوئی چیز نہ ہوگی۔ دوزخ سے تو وہی بچ سکتا ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتا ہے جو شخص ایسا کریگا وہ یقیناً جنتی ہوگا۔ اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ۝ وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ۝ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ۝ (طٰہٰ ۔ ۷۴ تا ۷۶)

جو شخص اپنے رب کے پاس اس حالت میں پہنچا کہ وہ (دنیا میں) گناہ کرتا رہا تھا تو اس کے لئے جہنم ہے جس میں اُسے نہ موت آئے گی اور نہ زندہ ہی رہے گا۔ (یعنی وہ دردناک تکلیف میں مبتلا ہوگا) اور جو شخص اپنے رب کے پاس اس حالت میں پہنچے گا کہ وہ مؤمن تھا اور اس نے (دنیا میں) نیک عمل کئے تھے تو ایسے لوگوں کے (بڑے) بلند درجات ہونگے یعنی ہمیشہ رہنے والے باغات جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہونگی۔ ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ ہے اس شخص کی جزاء جو (دنیا میں گناہوں سے) پاک رہا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى نُزُلًا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝

(الٓمّٓ تنزيل السجدة ۱۹-۲۰)

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کا ٹھکانہ باغات ہیں۔ یہ ان کی مہمانی ہوگی اُن اعمال کی وجہ سے جو وہ کرتے تھے اور جن لوگوں نے (اللہ کی) نافرمانی کی توان کا ٹھکانہ دوزخ ہے جب کبھی وہ اس میں سے نکلنے کا ارادہ کریں گے اسی میں لوٹا دئے جائیں گے اور ان سے کہا جائیگا جس عذاب جہنم کو تم جھٹلایا کرتے تھے (اب) اس کا مزا چکھو۔

عمل

اے لوگو، صحیح معنوں میں ایمان لائیے، توحید پر قائم رہیئے۔ نیک عمل کرتے رہیئے یہی چیزیں میدانِ محشر میں کام آئیں گی۔ آپ اس غلط فہمی میں نہ رہیئے کہ وہاں نسب کام آئیں گے یا بہترین امت ہونے کا جو اعزاز آپ کو ملا ہے وہ آپ کے کام آئیگا یا اللہ تعالےٰ کے محبوب کی امت ہونے کی وجہ سے آپ کو نجات مل جائے گی۔ اس قسم کی خوش فہمیاں اہل کتاب کو بھی تھیں انہیں عالمین پر فضیلت دی گئی تھی، انہیں منتخب کیا گیا تھا۔ ان کے خاندان میں یکے بعد دیگرے انبیاء علیہم السلام آتے رہے تھے۔ انہی باتوں پر انہیں ناز تھا۔ اللہ تعالےٰ نے ان کے اس ناز کی تردید کردی اور صاف صاف فرمادیا کہ نجات کا دارومدار ایمان اور عمل صالح پر ہے۔ گناہ کر کے اس خوش فہمی میں رہنا کہ ہمارے نسب یا کسی بزرگ سے ہماری نسبت یا ہمارے دنیاوی اعزاز اس گناہ کی معافی کا سبب بن جائیں گے دھوکا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے صاف فرمادیا ہے :-

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ۝

(النسآء ۱۲۳ - ۱۲۴)

(اے ایمان والو نجات کا دارومدار) نہ تمہاری خوش فہمیوں پر ہے اور نہ اہل کتاب کی خوش فہمیوں پر، جو شخص بھی برا عمل کریگا اُسے اس کی سزا ملے گی اور وہ اللہ کے علاوہ نہ کسی کو اپنا کارساز پائیگا اور نہ مددگار اور جو شخص مرد ہو یا عورت نیک عمل کریگا بشرطیکہ وہ مؤمن ہو تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کی تل برابر بھی حق تلفی نہیں کی جائے گی۔

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ
لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ
اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ
الْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّ
اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ
اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَ اَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۸۳﴾ وَ
اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ
وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ
ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَ اَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۸۴﴾ ثُمَّ اَنْتُمْ

هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ

فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ

عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ

اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ

اِخْرَاجُهُمْ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ

وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ

يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ

الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ

الْعَذَابِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۸۵

أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۸۶﴾

ترجمہ

اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرنا، والدین، اقرباء، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک کرتے رہنا، لوگوں سے اچھی بات کہنا، نماز کو قائم رکھنا، زکوٰۃ ادا کرتے رہنا تو (اے بنی اسرائیل) چند لوگوں کے علاوہ تم سب (اس عہد سے) پھر گئے اور (ابھی تک اُس سے) روگردانی کر رہے ہو ﴿۸۳﴾ اور (اے بنی اسرائیل وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے تم سے عہد لیا تھا کہ آپس میں ایک دوسرے کا خون نہ بہانا اور نہ آپس میں ایک دوسرے کو اس کے ملک سے نکالنا تو تم نے (ان باتوں کا) اقرار کیا تھا اور تم بھی اس بات پر گواہ ہو ﴿۸۴﴾ (اور اے بنی اسرائیل) پھر تم ہی ہو کہ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرتے ہو، اپنے میں سے بہت سے لوگوں کو ان کے وطن سے نکال دیتے ہو، ان کے مقابلہ میں گناہ اور ظلم کے ساتھ ایک دوسرے کی مدد کرتے ہو اور اگر وہ تمہارے پاس قید ہو کر آتے ہیں تو فدیہ دے کر ان کو چھڑا لیتے ہو (تم سمجھتے ہو کہ فدیہ دے کر نہ چھڑانا حرام ہے) حالانکہ ان کو (ان کے ملک سے) نکالنا بھی تو تم پر حرام تھا۔ (ایک حرام کام سے پرہیز کرتے ہو اور دوسرے حرام کام کو بیدھڑک کر گذرتے ہو) تو کیا تم کتاب (الٰہی) کے بعض (احکام) پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو (خبردار ہو جاؤ) جو لوگ تم میں سے ایسا کام کرتے ہیں ان کے لئے اور کوئی بدلہ نہیں سوائے اس کے کہ دنیا کی زندگی میں رسوائی نصیب ہوگی اور قیامت کے دن اس سے بھی زیادہ سخت عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے (اور اے بنی اسرائیل خبردار ہو جاؤ) جو عمل تم کر رہے ہو اللہ ان سے غافل نہیں ہے ﴿۸۵﴾ (اے ایمان والو) یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا خریدی لہذا (یہ لوگ سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے پھر نہ) ان پر عذاب میں تخفیف ہوگی اور نہ کوئی ان کی مدد کر سکے گا ﴿۸۶﴾

معانی و مصادر

(مِیْثَاق) وَاثَقَ، یُوَاثِقُ، وِثَاقٌ و مُوَاثَقَةٌ (باب مفاعلہ) عہد کرنا۔
(مِیْثَاقِ عہد کے

(تَعْبُدُوْنَ) عَبَدَ، یَعْبُدُ، عِبَادَۃً، عُبُوْدَۃً، عُبُوْدِیَّۃً (ن) ایک ماننا، عبادت کرنا، اطاعت کرنا۔
(قُرْبٰی) قَرِبَ، یَقْرَبُ وقَرُبَ، یَقْرُبُ، قُرْبٌ وقُرْبَانٌ (س ـ ك) قریب ہونا [قُرْبٰی = رشتہ میں قریب ہونا]
(یَتٰمٰی) یَتَمَ، یَیْتِمُ، یُتْمٌ (ض، س، ك) بے باپ کا ہونا۔
(مَسٰکِیْن) سَکَنَ، یَسْکُنُ، سُکُوْنٌ (ن) وسَکُنَ، یَسْکُنُ، سُکُوْنَۃٌ (ك) محتاج ہونا مسکین ہونا۔
(حُسْنٌ) حَسُنَ، یَحْسُنُ، حُسْنٌ (ن، ك) اچھا ہونا، خوبصورت ہونا۔
(اٰتُوْا) اٰتٰی، یُؤْتِیْ، اِیْتَاءٌ (باب افعال) دینا۔
(تَوَلَّیْتُمْ) تَوَلّٰی، یَتَوَلّٰی، تَوَلِّیٌ (باب تَفَعُّلٌ) متولّی ہونا، دوست بنانا، منہ موڑنا، پیٹھ موڑنا۔
(مُعْرِضُوْنَ) اَعْرَضَ، یُعْرِضُ، اِعْرَاضٌ (باب انعال) رک جانا، روگردانی کرنا۔
(تَسْفِکُوْنَ) سَفَكَ، یَسْفِكُ، سَفْكٌ (ض) بہانا۔
(دِمَاءٌ) دَمِیَ، یَدْمٰی، دَمًی ودُمِیٌّ (س) خون بہنا، [دِمَاءٌ = دَمٌ کی جمع، خون]
(دِیَار) دَارَ، یَدُوْرُ، دَوْرٌ ودَوَرَانٌ (ن) چکر لگانا [دِیار = دَارٌ کی جمع، گھر، شہر]
(اَقْرَرْتُمْ) اَقَرَّ، یُقِرُّ، اِقْرَارٌ (باب افعال) اقرار کرنا، اعتراف کرنا۔
(تَشْهَدُوْنَ) شَهِدَ، یَشْهَدُ وشَهُدَ، یَشْهُدُ، شَهَادَۃٌ (س ـ ك) گواہی دینا۔
(فَرِیْق) فَرَقَ، یَفْرُقُ، فَرْقٌ وفُرْقَانٌ (ض ن) علیحدہ کرنا، پھاڑنا [فریق = جماعت]۔
(تَظٰهَرُوْنَ) تَظَاهَرَ، یَتَظَاهَرُ، تَظَاهُرٌ (باب تفاعل) ظاہر کرنا، ظاہر ہونا، مدد کرنا۔
(اِثْمٌ) اَثِمَ، یَاْثَمُ، اِثْمٌ واَثَمٌ واَثَامٌ ومَاْثَمٌ (س) گناہ کرنا۔
(عُدْوَانٌ) عَدَا، یَعْدُوْ، عَدْوٌ وعُدْوَانٌ وعُدُوٌّ وعَدَاءٌ (ن) ظلم کرنا، زیادتی کرنا۔
(جَزَاءٌ) جَزٰی، یَجْزِیْ، جَزَاءٌ (ض) بدلہ دینا۔
(خِزْیٌ) خَزِیَ، یَخْزٰی، خِزْیٌ وخَزًی (س) ذلیل ہونا، بلا میں گرفتار ہونا۔
(یُرَدُّوْنَ) رَدَّ، یَرُدُّ، رَدٌّ ومَرَدٌّ ومَرْدُوْدٌ (ن) پھیرنا، لوٹانا، قبول نہ کرنا۔
(اَشَدُّ) شَدَّ، یَشُدُّ، شَدٌّ (ن) بلند ہونا، مضبوط کرنا، گرہ لگانا [اَشَدُّ = شدید سے اسم تفضیل ہے]
(غَافِلٌ) غَفَلَ، یَغْفُلُ، غُفُوْلٌ وغَفْلَۃٌ وغَفَلٌ (ن) بھولنا، غافل ہونا۔
(اِشْتَرَوْا) اِشْتَرٰی، یَشْتَرِیْ، اِشْتِرَاءٌ (باب انتعال) خریدنا۔
(یُخَفَّفُ) خَفَّفَ، یُخَفِّفُ، تَخْفِیْفٌ (باب تفعیل) ہلکا کرنا۔

تفسیر اللہ تعالےٰ نے بنی اسرائیل سے جو عہد لئے تھے ان کا بیان اسی سورت کی آیت نمبر ۴۰ کی تفسیر میں گذر چکا ہے۔ ان عہود میں سے بہت سے عہود کا ذکر اللہ تعالےٰ نے ان

آیات میں کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا کہ:۔
۱۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کریں۔
۲۔ والدین، اقرباء، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ نیکی و بھلائی کرتے رہیں۔
۳۔ لوگوں سے خوش گفتاری و خوش اخلاقی سے بات کریں۔
۴۔ نماز کو قائم کریں۔
۵۔ زکوٰۃ ادا کریں۔
۶۔ خونریزی نہ کریں۔
۷۔ کسی کو جلاوطن نہ کریں۔

بنی اسرائیل نے اقرار کیا کہ وہ ان عہد پر قائم رہیں گے۔ لیکن چند لوگوں کے علاوہ سب ان عہد سے پھر گئے۔ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرتے تھے۔ ایک دوسرے کو جلاوطن کرتے تھے۔ ظلم و زیادتی میں ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے لیکن ایک بات یہ ضرور کرتے تھے کہ وہ شخص جس کو انہوں نے جلاوطن کیا تھا، جب دوسرے ملک میں قید ہو جاتا یا غلام بنا لیا جاتا تو اس کا فدیہ دے کر اُسے چھڑا لیا کرتے تھے۔ احکام الٰہی میں سے صرف اس حکم پر شدت سے عمل کرتے اور اس کی خلاف ورزی کو حرام سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کا جلاوطن کرنا بھی تو تم پر حرام تھا۔ پھر تم نے اس حکم الٰہی کا لحاظ کیوں نہ رکھا۔ تم کسی حکم پر عمل کرتے ہو اور کسی حکم پر عمل نہیں کرتے۔ تو کیا تم کتاب الٰہی کے بعض احکام پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو۔ جو شخص احکام الٰہی میں سے بعض احکام کی تعمیل کرے اور بعض احکام کی خلاف ورزی کرے تو اس کی سزا اس کو دنیا میں بھی ملے گی اور آخرت میں بھی۔ دنیا میں ذلت و رسوائی اور آخرت میں اس سے بھی زیادہ سخت عذاب ہوگا۔ ان کی ذلت و رسوائی کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا ثُقِفُوا۔ (آل عمران ـ ۱۱۲)	ذلت اور رسوائی ان پر مسلط کر دی گئی ہے (یہ لوگ) جہاں کہیں بھی پائے جائیں گے (ذلت و رسوائی میں گرفتار نظر آئیں گے)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ (البقرۃ ـ ۶۱)	ذلت اور مفلسی ان پر مسلط کر دی گئی اور وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہو گئے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے محض دنیا کی خاطر بعض احکام الٰہی پر عمل نہیں کیا اور اپنی آخرت کو خراب کر لیا، گویا انہوں نے آخرت کو بیچ کر دنیا کو خرید ا۔ آخرت

ہیں ان پر بہت سخت عذاب ہوگا۔ اس عذاب میں تخفیف کبھی نہیں ہوگی۔ دنیا میں وہ ظلم و زیادتی پہ ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے، وہاں وہ ایسا نہ کر سکیں گے۔ یہ یار و مددگار دوزخ کے عذاب میں گرفتار ہوں گے۔

عمل

اے لوگو! اللہ تعالےٰ سے کئے ہوئے عہد کو پورا کیجئے۔ آپ نے کلمۂ شہادت پڑھ کر اللہ تعالےٰ سے عہد کیا ہے کہ آپ صرف اس کو حاکم و معبود مانیں گے لہذا اب اس کے احکام کی تعمیل کیجئے۔ صرف اسی کی عبادت کیجئے۔ آپ نے اس کلمہ میں یہ بھی عہد کیا ہے کہ آپ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اللہ تعالیٰ کا رسول مانیں گے۔ لہذا اب اس عہد کو بھی پورا کیجئے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کیجئے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جو احکام الٰہی ملیں صرف انہیں ہی احکام الٰہی سمجھئے۔ احکام الٰہی کے ملنے کا دوسرا کوئی ذریعہ اور واسطہ نہیں لہذا اس ذریعہ اور واسطہ کو مضبوطی سے پکڑے رہئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ذریعہ اللہ تعالےٰ کی اطاعت ہو سکتی ہے لہذا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہی اللہ تعالےٰ کی اطاعت کیجئے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ — جس نے رسول کی اطاعت کی تو اس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی۔

(النساء - ۸۰)

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہمارے لئے ہادی و رہبر، امام و پیشوا، نمونہ اور واسطہ ہیں لہذا دوسرے تمام واسطوں کو چھوڑ دیجئے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نمونہ مان کر بس ان کی اتباع کرتے رہئے۔ ایسا نہ کیجئے کہ دنیا کمانے کی خاطر بعض احکام الٰہی پر عمل کریں اور بعض پر عمل نہ کریں۔ یہ تو بہت بری بات ہے بلکہ آیات زیر تفسیر کی رُو سے یہ بات احکام الٰہی کے ساتھ کفر ہے۔ تمام احکام پر عمل کیجئے، اسلام میں پورے پورے داخل ہو جائیے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ — اے ایمان والو! اسلام میں پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

(البقرۃ - ۲۰۸)

آخرت کو بیچ کر دنیا نہ خریدئیے۔ ایسی صورت میں جو عذاب ہوگا اس میں کوئی تخفیف نہیں ہوگی اور نہ کہیں سے مدد ہی مل سکے گی۔ اللہ تعالےٰ سے ڈرئیے اور جہاں تک ہو سکے اس کے تمام احکام پر عمل کیجئے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا
مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى
ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ
الْقُدُسِ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا
لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيْقًا
كَذَّبْتُمْ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴿۸۷﴾

ترجمہ اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی۔ پھر ان کے بعد بہت سے رسول بھیجے (منجملہ ان کے) ابن مریم (بھی تھے جن) کو ہم نے کھلی نشانیاں عطاء کی تھیں اور روح القدس (یعنی جبرئیل) سے ان کو مدد دی تھی (لیکن اے بنی اسرائیل تم نے کبھی بھی کسی رسول کی صحیح معنوں میں اطاعت نہیں کی) جب کبھی تمہارے پاس کوئی رسول ایسے احکام لے کر آیا جن پر عمل کرنے کو تمہارا دل نہیں چاہتا تھا تو تم نے سرکشی کی (اور ان احکام پر عمل نہیں کیا) بلکہ ان رسولوں میں سے ایک جماعت کو تم نے جھٹلایا اور ایک جماعت کو قتل کر دیا ﴿۸۷﴾

معانی و مصادر (قَفَّيْنَا) قَفّٰى ۔ يُقَفِّيْ ۔ تَقْفِيَةٌ (باب تفعیل) پیچھے بھیجنا۔ [اس کا مادّہ "ق ف و" اور "ق ف ی" ہے]

(بَيِّنٰت) بَانَ، يَبِيْنُ، بَيَانٌ و تِبْيَانٌ (ض) واضح ہونا، ظاہر ہونا۔ [بائن اسم فاعل ہے۔

بَیِّنٌ اسم صفت ہے، اس کا مؤنث بَیِّنَۃٌ ہے، اس کے معنی ہیں دلیل اور اس کی جمع بَیِّنٰت ہے۔
(اَیَّدْنَا) اَیَّدَ، یُؤَیِّدُ، تَاْیِیْدٌ (باب تفعیل) تقویت پہنچانا۔ ثابت رکھنا۔
(قُدُس) قَدُسَ، یَقْدُسُ، قُدْسٌ و قُدُسٌ (ک) پاک ہونا و بابرکت ہونا۔
(جَآءَ) جَاءَ، یَجِیْءُ و یَجُوْءُ، مَجِیْئٌ و مَجِیْئَۃٌ و جَیْءٌ و جَیْئَۃٌ (ض، ن) آنا۔
(تَھْوٰی) ھَوِیَ، یَھْوٰی، ھَوًی (س) خواہش ہونا، پسند کرنا۔
(اِسْتَکْبَرْتُمْ) اِسْتَکْبَرَ، یَسْتَکْبِرُ، اِسْتِکْبَارٌ (باب استفعال) تکبر کرنا، بڑا ہونا۔
(کَذَّبْتُمْ) کَذَّبَ، یُکَذِّبُ، تَکْذِیْبٌ (باب تفعیل) جھٹلانا۔

تفسیر اللہ تعالٰی نے پھر بنی اسرائیل کو اپنے احسان جتائے۔ احسان جتانے کا مقصد یہ تھا کہ یہ لوگ احسان فراموشی نہ کریں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں۔
اللہ تعالٰی نے پہلا احسان یہ جتایا کہ اس نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کتاب دی تاکہ اس کے ذریعے بنی اسرائیل منزل مقصود تک بآسانی پہنچ جائیں۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:۔

وَاِذْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ ○
(البقرۃ - ۵۳)

اے بنی اسرائیل وہ وقت یاد کرو جب ہم نے موسیٰ کو کتاب اور حق و باطل میں تمیز کرنے والی چیز عطاء فرمائی تاکہ تم ہدایت یاب ہو جاؤ۔

اللہ تعالٰی فرماتا ہے:۔
وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ فَلَا تَکُنْ فِیْ مِرْیَۃٍ مِّنْ لِّقَآئِہٖ وَ جَعَلْنٰہُ ھُدًی لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ○
(الٓمّٓ تنزیل السجدۃ - ۲۳)

ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی تو (اے رسول) آپ اس کے ملنے میں شک نہ کرنا ہم نے اس کتاب کو بنی اسرائیل کے لئے ذریعہ ہدایت بنایا تھا۔

اللہ تعالٰی فرماتا ہے:۔
وَکَتَبْنَا لَہٗ فِی الْاَلْوَاحِ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ مَّوْعِظَۃً (الاعراف - ۱۴۵)

ہم نے موسیٰ کے لئے تختیوں میں ہر قسم کی نصیحت لکھ دی تھی۔

اللہ تعالٰی فرماتا ہے:۔
وَفِیْ نُسْخَتِھَا ھُدًی وَّرَحْمَۃٌ لِّلَّذِیْنَ ھُمْ لِرَبِّھِمْ یَرْھَبُوْنَ ○
(الاعراف - ۱۵۴)

ان تختیوں میں جو کچھ تحریر تھا اس میں ان لوگوں کے لئے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں ہدایت اور رحمت تھی۔

اللہ تعالٰی نے بنی اسرائیل کو دوسرا احسان یہ جتایا کہ (وَقَفَّیْنَا مِنْ بَعْدِہٖ بِالرُّسُلِ) موسیٰ علیہ السلام

کے بعد بہت سے رسول بھیجے تاکہ ان کے فیض صحبت اور ان کے وعظ و نصیحت کی برکت سے بنی اسرائیل ہر قسم کی ترقی کی راہ پر بآسانی گامزن رہیں۔ اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا۔

(الٓمٓ تنزیل السجدۃ ۔ ۲۴)

ہم نے بنی اسرائیل میں (بہت سے) امام بنائے جو ہمارے حکم سے ان کو (صحیح راستہ کی) رہنمائی کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

كَانَتْ بَنُوْا اِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِيَآءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ

(صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، جزء ۴ ص ۲۰۶ و صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب الامر بالوفاء ببیعۃ الخلفاء الاول فالاول جزء ۲ ص ۱۳۲)

بنی اسرائیل میں سیاست کے فرائض انبیاء انجام دیا کرتے تھے، جب ایک نبی کا انتقال ہوجاتا تھا تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہوجاتا تھا۔

پھر اللہ تعالٰے نے تیسرا احسان یہ جتایا کہ اس نے بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے عیسٰی علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور ان کو کھلی نشانیاں اور معجزات عطاء فرمائے جن کی موجودگی میں عیسٰی علیہ السّلام کی نبوت میں کوئی شک کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ پھر روح القدس سے ان کی تائید فرماکر مزید احسان فرمایا لیکن افسوس کہ بنی اسرائیل ان تمام احسانات کے باوجود سرکشی کرتے رہے۔ روح القدس کی تائید کا ذکر اللہ تعالٰے نے کئی جگہ فرمایا ہے۔ اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔

(البقرۃ ۔ ۲۵۳)

ہم نے عیسٰی ابن مریم کو کھلی نشانیاں عطاء فرمائی تھیں اور روح القدس سے ان کو تقویت پہنچائی تھی۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔

(المآئدۃ ۔ ۱۱۰)

جب اللہ نے کہا اے عیسٰی بن مریم میری نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر اور تمہاری والدہ پر کی تھی اور (اس وقت کو بھی یاد کرو) جب میں نے تمہیں روح القدس کے ذریعہ تقویت پہنچائی تھی۔

روح القدس سے مراد جبریل ہیں جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات سے ثابت ہوتا ہے:۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ○

(البقرۃ - ۹۷)

(اے رسول) آپ کہہ دیجئے کہ جو شخص جبرئیل کا دشمن ہے (تو وہ اپنا ہی نقصان کر رہا ہے) اس لئے کہ بیشک اُس نے تو یہ (قرآن) اللہ کے حکم سے آپ کے قلب پر اُتارا ہے جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور ایمان والوں کے لئے ہدایت اور بشارت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ○

(النحل - ۱۰۲)

(اے رسول) آپ کہہ دیجئے کہ یہ (قرآن) روح القدس نے اپنے ربّ کی طرف سے حق کے ساتھ اُتارا ہے تاکہ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھے اور مسلمین کے لئے ہدایت اور بشارت کا ذریعہ بنے۔

پہلی آیت میں قرآن مجید اتارنے والے کا نام جبریل ہے اور دوسری آیت میں اتارنے والے کا نام روح القدس ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ روح القدس سے مراد حضرت جبریل ہیں۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسّان بن ثابت سے فرمایا تھا :-

أَجِبْ عَنْ رَّسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تم (اپنے اشعار میں مشرکین کو) جواب دو۔

یہ فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہِ الٰہی میں اس طرح دعاء کی :-

اَللّٰهُمَّ أَيِّدْهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ۔

(صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب الشعر فی المسجد جزء اول ص۱۲۲ وکتاب الادب باب ھجاء المشرکین جزء ۸ ص۴۵ ، وصحیح مسلم کتاب الفضائل باب فضائل حسّان جزء ۲ ص۲۹۴)

اے اللہ روح القدس کے ذریعہ حسّان کو تقویت پہنچا۔

پھر آپؐ نے حضرت حسّانؓ سے فرمایا :-

اُهْجُهُمْ أَوْ هَاجِهِمْ وَجِبْرِيلُ مَعَكَ

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب مرجع

کفار کی ہجو بیان کرو، جبریل تمہارے ساتھ ہیں۔

النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الاحزاب
جزء ۵ ص۱۴۱ وکتاب الادب باب ھجاء
المشرکین جزء ۸ ص۴۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان سے یہ بھی فرمایا تھا۔

إِنَّ رُوحَ الْقُدُسِ لَا يَزَالُ يُؤَيِّدُكَ مَا نَافَحْتَ عَنِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (صحیح مسلم باب فضائل حسان رض جزء ۲ ص۲۹۵)

بے شک روح القدس ہمیشہ تمہیں تقویت پہنچاتا رہے گا جب تک تم اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جواب دیتے رہو گے۔

ان احادیث سے بھی ثابت ہوا کہ روح القدس سے مراد حضرت جبریل ہیں۔

اللہ تعالےٰ نے مندرجہ بالا احسانوں کے جتانے کے بعد فرمایا کہ اے بنی اسرائیل تم ناشکری ہی کرتے رہے۔ جب کبھی تمہارے پاس کوئی رسول آتا اور وہ ایسی تعلیم پیش کرتا جو تم کو ناگوار گذرتی تو تم تکبر کرتے اور سرکشی کرتے تھے۔ اسی بنیاد پر تم نے بعض نبیوں کی تکذیب کی اور بعض نبیوں کو تم نے قتل کر ڈالا۔

اللہ تعالےٰ ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے :۔

لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ رُسُلًا ۭ كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ۝ (المائدۃ - ۷۰)

ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ان کی طرف بہت سے رسول بھیجے لیکن جب کبھی ان کے پاس کوئی رسول ایسی بات لے کر آیا جو ان کے نفوس کو ناگوار گذرتی تو وہ بعض نبیوں کو جھٹلا دیتے اور بعض نبیوں کو قتل کر دیتے۔

الغرض اللہ تعالےٰ آیت زیر تفسیر میں بنی اسرائیل کی سرکشی اور انعامات الٰہی کی ناشکری کا ذکر کرتے ہوئے بنی اسرائیل کو تنبیہ فرماتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک قسم کی تسلی دیتا ہے کہ یہ قوم ہی ایسی ہے کہ جب کبھی ان کی مرضی کے خلاف کسی نبی نے کوئی بات کہی تو یہ اس کو جھٹلا دیا کرتے تھے یا اُسے قتل کر دیا کرتے تھے لہذا (اے رسول) آپ کو رنجیدہ نہ ہونا چاہیئے کہ یہ آپ کی تعلیمات پر ایمان کیوں نہیں لاتے۔ یہ تو اپنی خواہشات پر چلنے والے ہیں، یہ کیسے آپ کی تعلیمات کو مان کر اس پر چلیں گے۔

عمل

اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جو شریعت اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے اس پر ایمان لائیے اور اس پر خلوص کے ساتھ عمل کیجئے۔ شریعت کے بعض احکام اگرچہ آپ کی طبع پر بار گذریں تاہم ان پر ایمان لائیے اور ان پر عمل کیجئے۔ احکام الٰہی کا طبع پر بار گذرنا ایمان کی علامت نہیں۔ آپ اپنے ایمان کی اصلاح کیجئے۔ اپنی خواہشات کو احکام الٰہیہ کا تابع کر دیجئے اور اسی میں خوشی محسوس کیجئے۔ شریعت کو اپنی خواہشات کے مطابق ڈھالنے کی کوشش نہ کیجئے، نہ کسی حیلہ سے شریعت کے احکام میں تبدیلی کیجئے۔ طبیعت کو ایسا بنائیے کہ شریعت کے احکام آپ کو اچھے معلوم ہوں پھر ان پر دل کی کشادگی اور خندہ پیشانی سے عمل کیجئے۔

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾

ترجمہ اہل کتاب (ایمان والوں سے) کہتے ہیں ہمارے دل غلاف ہیں (محفوظ) ہیں (ان پر تمہارا رنگ نہیں چڑھ سکتا، نہیں بات یہ نہیں ہے جو یہ کہہ رہے ہیں) بلکہ ان کی (ہٹ دھرمی اور) حق پوشی کی وجہ سے اللہ نے ان پر لعنت کر دی ہے (یہ رحمت سے دور کر دئے گئے ہیں) یہی وجہ ہے کہ یہ کم ہی ایمان لاتے ہیں ﴿۸۸﴾

معانی ومصادر (قَالُوْا) قَالَ، يَقُوْلُ، قَوْلٌ وَقَالٌ وَقِيْلٌ وَقَوْلَةٌ وَمَقَالٌ وَمَقَالَةٌ (ن) کہنا۔

(غُلْفٌ) غَلَفَ، يَغْلُفُ، غَلْفٌ (ن) ڈھانکنا۔ غلاف میں رکھنا [غُلْفٌ اَغْلَفُ کی جمع ہے، اَغْلَفُ کے معنی وہ چیز جو غلاف میں بند ہو]

(لَعَنَ) لَعَنَ، يَلْعَنُ، لَعْنٌ (ف) لعنت کرنا، خیر سے دور کر دینا۔

(كُفْر) كَفَرَ، يَكْفُرُ، كُفْرٌ وَكَفْرٌ (ن) چھپانا، انکار کرنا۔

(قَلِيْلٌ) قَلَّ، يَقِلُّ، قِلٌّ وَقُلٌّ وَقِلَّةٌ (ض) کم ہونا [قلیل = کم]

(يُؤْمِنُوْنَ) اٰمَنَ، يُؤْمِنُ، اِيْمَانٌ (باب افعال) ایمان لانا، یقین کرنا۔

تفسیر اہل کتاب کو جب نصیحت کی جاتی اور ایمان لانے کے لئے کہا جاتا تو وہ مؤمنین سے صاف صاف کہہ دیا کرتے تھے کہ ہمارے دل غلافوں میں محفوظ و مامون ہیں، ہم تمہاری باتوں سے متاثر نہیں ہو سکتے۔ ہمارے قلوب میں جو ایمان ہے اس کو نکالنا آسان نہیں ہم تو بس اپنی کتاب پر ایمان لاتے ہیں، کسی دوسری چیز پر نہیں۔ اللہ تعالے ان کے اس قول کو نقل کرتا ہوا فرماتا ہے:۔

قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ۔ (البقرۃ - ۹۱)

اہل کتاب کہتے ہیں کہ ہم تو اس چیز پر ایمان لاتے ہیں جو ہم پر نازل ہوئی اور جو اس کے علاوہ ہے اس کا انکار کرتے ہیں۔

پھر اللہ تعالے نے فرمایا جس غلاف پر یہ فخر کر رہے ہیں وہ درحقیقت اللہ تعالے کی لعنت

کا غلاف ہے۔ ان کے دلوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت کے پردے پڑے ہوئے ہیں اور ہٹ دھرمی اور حق پوشی کی وجہ سے ان پر مہر لگ گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے دلوں میں ایمان مشکل ہی سے داخل ہوتا ہے۔ یہ لوگ رحمت سے دور کر دیئے گئے ہیں لہٰذا ایمان کی دولت جو رحمت کا سبب ہے ان کو کس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔ اسی مضمون کو اللہ تعالیٰ ایک اور جگہ اس طرح بیان فرماتا ہے:۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِآيَاتِ اللَّهِ وَقَتْلِهِمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَقَوْلِهِمْ قُلُوبُنَا غُلْفٌ بَلْ طَبَعَ اللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۝

(النسآء۔ ۱۵۵)

(اللہ نے) اہل کتاب پر ان کے عہد کو توڑ دینے، اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کرنے یا ان کو چھپانے اور انبیاء کو ناحق قتل کرنے کی وجہ سے اور ان کے اس کہنے کے سبب کہ ہمارے دل غلاف میں ہیں (لعنت کر دی ہے، ان کے دل غلاف میں نہیں ہیں) بلکہ اللہ نے ان کے کفر اور حق پوشی کے باعث ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے، یہی وجہ ہے کہ ان میں سے چند ہی لوگ ایمان لاتے ہیں۔

آیت زیر تفسیر میں اللہ تعالیٰ نے ایک طرف اہل کتاب کو تنبیہ کی، ان کی بد باطنی کی طرف اشارہ فرما کر ان کو مجرم قرار دیا تو دوسری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی کہ اہل کتاب کی ہٹ دھرمی پر رنج وافسوس نہ کریں۔ ان کی تو ہمیشہ سے یہی طینت رہی ہے، کوئی نئی بات نہیں ہے۔ جس نبی پر بھی ایمان لائے تو چند ہی لوگ ایمان لائے پہلے بھی ان کی اکثریت نے ایمان قبول نہیں کیا۔ کسی نبی کو جھٹلا دیا اور کسی کو قتل کر دیا لہٰذا ان سے ایمان کی توقع رکھنا بے سود ہے۔

عمل

اے لوگو بنی اسرائیل کی عادتوں سے بچیئے، حق بات کو نہ چھپائیے، حق کو ظاہر کیجئے اور اس کی اشاعت کیجئے۔ حق کے راستہ میں فرقہ بندی اور اسلاف کی محبت کو نہ آنے دیجئے۔ اسلاف کی محبت درحقیقت یہی ہے کہ حق کے مقابلہ میں ان کی بات تسلیم نہ کیجئے۔ ہٹ دھرمی نہ کیا کیجئے۔ جو بات حق ہو اسے تسلیم کر لیا کیجئے۔ اپنی برتری کے خیال سے حق کو نہ ٹھکرائیے، اپنی غلطی پر فخر نہ کیجئے، اپنی ضلالت کی مدافعت نہ کیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ۔

وہ آدمی جنت میں داخل نہیں ہو گا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہو۔

ایک شخص نے کہا (اے اللہ کے رسول)

اِنَّ الرَّجُلَ یُحِبُّ اَنْ یَّکُوْنَ ثَوْبُہٗ حَسَنًا وَّ نَعْلُہٗ حَسَنَۃً۔

بے شک آدمی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں، اس کی جوتی اچھی ہو (کیا اچھی چیز کو پسند کرنا بھی تکبر میں داخل ہے؟)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ یُحِبُّ الْجَمَالَ، اَلْکِبْرُ بَطْرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ۔

بے شک اللہ خوبصورت ہے، خوبصورتی کو پسند کرتا ہے (تکبر یہ نہیں ہے) تکبر تو یہ ہے کہ حق کو تسلیم نہ کرے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب تحریم الکبر وبیانہ جزء اول ص ۵۱-۵۲)

حق کو تسلیم نہ کرنا تکبر ہے اور تکبر جس شخص میں ہو وہ جنت میں داخل نہ ہوگا لہذا حق کو کبھی نہ ٹھکرایئے، فوراً تسلیم کیجئے۔

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ
مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ
يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا
جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ
اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا
بِهٖ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ
اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ
عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ فَبَآءُوْ
بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۹۰﴾

ترجمہ اور جب ان لوگوں کے پاس اللہ کی طرف سے (وہ) کتاب آگئی جو ان کی کتاب کی تصدیق کرتی ہے اور (جس پر ایمان لانے اور جس پر عمل کرنے کا وعدہ کرکے) یہ پہلے کافروں پر فتح (پانے کی دعائیں) مانگا کرتے تھے تو (ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ اس پر ایمان لے آتے لیکن ہوا یہ کہ) جب وہ چیز جس کو یہ اچھی طرح پہچان بھی گئے ان کے پاس آگئی تو انہوں نے اس کا انکار کردیا (ایسے) کافروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے (۸۹) وہ چیز بہت بری ہے جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانوں کو بیچا وہ یہ کہ محض ضد (اور حسد) کی وجہ سے انہوں نے اس (کتاب) کا انکار کردیا جو اللہ نے اپنے فضل سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہا نازل فرمادی (وہ اس کتاب کا انکار کرکے) غضب بالائے غضب میں گرفتار ہوگئے۔ (ایسے) کافروں کے لئے ذلت آمیز عذاب ہے (۹۰)

معانی ومصادر (مُصَدِّقٌ) صَدَّقَ، یُصَدِّقُ، تَصْدِیْقٌ (باب تفعیل) تصدیق کرنا۔

(یَسْتَفْتِحُوْنَ) اِسْتَفْتَحَ، یَسْتَفْتِحُ، اِسْتِفْتَاحٌ (باب استفعال) کھولنا۔ فتح طلب کرنا۔

(عَرَفُوْا) عَرَفَ، یَعْرِفُ، عِرْفَۃٌ وعِرْفَانٌ ومَعْرِفَۃٌ (ض) پہچاننا۔

(اِشْتَرَوْا) اِشْتَرٰی، یَشْتَرِیْ، اِشْتِرَاءٌ (باب افتعال) خریدنا، بیچنا۔

(بَغْیًا) بَغٰی، یَبْغِیْ، بُغَاءٌ وبَغْیٌ وبُغْیَۃٌ (ض) طلب کرنا، تلاش کرنا، نافرمانی کرنا، ظلم کرنا، حد سے تجاوز کرنا۔

(یُنَزِّلَ) نَزَّلَ، یُنَزِّلُ، تَنْزِیْلٌ (باب تفعیل) اُتارنا۔

(فَضْلٌ) فَضَلَ، یَفْضُلُ، وفَضِلَ، یَفْضَلُ، فَضْلٌ (ن، س) باقی بچنا، زیادہ ہونا، فضل میں غلبہ دینا۔

(یَشَاءُ) شَاءَ، یَشَاءُ، شَیْءٌ، ومَشِیْئَۃٌ ومَشَاءَۃٌ ومَشَائِیَۃٌ (ف) چاہنا۔

(بَآءُوْ) بَاءَ، یَبُوْءُ، بَوْءٌ (ن) لوٹنا، اعتراف کرنا، لوٹانا۔

(غَضَبٍ) غَضِبَ، یَغْضَبُ، غَضَبٌ ومَغْضَبَۃٌ (س) غصہ کرنا۔

(مُهِیْنٌ) اَهَانَ، یُهِیْنُ، اِهَانَۃٌ (باب افعال) اہانت کرنا، ذلیل کرنا۔

تفسیر بنی اسرائیل کو جو نعمتیں اللہ تعالےٰ نے دی تھیں اور جن فضیلتوں سے ان کو نوازا تھا ان کی وجہ سے وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہوگئے تھے کہ اب اگر اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم کی بارش ہوگی تو ہم ہی پر ہوگی، نبوت اگر کسی کو ملے گی تو ہم کو ملے گی، دوسری کوئی قوم اس کی مستحق نہیں ہے لیکن جب اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے بنی اسمٰعیل میں سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطا فرمائی تو انہیں یہ بات ناگوار گذری۔ انہیں بنی اسمٰعیل سے

حسد پیدا ہوگیا۔ حسد کی آگ میں وہ اس قدر جلے کہ حق کو پہچاننے کے باوجود انہوں نے حق کا انکار کر دیا۔ حالانکہ ایک وقت وہ تھا جب وہ اسی حق کے واسطے اور وسیلے سے اللہ تعالےٰ سے فتح و نصرت کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔

قرآن مجید نازل ہوا، قرآن مجید نے بنی اسرائیل کی کتاب کی تصدیق کی، یہ بات بنی اسرائیل کے لئے خوش کن ہونی چاہئے تھی۔ مزید برآں قرآن مجید کے وہ منتظر تھے۔ اس پر ایمان لانے اور اس پر عمل کرنے کا عہد کر کے کافروں کے مقابلہ میں فتح کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ قرآن مجید کی علامات سے بھی وہ واقف تھے، ان علامات کو دیکھ کر وہ قرآن مجید کو پہچان بھی گئے تھے۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود انہوں نے قرآن مجید کا انکار کیا اور اللہ تعالےٰ کی لعنت کے مستحق ہو گئے۔

وہ نہیں چاہتے تھے کہ اسلام قبول کر کے جان کو خطرہ میں ڈالیں اور اپنے اعزاز کو دوسری قوم میں منتقل ہوتا ہوا دیکھ کر اپنی ذلت گوارا کرلیں لہذا انہوں نے اسلام کا انکار کیا اور اسلام کا انکار کر کے انہوں نے اپنی جانوں کا سودا کر لیا۔ اپنی جانوں کو دوزخ کے حوالے کر دیا اور اس کے بدلے میں دنیا خرید لی۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے جس دنیا کے بدلہ انہوں نے اپنی جانوں کو تباہی میں ڈال دیا وہ دنیا ان کے حق میں بہت بری ہے۔ نبوت اللہ تعالےٰ کا ایک فضل ہے۔ وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے عطاء فرماتا ہے۔ اس کے فضل پر کسی قوم کا ٹھیکہ نہیں ہے اور نہ نبوت کسی خاص قوم کی میراث ہے۔ بنی اسرائیل نہیں چاہتے تھے کہ نبوت کسی دوسرے خاندان میں چلی جائے لیکن اللہ تعالےٰ نے ان کی خواہش اور حسد کی کوئی پرواہ نہیں کی، نبوت ان کے خاندان سے چھین کر دوسرے خاندان کو دے دی۔ اللہ تعالےٰ اپنا فضل جس پر چاہتا ہے نازل فرماتا ہے، اس کے فضل کو کوئی روک نہیں سکتا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَحْمَتِهِ وَيَجْعَلْ لَكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ○ لِئَلَّا يَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَلَّا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَأَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ○

(الحدید - ۲۸ - ۲۹)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ (اگر تم ایسا کرو گے تو) اللہ تم کو دوگنی رحمت سے نوازیگا، تمہارے لئے روشنی کر دیگا جس میں تم چلو گے، تم کو بخش دے گا اور اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے (یہ باتیں اس لئے بیان کی جا رہی ہیں) کہ اہل کتاب کو معلوم ہو جائے کہ وہ اللہ کے فضل پر کچھ بھی قدرت نہیں رکھتے۔ فضل تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جس کو چاہے دیدے، اور اللہ کے ہاں فضل کی کمی بھی نہیں وہ تو بڑے فضل والا ہے۔

بنی اسرائیل نے محض حسد کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کیا۔ حق کا انکار اور وہ بھی محض ضد، بغض، ہٹ دھرمی اور حسد کی بنیاد پر بڑا سنگین جرم ہے، یہی وجہ ہے کہ بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کے غضب بالائے غضب میں گرفتار ہوئے اور ان کے لئے ذلت آمیز عذاب ہے۔

بنی اسرائیل کے حسد کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ۔
(النسآء - ۵۴)

کیا بنی اسرائیل لوگوں سے اس بات پر حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے ان لوگوں کو اپنے فضل سے نوازا ہے (اور بنی اسرائیل کو محروم کر دیا ہے)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ۔
(البقرۃ - ۱۰۹)

اے ایمان والو! اگرچہ اہل کتاب پر حق ظاہر ہو چکا ہے تاہم دلی حسد کی وجہ سے ان میں سے بہت سے لوگوں کی یہ خواہش ہے کہ (کسی طرح) تم کو ایمان لانے کے بعد پھر کافر بنا دیں۔

مندرجہ بالا آیتوں میں بنی اسرائیل کے حسد کا واضح ثبوت ہے۔

عمل

اے لوگو، حق کا کبھی انکار نہ کیجئے، ہٹ دھرمی اور آپس کی ضد کی وجہ سے حق کو نہ ٹھکرائیے، حق کسی قوم یا جماعت کی میراث نہیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جس کو چاہے دیدے۔ لہذا حق کو حاصل کیجئے خواہ وہ کسی کے پاس ملے۔

حق کو جاننے اور پہچاننے کے بعد اپنے فرقہ ورانہ مذہب پر نہ اڑے رہیئے۔ اپنے مذہب اور نظریہ کو حق پر قربان کر دیجئے۔ قرآن مجید و حدیث حق اور معیارِ حق ہے۔ اس معیار پر اپنے اپنے مذاہب اور نظریات کو پرکھیئے۔ اگر وہ اس معیارِ حق پر پورے اترتے ہیں تو انہیں اختیار کیجئے ورنہ مسترد کر دیجئے۔ ایمان اسی کا نام ہے۔

اپنی ذات، اپنے خاندان اور اپنے ملک پر فخر نہ کیجئے، اپنی ذات اپنے خاندان اور اپنے ملک کو بڑائی اور فضیلت کا ٹھیکیدار نہ سمجھئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

إِنَّ اللَّهَ أَوْحَىٰ إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوا حَتَّىٰ لَا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلَىٰ أَحَدٍ۔
(صحیح مسلم کتاب الجنۃ باب الصفات

بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی بھیجی ہے کہ تم لوگ تواضع اختیار کرو یہاں تک کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص پر فخر نہ کرے۔

التی یعرف بہا فی الدنیا اھل الجنۃ
واھل النار جزء ۲ ص۵۴۳)

اے لوگو! حسد نہ کیجئے۔ حسد بہت بری چیز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا تَحَاسَدُوْا (صحیح بخاری کتاب الادب باب ما ینھی عن التحاسد جزء ۸ ص۲۳ وصحیح مسلم کتاب البر باب النھی عن التحاسد جزء ۲ ص۳۱۴)

آپس میں ایک دوسرے سے حسد نہ کرو۔

وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ اٰمِنُوۡا بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ
قَالُوۡا نُؤۡمِنُ بِمَاۤ اُنۡزِلَ عَلَيۡنَا وَيَكۡفُرُوۡنَ
بِمَا وَرَآءَهٗ وَهُوَ الۡحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا
مَعَهُمۡ قُلۡ فَلِمَ تَقۡتُلُوۡنَ اَنۡۢبِيَآءَ اللّٰهِ
مِنۡ قَبۡلُ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ۝۹۱ وَلَقَدۡ
جَآءَكُمۡ مُّوۡسٰى بِالۡبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذۡتُمُ
الۡعِجۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ وَاَنۡتُمۡ ظٰلِمُوۡنَ ۝۹۲
وَاِذۡ اَخَذۡنَا مِيۡثَاقَكُمۡ وَرَفَعۡنَا فَوۡقَكُمُ
الطُّوۡرَ خُذُوۡا مَاۤ اٰتَيۡنٰكُمۡ بِقُوَّةٍ

وَاسْمَعُوا قَالُوا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَأُشْرِبُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ قُلْ بِئْسَمَا يَأْمُرُكُمْ بِهِ إِيمَانُكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۹۳﴾

ترجمہ

اور جب ان (اہل کتاب) سے کہا جاتا ہے کہ اس کتاب پر ایمان لاؤ جو اللہ تعالےٰ نے (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر) نازل کی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں جو ہم پر نازل ہوئی اور جو کتاب اس کے علاوہ ہے اسکا وہ انکار کرتے ہیں، حالانکہ وہ (کتاب) حق ہے اور ان کی کتاب کی تصدیق بھی کرتی ہے۔ (اے رسول) ان سے پوچھیئے کہ اگر واقعی تم اپنی کتاب پر ایمان رکھتے ہو تو پہلے (زمانۂ ماضی میں) اللہ کے نبیوں کو کیوں قتل کرتے رہے (کیا ایمان کا دعویٰ کرنے والوں کے یہ کام ہوتے ہیں) ﴿۹۱﴾ اور (اے بنی اسرائیل) موسیٰ تمہارے پاس (کیسے کیسے) کھلے دلائل لے کر آئے تھے اس کے باوجود تم نے ان کے (کوہ طور پر جانے کے) بعد بچھڑے کو (معبود) بنالیا اور (اس طرح) تم نے (اپنی جانوں پر) بڑا ظلم کیا، (کیا ایمان والے ایسا ہی کیا کرتے ہیں) ﴿۹۲﴾ اور اے بنی اسرائیل (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے کوہ طور کو تم پر بلند کر کے تم سے (مضبوط) عہد لیا تھا کہ جو (کتاب) ہم نے تم کو دی ہے اُسے قوّت کے ساتھ پکڑے رہنا اور (ہم نے تم سے یہ بھی کہا تھا کہ جو حکم تمہیں دیا جا رہا ہے اسے غور سے) سنو، تم نے کہا ہم سن رہے ہیں اور (دل تمہارے یہ کہہ رہے تھے کہ) ہم نافرمانی کریں گے اور (اے رسول یہ فرمانبرداری کیسے کرتے) ان کے دلوں میں تو ان کے کفر کے سبب بچھڑے کی محبت رچ گئی تھی۔ (اے رسول) ان سے کہیئے کہ اگر واقعی تم مؤمن ہو تو تمہارا ایمان تم کو جس کام کا حکم دیتا ہے وہ (تو) بہت برا ہے (کیا صحیح ایمان بھی کبھی کسی کو بُرے کام کا حکم دے سکتا ہے) ﴿۹۳﴾

معانی و مصادر

(حَقَّ) حَقَّ، یَحُقُّ، حَقٌّ (ن) حق پر غالب کرنا، واجب کرنا [حَقَّ، یَحِقُّ، حَقٌّ (ض) واجب ہونا] (حق۔ سچ)

(تَقْتُلُوْنَ) قَتَلَ، یَقْتُلُ، قَتْلٌ و تَقْتَالٌ (ن) قتل کرنا۔

(جَاءَ) جَاءَ، یَجِیْءُ و یَجُوْءُ، جَیْءٌ و جَیْئَۃٌ و مَجِیْءٌ و مَجِیْئَۃٌ (ن ض) آنا۔

(مِيثَاق) وَاثَقَ، يُوَاثِقُ، وِثَاقٌ ومُوَاثَقَةٌ (باب مفاعلہ) معاہدہ کرنا۔
(قُوَّة) قَوِيَ : يَقْوَى، قُوَّةٌ (س) قوی ہونا۔
(عَصَيْنَا) عَصَى، يَعْصِي، عَصْيٌ ومَعْصِيَةٌ (ض) نافرمانی کرنا۔
(أُشْرِبُوا) أَشْرَبَ، يُشْرِبُ، إِشْرَابٌ (باب افعال) پلانا، پیاسا ہونا، محبت رچانا۔
(يَأْمُرُ) أَمَرَ، يَأْمُرُ، أَمْرٌ و إِمَارٌ (ن) حکم دینا۔

تفسیر جب اہل کتاب سے کہا جاتا کہ قرآن مجید پر ایمان لاؤ تو کہتے کہ ہم تو بس " اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں جو ہم پر نازل ہوئی، ہم کسی اور کتاب پر ایمان نہیں لاتے"، گویا وہ قرآن مجید کا انکار کرتے تھے حالانکہ (هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ) قرآن مجید حق و صداقت سے لبریز کتاب ہے، اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ
(بنی اسرائیل - ۸۱)

اے رسول کہہ دیجئے کہ حق آگیا اور باطل مٹ گیا۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَأَصْلَحَ بَالَهُمْ ۝
(محمد)

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور اس کتاب پر ایمان لائے جو محمد پر نازل کی گئی ہے اور وہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے تو ہم ان سے ان کے گناہ دور کر دیں گے اور ان کی حالت کی اصلاح کر دیں گے۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

بَلْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ
(ق - ۵)

جب کافروں کے پاس حق آگیا تو انہوں نے اُس کو جھٹلا دیا۔

مزید برآں قرآن مجید ان تمام علامات کا مصداق ہے جو ان کی کتابوں میں پائی جاتی تھیں۔ ان علامات کو دیکھ کر وہ قرآن مجید کو پہچانتے تھے کہ وہ حق ہے اور وہی کتاب ہے جس کی بشارتیں دی گئی ہیں۔ پھر وہ یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ قرآن مجید ان کی کتاب کی تصدیق بھی کرتا ہے۔ تاہم وہ قرآن مجید پر ایمان نہیں لائے اور بڑے فخر کے ساتھ توریت پر ایمان لانے کا دعوٰی کیا تو اللہ تعالٰے نے فرمایا کہ توریت پر ایمان لانے کا دعوٰی بھی صحیح نہیں اسلئے کہ اگر توریت پر تمہارے ایمان کا دعوٰی صحیح ہوتا تو (فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ أَنْبِيَآءَ اللّٰهِ) انبیاء علیہم السلام کو کیوں قتل کرتے۔ (ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ) بچھڑے کو کیوں معبود بنانے۔ توریت کے احکام کی نافرمانی کیوں کرتے۔ کیا ایمان ایسی باتوں کا حکم دیتا ہے جو سراسر کفر، شرک یا فسق ہیں۔ یقیناً ایسا ایمان ایمان نہیں بلکہ فریب ہے۔

ان کے اس جھوٹے ایمان کا نقشہ کھینچتے ہوئے ایک اور جگہ اللہ تعالٰے فرماتا ہے :-

اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○

(آل عمران - ۱۸۳)

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے ہم سے عہد لیا ہے کہ ہم کسی رسول پر ایمان نہ لائیں جب تک وہ ایسی قربانی پیش نہ کرے جس کو آگ آکر کھا جائے۔ (اے رسول آپ ان لوگوں سے) پوچھئے کہ مجھ سے پہلے رسول تمہارے پاس بہت سے معجزات لے کر آئے اور انہوں نے وہ قربانی بھی پیش کی جس کو پیش کرنے کا تم (مجھ سے) مطالبہ کر رہے ہو تو پھر اگر تم اپنے ایمان میں سچے ہو تو ان رسولوں کو کیوں قتل کرتے رہے۔

پھر اللہ تعالٰے نے اہل کتاب کے اس دعوٰی کو کہ وہ توریت پر ایمان رکھتے ہیں جھوٹا ثابت کرنے کے لئے ایک اور دلیل دی، وہ یہ کہ (وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ) اللہ تعالٰے نے کوہ طور کو ان پر بلند کر کے ان سے توریت پر مضبوطی سے عمل کرنے کا عہد لیا تھا۔ انہوں نے عہد تو کیا لیکن دل ان کے یہی کہہ رہے تھے کہ (عَصَيْنَا) ہم نافرمانی کریں گے، اس عہد کو پورا نہیں کریں گے۔ اگر واقعی وہ توریت پر دل سے ایمان لاتے تو دل میں کفر کو کبھی نہیں چھپاتے بلکہ شرح صدر کے ساتھ عہد کرتے کہ وہ توریت پر عمل کریں گے۔ پھر فرمایا کہ اے رسول! یہ صحیح ایمان لا بھی کیسے سکتے ہیں۔ ان کے دلوں میں تو بچھڑے کی محبت گھر کر گئی ہے، جن کے دلوں میں غیر اللہ کی محبت رچ جائے، جو مخلوق پرستی میں لطف اندوز ہوں ان سے توحید اور صحیح ایمان کی امید رکھنا فضول ہے۔ اگر ان کا ایمان صحیح ہوتا تو یہ کفر و شرک کے کام نہ کرتے۔ اے رسول! آپ ان سے کہہ دیجئے کہ تمہارا ایمان جن باتوں کا تمہیں حکم دیتا ہے وہ سب بُرے کام ہیں۔ تو کیا ایمان بُرے کاموں کا حکم دیتا ہے۔ ہر گز نہیں، لہٰذا تمہارا توریت پر ایمان لانے کا دعوٰے صحیح نہیں۔

ان آیات میں اللہ تعالٰے نے اہل کتاب کے ایمان کی قلعی کھول دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی کہ جو لوگ توریت اور اپنے نبیوں پر صحیح معنوں میں ایمان نہیں لائے وہ اے رسول آپ پر کیا ایمان لائیں گے۔ ایسے لوگوں سے قرآن مجید پر ایمان لانے کی توقع نہیں کی جا سکتی، لہٰذا ان کے لئے رنج و غم کرنے کی ضرورت نہیں۔

عمل

اے لوگو، بادل ناخواستہ ایمان نہ لائیے۔ دل کی گہرائیوں سے ایمان لائیے اور جو احکام الٰہی

آپ کے پاس آچکے ہیں ان کی نافرمانی کا تصور بھی نہ کیجئے۔ عدول حکمی کے لئے کوئی حیلہ اور بہانہ تلاش نہ کیجئے۔ بے عملی چھوڑیئے اور عمل صرف قرآن و حدیث پر کیجئے۔

غور کیجئے کہ قرآن و حدیث پر عمل نہ کرنے کے معاملہ میں کہیں بنی اسرائیل کے بچھڑے کی طرح آپ کا کوئی اور معبود تو نہیں جس کی محبت آپ کے دل میں رچ گئی ہو اور اس کی خاطر حق کو تسلیم نہ کر رہے ہوں، کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ نے اپنے نفس کو اپنا رب بنا رکھا ہو، یا خاندانی رسم و رواج کو معبود بنا رکھا ہو، یا فرقہ وارانہ مذہب کو اور اپنے وقار کو اپنا الٰہ بنا رکھا ہو۔ ان تمام معبودان باطل کو ختم کیجئے اور صرف اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مانیئے۔

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ
اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا
الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۴﴾ وَلَنْ
يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۵﴾ وَلَتَجِدَنَّهُمْ
اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ
الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ
اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ
الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ۗ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾

ترجمہ (اے رسول آپ اہل کتاب سے) کہئے کہ اگر اللہ کے ہاں دارِ آخرت تمام لوگوں کو چھوڑ کر خالص تمہارے لئے مخصوص ہے اور اگر تم اس دعویٰ میں واقعی سچے ہو تو پھر موت کی تمنا کرو (تاکہ دنیوی تکالیف سے نجات پاکر ابدی راحت کا لطف اٹھاؤ) ۹۴ (لیکن اے رسول) جو بداعمالیاں یہ کر چکے ہیں ان کی وجہ سے یہ کبھی ایسی تمنا نہیں کریں گے، اللہ (ان) ظالموں سے خوب واقف ہے ۹۵ بلکہ (اے رسول) تمام لوگوں سے زیادہ دنیوی زندگی کا حریص آپ ان ہی کو پائیں گے حتّٰی کہ مشرکین سے بھی زیادہ (دنیوی زندگی کا حریص آپ ان کو پائیں گے) ان میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ کاش اس کی عمر ایک ہزار سال ہوتی (لیکن اس سے فائدہ کچھ نہیں ہوگا) اگر کسی کو اتنی عمر مل بھی جائے تو عمر کی یہ درازی اس کو عذاب سے نہیں بچا سکتی (اللہ ان کے اعمال سے غافل نہیں ہے) اللہ دیکھ رہا ہے جو کچھ یہ کر رہے ہیں ۹۶

معانی ومصادر (آخِرَة) آخرة۔ دار البقاء، ہمیشہ رہنے کا گھر۔
(خالِصَةً) خَلَصَ، يَخْلُصُ، خُلُوصٌ وخَلَاصٌ (ن) خالص ہونا، نجات پانا، صاف ہونا۔
(تَمَنَّوُا) تَمَنّٰى، يَتَمَنّٰى، تَمَنِّيْ (باب تفعّل) تمنا کرنا، پڑھنا۔
(قَدَّمَتْ) قَدَّمَ، يُقَدِّمُ، تَقْدِيْمٌ (باب تفعیل) آگے کرنا، سبقت کرنا۔
(تَجِدَنَّ) وَجَدَ، يَجِدُ، وُجْدٌ ووُجُوْدٌ ووِجْدَانٌ وإِجْدَانٌ (ض ج) پانا۔
(أَحْرَصَ) حَرَصَ، يَحْرِصُ، حِرْصٌ (ض، س) حریص ہونا [أَحْرَص = زیادہ حریص]
(حَيَاة) حَيِيَ، يَحْيٰى، حَيَاةٌ (س) زندہ ہونا۔
(أَشْرَكُوا) أَشْرَكَ، يُشْرِكُ، إِشْرَاكٌ (باب افعال) شرک کرنا، شریک بنانا۔
(يَوَدُّ) وَدَّ، يَوَدُّ، وُدٌّ ووُدَادٌ ومَوَدَّةٌ ومَوْدُودَةٌ (ف) محبت کرنا۔
(يُعَمَّرُ) عَمَّرَ، يُعَمِّرُ، تَعْمِيْرٌ (باب تفعیل) آباد کرنا، طبعی عمر دینا۔
(مُزَحْزِح) زَحْزَحَ، يُزَحْزِحُ، زَحْزَحَةٌ (باب فَعْلَلَةٌ۔ رباعی مجرد) دور کرنا۔
(بَصِيْرٌ) بَصُرَ، يَبْصُرُ، بَصَرٌ وبَصَارَةٌ (ك ن) جاننا، دیکھنا۔
(يَعْمَلُوْنَ) عَمِلَ، يَعْمَلُ، عَمَلٌ (س) کرنا، بنانا، عامل ہونا، صدقہ جمع کرنا۔

تفسیر اہل کتاب کا یہ دعویٰ تھا کہ جنت میں صرف وہی جائیں گے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَقَالُوا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا أَوْ نَصٰرٰى۔ (البقرۃ - ۱۱۱)

اہل کتاب کہتے ہیں کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے علاوہ جنت میں کوئی نہیں جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر وہ اس دعوے میں سچے ہیں تو موت کی تمنا کریں (تاکہ ابدی راحت کی طرف جلدی سے پہنچ جائیں) لیکن اہل کتاب اس قسم کی دعاء کرنے کے لئے کیسے تیار ہو سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ

نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ ان ظالموں سے خوب واقف ہے۔ یہ ایسی تمنّا ہرگز نہیں کریں گے۔ یہ جانتے ہیں کہ انہوں نے بہت سی بداعمالیاں کی ہیں جن کے نتیجے میں وہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتے۔ اسی مضمون کو اللہ تعالےٰ نے ایک اور جگہ اس طرح بیان کیا ہے :-

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًا ۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

(الجمعۃ - ۶-۷-۸)

(اے رسول) آپ یہودیوں سے کہیئے کہ اگر تم اس دعوی میں سچے ہو کہ تمام لوگوں کو چھوڑ کر صرف تم ہی اللہ کے دوست ہو تو موت کی تمنا کرو۔ لیکن (اے رسول) اپنی بداعمالی کی وجہ سے یہ کبھی ایسی تمنا نہیں کریں گے۔ اللہ ان ظالموں سے خوب واقف ہے۔ (اور تمنا یہ کیا کریں گے۔ یہ تو موت سے بھاگتے ہیں) اے رسول آپ ان سے کہہ دیجئے کہ جس موت سے تم بھاگ رہے ہو وہ تمہیں آکر رہے گی، پھر تم پوشیدہ اور ظاہر سب چیزوں کا علم رکھنے والے (اللہ) کے پاس لوٹائے جاؤ گے پھر وہ تمہیں بتائے گا جو کچھ تم کرتے رہے تھے۔

الغرض اللہ تعالےٰ نے بتا دیا کہ یہ موت کی تمنا کیسے کر سکتے ہیں یہ تو تمام لوگوں سے زیادہ حتی کہ مشرکین سے بھی زیادہ زندگی کے حریص ہیں، ان میں سے ہر ایک کی خواہش ہے کہ اس کی عمر ایک ہزار سال ہو جائے اور اگر ان کی خواہش پوری بھی کر دی جائے تو اس سے کیا فائدہ ہوگا، لمبی عمر ہونا دوزخ کے عذاب سے انہیں نہیں بچا سکتا، موت جب کبھی بھی آئے گی ان کے لئے عذاب لے کر آئے گی۔

عمل

اے لوگو، خوش فہمیوں میں نہ رہیئے۔ اپنے کو جنت کا ٹھیکیدار نہ سمجھیئے۔ جنت تو نیک عمل والوں کے لئے ہے۔ آپ کے تمام اعمال اللہ تعالےٰ کی نگاہ میں ہیں، تمام اعمال تولے جائیں گے پھر جس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگا وہ نجات پائے گا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۝

(المؤمنون - ۱۰۲ و ۱۰۳)

پھر جن کے (نیک عملوں کے) وزن بھاری ہونگے وہ فلاح پائیں گے اور جن کے (نیک عملوں کے) وزن ہلکے ہونگے تو یہ وہی لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے آپ کو نقصان میں مبتلا کیا۔ یہ لوگ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ
عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ
يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۷﴾
مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ
وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ
لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۭ
بَيِّنٰتٍ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ﴿۹۹﴾
اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ
مِّنْهُمْ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَلَمَّا

جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾

ترجمہ

(اے رسول) آپ کہہ دیجئے جو شخص جبریل کا دشمن ہو تو (اسے خبردار ہو جانا چاہئے کہ) بیشک وہی تو ہے جس نے اللہ کے حکم سے یہ کتاب آپ کے قلب پر اتاری ہے، جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ایمان والوں کے لئے ہدایت اور بشارت (کا مژدہ سناتی) ہے ﴿۹۷﴾ (خبردار) جو شخص اللہ کا اس کے فرشتوں کا، اس کے رسولوں کا، جبریل کا اور میکائیل کا دشمن ہو تو (ایسے) کافروں کا اللہ دشمن ہے ﴿۹۸﴾ اور (اے رسول) ہم نے آپ کی طرف واضح آیتیں نازل فرمادی ہیں، ان کا انکار وہی کرتے ہیں جو (پہلے ہی سے) فاسق ہونے ہیں ﴿۹۹﴾ (ان کے فسق کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوگا کہ) ان لوگوں نے جب بھی (اللہ سے) کوئی عہد کیا تو ان میں سے ایک فریق نے اسے (توڑ) پھینکا بلکہ (حقیقت تو یہ ہے کہ) ان میں سے اکثر ان عہود و مواثیق پر) ایمان ہی نہیں رکھتے ﴿۱۰۰﴾ اور (اب) جبکہ ان کے پاس اللہ کی طرف سے رسول آگیا جو اس کتاب کی تصدیق کرتا ہے جو ان کے پاس ہے تو ان اہل کتاب میں سے ایک جماعت نے اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا (اور اب وہ ایسے ہو گئے) گویا انہیں معلوم ہی نہیں (کہ پس پشت کوئی چیز پڑی ہوئی ہے) ﴿۱۰۱﴾

معانی و مصادر

(اِذْن) اَذِنَ، یَاْذَنُ، اِذْنٌ و اَذِیْنٌ (س) اجازت دینا۔
(بُشْرٰی) بَشَرَ، یَبْشِرُ و بَسِرَ، یَبْشَرُ، بَشْرٌ (س ض) خوش ہونا، [بُشْرٰی۔ خوشخبری]۔
(اَلْفٰسِقُوْنَ) فَسَقَ، یَفْسُقُ، فِسْقٌ و فُسُوْقٌ (ن، ض، ک) راہ حق سے ہٹ جانا، نافرمانی کرنا۔
(عٰهَدُوْا) عَاهَدَ، یُعَاهِدُ، مُعَاهَدَةٌ (باب مفاعلہ) باہم عہد کرنا۔

(عھد) عَھِدَ، یَعْھَدُ، عَھْدُ (س) عہد کرنا، وعدہ کرنا۔
(نبذ) نَبَذَ، یَنْبِذُ، نَبْذُ (ض) پھینکنا۔

شانِ نزول حضرت عبداللہ بن سلام رض جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرنے آئے اور چند سوالات کرکے بعد اسلام قبول کیا تو اسی موقع پر انہوں نے حضرت جبریل کے متعلق کہا تھا:۔

ذَاكَ عَدُوُّ الْيَهُودِ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ (صحیح بخاری کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ البقرۃ جزء ۶ ص۶۳)

ملائکہ میں جبریل ہی وہ فرشتہ ہیں جو یہودیوں کے (عقیدہ کے مطابق اُن کے) دشمن ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی حضرت جبریل کے دشمن تھے۔ اللہ تعالے نے ان کے اس غلط عقیدہ کے جواب میں یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

تفسیر یہودی حضرت جبریل کے دشمن تھے، اللہ تعالے نے فرمایا کہ (اے رسول) جبریل تو وہ فرشتہ ہے جس نے آپ کے قلب پر قرآن مجید کو اتارا ہے، قرآن مجید ان کی کتاب کی تصدیق کرتا ہے۔ قرآن مجید مؤمنین کے لئے سراسر ہدایت ہے اور ان کو اس ہدایت پر ایمان لانے اور اس کے مطابق زندگی گذارنے کی وجہ سے ابدی نعمتوں کی خوشخبری سُناتا ہے۔

حضرت جبریل کے ذریعہ قرآن مجید اترنے کا ذکر قرآن مجید میں اور جگہ بھی ملتا ہے۔

اللہ تعالے فرماتا ہے:۔

وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعٰلَمِينَ ○ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ○ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ ○ (الشعراء ۔ ۱۹۲ تا ۱۹۴)

بے شک یہ رب العالمین کی اتاری ہوئی (کتاب) ہے۔ اس کو روح الامین لے کر اترا ہے (اور اے رسول، اسی نے) آپ کے قلب پر (اس کو القاء کیا ہے) تاکہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہوجائیں۔

اللہ تعالے فرماتا ہے:۔

قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِينَ ○ (النحل ۔ ۱۰۲)

(اے رسول) کہہ دیجئے کہ اس کتاب کو روح القدس نے آپ کے رب کی طرف سے سچائی کے ساتھ نازل کیا ہے تاکہ یہ کتاب مؤمنین کو ثابت قدم رکھے اور مسلمین کے لئے ہدایت اور خوشخبری کا باعث ہو۔

جس فرشتہ نے قرآن مجید اتارا اس سے دشمنی رکھنا گویا قرآن مجید سے دشمنی رکھنا ہے اور قرآن مجید سے دشمنی رکھنا اللہ تعالے سے دشمنی رکھنا ہے، اسی لئے اللہ تعالے نے فرمایا کہ جو شخص اللہ سے،

اس کے فرشتوں سے اور اس کے رسولوں سے دشمنی رکھے گا تو ایسے کافروں کا اللہ تعالٰے بھی دشمن ہے۔
ملائکہ کے ذکر کے بعد حضرت جبریل کا علیحدہ ذکر بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ حضرت جبریل سے دشمنی گویا ہدایت سے دشمنی ہے۔ اللہ تعالٰے کی آیات کی عقیدتاً و عملاً مخالفت ہے۔ اسی لئے اللہ تعالٰے نے فرمایا (وَلَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَیْكَ اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ) اے رسول ہم نے آپ کی طرف واضح آیات نازل کر دی ہیں اب جو حضرت جبریل کی دشمنی میں ان آیات سے منہ موڑتا ہے تو وہ اپنا نقصان کرتا ہے، ان کا انکار وہی کریگا جو پہلے ہی سے فسق و فجور میں مبتلا رہنے کا عادی ہو، شرعی پابندیاں جس پر بار گذرتی ہوں اور یہودیوں میں یہ صفت بدرجہ اتم پائی جاتی ہے (اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ) احکام شرعیہ کی پابندی کا جب بھی ان سے عہد لیا گیا تو انہوں نے اس عہد کو توڑ ڈالا، کبھی بھی وفائے عہد نہیں کیا بلکہ (اَكْثَرُهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ) ان میں سے اکثر ان شرعی پابندیوں اور ایفائے عہد کے تقاضوں پر ایمان ہی نہیں رکھتے، اللہ تعالٰے نے ان سے بارہا عہد لئے (جن کا ذکر اسی سورت کی آیت نمبر ۴۰ کی تفسیر میں گذر چکا ہے) لیکن انہوں نے کبھی بھی اپنے عہد کو پورا نہیں کیا۔ مثلاً:
توریت پر عمل کرنے کا عہد لیا گیا تو کہا سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا (البقرۃ۔۹۳) ہم نے سُن لیا (لیکن) ہم نافرمانی کریں گے۔
ان کے عہد توڑنے کے سلسلہ میں اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّذِی الْقُرْبٰى وَالْیَتٰمٰى وَالْمَسٰكِیْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○
(البقرۃ ۔ ۸۳)

اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرنا والدین، اقرباء، یتامٰی اور مساکین کے ساتھ حُسن سلوک کرنا، لوگوں سے نرمی سے بات کرنا، نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرتے رہنا لیکن (اے بنی اسرائیل) تم میں سے چند لوگوں کے علاوہ اکثر لوگ (اس عہد سے) پھر گئے اور تم لوگ (اب بھی اس سے) اعراض کر رہے ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے اللہ تعالٰے نے فرمایا کہ عہد توڑنا یہودیوں کی پرانی عادت ہے۔ لہٰذا (اے رسول) آپ ان کی حالت پر کسی قسم کا افسوس نہ کریں۔
توریت اور انجیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور آپ کے اوصاف جلیلہ کا بیان تھا۔ اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا

(رحمت ان لوگوں کے لئے ہے جو (ایسے) رسول نبی امّی کی پیروی کرتے ہیں، جس کے اوصاف

عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ
(الاعراف - ۱۵۷)

کو وہ اپنے ہاں توریت و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

پھر ان اوصاف و علامات کی وجہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان بھی گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝
(الانعام - ۲۰)

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ (اس) رسول کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں لیکن جو لوگ اپنی جانوں کو نقصان پہنچا رہے ہیں وہی ایمان نہیں لاتے۔

یہودیوں سے پوری توریت پر ایمان لانے اور عمل کرنے کا عہد لیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝
(البقرۃ - ۶۳)

اور (اے بنی اسرائیل وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے تم سے مضبوط عہد لیا تھا ایسی حالت میں کہ ہم نے تمہارے اوپر کوہ طور کو بلند کر کے مثل سائبان کے) کر دیا تھا اور تم سے کہا تھا جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے اسے قوت کے ساتھ پکڑ لو تا کہ تم متقی بن جاؤ۔

یہودیوں سے اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں پر ایمان لانے کا عہد بھی لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝
(المآئدۃ - ۱۲)

اللہ نے بنی اسرائیل سے (بہت سے) عہد و پیمان لئے تھے اور ان میں بارہ سردار بھی مقرر کئے تھے، پھر (ان سے) فرمایا تھا میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر تم نے نماز قائم کی، زکوٰۃ دیتے رہے، میرے (تمام) رسولوں پر ایمان لاتے رہے، ان کا احترام کرتے رہے، اور اللہ کو قرض حسنہ دیتے رہے (یعنی اللہ کے راستے میں خرچ کرتے رہے) تو میں تمہارے گناہ مٹا دوں گا اور تم کو ایسے باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، پھر جس نے اس کے بعد کفر کیا تو وہ یقیناً سیدھے راستہ سے بھٹک گیا۔

الغرض یہودیوں سے پوری توریت پر ایمان لانے کا عہد لیا گیا تھا کیونکہ توریت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر جمیل اور آپ کے اوصاف حسنہ مذکور تھے۔ لہٰذا منجملہ اور تمام احکام کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حسنہ پر بھی ایمان لانے کا ان سے عہد لیا گیا تھا، توریت و انجیل میں آپ کے اوصاف حسنہ اور علامات بیان کرنے کا مقصد اس کے سوا اور کیا تھا کہ وہ رسول جو آنے والا ہے اور جس کے یہ اوصاف ہوں گے اس پر بھی تمہیں ایمان لانا ہوگا۔ اگر اس رسول پر ایمان لانے کا عہد نہ لیا گیا ہوتا تو محض اس کے اوصاف حسنہ اور علامات کا بیان کرنا بے مقصد ہوتا۔

مزید برآں تمام رسولوں پر ایمان لانے کا عہد بھی ان سے لیا گیا تھا۔ ان رسولوں میں اللہ تعالیٰ کے آخری رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل تھے۔

خلاصہ یہ کہ تمام رسولوں پر ایمان لانے کے سلسلے میں عموماً اور اوصاف حسنہ کے بیان کرنے کے بعد خصوصیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا عہد ان سے لیا گیا تھا لیکن ہوا یہ کہ (وَلَمَّا جَاءَهُمْ ... مَعَهُمْ) جب وہ رسول، اللہ کی طرف سے ان کے پاس آ گیا اور اس نے ان کی کتاب کی تصدیق بھی کی تو (نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ) ان میں سے ایک بہت بڑی جماعت نے اس عہد کو توڑ ڈالا اور (نَبَذَ ...... كِتَابَ اللَّهِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ) اللہ کی کتاب توریت کو پس پشت پھینک دیا اور اب اس سے ایسے غافل ہو گئے گویا انہیں علم ہی نہیں کہ انہوں نے کس چیز کو پس پشت ڈال دیا ہے اور جب انہوں نے توریت ہی کو پس پشت ڈال دیا تو اب اس میں دئیے ہوئے صفات حسنہ کے مطابق آنے والے رسول پر ایمان لانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

عمل

اے لوگو! حق کو جاننے اور پہچاننے کے بعد اس کا انکار نہ کیجئے یہ یہودیانہ صفت ہے۔ آپ اس سے بچیئے۔ دنیا والوں کو آپ دھوکا دے سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو آپ دھوکا نہیں دے سکتے، اسے تو معلوم ہو جائے گا کہ آپ نے جان بوجھ کر حق کو تسلیم نہیں کیا۔ ایسی صورت میں آپ خود سمجھ لیجئے کہ کیا انجام ہوگا۔ وہ انجام بہت برا ہے۔ اس کی برائی بے حد، بے انتہا اور باقی رہنے والی ہے، وہ عذاب الٰہی ہے اس کے برداشت کرنے کی کس میں طاقت ہے۔ اس عذاب میں مبتلا ہونے سے یہ کتنا بہتر ہے کہ یہاں حق کو تسلیم کر لیا جائے۔ اگرچہ بظاہر ایسا معلوم ہوگا کہ آپ کی عزت خاک میں مل گئی، آپ کی بات غلط نکلی، لوگوں کے سامنے غلطی تسلیم کرتے ہوئے آپ کو شرم آئے گی، لیکن یہ سب باتیں خیالی ہوں گی۔ حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا بلکہ اپنی غلطی تسلیم کرنے اور حق کا ساتھ دینے سے عزت بڑھتی ہے، گھٹتی نہیں، لوگوں کے اعتماد میں اضافہ ہوتا ہے۔

یہودیوں نے توریت کو پس پشت ڈال دیا تھا گویا اس کے احکام سے سراسر غفلت برتتے

تھے۔ آپ ایسا نہ کیجئے کہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کو پس پشت ڈال دیں اور اس کے احکام سے غافل ہو جائیں۔ رسم و رواج، فرقہ وارانہ مذہب، ذاتی رائے غرض یہ کہ ہر چیز کو بالائے طاق رکھ کر قرآن مجید اور احادیث صحیحہ پر عمل کیجئے۔

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ
سُلَيْمٰنَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ
كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا
اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَ
مَارُوْتَ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى
يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُوْنَ
مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ
وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ
اللّٰهِ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ

وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ
مِنْ خَلَاقٍ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ
لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٠٢﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا
لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٠٣﴾

ترجمہ (اہل کتاب کو چاہیئے تو یہ تھا کہ اللہ کی کتاب کی پیروی کرتے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ جادو ٹونے کے) ان (خرافات) کے پیچھے لگ گئے جو (خرافات) کہ شیطان، سلیمان کے عہد حکومت کی طرف منسوب کر کے تلاوت کیا کرتے تھے۔ حالانکہ سلیمان نے (کبھی جادو جیسے) کفر کا ارتکاب نہیں کیا، یہ تو شیاطین ہی تھے جنہوں نے (جادو کر کے خود بھی) کفر کیا (اور اس کفر کو فروغ بھی دیا اور وہ اس طرح کہ) انسانوں کو (بھی) جادو سکھانے لگے (مزید برآں اہل کتاب اُس علم سحر کے پیچھے بھی لگ گئے) جو بابل میں ہاروت اور ماروت دو فرشتوں پر نازل کیا گیا تھا۔ یہ دونوں فرشتے کسی کو جادو نہیں سکھاتے تھے جب تک اس سے یہ نہ کہتے کہ ہم تو (تمہارے لئے ذریعۂ) امتحان و آزمائش ہیں لہٰذا (تم جادو سیکھ کر) کفر نہ کرو (اور امتحان و آزمائش میں پورے اتر جاؤ لیکن اہل کتاب ان کی نصیحت کو قبول نہ کرتے تھے) ان سے (جادو کی) وہ باتیں سیکھتے تھے جن کے ذریعہ شوہر اور بیوی میں تفریق پیدا کر دیں حالانکہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر جادو کے ذریعہ کسی کو (ذرا سا بھی) نقصان نہیں پہنچا سکتے، بہرحال یہ لوگ ان دونوں فرشتوں سے ایسی باتیں سیکھتے تھے جو انہیں نقصان پہنچائیں اور فائدہ (کچھ) نہ پہنچائیں اور وہ (اچھی طرح) جانتے تھے کہ جو شخص جادو کا خریدار ہوگا اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں (اس کے باوجود وہ جادو کے کاروبار میں مشغول تھے) اور بے شک جس چیز کے بدلہ انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا وہ بہت بُری چیز ہے۔ کاش انہیں اس بات کا علم ہوتا ﴿١٠٢﴾ اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو اللہ کے ہاں ان کو اچھا بدلہ ملتا، کاش وہ (اس بات سے) واقف ہوتے ﴿١٠٣﴾

معانی ومصادر

(تَتَّبِعُوْا) اِتَّبَعَ، یَتَّبِعُ، اِتِّبَاعٌ (باب افتعال) پیروی کرنا، پیچھے جانا، مطیع ہونا۔
(تَتْلُوْا) تَلَا، یَتْلُوْا، تِلَاوَۃٌ (ن) پڑھنا۔
(سِحْرٌ) سَحَرَ، یَسْحَرُ، سِحْرٌ (ف) جادو کرنا، دھوکا دینا۔
(ضَارِّیْنَ) ضَرَّ، یَضُرُّ، ضَرٌّ (ن) نقصان پہنچانا۔
(یَضُرُّ) ضَرَّ، یَضُرُّ، ضَرٌّ وضُرٌّ (ن) نقصان پہنچانا۔
(یَنْفَعُ) نَفَعَ، یَنْفَعُ، نَفْعٌ (ف) فائدہ پہنچانا۔
(اِشْتَرٰی) اِشْتَرٰی، یَشْتَرِیْ، اِشْتِرَاءٌ (باب افتعال) خریدنا، بیچنا۔
(خَلَاق) حصہ، نصیب۔
(شَرَوْا) شَرٰی، یَشْرِیْ، شِرَاءٌ و شِرًی (ض) خریدنا، بیچنا۔
(مَثُوْبَۃٌ) ثَابَ، یَثُوْبُ، ثَوْبٌ و ثُوُوْبٌ (ن) لوٹنا [مَثُوْبَۃٌ ۔ ثواب، جزاء]

تفسیر

اہل کتاب نے دین کو بھلا دیا تھا، کتاب الٰہی کو پس پشت ڈال دیا تھا۔ احکام الٰہی کی اتباع چھوڑ دی تھی، جادو، ٹونے کے پیچھے لگ گئے تھے اور خرافات میں کھو گئے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا (وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّیٰطِیْنُ عَلٰی مُلْکِ سُلَیْمٰنَ) یہ لوگ ان سحر آمیز باتوں کی پیروی میں لگے ہوئے ہیں جن کو شیاطین نے سلیمان علیہ السلام کے عہد حکومت کی طرف منسوب کر رکھا ہے۔ جادو سراسر کفر ہے (وَمَا کَفَرَ سُلَیْمٰنُ) اور سلیمان علیہ السلام نے کبھی کفر نہیں کیا۔ یہ تو شیاطین ہی ہیں جو کفر کرتے رہتے ہیں۔ خود بھی جادو کرتے ہیں اور انسانوں کو بھی جادو کی تعلیم دیتے ہیں۔

آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اہل کتاب اس جادو کے پیچھے بھی لگے رہتے ہیں جو ہاروت اور ماروت دو فرشتوں پر اتارا گیا تھا، حالانکہ جب یہ لوگ ان دو فرشتوں کے پاس جادو سیکھنے جاتے تھے تو وہ انہیں نصیحت کیا کرتے تھے کہ یہ کام ٹھیک نہیں (اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَۃٌ) ہمارا وجود تمہارے لئے ایک امتحان ہے، اللہ تعالیٰ یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر جادو سے پرہیز کرتے ہو یا نہیں۔ جادو سیکھ کر کفر کے مرتکب ہوتے ہو یا نہیں۔ تمہیں اس آزمائش وامتحان میں پورا اترنا چاہئے (فَلَا تَکْفُرْ) تمہیں کفر نہیں کرنا چاہئے۔ فرشتوں کی اس فہمائش کے باوجود اہل کتاب ان سے جادو سیکھتے تھے اور جادو میں بھی خاص طور پر وہ باتیں سیکھتے تھے جن کے ذریعہ میاں بیوی میں افتراق پیدا کریں اور ایسی باتیں سیکھتے تھے جن سے ان کو نقصان پہنچے فائدہ کچھ نہ پہنچے۔ الغرض وہ جادو کے ذریعہ معاشرہ میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے تھے۔

جادو شیطانی عمل ہے، افسوس ہے کہ یہودی اس شیطانی عمل کے ذریعہ زیادہ تر وہی کام کرتے تھے جو شیطان کو سب سے زیادہ محبوب ہے یعنی شوہر اور بیوی میں جدائی ڈالنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اِنَّ اِبْلِیْسَ یَضَعُ عَرْشَہٗ عَلَی الْمَآءِ ثُمَّ یَبْعَثُ سَرَایَاہُ فَاَدْنَاھُمْ مِنْہُ اَعْظَمُھُمْ فِتْنَۃً یَجِیْئُ اَحَدُھُمْ فَیَقُوْلُ فَعَلْتُ کَذَا فَیَقُوْلُ مَا صَنَعْتَ شَیْئًا قَالَ ثُمَّ یَجِیْئُ اَحَدُھُمْ فَیَقُوْلُ مَا تَرَکْتُہٗ حَتّٰی فَرَّقْتُ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ امْرَاَتِہٖ قَالَ فَیُدْنِیْہِ مِنْہُ وَیَقُوْلُ نَعَمْ اَنْتَ۔

(صحیح مسلم کتاب صفۃ القیامۃ جزء ۲ ص۵۲۶)

ابلیس اپنا تخت پانی پر رکھتا ہے۔ پھر اپنے لشکروں کو روانہ کرتا ہے، پھر سب سے زیادہ اپنے قریب اُسے بٹھاتا ہے جو سب سے بڑا فتنہ برپا کرتا ہے۔ ان میں سے ایک آکر کہتا ہے "میں نے یہ کیا" ابلیس کہتا ہے "تو نے کچھ نہیں کیا"، پھر (جب) ان میں سے کوئی آکر کہتا ہے "میں نے شوہر اور بیوی کو علیحدہ کرکے چھوڑا"، تو ابلیس اُسے اپنے قریب کر لیتا ہے اور کہتا ہے: ہاں تو نے کام کیا ہے۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا وہ جادو کے ذریعہ کسی کو بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ نقصان تو اُسی وقت پہنچ سکتا ہے جب اللہ تعالےٰ کی طرف سے نقصان پہنچنے کا حکم جاری ہو جائے، جب تک اللہ تعالےٰ کی مشیت نہ ہو کوئی چیز نہ نفع پہنچا سکتی ہے اور نہ نقصان۔ نفع و نقصان کا مالک اللہ تعالےٰ ہے جن چیزوں میں نفع و نقصان کی تاثیر اللہ تعالےٰ نے رکھی ہے وہ تاثیر بھی اللہ تعالےٰ کے حکم و اجازت کی تابع ہے۔ الغرض اہل کتاب جادو سیکھتے تھے اور اس کے ذریعہ لوگوں کو نقصان پہنچانے کے درپے رہا کرتے تھے، حالانکہ انہیں بھی علم تھا کہ جو شخص بھی جادو کا خریدار ہوگا اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں، نجات اور فلاح و بہبود سے وہ شخص محروم رہے گا، اس کی قسمت میں ہلاکت کے سوا اور کچھ نہیں ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ۔

سات ہلاک کر دینے والے گناہوں سے بچو۔

صحابہ نے پوچھا اے اللہ کے رسول وہ کونسے گناہ ہیں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَلشِّرْکُ بِاللّٰہِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ، وَاَکْلُ الرِّبَا، وَاَکْلُ مَالِ الْیَتِیْمِ وَالتَّوَلِّیْ یَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ

(صحیح بخاری کتاب المحاربین باب رمی المحصنٰت جزء ۸ ص۲۱۷ وصحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان الکبائر جزء اول ص۵۱)

اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، اللہ نے جس جان کا قتل کرنا حرام کیا ہے اُسے ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے دن پیٹھ پھیرنا اور پاک دامن، غافل مؤمن عورتوں پر تہمت لگانا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

لَا یُفْلِحُ السَّاحِرُ حَیْثُ اَتٰی ۝

(طٰہٰ - ۶۹)

جادوگر جہاں کہیں جائے گا فلاح نہیں پائے گا۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ) اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈال کر محض دنیوی نفع کی خاطر وہ اپنی جانوں کو دوزخ کے حوالہ کر رہے ہیں گویا اپنی جانوں کو بیچ کر وہ تھوڑا سا عارضی فائدہ حاصل کر رہے ہیں اور اس طرح اپنی جانوں کو ہلاکت و تباہی میں ڈال کر جو قلیل فائدہ یہ لوگ حاصل کر رہے ہیں وہ یقیناً بری چیز ہے، کاش انہیں اس بات کا علم ہوتا۔ اور اگر یہ لوگ ایمان لے آتے اور اللہ تعالےٰ سے ڈرتے تو اللہ تعالےٰ کے پاس ان کے لئے اچھا ٹھکانہ ہوتا، کاش انہیں اس بات کا علم ہوتا۔

عمل

اے لوگو! شیطانی اعمال سے بچیئے۔ نقش سلیمانی، بیاض سلیمانی اور حرز سلیمانی نام رکھ کر یہود یانہ خصلت کا اعادہ نہ کیجئے۔ نہ جادو سیکھئے، نہ جادو کیجئے، نہ جادو کرائیے اور نہ جادو کے ذریعہ جادو کا اتار کیجئے۔ اور نہ ایسا علاج کیجئے جس میں کفر یا شرک کا شائبہ ہو۔ اس بات پر ایمان رکھیئے کہ بغیر اللہ تعالےٰ کے حکم کے جادو نہ نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان۔ جادو سے بچنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے سورۃ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ میں ہمیں دعاء کی تعلیم دی ہے لہٰذا سنت کے مطابق سورۃ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ کا ورد رکھیئے۔ جادو سے محفوظ رہنے کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

مَنْ تَصَبَّحَ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعَ تَمَرَاتٍ عَجْوَةً لَمْ يَضُرُّهُ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ سُمٌّ وَلَا سِحْرٌ۔ (صحیح بخاری کتاب الاطعمۃ باب العجوۃ جزء ۷، ص ۱۰۲)

جو شخص ہر روز صبح کے وقت سات عجوہ کھجوریں کھا لیا کرے تو اس کو اس دن نہ زہر اثر کرے گا اور نہ جادو۔

نوٹ :۔ عجوہ مدینہ منورہ میں پیدا ہونے والی کھجور کی ایک قسم ہے۔

اگر معلوم ہو جائے کہ جادو کن چیزوں پر کیا گیا ہے اور کس مقام پر کیا گیا ہے تو انہیں وہاں سے نکال کر زمین میں دفن کر دیا جائے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی فرماتی ہیں۔

اَمَرَ بِهَا فَدُفِنَتْ (صحیح بخاری کتاب الطب باب السحر جزء ۷، ص ۱۷۸ وصحیح مسلم کتاب السلام باب السحر جزء ۲ ص ۲۲۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں کو جن کے ذریعہ جادو کیا گیا تھا دفن کرنے کا حکم دیا۔ حکم کی تعمیل میں جادو کی چیزوں کو دفن کر دیا گیا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾

ترجمہ اے ایمان والو! (اللہ کے رسول کو مخاطب کرتے وقت) راعنا نہ کہا کرو بلکہ اُنظرنا کہا کرو اور پھر سنا کرو (کہ آپ کیا فرماتے ہیں) اور (خبردار ہو جاؤ کہ) کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے ﴿۱۰۴﴾

معانی و مصادر (قُوْلُوْا) قَالَ، يَقُوْلُ، قَوْلٌ وَقَالٌ وَقِيْلٌ وَمَقَالٌ وَمَقَالَةٌ (ن) کہنا۔

(رَاعِنَا) رَاعٰى، يُرَاعِيْ، مُرَاعَاةٌ (باب مفاعلہ) نگرانی کرنا، نظر کرنا [رَاعِنَا = ہماری طرف نظر کیجئے]

(اُنْظُرْنَا) نَظَرَ، يَنْظُرُ، نَظَرٌ وَمَنْظَرٌ وَمَنْظَرَةٌ (ن) دیکھنا۔

(اَلِيْمٌ) اَلِمَ، يَأْلَمُ، اَلَمٌ (س) دردناک ہونا۔

تفسیر بعض یہودی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتے تو اپنی زبان کو توڑ مروڑ کر راعنا کہتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ۔
(النسآء - ۴۶)

بعض یہودی ایسے ہیں جو کلمات کو ان کی جگہ سے تبدیل کر دیتے ہیں (ان کو بے موقع اور بے محل استعمال کرتے ہیں) اور (اے رسول جب آپ سے بات کرتے ہیں تو) کہتے ہیں ہم نے سن لیا لیکن ہم مانیں گے نہیں اور (اے رسول جب آپ کو متوجہ کرتے ہیں تو یہ) کہتے ہیں آپ ہماری سنیں، آپ نہ سنوائے جائیں (یعنی آپ بہرے ہو جائیں) اور زبان کو مروڑ کر دین میں طعن کے ارادے سے "راعنا" کہتے ہیں۔

راعنا کے معنی ہیں "ہماری طرف التفات کیجئے"۔ یہودی اپنی زبانوں کو مروڑ کر اس لفظ کو

اس طرح ادا کرتے تھے کہ اس کے معنی بگڑ جاتے تھے۔ یعنی یا تو اس کے یہ معنی ہو جاتے "اے احمق"، یا یہ معنی ہو جاتے "اے ہمارے چرواہے"۔ اللہ تعالیٰ کو یہودیوں کی یہ گستاخی پسند نہ آئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَ اسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَ اَقْوَمَ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ○

(النساء - ۴۶)

اور اگر یہودی اس طرح کہتے ہم نے سن لیا اور ہم اطاعت کریں گے اور (جب اللہ کے رسول کو متوجہ کرتے تو اس طرح کہتے) سنیئے اور ہماری طرف نظر فرمائیے تو ان کے لئے بہتر ہوتا اور بات مناسب ہوتی لیکن (کفر کے سبب وہ ایسا کیوں کرنے لگے لہٰذا) اللہ نے بھی ان کے کفر کے سبب ان پر لعنت کر دی ہے۔ لہٰذا یہ کم ہی ایمان لائیں گے۔

ایمان والے بھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے تو نیک نیتی کے ساتھ "راعنا" ہی کہتے۔ اللہ تعالیٰ نے آیت زیرِ تفسیر نازل فرما کر ایمان والوں کو اس لفظ کے استعمال کرنے سے روک دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ایمان والو، راعنا کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو متوجہ نہ کیا کرو۔ بلکہ اس کے بجائے "اُنظرنا" کہا کرو یعنی ہماری طرف نظر فرمائیے۔ آگے فرمایا "انظرنا" کہنے کے بعد پھر کچھ نہ کہا کرو بلکہ خاموشی کے ساتھ آپ کے متوجہ ہونے کا انتظار کیا کرو اور پھر جو کچھ آپ فرمائیں اُسے سنتے رہا کرو اور (خبردار ہو جاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گستاخی کرنے والے کافروں کے سوا اور کون ہو سکتے ہیں اور) کافروں کے لئے (آخرت میں) دردناک عذاب ہے۔ وہاں ان کو اس گستاخی کا مزا چکھنا ہوگا۔

عمل

اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بہت بلند ہے۔ اپنی گفتگو میں آپ کے خلافِ شان کوئی بات نہ کہا کیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جگہ جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب و احترام کرنے کی تلقین کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

(الحجرات - ۱)

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا

اے ایمان والو! نبی کی آواز سے اپنی آوازوں کو

اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ○

(الحجرات - ۲)

بلند نہ کرو، اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور سے باتیں کرتے ہو اس طرح نبی سے بات نہ کیا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ○ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

(الحجرات - ۴و۵)

(اے رسول) جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے آواز دیتے ہیں اُن میں اکثر بے عقل ہیں اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ خود باہر نکلتے تو یہ ان کے لئے بہتر ہوتا (انہیں چاہیئے کہ آئندہ ایسا نہ کریں، اب تک جو زیادتی ہوئی اسے اللہ تعالےٰ نے معاف کر دیا کیونکہ) اللہ غفور اور رحیم ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○

(الاعراف - ۱۵۷)

جو لوگ رسول پر ایمان لائے، ان کا احترام کیا، ان کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو ان کے ساتھ نازل کیا گیا ہے تو ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

الغرض اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب و احترام کیجئے، آپ کے احکام کے سامنے کسی قسم کی چون و چرا نہ کیجئے بلکہ سر تسلیم خم کر دیجئے۔

ما يود الذين كفروا من اهل الكتب
ولا المشركين ان ينزل عليكم من
خير من ربكم والله يختص برحمته
من يشاء والله ذو الفضل العظيم ﴿١٠٥﴾
ما ننسخ من اية او ننسها نات بخير
منها او مثلها الم تعلم ان الله على كل
شيء قدير ﴿١٠٦﴾ الم تعلم ان الله له ملك
السموت والارض وما لكم من دون
الله من ولي ولا نصير ﴿١٠٧﴾

ترجمہ (اے ایمان والو) اہل کتاب میں سے جو لوگ کافر ہیں نہ وہ چاہتے ہیں اور نہ مشرکین کہ تم پر تمہارے رب کی طرف سے کوئی خیر نازل ہو، حالانکہ اللہ اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہتا ہے خاص کر لیتا ہے (اس کی رحمت پر کسی قوم کی اجارہ داری نہیں، جو قوم بھی مستحق ہوتی ہے اللہ تعالےٰ اُسے اپنے فضل سے نوازتا ہے) اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ ﴿۱۰۵﴾ (اور اگر) ہم کسی آیت کو منسوخ کر دیتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو اُس سے بہتر یا اُسی جیسی دوسری آیت لے آتے ہیں (اور اے رسول) کیا آپ کو نہیں معلوم کہ اللہ (دنیا کی ترقی اور بدلتے ہوئے حالات کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے موجودہ قانون جیسا کوئی قانون یا اس سے بہتر قانون نازل کرنے پر قدرت رکھتا ہے کیونکہ وہ) ہر چیز پر قادر ہے۔ ﴿۱۰۶﴾ اور کیا آپ کو نہیں معلوم کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت (صرف) اللہ (اکیلے) کے لئے ہے اور اے لوگو! اللہ کے علاوہ نہ تمہارا کوئی کارساز ہے اور نہ کوئی مددگار ﴿۱۰۷﴾

معانی و مصادر

(یَوَدّ) وَدَّ، یَوَدُّ، وُدٌّ، وُدَادٌ، مَوَدَّۃٌ (ف) محبت کرنا۔
(یَخْتَصُّ) اِخْتَصَّ، یَخْتَصُّ، اِخْتِصَاصٌ (باب افتعال) خاص کرنا۔
(یَشَاءُ) شَاءَ، یَشَاءُ، شَیْءٌ و مَشِیْئَۃٌ و مَشَاءَۃٌ ومشائیۃٌ (ف) چاہنا۔
(فَضْلٌ) فَضُلَ، یَفْضُلُ، فَضْلٌ (ك) با فضیلت ہونا، بزرگی والا ہونا۔
(نَنْسَخْ) نَسَخَ، یَنْسَخُ، نَسْخٌ (ف) منسوخ کرنا، بدل دینا۔
(نُنْسِ) اَنْسٰی، یُنْسِیْ، اِنْسَاءٌ (باب افعال) بھلا دینا۔
(نَاْتِ) اَتٰی، یَاْتِیْ، اِتْیَانٌ و اَتْیٌ و اِتْیَانَۃٌ و مَاْتَاۃٌ (ض) آنا۔
(قَدِیْرٌ) قَدَرَ، یَقْدِرُ، قَدْرٌ و قُدْرَۃٌ و مَقْدِرَۃٌ و مِقْدَارٌ (ن ض س) قدرت ہونا۔
(مُلْكُ) مَلَكَ، یَمْلِكُ، مُلْكٌ و مَلَكَۃٌ و مَمْلُكَۃٌ (ض) مالک ہونا۔
(وَلِیٌّ) وَلِیَ، یَلِیْ، وِلَایَۃٌ (ح) والی ہونا، مدد کرنا، کارسازی کرنا، [وَلِیٌّ۔ دوست، مددگار کارساز]۔

تفسیر اہل کتاب سمجھتے تھے کہ نبوت ان کے خاندان کا حق ہے، انہیں ایمان والوں سے اسی بات کا حسد تھا کہ یہ فضیلت ان کے ہوتے ہوئے ایمان والوں کو کیسے مل گئی۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ۔

(النساء ۔ ۵۴)

کیا بنی اسرائیل ان لوگوں سے اس بات پر حسد کر رہے ہیں کہ اللہ نے ان کو اپنے فضل سے نوازا ہے (اور بنی اسرائیل کو محروم کر دیا ہے)۔

ان کے اس حسد کا بیان کرتے ہوئے ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَدَّ کَثِیْرٌ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ لَوْ

(اے ایمان والو) بہت سے اہل کتاب

يَوَدُّوْنَكُمْ مِّنْ بَعْدِ إِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ۔

حق ظاہر ہو جانے کے بعد بھی محض اپنے قلبی حسد کی بناء پر یہ چاہتے ہیں کہ کاش وہ تم کو تمہارے ایمان لانے کے بعد کافر بنا دیں۔

(البقرۃ ۔ ۱۰۹)

مشرکین کی بھی یہی کیفیت تھی، وہ بھی نہیں چاہتے تھے کہ یہ فضیلت مسلمین کے حصہ میں آئے، ان کی اس خواہش کا بیان کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالےٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً۔

(النساء ۔ ۸۹)

کافر تو یہ چاہتے ہیں کہ جیسے وہ خود کافر ہیں۔ ویسے ہی تم بھی کافر ہو جاؤ تا کہ وہ اور تم سب برابر ہو جائیں (تم کو ان پر کوئی فضیلت حاصل نہ رہے)۔

الغرض اہل کتاب اور مشرکین دونوں کی یہ خواہش تھی کہ مؤمنین پر شریعت الٰہیہ کی صورت میں کوئی خیر و برکت نازل نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اللہ جس کو چاہتا ہے اس رحمت کے لئے مخصوص کر لیتا ہے یہ کسی کی جاگیر نہیں۔ اللہ تعالےٰ کے علم میں جو قوم بھی اس رحمت کی اہل ہوتی ہے اللہ تعالےٰ اُسے اس کام کے لئے منتخب کر لیتا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا۔

(فاطر ۔ ۳۲)

پھر ہم نے ان لوگوں کو کتاب (یعنی شریعت الٰہیہ) کا وارث بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے (اس کام کا اہل سمجھ کر) منتخب کر لیا۔

ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا:۔

هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ

(الحج ۔ ۷۸)

(اے مؤمنین) اللہ نے تم کو (اس منصب کے لئے) منتخب کر لیا اور دین (کے کسی معاملہ) میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔

اسی چیز کو ایک اور مقام پر اللہ تعالےٰ اس طرح بیان فرماتا ہے:۔

قُلْ إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ٥ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ٥

(آل عمران ۳، ۷۴و۷۵)

(اے رسول) کہہ دیجئے کہ فضل تو اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور وہ بہت وسعت والا اور علم والا ہے (اس کے علم میں جو فضل کا مستحق ہوتا ہے، اسی کو وہ فضل عطاء فرماتا ہے۔ اس کے فضل پر کسی کی

اجارہ داری نہیں) وہ اپنے (فضل و) رحمت کے لئے
جس کو چاہتا ہے (اس کی اہلیت دیکھ کر) مخصوص
کر لیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فضل عظیم کا مالک ہے۔ اس کا فضل بہت وسیع ہے لیکن یہ فضل ہر ایک کو نہیں ملتا۔ بلکہ انہی کو ملتا ہے جن میں اس کو حاصل کرنے کی اہلیت ہوتی ہے۔ اور جن کو اللہ تعالیٰ اس کے لئے منتخب کر لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ
وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝
(الجمعۃ ۔ ۴)

(نبوت اور کتاب ہدایت) یہ اللہ کا فضل ہے
وہ جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بڑے
فضل والا ہے۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے ہر نعمت بنی اسرائیل سے چھین کر بنی اسمٰعیل کو دے دی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لِئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ
عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ
بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ
ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝
(الحدید ۔ ۲۹)

(اے ایمان والو، نبوت رحمت اور نور ہدایت
سے تم کو اس لئے نوازا گیا ہے) تاکہ اہل کتاب کو معلوم
ہو جائے کہ وہ اللہ کے فضل پر کوئی قدرت نہیں رکھتے
(اور انہیں یہ بھی معلوم ہو جائے) کہ فضل اللہ کے ہاتھ
میں ہے وہ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ فضل
عظیم کا مالک ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبوت، کتاب و حکمت اور خیر و برکت کا نزول یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ مزید برآں کسی خاص حکم کو کسی خاص وقت تک کے لئے نافذ کرنا اور پھر اس حکم کو منسوخ فرما کر اسی جیسا دوسرا حکم نافذ کر دینا یا اس سے بہتر حکم نافذ کر دینا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی پر تنگی نہیں ڈالتا، کسی کو تکلیف مالا یطاق میں مبتلا نہیں کرتا، انسانوں کی فطرت کا لحاظ کرتا ہے۔ احکام کا نزول بتدریج کرتا ہے تاکہ لوگ پابندی کے عادی ہو جائیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ احکام کی شدت اور سخت پابندیوں کی وجہ سے وہ ان احکام سے بیزار ہو جائیں اور ان کا انکار کر بیٹھیں، مثلاً شراب اور جوئے کی حرمت کا بتدریج نزول اسی حکمت پر مبنی ہے۔ فوراً شراب کو حرام نہیں کیا گیا بلکہ ابتداء میں صرف اس کی برائی بیان کر کے چھوڑ دیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا

شراب اور جوئے کا نقصان ان کے فائدے سے

(البقرۃ - ۲۱۹) زیادہ ہے۔

گویا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شراب اور جوئے کے جواز کو برقرار رکھا۔ یہ برقرار رکھنا اس وقت کے لحاظ سے بالکل مناسب تھا اور فطرت انسانی کے لحاظ سے اس زمانہ میں اسی میں بہتری تھی ورنہ اندیشہ تھا کہ وہ ایمان لاکر پھر کہیں کفر نہ اختیار کرلیں۔ بعد میں شراب اور جوئے کو قیامت تک کے لئے حرام کر دیا گیا اور یہ حکم نوعِ انسانی کے لئے ہر حال میں اور ہر زمانے کے لحاظ سے بہتر تھا۔

نسخ آیات کی اللہ تعالیٰ نے دو صورتیں بیان فرمائیں۔ پہلی یہ کہ براہِ راست کسی دوسری آیت سے اس کو منسوخ کر دیا جائے۔ دوسری یہ کہ وہ آیت یاد ہی نہ رہے اللہ تعالیٰ اس کو ذہنوں سے نکال دے۔

پہلی صورت کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ؁

(النحل - ۱۰۱)

(اے رسول) جب ہم کسی آیت کو دوسری کسی آیت کے بدلہ میں لے آتے ہیں تو کافر کہتے ہیں کہ آپ نے خود ہی گھڑ لی ہے حالانکہ اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ نازل کرتا ہے، لیکن کافروں میں سے اکثر لوگ (اس بات کو یا تبدیلی کی مصلحت کو) نہیں جانتے۔

دوسری صورت کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ؀ اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ

(اے رسول) ہم آپ کو پڑھائیں گے لہٰذا آپ کبھی نہ بھولیں گے سوائے اس کے جو اللہ (ہی بھلانا) چاہے

(سبح اسم ربک الاعلیٰ - ۶، ۷)

غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی مصلحت اور حکمت کے مطابق جو چاہتا ہے کرتا ہے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عارضی حکم کو منسوخ کرکے اسی جیسا یا اس سے بہتر دوسرا دائمی حکم نافذ کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مصلحت اور حکمت کے تقاضوں کو پورا کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے، اس کے لئے کوئی چیز مشکل نہیں، وہ مقتدر اور با اختیار بادشاہ ہے۔ (لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اسی کے لئے ہے۔ اسے اختیار ہے کہ وہ اپنی مملکت میں جو حکم چاہے نافذ کرے اور جس حکم کو چاہے منسوخ فرمائے۔ انسانوں کو ہر حال میں اسی بادشاہِ حقیقی کے احکام پر چلنا چاہیئے۔ اس کے احکام کی خلاف ورزی کرکے اس کو ناراض نہ کرنا چاہیئے اور نہ اس کے عذاب کو دعوت دینا چاہیئے (وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ) جب اس کا عذاب آجائے تو اس سے بچانے والا کوئی نہیں۔ اگر بچائے تو وہی بچائے، بگڑی کو بنائے تو وہی بنائے، کارساز صرف وہی ہے۔ مصیبت میں کام آنے والا وہی ہے۔ وہی مددگار ہے، اس کے علاوہ نہ کوئی کارساز ہے اور نہ مددگار۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

(الانعام - ۱۴)

(اے رسول! ان سے) پوچھیئے: کیا میں آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے اللہ کے علاوہ کسی اور کو کارساز بناؤں؟

اسی سلسلہ میں اللہ تعالے فرماتا ہے:-

وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ○

(الرعد - ۱۱)

اللہ کے علاوہ ان لوگوں کا کوئی کارساز نہیں۔

اللہ تعالے فرماتا ہے:-

اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا

(الرعد - ۱۶)

کیا تم نے اللہ کے علاوہ ایسوں کو کارساز بنا رکھا ہے جو اپنے نفع و نقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتے۔

اللہ تعالے فرماتا ہے:-

مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ

(الکہف - ۲۶)

اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان کا کوئی کارساز نہیں۔

اللہ تعالے فرماتا ہے:-

هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ۔

(الکہف - ۴۴)

لہذا (معلوم ہوا) کہ کارسازی اللہ (معبود) برحق کے لئے (مخصوص) ہے۔

اللہ تعالے فرماتا ہے:-

اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْۤ اَوْلِيَآءَ اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ○

(الکہف - ۱۰۲)

کیا کافروں نے میرے بندوں کو میرے علاوہ کارساز بنا کر یہ سمجھ لیا ہے (کہ ہم انہیں سزا نہیں دیں گے) ہم نے کافروں کی مہمانی کے لئے جہنم تیار کر رکھی ہے۔

اللہ تعالے فرماتا ہے:-

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ○

(العنکبوت - ۴۱)

جن لوگوں نے اللہ کے علاوہ دوسروں کو کارساز بنا رکھا ہے ان کی مثال مکڑی جیسی ہے کہ وہ ایک گھر بناتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام گھروں میں سب سے زیادہ کمزور گھر مکڑی ہی کا ہوتا ہے (ایسا گھر آفات سے کیا بچا سکتا ہے) کاش ان مشرکین کو علم ہوتا (کہ اللہ

کے علاوہ کسی دوسرے کو کارساز بنانا ایسا ہے جیسا مکڑی کا جالا بنانا جو کسی قسم کی حفاظت نہیں کرسکتا)

اللہ تعالے فرماتا ہے :۔
أَمِ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ فَاللَّهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِي الْمَوْتَىٰ
(الشوریٰ ۔ ۹)

کیا انہوں نے اللہ کے علاوہ کارساز بنا رکھے ہیں؟ کارساز تو بس اللہ ہی ہے، وہی مُردوں کو زندہ کریگا۔

اللہ تعالے فرماتا ہے :۔
وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ ○
(الشوریٰ ۔ ۲۸)

اللہ تعالے ہی کام بنانے والا اور تعریف والا ہے۔

اللہ تبارک وتعالے فرماتا ہے :۔
وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ○
(اٰل عمران ۔ ۱۲۶)

مدد کہیں سے نہیں آتی مگر ہاں اللہ غالب اور حکمت والے کی طرف سے۔

اللہ ذوالجلال والاکرام فرماتا ہے :
وَإِن يَخْذُلْكُمْ فَمَن ذَا الَّذِي يَنصُرُكُم مِّن بَعْدِهِ
(اٰل عمران ۔ ۱۶۰)

اگر اللہ تم کو چھوڑ دے تو پھر کون ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کرسکے۔

اللہ تعالے فرماتا ہے :
وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ○
(العنکبوت ۔ ۲۲) (التوبۃ ۔ ۱۱۶)

تمہارے لئے اللہ کے علاوہ نہ کوئی کارساز ہے اور نہ کوئی مددگار۔

اللہ تعالے فرماتا ہے :۔
وَلَا يَجِدُونَ لَهُم مِّن دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ○
(الاحزاب ۔ ۱۷) (النسآء ۔ ۱۷۳)

یہ لوگ اپنے لئے اللہ کے علاوہ نہ کوئی کارساز پائیں گے اور نہ مددگار۔

اللہ تعالے فرماتا ہے :۔
أَيُشْرِكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ○ وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا

کیا وہ ایسے لوگوں کو شریک بناتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کرسکتے بلکہ وہ تو خود پیدا کئے گئے

وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ٥ ہیں اور وہ ان کی مدد نہیں کر سکتے (اور وہ اُن کی مدد کیا کریں گے) وہ تو اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے۔
(الاعراف - ۱۹۱و۱۹۲)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مدد وہی کر سکتا ہے جو خالق ہو۔ کوئی مخلوق کسی مخلوق کی مدد نہیں کر سکتا جو خالق نہیں وہ مددگار بھی نہیں۔ خالق کے علاوہ کسی مخلوق کو مددگار سمجھنا شرک ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ٥
(الاعراف - ۱۹۷)

اللہ کے علاوہ جن کو تم لوگ (مدد کے لئے) پکارتے ہو وہ تمہاری مدد نہیں کر سکتے بلکہ وہ تو اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ
(الانفال - ۱۰)

مدد کہیں سے نہیں آتی مگر اللہ کی طرف سے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ٥
(النسآء - ۱۲۳)

گنہگار اللہ کے علاوہ نہ کسی کو کارساز پائے گا اور نہ مددگار۔

مندرجہ بالا آیات کا خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ایسی کوئی ہستی نہیں جو مدد کر سکے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ جو کوئی بھی ہے جب وہ اپنی مدد آپ نہیں کر سکتا تو دوسروں کی مدد کیا کرے گا۔ اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں اپنی مدد کرتا ہے یا کسی دوسرے کی مدد کرتا ہے۔ بشرطیکہ جس کی مدد وہ کر رہا ہے اس کے پاس موجود ہو تو بس اسی حد تک جس حد تک اللہ تعالیٰ چاہے۔ وہ مدد کرنے کا مالک نہیں ہوتا کہ جس حالت میں چاہے، جس قسم کی چاہے اور جس وقت چاہے مدد کرے۔ مدد کرنے کے لئے ہر خیر پہ قادر ہونا ضروری ہے۔ جو قدیر نہیں وہ مدد بھی نہیں کر سکتا۔ مزید برآں مدد کرنے کے لئے حاضر ہونا یا عالم الغیب ہونا ضروری ہے۔ جو حاضر نہیں یا عالم الغیب نہیں وہ مدد نہیں کر سکتا اسے کیا معلوم کون کس مقام پہ مدد کا طالب ہے۔ مرنے کے بعد تو حاضر ہونا ناممکن ہے لہٰذا جو لوگ مر چکے ہیں وہ کسی قسم کی مدد نہیں کر سکتے، نہ اپنی اور نہ کسی دوسرے کی اور وہ عالم الغیب بھی نہیں کہ انہیں مصیبت زدہ کی مصیبت کا علم ہو جائے۔ وہ مصیبت زدہ کی پکار کو سن بھی نہیں سکتے اور نہ از روئے قرآن مجید مصیبت زدہ انہیں اپنی پکار سنا سکتا ہے، پھر ایسے بے خبر لوگوں سے مدد مانگنا بے سود ہے۔

پھر مندرجہ بالا آیات کی رُو سے انہیں قدرت ہی نہیں کہ کسی کی مدد کرسکیں تو پھر ان سے مدد کا طلب گار ہونا بالکل لغو فعل ہے۔ دوسروں سے بگڑی بنانے کی توقع رکھنا یا اُن سے مدد کا طالب ہونا شرک ہے۔ اللہ تعالےٰ اس سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

الغرض کسی شخص سے مدد مانگنے کی صورت میں اس شخص کا عالم الغیب قادر مطلق اور خالق ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ یہ صفات سوائے اللہ تعالےٰ کے کسی میں نہیں لھذا اللہ تعالےٰ کے علاوہ کوئی مدد نہیں کرسکتا۔ حاضر شخص صرف اس حد تک مدد کرسکتا ہے جس حد تک اللہ تعالےٰ نے اُسے اختیار دیا ہے۔ مثلاً وہ بوجھ اٹھانے میں مدد دے سکتا ہے لیکن مرض سے شفا نہیں دے سکتا، شفا دینا، رنج وغم سے نجات دینا وغیرہ وغیرہ یہ سب اللہ تعالےٰ کے اختیار میں ہے، ایسی باتوں کے لئے کسی حاضر کو بھی مدد کے لیے پکارنا شرک ہے۔

عمل

اے ایمان والو! اہل کتاب اور مشرکین کے حسد سے ہوشیار رہیئے۔ یہ آپ کے کبھی دوست نہیں ہوسکتے اللہ تعالیٰ ہی آپ کا دوست ہے، وہی بگڑی بنانے والا ہے، وہی مددگار ہے، اسی کو اپنا کارساز سمجھیئے اور اسی کو مددگار سمجھیئے، مشکل کشائی کے لیئے نہ کسی کی دہائی دیجئے اور نہ کسی کو مدد کے لئے پکاریئے۔

أَمْ تُرِيْدُوْنَ أَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا
سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ
الْكُفْرَ بِالْإِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۱۰۸﴾
وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ
مِّنْ بَعْدِ إِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ
أَنْفُسِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ
فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَأْتِيَ اللّٰهُ بِأَمْرِهٖ
إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۹﴾

ترجمہ

(اے ایمان والو) کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے اُسی طرح سوال کرو جس طرح
(تم سے) پہلے موسیٰ سے سوال کئے گئے تھے اور (کیا جس طرح اُن سوال کرنے والوں
نے موسیٰ کے جوابات کو کشادہ دلی سے قبول نہ کر کے کفر کا ارتکاب کیا تھا تم بھی اسی طرح کفر کرنا چاہتے ہو

اگر یہی بات ہے تو سن لو کہ) جو شخص ایمان کے بدلے کفر کو اختیار کرے تو وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا ۱۰۸ (اور خبردار ہوجاؤ) بہت سے اہل کتاب حق ظاہر ہوجانے کے بعد بھی محض اپنے قلبی حسد کی بناء پر یہ چاہتے ہیں کہ کاش وہ تم کو تمہارے ایمان لانے کے بعد کافر بنا دیں (تو اے ایمان والو، تم ان کی اس بات پر صبر کرو) ان کو معاف کرتے رہو، درگذر کرتے رہو، یہاں تک کہ اللہ تعالٰے اپنا کوئی (اور) حکم صادر فرمائے، بیشک (اللہ اگر چاہے تو ان کو نیست ونابود کر سکتا ہے، کیونکہ) اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۱۰۹

معانی ومصادر

(تُرِيْدُوْنَ) اَرَادَ، يُرِيْدُ، اِرَادَةٌ (باب افعال) ارادہ کرنا، چاہنا [اس کا مادہ رود ہے]۔

(تَسْئَلُوْا) (سُئِلَ) سَأَلَ، يَسْئَلُ، سُؤَالٌ وسَأَلَةٌ ومَسْئَلَةٌ وسَآلَةٌ (ف) سوال کرنا۔

(يَتَبَدَّلُ) تَبَدَّلَ، يَتَبَدَّلُ، تَبَدُّلٌ (باب تفعّل) بدلہ میں لینا۔

(ضَلَّ) ضَلَّ، يَضِلُّ، ضَلَالٌ وضَلَالَةٌ (ض ف) گمراہ ہونا، گم ہوجانا، بھول جانا۔

(سَوَاء) سَوِيَ، يَسْوٰى، سِوًى (س) کام کا ٹھیک ہونا۔

[سَوَاء = برابر، عدل، بیچ، وسط] (مادہ س وی ہے)

(حَسَدًا) حَسَدَ، يَحْسُدُ، حَسَدٌ وحَسَادَةٌ (ض ن) حسد کرنا، یہ خواہش کرنا کہ دوسرے کی نعمت زائل ہوجائے اور مجھے مل جائے۔

(تَبَيَّنَ) تَبَيَّنَ، يَتَبَيَّنُ، تَبَيُّنٌ (باب تفعل) واضح ہونا، واضح کرنا۔

(اُعْفُوْا) عَفَا، يَعْفُوْ، عَفْوٌ (ن) معاف کرنا، گناہ مٹا دینا، زیادہ کرنا یا زیادہ ہونا۔

(اِصْفَحُوْا) صَفَحَ، يَصْفَحُ، صَفْحٌ (ف) اعراض کرنا، گناہ سے چشم پوشی کرنا۔

تفسیر

اہل کتاب موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بہت سوال کیا کرتے تھے، مثلاً جب موسٰی علیہ السلام نے ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیا تو گائے کے متعلق انہوں نے بہت سے سوال کئے۔ ان سوالات کا ذکر اسی سورت کی آیات نمبر ۶۸ تا ۷۱ میں گذر چکا ہے۔ ایک مرتبہ تو انہوں نے حد ہی کر دی، موسٰی علیہ السلام سے سوال کر بیٹھے کہ:۔

اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً (النسآء - ۱۵۳) ہمیں اللہ کو کھلم کھلا دکھا دیجئے۔

اللہ تعالٰے نے یہودیوں کی اس بدخصلت سے مؤمنین کو بچانے کے لئے فرمایا کہ کیا تم اپنے رسول سے اس طرح سوالات کرتے ہو جس طرح یہودی موسٰی علیہ السلام سے کیا کرتے تھے۔ یعنی تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ پھر بعد میں اللہ تعالٰے نے صریح الفاظ میں سوال کرنے کی ممانعت فرما دی۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَاِنْ تَسْئَلُوْا

اے ایمان والو، ایسی چیزوں کے متعلق (جو تم پر ظاہر نہیں کی گئیں) سوال نہ کیا کرو، اگر وہ

عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝ قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ۝

(المائدۃ - ۱۰۱ و ۱۰۲)

تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو بُری محسوس ہوں گی اور اگر تم قرآن کے نازل ہونے کے زمانہ میں ان کے متعلق پوچھو گے تو (تمہارے سوال کے جواب میں) انہیں تم پر ظاہر کر دیا جائے گا۔ اللہ نے ان (کے متعلق حکم دینے) سے عفو و درگذر سے کام لیا ہے، کیونکہ اللہ بہت معاف کرنے والا اور بہت علم والا ہے۔ تم سے پہلے بھی لوگوں نے اس طرح کی باتیں پوچھی تھیں پھر (جب انہیں بتا دی گئیں تو عمل نہ کر سکے اور) ان کا انکار کر بیٹھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَا نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ فَاجْتَنِبُوْهُ وَمَا اَمَرْتُكُمْ بِهٖ فَافْعَلُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ فَاِنَّمَا اَهْلَكَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَثْرَةُ مَسَائِلِهِمْ وَاخْتِلَافُهُمْ عَلٰى اَنْبِيَائِهِمْ۔

(صحیح مسلم کتاب الفضائل باب توقیرہ صلی اللہ علیہ وسلم وترك اكثار سؤاله جزء ۲ صـ۲۳۷)

جس چیز سے میں منع کروں اس سے بچا کرو اور جس چیز کا حکم دوں جہاں تک ہو سکے اس کی تعمیل کیا کرو، بے شک تم سے پہلے کی امتوں کو سوال کی کثرت اور انبیاء سے اختلاف کرنے ہی نے تباہ و برباد کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

كَرِهَ لَكُمْ قِيْلَ وَقَالَ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ وَاِضَاعَةَ الْمَالِ۔ (صحیح بخاری کتاب الادب باب عقوق الوالدین من الکبائر جزء ۸ صـ۴)

اللہ نے تمہارے لئے قیل وقال، سوال کی کثرت اور مال کے ضائع کرنے کو ناپسند فرمایا ہے۔

سوال کی ممانعت سختی کے ساتھ کی گئی، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِنَّ اَعْظَمَ الْمُسْلِمِيْنَ فِي الْمُسْلِمِيْنَ جُرْمًا مَنْ سَاَلَ عَنْ شَيْءٍ لَمْ يُحَرَّمْ فَحُرِّمَ عَلَى النَّاسِ مِنْ اَجْلِ مَسْاَلَتِهٖ۔

(صحیح بخاری کتاب الاعتصام باب ما یکرہ من کثرۃ السوال جزء ۹ صـ۱۱۷ و

مسلمین میں سب سے بڑا مجرم وہ شخص ہے جو ایسے کام کے متعلق سوال کرے جس کا کرنا حرام نہیں کیا گیا تھا، اس کے پوچھنے کی وجہ سے لوگوں پر حرام کر دیا گیا۔

صحیح مسلم کتاب الفضائل باب توقیرہ صلی اللہ علیہ وسلم جزء ۲ ص ۲۳۸ واللفظ للبخاری۔ خط کشیدہ الفاظ صرف صحیح مسلم میں ہیں)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس چیز سے منع نہیں کیا گیا وہ حلال ہے۔

الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے کی سختی سے ممانعت کر دی گئی تھی صحابہؓ کرام اس پر سختی سے عمل کرتے تھے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔

نُهِينَا أَنْ نَسْأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ فَكَانَ يُعْجِبُنَا أَنْ يَجِيءَ الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ الْعَاقِلُ فَيَسْأَلَهُ وَنَحْنُ نَسْمَعُ۔

ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی بھی چیز کے متعلق سوال کرنے کی ممانعت کر دی گئی تھی، لہذا ہمیں یہ بات بہت اچھی معلوم ہوتی تھی، کہ دیہاتیوں میں سے کوئی سمجھ دار آدمی آکر سوال کرے اور ہم سنیں۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب فی بیان الایمان باللہ وشرائع الدین جزء اول ص ۳۱)

(نوٹ:۔ دیہاتی آدمی اس لئے بے تکلف سوال کر لیا کرتا تھا کہ اُسے سوال کرنے کی ممانعت کا علم نہیں ہوتا تھا)۔

سوال کی ممانعت کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ (وَمَنْ يَتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ) جس نے ایمان کے بدلہ کفر کو اختیار کیا وہ صراط مستقیم سے بھٹک گیا۔ ایمان تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی جائے اور سوال نہ کیا جائے۔ لیکن جو شخص اس حکم الٰہی کی تعمیل نہیں کرتا، ممانعت کے باوجود سوال کرتا ہے وہ گویا اس حکم کا انکار کر رہا ہے۔ مزید برآں سوال کے جواب میں کوئی ایسی بات بتادی جائے جو پوچھنے والے پر بار گذرے اور پھر وہ اس کا انکار کر دے جس طرح اہل کتاب نے کیا تھا تو پھر ایمان کہاں رہے گا، گویا سوال کرنا ایمان کو خطرہ میں ڈالنا اور کفر کو دعوت دینا ہے۔

جو شخص ممانعت کے بعد بھی سوال سے باز نہیں آتا تو پھر وہ صراط مستقیم پر گامزن نہیں رہ سکتا۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی طرح سوالات کرنے کی ممانعت فرمادی، پھر فرمایا کہ اہل کتاب کی ایک بہت بڑی تعداد تو یہ چاہتی ہے کہ سوال کی کثرت سے یا کسی اور طرح سے تم کو پھر کفر کی طرف لوٹا دے (حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ) اور ان کی یہ خواہش ان کے دلی حسد کی غماز ہے۔ اے مومنین، وہ نہیں چاہتے کہ تم کو خیر و برکت اور ہدایت ربانی سے بہرہ اندوز ہوتا دیکھیں۔ وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح وہ گمراہی میں مبتلا ہیں تم کو بھی گمراہی میں مبتلا کر دیں۔ دونوں میں کوئی امتیاز باقی نہ رہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ (المآئدۃ - ۵۹)

(اے رسول) کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب تم ہم میں سوائے اس کے اور کیا برائی دیکھتے ہو کہ ہم اللہ پر، اس کتاب پر جو ہم پر نازل ہوئی اور ان کتابوں پر جو پہلے نازل ہوئیں ایمان لائے اور بیشک تم میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں۔

اہل کتاب کو مؤمنین کی جو چیز سب سے زیادہ کھٹکتی تھی وہ دراصل ان کا ایمان ہی تھا۔ وہ مؤمنین کو پھر کفر کی طرف واپس لوٹانے کی کوشش میں لگے رہتے تھے، طرح طرح کی سازشیں کرتے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ) اے ایمان والو، فی الحال تم معاف کرتے رہو، درگذر کرتے رہو، اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کرتے رہو۔ جب تک اللہ تعالیٰ کا حکم نہ آئے اس وقت تک نہ ان سے بدلہ لو اور نہ ان سے جہاد کرو، اللہ تعالیٰ ضرور ان سے بدلہ لینے اور ان کو سزا دینے پر قادر ہے کیونکہ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اس حکم کی تعمیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ مشرکین کو اور اہل کتاب کو معاف کرتے رہتے تھے، حضرت اسامہؓ بن زید فرماتے ہیں :-

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ یَعْفُوْنَ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ وَاَهْلِ الْكِتَابِ كَمَا اَمَرَهُمُ اللّٰهُ وَیَصْبِرُوْنَ عَلَى الْاَذٰی (صحیح بخاری کتاب الادب باب کنیۃ المشرک جزء ۸ صفحہ ۵۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ مشرکین اور اہل کتاب کو جیسا کہ اللہ نے ان کو حکم دیا تھا معاف کرتے رہتے تھے اور (ان کی) اذیت پر صبر کیا کرتے تھے۔

عمل

اے لوگو! دین کامل ہو چکا ہے۔ حرام و حلال کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ اب نہ کسی کی رائے سے کوئی چیز حرام ہو سکتی ہے اور نہ کسی کی رائے سے کوئی چیز حلال ہو سکتی ہے۔ تاہم اپنے علماء سے ایسی چیزوں کے متعلق سوال نہ کیا کیجئے جن کا ذکر قرآن و حدیث میں نہیں ہے، علماء میں تساہل پیدا ہو گیا ہے، وہ اپنی رائے سے حلال یا حرام کا فتویٰ دیدیتے ہیں، آپ ان کے حرام و حلال کو تسلیم تو کر نہیں سکتے پھر سوال سے کیا فائدہ؟ جو لوگ علماء کے حرام و حلال کو تسلیم کرتے ہیں وہ گویا تحلیل و تحریم کے معاملہ میں ان کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا دیتے ہیں اور یہ شرک ہے اس سے بچئے اے ایمان والو اہل کتاب سے بچئے، ان کی روش سے بچئے، وہ آپ کے دشمن ہیں، وہ آپکو مسلم دیکھنا نہیں چاہتے لہٰذا ان سے پوری طرح ہوشیار رہئے۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿١١٠﴾

ترجمہ اور (اے ایمان والو) نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور (اس بات پر یقین رکھو کہ) جو نیکی تم اپنے لئے (اپنی موت سے) پہلے بھیج دو گے اُسے اللہ کے ہاں موجود پاؤ گے، بے شک اللہ دیکھ رہا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو، (وہ تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے) ﴿١١٠﴾

معانی و مصادر (اَقِيْمُوْا) اَقَامَ، يُقِيْمُ، اِقَامَةٌ (باب افعال) قائم کرنا۔
(اٰتُوْا) اٰتٰى، يُؤْتِيْ، اِيْتَاءٌ (باب افعال) دینا۔
(زَكٰوة) زَكٰى، يَزْكُوْ، زَكَاءٌ و زُكُوٌّ و زَكِيَ، يَزْكٰى، زَكًى (س ن) بڑھنا، پھلنا پھولنا، پاک ہونا۔
[زکوٰۃ: وہ مال جو مال و دولت کو پاک کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ کے نام پر اسلامی حکومت کو دے دیا جائے]
(تُقَدِّمُوْا) قَدَّمَ، يُقَدِّمُ، تَقْدِيْمٌ (بابِ تفعیل) آگے بھیجنا۔
(تَجِدُوْا) وَجَدَ، يَجِدُ، وُجْدٌ و وِجْدَانٌ، وُجُوْدٌ (ح ض) پانا۔
(بَصِيْرٌ) بَصُرَ، يَبْصُرُ، بَصَرٌ و بَصَارَةٌ (س ک) دیکھنا، علم ہونا۔

تفسیر اہل کتاب سے ہوشیار رہنے کی تلقین کرنے کے بعد اللہ تعالےٰ نے مؤمنین سے فرمایا "نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو"، نماز اور زکوٰۃ دینِ اسلام کے دو اہم رکن ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔
بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ، شَهَادَةِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔
(۱) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی

رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ۔ (صحیح بخاری کتاب الایمان باب دعاؤکم ایمانکم جزء اول ص۹ و صحیح مسلم کتاب الایمان باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس جزء ا ص۲۷ واللفظ للبخاری)

اللہ نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ ادا کرنا (۴) حج کرنا اور (۵) رمضان کے روزے رکھنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ کو یمن روانہ کیا تو ان سے فرمایا تھا:۔

اِنَّکَ تَقْدَمُ عَلٰی قَوْمٍ اَھْلِ کِتَابٍ فَلْیَکُنْ اَوَّلَ مَا تَدْعُوْھُمْ اِلَیْہِ عِبَادَۃُ اللّٰہِ، وَفِیْ رِوَایَۃٍ اُدْعُھُمْ اِلٰی شَھَادَۃِ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ فَاِذَا عَرَفُوا اللّٰہَ فَاَخْبِرْھُمْ اَنَّ اللّٰہَ قَدْ فَرَضَ عَلَیْھِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِیْ یَوْمِھِمْ وَلَیْلَتِھِمْ فَاِذَا فَعَلُوْا فَاَخْبِرْھُمْ اَنَّ اللّٰہَ فَرَضَ عَلَیْھِمْ زَکٰوۃً مِّنْ اَمْوَالِھِمْ (وَفِیْ رِوَایَۃٍ تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِیَآئِھِمْ) وَتُرَدُّ عَلٰی فُقَرَآئِھِمْ فَاِذَا اَطَاعُوْا بِھَا فَخُذْ مِنْھُمْ وَتَوَقَّ کَرَائِمَ اَمْوَالِ النَّاسِ۔ (صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب وجوب الزکوٰۃ وباب لا تؤخذ کرائم اموال الناس وباب قول اللہ تعالٰے واقیموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ جزء۲ ص۱۳۰ و ص۱۴۷ وصحیح مسلم کتاب الایمان باب الامر بالایمان باللہ ورسولہ والشرائع الدین والدعاء الیہ جزء اول ص۲۹)

تم اہل کتاب کی ایک قوم کے پاس جا رہے ہو تو سب سے پہلے تم جس چیز کی انہیں دعوت دو وہ اللہ کی عبادت ہے، وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ پھر جب وہ اللہ کو پہچان لیں تو انہیں بتانا کہ اللہ نے ان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں پھر جب وہ اس پر عمل کرنے لگیں تو انہیں بتانا کہ اللہ نے ان پر ان کے مالوں میں زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لے کر ان کے محتاجوں کو دی جائے گی، پھر جب وہ یہ بھی مان لیں تو ان سے زکوٰۃ لے لینا لیکن ان کے بہترین مال لینے سے بچنا (یعنی اوسط درجہ کا مال لینا)۔

نماز کی اہمیت اور ترک نماز کے کفر ہونے کے سلسلہ میں اسی سورت کی آیت نمبر ۳ کی تفسیر بھی ملاحظہ فرمائیں۔ اہمیت میں زکوٰۃ بھی نماز کے لگ بھگ ہے۔ قرآن مجید میں اکثر مقامات پر نماز اور زکوٰۃ کا ذکر ساتھ ساتھ کیا گیا ہے، نماز کی طرح زکوٰۃ بھی ان چیزوں میں سے ہے کہ جب تک کفار انہیں ادا نہ کریں اُن سے جنگ جاری رہے گی، محض کلمہ پڑھ لینے سے جنگ بند نہیں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ۔ (التوبۃ - ۵)

(جو کفار برسرپیکار ہوں) اگر وہ توبہ کرلیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو پھر ان کا راستہ چھوڑ دو (یعنی جنگ بند کردو)۔

زکوٰۃ بھی ان چیزوں میں سے ہے کہ بغیر اس کے کوئی شخص دینی بھائی نہیں بن سکتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ۔ (التوبۃ - ۱۱)

(جو کفار برسرپیکار ہوں) اگر وہ توبہ کرلیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کرنے لگ جائیں تو پھر وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔

واضح رہے کہ بعض احادیث میں کافر کے لا الٰہ الا اللہ پڑھنے کے بعد اسے قتل کرنے کی ممانعت ہے۔ ان احادیث میں اور مندرجہ بالا آیات میں تطبیق یہ ہے کہ کافر کے لا الٰہ الا اللہ کہنے کے بعد فوری طور پر اُسے قتل کرنا حرام ہوگا، لیکن جب وہ نماز اور زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا تو پھر اس سے جنگ کی جائے گی۔ اس کی مزید تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۵ کی تفسیر میں لکھی جائے گی۔

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:۔

أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ

مجھے ایسا عمل بتائیے جو مجھے جنت میں داخل کردے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا وَتُقِيمُ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِي الزَّكٰوةَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ۔

(صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب قول اللہ تعالیٰ واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ جزء ۲ صفحہ ۱۳۰ وصحیح مسلم کتاب الایمان باب فی بیان الایمان باللہ جزء اول صفحہ ۲۵)

اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ ذرا بھی شرک نہ کرو، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور رشتہ کو ملاؤ (یعنی رشتہ داری کو منقطع نہ کرو)۔

نماز اور زکوٰۃ کا حکم دینے کے بعد اللہ تعالےٰ نے دوسری نیکیوں کی طرف بھی رغبت دلائی ۔ فرمایا (وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ) جو نیکی بھی تم کرو گے، اُسے اللہ کے ہاں پاؤ گے، نیکی ضائع نہیں ہو گی اور ہر نیکی کا بدلہ دیا جائے گا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفَىٰ بِنَا حَاسِبِينَ ۝

(الانبیآء - ۴۷)

قیامت کے دن ہم انصاف کی ترازوئیں قائم کریں گے، پھر کسی پر ذرا سا بھی ظلم نہیں ہو گا۔ اگر کسی نے رائی کے دانہ کے برابر بھی (نیکی یا بدی) کی ہو گی ہم اُسے لے آئیں گے (اور ترازو کے پلڑے میں رکھ دیں گے) اور ہم حساب لینے کے لئے کافی ہیں۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۝

(اذا زلزلت الارض - ۷-۸)

جس شخص نے ذرہ برابر نیکی کی ہو گی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہو گی وہ اسے دیکھ لے گا (یعنی چھوٹی سے چھوٹی نیکی اور چھوٹی سے چھوٹی بدی وہاں موجود ہو گی اور اس کا حساب ہو گا)۔

آخر میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے ۔ اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں، وہ تمہاری تمام نیکیوں سے خبردار ہے لہٰذا تمہاری کوئی نیکی ضائع نہیں ہو گی۔

عمل

اے لوگو نماز پڑھتے رہیئے اور پابندی سے پڑھتے رہیئے۔ پابندی سے نماز پڑھنا بہت ضروری ہے۔ زکوٰۃ دیتے رہیئے، مال کی محبت میں کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ زکوٰۃ کی ادائیگی سے غفلت برتیں، زکوٰۃ بہت اہم فریضہ ہے۔ اس کی بہت تاکید ہے۔ دنیا چند روزہ ہے، یہ مال یہیں رہ جائیگا۔ وہاں کچھ کام نہ آئیگا بلکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دنیا میں بھی کچھ کام نہ آئے۔ ہر وقت اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہیئے۔ وہ ہر وقت آپ کو دیکھ رہا ہے۔ اس کو خوش کرنے کی کوشش کیجئے۔ اس کے احکام کی تعمیل کیجئے، نیکیاں کرتے رہیئے تاکہ آپ کی نیکیوں کا پلڑا جھک جائے اور آپ اللہ تعالےٰ کے عذاب سے بچ جائیں۔

وَقَالُوا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ
هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ۭ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ۭ قُلْ هَاتُوْا
بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ بَلٰى ۤ مَنْ
اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ
عِنْدَ رَبِّهٖ ۠ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

ترجمہ اور اہل کتاب کہتے ہیں کہ جنت میں یہودیوں اور عیسائیوں کے علاوہ ہرگز کوئی داخل نہ ہوگا۔ یہ ان کی خوش فہمیاں ہیں (اے رسول) آپ (ان سے) کہیئے کہ اگر تم (اس دعوے میں) سچے ہو تو کوئی دلیل پیش کرو ﴿۱۱۱﴾ (اے رسول کہہ دیجئے جنت کسی خاص فرقہ کی جاگیر نہیں) جو شخص بھی اللہ کے آگے سر تسلیم خم کر دے گا اور نیکی کرتا رہے گا تو (بس) اس کے لئے اس کے رب کے ہاں اس (کے اعمال) کا اجر (و ثواب) ہے اور ایسے لوگوں کو (قیامت کے دن) نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم ﴿۱۱۲﴾

معانی و مصادر

(یَدْخُل) دَخَلَ، یَدْخُلُ، دُخُوْلٌ و مَدْخَلٌ (ن) داخل ہونا۔

(هُوْد) هَادَ، یَهُوْدُ، هَوْدٌ (ن) حق کی طرف رجوع کرنا، یہودی ہونا۔

[هَائِدٌ اسم فاعل ہے اور اس کی جمع هُوْدٌ ہے]

(هَاتُوْا) هَاتٰی، یُهَاتِیْ، مُهَاتَاةٌ (باب مفاعلة) دینا [مادہ ھ ت ی ہے]۔

(اَمَانِیٌّ) تَمَنّٰی، یَتَمَنّٰی، تَمَنِّیْ (باب تفعّل) ارادہ کرنا۔ پڑھنا۔ جھوٹ بولنا۔

[اَمَانِیٌّ۔ اُمْنِیَّةٌ کی جمع۔ تمنائیں، خوش فہمیاں، خام خیالیاں]۔

(بُرْهَان) بَرِهَ، یَبْرَهُ، بَرَهٌ و بُرْهَانٌ (س) بیماری کے بعد جسم کا چمکدار ہو جانا جو صحت

کی دلیل ہے [برھان = روشن دلیل]۔
(اَسْلَمَ) اَسْلَمَ، یُسْلِمُ، اِسْلَامٌ (باب افعال) اسلام قبول کرنا، مطیع ہونا، سپرد کرنا۔
(مُحْسِنٌ) اَحْسَنَ، یُحْسِنُ، اِحْسَانٌ (باب افعال) نیکی کرنا۔
(خَوْفٌ) خَافَ، یَخَافُ، خَوْفٌ وخِیْفٌ ومَخَافَۃٌ و خِیْفَۃٌ (س) ڈرنا۔
(یَحْزَنُوْنَ) حَزِنَ، یَحْزَنُ، حَزَنٌ (س) غمگین ہونا۔

تفسیر یہودی کہتے تھے کہ جنت میں یہودیوں کے علاوہ کوئی داخل نہیں ہوگا۔ عیسائی کہتے تھے کہ عیسائیوں کے علاوہ جنت میں کوئی داخل نہیں ہوگا۔ عیسائی اور یہودی آپس میں ایک دوسرے کو حق پر نہیں سمجھتے تھے، اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ لَیْسَتِ النَّصٰرٰی عَلٰی شَیْءٍ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰی لَیْسَتِ الْیَهُوْدُ عَلٰی شَیْءٍ۔
(البقرۃ - ۱۱۳)

یہودی کہتے ہیں کہ عیسائی حق پر نہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہودی حق پر نہیں۔

الغرض دونوں فرقے صرف اپنے کو حق پر سمجھتے تھے اور صرف اپنے کو جنتی سمجھتے تھے، ان کا دعوٰی تھا کہ مسلمین کیونکہ ان کے راستے پر نہیں لہذا مسلمین جنت میں ہرگز نہیں جا سکتے، اللہ تعالٰے نے فرمایا (تِلْكَ اَمَانِیُّهُمْ) یہ ان کی خوش فہمیاں اور خام خیالیاں ہیں جن کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ جنت کسی خاص فرقے کی جاگیر نہیں کہ بس اُسی فرقے کے لوگ اس میں داخل ہوں بلکہ جنت میں داخل ہونے کے لئے اللہ تعالٰے کا ایک اٹل قانون ہے جو شخص بھی خود کو اس قانون کے مطابق ڈھال لے بس وہی جنت کا مستحق ہے۔ وہ اٹل قانون یہ ہے کہ (مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ) جو شخص بھی اللہ تعالٰے کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کر دے۔ بس اسی کا ہو جائے، اپنے آپ کو اسی کے سپرد کر دے اور اس کے احکام کے مطابق نیکیاں کرتا رہے تو ایسا شخص جنت میں داخل ہوگا اور اپنے رب کی طرف سے اجر و ثواب پائیگا۔ اسے قیامت کے دن کسی قسم کا نہ خوف ہوگا اور نہ غم اور جنت میں بھی اس کی زندگی خوف و غم سے خالی ہوگی۔ سرور و مسرت، عیش و راحت میں وہ شاداں و فرحاں ہوگا۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ ○
(القارعۃ - ۷)

وہ پسندیدہ عیش و (راحت) میں ہوگا۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ○

اللہ تعالٰے نیک لوگوں کو تروتازگی

(ھل اتیٰ - ۱۱) اور مسرت و شادمانی سے بہرہ اندوز کریگا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِیْمِ ۝ (المطففین - ۲۴)

تم ان کے چہروں میں تر و تازگی (کے آثار) دیکھو گے۔

مغفرت کے مندرجہ بالا اٹل قانون کا ذکر اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں کئی جگہ فرمایا ہے :۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِـِٕیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ (البقرة - ۶۲)

بے شک جو لوگ ایمان لائے ہیں یا یہودی ہیں یا عیسائی ہیں یا صابی ہیں (ان میں سے) جو شخص بھی اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لایا اور عمل صالح کرتا رہا تو ایسے لوگوں کے لئے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے، انہیں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ (الانعام - ۴۸)

جو شخص ایمان لائے اور (اپنی) اصلاح کرلے تو اُسے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَمَنْ یَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓىٕكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰی ۝ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰی ۝ (طٰہٰ - ۷۵ - ۷۶)

جو شخص اللہ کے پاس (اس حالت میں) آئے کہ وہ مؤمن ہو اور نیک عمل کرتا رہا ہو تو (اُس جیسے) لوگوں کے لئے (بڑے) بلند درجے ہیں۔ وہ باغہائے جاودانی ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بدلہ اسی کو ملے گا جس نے (اپنے کو برائیوں سے) پاک رکھا ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ایک مجاہد اللہ کے راستے میں بڑی بہادری سے لڑتا رہا لیکن آخر میں اس نے زخموں کی تکلیف سے تنگ آکر خودکشی کرلی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

اِنَّهٗ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا

جنت میں سوائے مسلم شخص کے

نَفْسٌ مُّسْلِمَۃٌ۔ (صحیح بخاری کتاب الجهاد باب ان الله لیؤید الدین بالرجل الفاجر جزء ۴ ص۸۸۔ وصحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان غلظ تحریم قتل الانسان نفسه جزء ۱ ص۵۸)

اور کوئی داخل نہیں ہوگا (یعنی جنت میں وہ شخص داخل ہوگا جو نیک عمل کرتا رہے اور آخر وقت تک اللہ تعالٰے کی نافرمانی سے بچے):

نوٹ:۔ اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے اور اپنی شریعت کے مطابق عمل کرتا رہے تو نہ وہ مؤمن کہلائے گا اور نہ اس کا عمل نیک عمل کہلائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اور آپ کی سنت پر عمل کرنا ضروری ہے۔ عمل صالح وہی ہے جو سنت کے مطابق ہو۔ مزید تفصیل انشاء اللہ تعالٰے سورۂ مائدہ کی آیت ۱۹ کی تفسیر میں لکھی جائے گی۔

عمل

اے لوگو! خوش فہمیوں سے بچیئے، بے بنیاد آرزوؤں تمناؤں اور ارمانوں پر بھروسہ نہ کیجیئے اس دھوکہ میں نہ رہیئے کہ ہم نے پیر کا دامن پکڑ لیا ہے، پیر نے ہمیں جنت کی ضمانت دے دی ہے نہ اس بات پر بھروسہ کیجیئے کہ ہم اللہ تعالٰے کے محبوب کی امت میں ہیں، اللہ تعالٰے اپنے محبوب کی خاطر ہمیں بخش دے گا۔ یہ وہی خام خیالیاں ہیں جو اہل کتاب کو تھیں۔ وہ کہا کرتے تھے:۔

نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ۔ (المائدۃ - ۱۸)

ہم اللہ کے بیٹے اور چہیتے ہیں۔

اے لوگو! آپ اہل کتاب جیسی خام خیالیوں میں نہ رہیئے۔ اللہ تعالٰے پر صحیح معنوں میں ایمان لائیے۔ توحید پر قائم رہیئے اور نیک عمل کرتے رہیئے۔ یہی چیزیں کام آنے والی ہیں۔ وہاں کوئی انسان کسی دوسرے انسان کے کچھ بھی کام نہیں آسکتا۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

لَا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْئًا۔ (البقرۃ - ۴۸)

قیامت کے روز کوئی کسی کے کام نہ آسکے گا۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰی عَلٰی شَیْءٍ
وَّقَالَتِ النَّصٰرٰی لَیْسَتِ الْیَهُوْدُ عَلٰی شَیْءٍ
وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ
لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

ترجمہ

اور یہودی کہتے ہیں کہ عیسائی کسی (صحیح) چیز پر قائم نہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہودی کسی (صحیح) چیز پر قائم نہیں حالانکہ وہ (دونوں اللہ کی) کتاب پڑھتے ہیں (جس میں ایک دوسرے کی تصدیق موجود ہے) (اور) اسی طرح کی بات وہ بھی کہتے ہیں جنہیں (اللہ کی کتاب کا) کوئی علم نہیں (تو اے رسول) جن باتوں میں یہ اختلاف کر رہے ہیں ان باتوں کے سلسلہ میں اللہ قیامت کے دن ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا ﴿۱۱۳﴾

معانی و مصادر

لَیْسَتْ ۔ لَیْسَ کا مؤنث ہے۔ اس کے معنی ہیں: نہیں ہے۔

(یَتْلُوْنَ) تَلَا ، یَتْلُوْ ، تِلَاوَۃٌ (ن) پڑھنا۔

(یَحْکُمُ) حَکَمَ ، یَحْکُمُ ، حُکْمٌ و حُکُوْمَۃٌ (ن) حکم کرنا ، فیصلہ کرنا۔

(یَخْتَلِفُوْنَ) اِخْتَلَفَ ، یَخْتَلِفُ ، اِخْتِلَافٌ (باب افتعال) اختلاف کرنا۔

تفسیر

توریت میں انجیل کی تصدیق اور پیشین گوئی موجود تھی، انجیل میں توریت کی تصدیق موجود تھی، دونوں میں ایک ہی واحد اللہ کا قانون تھا۔ دونوں ایک ہی سرچشمہ سے نکلی تھیں۔ لیکن آپس کی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے یہودی اور عیسائی ایک دوسرے کے دین

کا انکار کرتے تھے۔ یہودی عیسائیوں کے دین کی برائی کرتے تھے اور عیسائی یہودیوں کے دین کی برائی کرتے تھے۔ گویا آپس کی مخالفت کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے دین کا انکار کر رہے تھے۔ دونوں اپنی اپنی کتابوں کی تلاوت کرتے تھے لیکن صحیح معنوں میں عمل نہیں کرتے تھے۔ اگر عمل کرتے تو ایک دوسرے کی مخالفت نہ کرتے بلکہ دونوں متحد ہو کر اللہ تعالیٰ کے دین کو جو توریت اور انجیل میں موجود تھا مضبوطی سے پکڑ لیتے۔ آپس میں ضد اور مخالفت پیدا ہونے کا سبب دراصل اللہ تعالیٰ کی کتاب کا انکار تھا۔ یہی قول مشرکین کا بھی تھا جن کے پاس کوئی کتاب نہیں تھی۔ جہالت کا دور دورہ تھا لیکن ناز یہی تھا کہ ہم حق پر ہیں اور دوسرے باطل پر۔

یہ اختلاف کہ کون حق پر ہے اور کون ناحق پر اس کا فیصلہ دنیا میں ہو تو سکتا تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد کیونکہ کتاب الٰہی کے نزول اور بعثت انبیاء کا مقصد ہی یہی ہوتا ہے کہ اختلافات کو ختم کر کے سب کو ایک راستہ پر لگا دیا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ

(البقرۃ - ۲۱۳)

(پھر جب وہ اختلاف میں مبتلا ہوئے) تو اللہ نے نبیوں کو خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا اور ان پر حق کے ساتھ کتاب نازل کی تاکہ وہ (کتاب) ان باتوں میں فیصلہ کر دے جن باتوں میں وہ اختلاف کر رہے تھے۔

اس آیت کی روشنی میں جو لوگ ایمان لے آئے، پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کے فیصلہ کے مطابق ضد اور ہٹ دھرمی کو بالائے طاق رکھ دیا وہ ہدایت یاب ہوئے اور آپس کے اختلاف سے بچ گئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ۔

(البقرۃ - ۲۱۳)

پھر اللہ نے ان لوگوں کو جو ایمان لے آئے تھے (دین) حق کی ان باتوں میں جن میں وہ اختلاف کرتے تھے اپنے اذن سے ہدایت دی۔

لیکن جو لوگ ایمان نہیں لائے اور ضد و ہٹ دھرمی سے اپنے اختلافات پر اڑے رہے تو اب ان کا فیصلہ دنیا میں کیسے ہو سکتا ہے۔ ان کا فیصلہ تو قیامت کے دن ہی ہو سکتا ہے۔ اس سے پہلے ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝

ہم نے ان کو امر (حق) کے سلسلہ میں کھلے دلائل دئے تھے لیکن (ان دلائل کا) علم ہو جانے کے بعد بھی وہ آپس کی ضد کی وجہ سے اختلاف پر جمے رہے۔ (اے رسول) بیشک آپ کا ربّ

(الجاثیۃ - ۱۷) قیامت کے دن ان کے درمیان ان باتوں کے سلسلہ میں فیصلہ کرے گا جن باتوں میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔

عمل

اے لوگو! اللہ تعالےٰ کی کتاب آپ کے پاس ہے۔ اللہ تعالےٰ کا دین قرآن وحدیث کے اندر مکمل ہو چکا ہے اور قرآن وحدیث کا علم صحیح طور پر محفوظ ہو کر آپ تک پہنچ چکا ہے لہٰذا آپ قیامت کے دن کے فیصلہ کا انتظار نہ کیجئے۔ قرآن مجید اور صحیح احادیث سے اپنے اختلافات کا فیصلہ کر لیجئے۔ قرآن مجید اور صحیح احادیث کی موجودگی میں اختلافات پر جمے رہنا ایمان کی نشانی نہیں۔ سر جوڑ کر بیٹھئے۔ خلوص اور تقوےٰ کے ساتھ اپنے اختلافات کو قرآن مجید اور حدیث صحیح پر پیش کیجئے۔ پھر قرآن مجید اور حدیث صحیح سے جو بات حق ثابت ہو اُسے تسلیم کیجئے۔ آپ کے اختلافات ختم ہو جائیں گے۔ آپ ایک راستہ پر آجائیں گے، فرقوں کا وجود ختم ہو جائیگا، اتفاق و اتحاد کی وہ مسرت بخش ہوائیں چلیں گی جو نہ صرف آپ کو فائدہ پہنچائیں گی بلکہ دنیا کی تمام اقوام کے لئے رُشد وہدایت کا موجب ہوں گی۔ آپ کے اختلافات اور فرقہ بندیوں نے تبلیغ کا راستہ روک دیا ہے۔ فرقوں کا وجود اسلام کو پھلنے پھولنے کا موقع نہیں دیتا۔ ہر فرقہ اپنے کو اسلام کا دعویدار کہتا ہے۔ ایسی صورت میں اسلام کی طرف مائل ہونے والا کدھر جائے۔ وہ کو نسے فرقہ وارانہ مذہب کو قبول کرے کہ اُسے صحیح اسلام مل جائے۔ وہ یہ دیکھ کر کہ اسلام کئی ہیں حیران ہو جاتا ہے اور پھر اسلام کی طرف رُخ نہیں کرتا۔

اے لوگو! اُسے اپنے فرقہ وارانہ مذاہب سے روشناس نہ کرائیے۔ اُسے قرآن مجید اور صحیح حدیث کی دعوت دیجئے اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ پہلے آپ خود اس پر عمل کریں۔ اگر آپ ایسا نہ کریں تو یہ قول و فعل میں تضاد ہو گا۔ اٹھیئے اور اپنے فرقوں اور فرقہ وارانہ مذہبوں کو ختم کر دیجئے۔ اسلام پر عمل کیجئے۔ اسلام قرآن وحدیث کے اندر ہے نہ کہ باہر۔ آپ سے میدان محشر میں قرآن مجید اور حدیث صحیح کے متعلق سوال ہو گا۔ آپ سے یہ سوال نہیں ہو گا کہ آپ نے فلاں فرقے کے مذہب پر یا مسئلہ پر عمل کیوں نہیں کیا۔ آپ قرآن مجید اور حدیث صحیح پر ایمان رکھتے ہیں تو پھر انہی پر عمل کیجئے۔ ایسے مذاہب کو کیوں مانتے ہیں جن کے نتیجہ میں ایک اسلام کے کئی اسلام بن جاتے ہیں۔ فرقہ وارانہ مذاہب کے ساتھ فرقہ وارانہ نام خود بخود ختم ہو جائیں گے اور پھر آپ کا نام صرف ایک ہو گا اور وہ وہی ہو گا جو اللہ تعالےٰ نے رکھا تھا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ (الحج - ۷۸) اللہ نے تمہارا نام مسلمین رکھا ہے۔

ہمارا بادشاہ۔ ہمارا حاکم، ہمارا قانون ساز۔ ہمارا شارع صرف اللہ تعالےٰ ہے۔ ہمارا امام، امام الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ان ہی کو اللہ تعالےٰ نے ہمارا امام بنایا تھا۔ انہی کی اطاعت اور

پیروی کو ہم پر واجب کیا تھا۔ دوسرے امام واجب الاحترام تو ضرور ہیں لیکن واجب الاتباع نہیں ہیں۔ ان کی اطاعت اور پیروی کا ہمیں حکم نہیں ملا۔ نہ ان کی اطاعت اور پیروی کے متعلق ہم سے قبر میں سوال ہوگا اور نہ محشر میں سوال ہوگا۔ ہمارا دین صرف اسلام ہے۔ بس اسی کو اختیار کیجئے۔ ہمارا نام صرف مسلم ہے بس اسی نام سے اپنے آپ کو متعارف کرائیے۔ یہی نسخہ ہے جس پر عمل کرنے سے ہم ایک ہو سکتے ہیں۔ دیکھیے آپس کے اختلافات کا فیصلہ یہاں کتاب الٰہی سے کر لینا اچھا ہے۔ اس کو میدان محشر کے لئے اٹھا کر نہ رکھیئے۔ وہاں کا فیصلہ تو کافروں کے لئے ہی رہنے دیجئے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۱۳ جو اوپر گذر چکی ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایمان والوں کو یہیں ہدایت مل جاتی ہے۔ ان کے اختلافات کا فیصلہ یہیں ہو جاتا ہے۔ آپ کے اختلافات کا فیصلہ یہاں نہیں ہو رہا تو پھر سوچیئے کہ آپ کیا ہیں! ۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ
يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا اُولٰٓئِكَ
مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ لَهُمْ
فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ
عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾

ترجمہ اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کے نام کے ذکر سے روکے اور ان کو ویران کرنے کی کوشش کرے۔ ایسے لوگوں کو زیبا نہیں کہ مسجدوں میں داخل ہوں مگر وہاں ڈرتے ہوئے۔ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب ہے ﴿۱۱۴﴾

معانی ومصادر (اَظْلَمُ) ظَلَمَ ، يَظْلِمُ ، ظُلْمٌ وظَلْمٌ ومَظْلِمَةٌ (ض) ظلم کرنا ، حق تلفی کرنا ، کسی چیز کو اس کی اصلی جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھ دینا۔

(مَنَعَ) مَنَعَ ، يَمْنَعُ ، مَنْعٌ (ف) روکنا ، منع کرنا۔

(مَسٰجِدَ) سَجَدَ ، يَسْجُدُ ، سُجُوْدٌ (ن) سجدہ کرنا ، جھکنا۔

(يُذْكَرَ) ذَكَرَ ، يَذْكُرُ ، ذِكْرٌ و تَذْكَارٌ (ن) ذکر کرنا ، اللہ کی بڑائی بیان کرنا ، یاد کرنا۔

(سَعٰى) سَعٰى ، يَسْعٰى ، سَعْىٌ (ف) کوشش کرنا۔

(خَرَاب) خَرِبَ ، يَخْرَبُ ، خَرْبٌ وخَرَابٌ (س) ویران کرنا ، غیر آباد کرنا۔

(خَآئِفِيْنَ) خَافَ ، يَخَافُ ، خَوْفٌ وخِيْفٌ ومَخَافَةٌ وخِيْفَةٌ (س) ڈرنا۔

(خِزْىٌ) خَزِىَ ، يَخْزٰى ، خِزْىٌ و خَزًى (س) ذلیل ہونا۔

(عَظِيْمٌ) عَظُمَ، يَعْظُمُ، عِظَمٌ وعَظَامَةٌ (لك) بڑا ہونا۔

تفسیر کفار مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کو مسجد حرام میں نماز پڑھنے سے روکتے تھے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ ٥ عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰ ٥ (اقراء - ۹-۱۰)

(اے رسول) کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو بندے کو نماز پڑھنے سے روکتا ہے۔

ایک دن ابوجہل نے کہا:۔

"لَئِنْ رَأَيْتُ مُحَمَّدًا يُصَلِّي عِنْدَ الْكَعْبَةِ لَأَطَأَنَّ عَلَىٰ عُنُقِهِ فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ فَعَلَهُ لَأَخَذَتْهُ الْمَلَائِكَةُ۔

(صحیح بخاری کتاب التفسیر (تفسیر سورۃ اقراء) جزء ۶ ص۲۱۶)

"اگر میں نے محمد کو کعبہ کے پاس نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو اس کی گردن کو روند ڈالونگا، یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا اگر اس نے ایسا کیا تو فرشتے اس کو پکڑ لیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

رَأَيْتُ عُقْبَةَ بْنَ أَبِي مُعَيْطٍ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي فَوَضَعَ رِدَاءَهُ فِي عُنُقِهِ فَخَنَقَهُ بِهِ خَنْقًا شَدِيدًا فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ حَتَّىٰ دَفَعَهُ عَنْهُ (صحیح بخاری باب مناقب ابی بکر جزء ۵ ص۱۲)

میں نے عقبہ بن ابی معیط کو دیکھا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ اس نے اپنی چادر آپ کی گردن میں ڈال کر شدت کے ساتھ آپ کا گلا گھونٹنا شروع کر دیا۔ اتنے میں ابوبکرؓ آئے اور انہوں نے اُسے ہٹایا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:۔

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي عِنْدَ الْبَيْتِ وَأَبُو جَهْلٍ وَأَصْحَابٌ لَهُ جُلُوسٌ إِذْ قَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ أَيُّكُمْ يَجِيءُ بِسَلَىٰ جَزُورِ بَنِي فُلَانٍ فَيَضَعُهُ عَلَىٰ ظَهْرِ مُحَمَّدٍ إِذَا سَجَدَ فَانْبَعَثَ أَشْقَى الْقَوْمِ فَجَاءَ بِهِ فَنَظَرَ حَتَّىٰ إِذَا سَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَهُ عَلَىٰ ظَهْرِهِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ وَأَنَا أَنْظُرُ لَا أُغَيِّرُ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے۔ ابوجہل اور اس کے ساتھی بھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ کسی نے کہا: کون ہے جو بنو فلاں کے اونٹ کی اوجھڑی لاکر جب یہ سجدہ کریں تو ان کی پیٹھ پر رکھ دے؟ قوم کا بدبخت ترین شخص اٹھا اور اوجھڑی لے آیا۔ پھر وہ انتظار کرتا رہا یہاں تک کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا تو اس نے اُس اوجھڑی کو رسول اللہ

شَيْئًا لَوْ كَانَتْ لِيْ مَنَعَةٌ قَالَ فَجَعَلُوْا يَضْحَكُوْنَ وَيُحِيْلُ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) سَاجِدٌ لَا يَرْفَعُ رَأْسَهٗ حَتّٰى جَاءَتْهُ فَاطِمَةُ فَطَرَحَتْ عَنْ ظَهْرِهٖ فَرَفَعَ رَأْسَهٗ۔

(صحیح بخاری کتاب الوضوء باب اذا القی علی ظہر المصلی قذر جزء اول ص۶۹ ۔ وصحیح مسلم کتاب الجہاد باب مالقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اذی المنافقین جزء ۲ ص۱۰۳)

صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ پر دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا۔ میں دیکھ رہا تھا لیکن میں انہیں روک نہیں سکتا تھا۔ کاش مجھ میں روکنے کی قوت ہوتی، وہ ایک دوسرے پر ہنسی کی وجہ سے جھک جاتے تھے۔ اتنے میں حضرت فاطمہؓ آئیں اور وہ اوجھڑی ہٹا دی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اٹھایا۔

مندرجہ بالا احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں نماز پڑھتے تو کفار آپ کو طرح طرح کی ایذا دیتے تھے۔ یہ اللہ تعالٰی کی طرف سے آپ کی آزمائش تھی، ایسے موقع پر فرشتوں کی امداد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ اگر کفار آپ کو قتل کرنے کی کوشش کرتے تو فرشتے ان کو روک دیتے اس لئے کہ یہ منشائے الٰہی کے خلاف تھا۔ اللہ تعالٰی نے فیصلہ کر لیا تھا کہ یہ دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کامل اور غالب ہو کر رہے گا۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ۔

(الفتح ۔ ۲۸، الصف ۔ ۸، التوبۃ ۔ ۳۳)

اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کرے۔

الغرض ابوجہل وغیرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھنے سے روکتے تھے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا اس سے بڑا گنہ گار کون ہو سکتا ہے جو کہ اللہ تعالٰی کی مسجدوں میں لوگوں کو اللہ تعالٰی کے ذکر سے روکے اور ان کی ویرانی کی کوشش کرے حالانکہ مسجدیں تو ہوتی ہی اللہ تعالٰی کا ذکر کرنے کے لئے ہیں۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا۔

(الحج ۔ ۴۰)

اور اگر اللہ بعض لوگوں کو بعض لوگوں کے ذریعہ دفع نہ کرتا رہتا تو صومعے، گرجے، عبادت خانے اور مسجدیں جن میں اللہ کا ذکر کثرت سے کیا جاتا ہے گرا دی جاتیں۔

آگے اللہ تعالٰی نے فرمایا مسجدوں میں اللہ تعالٰی کا ذکر کرنے سے روکنے والے خود اس قابل نہیں کہ اللہ تعالٰی کی مسجدوں میں داخل ہوں۔ انکا مسجدوں کو ویران کرنے کی کوشش کرنا اس قدر قبیح فعل ہے

کہ ان کے لئے مناسب نہیں کہ وہ مسجدوں میں داخل ہوں۔ اور اگر داخل ہوں تو انہیں ڈرتے داخل ہونا چاہیئے کہ کہیں اللہ تعالےٰ کی گرفت میں نہ آجائیں۔

بہرحال مسجدوں میں اللہ تعالےٰ کا ذکر کرنے سے روکنے والے دنیا میں بھی رسوا ہو کر رہیں گے اور آخرت میں تو ان کے لئے بڑا زبردست عذاب ہے۔ یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی اور فتح مکہ کے بعد وہ وقت آیا کہ مشرکین ذلیل و خوار ہوئے۔ مسجد حرام میں داخل ہونے سے انہیں روک دیا گیا۔

عمل

اے لوگو! مسجدوں میں کسی کو بھی اللہ تعالےٰ کا ذکر کرنے سے نہ روکیئے، البتہ مشرکین کو مسجد حرام میں داخل ہونے کی اجازت نہ دیجئے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَٰذَا۔

اے ایمان والو! مشرکین ناپاک ہیں لہذا اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب بھی نہ آنے پائیں۔

(التوبۃ - ۲۸)

بلکہ انہیں تو یہ بھی زیبا نہیں کہ وہ دوسری مسجدوں کو آباد کریں یا ان کو تعمیر کریں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ ۝

مشرکین کے لئے زیبا نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدوں کو تعمیر کریں (یا انہیں آباد کریں) باوجود اس کے کہ وہ اپنے آپ پر کفر کی گواہی دے رہے ہوں۔ ان کے تمام اعمال بے کار ہیں اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

(التوبۃ - ۱۷)

یعنی جب مشرکین کا کوئی عمل ہی قبول نہیں تو ان کا مسجد میں آکر اس کو آباد کرنا یا اس کی تعمیر میں حصہ لینا بے سود ہے۔ انہیں ایسے کاموں میں حصہ نہیں لینا چاہیئے جو ان کے لئے کسی حالت میں بھی مفید نہیں ہیں۔

مساجد اللہ تعالےٰ کے ذکر کے لئے مخصوص ہیں۔ ان میں پنج وقتہ فرض نماز پابندی سے باجماعت ادا کیا کیجئے۔ جو شخص بھی نماز پڑھتے یا اللہ تعالےٰ کا ذکر کرنے مسجد میں آئے اسے مسجد میں نماز پڑھنے یا ذکر کرنے سے نہ روکیئے۔ مساجد میں اللہ تعالےٰ کا ذکر کثرت سے کیجئے۔ مسجدوں کو بند نہ کیجئے تاکہ نماز کے اوقات کے علاوہ جو لوگ مسجدوں میں بیٹھ کر اللہ تعالےٰ کا ذکر کرنا چاہیں وہ کر سکیں۔

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾

ترجمہ اور مشرق اور مغرب سب اللہ ہی کا ہے، لہٰذا تم جدھر بھی منہ کرو گے اُدھر اللہ کا چہرہ ہوگا، بے شک اللہ وسعت والا ہے (کسی خاص سمت میں محدود نہیں) اور وہ جاننے والا ہے (وہ تمہاری نماز کی کیفیت سے ہر حال میں واقف ہوگا) ﴿۱۱۵﴾

معانی و مصادر
(مَشْرِق) شَرَقَ، يَشْرُقُ، شَرْقٌ و شُرُوْقٌ (ن) طلوع ہونا۔
(مَغْرِب) غَرَبَ، يَغْرُبُ، غُرُوْبٌ (ن) غروب ہونا، غائب ہونا۔
(تُوَلُّوْا) وَلّٰى، يُوَلِّيْ، تَوْلِيَةٌ (باب تفعیل) والی بنانا، موڑنا۔
(وَاسِعٌ) وَسِعَ، يَسَعُ، سَعَةٌ و سِعَةٌ (س ح) کشادہ ہونا، وسیع ہونا۔
(ثَمَّ) ثَمَّ = وہاں، اُدھر۔

تفسیر نماز میں مسجد حرام کی طرف منہ کرنا فرض ہے، اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے ایک آسانی دی ہے وہ یہ کہ سفر میں سواری پر فرض نماز کے علاوہ تمام نمازوں میں مسجد حرام کی طرف منہ کرنا لازمی نہیں۔ جس طرف چاہے منہ کر کے نماز پڑھ لے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَهُوَ مُقْبِلٌ مِّنْ مَّكَّةَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ حَيْثُ كَانَ وَجْهُهٗ قَالَ وَفِيْهِ نَزَلَتْ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ۔
(صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب جواز صلاۃ النافلۃ علی الدابۃ فی السفر حیث توجہت جزء اول ص ۲۸۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ جا رہے تھے۔ دورانِ سفر آپ اپنی سواری پر جدھر بھی آپ کا رخ ہوتا نماز پڑھ لیا کرتے تھے، ابن عمرؓ فرماتے ہیں اسی سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ، تم جدھر بھی منہ کرو گے اودھر اللہ کا منہ ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔
كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفل نماز سواری

يُسَبِّحُ عَلَى الرَّاحِلَةِ قِبَلَ أَيِّ وَجْهٍ تَوَجَّهَ وَيُوتِرُ عَلَيْهَا غَيْرَ أَنَّهُ لَا يُصَلِّي عَلَيْهَا الْمَكْتُوبَةَ۔ (صحیح بخاری کتاب الصلوۃ باب ینزل للمکتوبۃ جزء۲ ص۵۶ وصحیح مسلم باب صلوۃ النافلۃ علی الدابۃ جزء اول ص۲۸۳)

پر پڑھ لیا کرتے تھے، اگرچہ سواری کا منہ کسی طرف بھی ہوتا اور وتر بھی اسی پر پڑھ لیا کرتے تھے۔ البتہ فرض نماز سواری پر نہیں پڑھتے تھے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:۔

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُصَلِّيَ الْمَكْتُوبَةَ نَزَلَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ (صحیح بخاری باب ینزل للمکتوبۃ جزء۲ ص۵۶)

بے شک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر مشرق کی طرف منہ کرکے نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ پھر جب آپ فرض نماز پڑھنے کا ارادہ کرتے تو سواری سے اتر جاتے، قبلہ کی طرف منہ کرتے (اور پھر فرض نماز پڑھتے)

حضرت انس بن سیرین رح فرماتے ہیں:۔

اِسْتَقْبَلْنَا أَنَسًا حِيْنَ قَدِمَ مِنَ الشَّامِ فَلَقِيْنَاهُ بِعَيْنِ التَّمْرِ فَرَأَيْتُهُ يُصَلِّي عَلَى حِمَارٍ وَوَجْهُهُ مِنْ ذَا الْجَانِبِ يَعْنِي عَنْ يَسَارِ الْقِبْلَةِ فَقُلْتُ رَأَيْتُكَ تُصَلِّي لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ فَقَالَ لَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ لَمْ أَفْعَلْهُ (صحیح بخاری باب صلوۃ التطوع علی الحمار جزء۲ ص۵۶۔ وصحیح مسلم باب جواز صلوۃ النافلۃ علی الدابۃ فی السفر حیث توجہت جزء اول ص۲۸۴)

حضرت انسؓ جب شام سے آئے تو ہم نے ان کا استقبال کیا۔ ہم نے ان سے عین التمر میں ملاقات کی۔ میں نے دیکھا کہ وہ گدھے پر قبلہ کی بائیں جانب منہ کرکے نماز پڑھ رہے تھے۔ (جب وہ نماز پڑھ چکے تو) میں نے ان سے پوچھا کہ میں نے آپ کو غیر قبلہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے دیکھا (اس کی کیا وجہ ہے) انہوں نے فرمایا کہ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے نہ دیکھا ہوتا تو میں بھی ایسا نہ کرتا۔

الغرض آیت زیر تفسیر کی رو سے بحالتِ سفر نفل نماز، سواری پر کسی طرف بھی منہ کرکے ادا کی جاسکتی ہے۔ ایسی حالت میں قبلہ کی طرف منہ کرنا فرض نہیں، اللہ تعالے فرماتا ہے کہ مشرق و مغرب سب اللہ تعالے کا ہے۔ تمام سمتیں اللہ تعالے کی ہیں۔ اللہ تعالے کسی خاص سمت میں محدود نہیں، وہ ہر طرف اور ہر سمت میں ہے لہٰذا تم جدھر بھی رخ کروگے ادھر اللہ تعالے کا رخ ہوگا۔ ہر حال اور ہر سمت میں اللہ تعالےٰ کا چہرہ تمہاری طرف ہوگا۔ وہ بہت وسعت والا ہے لہٰذا وہ کسی خاص سمت میں مقیّد و محدود نہیں ہوگا اور وہ بہت علم والا ہے لہٰذا تم کہیں بھی ہو اور کسی طرف بھی منہ کرو اللہ تعالےٰ تمہاری کیفیت سے بے خبر نہیں ہوگا۔

عمل

اے لوگو! اللہ تعالےٰ کو حاضر و ناظر سمجھئیے۔ وہ کسی بھی سمت میں محدود نہیں۔ وہ ہر وقت اور ہر آن آپ کی طرف متوجہ ہے۔ وہ آپ کو دیکھ رہا ہے اور آپ کے حالات، کیفیات اور دل کی نیتوں سے بخوبی واقف ہے۔

نوٹ:۔ اللہ تعالےٰ عرش پر ہے، اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ ہر جگہ بھی ہے البتہ اس کا ہر جگہ ہونا تاویل طلب ہے لیکن تاویل سے کوئی واقف نہیں سوائے اس کے۔

اے لوگو! سفر میں سنت کے مطابق نفل نماز آپ بھی سواری پر پڑھ لیا کیجئے، خواہ کسی بھی طرف آپ کا منہ ہو۔ سفر میں سواری پر نفل نماز پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب آپ نماز شروع کریں تو تکبیر تحریمہ کے وقت قبلہ کی طرف منہ کر لیں، پھر منزل مقصود تک جانے کے لئے جس طرف بھی آپ اپنی سواری کو موڑیں ادھر ہی منہ کر کے باقی نماز پڑھتے رہیں۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا سَافَرَ فَاَرَادَ اَنْ يَّتَطَوَّعَ اسْتَقْبَلَ بِنَاقَتِهِ الْقِبْلَةَ فَكَبَّرَ ثُمَّ صَلّٰى حَيْثُ وَجَّهَهُ رِكَابُهُ۔ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب التطوع علی الراحلۃ جزء اول ص۱۸۰ وسندہ صحیح مرعاۃ المفاتیح جلد ۳ ص۲۶۹)

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کرتے، پھر (دوران سفر) نفل نماز پڑھنے کا ارادہ کرتے تو اونٹنی کا منہ قبلہ کی طرف کرتے۔ پھر تکبیر کہتے، پھر نماز پڑھتے جدھر بھی سواری کا منہ ہوتا۔

رکوع و سجود کے لئے سر سے اشارہ کریں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِي السَّفَرِ عَلٰى رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ يُوْمِئُ اِيْمَاءً صَلٰوةَ اللَّيْلِ اِلَّا الْفَرَائِضَ وَيُوْتِرُ عَلٰى رَاحِلَتِهِ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب الوتر فی السفر جزء ۲ ص۳۲ وباب الایماء علی الدابۃ جزء ۲ ص۵۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں فرائض کے علاوہ رات کی نماز اپنی سواری پر جدھر بھی اس کا منہ ہوتا پڑھ لیا کرتے تھے (رکوع و سجود کے لئے) آپ اشارہ کرتے تھے اور وتر بھی آپ سواری پر پڑھ لیا کرتے تھے۔

حضرت عامر بن ربیعہؓ فرماتے ہیں۔

رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الرَّاحِلَةِ يُسَبِّحُ يُوْمِئُ بِرَاْسِهِ قِبَلَ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سواری پر نفل نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ آپ کا منہ ادھر

اَیَّ وَجْہٍ تَوَجَّہَ وَلَمْ یَکُنْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَصْنَعُ ذٰلِکَ فِی الصَّلٰوۃِ الْمَکْتُوْبَۃِ ۔ (صحیح بخاری باب ینزل للمکتوبۃ جزء ۲ ص۵۶)

ہی ہوتا تھا جدھر سواری کا منہ ہوتا تھا، لیکن فرض نماز میں آپ ایسا نہ کرتے تھے ۔

سجدہ میں رکوع کے مقابلہ میں سر کو زیادہ جھکائیں ۔حضرت جابرؓ فرماتے ہیں :۔

بَعَثَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حَاجَۃٍ قَالَ فَجِئْتُ وَھُوَ یُصَلِّیْ عَلٰی رَاحِلَتِہٖ نَحْوَ الْمَشْرِقِ وَالسُّجُوْدُ اَخْفَضُ مِنَ الرُّکُوْعِ ۔ (صحیح بخاری کتاب الصلوۃ باب التطوع علی الراحلۃ جزء اول ص۱۸۰ و ترمذی کتاب الصلوۃ باب ما جاء فی الصلوۃ علی الدابۃ حیث ما توجھت بہ وصححہ الترمذی جزء اول ص۱۱۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کسی کام کے لئے بھیجا ۔ میں جب واپس آیا تو آپ اپنی سواری پر مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے تھے ۔ آپ سجود میں (اپنے سر کو) رکوع کے مقابلے میں زیادہ جھکاتے تھے ۔

خلاصہ مندرجہ بالا احادیث کا خلاصہ یہ ہوا کہ فرض نماز سواری سے اتر کر قبلہ کی طرف منہ کر کے ادا کریں ۔ نفل نماز اگر چاہیں تو سواری پر ہی پڑھ لیں ۔ جب تکبیر تحریمہ کہیں تو قبلہ کی طرف منہ کر لیں ۔ پھر جدھر بھی سواری کا منہ ہو ادھر ہی منہ کر کے نماز پڑھتے رہیں ۔ قبلہ کی طرف منہ کرنا ضروری نہیں ۔ رکوع و سجود بھی سواری پر کریں ۔ رکوع اور سجود کے لئے سر کو جھکائیں ۔ سجدہ کے لئے بہ نسبت رکوع کے زیادہ جھکائیں ۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَلْ لَّهٗ
مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿١١٦﴾
بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِذَا قَضٰٓى
اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿١١٧﴾

ترجمہ اور کافر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بھی اولاد ہے۔ (نہیں) وہ (اولاد سے) پاک و منزّہ ہے۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اس کا ہے۔ تمام چیزیں اس کی فرمانبردار ہیں ﴿١١٦﴾ (اس کی تو یہ شان ہے کہ) وہ آسمان اور زمین کا بغیر نمونہ کے پیدا کرنے والا ہے۔ جب وہ کسی کام کے کرنے کا فیصلہ کرتا ہے تو اس کام کو حکم دیتا ہے کہ ہوجا تو وہ کام ہوجاتا ہے (کیا کسی اور کی بھی یہ شان ہے، ہرگز نہیں، تو پھر وہ کیسے اللہ کی اولاد بن سکتا ہے) ﴿١١٧﴾

معانی ومصادر اِتَّخَذَ ، يَتَّخِذُ ، اِتِّخَاذٌ (باب افتعال) پکڑنا ، بنانا۔
(وَلَدًا) وَلَدَ ، يَلِدُ ، لِدَةٌ و وِلَادٌ و وِلَادَةٌ و اِلَادَةٌ و مَوْلِدٌ ، (ض) جننا۔
(قَانِتُوْنَ) قَنَتَ ، يَقْنُتُ ، قُنُوْتٌ (ن) اطاعت کرنا، نماز میں کھڑا ہونا، عاجزی کرنا۔
(بَدِيْعُ) بَدَعَ ، يَبْدَعُ ، بَدْعٌ (ف) ایجاد کرنا، بغیر نمونہ کے پیدا کرنا۔
(قَضٰى) قَضٰى ، يَقْضِىْ ، قَضَاءٌ و قَضِيٌّ و قَضِيَّةٌ (ف) حکم دینا، فیصلہ کرنا۔

تفسیر یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہا کرتے تھے۔ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ
یہودی کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں۔ یہ

بِاَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ○

(التوبۃ ۔ ۳۰)

ان کے منہ کی باتیں ہیں (جو چاہتے ہیں کہہ دیتے ہیں سچ اور جھوٹ میں تمیز نہیں کرتے) پہلے کافروں (نے بھی ایسی بات کہی تھی، یہ انہی) کے قول کی پیروی کر رہے ہیں، اللہ نے ان پر لعنت کردی ہے۔ یہ کہاں بہکے ہوئے چلے جارہے ہیں۔

مشرکین فرشتوں کو اللہ تعالے کی بیٹیاں کہا کرتے تھے۔ اللہ تعالے فرماتا ہے:۔

اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ○

(بنی اسرائیل ۔ ۴۰)

(اے مشرکین) کیا تمہارے رب نے تمہارے لئے بیٹے پسند کئے اور (اپنے لئے بیٹیاں پسند کیں یعنی بقول تمہارے) اس نے فرشتوں کو (اپنی) بیٹیاں بنایا۔ یہ بات جو تم کہتے ہو (برائی کے لحاظ سے) بہت بڑی بات ہے۔

تقریباً یہی حال دوسری قوموں کا بھی تھا۔ ان کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ اللہ تبارک وتعالے کی اولاد ہے۔ اللہ تعالے نے ان سب قوموں کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ اولاد رکھنے سے پاک ہے۔ اس کی تو یہ شان ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین کا ایسی حالت میں پیدا کرنے والا ہے کہ پہلے کہیں ان کا نمونہ موجود نہیں تھا۔ وہ ایسا قادر مطلق ہے کہ جو چاہے کرسکتا ہے، جس چیز کو چاہے پیدا کرسکتا ہے، اس کے "کُن" کہتے ہی ہر چیز وجود میں آسکتی ہے، بھلا ایسے خالق اور ایسے قادر کی اولاد ایسی کمزور کہ نہ کچھ پیدا کرسکے، نہ اپنے ارادے پر قادر، نہ کسی کے نفع ونقصان کی مالک، بلکہ اپنے نفع ونقصان کی بھی مالک نہیں، افسوس ہے کہ ایسی کمزور مخلوق کو اللہ تعالے کی اولاد بنایا جاتا ہے، اللہ تعالے فرماتا ہے:۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ○ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ○ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ○

(قل ھو اللّٰہ احد ۔ ا تا ۴)

اے رسول کہہ دیجئے کہ اللہ ایک ہے، وہ بے حاجت ہے (اُسے کسی چیز کی ضرورت نہیں) نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔

اللہ تعالے فرماتا ہے:۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ○ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا ○ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ○ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ○ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ

کافر کہتے ہیں کہ اللہ کے اولاد ہے (اے رسول ان سے کہہ دیجئے کہ) یہ تو بہت بری بات ہے جو تم کہہ رہے ہو (اور اے رسول، یہ لوگ رحمٰن کی اولاد بناکر اتنی بری بات کہہ رہے ہیں کہ) قریب ہے کہ اس بات سے آسمان پھٹ

وَلَدًا ○ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ○ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ○ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ○

(مریم - ۸۸ تا ۹۵)

جائیں۔ زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑیں، رحمٰن کے شایانِ شان نہیں کہ اُس کی اولاد ہو۔ رحمٰن کے سامنے تو آسمان اور زمین کے تمام لوگ غلام بن کر آئیں گے۔ (بھلا غلام بیٹا کیسے بن سکتا ہے) اللہ نے ان سب کو گھیر رکھا ہے اور ہر ایک کو گن رکھا ہے اور یہ سب قیامت کے دن فرداً فرداً اللہ کے دربار میں حاضر ہوں گے۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ○ وَلَدَ اللّٰهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ○

(الصّٰفّٰت - ۱۵۱ - ۱۵۲)

خبردار ہو جاؤ بڑی جھوٹی بات ہے جو یہ لوگ زبان سے نکال رہے ہیں وہ یہ کہ اللہ کے اولاد ہے (ہرگز نہیں) بیشک یہ لوگ جھوٹے ہیں۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ۔

(النسآء - ۱۷۱)

بے شک اللہ اکیلا الٰہ ہے۔ وہ اس بات سے پاک ہے کہ اس کے کوئی اولاد ہو۔ آسمانوں میں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے (اس کی ملکیت اور بادشاہت میں اس کا کوئی شریک نہیں)

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○

(الانعام - ۱۰۱)

اللہ تو آسمانوں کا اور زمین کا بے نمونہ پیدا کرنے والا ہے، اس کے اولاد کیسے ہو سکتی ہے جبکہ اس کی کوئی بیوی نہیں۔ اس نے ہر چیز کو پیدا کیا (تو کیا مخلوق اس کی اولاد یا بیوی ہو سکتی ہے، ہرگز نہیں اس کی تو یہ شان ہے کہ) وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے (جبکہ مخلوق کے علم کی کوئی حقیقت نہیں تو پھر مخلوق اس کی اولاد کیسے بن سکتی ہے)

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ سُبْحٰنَهٗ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ○

(مریم - ۳۵)

اللہ کے شایانِ شان نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے، وہ پاک و منزّہ ہے (اس بات سے کہ اس کے کوئی اولاد ہو) وہ تو اس شان کا مالک ہے کہ جب کسی چیز کا فیصلہ کرتا ہے تو اس

سے کہتا ہے "ہوجا"، وہ ہوجاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ (المؤمنون - ۹۱)

اللہ نے نہ کسی کو اپنا بیٹا بنایا ہے اور نہ اس کے ساتھ کوئی اور الٰہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ○ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○

(الزخرف - ۸۱ و ۸۲)

اے رسول کہہ دیجئے کہ اگر رحمٰن کی کوئی اولاد ہوتی تو میں سب سے پہلے اس کی عبادت کرنے والا ہوتا۔ (لیکن نہیں، اس کی کوئی اولاد نہیں) جو کچھ یہ کافر کہہ رہے ہیں، آسمانوں کا، زمین کا اور عرش کا مالک اس سے پاک و منزّہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ هُوَ الْغَنِيُّ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بِهٰذَا اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○ قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ○

(یونس - ۶۸ - ۶۹)

کافر کہتے ہیں کہ اللہ نے بیٹا بنایا ہے۔ اللہ پاک و منزّہ ہے (کہ اس کی کوئی اولاد ہو) وہ غنی ہے۔ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اس کی ملکیت میں ہے (اے رسول ان سے کہئے کہ) اگر تمہارے پاس کوئی دلیل ہو تو اسے پیش کرو (تم ہرگز کوئی دلیل پیش نہیں کرسکو گے تو پھر بتاؤ) کیا تم اللہ کے متعلق ایسی بات کہہ رہے ہو جس کا تمہیں (دلیل کی رُو سے) کوئی علم نہیں (اے رسول) کہہ دیجئے جو لوگ اللہ پر جھوٹ افتراء کرتے ہیں وہ فلاح نہیں پا سکتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ○

(بنی اسرائیل - ۱۱۱)

(اے رسول) کہہ دیجئے سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس کی کوئی اولاد نہیں۔ نہ اس کی بادشاہت میں کوئی اس کا شریک ہے اور نہ (وہ کمزور ہے کہ) کمزوری کی وجہ سے اس کو کسی مددگار کی ضرورت ہو اور (اے رسول) آپ تو بس اسی کی بڑائی بیان کرتے رہیئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ

(اللہ تعالیٰ نے یہ کتاب اس لئے نازل کی ہے

وَلَدًا ○ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ
كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ
يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ○

(الکہف ۔ ۴ و ۵)

کہ اس کے ذریعہ) وہ ان لوگوں کو ڈرائے جو اللہ تعالیٰ کی اولاد بنا بیٹھے ہیں، نہ انہیں علم ہے اور نہ ان کے آباء و اجداد کو اس بات کا علم تھا (بس ایک فرضی بات ہے جسکی پشت پر کوئی علمی دلیل نہیں) جو بات ان کے منہ سے نکل رہی ہے یہ بہت بڑی بات ہے۔ یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں جھوٹ کہہ رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ
بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ○

(الانبیاء ۔ ۲۶)

کافر کہتے ہیں کہ رحمٰن کے اولاد ہے، (نہیں) وہ اس چیز سے بالکل پاک و منزّہ ہے (جن کو یہ بیٹے یا بیٹیاں کہتے ہیں) وہ (اللہ کے) مکرم بندے ہیں (اس سے زیادہ کچھ نہیں)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَلَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ
فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ
تَقْدِيْرًا ○

(الفرقان ۔ ۲)

(اللہ ہی ہے) جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔ اس کے کوئی اولاد نہیں اور نہ اس کی بادشاہت میں کوئی اس کا شریک ہے۔ اسی نے ہر چیز کو پیدا کیا اور پھر اس کا اندازہ مقرر کیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا
لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ سُبْحٰنَهٗ
هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ○

(الزمر ۔ ۴)

اگر اللہ کسی کو اپنا بیٹا بنانا چاہتا تو (کیا) مخلوق میں سے جس کو چاہتا (بیٹا بنانے کے لئے) پسند کرتا، وہ (اولاد سے) پاک و منزّہ ہے، وہ اکیلا (و یکتا) ہے، وہ غالب ہے (سب اس کے سامنے مغلوب ہیں)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ
صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ○

(الجن ۔ ۳)

(قرآن مجید سنکر جنات نے کہا) ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے۔ اس کی نہ کوئی بیوی ہے اور نہ کوئی اولاد۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

كَذَّبَنِي ابْنُ آدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذٰلِكَ وَشَتَمَنِي وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذٰلِكَ فَأَمَّا تَكْذِيبُهُ إِيَّايَ فَزَعَمَ أَنِّي لَا أَقْدِرُ أَنْ أُعِيدَهُ كَمَا كَانَ وَأَمَّا شَتْمُهُ إِيَّايَ فَقَوْلُهُ لِي وَلَدٌ فَسُبْحَانِي أَنْ أَتَّخِذَ صَاحِبَةً أَوْ وَلَدًا۔

[صحیح بخاری کتاب التفسیر (تفسیر سورۃ البقرۃ) باب وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحَٰنَهُ جزء ۶ ص ۲۳]

ابن آدم میری تکذیب کرتا ہے حالانکہ یہ اُسے زیبا نہیں، وہ مجھے گالی دیتا ہے اور یہ اسے زیبا نہیں، تکذیب تو اس کی یہ ہے کہ وہ کہتا ہے میں اس کو دوبارہ پیدا کرنے کی قدرت نہیں رکھتا اور گالی اس کی یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میری اولاد ہے، میں پاک ہوں اس بات سے کہ میری کوئی بیوی ہو یا کوئی اولاد ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

ثُمَّ يُدْعَى النَّصَارٰى فَيُقَالُ لَهُمْ مَنْ كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ؟ قَالُوا كُنَّا نَعْبُدُ الْمَسِيحَ ابْنَ اللّٰهِ فَيُقَالُ لَهُمْ كَذَبْتُمْ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَّلَا وَلَدٍ۔

(صحیح بخاری تفسیر سورۃ النساء جزء ۶ ص ۵۶)

(میدان محشر میں) پھر نصاریٰ کو بلایا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا تم کس کی عبادت کرتے تھے، وہ کہیں گے ہم اللہ کے بیٹے مسیح کی عبادت کرتے تھے پھر ان سے کہا جائے گا تم جھوٹ بولتے ہو اللہ کے تو نہ کوئی بیوی ہے اور نہ کوئی اولاد۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَيْسَ أَحَدٌ أَوْ لَيْسَ شَيْءٌ أَصْبَرَ عَلٰى أَذًى سَمِعَهُ مِنَ اللّٰهِ إِنَّهُمْ لَيَدْعُونَ لَهُ وَلَدًا وَإِنَّهُ لَيُعَافِيهِمْ وَيَرْزُقُهُمْ۔

(صحیح بخاری کتاب الادب باب الصبر علی الاذیٰ جزء ۸ ص ۳۱)

اذیت کی بات سنکر اللہ سے زیادہ صبر کرنے والا کوئی نہیں، لوگ اس کی اولاد بناتے ہیں پھر بھی وہ ان کو عافیت دیتا ہے اور رزق فراہم کرتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ کی اولاد بنانا اللہ تعالےٰ کے لئے بہت غصّہ کا باعث ہے۔ الغرض آیات زیر تفسیر کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی اولاد نہیں ہے۔ اس کی شان اس سے بہت بلند ہے کہ وہ کسی کو اولاد بنائے۔ اس کے سامنے سب عاجز و لاچار ہیں۔ سب اس کے فرمانبردار ہیں۔ آسمانوں کا اور زمین کا پیدا کرنے والا بھی وہی ہے اور آسمانوں کی اور زمین کی بادشاہت بھی اس کے لئے ہے۔ وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ بے بس مخلوق کب اس لائق ہے کہ اس کی اولاد بن سکے۔

عمل

اے لوگو، اللہ تبارک وتعالیٰ اکیلا ہے، واحد و یکتا ہے لہذا اس کی ذات میں کسی کو شریک نہ کیجیے، اس عقیدہ سے بالکل دور رہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے اولاد ہو سکتی ہے یا اللہ تعالیٰ اوتارین کر انسانی روپ میں کسی انسان کے ہاں پیدا ہو سکتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا
يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ كَذٰلِكَ
قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ
تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ
لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ
بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلَا تُسْئَلُ
عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۹﴾ وَلَنْ
تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى
حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ اِنَّ هُدَى

اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ۙ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ
اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِىْ جَآءَكَ
مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ
وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۲۰﴾

ترجمہ

اور (اے رسول) بے علم لوگ کہتے ہیں کہ اللہ ہم سے بات کیوں نہیں کرتا یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی (کہ جس کو دیکھ کر ہم سمجھ جائیں کہ واقعی یہ اللہ کے رسول ہیں) (اے رسول) ان سے پہلے کے لوگ بھی اسی طرح انہی کی باتوں جیسی باتیں بنایا کرتے تھے۔ ان لوگوں کے دل ایک دوسرے کے مشابہ ہیں (کہ ایک ہی جیسی بات سوچتے ہیں) ہم نے اپنی آیات کو یقین کرنے والوں کے لئے (اچھی طرح) بیان کر دیا ہے ﴿۱۱۸﴾ (اور اے رسول) ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوشخبری سنانے والا اور (عذابِ الٰہی سے) ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے (اب اگر کوئی شخص آپ پر ایمان نہیں لاتا تو آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں) آپ سے دوزخیوں کے متعلق کوئی بازپرس نہیں ہوگی ﴿۱۱۹﴾ اور (اے رسول، یہ خیال نہ کیجئے کہ کوئی نشانی دیکھ کر یہود و نصاریٰ آپ سے خوش ہو جائیں گے، نہیں) یہود و نصاریٰ آپ سے ہرگز خوش نہیں ہوں گے جب تک آپ ان کے مذہب کی پیروی نہ کریں (یہ سمجھتے ہیں کہ ہدایت ان کے پاس ہے) آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کی ہدایت ہی (درحقیقت) ہدایت ہے اور (اے رسول) اگر آپ نے علم آنے کے بعد ان کی خواہشات کی پیروی کی تو آپ کے لئے اللہ سے بچانے والا کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی مددگار ﴿۱۲۰﴾

معانی و مصادر

(یُکَلِّمُ) کَلَّمَ، یُکَلِّمُ، تَکْلِیْمٌ (باب تفعیل) بات کرنا۔
(تَاْتِیْ) اَتٰی، یَاْتِیْ، اِتْیَانٌ و اَتْیٌ و اِتْیَانَةٌ (ض) آنا۔
(تَشَابَهَتْ) تَشَابَهَ، یَتَشَابَهُ، تَشَابُهٌ (باب تفاعل) ملتے جلتے ہونا۔

(یُوْقِنُوْنَ) اَیْقَنَ ، یُوْقِنُ ، اِیْقَانٌ (باب افعال) یقین کرنا۔ [مادہ ی ق ن ہے]
(بَشِیْرًا) بَشِیْر = خوش خبری سنانے والا۔
(نَذِیْرًا) نذیر۔ یہ مصدر غیر قیاسی ہے بمعنی انذار اور اسم ہے بمعنی ڈرانے والا۔
(تُسْئَلُ) سَاَلَ ، یَسْئَلُ ، سُؤَالٌ و سَاَلَةٌ و مَسْاَلَةٌ (ف) مانگنا، سوال کرنا۔
(جَحِیْمٌ) جَحَمَ ، یَجْحَمُ ، جَحْمٌ (ف) آگ دہکانا۔
جَحِمَ ، یَجْحَمُ ، جَحَمٌ (س) بھڑکنا [جحیم = دوزخ]
(تَرْضٰی) رَضِیَ ، یَرْضٰی ، رِضًی ، رِضْوَانٌ و مَرْضَاۃٌ (س) راضی ہونا۔
(اَھْوَاء) ھَوِیَ ، یَھْوٰی ، ھَوًی (س) خواہش ہونا۔ [اَھْوَاءٌ = ھَوٰی کی جمع = خواہشات]
(وَلِیّ) وَلِیَ ، یَلِیْ ، وِلَایَةٌ (ح) والی ہونا، مددگار ہونا [ولی = دوست، مددگار، کارساز]

تفسیر

کفار مکہ کے پاس نہ کوئی آسمانی کتاب تھی، نہ علم ہی سے بہرہ ور تھے کہ اس کے ذریعہ انہیں معلوم ہوتا کہ اللہ تبارک وتعالےٰ انسانوں میں سے نبیوں کے علاوہ کسی سے بات نہیں کرتا، لہذا ایک دن وہ کہنے لگے کہ اللہ تعالےٰ ہم سے براہِ راست کیوں بات نہیں کرتا تاکہ ہم اس کی باتیں سنکر ایمان لے آئیں، اس کے احکام اُسی سے سنیں اور پھر عمل کریں۔

کافروں کا یہ مطالبہ کہ اللہ تعالےٰ ہم سے بات کرے بالکل اس مطالبہ کے مشابہ ہے جس میں کافروں نے کہا تھا کہ جو کچھ رسولوں کو دیا گیا ہے ہمیں بھی ملے تو ہم ایمان لائیں گے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاِذَا جَاءَتْھُمْ اٰیَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰی نُؤْتٰی مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ ۔

(الانعام - ۱۲۴)

جب ان لوگوں کے پاس کوئی آیت آتی ہے تو کہتے ہیں ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک ہمیں بھی وہی چیز نہ ملے جو رسولوں کو ملی ہے (انہیں خبردار ہونا چاہئے کہ رسالت ہر ایک کو نہیں ملا کرتی اور) یہ اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ کس کو اپنی رسالت سے سرفراز فرمائے۔

کافروں کا دوسرا مطالبہ یہ تھا کہ ہمیں کوئی معجزہ دکھایا جائے، معجزہ دیکھ کر ہم ایمان لے آئیں گے۔ معجزہ کے مطالبہ کو وہ بار بار دہراتے رہتے تھے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَیْهِ اٰیَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓی اَنْ یُّنَزِّلَ اٰیَةً وَّ لٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝

(الانعام - ۳۷)

کافر کہتے ہیں کہ ان پر ان کے رب کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نہیں نازل ہوتا (اے رسول) آپ کہہ دیجئے کہ بیشک اللہ معجزہ نازل کرنے پر قادر ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے (کہ وہ کیوں تاخیر کر رہا ہے)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝ (یونس - ۲۰)

کافر کہتے ہیں کہ ان پر ان کے رب کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نہیں نازل ہوتا۔ آپ کہہ دیجئے کہ (ضرور نازل ہوگا لیکن کب نازل ہوگا یہ غیب کی بات ہے۔ مجھے غیب کا علم نہیں ہے) غیب کا علم تو صرف اللہ کو ہے (وہی جانتا ہے کہ معجزہ کب نازل ہوگا) تم بھی انتظار کرتے رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے ان دونوں مطالبوں کے سلسلہ میں فرمایا کہ پہلی امتیں بھی اسی قسم کے لایعنی مطالبے کرتی رہی ہیں۔ مثلاً بنی اسرائیل نے کہا تھا:-

اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً۔ (النسآء - ۱۵۳)

(اے موسیٰ) ہمیں اللہ تعالیٰ کو علانیہ دکھا دیجئے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان لوگوں کے دل گذشتہ لوگوں کے دلوں کے مشابہ ہیں۔ جو خیالات و افکار ان کے تھے وہی ان کے ہیں۔ ایمان نہ لانے کے لئے جس قسم کے حیلے وہ کرتے تھے یہ بھی اسی قسم کے حیلے کرتے ہیں حالانکہ (ایمان لانے کے لئے تو قرآن مجید کی واضح آیات خود معجزہ ہیں۔ کسی دوسرے معجزہ کی ضرورت ہی نہیں) (قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ) ہم نے انہیں یقین کرنے والوں کے لئے وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے (یقین کرنے والے ان آیات میں بیان کردہ امثال و احکام کی حکمتوں کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں)۔

جو لوگ قرآن مجید کی آیات سنکر ایمان نہیں لاتے ان سے کب توقع ہو سکتی ہے کہ وہ کسی دوسرے معجزے کو دیکھ کر ایمان لے آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا۔ (الانعام - ۲۵)
(الاعراف - ۱۴۶)

اگر یہ تمام معجزے بھی دیکھ لیں تب بھی ایمان نہیں لائیں گے۔

بنی اسرائیل کو کتنے معجزے دکھائے گئے تھے لیکن صحیح معنوں میں وہ پھر بھی ایمان نہیں لائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

سَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍۢ بَيِّنَةٍ ۭ وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ

(اے رسول) بنی اسرائیل سے پوچھیے ہم نے ان کو کتنی کھلی نشانیاں دکھائی تھیں (لیکن انہوں نے پھر بھی ہدایت کو گمراہی سے بدل دیا)

شَدِيْدُ الْعِقَابِ ○ (البقرة - ۲۱۱)

اور جس شخص کے پاس اللہ کی نعمت آجائے پھر وہ اس کو بدل دے تو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ تمام قوموں کی حالت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ (بنی اسرائیل - ۵۹)

ہم کو معجزات دکھانے سے صرف اس بات نے روک رکھا ہے کہ پہلے لوگوں نے معجزات کو بھی جھٹلا دیا تھا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے رسول، آپ گھبرائیں نہیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ان سے پہلے جو لوگ گذرے ہیں وہ بھی ایسے ہی مطالبے کیا کرتے تھے (تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ) اُن کے خیالات و افکار بالکل اُن کے مشابہ ہیں، یہ لوگ ان ہی کی طرح معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائیں گے، ایمان لانے والوں کے لئے ہم نے اپنی آیات واضح طور پر بیان کر دی ہیں۔ ان کی موجودگی میں وہ تو گمراہ نہیں ہو سکتے۔ ان کے لئے ہماری آیات میں ہر قسم کا سامان ہدایت موجود ہے، رہے کافر تو انہیں ماننا تو ہے نہیں، بلا وجہ کے مطالبے کرتے رہتے ہیں۔ (اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا) (اے رسول) ہم نے آپ کو یقیناً حق کے ساتھ بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ آپ یقیناً اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ یہ نہیں مانتے تو نہ مانیں، یہ دوزخ میں جائیں گے (وَلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ) دوزخ میں جانے والوں کے متعلق آپ سے باز پرس نہیں ہوگی، لہذا ان کے کفر سے آپ رنجیدہ نہ ہوں، آپ کا کام ہمارے احکام پہنچا دینا ہے اور بس۔ اس سے زیادہ آپ کی کوئی ذمہ داری نہیں (وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى) خصوصاً یہود و نصاریٰ یہ تو کبھی بھی آپ سے راضی نہیں ہوں گے جب تک آپ اپنا دین چھوڑ کر ان کے مذہب کی پیروی نہ کریں، لیکن (اے رسول) ان کے پاس ہدایت نہیں ہے، ہدایت تو بس اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے پاس آچکی ہے، آپ کو اللہ تعالیٰ کی ہدایت کا پوری طرح علم ہو چکا ہے لہذا اب آپ ان کو راضی کرنے کے لئے ان کے مذہب کی پیروی نہیں کر سکتے اور اگر بالفرض محال ان کو خوش کرنے کے لئے آپ ان کی خواہشات پر چلنے لگیں تو پھر (مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ) آپ کے لئے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے والا نہ کوئی دوست ہو گا، نہ کوئی مددگار، لہذا آپ ان کی بالکل پرواہ نہ کریں۔ آپ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہدایت پر کاربند رہیں اور اس ہدایت کو لوگوں تک پہنچاتے رہیں۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہدایت کی پیروی کیجئے۔ حیلوں اور بہانوں سے اُسے ٹالنے

کی کوشش نہ کیجئے۔ کفار کی خواہشات کی پیروی نہ کیجئے۔ اسلام کو نافذ کرنے کی بھرپور کوشش کیجئے، خواہ کفار کو کتنا ہی بُرا کیوں نہ معلوم ہو۔ کفار کو خوش کرنے کے لئے اسلام کے نفاذ سے روگردانی نہ کیجئے۔ اب تک آپ نے اسلام کو نافذ نہ کرکے کونسا ان کو خوش کرلیا۔ یہ اب بھی خفیہ طور پر آپ کے دشمن ہیں۔ یہ اس طرح خوش نہیں ہوں گے، یہ تو اس وقت خوش ہوں گے جب آپ اسلام کو علی الاعلان خیر باد کہہ کر ان کے ہم رنگ اور ہم مشرب بن جائیں اور اگر آپ نے ایسا کرلیا تو پھر سمجھ لیجئے کہ آپ کو اللہ تعالٰے کے عذاب سے بچانے والا کون ہوگا۔ اللہ تعالٰے سے ڈریئے اور اسلام میں پورے پورے داخل ہوجائیے۔ اسلام کو اپنی ذات پر، اپنے اہل وعیال پر، اپنے احباب پر، اپنے ملک میں بلکہ تمام دنیا میں نافذ کیجئے۔ اور اس کے لئے خاطر خواہ کوشش کیجئے۔ اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

وَجَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ (الحج - ۷۸)	اللہ تعالٰے کے راستہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔

الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۲۱﴾

ترجمہ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے (اور) وہ اس کو اس طرح پڑھتے ہیں جس طرح پڑھنے کا حق ہے تو یہی لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں اور جو شخص اس کا انکار کرے تو ایسے ہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں ﴿۱۲۱﴾

معانی و مصادر (اٰتَيْنَا) اٰتٰى، يُؤْتِيْ، اِيْتَاءً (باب افعال) دینا۔
(كِتَاب) كَتَبَ، يَكْتُبُ، كِتَابٌ وكَتْبٌ وكِتْبَةٌ وكِتَابَةٌ (ن) لکھنا۔
(يَتْلُوْنَ) تَلَا، يَتْلُوْ، تِلَاوَةٌ (ن) پڑھنا (تِلَاوَةٌ = اتباع کرنا (مفردات امام راغب)
(خٰسِرُوْنَ) خَسِرَ، يَخْسَرُ، خُسْرٌ وخَسْرٌ وخَسَارَةٌ وخُسْرَانٌ وخُسُرٌ وخَسَارٌ (س) نقصان اٹھانا۔

تفسیر اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ جب کسی قوم پر اپنی کتاب نازل فرماتا ہے تو قوم کے لوگوں کا یہ فرض ہے کہ اس کو اس طرح پڑھیں جس طرح اس کو پڑھنے کا حق ہے۔
کتاب کو نازل کرنے سے اللہ تعالےٰ کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کتاب کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت دے، جو ہدایت قبول نہ کریں انہیں ڈرائے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ۙ عُذْرًا اَوْ قسم ان فرشتوں کی جو ذکر نازل کرتے ہیں تاکہ

نُذۡرًا ○ (لاعلمی کا) عذر رفع کر دیا جائے یا ڈر سُنا دیا جائے
(المرسلت - ۵و۶)

ان آیات سے ظاہر ہے کہ عذر رفع کرنے اور ڈرانے کا ایک خاص مقصد ہے۔ قیامت کے روز کوئی یہ عذر نہ پیش کرے کہ اے اللہ ہمیں تیرے احکام کا علم نہیں تھا لہذا ہم بے قصور ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب نازل کر کے وہ عذر رفع کر دیا۔ اب جب عذر رفع ہو گیا اور احکام الٰہی سے لوگ واقف ہو گئے تو اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ لوگ ان احکام پر عمل کریں اور اگر ان احکام پر عمل نہیں کریں گے تو اس کا انجام برا ہو گا، اللہ تعالےٰ نے اس بُرے انجام کی خبر دے کر سب کو ہوشیار بھی کر دیا اور ڈرا بھی دیا۔ اللہ تعالےٰ ایک اور جگہ فرماتا ہے:-

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنۡذَرُوۡا بِهٖ یہ (قرآن) لوگوں کے لئے پیغام ہے تاکہ ان کو اس کے ذریعہ ڈرایا جائے۔
(ابراھیم - ۵۲)

الغرض پیغام پہنچانے کا بھی کوئی خاص مقصد ہوتا ہے، یہ نہیں کہ بس اس پیغام کو پڑھ لیا جائے اور اس کے مطابق عمل نہ کیا جائے۔ اللہ تعالےٰ ایک اور مقام پر فرماتا ہے:-

وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنۡذِرَ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا وَبُشۡرٰى لِلۡمُحۡسِنِيۡنَ ○ یہ کتاب (توریت کی) تصدیق کرتی ہے اور عربی زبان میں (نازل کی گئی) ہے تاکہ گناہگاروں کو ڈرائے اور نیکیاں کرنے والوں کو خوشخبری سنائے۔
(الاحقاف - ۱۲)

ڈرانے کا مقصد سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ لوگ ڈر کر بُرے اعمال چھوڑ دیں اور نیک عمل کرتے رہیں۔ قرآن مجید کو پورا پڑھ جائیے کہیں یہ نہیں ملے گا کہ قرآن مجید کے نزول کا مقصد بس اتنا ہے کہ اس کو پڑھ لیا جائے۔ اگر قرآن مجید کے نزول کا یہی مقصد ہے تو پھر نہ کفار کے ساتھ کشمکش ہوگی، نہ جہاد ہو گا، نہ عمل ہو گا، نہ اسلامی انقلاب آئیگا، نہ خلافت علی منہاج النبوت قائم ہوگی، نہ اللہ تعالےٰ کا قانون نافذ ہو گا، دنیا میں جس طرح قرآن مجید کے نزول سے پہلے فساد برپا تھا، معبودان باطل کی پوجا ہو رہی تھی اور طاغوت کا قانون نافذ تھا وہ سب باتیں جاری رہیں گی۔ جہاد کی روح فنا ہو جائے گی۔ مسلمین میں خانقاہیت تو قائم ہو جائے گی لیکن اس سے زیادہ کچھ نہیں ہو گا۔ الغرض کسی قانون کی عبارت کو پڑھ لینا کوئی حقیقت نہیں رکھتا جب تک اس قانون کو سمجھ کر اس پر عمل نہ کیا جائے اس کو نافذ نہ کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کی بہت زیادہ تلاوت کی ہمت افزائی نہیں کی گئی بلکہ اس سے روکا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

لَا يَفۡقَهُهٗ مَنۡ قَرَاَهٗ فِىۡ اَقَلَّ مِنۡ ثَلَاثٍ (ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب جو شخص قرآن کو تین دن سے کم میں پڑھتا ہے وہ کچھ نہیں سمجھتا۔

فی کم یقرأ القرآن جلد اول ص۲۰۲ وروی الترمذی نحوہ فی تفسیر سورۃ البقرۃ جلد ۲ ص۳۲۱ وسندہ صحیح مرعاۃ جلد ۴ ص۳۶۹)

حدیث بالا سے واضح ہوا کہ قرآن مجید کا سمجھ کر پڑھنا ضروری ہے۔ یہی بات قرآن مجید سے بھی ظاہر ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ (صٓ - ۲۹)

یہ کتاب جو ہم نے آپ کی طرف اتاری ہے بڑی بابرکت ہے (اس کا مقصد یہ ہے) کہ لوگ اس کی آیات میں تدبّر کریں اور عقل والے نصیحت حاصل کریں۔

قرآن مجید کا پڑھنا بہت اچھا کام ہے، اس پر رشک کیا جا سکتا ہے:۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَاحَسَدَ اِلَّا فِی اثْنَتَیْنِ رَجُلٍ عَلَّمَهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَهُوَ يَتْلُوْهُ اٰنَاءَ اللَّيْلِ فَسَمِعَهٗ جَارٌ لَّهٗ فَقَالَ لَيْتَنِیْ اُوْتِيْتُ مِثْلَ مَا اُوْتِیَ فُلَانٌ فَعَمِلْتُ مِثْلَ مَا يَعْمَلُ (صحیح بخاری کتاب فضائل القرآن باب اغتباط صاحب القرآن جزء ۶ ص۲۳۶)

دو آدمیوں کے علاوہ کسی پر رشک نہیں کرنا چاہیئے۔ ایک وہ آدمی جسے اللہ تعالےٰ نے قرآن کا علم دیا، وہ رات کے اوقات میں اسے تلاوت کرتا ہے، اس کا پڑوسی سنتا ہے تو کہتا ہے کاش مجھے بھی وہ چیز دی جاتی جو فلاں کو دی گئی ہے تو میں بھی اس کے مثل عمل کرتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلْمُؤْمِنُ الَّذِیْ يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَيَعْمَلُ بِهٖ كَالْاُتْرُجَّةِ طَعْمُهَا طَيِّبٌ وَرِيْحُهَا طَيِّبٌ وَالْمُؤْمِنُ الَّذِیْ لَا يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَيَعْمَلُ بِهٖ كَالتَّمْرَةِ طَعْمُهَا طَيِّبٌ وَلَا رِيْحَ لَهٗ۔

(صحیح بخاری کتاب فضائل القرآن باب من راءی بقراءۃ القرآن جزء ۶ ص۲۴۴)

وہ مؤمن جو قرآن پڑھتا ہے اور اس پر عمل بھی کرتا ہے ایسا ہے جیسے ترنجبین کہ جس کا مزا بھی اچھا اور خوشبو بھی اچھی اور جو مؤمن قرآن نہیں پڑھتا لیکن اس پر عمل کرتا ہے ایسا ہے جیسے کھجور کہ مزا تو اچھا لیکن خوشبو کچھ نہیں۔

آیت اور احادیث دونوں سے ثابت ہوا کہ قرآن مجید کو سمجھنا بڑا ضروری ہے اور سمجھ کر نصیحت حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔ نصیحت حاصل کرنے سے مراد یہ ہے کہ ڈر جائے اور نیک عمل کرے (جیسا کہ سورۃ الاحقاف کی آیت ۱۲ کے حوالہ سے اوپر گذرا) اب جو لوگ اس طرح قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں کہ اس کو سمجھ کر اس پر عمل کرتے ہیں وہی لوگ درحقیقت تلاوت کا حق ادا کرتے ہیں (اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ) اور جو لوگ تلاوت کا حق ادا کرتے ہیں وہی درحقیقت اس پر ایمان لاتے ہیں، یہ کیا ایمان ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت تو کی جائے لیکن اس کے احکام پر عمل نہ کیا جائے۔ یہ تو ایک قسم کا مذاق ہے۔ قرآن مجید کو پڑھ کر اور اس کے احکام سے واقف ہو کر ان پر عمل نہ کرنے والا کیا صحیح ایمان کا مظاہرہ کرتا ہے۔ کیا حقیقتاً یہ قرآن مجید کا احترام ہے، ہرگز نہیں بلکہ یہ قرآن مجید کی کھلی توہین ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ (المائدۃ - ۴۴)

جو شخص اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق حکم نہیں دیتا تو ایسے ہی لوگ کافر ہوتے ہیں۔

لہٰذا ہر شخص کو چاہیئے کہ قرآن مجید کے احکام کے مطابق اپنے نفس کو حکم دے۔ اپنے نفس کو قرآن مجید کے احکام کے مطابق چلنے پر مجبور کرے اور (وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ) جو ایسا نہیں کرتا وہ قرآن مجید کا حق ادا نہیں کرتا۔ وہ تلاوت کا حق ادا نہیں کرتا۔ گویا وہ اس پر صحیح معنوں میں ایمان نہیں لاتا بلکہ عملاً اس کا انکار کرتا ہے۔ تو ایسے لوگ یقیناً نقصان اٹھانے والے ہیں۔

اوپر کی تمام بحث میں ہم نے "تلاوت" کے معنی "پڑھنا" تسلیم کر کے ترجمہ اور تشریح کی، اگر "تلاوت" کے دوسرے معنی "اتباع" اختیار کئے جائیں تو پھر ترجمہ یہ ہوگا کہ "جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے اور وہ اس کا اتباع کرتے ہیں جیسا کہ اس کی اتباع کرنے کا حق ہے تو یہی (درحقیقت) اس پر ایمان لاتے ہیں اور جو اس طرح ایمان لانے سے انکار کرے ایسے ہی لوگ خسارے میں ہیں" تلاوت کے ان معنوں کے لحاظ سے ہماری اوپر کی تشریح کی پوری تائید ہوتی ہے۔

عمل

اے لوگو! قرآن مجید کی اس طرح تلاوت کیجئے جس طرح تلاوت کرنے کا حق ہے۔ یعنی اس کو سمجھ کر اس پر عمل کیجئے، اس کے احکام پر چلیئے۔ قرآن مجید کی تعلیم اسی طرح اور اسی مقصد کے لئے حاصل کیجئے۔ قرآن مجید کی تعلیم اور اس کی تلاوت کے وقت آپ کی نیت یہی ہونی چاہیئے کہ آپ اس پر عمل کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح تعلیم دیتے تھے اور صحابۂ کرام بھی اسی طرح تعلیم حاصل کرتے تھے، حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں:۔

اِنَّهُمْ كَانُوْا يَقْتَرِءُوْنَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ

صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دس دس

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ اٰيَاتٍ
فَلَا يَأْخُذُوْنَ فِي الْعَشْرِ الْاُخْرٰى
حَتّٰى يَعْلَمُوْا مَا فِيْ هٰذِهٖ مِنَ الْعِلْمِ
وَالْعَمَلِ قَالُوْا فَعَلِمْنَا الْعِلْمَ وَالْعَمَلَ
رواہ احمد والحاکم وسندہ
صحیح۔ بلوغ الامانی جزء ۱۸ ص۹)

آیات کا سبق لیا کرتے تھے اور جب تک
دس آیات کے علم اور عمل کے متعلق انہیں
معلومات نہیں ہو جاتی تھی وہ دوسری دس آیات
کا سبق نہیں لیا کرتے تھے۔ صحابہ کہتے تھے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں علم بھی سکھایا
اور عمل بھی۔

يٰبَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ اذۡكُرُوۡا نِعۡمَتِىَ الَّتِىۡۤ اَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَاَنِّىۡ فَضَّلۡتُكُمۡ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۱۲۲﴾

ترجمہ اے بنی اسرائیل میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر کی تھی اور (میرے اس احسان کو بھی یاد کرو) کہ میں نے تمہیں تمام اقوام عالم پر فضیلت دی تھی ﴿۱۲۲﴾

تفسیر یہ آیت اسی سورت میں پہلے گذر چکی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں پھر اہل کتاب کو جھنجھوڑا ہے، ان کو اپنی نعمتیں یاد دلائی ہیں اور ان کو نصیحت کی ہے کہ وہ ایمان لے آئیں اسی میں ان کا بھلا ہے، ورنہ قیامت کے دن سے ڈریں جس دن ایمان ہی کام آئے گا (اس آیت کی مفصل تفسیر کے لئے سورۃ البقرہ کی آیت ۴۷ کی تفسیر ص ۲۴۱ پر ملاحظہ فرمائیں)

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

ترجمہ اور اس دن سے ڈرو جس دن کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے کچھ بھی کام نہ آئیگا، نہ کسی سے کوئی بدلہ یا معاوضہ قبول کیا جائیگا، نہ کوئی سفارش نفع دے گی اور نہ وہ ایک دوسرے کی مدد کر سکیں گے ﴿۱۲۳﴾

معانی و مصادر (وَاتَّقُوْا) اِتَّقٰى، يَتَّقِىْ، اِتِّقَاءٌ، (باب افتعال) ڈرنا۔ (تَجْزِىْ) جَزٰى، يَجْزِىْ، جَزَاءٌ (ض) بدلہ دینا، کام آنا، کفایت کرنا۔

(يُقْبَلُ) قَبِلَ، يَقْبَلُ، قُبُوْلٌ (س) قبول کرنا، لے لینا۔

(يَنْفَعُ) نَفَعَ، يَنْفَعُ، نَفْعٌ (ف) فائدہ پہنچانا۔

(عَدَلَ، يَعْدِلُ، عَدْلٌ (ض) انصاف کرنا، جھکنا، راستے سے ہٹ جانا [عدل = بدلہ، متوسط کام]

تفسیر اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے اہل کتاب اور دوسرے تمام کفار کو پھر ڈرایا ہے کہ ایمان لے آؤ، ورنہ اس دن سے ڈرو جس دن کوئی کسی کے کام نہ آسکے گا، اس دن کوئی دوست کسی دوست کا پرسانِ حال نہ ہوگا، وہاں نہ کوئی خرید و فروخت ہوگی، نہ کوئی سفارش کر سکے گا اور بالفرض محال اگر کوئی سفارش کرے تو سفارش قبول نہیں کی جائے گی اور نہ کوئی کسی کی مدد کر سکے گا اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِىَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ وَالْكٰفِرُوْنَ

اے ایمان والو! ہم نے جو مال تم کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرو قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس دن نہ خرید و فروخت ہوگی، نہ دوستی ہوگی

هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○

(البقرۃ ۔ ۲۵۴)

اور نہ سفارش اور (اچھی طرح سُن لو کہ) کافر ہی درحقیقت ظالم ہیں ۔

اللہ تعالےٰ ایک اور جگہ فرماتا ہے

وَلَا يَسْئَلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ۔

(المعارج ۔ ۱۰)

کوئی دوست (اپنے) کسی دوست کا پرسانِ حال نہیں ہوگا ۔

اسی سورت میں آیت زیرِ تفسیر تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ مندرجہ ذیل الفاظ میں پہلے گذر چکی ہے :۔

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ○

(البقرۃ ۔ ۴۸)

اس دن سے ڈرو جس دن کوئی کسی کے کچھ کام نہ آسکے گا، نہ کسی شخص سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی، نہ کسی شخص سے کوئی بدلہ لیا جائیگا اور نہ وہ ایک دوسرے کی مدد کر سکیں گے ۔

(مفصل تفسیر کے لئے سورۃ البقرہ کی آیت ۴۸ کی تفسیر صفحہ ۳۴۲ پر ملاحظہ فرمائیں)

وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰھٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۲۴﴾

ترجمہ اور (وہ وقت یاد کرو) جب ابراہیم کے رب نے چند باتوں میں ابراہیم کی آزمائش کی تو وہ ان سب میں پورے اترے۔ اللہ نے کہا (اے ابراہیم) میں تم کو لوگوں کا امام بنا رہا ہوں۔ ابراہیم نے کہا اور میری اولاد میں سے بھی (امام بنانا) اللہ نے فرمایا " (ہاں بناؤں گا) لیکن میرے اس عہد کا اطلاق ظالموں پر نہیں ہوگا" ﴿۱۲۴﴾

معانی و مصادر اِبْتَلٰی ، یَبْتَلِیْ ، اِبْتِلَاءٌ (باب افتعال) امتحان لینا، آزمائش کرنا۔
اَتَمَّ ، یُتِمُّ ، اِتْمَامٌ (باب افعال) پورا کرنا۔
(جَاعِلٌ) جَعَلَ ، یَجْعَلُ ، جَعْلٌ (ف) بنانا، کرلینا، رکھنا۔

تفسیر اللہ تعالٰے نے اہل کتاب کو ان کے شاندار ماضی کی طرف توجہ دلائی، انعامات الٰہیہ کی یاد دہانی کرائی تاکہ وہ اپنی شاندار تاریخ کو یاد کر کے پھر اپنے آپ کو انعامات الٰہیہ کا مستحق بنالیں۔ توریت و انجیل کی پیشین گوئیوں کے مطابق جو رسول آگیا ہے اور جس کو وہ پہچان بھی گئے ہیں اس پر ایمان لاکر پھر اقوام عالم کی امامت و سرداری کے شرف کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالٰے نے اہل کتاب کو پوری طرح جھنجھوڑنے کے بعد ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے قصّہ کی طرف توجہ دلائی۔ مشرکین عرب ہوں یا اہل کتاب سب اپنے دین کو ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے تھے اور اپنے آپ کو دین ابراہیمی کا علمبردار سمجھتے تھے۔ اللہ تعالٰے نے ان سب کو الزام دیتے ہوئے ملّتِ ابراہیمی کے خدوخال بیان کئے اور بتایا کہ ابراہیم علیہ السلام اور ان کی

اولاد سب اسلام کے پابند تھے۔ سب ایک اللہ اکیلے کے پرستار تھے، ان کی ملت میں نہ شرک فی الذات پایا جاتا تھا، نہ شرک فی الصفات اور نہ شرک فی الحقوق۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی کی بھی آزمائش کی تھی اور ان کے متبعین کی بھی آزمائش کریگا۔ آزمائش، محنت، جہاد اور کشمکش کے بغیر کسی کو کچھ بھی نہیں ملتا۔ بنی اسرائیل اگر اپنی کھوئی ہوئی سیادت کے خواہاں ہیں تو انہیں بھی اسلام قبول کر کے آزمائش کے دور سے گذرنا پڑے گا اور اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو قعر مذلت میں گرتے چلے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی چند باتوں میں آزمائش کی مثلاً دوران تبلیغ ان کو قوم کی مخالفت برداشت کرنی پڑی حتیٰ کہ قوم نے ان کو آگ میں ڈال دیا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانْصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ فَاعِلِينَ ○ قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَى إِبْرَاهِيمَ ○ وَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَخْسَرِينَ ○

(الانبیاء ۔ ۶۸ تا ۷۰)

قوم کے لوگ کہنے لگے اگر تم (کچھ) کرنا چاہتے ہو تو یہ کرو کہ ابراہیم کو جلا دو اور (اس طرح) اپنے معبودوں کی مدد کرو۔ (الغرض انہوں نے ابراہیم کو آگ میں ڈال دیا) ہم نے کہا اے آگ ابراہیم پر ٹھنڈی اور عافیت بخش بن جا (آگ ٹھنڈی اور عافیت بخش بن گئی) انہوں نے تو ابراہیم کے خلاف برائی کا منصوبہ بنایا تھا، ہم نے ان ہی کو نقصان میں ڈال دیا (ان کی تمام کوششیں اور کاوشیں بیکار ہو گئیں)۔

دوسری آزمائش یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بیت اللہ کے قریب غیر آباد، بے آب و گیاہ وادی میں اپنے اہل و عیال کو آباد کرنے کا حکم دیا۔ ابراہیم علیہ السلام نے حکم کی تعمیل کی اور پھر اس طرح دعا کی:۔

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ ○

(ابراھیم ۔ ۳۷)

اے ہمارے رب میں نے اپنی ذریت کو تیرے محترم گھر کے قریب ایک ایسی وادی میں آباد کر دیا ہے جہاں کوئی کھیتی باڑی نہیں ہو سکتی۔ اے ہمارے رب (میں نے یہاں ان کو اس لئے آباد کیا ہے) کہ یہ نماز کو قائم کریں (اے ہمارے رب) تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں کھانے کے لئے

پھل عطا فرما تاکہ یہ تیرا شکر ادا کرتے رہیں۔

تیسری آزمائش یہ تھی کہ ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ کے راستہ میں اپنے ملک کو چھوڑ دیا۔ ہجرت کر کے کسی اور مقام پر چلے گئے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاھِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَھْدِیْنِ ٥ (الصّٰفّٰت - ۹۹)

ابراہیم نے کہا میں اپنے رب کی طرف جا رہا ہوں وہ مجھے راستہ بتائے گا (یعنی میری راہنمائی فرما کر مجھے منزل مقصود تک پہنچائے گا)۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَلَمَّا اعْتَزَلَھُمْ وَمَا یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَھَبْنَا لَہٗٓ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَکُلًّا جَعَلْنَا نَبِیًّا ○ (مریم - ۴۹)

جب ابراہیم اپنی قوم کے لوگوں سے اور ان معبودوں سے جن کی وہ اللہ کے علاوہ پوجا کرتے تھے علیحدہ ہو گئے، تو ہم نے ان کو اسحاق اور یعقوب عطاء کئے اور ان میں سے ہر ایک کو نبی بنایا۔

چوتھی آزمائش یہ تھی کہ اللہ تعالےٰ نے انہیں اپنے فرزند ارجمند کے ذبح کرنے کا حکم دیا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَہُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی قَالَ یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ○ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّہٗ لِلْجَبِیْنِ ○ وَنَادَیْنٰہُ اَنْ یّٰٓاِبْرٰھِیْمُ ○ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ○ اِنَّ ھٰذَا لَھُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ○ (الصّٰفّٰت - ۱۰۲ تا ۱۰۶)

جب ان کے فرزند (اسمٰعیل) اتنے بڑے ہو گئے کہ ابراہیم کے ساتھ دوڑ سکیں (تو ایک دن) ابراہیم نے اپنے فرزند سے کہا اے میرے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں، تم بتاؤ کہ تمہارا کیا خیال ہے۔ بیٹے نے جواب دیا: اے ابّا جان جو حکم آپ کو ملا ہے اُسے کر گذریئے۔ آپ مجھے انشاء اللہ صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ الغرض جب ان دونوں نے حکم الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور ابراہیم نے اپنے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا (اور ذبح کرنے کی کوشش کی) تو ہم نے ان کو پکارا کہ اے ابراہیم، تم نے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا، ہم نیک لوگوں کو اسی طرح (یعنی

یقیناً یہ ایک واضح آزمائش تھی (جس میں تم کامیاب ہوگئے)

پانچویں آزمائش یہ تھی کہ انہیں کافی بڑی عمر میں ختنہ کرنے کا حکم ملا۔ انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

اِخْتَتَنَ اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِيْنَ سَنَةً بِالْقَدُّوْمِ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق جزء ۲ ص۱۴ وصحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل ابراهیم علیه السلام جزء ۲ ص۳۴۲)

ابراہیم علیہ السلام نے مقام قَدُّوم میں بعمر اسّی سال ختنہ کی۔

الغرض ابراہیم علیہ السلام تمام امتحانوں میں کامیاب ہوئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ابراہیم میں تمہیں لوگوں کا امام بنا رہا ہوں، تمام لوگوں کو تمہاری ملّت کی پیروی کرنی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا۔ (النسآء - ۱۲۵)

اس شخص سے بہتر کس کا دین ہو سکتا ہے جس نے اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اس حالت میں کہ وہ نیکیاں کر رہا ہو اور ابراہیم حنیف کی ملت کی پیروی کر رہا ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا۔ (آل عمران - ۹۵)

اے لوگو! ابراہیم حنیف کی ملت کا اتباع کرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهِيْمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ۔ (البقرۃ - ۱۳۰)

ابراہیم کی ملت سے کون روگردانی کر سکتا ہے سوائے اس کے جو اپنے نفس کو بیوقوفی میں مبتلا کر دے۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو امام بنایا اور اللہ تعالیٰ نبیوں ہی کو امام بنایا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا (الانبیآء - ۷۳)

ہم نے ان نبیوں کو امام بنایا تھا، وہ ہمارے حکم سے (لوگوں کی) رہنمائی کرتے تھے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا (الٓمٓ تنزیل السجدۃ - ۲۴)

ہم نے بنی اسرائیل میں سے (بعض کو) امام بنایا جو ہمارے حکم سے (لوگوں کی) رہنمائی کرتے تھے۔

مندرجہ بالا آیات اور آیت زیر تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بنانا اللہ تعالےٰ کا کام ہے اور یہ کہ امام انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں، جو نبی نہیں وہ امام بھی نہیں یعنی واجب الاتباع امام صرف نبی ہوتے ہیں کوئی غیر نبی واجب الاتباع امام نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ اس کے پاس اللہ تعالیٰ کا حکم اور اس کی وحی نہیں آتی لہٰذا وہ کس طرح دوسروں کی رہنمائی کر سکتا ہے۔ واجب الاتباع امام بنانا صرف اللہ تعالےٰ کا کام ہے۔ انسان خود کسی کو اپنا واجب الاتباع امام نہیں بنا سکتے۔ انسانوں کا خود کسی کو واجب الاتباع امام بنا لینا اللہ تعالےٰ کے حقوق میں شرک کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام خود اللہ تعالےٰ ہی سے اپنی اولاد میں سے کسی کو امام بنانے کی درخواست کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہاں بناؤنگا۔ اگر انسان خود کسی کو واجب الاتباع امام بنانے کا اختیار یا حق رکھتے ہوتے تو ابراہیم علیہ السلام کو دعا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

آیت زیر تفسیر سے ایک بات یہ بھی ثابت ہوئی کہ واجب الاتباع امام یعنی نبی وہی ہوتے ہیں جو ظالم نہیں ہوتے، گنہگار نہیں ہوتے، اجتہادی غلطی اگر کسی سے ہو جائے تو وہ اور بات ہے لیکن وہ اللہ تعالےٰ کے صریح حکم کی نافرمانی کبھی نہیں کرتے، بلکہ ان کی اجتہادی غلطی کی بھی اللہ تعالےٰ فوراً اصلاح فرما دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ امت کے لئے نمونہ ہوتے ہیں، ان کی پیروی واجب ہوتی ہے اور ان کی پیروی ہی سے نجات مل سکتی ہے۔ اس کے علاوہ نجات کی اور کوئی صورت نہیں۔

عمل

اے لوگو! ابراہیم علیہ السلام کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں اللہ تعالےٰ کی آزمائشوں میں پورے اتریئے۔ مصائب و آلام سے کبھی نہ گھبرایئے۔ استقامت اور ثابت قدمی کے ساتھ اللہ تعالےٰ کے احکام پر جمے رہیئے۔ واجب الاتباع امام صرف اُسے سمجھیئے جسے اللہ تعالےٰ امام بنائے۔ یہ عقیدہ رکھیئے کہ واجب الاتباع امام صرف نبی ہوتے ہیں اس لئے کہ ان کے منصب نبوت یا امامت پر فائز ہونے کے متعلق وحی الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔ کسی دوسرے کے متعلق ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے واجب الاتباع امام ہے لہٰذا کسی غیر نبی کو واجب الاتباع امام نہ بنایئے۔ ایسے تمام اماموں کو جن کو لوگوں نے خود واجب الاتباع سمجھ رکھا ہے واجب الاتباع

امام نہ سمجھیئے) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری امام ہیں جن کو اللہ تعالےٰ نے لوگوں کی طرف مبعوث فرما کر ان کی اتباع کو تمام لوگوں پر فرض کر دیا۔ اب صرف وہی قیامت تک کے لئے ہمارے واجب الاتباع امام ہیں لہذا انہیں ہی امام سمجھیئے۔ تمام اماموں کو چھوڑ کر صرف ان کی امامت پر جمع ہو جائیے۔ ہدایت، اجتماعیت اور اتفاق کا یہی ایک راستہ ہے، اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو فرقہ بندی بھی ختم نہیں ہو گی، حالانکہ آپ سب لوگوں کو معلوم ہے کہ فرقہ بندی ایک سنت ہے۔

وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ
وَأَمْنًا وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرٰهِيمَ
مُصَلًّى وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرٰهِيمَ وَإِسْمٰعِيلَ
أَن طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِينَ وَ
الْعٰكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ﴿۱۲۵﴾

ترجمہ اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے کعبہ کو لوگوں کے لئے جمع ہونے کا مقام اور امن کی جگہ مقرر کیا اور (ہم نے پہلے بھی یہی حکم دیا تھا اور اب بھی یہی حکم دے رہے ہیں کہ) مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل کو حکم دیا کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے پاک وصاف رکھو ﴿۱۲۵﴾

معانی و مصادر (مَثَابَة) ثَابَ، يَثُوبُ، ثَوْبٌ و ثُؤُوْبٌ (ن) لوٹنا۔ جمع ہونا [مَثَابَة۔ جمع ہونے کی جگہ]۔

(أَمْنًا) أَمِنَ، يَأْمَنُ، أَمْنٌ، إِمْنٌ، أَمَانٌ و أَمَنَةٌ (س) مطمئن ہونا، امن میں ہونا۔

(مَقَام) قَامَ، يَقُومُ، قَوْمٌ و قَوْمَةٌ و قِيَامٌ و قَامَةٌ (ن) کھڑا ہونا [مَقَام۔ کھڑے ہونے کی جگہ، منزلت، اقامت، اقامت کی جگہ اور وقت]

(مُصَلًّى) صَلّٰى، يُصَلِّيْ، صَلٰوةٌ [مُصَلّٰى۔ نماز پڑھنے کی جگہ، عیدگاہ]۔

(عَهِدَ) عَهِدَ، يَعْهَدُ، عَهْدٌ (س) عہد کرنا، پہچان لینا۔

(طَهِّرَا) طَهَّرَ، يُطَهِّرُ، تَطْهِيْرٌ (باب تفعیل) پاک کرنا۔
(لِلطَّائِفِيْنَ) طَافَ، يَطُوْفُ، طَوْفٌ وطَوَافٌ وطَوَفَانٌ (ن) طواف کرنا، چکر لگانا
(عَاكِفِيْنَ) عَكَفَ، يَعْكُفُ، عَكْفٌ (ض ن) کسی کے گرد جمے رہنا، کسی جگہ اپنے کو روکے رکھنا۔
(رُكَّع) رَكَعَ، يَرْكَعُ، رَكْعٌ، رُكُوْعٌ (ف) جھک جانا، سر جھکانا [رُكَّعٌ - رَاكِعٌ کی جمع]۔
(سُجُوْدٌ) سَجَدَ، يَسْجُدُ، سُجُوْدٌ (ن) عاجزی کے ساتھ جھک جانا، سجدہ کرنا۔ [سُجُوْدٌ - سَجْدَةٌ اور سَاجِدٌ کی جمع]۔

تفسیر اس آیت میں بَيْتٌ سے مراد کعبہ ہے اور مَثَابَةً سے مراد جمع ہونے اور اقامت کی جگہ کے ہیں۔ اللہ تعالٰے فرماتا ہے:-

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ (المآئدۃ - ۹۷)	اللہ تعالٰے نے عزّت والے گھر کعبہ کو لوگوں کے لئے باعث امن بنایا۔

یہی وہ گھر ہے جس کی زیارت کے لئے لوگ مختلف مقامات سے سفر کرکے آتے ہیں۔ اللہ تعالٰے فرماتا ہے:-

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا۔ (آل عمران - ۹۷)	اللہ کا لوگوں پر یہ حق ہے کہ وہ اس گھر کا حج کریں (یعنی) وہ شخص جس کو اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت ہو (اس گھر کا حج کرے)۔

یہی وہ عبادت کا گھر ہے جو روئے زمین پر سب سے پہلے عبادت کے لئے تعمیر کیا گیا۔ اللہ تعالٰے فرماتا ہے:-

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ۔ (آل عمران - ۹۶)	سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لئے (عبادت گاہ) بنایا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے۔

یہی وہ مقام ہے جس کی زیارت کے لئے مسلمین دنیا کے اطراف واکناف اور دور دراز مقامات سے آتے ہیں۔ سب کا مرکز نظر یہی ایک گھر ہوتا ہے، سب کا رخ ایک ہی سمت میں ہوتا ہے۔ اللہ تعالٰے فرماتا ہے:-

وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ	اور (اے ابراہیم) لوگوں میں حج کا اعلان کردو (پھر تم دیکھو گے کہ) لوگ تمہاری

فَجٍّ عَمِیْقٍ ۝ (الحج ۔ ۲۷)

طرف دور دراز راستوں سے پیدل بھی چلے آرہے ہیں اور دُبلی دبلی (تیز) سواریوں پر بھی ۔

آگے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہم نے اس گھر کو امن کی جگہ بنایا ۔ یہی وہ گھر ہے جہاں لوگ امن میں رہتے ہیں، کسی کو کسی سے کوئی خطرہ نہیں ہوتا اور اسی بنا پر لوگ بڑے اطمینان سے اس گھر کا رُخ کرتے ہیں، وہاں جمع ہوتے ہیں اور قیام کرتے ہیں ۔ اللہ تعالےٰ نے اس اولین گھر کا حج ہی فرض نہیں کیا بلکہ اس گھر میں امن وامان قائم رکھنے کو بھی فرض کر دیا ۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

اَوَ لَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّ یُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِہِمْ (العنکبوت ۔ ۶۷)

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم کو امن کی جگہ بنا دیا حالانکہ ان کے گرد و نواح کا یہ حال ہے کہ لوگ وہاں سے اچک لئے جاتے ہیں ۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا (آل عمران ۔ ۹۷)

جو شخص اس گھر میں داخل ہو گیا وہ امن میں آگیا ۔

آگے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ۔ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰہٖمَ مُصَلًّی (مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنالو)

مقام ابراہیم کعبہ میں ایک مقام کا نام ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ ھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝ فِیْہِ اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰھِیْمَ (آل عمران ۹۶ و ۹۷)

بے شک سب سے پہلا (عبادت کا) گھر جو لوگوں کے لئے بنایا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے، وہ بابرکت اور تمام عالم کے لئے موجب ہدایت ہے اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں (منجملہ ان کے ایک) مقام ابراہیم بھی ہے ۔

آیت کے اس جملہ کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا :۔

لَوِ اتَّخَذْنَا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاھِیْمَ مُصَلًّی فَنَزَلَتْ وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاھِیْمَ مُصَلًّی (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب ماجاء فی القبلۃ جزء اول ص۱۱۱)

کاش آپ مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنا لیتے (حضرت عمرؓ کے مشورہ پر) یہ آیت نازل ہوئی ۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:۔
وَافَقَنِیْ رَبِّیْ
[صحیح بخاری کتاب التفسیر (تفسیر سورۃ البقرۃ) جزء ۶ صـ۲۳]

میرے رب نے مجھ سے موافقت کی یعنی یہ آیت نازل فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔
قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَیْتِ سَبْعًا وَّصَلّٰی خَلْفَ الْمَقَامِ رَکْعَتَیْنِ (صحیح بخاری کتاب المناسك باب من صلی رکعتی الطواف خلف المقام جزء ۲ صـ۱۹۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ) تشریف لائے، آپ نے کعبہ کے سات چکر لگائے پھر مقام (ابراہیم) کے پیچھے دو رکعتیں پڑھیں۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:۔
ثُمَّ نَفَذَ اِلٰی مَقَامِ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَقَرَأَ وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِیْمَ مُصَلًّی فَجَعَلَ الْمَقَامَ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْبَیْتِ کَانَ یَقْرَأُ فِیْ رَکْعَتَیْنِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَ قُلْ یٰاَیُّهَا الْکَافِرُوْنَ ۔(صحیح مسلم باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء اول صـ۳۵۱)

(طواف کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام ابراہیم علیہ السلام کی طرف آئے اور آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِیْمَ مُصَلًّی۔ پھر آپ نے مقام ابراہیم کو اپنے اور کعبہ کے درمیان کرلیا اور دو رکعت پڑھیں جن میں آپ نے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور قُلْ یٰاَیُّهَا الْکَافِرُوْنَ پڑھیں۔

کعبہ کو مقام امن اور مقام ابراہیم کو مصلی بنانے کا حکم دینے کے بعد اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام سے عہد لیا کہ وہ کعبہ کو طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور رکوع وسجود کرنے والوں کے لئے پاک وصاف رکھیں گے۔ اسی چیز کا ذکر کرتے ہوئے ایک اور مقام پر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَطَهِّرْ بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَالْقَآئِمِیْنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ ○ (الحج ۔ ۲۶)

میرے گھر کو طواف کرنے والوں، قیام کرنے والوں اور رکوع وسجود کرنے والوں کے لئے پاک وصاف رکھو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کعبہ طواف، اعتکاف اور نماز کا مقام ہے۔ کعبہ کو پاک وصاف رکھنا بہت ضروری ہے۔

عمل

اے لوگو! کعبہ امن کی جگہ ہے، اس میں ہر ایک کو امن سے رہنے دیجئے۔ کسی کو نہ ستائیے، کعبہ کو پاک وصاف رکھیئے۔ اس میں خونریزی کرنا یا کسی قسم کی گندگی ڈالنا قطعاً حرام ہے۔ آپ ان چیزوں سے بچیئے۔ کعبہ کا انتہائی احترام ملحوظ رکھیئے۔ کعبہ سے ملحق ایک جگہ ہے جس کو مقام ابراہیم کہتے ہیں اُسے نماز پڑھنے کی جگہ بنائیے۔ کعبہ میں مصلی بس یہی ایک ہے۔ امام اسی جگہ کھڑا ہو۔ کسی اور جگہ کو امام کا مصلی نہ بنائیے۔ طواف کرنے کے بعد مقام ابراہیم کو اپنے اور کعبہ کے درمیان کر کے دو رکعت پڑھیئے۔ مذاہب اربعہ کے خودساختہ مصلّے جو کسی زمانے میں بنائے گئے تھے ان سے دور رہیئے۔ اللہ تعالےٰ کے مقرر کردہ مصلّے کے مقابلہ میں ان مصلوں کا مقرر کرنا یقیناً ایک بہت بڑی جرأت تھی۔ یہ اللہ تعالےٰ کی شریعت سے کھلی بغاوت تھی اور فرقہ بندی جیسی لعنت کو استحکام پہنچانے کا ذریعہ تھی۔ اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ اب ان خودساختہ، فرقہ ورانہ مصلوں کا خاتمہ کر دیا گیا ہے۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِمُ رَبِّ اجْعَلْ
هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ
مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ قَالَ وَمَنْ
كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ
اِلٰى عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۲۶﴾

ترجمہ اور (وہ وقت یاد کرو) جب ابراہیم نے دعا کی کہ اے میرے رب، اس شہر (مکہ) کو امن (کا گہوارہ) بنا دے اور اس کے رہنے والوں میں سے جو لوگ اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لائیں ان کو پھلوں کا رزق عطا فرما۔ اللہ نے فرمایا جو شخص کفر اختیار کرے گا اس کو بھی تھوڑا (بہت) فائدہ پہنچاؤں گا پھر (قیامت کے دن) اس کو دوزخ کے عذاب کی طرف (جانے پر) مجبور کر دوں گا اور وہ (دوزخ) بہت بری جگہ ہے ﴿۱۲۶﴾

معانی و مصادر (اٰمِنٌ) اَمِنَ، یَاْمَنُ، اَمْنٌ وَاَمَانٌ وَاَمَنَةٌ (س) امن میں ہونا [اٰمِن = امن والا]۔

(اُرْزُقْ) رَزَقَ، یَرْزُقُ، رِزْقٌ (ن) دینا۔

(اُمَتِّعُ) مَتَّعَ، یُمَتِّعُ، تَمْتِیْعٌ (باب تفعیل) فائدہ دینا۔

(اضطرار) اِضْطَرَّ، يَضْطَرُّ، اِضْطِرَارٌ (باب افتعال) ناچار اور حاجت مند کر دینا، مجبور کر دینا۔ [مادہ ض ر ر ہے]

(مَصِيْر) صَارَ، يَصِيْرُ، صَيْرُوْرَةٌ وصَيْرٌ ومَصِيْرٌ (ض) لوٹنا [مصیر۔ ٹھکانہ، انجام]

(بِئْسَ) بَئِسَ، يَبْئَسُ، بُؤْسٌ، بَئِيْسٌ، بُؤُوْسٌ (س) محتاج ہونا [بئس۔ برا]

تفسیر اس آیت میں ابراہیم علیہ السلام کی ایک دعاء کا ذکر ہے۔ ابراہیم علیہ السلام دعاء کرتے ہیں کہ اے میرے رب اس شہر مکہ کو امن کی جگہ بنا دے اور اس میں رہنے والے مؤمنین کو پھلوں کا رزق عطا فرما۔ ابراہیم علیہ السلام کی اس دعاء کا ذکر قرآن مجید میں ایک اور مقام پر بھی آیا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا۔ (ابراهيم - ۳۵)

اور وہ (وقت یاد کرو) جب ابراہیم نے کہا اے میرے رب اس شہر کو امن کا گہوارہ بنا دے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اِنَّ هٰذَا الْبَلَدَ حَرَّمَ اللّٰهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

بے شک یہ شہر (ایسا) ہے کہ اس کو اللہ نے اس دن حرمت عطاء کی تھی جس دن آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا تھا۔

اسی حدیث میں آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّهٗ لَمْ يَحِلَّ الْقِتَالُ فِيْهِ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ وَلَمْ يَحِلَّ لِيْ اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔ (صحيح بخاری کتاب المناسك باب لايحل القتال بمكة جزء۳ صـ۱۸ وصحيح مسلم باب تحريم مكة جزء۱ صـ۵۶۸)

مجھ سے پہلے اس شہر میں کسی کے لئے جنگ جائز نہیں ہوئی اور میرے لئے بھی دن کی صرف ایک گھڑی کے لئے جائز ہوئی تھی اور اب بدستور قیامت تک کے لئے اللہ کی دی ہوئی حرمت سے (یہ شہر) حرمت والا ہے (کسی کے لئے یہاں خونریزی جائز نہیں)۔

حدیث بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ مکہ معظمہ ابتدائے آفرینش سے حرمت اور امن والا شہر ہے۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاء اس حرمت کی بقاء اور امن و امان میں شدت کی دعاء ہے۔ ان کی دعاء ان کے قلب منیب کی ایک عاجزانہ خواہش کا مرقع ہے۔ اللہ تعالےٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے لیکن بندوں کو بھی دعاء مانگنے کا حکم دیتا ہے۔ پھر کسی کام کو کرنے کے لئے اپنی چاہت میں بندوں کی دعاؤں کو بھی شامل کر لیتا ہے مثلاً اللہ تعالےٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت بھیجتا رہتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے:۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ. (الاحزاب-۵۶)

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر رحمت نازل کرتے رہتے ہیں۔

لیکن اس کے باوجود مؤمنین کو حکم دیتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○ (الاحزاب-۵۶)

اے ایمان والو! تم نبی پر رحمت و سلام کی دعاء کرتے رہا کرو۔

آیت زیرِ تفسیر میں ابراہیم علیہ السلام کی دعاء کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ اے میرے رب مؤمنین کو پھلوں کا رزق عطاء فرما۔ اللہ تعالےٰ نے پہلی دعاء کو بعینہٖ قبول فرما لیا اور دوسری دعاء کو کسی قدر ترمیم کے ساتھ قبول فرمایا۔ مکہ معظمہ کو امن کا شہر بنانے کا حکم بحال رکھا اور وہاں کے رہنے والوں کو خواہ وہ مؤمن ہوں یا کافر پھلوں کا رزق عطاء کرنے کا وعدہ فرمایا اور اُسے پورا بھی کر دیا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا (القصص-۵۷)

کیا ہم نے ان کافروں کو حرم میں جو امن کا گہوارہ ہے جگہ نہیں دی جہاں کھانے کے لئے ہر قسم کے پھل ہماری طرف سے پہنچائے جاتے ہیں۔

اگرچہ ابراہیم علیہ السلام نے پھلوں کے رزق کی دعاء صرف مؤمنین کے لئے مانگی تھی، کافروں کو اس میں شریک نہیں کیا تھا لیکن اللہ تعالےٰ نے کافروں کو بھی اپنی عطاء میں شریک کر لیا۔ مذکورہ بالا آیت صاف بتا رہی ہے کہ کافروں کو بھی حسب وعدہ پھلوں کا رزق ملتا رہا۔ اللہ تعالےٰ کے نزدیک دنیا کے عارضی مال و متاع کی کوئی حقیقت نہیں یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کافروں کو بھی اُس سے محروم نہیں کرتا۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں:۔

مَرَّ (رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) بِجَدْيٍ اَسَكَّ مَيِّتٍ فَتَنَاوَلَهٗ فَاَخَذَ بِاُذُنِهٖ ثُمَّ قَالَ اَيُّكُمْ يُحِبُّ اَنَّ هٰذَا لَهٗ بِدِرْهَمٍ فَقَالُوْا مَا نُحِبُّ اَنَّهٗ لَنَا بِشَيْءٍ وَمَا نَصْنَعُ بِهٖ قَالَ اَتُحِبُّوْنَ اَنَّهٗ لَكُمْ قَالُوْا وَاللّٰهِ لَوْ كَانَ حَيًّا كَانَ عَيْبًا فِيْهِ لِاَنَّهٗ اَسَكُّ فَكَيْفَ وَهُوَ مَيِّتٌ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَلدُّنْيَا اَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذَا عَلَيْكُمْ (صحیح مسلم کتاب الزھد جزء ۲ صـ۵۸۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھیڑ کے ایک چھوٹے کان والے مردہ بچے کے پاس سے گذرے۔ آپ نے اس کا کان پکڑ کر فرمایا تم میں سے کوئی اسے ایک درہم میں خریدنا پسند کرتا ہے؟ لوگوں نے کہا ہم تو اسے کسی بھی چیز کے عوض لینا پسند نہیں کرتے، ہم اس کا کیا کریں گے۔ آپ نے فرمایا! کیا تم چاہتے ہو کہ یہ تمہیں (بغیر قیمت کے ہی) مل جائے؟ لوگوں نے کہا: اگر یہ زندہ ہوتا تو بھی ہم اسے نہیں لیتے اس لئے کہ عیب دار ہے، اس کے کان چھوٹے

ہیں اور اب ہم اسے کیسے (لے سکتے ہیں) حالانکہ اب تو (یہ زندہ بھی نہیں) مردہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے نزدیک یہ جتنا حقیر ہے دنیا اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ حقیر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

وَلَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ مَا سَقٰى كَافِرًا مِنْهَا شَرْبَةَ مَاءٍ (رواہ الترمذی فی ابواب الزھد وصححہ جزء۲ صـ۱۳۲)

اگر دنیا کی (وقعت) اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ کافر کو ایک گھونٹ پانی نہیں پلاتا۔

پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اس مصلحت سے کہ سب کافر نہ ہو جائیں کافروں کے ہر فرد کو بہت زیادہ مال و متاع عطا نہیں فرمایا ورنہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا اتنی حقیر شے ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں سے ہر ایک کو دنیا میں سے بہت کچھ دے سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ○ وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ ○ وَزُخْرُفًا، وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ○

(الزخرف ۳۳تا۳۵)

اگر یہ نہ ہوتا کہ سب ہی ایک جماعت ہو جائیں (یعنی سب کافر نہ ہو جائیں) تو ہم رحمٰن کا انکار کرنے والوں کے گھروں کی چھتوں کو، سیڑھیوں کو جن پر وہ چڑھتے ہیں، گھروں کے دروازوں کو اور تختوں کو جن پر وہ تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں چاندی کا بنا دیتے اور ان کے گھروں کو سونے سے بھر دیتے۔ لیکن یہ مال و متاع دنیا کی زندگی تک ہے (آخرت میں ان کے لئے کچھ نہیں) آخرت کا مال و متاع) تو آپ کے رب کے ہاں متقیوں کے لئے ہے۔

الغرض دنیا بڑی حقیر شے ہے۔ اللہ تعالیٰ کافروں کو بھی اس سے محروم نہیں کرتا لیکن آخرت میں ان کے لئے کچھ نہیں۔ آخرت میں ان کے لئے دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے۔

عمل

اے لوگو! دنیا کو حقیر سمجھئے۔ آخرت کی فکر کیجئے۔ دنیا کی خاطر آخرت کو برباد نہ کیجئے۔ دنیا کا مل جانا اللہ تعالےٰ کی رضا کی علامت نہیں ہے۔ یہ تو اللہ تعالےٰ کافروں کو بھی دیتا ہے لیکن دنیا کو ٹھکرائیے نہیں، یہ بھی اللہ تعالےٰ کا فضل ہے۔ اللہ تعالےٰ کے فضل کو حاصل کرنے میں تامل نہ کیجئے اور اس طرح دعا کرتے رہا کیجئے:۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ (البقرۃ - ۲۰۱)	اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرٰهِمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ
الْبَيْتِ وَإِسْمٰعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا
إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۱۲۷﴾ رَبَّنَا
وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا
أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا
وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ
الرَّحِيمُ ﴿۱۲۸﴾ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ
رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ

يُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١٢٩﴾

ترجمہ اور (وہ وقت یاد کرو) جب ابراہیم اور اسمٰعیل بیت اللہ کی بنیادیں اونچی کر رہے تھے، (وہ دونوں اس طرح دعاء کر رہے تھے) اے ہمارے رب ہم سے (یہ خدمت) قبول فرما۔ بے شک تو سننے والا اور جاننے والا ہے (ہماری دعاؤں کو بھی تو سن رہا ہے اور ہمارے دلوں کے خلوص کو بھی تو جانتا ہے اور) ﴿۱۲۷﴾ اے ہمارے رب ہم دونوں کو (ہمیشہ) اپنا مسلم بنائے رکھ۔ اور ہماری اولاد میں سے ایک ایسی جماعت پیدا کر جو تیری مسلم ہو اور (اے ہمارے رب) ہمیں ہمارے (حج کے) طریقے بتادے ہم پر (رحمت کے ساتھ) توجہ فرما۔ بے شک تو توجہ فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے ﴿۱۲۸﴾ (اور) اے ہمارے رب ان لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرما جو تیری آیتیں ان کو پڑھ کر سنائے۔ انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان (کے دلوں) کو پاک کرے، بے شک تو غالب اور حکمت والا ہے۔ ﴿۱۲۹﴾

معانی و مصادر (قواعد) قَعَدَ، يَقْعُدُ، قُعُودٌ و مَقْعَدٌ (ن) بیٹھنا۔ [قَوَاعِدَ = قَاعِدَة کی جمع۔ بنیادیں]۔

(تَقَبَّلْ) تَقَبَّلَ، يَتَقَبَّلُ، تَقَبُّلٌ (باب تفعل) قبول کرنا، لے لینا۔

(أَرِ) أَرَى، يُرِي، إِرَاءَةٌ و إِرَاءٌ (باب افعال) دکھانا۔ [أَرِ = دکھا، یہ امر واحد حاضر ہے]۔

(مَنَاسِكَ) نَسَكَ، يَنْسُكُ، نِسْكٌ و نُسُكٌ و نُسُوكٌ و نَسْكَةٌ و مَنْسَكٌ (ن) زہد و عبادت کرنا، قربانی کرنا [مَنَاسِك = مَنْسَكٌ کی جمع۔ قربانی کے طریقے، حج کی عبادتیں]

(تُبْ) تَابَ، يَتُوبُ، تَوْبٌ، تَابَةٌ، تَوْبَةٌ، مَتَابٌ (ن) رجوع کرنا، توجہ کرنا۔

(ابْعَثْ) بَعَثَ، يَبْعَثُ، بَعْثٌ (ف) کھڑا کرنا، زندہ کرنا، بھیجنا۔

(عَزِيزٌ) عَزَّ، يَعِزُّ، عِزٌّ و عِزَّةٌ و عَزَازَةٌ (ض) غالب ہونا۔ عزت والا ہونا۔ [عزیز = غالب، قوی]۔

(يُزَكِّي) زَكَّى، يُزَكِّي، تَزْكِيَةٌ (باب تفعیل) پاک کرنا، تعریف کرنا۔

(حَكِيمٌ) حَكُمَ، يَحْكُمُ، حِكْمَةٌ (ك) حکیم ہونا، دانا ہونا۔

تفسیر بیت اللہ یعنی کعبہ دنیا کی سب سے پہلی عبادت گاہ ہے۔
اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ — سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی (عبادت) کے لئے بنایا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے۔

(آل عمران - ۹۶)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کعبہ ابراہیم علیہ السلام سے بہت پہلے بنایا گیا تھا، ایسا نہیں ہو سکتا کہ آدم علیہ السلام سے ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ تک کوئی عبادت کا گھر نہ بنایا گیا ہو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اہل وعیال کو مکہ معظمہ کی سرزمین میں آباد کرنے کے بعد یہ دعاء کی:۔

رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ۔ — اے ہمارے رب، میں نے اپنی اولاد کو ایک ایسی وادی میں جس میں کھیتی نہیں ہوتی تیرے عزّت والے گھر کے پاس آباد کیا ہے۔

(ابراھیم - ۳۷)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام نے جب اسمٰعیل علیہ السلام کو ان کی شیرخوارگی کے زمانے میں وادیٔ مکہ میں آباد کیا تو وہاں بیت محرم موجود تھا اور اس بیت محرم کے جوار میں انہوں نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو آباد کیا تھا۔ پھر جب اسمٰعیل علیہ السلام جوان ہو گئے تو ان کے ساتھ مل کر کعبہ کو اس کی بنیادوں پر اٹھایا جو بنیادیں پہلے سے موجود تھیں، ان بنیادوں کی نشاندہی بھی اللہ تعالےٰ نے کی تھی۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ۔ — اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے ابراہیم کو کعبہ کی جگہ کی نشاندہی کی۔

(الحج - ۲۶)

الغرض کعبہ کا سب سے پہلی عبادت گاہ ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کعبہ آدم علیہ السلام کے زمانہ میں بنایا گیا تھا، حضرت ابو ذرؓ کہتے ہیں:۔

قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ مَسْجِدٍ وُّضِعَ فِي الْاَرْضِ اَوَّلُ — میں نے کہا اے اللہ کے رسول زمین میں سب سے پہلے کونسی مسجد بنائی گئی؟۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَلْمَسْجِدُ الْحَرَامُ۔ — مسجد حرام (سب سے پہلے بنائی گئی)

حضرت ابو ذرؓ نے پوچھا "پھر کونسی مسجد بنائی گئی؟"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَلْمَسْجِدُ الْاَقْصٰی (پھر) مسجد اقصٰی بنائی گئی۔

حضرت ابوذرؓ نے پوچھا ان دونوں کی تعمیر کے درمیان کتنا وقفہ تھا؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَرْبَعُوْنَ سَنَةً چالیس سال

(صحیح بخاری کتاب بدء الخلق جزء ۲ صفحہ ۱۴۶

صحیح مسلم کتاب المساجد جزء اول صفحہ ۲۱۲)

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ مسجد حرام دنیا میں سب سے پہلی مسجد ہے اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ اس کو آدم علیہ السلام نے بنایا ہو اور انہوں نے ہی چالیس سال بعد مسجد اقصٰی کو بنایا ہو۔

الغرض ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے اور دعائیں مانگتے جا رہے تھے سب سے پہلی دعاء جو انہوں نے مانگی یہ تھی کہ اے ہمارے رب ہماری اس خدمت کو قبول فرما۔ بیشک تو ہماری دعاء کو سن رہا ہے اور ہمارے دلوں کی نیت سے بھی واقف ہے اس لئے کہ تو سمیع و علیم ہے۔

دعاء کے ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نیک عمل اللہ تعالےٰ کی قبولیت کا محتاج ہے۔ ہمیں اپنے کاموں پر ناز نہیں کرنا چاہئے بلکہ اللہ تعالےٰ سے دعا کرنا چاہئے کہ وہ ہمارے حقیر عملوں کو قبول فرمائے۔

دوسری دعاء جو ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام نے مانگی وہ یہ تھی کہ اے ہمارے رب ہم کو ہمیشہ مسلم رکھ اور ہماری ذرّیت میں سے بھی ایک مسلم جماعت پیدا کر۔ کتنی عاجزانہ دعاء ہے۔ نبی ہوتے ہوئے مسلم رہنے کی دعاء کر رہے ہیں۔ نہ کوئی ناز ہے اور نہ کوئی فخر۔ وہ سمجھتے تھے کہ سب کچھ اللہ تعالےٰ کی توفیق سے ملتا ہے اور وہی اسلام پر استقامت کی توفیق بخشتا ہے۔

تیسری دعاء انہوں نے یہ کی تھی کہ اے ہمارے ربّ ہم کو عبادت کے طریقے یا حج کے ارکان کی تعلیم دیدے اور ہمارے حال پر رحم و کرم کے ساتھ توجہ فرما اور ہماری غلطیوں کو معاف کر دے۔ بے شک تو توبہ قبول کرنے والا، معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اس دعاء سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادت کے تمام طریقے من جانب اللہ تعلیم دئے جاتے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام نے عبادت کے طریقے خود اختراع نہیں کئے بلکہ اللہ تعالےٰ سے التجا کی کہ وہ عبادت کے طریقوں کی تعلیم دے۔ عبادت کے طریقوں کا خود اختراع کرنا بدعت ہے۔

ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کی چوتھی دعاء یہ تھی کہ اے ہمارے رب ان میں ایک ایسا رسول مبعوث فرما جو تیری آیتیں ان کو پڑھ کر سنائے۔ ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ نفس کرے بے شک تو غالب ہے تو سب کچھ کر سکتا ہے۔ تو حکیم ہے لہذا حکمت کی باتیں تو ہی تعلیم دے سکتا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کی دعاء کا منشاء یہ تھا کہ اے اللہ تو اس رسول کو صرف کتاب ہی نہ دے

بلکہ حکمت بھی دے تاکہ وہ تیرے احکام پر عمل کرنے کی حکمت اور طریقہ سے بھی لوگوں کو باخبر کرے۔ اس دعاء سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کتاب اور حکمت ایک چیز نہیں ہے۔ ان دونوں لفظوں کے درمیان واؤ عطف ہے نہ کہ واؤ تفسیری، اس لئے کہ تفسیر کی اللہ تعالیٰ کو ضرورت نہیں۔ ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کی اس دعاء میں اگر واؤ کو واؤ تفسیری مانا جائے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ وہ دونوں یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ تفسیر کا محتاج ہے اور یہ بالکل لغو ہے۔

الغرض اس آیت میں حکمت سے مراد حدیث ہے جو قرآن مجید کی تشریح و توضیح کا کام انجام دیتی ہے، احکام الٰہی پر عمل کرنے کا طریقہ بتاتی ہے۔ مثلاً اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ کی تشریح اور نماز کا طریقہ احادیث میں ہے اگر احادیث میں تشریح اور طریقہ نہ ہوتا تو اس حکم الٰہی پر عمل کرنا ناممکن تھا۔

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کی دعاؤں کو شرفِ قبولیت بخشا اور اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں اپنے آخری رسول کو معبوث فرماکر وہ امت مسلمہ بھی پیدا کردی جو قرآن مجید کے الفاظ میں خیر امت کے لقب سے موسوم ہے۔ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے متعلق فرماتا ہے:۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝

(الجمعۃ - ۲)

اللہ ہی ہے جس نے امی لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول معبوث فرمایا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے، ان کا تزکیہ نفس کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور اس سے پہلے وہ صریح گمراہی میں تھے۔

قبولیتِ دعاء کی کتنی واضح مثال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں وہی الفاظ دوہرائے جو ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کی دعاء میں تھے۔

عمل

لوگو! اپنے عملوں کو حقیر سمجھیے، عاجزانہ طور پر ان کی قبولیت کے لئے دعاء کیا کیجئے۔ مسلم ہوتے ہوئے مسلم بنائے رکھنے کی دعاء کرتے رہا کیجئے۔ اپنی اولاد کے لئے بھی دعا کرتے رہا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان کو بھی مسلم بنائے اور تا زیست مسلم رکھے۔

عبادات کے سلسلہ میں بدعات کو رواج نہ دیجئے۔ بس انہی عبادات کو اختیار کیجئے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے ذریعہ سکھائی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معلم کتاب و حکمت ہیں لہٰذا جو کچھ انھوں نے تعلیم دی ہے وہی حق ہے۔ اسی کو تسلیم کیجئے۔ اس کے مقابلہ میں کسی دوسری تعلیم کو قطعاً اختیار نہ کیجئے ورنہ آپ اسی گمراہی میں جاپڑیں گے جس گمراہی میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے لوگ پڑے ہوئے تھے۔

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ
اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ
فِي الدُّنْيَا وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ
الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ
قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۳۱﴾
وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ
يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ
فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾

ترجمہ اور ابراہیم کی ملت سے کون بے رغبتی کر سکتا ہے سوائے اس شخص کے جس نے اپنے آپ کو بے وقوفی میں مبتلا کر دیا ہو۔ (ابراہیم تو وہ ہیں کہ) ہم نے ان کو دنیا میں بھی منتخب کیا تھا اور آخرت میں بھی وہ صالحین میں سے ہوں گے ﴿۱۳۰﴾ (ابراہیم کی تو وہ شخصیت ہے کہ)

جب ان کے رب نے ان سے کہا اسلام لاؤ تو انہوں نے (فوراً) کہا میں نے رب العالمین کے لئے اسلام قبول کیا (۱۳۱) پھر ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو بھی اس بات کی وصیت کی اور یعقوب نے بھی۔ (انہوں نے کہا) اے میرے بیٹو! بے شک اللہ نے تمہارے لئے دین (اسلام) پسند فرمایا ہے لہذا تمہیں ہرگز موت نہ آئے مگر اس حالت میں کہ تم مسلم ہو (یعنی دین اسلام پر تمہارا خاتمہ ہو) (۱۳۲)

معانی و مصادر

(یَرْغَبُ) رَغِبَ، یَرْغَبُ، رُغْبٌ و رَغْبَةٌ (س) رغبت کرنا۔ اس لفظ کے بعد اگر عن آئے تو اس کے معنی بے رغبتی کرنا یا اعراض کرنا ہوتے ہیں۔

سَفِهَ، یَسْفَهُ، سَفْهٌ (س) بے وقوفی پر آمادہ کرنا۔

(مِلَّةَ) مَلَّ، یَمُلُّ، مَلٌّ (ن) کسی ملت میں داخل ہونا (ملّت: طریقہ)۔

(اصطفینا) اِصْطَفٰی، یَصْطَفِیْ، اِصْطِفَاءٌ (باب افتعال) پسند کرنا، چننا۔

(صالحین) صَلَحَ، یَصْلُحُ، صَلَاحٌ و صُلُوْحٌ و صَلَاحِیَةٌ (ک، ف، ن) صالح ہونا۔ نیک ہونا

(رب) رَبَّ، یَرُبُّ، رَبٌّ (ن) سردار ہونا، پرورش کرنا، تربیت دینا [رَبٌّ۔ مالک]۔

(وَصّٰی) وَصّٰی، یُوَصِّیْ، تَوْصِیَةٌ (باب تفعیل) عہد لینا، حکم دینا۔

(تَمُوْتُنَّ) مَاتَ، یَمُوْتُ، مَوْتٌ (ن) مرنا۔

(اَسْلِمْ، اَسْلَمْتُ، مُسْلِمُوْنَ) اَسْلَمَ، یُسْلِمُ، اِسْلَامٌ (باب افعال) اسلام قبول کرنا۔ مطیع ہونا، سپرد کرنا۔

تفسیر

اہل کتاب اور مشرکین اپنے آپ کو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کی طرف منسوب کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کرکے بتایا کہ وہ تو خالص اللہ تعالیٰ کے ماننے والے تھے۔ وہ تو مسلم تھے اور مسلم رہنے کی دعائیں کرتے تھے بلکہ اپنی اولاد میں بھی امت مسلمہ کے پیدا ہونے کی دعائیں کرتے تھے۔ کیونکہ ان کی دعاء میں اسمٰعیل علیہ السلام بھی شریک تھے لہذا امت مسلمہ اولادِ اسمٰعیل علیہ السلام میں پیدا ہونی چاہیئے اور جس نبی کی بعثت کے لئے انہوں نے دعاء کی تھی وہ بھی اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں ہونا چاہیئے۔ لہذا اب جبکہ اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں وہ رسول مبعوث ہو گیا اور امت مسلمہ وجود میں آگئی تو ظاہر ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے دین پر وہ رسول اور اس کی امت ہوگی۔ اہل کتاب اور مشرکین کو چاہیئے کہ ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کی دعاؤں اور ان کی دعاؤں کے نتیجہ پر غور کریں تو صاف معلوم ہوگا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ رسول ہیں جن کے لئے ان دونوں نبیوں نے دعاء کی تھی۔ لہذا اہل کتاب اور مشرکین کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاکر ثابت کرنا چاہیئے کہ وہ واقعی دین ابراہیمی کے دعوے میں سچے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے، نہ عیسائی تھے اور نہ مشرک۔ وہ تو بس مسلم تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○

(آل عمران - ۶۷)

ابراہیم نہ تو یہودی تھے اور نہ عیسائی وہ تو بس ایک اللہ تعالیٰ کے ماننے والے مسلم تھے اور وہ (یقیناً) مشرکین میں سے بھی نہیں تھے۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کی دعاء کا مصداق سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی نہیں ہو سکتا اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین ہی درحقیقت دینِ ابراہیمی ہے تو پھر اس دین سے روگردانی وہی شخص کر سکتا ہے جو انتہائی نادان ہو۔ ابراہیم علیہ السلام دنیا میں اللہ تعالیٰ کے منتخب بندے تھے اور آخرت میں نیک لوگوں میں شامل ہوں گے۔ ان کی تو یہ حالت تھی کہ جب ان سے اسلام لانے کے لئے کہا گیا تو انہوں نے فوراً اسلام قبول کر لیا لیکن ان اہل کتاب اور مشرکین کو کیا ہو گیا ہے کہ جب ان سے اسلام لانے کے لئے کہا جاتا ہے تو طرح طرح کے بہانے کرتے ہیں لیکن بایںہمہ دعویٰ یہی ہے کہ ہم دینِ ابراہیمی کے ماننے والے ہیں۔

اہل کتاب سب ابراہیم علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے، اسی طرح مشرکین مکہ سب ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر ان ہی دو نبیوں کی وصیت کا ذکر کیا تاکہ اہل کتاب اور مشرکین کو معلوم ہو جائے کہ ان کے آباء و اجداد تو نہ صرف مسلم تھے بلکہ مسلم بننے کی وصیّت بھی کرتے تھے۔ لیکن افسوس کہ یہ لوگ ان کو اپنے آباؤ اجداد ماننے کے باوجود ان کے دین پر نہیں تھے۔ ابراہیم علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام نے خود ہی اسلام پر عمل نہیں کیا بلکہ اپنی اولاد کو بھی وصیت کر گئے تھے کہ تمہارے لئے اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام کو پسند کر لیا ہے لہٰذا تم اسی دین کے پابند رہنا اور تمہیں موت نہ آئے مگر اس حالت میں کہ تم مسلم ہو اور اسلام پر عمل پیرا ہو۔ لیکن افسوس ان لوگوں نے وصیت کی پرواہ نہیں کی اور اس کو پس پشت ڈال دیا۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ابراہیم علیہ السلام، اسمٰعیل علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کا ذکر کر کے اہل کتاب اور مشرکین کو اچھی طرح جھنجھوڑا اور ان کو بھرپور طریقہ سے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ جو نیک بخت تھے وہ ایمان لے آئے اور جو بدبخت تھے وہ کفر پر اڑے رہے اور مختلف حیلوں سے دینِ ابراہیمی سے اعراض کرتے رہے۔

ابراہیم علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام نے جو وصیت اپنے بیٹوں کو کی تھی اللہ تعالیٰ نے وہی وصیت اس امتِ مسلمہ کو بھی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○

(آل عمران - ۱۰۲)

اے ایمان والو، اللہ سے اس طرح ڈرو جس طرح ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں ہرگز موت نہ آئے مگر اس حالت میں کہ تم مسلم ہو۔

عمل

اے لوگو! اسلام کی دعوت کو فوراً قبول کیجئے۔ کسی حیلے سے اسلام کی دعوت کو مسترد نہ کیجئے۔ اسلام فرقہ ورانہ مذاہب میں نہیں ہے بلکہ قرآن وحدیث کے اندر ہے لہذا اپنے فرقہ ورانہ مذاہب کو چھوڑ کر اسلام قبول کیجئے، قرآن وحدیث پر عمل کیجئے۔ اسلام پر عمل کرتے رہئے تاکہ جس وقت بھی آپ کو موت آئے آپ مسلم ہوں۔

أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ
الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ
مِنْ بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلٰهَكَ وَإِلٰهَ
اٰبَآئِكَ إِبْرٰهٖمَ وَإِسْمٰعِيلَ وَ
إِسْحٰقَ إِلٰهًا وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَهٗ
مُسْلِمُونَ ۝۱۳۳ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ
لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَ
لَا تُسْـَٔلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝۱۳۴

ترجمہ: اور (اے بنی اسرائیل) جب یعقوب کو موت آئی تو کیا تم اس وقت (ان کے پاس) موجود تھے جبکہ انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا (بتاؤ) میرے بعد تم کس کی عبادت کروگے۔ بیٹوں نے کہا ہم آپ کے اِلٰہ اور آپ کے آباء و اجداد ابراہیمؑ، اسمٰعیلؑ، اور اسحاقؑ کے

اللہ کی عبادت کریں گے (یعنی ہم) ایک (اکیلے) اللہ کی عبادت کریں گے اور ہم اسی کے مسلم ہیں (۱)
(اور اے اہل کتاب سنو) یہ ایک جماعت تھی جو گذر گئی، ان کے لئے ان کے اعمال ہیں اور تمہارے
لئے تمہارے اعمال، ان کے اعمال کے متعلق تم سے باز پرس نہیں ہوگی (۱۳۴)

معانی ومصادر (شُهَدَاءَ) شَهِدَ، يَشْهَدُ، شُهُوْدٌ (س) حاضر ہونا (شہداء = حاضرین، شہید کی جمع)

حَضَرَ، يَحْضُرُ، حُضُوْرٌ وحَضَارَةٌ (ن) حاضر ہونا۔
(خَلَتْ) خَلَا، يَخْلُوْ، خُلُوٌّ وخَلَاءٌ (ن) گذر جانا، خالی ہو جانا، تنہا رہ جانا۔
(كَسَبَتْ) كَسَبَ، يَكْسِبُ، كَسْبٌ وكِسْبٌ (ض) کمانا۔
(تُسْئَلُوْنَ) سَأَلَ، يَسْأَلُ، سُؤَالٌ وسَأَلَةٌ ومَسْأَلَةٌ (ف) سوال کرنا، مانگنا۔

تفسیر حضرت یعقوب علیہ السلام جن کو اسرائیل بھی کہتے ہیں بنی اسرائیل کے جد اعلیٰ ہیں۔ تمام بنی اسرائیل انہی کی اولاد ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی وصیت اوپر گذر چکی ہے انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا۔

فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ (البقرۃ - ۱۳۲)
تمہیں ہرگز موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔

اس وصیت کا ذکر کر کے اللہ تعالےٰ نے بنی اسرائیل کو ملامت کی کہ جب تمہارے جد اعلیٰ مسلم بننے کی وصیت کر گئے ہیں تو پھر تم کو کیا ہو گیا کہ تم مسلم نہیں بنتے۔ آیات زیر تفسیر میں اللہ تعالےٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے جد اعلیٰ حضرت یعقوب علیہ السلام کی وفات کا وقت یاد دلایا اور فرمایا کہ نہ صرف یہ کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو مسلم رہنے کی وصیت کی تھی بلکہ ان کے تمام بیٹے اسی چیز کے قائل تھے۔ انہوں نے اپنے مسلم ہونے کا اعلان کیا تھا۔ وہ ایک واحد اللہ کے پرستار تھے۔

الغرض اللہ تعالےٰ نے ان تمام بزرگوں کا ذکر کر کے بنی اسرائیل کو ملامت کرتے ہوئے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل تمہارے آباء واجداد تو سب مسلم تھے۔ سب ایک اللہ کے پرستار تھے تو پھر تم کیوں مسلم نہیں بنتے کیوں اللہ اکیلے کے علاوہ دوسروں کی عبادت کرتے ہو؟ اور اے بنی اسرائیل سن لو کہ تمہارے آباء و اجداد خواہ کتنے ہی بزرگ سہی وہ تمہارے کام نہ آسکیں گے۔ ان کی نیکیاں ان کے لئے باعث اجر و ثواب ہیں۔ تمہیں ان کی نیکیوں سے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ تمہارے اجر و ثواب کا دارومدار تمہارے عملوں پر ہے۔ ہم تم سے تمہارے اعمال کے متعلق باز پرس کریں گے، ان کے اعمال کے متعلق باز پرس نہیں کریں گے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَتُسْئَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ (النحل - ۹۳)
تم سے تمہارے اعمال کے متعلق ضرور سوال ہوگا۔

ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّاۤ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ○ (سبا - ۲۵)

(اے رسول) کہہ دیجئے ہمارے گناہوں کی تم سے بازپرس نہیں ہوگی اور نہ تمہارے اعمال کے متعلق ہم سے پوچھا جائے گا۔

عمل

اے لوگو! عمل کیجئے۔ بزرگوں کے اچھے اعمال سے آپ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا، آپ کے عمل ہی آپ کے کام آئیں گے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا۔ (الکہف - ۱۱۰)

جو شخص اللہ سے ملاقات کی امید رکھتا ہے اُسے چاہیئے کہ اچھے عمل کرے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ (التحریم - ۷)

(قیامت کے روز اللہ تعالےٰ کافروں سے کہے گا) اے کافرو! آج تم اپنے عذر پیش نہ کرو، تمہیں تمہارے عملوں ہی کا بدلہ دیا جائیگا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ○ (الروم - ۴۴)

جس نے کفر کیا تو اس کے کفر کا وبال اسی پر ہوگا اور جنہوں نے اچھے عمل کئے تو وہ (آخرت میں) اپنے آرام و آسائش کا اہتمام کر رہے ہیں۔

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا
قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا وَمَا
كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۱۳۵ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا
بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ
اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ
وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ
مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ
مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ
وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝۱۳۶ فَاِنْ اٰمَنُوْا

بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا
وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِیْ شِقَاقٍ
فَسَیَكْفِیْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِیْعُ
الْعَلِیْمُ ۱۳۷

ترجمہ

اور (اے رسول) اہل کتاب کہتے ہیں یہودی ہو جاؤ یا عیسائی ہو جاؤ تو تمہیں ہدایت مل جائے گی۔ آپ کہہ دیجئے کہ نہیں (ایسا نہیں ہو سکتا) ہم تو ایک اللہ کے پرستار ابراہیمؑ کے دین پر قائم ہیں (وہ نہ یہودی تھے اور نہ عیسائی) اور وہ مشرکین میں سے بھی نہیں تھے ۱۳۵ اور (اے ایمان والو ان لوگوں سے) کہہ دو کہ ہم اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں جو ہم پر نازل ہوئی ہے اور ان کتابوں پر بھی ایمان لاتے ہیں جو ابراہیم اسمٰعیل، اسحٰق، یعقوب اور اولادِ یعقوب پر نازل ہوئی تھیں اور ہم ان کتابوں پر بھی ایمان لاتے ہیں جو موسٰی اور عیسٰی کو دی گئیں تھیں اور (نہ صرف ان کتابوں پر بلکہ ہم تو ان کتابوں پر بھی ایمان لاتے ہیں) جو تمام انبیاء کو ان کے رب کی طرف سے دی گئی تھیں۔ ہم ان نبیوں میں کسی قسم کی تفریق نہیں کرتے (کہ کسی کو مانیں اور کسی کو نہیں۔ ہم تو سب کو مانتے ہیں) اور ہم سب اللہ (اکیلے) کے مسلم ہیں ۱۳۶ پھر (اے ایمان والو) اگر یہ لوگ اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح تم ایمان لائے ہو (یعنی بلا تفریق تمام انبیاء اور ان کی کتابوں پر ایمان لے آئیں) تو پھر یہ ہدایت یاب ہو سکتے ہیں (ابھی تو یہ خود ہی ہدایت پر نہیں ہیں تمہیں کیا ہدایت پر لا سکتے ہیں) اور (اے ایمان والو) اگر یہ منہ موڑیں (اور جسطرح تم ایمان لائے ہو اسی طرح ایمان نہ لائیں) تو بس یہ تمہاری مخالفت پر کمر بستہ ہیں (لیکن یہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے) ان کے مقابلہ میں اللہ (اکیلا) تمہارے لئے کافی ہے اور وہ سننے والا ہے، جاننے والا ہے (وہ ان کی تمام مخالفانہ باتیں سن رہا ہے اور اسے ان کی تمام سازشوں کا علم ہے) ۱۳۷

معانی و مصادر (اِهْتَدَوْا) اِهْتَدٰی، یَهْتَدِیْ، اِهْتِدَاءٌ (باب افتعال) ہدایت پانا، ہدایت دینا۔

(تَوَلَّوْا) تَوَلّٰی، یَتَوَلّٰی، تَوَلِّیْ (باب تفعّل) اعراض کرنا، پھرنا، دوست بنانا، متولّی ہونا۔

(شِقَاق) شَاقَّ، یُشَاقُّ، مُشَاقَّۃٌ و شِقَاقٌ (باب مفاعلہ) مخالفت کرنا، دشمن ہونا۔

(یَکْفِیْ) کَفٰی، یَکْفِیْ، کِفَایَۃٌ (ض) کفایت کرنا۔

تفسیر اہل کتاب اور اہل مکہ کو یہ دعویٰ تھا کہ وہ دین ابراہیم پر ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اوپر کی آیات میں ان کے اس دعویٰ کی تردید کردی۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد سب مسلم تھے۔ ان میں سے نہ کوئی یہودی تھا، نہ عیسائی اور نہ مشرک، لیکن اس کے باوجود اہل کتاب کی ہٹ دھرمی کی حد انتہا ہو گئی تھی کہ وہ یہی کہے جارہے تھے کہ ہم حق پر ہیں۔ یہودی کہتے تھے کہ یہودی ہوجاؤ تو تمہیں ہدایت مل جائے گی۔ عیسائی کہتے تھے کہ عیسائی ہوجاؤ تو تم ہدایت یاب ہوجاؤ گے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ ان سے کہہ دیجئے کہ ہم تو ملت ابراہیمی کی پیروی کرنے والے ہیں جس ملت کی پیروی کا تم بھی دعویٰ کرتے ہو۔ ابراہیم علیہ السلام تو حنیف تھے، موحد تھے، یکسو تھے۔ اُن کا ایک ہی رُخ تھا۔ وہ ایک اللہ ہی سے اپنی امیدیں وابستہ رکھتے تھے۔ وہی ان کا ملجا و ماویٰ، وہی ان کا سہارا تھا۔ وہ کسی دوسرے کی طرف رخ نہیں کرتے تھے۔ ان کی عبادتیں، قربانیاں، دعائیں، التجائیں سب اُسی ایک الٰہ کے لئے تھیں، وہ مشرک نہیں تھے کہ ان کی نگاہ مشکل کشائی، حاجت روائی یا اطاعت کے لئے دوسری طرف اٹھ جائے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

مَا کَانَ اِبْرٰهِیْمُ یَهُوْدِیًّا وَّلَا نَصْرَانِیًّا وَّلٰکِنْ کَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ○

(اٰل عمران - ۶۷)

ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ عیسائی وہ تو بس ایک اللہ کے پرستار مسلم تھے اور وہ مشرکین میں سے بھی نہیں تھے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ○

(اٰل عمران - ۹۵)

(اے رسول) کہہ دیجئے کہ اللہ نے سچ فرمایا ہے لہٰذا (اس کی بات مانو اور) ابراہیم کے دین کی پیروی کرو جو ایک اللہ کے ماننے والے تھے (ہدایت کا راستہ تو بس یہ ہے) ابراہیم مشرک نہیں تھے (کہ وہ دوسروں کے آستانوں پر جبہ سائی کرتے، دوسروں کا سہارا ڈھونڈتے، دوسروں کے احکام پر چلتے یا خود ساختہ شریعت بناتے)

پھر اللہ تعالیٰ نے مؤمنین سے فرمایا کہ اے ایمان والو۔ تم کہہ دو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس شریعت پر ایمان لائے جو ہم پر نازل کی گئی ہے اور ان تمام شریعتوں پر ایمان لائے جو (گذشتہ) تمام نبیوں پر اتاری گئی تھیں۔ ہم تمام نبیوں پر یکساں طور پر ایمان لاتے ہیں۔ کسی میں کوئی تفریق نہیں کرتے اور ہم اللہ اکیلے کے مسلم ہیں، اسی کے تابع ہیں، اسی کے مطیع و منقاد ہیں، اس کی شریعت کی پیروی کرتے ہیں۔ ہم ہر شریعت کو خواہ وہ کسی نبی کے ذریعہ آئی ہو حق سمجھتے ہیں اور اب اللہ تعالیٰ کی آخری شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہو گئی ہے تو ہم اس کی پیروی کر رہے ہیں۔ اے اہل کتاب تم کو بھی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے مسلم بن جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ آخری شریعت پر عمل کرو۔ یہ نہ دیکھو کہ لانے والا ہمارے خاندان اور قبیلہ کا فرد کیوں نہیں، تم تو یہ دیکھو کہ لانے والا اللہ تعالیٰ کا رسول ہے یا نہیں۔ رسول کا انتخاب تو وہ کرتا ہے، نہ کہ تم۔ اس نے جب کسی کو رسول منتخب کر لیا تو مسلم ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ اس رسول کی لائی ہوئی شریعت پر عمل کرو۔ آؤ تم بھی مسلم بن جاؤ اور اسی طرح ایمان لے آؤ جس طرح ہم ایمان لائے ہیں۔

اس چیز کا اللہ تعالیٰ نے بار بار اعادہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی وَالنَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝ (اٰل عمران - ۸۴)

(اے رسول) کہہ دیجئے کہ ہم اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں جو ہم پر نازل کی گئی اور ان کتابوں پر بھی ایمان لاتے ہیں جو ابراہیم، اسمٰعیل، اسحٰق، یعقوب اور اولاد یعقوب پر نازل کی گئیں اور ان کتابوں پر بھی ایمان لاتے ہیں جو موسٰی عیسٰی اور (باقی) تمام نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دی گئیں، ہم ان نبیوں میں کوئی تفریق نہیں کرتے اور ہم اللہ (اکیلے) کے مسلم ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَاُنْزِلَ اِلَیْکُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُکُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝ (العنکبوت - ۴۶)

اور (اے ایمان والو) کہہ دو کہ ہم اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں جو ہم پر نازل ہوئی اور اس کتاب پر بھی ایمان لاتے ہیں جو تمہاری طرف نازل ہوئی۔ ہمارا اور تمہارا الٰہ ایک ہے اور ہم اسی (ایک الٰہ) کے مسلم ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ إِلَّآ أَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَآ أُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ وَأَنَّ أَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ○
(المآئدۃ - ۵۹)

(اے رسول) کہہ دیجئے "اے اہل کتاب. کیا تم ہم میں یہی برائی دیکھتے ہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے، اس کتاب پر ایمان لائے جو ہم پر نازل ہوئی اور ان کتابوں پر بھی ایمان لائے جو پہلے نازل ہو چکی ہیں اور (تم جو اس قسم کے ایمان کو بُرا سمجھتے ہو تو بات درحقیقت یہ ہے کہ) تم میں اکثر لوگ فاسق ہیں (احکام الٰہی سے سرتابی کرنے کے عادی ہو گئے ہیں)۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ:۔

كَانَ أَهْلُ الْكِتَابِ يَقْرَءُوْنَ التَّوْرٰىةَ بِالْعِبْرَانِيَّةِ وَيُفَسِّرُوْنَهَا بِالْعَرَبِيَّةِ لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُصَدِّقُوْا أَهْلَ الْكِتَابِ وَلَا تُكَذِّبُوْهُمْ وَقُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ الْآيَۃ
(صحیح بخاری کتاب التفسیر جزء ۶ ص ۲۵ وکتاب الاعتصام جزء ۹ ص ۱۳۶ وکتاب التوحید جزء ۹ ص ۱۹۳)

اہل کتاب توریت کو عبرانی زبان میں پڑھا کرتے تھے اور اہل اسلام کے لئے عربی میں ترجمہ کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو اور نہ تکذیب کرو اور یہ کہا کرو آمنا باللہ (آخر تک) پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ ایمان والو، اگر یہ لوگ تمہاری طرح ایمان لے آئیں یعنی بلا تفریق ہر نبی کو تسلیم کریں اور ہر نبی کی لائی ہوئی شریعت پر ایمان لے آئیں تو پھر یہ ہدایت پا سکتے ہیں۔ کسی نبی کو ماننا اور کسی کو نہ ماننا یہ ایمان نہیں بلکہ گمراہی اور کفر ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ أَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّيُرِيْدُوْنَ أَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ○ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا وَأَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ○ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں، اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق پیدا کرتے ہیں (یعنی بعض رسولوں کا انکار کر کے ان کا تعلق اللہ سے توڑ دیتے ہیں حالانکہ رسالت کی وجہ سے ان کا اللہ سے بہت قریبی تعلق ہوتا ہے) اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں اور

رُسُلِهٖ وَلَمْ یُفَرِّقُوْا بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ یُؤْتِیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝

(النساء - ۱۵۰ تا ۱۵۲)

(کفر اور ایمان کے) درمیان ایک اور راہ نکالنا چاہتے ہیں تو ایسے ہی لوگ حقیقی کافر ہیں اور کافروں کے لئے ہم نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں سے کسی ایک کے معاملہ میں تفریق نہیں کرتے تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ ان کا اجر عطا فرمائے گا اور وہ بڑا بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

آگے اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَاِنْ تَوَلَّوْا) اس حجت کے بعد بھی اگر وہ منہ موڑتے ہیں اور تمہاری طرح ایمان نہیں لاتے تو سمجھ لو کہ (فَاِنَّمَا هُمْ فِیْ شِقَاقٍ) بس ان کو تم سے ایک قسم کی مخالفت ہے، انہیں حسد ہے، یہ بغض و عداوت کی آگ میں جھلس رہے ہیں، تو اے رسول اگر یہ آپ کے نقصان کے درپے ہیں تو گھبرانے کی ضرورت نہیں (فَسَیَكْفِیْكَهُمُ اللّٰهُ) اللہ تعالےٰ ان کے مقابلہ میں آپ کے لئے کافی ہے۔ وہ ان کی باتیں سنتا رہتا ہے کیونکہ وہ سمیع ہے، اسے ان کی تمام سازشوں کا علم ہے کیونکہ وہ علیم ہے، ان کی کوئی بات، کوئی سازش اللہ تعالےٰ سے مخفی نہیں رہ سکتی لہذا اللہ تعالےٰ ان کی تمام تدابیر کو ناکام بنا دیگا اور آپ کو فتح و نصرت عطاء فرمائے گا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا۔

(المؤمن - ۵۱)

دنیا کی زندگی میں ہم اپنے رسولوں کی مدد کرتے ہیں اور ان لوگوں کی بھی مدد کرتے ہیں جو ایمان لے آتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنْ یَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ (آل عمران - ۱۶۰)

اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو پھر تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔

عمل

اے لوگو! مسلم بنیئے۔ تمام نبیوں پر بلا تفریق ایمان لائیے، اور اسی طرح ایمان لائیے جس طرح صحابہ کرام ایمان لائے تھے۔ کافروں سے نہ ڈریئے، اللہ تعالےٰ پر بھروسہ رکھیئے

آپ اس کے ہو جائیں گے تو وہ آپ کا ہو جائے گا، پھر کوئی آپ کا بال بیکا نہیں کر سکے گا۔
اے لوگو! آپ نے اللہ تعالیٰ کو، اس کے رسول کو اور اس کی شریعت کو چھوڑ دیا، اسی لئے ذلیل و خوار ہو گئے۔ ہوش میں آئیے اور پھر اسی طرح اللہ تعالیٰ کو، اس کے رسول کو اور اس کی شریعت کو پکڑ لیجئے جس طرح صحابہؓ کرام نے پکڑا تھا، پھر دیکھئے جس طرح فتح و نصرت ان کے قدم چومتی تھی آپ کے بھی چومے گی۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ
صِبْغَةً وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۸﴾
قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِی اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا
وَرَبُّكُمْ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ
وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ اَمْ تَقُوْلُوْنَ
اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ
وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا
اَوْ نَصٰرٰی قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ
وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً

عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ
عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۰﴾ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ
خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ
وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۱﴾

ترجمہ (اور اے ایمان والو! ان سے کہہ دو کہ ہم پر تو) اللہ کا رنگ (چڑھا ہوا ہے) اور اللہ سے بہتر کس کا رنگ ہو سکتا ہے اور ہم تو بس اسی کی عبادت کرتے ہیں ﴿۱۳۸﴾ (اور اے رسول ان سے) پوچھیئے کیا تم اللہ (کے معاملہ) میں ہم سے جھگڑ رہے ہو حالانکہ وہ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی اور (اگر تم اس کے معاملہ میں شرک سے باز نہیں آئے تو سن لو) ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں اور ہم تو (بہر حال) خالص طور پر اسی (واحد اللہ) کی عبادت کرنے والے ہیں ﴿۱۳۹﴾ اور کیا تم دعویٰ کرتے ہو کہ ابراہیم، اسمٰعیل، اسحاق، یعقوب، اور (ان کی) اولاد یہودی یا عیسائی تھے؟ (ہرگز نہیں، وہ تو سب مسلم تھے) اور (اے رسول) آپ ان سے پوچھیئے کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ (اللہ تو فرماتا ہے کہ وہ مسلم تھے اور جانتے تو تم بھی ہو کہ وہ مسلم تھے لیکن تم حق کو چھپاتے ہو) اور اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ کی شہادت کو جو اس کے پاس موجود ہے چھپاتا ہے (کیا اس کو نہیں معلوم کہ اللہ سے کوئی چیز مخفی نہیں رہ سکتی) اور اے اہل کتاب جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے غافل نہیں ہے ﴿۱۴۰﴾ (ان انبیاء کی) یہ جماعت تھی جو گذر گئی، جو عمل انہوں نے کئے وہ ان کے لئے ہیں اور جو عمل تم کر رہے ہو وہ تمہارے لئے ہیں اور تم سے ان کے اعمال کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا ﴿۱۴۱﴾

معانی و مصادر

(صِبْغَةَ) صَبَغَ، يَصْبُغُ، صَبْغٌ وصِبْغٌ (ن، ف، ض) رنگنا۔ [صِبْغَةٌ ۔ رنگ، سالن، قسم، ملت، دین]۔

(اَحْسَنُ) حَسُنَ، يَحْسُنُ، حُسْنٌ (ك،ن) اچھا ہونا، حسین ہونا۔ [اَحْسَنُ ۔ حَسَنٌ سے اسم تفضیل]۔

(تُحَاجُّوْنَ) حَاجَّ، يُحَاجُّ، مُحَاجَّةٌ (باب مفاعلہ) جھگڑنا۔

(مُخْلِصُوْنَ) اَخْلَصَ، يُخْلِصُ، اِخْلَاصٌ (باب افعال) اخلاص کرنا۔

(خَلَتْ) خَلَا، يَخْلُوْ، خُلُوٌّ و خَلَاءٌ (ن) گذر جانا، خالی ہو جانا، تنہا رہ جانا۔

(كَتَمَ) كَتَمَ، يَكْتُمُ، كَتْمٌ و كِتْمَانٌ (ن) چھپانا۔

تفسیر گذشتہ آیات میں اللہ تعالےٰ نے بتایا کہ ابراہیم علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام اور ان کی اولاد سب اللہ تعالےٰ کے مسلم تھے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مؤمنین کو حکم دیا کہ وہ بھی اعلان کر دیں کہ وہ اللہ تعالےٰ کے مسلم ہیں۔ اسی کے ہو گئے ہیں، اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں، اپنے آپ کو اسی کے حوالے کر دیا ہے، اسی کے تابع ہیں، اسی کے احکام پر چلتے ہیں، اسی کے دین کو مانتے ہیں گویا اس کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔ کوئی دوسرا رنگ ان پر نہیں چڑھ سکتا۔ توحید کا رنگ اتنا گہرا اور پختہ ہوتا ہے کہ اس پر دوسرا رنگ نہیں چڑھایا جا سکتا۔ خالص توحید کا رنگ اللہ تعالےٰ کا رنگ ہے اور اللہ تعالےٰ کے رنگ سے بہتر کونسا رنگ ہو سکتا ہے اور جس پر اللہ تعالےٰ کا رنگ چڑھ جائے پھر وہ کسی اور کی عبادت کرے، کسی اور کا دین مانے، کسی اور کے احکام مانے یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آگے فرمایا " وَنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ " کہہ دو کہ ہم اسی واحد و یکتا کے پرستار ہیں اور یہ حقیقت بھی ہے کہ جو اس کا مسلم بن گیا پھر وہ کسی اور کا پرستار کیسے ہو سکتا ہے، وہ کسی اور کے قانون پر کیسے چل سکتا ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی شخص مسلم بن کر، اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ کے حوالے کر کے پھر کسی اور کے مذہب اور قانون پر عمل کرے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۔ دین خالص اللہ کے لئے ہے۔

(الزمر۔۳)

گویا اللہ تعالےٰ نے اہل کتاب کو صاف جواب دے دیا کہ یہودی یا عیسائی بننے سے ہدایت نہیں مل سکتی۔ ہدایت تو اللہ تعالےٰ کی طرف سے نازل ہوتی ہے اور وہ ان کو ملتی ہے جو اس کے رنگ میں رنگ جاتے ہیں، اس کے دین کو اختیار کرتے ہیں اور تمام ادیان باطلہ سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ اہل کتاب کے پاس نہ خالص توحید ہے، نہ خالص دین ہے۔ انہوں نے اللہ تعالےٰ کی ذات میں بھی شریک کیا اور اللہ تعالےٰ کے دین میں بھی شرک کیا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○

(التوبۃ - ۳۱)

یہود و نصاریٰ نے اپنے علماء اور اپنے مشائخ و پیرانِ طریقت کو اللہ کے علاوہ اپنا رب بنا رکھا ہے اور مسیح ابن مریم کو بھی رب بنا لیا ہے حالانکہ ان کو تو یہ حکم دیا گیا تھا کہ واحد و یکتا الہٰ کی عبادت کریں، اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، جو شرک یہ کر رہے ہیں اللہ اس سے پاک ہے۔

یہود و نصاریٰ نے اللہ تعالےٰ کی توحید کو بگاڑ دیا تھا۔ اللہ تعالےٰ کے دین میں اپنے علماء اور پیروں کے فتوے شامل کر دئے تھے اور اسی میں مگن تھے اور مسلمین سے بحث مباحثہ کرتے رہتے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا (قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِى اللّٰهِ) اے رسول، ان سے پوچھئے، کیا تم اللہ کی توحید اور اس کے دین کے معاملہ میں ہم سے جھگڑتے ہو، (هُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ) وہ تو ہمارا ہی رب نہیں، تمہارا بھی رب ہے۔ ہم اس کی توحید کو تسلیم کرتے ہیں، تم بھی تسلیم کر د۔ ہم صرف اسی کے دین کو تسلیم کرتے ہیں، تم بھی اسی کے دین کو تسلیم کر د اور اگر تم ہماری بات نہیں مانتے تو پھر سمجھ لو کہ ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں، ہمیں ہمارے اعمال کا بدلہ ملے گا اور تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں، تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ ملے گا۔ تمہارے مشرکانہ افعال سے ہمارا کوئی نقصان نہیں ہو سکتا" نَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ" ہم تو خالص اللہ تعالےٰ کے ماننے والے ہیں۔ ہم خالص طور پر اس کے دین پر چلتے ہیں۔

ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔،

وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ○

(الشوریٰ - ۱۵)

(اے رسول) کہہ دیجئے کہ میں اس کتاب پر ایمان لایا جو اللہ نے نازل فرمائی ہے اور مجھے حکم ملا ہے کہ میں تم لوگوں میں انصاف کروں اللہ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں۔ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی بحث و مباحثہ نہیں (دنیا میں ہمارے اور تمہارے اختلاف کا فیصلہ مشکل ہے۔ اس کا فیصلہ روز محشر ہی ہوگا، اس دن) اللہ ہم سب کو جمع کرے گا اور اس کی طرف (ہم سب کو) لوٹ کر جانا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے اہل کتاب تم کہتے ہو کہ ابراہیم علیہ السلام، اسمٰعیل علیہ السلام وغیرہ سب یہودی یا عیسائی تھے حالانکہ یہ تمہاری غلط بیانی ہے، تم جان بوجھ کر جھوٹ بولتے ہو، تمہاری کتابوں میں اس بات کی شہادت موجود ہے کہ وہ سب مسلم تھے لیکن تم حق کو چھپا رہے ہو۔ حق کو چھپانے والے سے زیادہ کون ظالم ہو سکتا ہے۔ تمہارے اس گناہِ عظیم کی سزا تم کو مل کر رہے گی۔ تم یہ نہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے اس گناہ کی خبر نہیں، اُسے ہر بات کی خبر ہے۔ وہ تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے۔ انبیاء علیہم السلام سے محض نسبت سود مند نہیں ہو گی۔ ان جیسے اعمال تمہیں کرنے چاہئیں۔ ورنہ یاد رکھو ان کے اعمال کا بدلہ انہیں کو ملے گا۔ تم ان کے اعمال سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ تمہیں تو تمہارے اعمال کا بدلہ ملے گا۔ ان بزرگوں کے اعمال کے متعلق تم سے باز پرس نہیں ہو گی۔ تم سے تو تمہارے اعمال کے متعلق باز پرس ہو گی۔

نوٹ:۔ زیر تفسیر آیات میں سے آخری آیت اسی سورت میں پہلے گذر چکی ہے (ملاحظہ ہو آیت نمبر ۱۳۴ اور اس کی تفسیر بر صفحہ ۴۴۱)۔

عمل

اے لوگو! اللہ کا رنگ چڑھائیے، آپ کی تمام حرکات و سکنات سے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے ہیں، آپ کے تمام اعمال سے اطاعت الٰہی اور توحیدِ کامل کا مظاہرہ ہونا چاہئے۔

اے لوگو! شریعت الٰہیہ کا ایک حسین مرقع بن جائیے، اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں، اللہ تعالیٰ کی توحید کے معاملہ میں اور اللہ تعالیٰ کے دین کے معاملہ میں فضول بحث و مباحثہ نہ کیجئے، جو کچھ اللہ تعالیٰ نے قرآن و حدیث کی صورت میں آپ کو دیا ہے اُسے بے کم و کاست بغیر پس و پیش کے تسلیم کیجئے۔ جو عمل بھی آپ کریں اس میں نیت یہ ہونی چاہئے کہ آپ اس عمل کو خالص اللہ تعالیٰ کی رضاء کے لئے کر رہے ہیں۔ یہ یاد رکھیئے کہ انبیاء علیہم السلام فرقہ ورانہ ناموں سے منسوب نہیں تھے۔ یہ نام بعد والوں کی ایجاد ہیں، ان سے پرہیز کیجئے۔

اے لوگو! آباء و اجداد کے اعمال پر فخر نہ کیجئے، ان کے اعمال ان کے کام آئیں گے، تمہارے کام نہیں آسکتے، آپ کو خود عمل کرنا چاہئے۔ آپ کے اعمال ہی آپ کے کام آئیں گے۔ آپ اپنی اصلاح کیجئے، آباء و اجداد کے اعمال کی باز پرس آپ سے نہیں ہو گی، آپ سے تو آپ کے اعمال کی باز پرس ہو گی، لہٰذا اس باز پرس کا خوف دل میں جاگزیں کیجئے اور صحیح معنٰی میں اللہ تعالیٰ کے مسلم بن جائیے۔

سَيَقُولُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِىْ كَانُوْا عَلَيْهَا قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۴۲﴾

ترجمہ (اے رسول) عنقریب بے وقوف لوگ کہیں گے کہ مسلمین جس قبلہ کی طرف اب تک منہ کرتے رہے اب کس چیز نے ان کو اس قبلہ سے پھیر دیا۔ آپ کہہ دیجئے کہ مشرق و مغرب سب اللہ کا ہے (وہ جس طرف چاہے منہ کرنے کا حکم دے، کسی خاص طرف منہ کرنے کی کوئی خاص اہمیت نہیں، اہمیت تو احکام الٰہی کی تعمیل کی ہے اور احکام الٰہی کی تعمیل ہی سیدھا راستہ ہے، سیدھا راستہ ہر ایک کو نہیں ملتا) اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستہ کی ہدایت دیتا ہے ﴿۱۴۲﴾

معانی و مصادر (سُفَهَآءُ) سَفِهَ، يَسْفَهُ، سَفَهٌ (س) بے وقوف ہونا۔ [سُفَهَآءُ۔ سَفِيْهٌ کی جمع = بے وقوف]۔

(وَلّٰى) وَلّٰى، يُوَلِّىْ، تَوْلِيَةٌ (باب تفعیل) موڑ دینا، والی بنانا، پیٹھ موڑنا۔

(قِبْلَةَ) قَبِلَ، يَقْبَلُ، قَبُوْلٌ (ن) منہ کرنا [قِبْلَةٌ = جہت جس طرف منہ کیا جائے]

(كَانُوْا) كَانَ، يَكُوْنُ، كَوْنٌ وكِيَانٌ وكَيْنُوْنَةٌ (ن) ہونا۔

(يَهْدِىْ) هَدٰى، يَهْدِىْ، هِدَايَةٌ وهُدًى وهَدْىٌ وهِدْيَةٌ (ض) راستہ

بتانا، راستہ پر چلا کر منزل مقصود پر پہنچانا۔

(یشاءُ) شاءَ، یشاءُ، شیءٌ ومشیئۃٌ ومساءۃٌ ومسایئۃٌ (ف) چاہنا۔

تحویل قبلہ اور متعلقہ آیات کا شان نزول

حضرت براء رض فرماتے ہیں:۔

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اَوَّلَ مَا قَدِمَ الْمَدِیْنَۃَ نَزَلَ عَلٰی اَجْدَادِہٖ اَوْقَالَ اَخْوَالِہٖ مِنَ الْاَنْصَارِ وَاَنَّہٗ صَلّٰی قِبَلَ بَیْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّۃَ عَشَرَ شَھْرًا اَوْ سَبْعَۃَ عَشَرَ شَھْرًا وَکَانَ یُعْجِبُہٗ اَنْ تَکُوْنَ قِبْلَتُہٗ قِبَلَ الْبَیْتِ۔

(صحیح بخاری کتاب الایمان باب الصلوٰۃ من الایمان جزء اول ص۱۶ و کتاب التفسیر جزء ۶ ص۶۵ وصحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب تحویل القبلۃ من القدس الی الکعبۃ جزء اول ص۲۱۳ واللفظ للبخاری۔ خط کشیدہ الفاظ صرف صحیح بخاری میں ہیں)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب شروع شروع مدینہ تشریف لائے تو آپ انصار میں اپنی ننھیال میں اترے۔ پھر آپ سولہ، سترہ مہینہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے لیکن آپ کی خواہش یہ تھی کہ قبلہ کعبہ کی طرف ہو جائے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:۔

صَلَّیْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی بَیْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّۃَ عَشَرَ شَھْرًا حَتّٰی نَزَلَتِ الْاٰیَۃُ فِی الْبَقَرَۃِ وَحَیْثُمَا کُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ شَطْرَہٗ۔

(صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ جزء اول ص۲۱۲)

(حضرت براء رض کہتے ہیں) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے سولہ مہینہ تک نماز پڑھتا رہا یہاں تک کہ سورۂ بقرہ کی آیت نازل ہوئی وَحَیْثُمَا کُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ شَطْرَہٗ (جہاں کہیں تم ہو اپنے منہ مسجد حرام کی طرف کر لیا کرو)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ نَحْوَ بَیْتِ الْمَقْدِسِ فَنَزَلَتْ قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْھِکَ فِی السَّمَآءِ۔

(صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ جزء اول ص۲۱۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھا کرتے تھے۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی۔ قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْھِکَ فِی السَّمَآءِ۔

تفسیر تحویل قبلہ کے سلسلہ میں یہ آیت بطور تمہید کے ہے۔ اللہ تعالےٰ نے مؤمنین کو پہلے سے مطلع کردیا کہ تحویل قبلہ کا حکم عنقریب نازل ہونے والا ہے اور جب وہ نازل ہوگا تو بے وقوف لوگ مؤمنین پر اعتراض کریں گے کہ انہیں کیا ہوگیا کہ جس قبلہ کی طرف اب تک منہ کرتے تھے اس کو چھوڑ کر کعبہ کی طرف منہ کرنے لگے۔

حضرت براءؓ فرماتے ہیں:۔

کَانَتِ الْیَھُوْدُ قَدْ اَعْجَبَھُمْ اِذْ کَانَ یُصَلِّیْ قِبَلَ بَیْتِ الْمَقْدِسِ وَ اَھْلُ الْکِتٰبِ فَلَمَّا وَلّٰی وَجْھَہٗ قِبَلَ الْبَیْتِ اَنْکَرُوْا ذٰلِکَ (صحیح بخاری کتاب الایمان باب الصلوٰۃ من الایمان جزء اول ص۱۱)

یہودی بلکہ تمام اہل کتاب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنا بہت اچھا معلوم ہوتا تھا لیکن جب آپ نے اپنا منہ بیت اللہ (یعنی مسجد الحرام) کی طرف کرلیا تو انہیں یہ بات بہت بری معلوم ہوئی۔

حضرت براءؓ فرماتے ہیں:۔

وَقَالَ السُّفَھَآءُ مِنَ النَّاسِ وَھُمُ الْیَھُوْدُ مَا وَلّٰھُمْ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب التوجہ نحو القبلۃ جزء اول ص۱۱)

بے وقوف لوگوں نے اعتراض کیا اور یہ یہودی تھے کہ کس نے مسلمین کو ان کے قبلہ سے پھیر دیا جس قبلہ کی طرف یہ اب تک منہ کرتے تھے۔

الغرض آیت زیر تفسیر میں اللہ تعالےٰ نے مؤمنین کو پہلے سے متنبہ کردیا کہ تحویل قبلہ پر اعتراض ہوں گے، ان سے گھبرا نہ جانا بلکہ استقامت سے اللہ تعالےٰ کے احکام پر چلتے رہنا۔ دوسری بات یہ بھی سمجھائی کہ اعتراض کرنے والے بے وقوف ہوں گے۔ لہٰذا اعتراض کرنے والوں کو بے وقوف اور ان کے اعتراضات کو لایعنی سمجھنا۔ اللہ تعالےٰ کی مصلحتوں اور حکمتوں کو یہ لوگ کیا جانیں۔

پھر فرمایا کہ جب یہ لوگ اعتراض کریں تو ان سے کہہ دینا کہ مشرق و مغرب سب اللہ تعالےٰ کا ہے۔ وہ جس طرف چاہے منہ کرنے کا حکم دیدے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○

(البقرۃ - ۱۱۵)

لہٰذا تم جدھر بھی منہ کرو گے اُدھر اللہ کا چہرہ ہوگا بیشک اللہ وسعت والا اور جاننے والا ہے۔ مشرق و مغرب سب اللہ ہی کا ہے

اللہ تعالےٰ کسی خاص سمت میں محدود نہیں ہے لہٰذا کسی خاص سمت کی طرف منہ کرنا کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○

(البقرۃ - ۱۷۷)

نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق کی طرف منہ کر لو یا مغرب کی طرف بلکہ نیکی تو درحقیقت اللہ پر، آخرت پر، فرشتوں پر، کتاب پر اور نبیوں پر ایمان لانے کا نام ہے اور نیکی یہ ہے کہ مال کو محبوب رکھنے کے باوجود اقرباء، یتامیٰ، مساکین، مسافر، سائلین اور غلاموں کو آزاد کرانے میں خرچ کرے، نماز قائم کرے، زکوٰۃ ادا کرے اور نیکی یہ بھی ہے کہ عہد کرنے والے عہد کو پورا کریں (اور نیکی یہ ہے کہ ایمان والے) سختی، تنگی اور میدان جنگ میں ثابت قدم رہیں۔ ایسے ہی لوگ (اپنے ایمان میں) سچے ہیں اور یہی لوگ متقی ہیں۔

الغرض اصل نیکی تو یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ پر ایمان لائے۔ اللہ تعالےٰ کے احکام پر چلتا رہے، اگر وہ مشرق کی طرف منہ کرنے کا حکم دے تو مشرق کی طرف منہ کرے۔ اگر وہ مغرب کی طرف منہ کرنے کا حکم دے تو مغرب کی طرف منہ کرے۔ اللہ تعالےٰ کے احکام پر عمل کرے خواہ وہ کسی وقت بھی نازل ہوں اور کسی بھی نوعیت کے حامل ہوں۔ ایمان والوں کو احکامِ الٰہی کی نوعیت، کیفیت، ترمیم و تنسیخ پر کسی قسم کا اعتراض کرنا یا ان پر عمل کرنے میں پس و پیش کرنا ہرگز زیبا نہیں۔ یہ کافرانہ عمل ہے۔ احکامِ الٰہی پر بے چون و چرا عمل کرنا ہی درحقیقت صراطِ مستقیم ہے۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔ صراطِ مستقیم پر گامزن رہنا یا گمراہی سے نکل کر صراطِ مستقیم کی طرف لوٹ آنا ایک بہت بڑی سعادت ہے اور یہ سعادت ہر ایک کو میسر نہیں ہوتی جب تک اللہ تعالےٰ کی توفیق شاملِ حال نہ ہو۔ وہی اپنی توفیق سے جس کو چاہتا ہے صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کر دیتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی یہ توفیق ہر ایک کو نہیں ملتی اسی کو ملتی ہے جو اس کے لئے جذبۂ صادق سے کوشش کرتا رہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔
اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ○
(الشوریٰ - ۱۳)

اللہ جس کو چاہتا ہے اپنا برگزیدہ (بندہ) بنا لیتا ہے اور جو (اس کی طرف) رجوع کرتا ہے اس کو اپنی (سیدھی راہ کی) طرف رہنمائی کرتا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔
وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ ○
(حٰمٓ المؤمن - ۱۳)

نصیحت تو وہی حاصل کرتا ہے جو (اللہ کی طرف) رجوع کرے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔
وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ○
(العنکبوت - ۶۹)

(جو لوگ ہمارے راستہ) میں کوشش کرتے ہیں ہم ان کو اپنے راستے بتا دیتے ہیں اور بیشک اللہ تو نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

عمل

اے لوگو! اللہ تعالےٰ کے احکام پر بے چون وچرا عمل کیجئے۔ اللہ تعالےٰ کے احکام پر اعتراض نہ کیجئے، کسی قسم کا شبہ نہ کیجئے۔ احکام الٰہی کے سلسلے میں کج بحثی سے کام نہ لیجئے۔ احکام الٰہی کو خندہ پیشانی سے قبول کیجئے۔ احکام الٰہی کی مصلحت اگر سمجھ میں آجائے تو فبہا، نہ سمجھ میں آئے تو یہ ایمان رکھیئے کہ ان میں ضرور کوئی مصلحت وحکمت ہے جس کا علم اللہ تعالےٰ کو ہے، وہ علیم وحکیم ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا

لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ

وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِىْ كُنْتَ

عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ

مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَاِنْ

كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ

هَدَى اللّٰهُ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ

اِيْمَانَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ

لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۳﴾

ترجمہ (اے ایمان والو جس طرح ہم نے تم کو ہدایت دے کر تم پر احسان کیا) اسی طرح (تم پر ہم نے یہ بھی احسان کیا کہ) تم کو معتدل امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور رسول تم پر گواہ بنے اور (اے رسول) جس قبلہ کی طرف آپ اب تک منہ کرتے رہے ہیں اس کو تو ہم نے اس لئے مقرر کیا تھا کہ ہم یہ معلوم کر لیں کہ کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں (کفر کی طرف) واپس چلا جاتا ہے اور یہ (تحویل قبلہ) اگرچہ (لوگوں پر) گراں گذرے گی مگر ان لوگوں پر گراں نہیں گذرے گی جن کو اللہ نے ہدایت دی اور (اے رسول وہ ایمان والے جو کعبہ کی طرف منہ کرنے سے پہلے وفات پاگئے) اللہ ایسا نہیں کہ ان کے ایمان کو ضائع کر دے، (اللہ ان کے ساتھ بھی مہربانی اور رحمت سے پیش آئے گا کیونکہ) اللہ بڑا مہربان اور رحمت کرنے والا ہے ﴿۱۴۳﴾

معانی و مصادر (اُمَّةٌ) اَمَّ، يَؤُمُّ، اَمٌّ، اِمَامَةٌ وَاِمَامٌ (ن) امامت کرنا۔ آگے بڑھنا [اُمٌّ = کسی چیز کی اصل۔ اُمَّةٌ = جماعت، طریقہ، وقت]۔

(وَسَطٌ) وَسَطَ، يَسِطُ، وَسَاطَةٌ (ض) عدل کرنا، شریف و حسیب ہونا۔ وَسُطَ، يَوْسُطُ، وَسَاطَةٌ (ك) شریف و حسیب ہونا۔ وَسَطَ، يَسِطُ، وَسْطٌ (ض) بیچ میں آنا (وَسَطٌ = معتدل)۔

(يَتَّبِعُ) اِتَّبَعَ، يَتَّبِعُ، اِتِّبَاعٌ (باب افتعال) پیروی کرنا۔

(يَنْقَلِبُ) اِنْقَلَبَ، يَنْقَلِبُ، اِنْقِلَابٌ (باب انفعال) پلٹنا

(كَبِيْرَةٌ) كَبُرَ، يَكْبُرُ، كِبَرٌ وَكُبْرٌ وَكُبَارَةٌ (ك) بڑا ہونا، قدر میں بڑا ہونا، گراں گذرنا، شاق گذرنا۔

(رَءُوْفٌ) رَأَفَ، يَرْأَفُ، رَأْفَةٌ وَرَأْفٌ، يَرْؤُفُ، رَآفَةٌ، وَرَئِفَ، يَرْئَفُ، رَأَفٌ (ف، ك، س) بہت زیادہ رحم و مہربانی کرنا۔

(رَحِيْمٌ) رَحِمَ، يَرْحَمُ، رُحْمٌ، وَرُحُمٌ وَرَحْمَةٌ وَمَرْحَمَةٌ (س) نرمی و مہربانی کرنا۔

تفسیر (وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا) اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اے مؤمنین جس طرح ہم نے تم پر یہ احسان کیا کہ تم کو ہدایت دی، توحید و عبادت کے اولین مرکز کو تمہارا قبلہ مقرر کیا، تحویل قبلہ کے سلسلہ میں تم پر استقامت بخش کلام نازل کیا۔ اسی طرح ہم نے تم پر یہ احسان بھی کیا کہ تم کو بہترین و معتدل امت بنایا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ — لوگوں (کی اصلاح) کے لئے جتنی امتیں

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔
(آل عمران - ۱۱۰)

پیدا کی گئیں تم ان سب سے بہتر ہو۔ تم نیک باتوں کا حکم دیتے ہو، بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

حضرت ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں:۔

قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا قَالَ عَدْلًا۔ (صحیح بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة باب قوله تعالٰی وكذٰلك جعلنٰكم امة وسطًا، جزء ۹ ص۱۳۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی "وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا" اور فرمایا (وسط کے معنٰی) عدل (ہیں)

الغرض وسط کے معنی عدل ہیں یعنی عادل، متوسط، معتدل اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اس امت میں حد درجہ اعتدال ہے۔ افراط، تفریط بالکل نہیں ہے۔ مثلاً نہ ترک دنیا ہے اور نہ ترک عقبیٰ، دونوں کا حسین امتزاج ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے مؤمنین کو یہ دعا سکھائی ہے:۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○
(البقرة - ۲۰۱)

اے ہمارے رب ہم کو دنیا میں بھی بھلائی عطاء فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطاء فرما اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ فرما۔

نماز اور روزے کے سلسلہ میں اعتدال کو ملحوظ رکھتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِنَّ لِنَفْسِكَ حَقًّا وَلِاَهْلِكَ حَقًّا فَصُمْ وَاَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ۔
(صحیح بخاری ابواب التهجد باب ما يكره من ترك قيام الليل جزء۲ ص۶۸)

(تم پر) تمہارے نفس کا بھی حق ہے، تمہاری بیوی کا بھی حق ہے لہذا روزے بھی رکھو اور افطار بھی کرو، (رات کو) نماز بھی پڑھو اور سویا بھی کرو۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:۔

دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ فَقَالَ مَا هٰذَا قَالُوْا هٰذَا حَبْلٌ لِزَيْنَبَ فَاِذَا فَتَرَتْ تَعَلَّقَتْ فَقَالَ لَا حُلُّوْهُ لِيُصَلِّ اَحَدُكُمْ نَشَاطَهٗ فَاِذَا فَتَرَ فَلْيَقْعُدْ۔
(صحیح بخاری ابواب التهجد باب ما يكره من التشديد فى العبادة جزء۲ ص۶۷)

(ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مسجد میں) داخل ہوئے تو آپ نے دو ستونوں کے درمیان ایک رسی لٹکی ہوئی دیکھی۔ آپ نے پوچھا کیا ہے۔ لوگوں نے کہا یہ زینب کی رسی ہے، جب وہ تھک جاتی ہیں تو اس میں لٹک جاتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے کھول دو، تم میں سے ہر شخص اس وقت تک نماز پڑھے جب تک نشاط باقی رہے۔ جب

تھک جائے تو بیٹھ جائے (یعنی نماز پڑھنا بند کر دے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

عَلَيْكُمْ مَا تُطِيقُونَ مِنَ الْأَعْمَالِ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَمَلُّ حَتّٰى تَمَلُّوا۔ (صحیح بخاری ابواب التہجد باب ما یکرہ من التشدید فی العبادۃ جزء ۲ صـ۶۸)

اتنے ہی اعمال کرو جتنی تم میں طاقت ہے، اس لئے کہ اللہ تو نہیں تھکتا (ثواب دیتا رہے گا) تم ہی تھک کر بیٹھ جاؤ گے (اور ثواب ملنا موقوف ہو جائے گا)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْأَبَدَ (صحیح بخاری کتاب الصوم باب حق الاہل فی الصوم جزء ۳ صـ۵۲)

جس نے ہمیشہ روزہ رکھا اس نے (ایک بھی) روزہ نہیں رکھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لَا تُوَاصِلُوا (صحیح بخاری کتاب الصوم باب الوصال عن انس رض جزء ۳ صـ۴۸)

مسلسل بغیر افطار کئے روزے نہ رکھو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سحری کھانے کا حکم دیا۔ آپ نے فرمایا:۔

تَسَحَّرُوا فَإِنَّ فِي السَّحُورِ بَرَكَةً۔ (صحیح بخاری کتاب الصوم باب برکۃ السحور جزء ۳ صـ۳۸ وصحیح مسلم کتاب الصوم باب فضل السحور جزء اول صـ۲۲۳)

سحری کیا کرو اس لئے کہ سحری میں برکت ہے۔

بلکہ سحری کو اور زیادہ مؤکد کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:۔

فَصْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ أَهْلِ الْكِتَابِ أَكْلَةُ السَّحَرِ (صحیح مسلم کتاب الصیام باب فضل السحور جزء اول صـ۲۲۳)

ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں سحری کھانے کا فرق ہے۔

حضرت جابر رض فرماتے ہیں:۔

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَامَ الْفَتْحِ إِلٰى مَكَّةَ فِي رَمَضَانَ فَصَامَ ... وَصَامَ النَّاسُ (وَفِي رِوَايَةٍ فَقِيلَ لَهٗ إِنَّ النَّاسَ قَدْ شَقَّ عَلَيْهِمُ الصِّيَامُ) ثُمَّ دَعَا بِقَدَحٍ مِنْ مَاءٍ فَرَفَعَهٗ حَتّٰى نَظَرَ النَّاسُ إِلَيْهِ ثُمَّ شَرِبَ فَقِيلَ لَهٗ بَعْدَ ذٰلِكَ إِنَّ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح کے سال رمضان کے مہینہ میں مکہ روانہ ہوئے آپ نے روزہ رکھا .... اور لوگوں نے بھی روزہ رکھا (راستے میں) آپ سے کہا گیا کہ لوگوں پر روزے شاق گذر رہے ہیں (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا ایک پیالہ منگوایا، پھر اس کو بلند کیا یہاں تک کہ لوگوں نے

بَعْضُ النَّاسِ قَدْ صَامَ فَقَالَ أُولٰٓئِكَ الْعُصَاةُ أُولٰٓئِكَ الْعُصَاةُ۔

(صحیح مسلم کتاب الصوم باب جواز الصوم والفطر فی شہر رمضان للمسافر جزء ۱ ص۳۵۲)

اس کو دیکھا، پھر آپ نے اس کو پی لیا، پھر اس کے بعد آپ سے کہا گیا کہ بعض لوگ اب بھی روزے سے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ گناہگار ہیں وہ گناہگار ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

تَوَقَّ كَرَائِمَ أَمْوَالِ النَّاسِ۔

(صحیح بخاری باب لاتؤخذ کرائم اموال الناس جزء۲ ص۱۴۷)

زکوٰۃ میں لوگوں سے ان کے بہترین مال نہ لو۔

لیکن گھٹیا اور ناکارہ مال دینے کی بھی ممانعت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ

(البقرة - ۲۶۷)

بُری اور ناکارہ چیزیں دینے کا قصد نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَالَّذِيْنَ إِذَآ أَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ○

(الفرقان - ۶۷)

اور (رحمٰن کے بندے وہ لوگ ہیں) جو خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ کنجوسی بلکہ ان دونوں کے درمیان میانہ روی اختیار کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً إِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ○

(بنی اسرائیل - ۲۹)

اپنے ہاتھ کو نہ بالکل روک ہی لو اور نہ بالکل کھول ہی دو (کہ سب کچھ دے دو) اور پھر ملامت زدہ اور درماندہ ہو کر بیٹھ جاؤ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ۔

(لقمان - ۱۹)

(حضرت لقمان نے کہا اے بیٹے) اپنی چال میں میانہ روی اختیار کرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ○

(بنی اسرائیل - ۱۱۰)

نماز میں نہ بہت بلند آواز سے قرأت کرو اور نہ بالکل خفی آواز سے بلکہ درمیانی راستہ اختیار کرو۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:۔

جَاءَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ إِلٰى بُيُوْتِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا أُخْبِرُوْا كَأَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا فَقَالُوْا وَأَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ قَالَ أَحَدُهُمْ أَمَّا أَنَا فَإِنِّيْ أُصَلِّي اللَّيْلَ أَبَدًا وَقَالَ آخَرُ أَنَا أَصُوْمُ الدَّهْرَ وَلَا أُفْطِرُ وَقَالَ آخَرُ أَنَا أَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا أَتَزَوَّجُ أَبَدًا فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَنْتُمُ الَّذِيْنَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا أَمَا وَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ لٰكِنِّيْ أَصُوْمُ وَأُفْطِرُ وَأُصَلِّيْ وَأَرْقُدُ وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ

(صحیح بخاری کتاب النکاح باب لقولہ تعالیٰ فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ، جزء ۷ ص۲۔ وروی مسلم فی صحیحہ نحوہٗ. کتاب النکاح باب اول جزء اول ص۵۸۴)

تین آدمی ازواج مطہرات کے گھروں کے پاس آئے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے متعلق سوال کیا۔ ازواج مطہرات نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کی کیفیت بتائی۔ ان لوگوں نے اس عبادت کو کم سمجھا، کہنے لگے: کہاں ہم اور کہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کو تو اگلی پچھلی تمام خطاؤں سے محفوظ کر دیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک نے کہا: میں رات کو ہمیشہ نماز پڑھا کرونگا (مطلق نہیں سوؤنگا) دوسرے نے کہا۔ میں ہمیشہ روزے رکھونگا کسی دن بھی افطار نہیں کرونگا۔ تیسرے نے کہا: میں عورتوں سے دور رہوں گا، کبھی نکاح نہیں کرونگا۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ آپ نے فرمایا تم ہی وہ لوگ ہو جنہوں نے اس اس طرح کہا ہے، اللہ کی قسم میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور متقی ہوں، لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، لہذا جو شخص میری سنت سے بے رغبتی کرے وہ مجھ سے نہیں (یعنی اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں)۔

مندرجہ بالا حدیث سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت وہ ضابطۂ اعتدال اور میزان عدل ہے جو افراط و تفریط سے بچاتی ہے۔ نہ سنت سے آگے بڑھ جانا نیکی ہے اور نہ سنت سے کم کرنا نیکی ہے، سنت سے آگے بڑھ جانا بدعت کا دروازہ کھولتا ہے اور سنت سے کم کرنا معصیت کا دروازہ کھولتا ہے۔

الغرض اسلام کی تمام باتوں میں اعتدال ہی اعتدال ہے اور یہ اس امت کی فضیلت ہے کہ اس کے ہر کام میں اعتدال ہے۔ افراط، تفریط نہیں اور گواہی کے لئے ایسے ہی لوگ موزوں ہو سکتے ہیں جو اپنے کسی کام اور کسی بیان میں افراط، تفریط اور کمی بیشی نہ کریں۔ یہی وجہ ہے کہ اس امت کو اللہ تعالٰے نے گواہ بنایا ہے۔ اللہ تعالٰے فرماتا ہے (لِتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ) تم کو امتِ وسط اس لئے بنایا گیا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو۔ یہ گواہی کس قسم کی ہے اس کی تشریح خود اللہ تعالٰے کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادی ہے۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

يُدْعَى نُوحٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُولُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ يَا رَبِّ فَيَقُولُ هَلْ بَلَّغْتَ؟ فَيَقُولُ نَعَمْ. فَيُقَالُ لِأُمَّتِهِ هَلْ بَلَّغَكُمْ فَيَقُولُونَ مَا أَتَانَا مِنْ نَذِيرٍ، فَيَقُولُ مَنْ يَشْهَدُ لَكَ؟ فَيَقُولُ مُحَمَّدٌ وَأُمَّتُهُ فَيَشْهَدُونَ أَنَّهُ قَدْ بَلَّغَ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا فَذَلِكَ قَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا

(صحیح بخاری کتاب التفسیر جزء ۶ صـ۲۶)

قیامت کے دن نوحؑ کو بلایا جائیگا، وہ کہیں گے اے میرے رب میں حاضر ہوں اور سعادت حاصل کرتا ہوں۔ اللہ فرمائے گا کیا تم نے تبلیغ کی تھی؟ وہ کہیں گے ہاں (میں نے تبلیغ کی تھی) پھر ان کی امت سے کہا جائے گا کیا انہوں نے تمہیں تبلیغ کی تھی۔ وہ کہیں گے ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ اللہ نوحؑ سے فرمائیگا، تمہارا گواہ کون ہے؟ نوحؑ کہیں گے محمدؐ اور ان کی امت، پھر (اس امت کے لوگ) گواہی دیں گے کہ بے شک نوحؑ نے تبلیغ کی تھی اور پھر رسول تم پر گواہ ہوگا، یہی مراد ہے اللہ جل ذکرہ کے اس فرمان کی "تم کو امت وسط بنایا گیا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو"

پھر اللہ تعالٰے نے فرمایا (وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَى عَقِبَيْهِ) ہم نے اس قبلہ کو جس پر آپ اب تک قائم تھے۔ اس لئے مقرر کیا تھا کہ ہم یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پیر واپس لوٹ جاتا ہے۔ اللہ تعالٰے نے اس آیت میں بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کے حکم کا مقصد بیان فرمایا۔ بیت المقدس کی طرف منہ کرنا گویا اتباع رسول کی ایک جانچ تھی، وہ لوگ جو قبلہ ابراہیمی کے ماننے والے تھے ان کے لئے یہ بات ایک امتحان تھی، وہ اس امتحان میں کامیاب ہوئے اور بغیر کسی چون وچرا کے قبلہ ابراہیمی کو چھوڑ کر بیت المقدس کی طرف منہ کرنے لگے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیا اور اپنے آبائی قبلہ کی حمایت میں ایک لفظ نہ کہا۔ پھر جب تحویلِ قبلہ کا حکم نازل ہوا تو وہ بھی ایک امتحان تھا، بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کا حکم درحقیقت اس امتحان کا پیش خیمہ تھا اگر بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کا حکم نہ دیا گیا ہوتا تو تحویلِ قبلہ واقع ہی نہیں ہوتا۔ اور جب تحویلِ قبلہ نہ ہوتا تو امتحان کیسے ہوتا۔

الغرض جب تحویلِ قبلہ کا حکم نازل ہوا تو بے وقوف لوگوں نے اعتراض کیا، کمزور ایمان والے ڈگمگا گئے اور کفر کی طرف لوٹ گئے، اس طرح سچے ایمان والوں کی جانچ ہوگئی اور وہ برائے نام ایمان لانیوالوں سے ممتاز ہوگئے۔

اہل کتاب میں سے جو لوگ ایمان لے آئے تھے ان پر تحویلِ قبلہ کا حکم شاق گزرنے کا قوی امکان تھا اس لئے کہ بیت المقدس ان کا آبائی قبلہ تھا اور آبائی چیز سے ایک طبعی انس ہوتا ہے۔ دوسرے مؤمنین کے لئے بھی

کوئی بدلا کا حکم ڈگمگا دینے کا سبب بن سکتا تھا اس لئے کہ بار بار قبلہ کو بدلنا شان نبوت کے منافی سمجھا جا سکتا تھا لیکن مؤمنین صادقین پر یہ حکم گراں نہیں گذرا۔ انہوں نے اسے بسر و چشم قبول کیا اور اتباع رسول کی جانچ میں پورے اترے۔ یہی مطلب ہے اللہ تعالٰے کے اس فرمان کا وَاِنۡ كَانَتۡ لَكَبِيۡرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيۡنَ هَدَى اللّٰهُ ، یعنی تبدیلی حکم یا اتباع رسول اگرچہ عموماً گراں گذرتی ہے لیکن ان لوگوں پر گراں نہیں گذرتی جن کو اللہ تعالٰے ہدایت دے کر صحیح راستہ پر ثابت قدم رکھتا ہے۔

رسول پر ایمان لانے کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی ہر بات تسلیم کرے، خواہ عقل میں آئے یا نہ آئے، اگر عقل میں آنے کے بعد تسلیم کرے تو یہ ایمان بالعقل ہے ایمان بالرسول نہیں۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اتباع رسول بہت اہم چیز ہے کہ اس کی جانچ کے لئے اللہ تعالٰے اہتمام فرماتا ہے اور ساتھ ساتھ حکم بھی صادر فرماتا ہے۔

وَاتَّبِعُوۡهُ لَعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُوۡنَ — رسول کی پیروی کرو تاکہ تم ہدایت یاب ہو جاؤ

(الاعراف - ۱۵۸)

پھر اللہ تعالٰے نے فرمایا:۔

(وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيۡعَ اِيۡمَانَكُمۡ) اللہ ایسا نہیں کہ تمہارے ایمان کو ضائع کر دے، آیت کے اس ٹکڑے کا ایک خاص شان نزول ہے۔ حضرت براء رضؓ فرماتے ہیں:۔

اِنَّهٗ مَاتَ عَلَى الۡقِبۡلَةِ قَبۡلَ اَنۡ تُحَوَّلَ رِجَالٌ وَقُتِلُوۡا فَلَمۡ نَدۡرِ مَا نَقُوۡلُ فِيۡهِمۡ فَاَنۡزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيۡعَ اِيۡمَانَكُمۡ۔ (صحیح بخاری کتاب الایمان باب الصلوٰۃ من الایمان جزء اول ص۱۱)

بہت سے مسلم قبلہ کی تحویل سے پہلے وفات پا گئے یا شہید ہو گئے، ہمیں نہیں معلوم تھا کہ ہم ان کے متعلق کیا کہیں، اللہ تعالٰے نے یہ آیت نازل فرما دی وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيۡعَ اِيۡمَانَكُمۡ، اللہ ایسا نہیں ہے کہ ان کے ایمان کو ضائع کر دے۔

تحویل قبلہ سے پہلے جن لوگوں کا انتقال ہو گیا تھا ان کے انجام کے متعلق بعض لوگوں کو شبہ پیدا ہوا تو اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ ان کا ایمان ضائع نہیں ہوگا، اصل چیز تو ایمان ہے، ایمان جب صحیح ہو تو پھر بعض احکام کے نزول سے پہلے کسی کا انتقال کر جانا کوئی اہمیت نہیں رکھتا، وہ زندہ تھے تو اپنے ایمان کی قوت کے ساتھ ہر حکم پر عمل کرتے تھے اور اگر وہ تحویل قبلہ کے وقت زندہ ہوتے تو اسے بھی اپنی اسی ایمانی قوت کے ساتھ قبول کر کے اس پر عمل کرتے۔ (اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ) اللہ تعالٰے ظالم نہیں ہے کہ ان کے صحیح الایمان ہونے کے باوجود ان کے ایمان کو ضائع کر دے یا ان کے اعمال کو مسترد کر دے بلکہ اللہ تعالٰے تو اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے، بڑا رحم کرنے والا ہے لہٰذا اس کی رحمت و رأفت کا تقاضا یہی ہے کہ جب اس کے بندے خلوص دل سے ایمان لے آئیں تو نہ ان کے ایمان کو مسترد کرے۔ اور نہ ان کے اعمال کو۔

عمل

اے لوگو! اعتدال پر قائم رہیئے۔ افراط، تفریط نہ کیجئے، سنت سے نہ آگے بڑھیئے اور نہ پیچھے ہٹیئے، اپنے منصب کو پہچانیئے اور اپنے کو اس کا اہل ثابت کیجئے۔

اتباعِ رسول کی اہمیت کو پہچانیئے، اللہ تعالےٰ اتباعِ رسول کا امتحان کرتا ہے، آپ اس کے امتحان میں پورے اترنے کی کوشش کیجئے۔ سنت پر مسلسل عمل کرتے رہیئے ورنہ گمراہی یقینی ہے۔

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ
فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ
شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا
كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۚ وَ
اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ
اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَمَا اللّٰهُ
بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۴۴ وَلَئِنْ اَتَيْتَ
الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ
مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَا اَنْتَ بِتَابِعٍ

قِبْلَتَهُمْ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْ بَعْدِ

مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ

الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ

يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ

وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ

وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴۶﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ

فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾

ترجمہ

(اے رسول) ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ (وحی کے انتظار میں بار بار) آسمان کی طرف اپنا منہ کرتے رہتے ہیں۔ (آپ گھبرائیں نہیں) ہم ضرور آپ کو اس قبلہ کی طرف موڑ دیں گے جس قبلہ کی طرف منہ کرنے کی آپ کو خواہش ہے (اچھا) تو (اب) آپ (نماز میں) اپنا منہ مسجدِ حرام کی طرف

کر دیا کیجئے اور (اے مؤمنین) تم بھی جہاں کہیں ہو (ہر نماز کے وقت) مسجد حرام کی طرف منہ کر لیا کرو اور (یہ بھی سن لو) کہ اہل کتاب اچھی طرح جانتے ہیں کہ (توریت اور انجیل کے بیان کے مطابق) تحویل قبلہ کا حکم ان کے رب کی طرف سے (بالکل) حق ہے (لیکن محض ہٹ دھرمی سے اعتراض کر رہے ہیں) بہر حال جو کچھ وہ کر رہے ہیں اللہ اس سے غافل نہیں ہے (ایک دن ضرور ان کو اس کی سزا مل جائے گی) ﴿۱۴۴﴾ اور اے رسول (یہ اتنے ضدی، ہٹ دھرم اور حاسد ہیں کہ) اگر آپ ان کے پاس تمام نشانیاں لے آئیں (جو ان کی کتابوں میں مذکور ہیں اور جو اپنے اپنے وقت پر ظاہر ہوتی رہیں گی یا ہر قسم کا معجزہ انہیں دکھا دیں) تب بھی یہ لوگ (ایمان نہیں لائیں گے اور) آپ کے قبلہ کی طرف منہ نہیں کریں گے اور (اے رسول) آپ تو اب ان کے قبلہ کی طرف منہ کر ہی نہیں سکتے لیکن یہ تو خود بھی ایک دوسرے کے قبلہ کی طرف منہ نہیں کرتے (یہودیوں کا قبلہ الگ ہے نصاریٰ کا الگ، اور اے رسول، اہل کتاب کی خواہش تو یہی ہے کہ آپ ان کے قبلہ کی طرف منہ کریں لیکن) اگر آپ نے (حکم الٰہی کا) علم ہو جانے کے بعد ان کی خواہشات کی پیروی کی تو پھر آپ بھی گناہگاروں میں شامل ہو جائیں گے ﴿۱۴۵﴾ (اور اے رسول، آپ ان کی مخالفت اور اعتراضات سے آزردہ نہ ہوں) یہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی ہے تحویل قبلہ کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں لیکن ان میں سے ایک جماعت یقیناً جان بوجھ کر حق کو چھپا رہی ہے ﴿۱۴۶﴾ (اور اے رسول) تحویل قبلہ کا یہ حکم آپ کے رب کی طرف سے (بالکل) حق ہے لہٰذا آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جائیں ﴿۱۴۷﴾

معانی و مصادر

(نَرٰی) رَاٰی، یَرٰی، رُؤْیَةٌ، رَأْیٌ و رَائَةٌ و رِئْیَانٌ (ف) دیکھنا۔

(تَقَلُّب) تَقَلَّبَ، یَتَقَلَّبُ، تَقَلُّبٌ (باب تفعل) پھرنا، کروٹ لینا۔

(نُوَلِّیَ) (وَلِّ) (وَلُّوْا) وَلّٰی، یُوَلِّیْ، تَوْلِیَةٌ (باب تفعیل) پھیر دینا، والی بنانا۔

(تَرْضٰی) رَضِیَ، یَرْضٰی، رِضًی و رِضْوَانٌ و مَرْضَاةٌ (س) راضی ہونا، پسند کرنا۔

(شَطْر) شَطَرَ، یَشْطُرُ، شُطُوْرٌ (ن) کسی کی طرف اس طرح دیکھنا کہ کن انکھیوں سے اس کے ساتھی کو بھی دیکھے (شَطْر = طرف ج اَشْطُر و شُطُوْر)

(حرام) حَرِمَ، یَحْرَمُ، حَرَمٌ و حَرَامٌ (س) حرام ہونا، رُک جانا [حرام = حلال کی ضد ج حُرُم]

(اُوْتُوْا) اٰتٰی، یُؤْتِیْ، اِیْتَاءٌ (باب افعال) دینا۔

(غَافِل) غَفَلَ، یَغْفُلُ، غُفُوْلٌ و غَفْلَةٌ و غَفَلٌ (ن) غافل ہو جانا۔

(اَتَیْتَ) اَتٰی، یَاْتِیْ، اِتْیَانٌ و اَتْیٌ و اِتْیَانَةٌ (ض) آنا۔

(تَبِعُوْا) (تَابِع) تَبِعَ، یَتْبَعُ، تَبَعٌ و تَبَاعٌ و تَبَاعَةٌ (س) پیچھے چلنا، پیروی کرنا (تَابِعٌ = پیروی کرنے والا، خادم)

(اَھْوَاء) ھَوِیَ، یَھْوٰی، ھَوًی (س) خواہش کرنا، چاہنا [اَھْوَاء = خواہشات اس کا واحد ھَوًی ہے]

(جَاءَ) جَاءَ، یَجِیْئُ، و یَجُوْءُ، مَجِیْئٌ و مَجِیْئَةٌ و جَیْئٌ و جَیْئَةٌ (ض) آنا۔

(یَعْرِفُوْنَ) عَرَفَ، یَعْرِفُ، عِرْفَةٌ و عِرْفَانٌ و مَعْرِفَةٌ (ض) پہچاننا۔

(یَکۡتُمُوۡنَ) کَتَمَ ، یَکۡتُمُ ، کَتۡمٌ و کِتۡمَانٌ (ن) چھپانا۔
(مُمۡتَرِیۡنَ) اِمۡتَرٰی ، یَمۡتَرِیۡ ، اِمۡتِرَاءٌ (باب افتعال) شک کرنا [مادہ م ری ہے]

تفسیر حضرت براءؓ بن عازب فرماتے ہیں:۔

وَکَانَ یُعۡجِبُہٗ اَنۡ تَکُوۡنَ قِبۡلَتُہٗ قِبَلَ الۡبَیۡتِ (صحیح بخاری تفسیر سورۃ البقرۃ جزء ۶ ص ۲۵) وفی روایۃ یُحِبُّ اَنۡ یُّوَجَّہَ اِلَی الۡکَعۡبَۃِ (صحیح بخاری کتاب الصلوۃ باب التوجہ نحو القبلۃ جزء اول ص ۱۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خواہش تھی کہ آپ کا قبلہ مسجد حرام (یعنی کعبہ) ہو جائے۔

اسی خواہش کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امید تھی کہ آپ کا قبلہ کعبہ کو بنا دیا جائیگا لہذا وحی کے انتظار میں آپ بار بار اوپر کی طرف نگاہ کرتے تھے، اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اے رسول ہم عنقریب آپ کو اسی قبلہ کی طرف منہ موڑنے کا حکم دے دیں گے جس قبلہ کی طرف منہ کرنا آپ کو پسند ہے۔ یہ خوشخبری سنانے کے بعد اللہ تعالےٰ نے حکم دیا کہ " فَوَلِّ وَجۡہَکَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ " اے رسول اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیجئے پھر یہی حکم اللہ تعالےٰ نے تمام مسلمین کو دیا۔

تحویل قبلہ کا یہ حکم رات کے وقت نازل ہوا حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں۔

بَیۡنَمَا النَّاسُ فِی الصُّبۡحِ بِقُبَاءٍ جَاءَ ھُمۡ رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَدۡ اُنۡزِلَ عَلَیۡہِ اللَّیۡلَۃَ قُرۡاٰنٌ وَقَدۡ اُمِرَ اَنۡ یَّسۡتَقۡبِلَ الۡکَعۡبَۃَ اَلَا فَاسۡتَقۡبِلُوۡھَا وَکَانَ وَجۡہُ النَّاسِ اِلَی الشَّامِ فَاسۡتَدَارُوۡا اَوۡ فِیۡ رِوَایَۃٍ کَھَیۡئَتِہِمۡ بِوُجُوۡھِہِمۡ اِلَی الۡکَعۡبَۃِ (صحیح بخاری، تفسیر سورۃ البقرۃ جزء ۶ ص ۲۶ وصحیح مسلم باب تحویل القبلۃ جزء اول ص ۲۱۴)

اس حالت میں کہ لوگ مسجد قبا میں صبح کی نماز پڑھ رہے تھے ایک آدمی ان کے پاس آیا، اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آج رات کو قرآن اترا ہے اور آپ کو کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ خبردار ہو جاؤ اور کعبہ کی طرف منہ کر لو۔ ان لوگوں کا منہ شام (یعنی بیت المقدس) کی طرف تھا (یہ خبر سنکر) سب نے اسی حالت میں گھوم کر اپنا منہ کعبہ کی طرف کر لیا۔

حضرت براءؓ فرماتے ہیں:۔

اِنَّہٗ صَلّٰی صَلَاۃَ الۡعَصۡرِ وَصَلّٰی مَعَہٗ قَوۡمٌ فَخَرَجَ رَجُلٌ مِّمَّنۡ کَانَ صَلّٰی مَعَہٗ فَمَرَّ عَلٰی اَھۡلِ الۡمَسۡجِدِ وَھُمۡ رَاکِعُوۡنَ قَالَ اَشۡھَدُ بِاللّٰہِ لَقَدۡ صَلَّیۡتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قِبَلَ مَکَّۃَ فَدَارُوۡا کَمَا ھُمۡ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عصر کی نماز پڑھی اور (مسلمین کی) ایک جماعت نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی پھر آپ کے ساتھ نماز پڑھنے والوں میں سے ایک شخص ایک مسجد کے پاس سے گذرا، اہل مسجد اس وقت رکوع میں تھے۔ اس

قَبْلَ الْبَيْتِ (صحیح بخاری، تفسیر سورۃ البقرۃ جزء ۶ صـ۲۵ ورواہ مسلم نحوہ فی باب تحویل القبلۃ جزء اول صـ۲۱۴)

شخص نے کہا میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے، یہ سنکر تمام لوگ رکوع کی حالت ہی میں کعبہ کی طرف گھوم گئے۔

الغرض جیسے جیسے لوگوں کو خبر ہوتی گئی وہ کعبہ کی طرف منہ کرتے چلے گئے۔ کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا! اے رسول! اہل کتاب اچھی طرح جانتے ہیں کہ تحویل قبلہ کا حکم بالکل حق ہے اور ان علامات میں سے ایک علامت ہے جو آپ کے متعلق وہ اپنی کتابوں میں لکھی ہوئی پاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ۔

رسول (کے اوصاف) کو وہ اپنے ہاں توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

(الاعراف - ۱۵۷)

یہی وہ علامات اور اوصاف تھے جن کی بنیاد پر وہ آپ کو اچھی طرح پہچانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ۔

اہل کتاب رسول کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔

(الانعام - ۲۰)

اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ یہودیوں سے فرمایا تھا:۔

يَا مَعْشَرَ الْيَهُوْدِ وَيْلَكُمْ اِتَّقُوا اللّٰهَ فَوَالَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِنَّكُمْ لَتَعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ حَقًّا وَاَنِّيْ جِئْتُكُمْ بِحَقٍّ فَاَسْلِمُوْا (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب هجرة النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء ۵ صـ۸۰)

اے یہودیوں کی جماعت تمہاری خرابی ہو اللہ سے ڈرو۔ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، تم بیشک جانتے ہو کہ یقیناً میں اللہ کا سچا رسول ہوں اور یہ کہ میں تمہارے پاس حق لے کر آیا ہوں، لہٰذا اسلام قبول کر و۔

الغرض اہل کتاب تحویل قبلہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھی طرح پہچانتے تھے لیکن (وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ) ان میں سے ایک جماعت جان بوجھ کر حق کو چھپاتی تھی اور ظاہر ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر حق کو تسلیم نہ کرے اس کو ہدایت ملنا ناممکن ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا (وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ) اگر آپ اپنی تمام علامات بھی ان کے سامنے لے آئیں یا ہر قسم کے معجزات بھی ان کو دکھائیں تب بھی یہ ایمان لا کر آپ کے قبلہ کی طرف منہ نہ کریں گے۔ ہٹ دھرم آدمی پر حق وصداقت کی باتیں اثر نہیں کرتیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ (البقرۃ - ۶)

جو لوگ حق کو چھپاتے ہیں ان کو آپ ڈرائیں یا نہ ڈرائیں، دونوں برابر ہیں۔ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

پھر فرمایا اے رسول! اگر یہ آپ کے قبلہ کی طرف منہ نہیں کرتے تو نہ کریں" وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ " آپ بھی توان کے قبلہ کی طرف منہ نہیں کرتے اور نہ کبھی کریں گے۔ اور اے رسول! ان کا تو یہ حال ہے کہ یہ لوگ آپس میں بھی ایک دوسرے کے قبلہ کی طرف منہ نہیں کرتے، یہ تو خود اختلاف میں مبتلاء ہیں، ایک دوسرے کو حق پر نہیں سمجھتے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ
(البقرۃ - ۱۱۳)

یہودی کہتے ہیں کہ عیسائی حق پر نہیں اور عیسائی کہتے ہیں یہودی حق پر نہیں حالانکہ وہ (دونوں اللہ کی) کتاب کو پڑھتے رہتے ہیں (جس میں ایک دوسرے کی تصدیق موجود ہے)۔

الغرض یہ لوگ انتہائی ہٹ دھرمی میں مبتلا تھے، اللہ تعالےٰ نے فرمایا:۔ اے رسول! آپ تو میرے حکم پر چلتے رہیئے ان کی خواہشات کی پیروی نہ کیجئے (وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ) اگر میرے حکم کا علم ہوجانے کے بعد آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی تو آپ گناہگاروں میں شامل ہوجائیں گے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ
(المائدۃ - ۴۸)

اے (رسول) جو حق آپ کے پاس آچکا ہے اس کو چھوڑ کر ان کی خواہشات کی پیروی نہ کیجئے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝
(البقرۃ - ۱۲۰)

اور (اے رسول) علم آجانے کے بعد اگر آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی تو آپ کو اللہ سے بچانے والا نہ کوئی دوست ملے گا اور نہ کوئی مددگار۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝
(الجاثیۃ - ۱۸)

پھر (اے رسول، بنی اسرائیل کے بعد) ہم نے آپ کو امر الٰہی کے واضح راستہ پر قائم کردیا تو آپ اُسی راستے پر چلتے رہیئے اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کیجئے جو بے علم ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ

اور (اے رسول) اگر آپ نے علم آجانے کے بعد ان کی خواہشات کی پیروی کی تو اللہ کے مقابلہ

وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ۝ (الرعد - ۳۷)
آپ کو نہ کوئی دوست ملے گا اور نہ کوئی بچانے والا۔

تسلی اور فہمائش کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا (اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ) اے رسول تحویل قبلہ کا حکم آپ کے رب کی طرف سے بالکل حق ہے لہٰذا آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جائیں۔ آپ پختہ یقین کے ساتھ اس کو حق سمجھیں اور اس پر عمل کریں۔

عمل

عمل ① اے لوگو! ہر نماز کے وقت کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ صَلّٰى صَلَاتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَاَكَلَ ذَبِيْحَتَنَا فَذٰلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِيْ لَهٗ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَلَا تُخْفِرُوا اللّٰهَ فِيْ ذِمَّتِهٖ۔

جس نے ہماری طرح نماز پڑھی، ہمارے قبلہ کی طرف منہ کیا اور ہمارا ذبیحہ کھایا وہ مسلم ہے، اس کے لئے اللہ کا ذمہ ہے اور اس کے رسول کا ذمہ ہے۔ لہٰذا اللہ کے ذمہ کو نہ توڑنا۔

(صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب فضل استقبال القبلۃ جزء اول ص۵۶)

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

اَنَّهٗ صَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَّهٗ تَوَجَّهَ نَحْوَ الْكَعْبَةِ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی (نماز میں) آپ نے کعبہ کی طرف منہ کیا۔

(صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب التوجہ نحو القبلۃ جزء اول ص۵۷)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

ثُمَّ خَرَجَ (رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) فَصَلّٰى فِيْ وَجْهِ الْكَعْبَةِ رَكْعَتَيْنِ۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کعبہ کے) باہر تشریف لائے اور کعبہ کی طرف منہ کر کے دو رکعتیں پڑھیں۔

(صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب قول اللہ تعالیٰ واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی جزء اول ص۵۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

رَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فِيْ قُبُلِ الْكَعْبَةِ وَقَالَ هٰذِهِ الْقِبْلَةُ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی طرف منہ کر کے دو رکعتیں پڑھیں پھر فرمایا یہ قبلہ ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ جزء اول ص۵۷ و صحیح مسلم کتاب الحج باب استحباب دخول الکعبۃ جزء اول ص۴۲۹)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد حرام میں نماز پڑھنے والے کو ٹھیک کعبہ کی طرف منہ کرنا چاہیئے۔

(۲) سفر میں اگر آپ نفل نماز پڑھیں تو نماز شروع کرتے وقت ضرور قبلہ کی طرف منہ کر لیجئے، پھر نماز پڑھتے رہیئے خواہ آپ کا منہ کدھر ہی ہو، لیکن فرض نماز سواری پر نہ پڑھیئے۔ بلکہ سواری سے اتر کر قبلہ کی طرف منہ کیجئے، پھر نماز پڑھیئے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَافَرَ فَاَرَادَ اَنْ يَّتَطَوَّعَ اِسْتَقْبَلَ بِنَاقَتِهِ الْقِبْلَةَ فَكَبَّرَ ثُمَّ صَلّٰى حَيْثُ وَجَّهَهٗ رِكَابُهٗ۔ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب التطوع علی الراحلۃ جزء اول صفحہ ۱۸۰ وسندہ صحیح۔ مرعاۃ المفاتیح جزء ۲ صفحہ ۲۶۹)

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کرتے اور (دورانِ سفر) نفل پڑھنے کا ارادہ کرتے تو اونٹنی کا منہ قبلہ کی طرف کرتے، پھر تکبیر کہتے، (تکبیر کہنے کے بعد سواری کا منہ منزل مقصود کی طرف کر لیتے) پھر نماز پڑھتے رہتے جس طرف بھی سواری کا منہ ہوتا۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں:۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ فَاِذَا اَرَادَ الْفَرِيْضَةَ نَزَلَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب التوجہ نحو القبلۃ جزء اول صفحہ ۵۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نفل) نماز اپنی سواری پر پڑھ لیا کرتے تھے خواہ سواری کا منہ کسی طرف بھی ہو، لیکن جب آپ فرض نماز پڑھنے کا ارادہ کرتے تو سواری سے اتر کر قبلہ کی طرف منہ کرتے (پھر نماز پڑھتے)۔

(۳) جب آپ سجدہ کریں تو ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں کو قبلہ رُخ کر لیجئے۔ حدیث میں ہے کہ

اِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ بِالْاَرْضِ اسْتَقْبَلَ بِكَفَّيْهِ وَاَصَابِعِهِ الْقِبْلَةَ (بیہقی ۲/۱۱۲ سندہ صحیح صلوٰۃ النبی مؤلفہ محمد ناصر الدین الالبانی صفحہ ۱۳۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو ہتھیلیوں اور ہاتھ کی انگلیوں کو قبلہ رو کر لیا کرتے تھے۔

حضرت ابو حمیدؓ فرماتے ہیں:۔

اِسْتَقْبَلَ بِاَطْرَافِ اَصَابِعِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ (صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ باب سنۃ الجلوس فی التشہد جزء اول صفحہ ۲۱۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو پیروں کی انگلیوں کو قبلہ رُخ کر لیا کرتے تھے۔

(۴) جب آپ نماز میں بیٹھیں تو سیدھے پیر کو کھڑا کر لیجئے اور اس کی انگلیوں کو موڑ کر قبلہ رُخ کر لیجئے اور انگشتِ شہادت سے قبلہ کی طرف اشارہ کیجئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

مِنْ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ اَنْ تَنْصِبَ الْقَدَمَ الْيُمْنٰى وَاِسْتِقْبَالُهٗ بِاَصَابِعِهَا الْقِبْلَةَ وَ الْجُلُوْسُ عَلَى الْيُسْرٰى (رواه النسائی جزء اول ص۱۳ وسندہ صحیح - صلاۃ النبی للالبانی ص۱۶۱)

نماز (میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنت یہ ہے کہ (جب بیٹھے تو) سیدھا پیر کھڑا کرے، سیدھے پیر کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف کرے اور الٹے پیر پر بیٹھے۔

علی بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں :-

اَشَارَ بِاَصْبَعِهِ الَّتِیْ تَلِی الْاِبْهَامَ اِلَى الْقِبْلَةِ ... ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا رَاَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ [رواه ابن خزیمة وسندہ صحیح (صحیح ابن خزیمۃ جزء اول ص۳۵۶،۳۵۵)]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی انگشتِ شہادت سے قبلہ کی طرف اشارہ کیا . . . . پھر فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔

(۵) نماز میں قبلہ کی طرف نہ تھوکیے :-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

اِنَّ رَبَّهٗ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ فَلَا يَبْزُقَنَّ اَحَدُكُمْ قِبَلَ قِبْلَتِهٖ (صحیح بخاری کتاب الصلوۃ باب حك البزاق بالید من المسجد جزء اول ص۱۱۲)

تم میں سے جب کوئی نماز پڑھتا ہے تو اس کے اور قبلہ کے درمیان اس کا ربّ ہوتا ہے لہٰذا تم میں سے کوئی شخص ہرگز قبلہ کی طرف نہ تھوکے

(۶) جب آپ کھلی جگہ قضائے حاجت کریں تو نہ قبلہ کی طرف منہ کیجئے اور نہ پیٹھ کیجئے۔ اگر درمیان میں کوئی آڑ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

اِذَا اَتٰى اَحَدُكُمُ الْغَائِطَ فَلَا يَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا يُوَلِّهَا ظَهْرَهٗ (صحیح بخاری کتاب الوضوء باب لاتستقبل القبلة لغائط او بول جزء اول ص۲۸ وصحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب الاستطابۃ جزء اول ص۱۲۶) وفی روایة فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْهَا بِبَوْلٍ وَلَا غَائِطٍ (صحیح مسلم باب الاستطابۃ جزء اول ص۱۲۶)

جب تم میں سے کوئی قضائے حاجت کے لئے جائے تو پاخانہ کرتے وقت اور پیشاب کرتے وقت قبلہ کی طرف نہ منہ کرے اور نہ پیٹھ کرے۔

حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں :-

لَقَدْ نَهَانَا اَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ لِغَائِطٍ اَوْ بَوْلٍ (صحیح مسلم باب الاستطابہ جزء اول ص۱۲۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پاخانہ یا پیشاب کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ فرماتے ہیں:۔

اِرْتَقَيْتُ فَوْقَ ظَهْرِ بَيْتِ حَفْصَةَ لِبَعْضِ حَاجَتِيْ فَرَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْضِيْ حَاجَتَهٗ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ مُسْتَقْبِلَ الشَّامِ۔ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب التبرز فی البیوت جزء اول ص۲۹ وصحیح مسلم باب الاستطابۃ جزء اول ص۱۲۶ واللفظ للبخاری)

میں (ایک دن) کسی کام سے (اپنی بہن زوجہ مطہرہ) حفصہؓ کے گھر کی چھت پر چڑھا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبلہ کی طرف پیٹھ اور شام کی طرف منہ کئے ہوئے قضائے حاجت کرتے دیکھا۔ (نوٹ:۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر درمیان میں آڑ ہو تو قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔)

⑦ جب آپ دعاء کریں تو قبلہ کی طرف منہ کر لیا کیجئے۔ حضرت عمر رضؓ فرماتے ہیں کہ (جنگ بدر کے موقع پر)

فَاسْتَقْبَلَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ مَدَّ يَدَيْهِ فَجَعَلَ يَهْتِفُ بِرَبِّهٖ ..... فَمَا زَالَ يَهْتِفُ بِرَبِّهٖ مَادًّا يَدَيْهِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ۔ (صحیح مسلم کتاب الجهاد باب الامداد بالملٰئکۃ فی غزوۃ بدر جزء ۲ ص۸۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی طرف منہ کیا۔ پھر ہاتھوں کو دراز کیا اور اپنے رب سے بلند آواز سے دعاء کرتے رہے ..... پھر آپ (بڑی دیر تک) قبلہ کی طرف منہ کرکے ہاتھوں کو دراز کئے ہوئے بلند آواز سے اپنے رب سے فریاد کرتے رہے۔

حضرت ابوہریرہ رضؓ فرماتے ہیں:۔

فَاسْتَقْبَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقِبْلَةَ وَتَهَيَّاَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَقَالَ اللّٰهُمَّ اهْدِ دَوْسًا وَأْتِ بِهِمْ (جزء رفع الیدین للامام البخاری ص۲۸ وسندہ صحیح، فتح الباری جزء ۱۳ ص۳۹۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی طرف منہ کیا پھر (دعاء کے لئے) آپ تیار ہوئے دونوں ہاتھوں کو بلند کیا اور فرمایا "اے اللہ (قبیلۂ) دوس کو ہدایت دے اور انہیں لے آ"۔

⑧ اے لوگو! آپ جب کسی صادق القول سے اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سنیں تو فوراً اس پر عمل کیجئے، جس طرح صحابہ کرام نے تحویل قبلہ کے سلسلہ میں کیا تھا۔ اے لوگو! حکم الٰہی کی تعمیل میں کسی قسم کی ٹال مٹول نہ کیجئے۔

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا
الْخَيْرٰتِ أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ
بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيعًا إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۴۸﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ
فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ
الْحَرَامِ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ
وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۱۴۹﴾

ترجمہ اور (اے ایمان والو) ہر شخص کا ایک قبلہ ہے جس کی طرف وہ منہ (کر کے عبادت) کرتا ہے لہذا (تم اس بحث کو چھوڑو اور) نیکیوں میں سبقت کرو، تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ تم سب کو (قیامت کے روز) جمع کرے گا (اور یہ چیز اللہ کے لئے کچھ مشکل نہیں کیونکہ) اللہ ہر چیز پر قادر ہے ﴿۱۴۸﴾ اور (اے رسول نیکیوں کی طرف سبقت کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ آپ مسجد حرام کی طرف منہ کرنے کو کوئی اہمیت نہ دیں، بلکہ ہر حالت میں مسجد حرام کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں حتیٰ کہ اگر) آپ سفر میں کہیں جا رہے ہوں تو اس حالت میں بھی (نماز میں) اپنا منہ مسجد حرام کی طرف

اور (اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ) مسجد حرام کی طرف منہ کرنے کا حکم آپ کے رب کی طرف سے بالکل حق ہے اور (اے لوگو) جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے غافل نہیں ہے (جس دن وہ تم سب کو جمع کریگا اس دن وہ تم سب سے تمہارے اعمال کے متعلق باز پرس کرے گا) (۱۴۹)

معانی و مصادر

(وِجۡهَةٌ) تَوَجَّهَ ، يَتَوَجَّهُ ، تَوَجُّهٌ (باب تفعّل) منہ کرنا [وِجۡهَةٌ ۔ سمت ، قبلہ ، جس طرف منہ کیا جائے]

(اِسۡتَبِقُوۡا) اِسۡتَبَقَ ، يَسۡتَبِقُ ، اِسۡتِبَاقٌ (باب انتعال) سبقت کرنا، ایک دوسرے سے آگے بڑھنا۔

(خَيۡرَاتِ) خَيۡرَاتٌ ۔ خَيۡرَةٌ کی جمع ، خیر کثیر۔

(قَدِيۡرٌ) قَدَرَ ، يَقۡدِرُ ، قَدۡرٌ وقَدَارَةٌ ومَقۡدُرَةٌ ومِقۡدَارٌ (ض ، ن ، س) قدرت رکھنا

(خَرَجۡتَ) خَرَجَ ، يَخۡرُجُ ، خُرُوۡجٌ ومَخۡرَجٌ (ن) نکلنا۔

تفسیر

ہر فرقہ کا ایک قبلہ ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے وَلِكُلٍّ وِّجۡهَةٌ لیکن کوئی فرقہ کسی دوسرے فرقہ کے قبلہ کی طرف منہ نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَمَا بَعۡضُهُمۡ بِتَابِعٍ قِبۡلَةَ بَعۡضٍ ۔ (البقرۃ ۔ ۱۴۵)

ان فرقوں میں کوئی فرقہ کسی دوسرے کے قبلہ کی طرف منہ نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ ہر فرقہ عبادت کے وقت اپنے قبلہ کی طرف منہ کرتا ہے لہذا اے مؤمنین تم بھی عبادت کے وقت اپنے قبلہ کی طرف منہ کرتے رہو، کافروں کے اعتراضات اور بحث مباحثہ سے روگردانی کرو اور بس اب اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل میں لگ جاؤ۔ نیکیاں کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت کرو، آخرت میں نیکیوں کی فراوانی ہی کام آئے گی۔ جس کی نیکیوں کا پلڑا جھک جائے گا وہ نجات پائیگا اور جس کی برائیوں کا پلڑا جھک جائیگا وہ نقصان اٹھائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

فَمَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِيۡنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ○ وَمَنۡ خَفَّتۡ مَوَازِيۡنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ فِىۡ جَهَنَّمَ خٰلِدُوۡنَ ○ (المؤمنون ۔ ۱۰۲ ۔ ۱۰۳)

جن کی نیکیوں کے اوزان بھاری ہوں گے تو ایسے لوگ فلاح پائیں گے اور جن کی نیکیوں کے اوزان ہلکے ہوں گے تو یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے آپ کو نقصان میں مبتلا کیا (اور اب وہ) ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

نیکیوں کو کبھی حقیر نہیں سمجھنا چاہئے اس لئے کہ نیکیاں ہی تو گناہوں کا کفارہ ہوتی ہیں۔ نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

إِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ۔ (هود ۔ ۱۱۴)

بے شک نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيْقٍ وَجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ فَاَخَذَهٗ فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهٗ فَغَفَرَ لَهٗ ۔ (صحیح بخاری کتاب المظالم باب من اخذ الغصن وما یؤذی الناس فی الطریق فرمی بہ جزء ۳ ص۱۱۱ وصحیح مسلم کتاب البر باب فضل ازالۃ الاذی عن الطریق جزء ۲ ص۴۱۳)

اس حال میں کہ ایک شخص سڑک پر چلا جا رہا تھا، اس نے (سڑک پر) ایک خاردار ٹہنی دیکھی، اس نے اُسے اٹھالیا، اللہ نے اس کی قدر دانی کی اور اُسے بخش دیا۔

حدیث بالا سے ثابت ہوا کہ بعض نیکیاں حقیر معلوم ہوتی ہیں لیکن خلوصِ نیت سے انہیں کیا جائے تو وہ بہت بڑے اجر کا سبب بن جاتی ہیں اور نیکیوں اور برائیوں کے اوزان میں جو فرق ہوتا ہے اسے پورا ہی نہیں کرتیں بلکہ نیکیوں کے پلڑے کو جھکا دیتی ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نیکی کرنے والے کو بخش دیتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَاِنْ لَّمْ تَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ (صحیح بخاری کتاب الادب باب طیب الکلام جزء ۸ ص۱۰)

دوزخ سے بچو خواہ آدھی کھجور ہی (اللہ تعالےٰ کی راہ میں) دے کر سہی اور اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو اچھی بات کے ذریعہ ہی دوزخ سے بچو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَيْئًا وَلَوْ اَنْ تَلْقٰى اَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ (صحیح مسلم کتاب البر باب استحباب طلاقۃ الوجہ عند اللقاء جزء ۲ ص۴۲۶)

نیکی میں سے کسی چیز کو بھی حقیر نہ سمجھو اگرچہ تم اپنے بھائی سے خندہ پیشانی ہی سے ملو (اس طرح ملنا بھی نیکی میں شمار ہوگا اور یہ نیکی بھی ایسی نہیں کہ اسے حقیر سمجھا جائے)۔

انسان تو انسان جانور کے ساتھ نیکی کرنے کا بھی ثواب ملتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيْقٍ اِشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ فَوَجَدَ بِئْرًا فَنَزَلَ فِيْهَا فَشَرِبَ ثُمَّ خَرَجَ فَاِذَا كَلْبٌ يَلْهَثُ يَاْكُلُ الثَّرٰى مِنَ الْعَطَشِ فَقَالَ الرَّجُلُ لَقَدْ بَلَغَ هٰذَا الْكَلْبَ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلُ

اس حال میں کہ ایک شخص کسی راستہ پر چلا جا رہا تھا اس کو شدّت کی پیاس لگی، اس کو ایک کنواں دکھائی دیا۔ وہ اس میں اترا اور پانی پیا پھر باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک کتّا ہانپ رہا ہے اور پیاس کی وجہ سے کیچڑ کھا رہا ہے اس آدمی نے سوچا

الَّذِیْ کَانَ بَلَغَ بِیْ فَنَزَلَ الْبِئْرَ فَمَلَأَ خُفَّهٗ ثُمَّ اَمْسَکَهٗ بِفِیْهِ فَسَقَی الْکَلْبَ فَشَکَرَ اللّٰهُ لَهٗ فَغَفَرَ لَهٗ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاِنَّ لَنَا فِی الْبَهَائِمِ اَجْرًا؟ فَقَالَ فِیْ کُلِّ ذَاتِ کَبِدٍ رَطْبَةٍ اَجْرٌ۔ (صحیح بخاری کتاب الادب باب رحمۃ الناس والبهائم جزء ۸ صلا وصحیح مسلم کتاب قتل الحیات باب فضل ساقی البهائم المحترمة جزء ۲ صہ ۲۹۸ واللفظ للبخاری)

اس کتے کو بھی ایسی ہی پیاس لگ رہی ہے جیسی کہ مجھے لگ رہی تھی۔ وہ (پھر) کنوئیں میں اترا، اپنے موزے میں پانی بھرا، پھر اس کو اپنے منہ سے پکڑا اور کتے کو پانی پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی قدردانی کی اور اس کو بخش دیا۔ صحابہ نے پوچھا، اے اللہ کے رسول کیا جانوروں کے ساتھ سلوک کرنے کا بھی ہمیں اجر ملے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر تر جگر رکھنے والے کے ساتھ حسن سلوک کا اجر ملے گا۔

نوٹ:۔ معمولی نیکی سے بخشش کیسے ہو جاتی ہے اس کی تشریح اوپر گذر چکی ہے ملاحظہ ہو صہ ۳۸۷

الغرض اللہ تعالیٰ نے آیت زیر تفسیر میں نیکیوں کی طرف سبقت کرنے کا حکم دے کر قیامت کے دن جمع ہونے کی طرف اشارہ فرمایا، اسی چیز کو ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ اس طرح بیان فرماتا ہے:۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَکُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰکِنْ لِّیَبْلُوَکُمْ فِیْ مَآ اٰتٰکُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ اِلَی اللّٰهِ مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ○
(المآئدۃ - ۴۸)

اگر اللہ چاہتا تو (تمہارے اختلافات کو ختم کرکے) تم سب کو ایک جماعت بنا دیتا لیکن (اللہ ایسا نہیں کرے گا بلکہ) وہ تو جو شریعت اس نے تم کو دی ہے اس میں تمہاری آزمائش کرنا چاہتا ہے (کہ کون اصل شریعت پر قائم رہتا ہے اور کون اختلاف کر کے فرقہ ورانہ مذاہب بنا لیتا ہے اور ان پر قائم رہتا ہے، لہٰذا اے ایمان والو! تم ان اختلافات سے رد گردانی کرو) اور نیکیاں کرنے میں سبقت کرو (اس لئے کہ ان اختلافات کا فیصلہ دنیا میں نہیں ہو سکتا) تم سب کو (ایک دن) اللہ کے پاس جمع ہونا ہے پھر وہ تمہیں (اس دن وہ سب باتیں) بتائے گا جن باتوں میں تم اختلاف کرتے تھے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَیَجْمَعَنَّکُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَا رَیْبَ فِیْهِ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا ○

اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں وہ قیامت کے دن تم سب کو ضرور جمع کریگا۔ اس دن کے آنے میں کوئی شک نہیں (اللہ کی خبر سچی ہے) اور اللہ سے بڑھ کر

بات کا سچا کون ہو سکتا ہے۔ (النساء ۴۔ ۸۷)

الغرض قیامت کے دن جب سب جمع ہوں گے تو اس بات کا فیصلہ ہو جائے گا کہ کون حق پر تھا، کس کا قبلہ اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق تھا اور کس کا قبلہ اللہ تعالیٰ کی منشاء کے خلاف تھا۔ اللہ کے لئے قیامت کے دن جمع کرنا کوئی مشکل کام نہیں وہ ہر بات پر قادر ہے۔

اس تنبیہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے کعبہ کی طرف منہ کرنے کے حکم کو پھر دوہرایا اور اس کی اہمیت کی طرف اشارہ فرمایا تاکہ ایسا نہ ہو کہ دوسری نیکیوں کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے کہیں کعبہ کی طرف منہ کرنے کو اہمیت نہ دی جائے اور اس کو حقیر سمجھا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات پر پھر زور دیا کہ یہ تحویل قبلہ بالکل مبنی بر حق ہے، اس کے معاملہ میں کسی کو کسی قسم کا شبہ نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ آخری نبی کی نشانی ہے جو گذشتہ کتابوں میں لکھی ہوئی ہے۔ اگر اس نشانی کو پورا نہ کیا جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت میں شبہ پڑ جائیگا۔ اہل کتاب جانتے ہیں کہ آخری نبی کی یہ علامت جس کو وہ اپنی کتابوں میں پڑھتے آئے ہیں پوری ہو گئی ہے لیکن وہ پھر بھی ایمان نہیں لاتے اور طرح طرح کے اعتراض کر رہے ہیں تو وہ یہ نہ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے غافل ہے۔ اے رسول آپ کہہ دیجئے کہ (وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ) اللہ تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے۔ تمہیں ضرور اس دن جس دن تم کو میدان محشر میں جمع کیا جائیگا اس کی سزا مل جائے گی۔

عمل

اے لوگو! بحث و مباحثہ میں الجھ کر نہ رہ جایئے۔ نیکیوں میں سبقت کیجئے۔ کسی نیکی کو حقیر نہ جانیئے۔

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ
شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا
كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ لِئَلَّا
يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ إِلَّا
الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ
وَاخْشَوْنِي وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَ
لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٥٠﴾ كَمَا أَرْسَلْنَا
فِيكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ
آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ

الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾

ترجمہ اور (اے رسول) آپ جہاں کہیں چلے جا رہے ہوں (یعنی بحالت سفر آپ جہاں کہیں بھی ہوں نماز کی حالت میں) اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کر لیجئے اور (اے ایمان والو) تم جہاں کہیں بھی ہو اپنے منہ مسجد حرام کی طرف کر لیا کرو (یہ حکم اس لئے دیا گیا ہے) تاکہ لوگوں کے لئے تم پر کوئی حجت باقی نہ رہے (وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ تحویل قبلہ کی نشانی پوری نہیں ہوئی لہٰذا تم حق پر نہیں ہو۔ تحویل قبلہ کے بعد اب وہ کچھ نہیں کہہ سکیں گے) مگر ہاں وہ لوگ جو ان میں ظالم ہیں (وہی لایعنی اعتراض کریں تو کریں) تو تم ان لوگوں سے نہ ڈرنا بلکہ مجھ سے ڈرنا اور (تحویل قبلہ کا یہ بھی مقصد ہے) کہ میں اپنی نعمت تم پر پوری کر دوں اور یہ کہ تم ہدایت پر چلتے رہو ﴿۱۵۰﴾ (اور اے ایمان والو ہم اپنی نعمتیں تم کو عطاء فرما رہے ہیں) اسی طرح جس طرح ہم نے (ایک بہت بڑی نعمت تم کو یہ عطاء فرمائی کہ) ہم نے تم میں تم ہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو ہماری آیتیں تم کو پڑھ کر سناتا ہے، تمہارے دلوں کو پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں ایسی ایسی باتیں سکھاتا ہے جو تم (پہلے) نہیں جانتے تھے ﴿۱۵۱﴾

معانی و مصادر (حُجَّةٌ) حَجَّ، يَحُجُّ، حَجٌّ (ن) دلیل میں غالب آنا، قصد کرنا [حُجَّةٌ، دلیل]

(لا تَخْشَوْا) خَشِيَ، يَخْشٰى، خِشْيٌ وخَشْيَةٌ وخَشَاةٌ وخَشْيَانٌ (س) ڈرنا۔

(اُتِمَّ) اَتَمَّ، يُتِمُّ، اِتْمَامٌ (باب افعال) پورا کرنا۔

(نِعْمَة) نَعَمَ، يَنْعُمُ، نَعِمَ، يَنْعَمُ، نَعْمَةٌ ومَنْعَمٌ (ف، ن، س) خوشحال ہونا [نِعْمَةٌ، نعمت، خوشی]

(يُزَكِّيْ) زَكّٰى، يُزَكِّيْ، تَزْكِيَةٌ (باب تفعیل) پاک کرنا، بڑھانا۔

تفسیر اللہ تعالےٰ نے کعبہ کی طرف منہ کرنے پر پھر زور دیا۔ فرمایا تم مسافر ہو یا مقیم ہر حال میں کعبہ کی طرف منہ کر لیا کرو۔ تمہارا کعبہ کی طرف منہ کرنا اس لئے ضروری ہے کہ تمہاری جو نشانی گذشتہ کتابوں میں لکھی ہوئی ہے وہ پوری ہو جائے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ اس رسول (کے اوصاف) کو اہل کتاب

وَالْاِنْجِيْلِ .... اپنے ہاں توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔
(الاعراف - ۱۵۷)

الغرض گذشتہ کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ آخری نبی اور آخری امت کا "قبلہ مسجد حرام ہوگا"۔ اے ایمان والو، اگر یہ نشانی پوری نہ ہو تو لوگ کہہ سکتے کہ تم وہ امت نہیں ہو جس کا ذکر ہماری کتابوں میں ہے، اس نشانی کو پورا ہو جانے کے بعد اب ان کے پاس کوئی دلیل باقی نہیں رہے گی کہ جس کی بنیاد پر وہ تمہاری حقانیت کا انکار کر سکیں، ان کے منہ بند ہو جائیں گے، البتہ ان میں جو ظالم، ناانصاف، حق پوش اور ہٹ دھرم لوگ ہیں وہ پھر بھی ایمان نہ لانے کے لئے حیلے اور بہانے بناتے رہیں گے، تمہیں ناحق ثابت کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی لایعنی اعتراض کرتے رہیں گے تو اے ایمان والو، تم ان کے انکار کی پرواہ نہ کرنا، ان کی ریشہ دوانیوں اور باغیانہ سرگرمیوں سے نہ ڈرنا بلکہ ہر وقت و ہر آن اللہ تعالٰے سے ڈرتے رہنا۔ اللہ تعالٰے کے احکام کی تعمیل میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرنا، یہ دین اسلام جو ایک نعمت ہے، اللہ تعالٰے اس کی تکمیل کر رہا ہے۔ تحویل قبلہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ یہ بھی ایک نعمت اور اسلامی فریضہ ہے، جب تک یہ نہ ہو دین کی تکمیل اور اتمام نعمت نہیں ہو سکتا اور جب تک دین مکمل نہ ہو مکمل ہدایت ملنا مشکل ہے، اللہ تعالٰے اسی لئے دین کی تکمیل کر رہا ہے کہ ایمان والے مکمل دین پر چل کر ہدایت یاب ہو جائیں، آیت زیر تفسیر میں اللہ تعالٰے نے تکمیل دین کا وعدہ فرمایا، اللہ تعالٰے کا وعدہ سچا ہوتا ہے اور وہ پورا ہو کر رہتا ہے۔ اس کو اس کے ارادے سے باز رکھنے والا کوئی نہیں اور ظاہر ہے کہ یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ کافروں کی تمام کوششیں ناکام ہو جائیں اور وہ یقیناً ناکام ہوں گی اس لئے کہ اللہ تعالٰے ان کے مقابلہ میں ہے اور جب اللہ تعالٰے ان کے مقابلہ میں ہے اور مؤمنین پر اتمام نعمت کا ارادہ کر چکا ہے تو پھر کافر مؤمنین کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے لہٰذا ان سے ذرا بھی ڈرنا نہیں چاہیئے، بس اللہ تعالٰے سے ڈرنا چاہیئے تاکہ اللہ تعالٰے اپنی نعمت سے نوازتا رہے اور تکمیل دین کی نعمت سے سرفراز فرمائے۔

تکمیل دین کے سلسلہ میں تیمم کا حکم نازل کرنے کے بعد اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝
(المائدۃ - ۶)

(اے ایمان والو) اللہ تم پر کسی قسم کی تنگی نہیں چاہتا (کہ ہر حال میں تم پر غسل یا وضوء کو لازم کر دے) بلکہ وہ تو یہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے (خواہ تیمم کے ذریعہ ہی سہی) اور (تیمم کا حکم نازل کر کے) تم پر اپنی نعمت پوری کر دے تاکہ تم اس کا شکر ادا کرتے رہو۔

اس آیت میں اللہ تعالٰے نے تیمم کے حکم کو بھی اتمام نعمت یا اتمام دین کے مختلف مراحل میں سے ایک مرحلہ قرار دیا۔

الغرض اسی طرح بتدریج دین کی تکمیل ہوتی رہی اور بالآخر وہ وقت آیا کہ دین مکمل ہو گیا اور اللہ تعالٰے کی نعمتیں پوری ہو گئیں۔ اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔
(المائدۃ - ۳)

آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا، تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور بہ لحاظ دین کے تمہارے لئے اسلام کو پسند فرمایا۔

اللہ تعالٰے نے دین کے نزول اور پھر تکمیلِ دین کو ایک نعمت قرار دیا۔ پھر فرمایا کہ اے ایمان والو تم پر جو یہ نعمت نازل کی گئی ہے۔ یہ بالکل اسی طرح کی ایک نعمت ہے (كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ) جس طرح کی نعمت تم پر پہلے بھی نازل کی جا چکی ہے اور وہ یہ کہ ہم نے تم میں تم ہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو ہماری آیتیں تم کو پڑھ کر سناتا ہے۔ تمہارے قلوب کو امراضِ روحانی سے پاک کرتا ہے، تمہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں ایسی ایسی باتیں بتاتا ہے جو تم پہلے نہیں جانتے تھے۔

ان آیات میں اللہ تعالٰے نے اپنی دو بہت بڑی نعمتوں کا ذکر کیا:۔

(۱) دین اور

(۲) رسول

دین ایک بہت بڑی نعمت ہے، اس پر جتنا بھی شکر کیا جائے کم ہے، اللہ تعالٰے کا منشاء بھی یہی ہے کہ اس نعمت عظمٰی کا شکر ادا کیا جائے۔ اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

وَلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝
(المائدۃ - ۶)

(اے ایمان والو) اللہ تعالٰے چاہتا ہے کہ تم کو پاک کر دے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دے تاکہ تم اللہ کا شکر ادا کرتے رہو۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝
(البقرۃ - ۱۸۵)

اللہ نے جو ہدایت تم کو دی ہے اس (کے ملنے) پر تم اللہ کی بڑائی بیان کرو، تاکہ تم (اس طرح) اللہ کا شکر ادا کر سکو۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ۝
(ھل اتٰی - ۳)

(ہم نے انسان کو ہدایت دی، اب وہ چاہے تو شکر ادا کرے اور چاہے ناشکری کرے۔

دوسری نعمت کبرٰی جس کا ذکر اللہ تعالٰے نے کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہے۔ یہ اتنی بڑی نعمت ہے کہ اللہ ذو الجلال والاکرام نے واضح الفاظ میں اس نعمت کا احسان بھی جتا دیا۔ اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ

اللہ نے مؤمنین پر بڑا احسان کیا کہ ان میں ان ہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو ان کو اللہ کی آیات

اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیۡہِمۡ وَیُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ وَاِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ○

پڑھ کر سناتا ہے، ان کے دلوں کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ اس سے پہلے وہ صریح گمراہی میں مبتلا تھے۔

(آل عمران - ۱۶۴)

آیت زیرِ تفسیر اور آیت مذکورہ بالا میں اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو فرائض منصبی بتائے وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) اللہ کی آیات پڑھ کر سنانا۔

(۲) دلوں کو پاک کرنا، اور

(۳) کتاب وحکمت کی تعلیم دینا۔

ان فرائض کا اللہ تعالےٰ نے بار بار ذکر فرمایا ہے۔ ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

ہُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡہُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیۡہِمۡ وَیُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ وَاِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ○

(الجمعۃ - ۲)

اللہ ہی ہے جس نے امیوں میں انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو ان کو اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے، ان کے قلوب کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، ورنہ اس سے پہلے وہ صریح گمراہی میں مبتلا تھے۔

مندرجہ بالا آیات سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض منصبی میں صرف یہی نہیں کہ قرآن مجید کی آیات تلاوت کر کے سنا دیں۔ نہیں، اس کے علاوہ ان کے دو فرائض اور بھی ہیں، وہ دلوں کو پاک کرتے ہیں اور کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔

دلوں کو پاک کرنے سے یہ مراد ہے کہ وہ دل کو شرک، اوہام باطلہ، کفر و ناشکری، کینہ و بغض، حسد و عداوت، تکبر و ریاء، فخر و عجب سے پاک کریں، دلوں کو توحید و عقائد صحیحہ، ایمان و شکر، الفت و محبت، عاجزی و انکساری، خوف و خشیت، خلوص اور اللہ تعالےٰ کی رضا جوئی کے جذبہ سے معمور کر دیں، یعنی قلوب امراض روحانی سے پاک ہو جائیں اور ان میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور تقویٰ پیدا ہو جائے، یہی انسان کا روحانی کمال ہے، یہی اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فریضہ بحسن وخوبی انجام دیا اور وہ جماعت تیار کی جس کی شان میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاَلۡزَمَہُمۡ کَلِمَۃَ التَّقۡوٰی وَکَانُوۡۤا اَحَقَّ بِہَا وَاَہۡلَہَا۔

(الفتح - ۲۶)

اللہ تعالےٰ نے تقویٰ کی بات کو ان کے ساتھ جمٹا دیا ہے، وہ تقوےٰ کے حق دار بھی ہیں اور اہل بھی۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا
(الفتح ۔ ۲۹)

وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضا جوئی کے متلاشی رہتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ○
(الحجرات ۔ ۷)

(اے صحابہ) اللہ نے ایمان کو تمہارا محبوب بنا دیا ہے اور اس کو تمہارے دلوں میں زینت دے دی ہے، کفر، نافرمانی اور گناہ سے تم کو بیزار کر دیا ہے۔ ایسے ہی لوگ ہدایت یاب ہوتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تزکیۂ قلوب کے سلسلہ میں جو کچھ کیا اور جو ہدایات جاری کیں وہ سب قرآن مجید اور احادیث میں محفوظ ہیں اور جو کچھ قرآن مجید اور احادیث میں محفوظ ہے اسے شریعت کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تزکیہ کے سلسلہ میں شریعت کے علاوہ کسی اور قسم کی تعلیم نہیں دی، لہٰذا ثابت ہوا کہ طریقت، حقیقت اور معرفت کی اصطلاحیں سب خود ساختہ ہیں اور جو کچھ ان میں شریعت کے علاوہ پایا جاتا ہے سب ضلالت ہے:۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تیسرا فریضۂ منصبی جو مندرجہ بالا آیات اور آیت زیر تفسیر میں بتایا گیا ہے وہ تعلیم کتاب وحکمت ہے۔ کتاب وحکمت دو چیزیں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کی تعلیم دی، دوسرے لفظوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید اور حدیث کی تعلیم دی، اُن پر عمل کرنے کا طریقہ بتایا جسے سنت کہتے ہیں، کتاب وحکمت کے درمیان جو واؤ ہے وہ وائے عطفی ہے اور قرآن مجید میں کتاب اور حکمت کے درمیان بار بار واؤ کا استعمال اس کے عطفی ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ یہ واؤ۔ وائے تفسیری نہیں ہو سکتی اس لئے کہ وائے تفسیری کی بار بار کیا ضرورت تھی۔ ایک بار وضاحت کر دینا کافی تھا۔ مزید برآں تفسیر کی ضرورت تو انسانوں کو ہوا کرتی ہے۔ اللہ تعالےٰ کو تفسیر کی کیا ضرورت ہے وہ تو متکلم کے ہر لفظ کے مفہوم ومنشاء کو بخوبی جانتا ہے۔ لہٰذا ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کی دعاء میں کتاب اور حکمت کے درمیان جو واؤ آیا ہے وہ قطعاً تفسیری نہیں ہو سکتا۔ ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کی دعاء یہ ہے:۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○
(البقرۃ ۔ ۱۲۹)

اے ہمارے رب ان لوگوں میں، انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرما جو تیری آیتیں ان کو پڑھ کر سُنائے، انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان کے دلوں کو پاک کرے۔ بے شک تو غالب اور حکمت والا ہے۔

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہی فرائض بتائے گئے ہیں جو آیت زیر تفسیر اور دوسری آیات میں

بنائے گئے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کی دعاء کی مقبولیت آیت زیر تفسیر سے بالکل واضح ہے۔ کیونکہ اس دعاء میں واؤ قطعاً تفسیری نہیں ہو سکتی لہٰذا ثابت ہوا کہ کتاب اور حکمت دو چیزیں ہیں نہ کہ ایک۔

اگر مان بھی لیا جائے کہ کتاب و حکمت ایک ہی چیز یعنی قرآن مجید ہے تب بھی اس آیت سے حدیث کی ضرورت اظہر من الشمس ہے۔ معلّم جب کسی کتاب کو پڑھاتا ہے تو وہ اس کی تشریح و توضیح بھی کرتا ہے۔ اگر وہ تشریح و توضیح نہ کرے تو پھر وہ سنانا ہی ہوا اور یہ پہلے منصب میں اللہ تعالےٰ نے علیحدہ بیان کر دیا ہے۔ سنانا اور تعلیم دینا دو علیحدہ فریضے ہیں، تعلیم دینا اور سنانا یکساں نہیں ہیں۔ تعلیم میں جو تشریح و توضیح ہوتی ہے وہ ایک زائد فریضہ ہے۔ یہ تشریحی اور توضیحی الفاظ اگر حجت نہ ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معلّم قرآن مجید ہونا بیکار ہو جائے گا اور اگر حجت ہوں اور یقیناً وہ حجت ہیں تو ان کا ماننا اتنا ہی ضروری ہوگا جتنا کہ قرآن مجید کا ماننا۔ وہ معلّم جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے مقرر ہو غلطی نہیں کر سکتا۔ جو تشریح و توضیح وہ کرے گا یقیناً صحیح ہوگی۔ وہ اللہ تعالےٰ کی منظور شدہ یا اللہ تعالےٰ کی طرف سے نازل شدہ ہوگی۔ اس پر ایمان نہ لانا گویا اللہ تعالےٰ کی نازل کردہ تشریح کا انکار کرنا ہے۔ اور یہ یقیناً کفر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تشریح بھی کی وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہی تھی اس لئے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝ (القیامۃ ۔ ۱۹) — پھر اس قرآن کی تفسیر بھی ہمارے ہی ذمہ ہے۔

الغرض اللہ تعالےٰ نے اس ذمہ داری کو پورا کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہمارے لئے قرآن مجید کی تشریح و توضیح فرما دی، اور اس پر عمل کرنے کا طریقہ بھی سمجھا دیا " وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ " پر ایمان لانا اور اس کی عملی کیفیت کا انکار کرنا یقیناً قرآن مجید کا انکار ہے یعنی قرآن مجید پر ایمان لانا اور حدیث کا انکار کرنا درحقیقت قرآن مجید ہی کا انکار ہے، الغرض حدیث حجتِ شرعیہ اور قرآن مجید کی عملی تفسیر ہے اور اس کا انکار کفر ہے۔

آیت زیر تفسیر میں آگے اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ) الغرض رسول تمہیں ایسی ایسی باتیں سکھا رہا ہے جو تم پہلے نہیں جانتے تھے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (الجمعۃ ۔ ۲) — اور تم پہلے صریح گمراہی میں مبتلا تھے۔

یہ گمراہی اسی لئے تھی کہ ہدایت معدوم ہو چکی تھی۔ باوجود تلاش کے لوگوں کو ہدایت کا سراغ نہیں ملتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور نور ہدایت سے تمام عالم کو منور کر دیا (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

عمل

اے لوگو! قبلہ کی اہمیت کو پہچانیئے، قبلہ کے آداب کا خیال رکھیئے، لوگوں سے بے خوف ہو کر کعبہ کو اپنا قبلہ بنائے رکھیئے، دین اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نعمت بے بہا سمجھیئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کی روشنی میں دین پر عمل کرتے رہیئے۔

فَاذْكُرُونِيٓ أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ﴿۱۵۲﴾

ترجمہ (اے ایمان والو) تم میرا ذکر کرتے رہو، میں تمہارا ذکر کرتا رہوں گا۔ اور میرے (احسان کا) شکر ادا کرتے رہو اور میری ناشکری نہ کرو ﴿۱۵۲﴾

معانی و مصادر (اُذْكُرُوا) ذَكَرَ، يَذْكُرُ، ذِكْرٌ و تَذْكَارٌ (ن) ذکر کرنا، تسبیح و تمجید بیان کرنا، یاد کرنا۔

(اُشْكُرُوا) شَكَرَ، يَشْكُرُ، شُكْرٌ و شُكُورٌ و شُكْرَانٌ (ن) شکر کرنا، ثواب دینا، تعریف کرنا، قدر کرنا۔

(لَا تَكْفُرُوْنِ) كَفَرَ، يَكْفُرُ، كُفْرٌ، كُفْرَانٌ و كُفُوْرٌ (ن) انکار کرنا، ناشکری کرنا۔ ["لَا تَكْفُرُوْنِ" دراصل "لَا تَكْفُرُوْنِيْ" ہے]

تفسیر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر اپنا دین نازل فرمایا، لوگ گمراہی کی تاریکیوں میں سرگرداں پھر رہے تھے انہیں نورِ ہدایت دے کر نجات کا راستہ بتایا، اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان پر یہ بہت بڑا احسان کیا، خصوصاً مؤمنین پر کہ ان پر ہر طرح سے اتمام نعمت کر دیا اور انہیں راہِ راست پر چلنے کی توفیق عطا فرمائی۔ گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی دو نعمتوں اور احسانوں کا ذکر فرمایا ایک دین۔ دوسرے بعثتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ ان احسانات کو جتانے کے بعد اب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ایمان والو، تم میرا احسان مانو، مجھے یاد کرتے رہا کرو، میری تحمید و تمجید بیان کرتے رہا کرو، اگر تم ایسا کرو گے تو میں بھی تمہیں یاد کروں گا۔ قرآن مجید اور احادیث شریف میں اللہ کے ذکر کی اور ذکر کرنے والوں کی بہت تعریف آئی ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَذِكْرُ اللّٰهِ أَكْبَرُ۔ اللہ کا ذکر یقیناً بہت بڑی چیز ہے۔

(العنکبوت - ۴۵)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّأَجْرًا — اللہ کا بہت زیادہ ذکر کرنے والے مردوں اور عورتوں کے لئے اللہ نے مغفرت اور اجر

عَظِیۡمًا ○ (الاحزاب ۔ ۳۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

مَثَلُ الَّذِیۡ یَذۡکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیۡ لَا یَذۡکُرُ مَثَلُ الۡحَیِّ وَالۡمَیِّتِ ۔

(صحیح بخاری کتاب الدعوات باب فضل ذکر اللہ عزوجل جزء ۸ ص ۱۰۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

إِنَّ لِلّٰهِ مَلٰٓئِكَةً يَطُوْفُوْنَ فِي الطُّرُقِ يَلْتَمِسُوْنَ اَهْلَ الذِّكْرِ فَاِذَا وَجَدُوْا قَوْمًا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ تَنَادَوْا هَلُمُّوْا اِلٰى حَاجَتِكُمْ قَالَ فَيَحُفُّوْنَهُمْ بِاَجْنِحَتِهِمْ اِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا قَالَ فَيَسْاَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ اَعْلَمُ مِنْهُمْ مَا يَقُوْلُ عِبَادِيْ ؟ قَالَ يَقُوْلُوْنَ يُسَبِّحُوْنَكَ وَيُكَبِّرُوْنَكَ وَيَحْمَدُوْنَكَ وَيُمَجِّدُوْنَكَ قَالَ فَيَقُوْلُ هَلْ رَاَوْنِيْ قَالَ فَيَقُوْلُوْنَ لَا وَاللّٰهِ مَا رَاَوْكَ قَالَ فَيَقُوْلُ وَكَيْفَ لَوْ رَاَوْنِيْ ؟ قَالَ يَقُوْلُوْنَ لَوْ رَاَوْكَ كَانُوْا اَشَدَّ لَكَ عِبَادَةً وَاَشَدَّ لَكَ تَمْجِيْدًا وَّاَكْثَرَ لَكَ تَسْبِيْحًا، قَالَ يَقُوْلُ فَمَا يَسْاَلُوْنِيْ قَالَ يَسْاَلُوْنَكَ الْجَنَّةَ ، قَالَ يَقُوْلُ وَهَلْ رَاَوْهَا ؟ قَالَ يَقُوْلُوْنَ لَا وَاللّٰهِ يَارَبِّ مَا رَاَوْهَا قَالَ يَقُوْلُ فَكَيْفَ لَوْ اَنَّهُمْ رَاَوْهَا ؟ قَالَ يَقُوْلُوْنَ لَوْ اَنَّهُمْ رَاَوْهَا كَانُوْا اَشَدَّ عَلَيْهَا حِرْصًا وَاَشَدَّ لَهَا طَلَبًا وَاَعْظَمَ فِيْهَا رَغْبَةً ، قَالَ فَمِمَّ يَتَعَوَّذُوْنَ ؟ قَالَ يَقُوْلُوْنَ " مِنَ النَّارِ " قَالَ يَقُوْلُ وَهَلْ رَاَوْهَا ؟ قَالَ يَقُوْلُوْنَ لَا وَاللّٰهِ مَا رَاَوْهَا ، قَالَ يَقُوْلُ فَكَيْفَ لَوْ

عظیم تیار کر رکھا ہے ۔

جو شخص اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور جو شخص اپنے رب کا ذکر نہیں کرتا ان دونوں کی مثال ایسی ہے جیسی مثال زندہ اور مردہ کی (ذکر کرنے والا مثل زندہ کے ہے اور ذکر نہ کرنے والا مثل مردہ کے ہے)۔

اللہ کے چند فرشتے ایسے ہیں جو اہل ذکر کو تلاش کرتے ہوئے راستوں پر گھومتے رہتے ہیں، پھر جب وہ ایسے لوگوں کو پا لیتے ہیں جو اللہ کا ذکر کرتے ہوتے ہیں تو ایک دوسرے کو بلاتے ہیں کہ اپنی مراد پانے کے لئے اس طرف آؤ، پھر وہ ذکر کرنے والوں کو اپنے بازوؤں سے آسمان دنیا تک ڈھانک لیتے ہیں (پھر جب وہ اپنے رب کے پاس جاتے ہیں) تو ان کا ربّ ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ ان سے زیادہ واقف ہوتا ہے کہ میرے بندے کیا کہہ رہے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں وہ تیری تسبیح، تکبیر، تحمید اور تمجید بیان کر رہے ہیں۔ اللہ پوچھتا ہے کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں اللہ کی قسم انہوں نے تجھے نہیں دیکھا اللہ پوچھتا ہے اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو ان کی کیا کیفیت ہوتی؟ فرشتے کہتے ہیں اگر وہ تجھے دیکھ لیتے تو پھر اور زیادہ شدّت سے تیری عبادت کرتے، اور زیادہ شدت سے تیری تمجید اور زیادہ کثرت سے تیری تسبیح بیان کرتے۔ اللہ فرماتا ہے وہ مجھ سے کیا سوال کرتے ہیں فرشتے کہتے ہیں وہ تجھ سے جنت کا سوال کرتے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے انہوں نے جنت کو دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں اے ربّ، اللہ کی قسم انہوں نے جنت کو نہیں دیکھا، اللہ تعالےٰ

رَاَوْهَا؟ قَالَ يَقُوْلُوْنَ لَوْ رَاَوْهَا كَانُوْا اَشَدَّ مِنْهَا فِرَارًا وَّ اَشَدَّ لَهَا مَخَافَةً قَالَ فَيَقُوْلُ فَاُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ قَالَ يَقُوْلُ مَلَكٌ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ فِيْهِمْ فُلَانٌ لَيْسَ مِنْهُمْ اِنَّمَا جَآءَ لِحَاجَةٍ قَالَ هُمُ الْجُلَسَآءُ لَا يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ (صحیح بخاری کتاب الدعوات باب فضل ذکر اللہ عزوجل جزء ۸ ص۱۰۷ وروی مسلم نحوہ فی صحیحہ فی کتاب الذکر فی باب فضل مجالس الذکر جزء ۲ ص۳۴۴)

فرماتا ہے اگر وہ دیکھ لیتے تو ان کی کیا کیفیت ہوتی؟ فرشتے کہتے ہیں پھر وہ جنت کی اور زیادہ حرص اور طلب کرتے اور ان کو اور زیادہ اس کی رغبت ہوتی پھر اللہ پوچھتا ہے وہ کس چیز سے (میری) پناہ طلب کرتے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں "دوزخ سے" اللہ پوچھتا ہے کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں اللہ کی قسم انہوں نے دوزخ کو نہیں دیکھا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیتے تو ان کا کیا حال ہوتا؟ فرشتے کہتے ہیں اگر وہ اسے دیکھ لیتے تو اور زیادہ اس سے بھاگتے اور ڈرتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ (اے فرشتو) میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے انہیں بخش دیا۔ ان میں سے ایک فرشتہ کہتا ہے فلاں شخص ان میں شامل نہیں تھا وہ تو کسی کام سے آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا (رحمت سے) محروم نہیں رہتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

يَقُوْلُ اللّٰهُ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ وَاَنَا مَعَهٗ حِيْنَ يَذْكُرُنِيْ اِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِيْ نَفْسِيْ وَاِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ مَلَاٍ ذَكَرْتُهٗ فِيْ مَلَاٍ هُمْ خَيْرٌ مِّنْهُمْ وَاِنْ تَقَرَّبَ مِنِّيْ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ ذِرَاعًا وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ بَاعًا وَاِنْ اَتَانِيْ يَمْشِيْ اَتَيْتُهٗ هَرْوَلَةً (صحیح بخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالیٰ ویحذرکم اللہ نفسہ جزء ۹ ص۱۴۸ وصحیح مسلم کتاب الذکر باب الحث علی ذکر اللہ تعالیٰ جزء ۲ ص۳۶۶، ۳۷۰)

اللہ فرماتا ہے میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں اور جب وہ میرا ذکر کرتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اگر وہ اپنے دل میں مجھے یاد کرتا ہے۔ میں اپنے دل میں اسے یاد کرتا ہوں، اور اگر وہ کسی مجلس میں میرا ذکر کرتا ہے، میں اس سے بہتر مجلس میں اس کا ذکر کرتا ہوں اگر وہ ایک بالشت میرے قریب آتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کے قریب آتا ہوں، اگر وہ ایک ہاتھ میرے قریب آتا ہے تو میں ایک باع اس کے قریب آتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چلتا ہوا آتا ہے تو میں اس کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہوں۔

(نوٹ: باع = پھیلے ہوئے ہاتھوں کے برابر لمبائی)

انسانوں کی مجلس خواہ اس میں کیسے ہی بزرگ انسان شامل ہوں اس مجلس کا مقابلہ نہیں کر سکتی جس مجلس میں خود

اللہ تعالیٰ شریک ہو، یقیناً وہ محفل دنیا والوں کی محفل سے بہتر ہو گی، ایسی محفل میں کسی انسان کا ذکر آجائے تو کتنی بڑی سعادت ہے اور یہ سعادت کسی محفل میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے سے حاصل ہوتی ہے لہذا اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرنا چاہیئے اور کثرت سے محافل ومجالس ذکر منعقد ہونی چاہئیں جن میں اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کی جائے، اسکی حمد بیان کی جائے، درس وتدریس ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ قَالُوْا وَمَا الْمُفَرِّدُوْنَ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ الذَّاكِرِيْنَ اللهَ كَثِيْرًا وَّالذَّاكِرَاتِ۔

(صحیح مسلم کتاب الذکر باب الحث علی الذکر جزء ۲ صفحہ ۳۴۱)

مفردون آگے بڑھ گئے، لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول، مفردون کون لوگ ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں۔

حضرت معاویہ رضؓ فرماتے ہیں:-

اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلٰى حَلْقَةٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ فَقَالَ مَا اَجْلَسَكُمْ قَالُوْا جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللهَ وَنَحْمَدُهٗ عَلٰى مَا هَدَانَا لِلْاِسْلَامِ وَمَنَّ بِهٖ عَلَيْنَا قَالَ آللّٰهِ مَا اَجْلَسَكُمْ اِلَّا ذَاكَ قَالُوْا وَاللهِ مَا اَجْلَسَنَا اِلَّا ذَاكَ قَالَ اَمَا اِنِّيْ لَمْ اَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً لَّكُمْ وَلٰكِنَّهٗ اَتَانِيْ جِبْرِيْلُ فَاَخْبَرَنِيْ اَنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ يُبَاهِيْ بِكُمُ الْمَلٰٓئِكَةَ

(صحیح مسلم کتاب الذکر باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن جزء ۲ صفحہ ۳۴۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ایک حلقہ کے پاس گئے، آپ نے فرمایا تمہیں (یہاں) کس چیز نے بٹھایا ہے؟ انہوں نے کہا ہم اللہ کا ذکر کر رہے ہیں اور اس نے جو ہمیں اسلام کی ہدایت دی اور اس کے ذریعہ ہم پر احسان کیا تو ہم اس کی تعریف کر رہے ہیں (یعنی اس کا شکر ادا کر رہے ہیں)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اللہ کی قسم اس چیز کے علاوہ تمہیں اور کسی چیز نے یہاں نہیں بٹھایا؟ انہوں نے کہا اللہ کی قسم اس کے علاوہ ہمیں کسی اور چیز نے یہاں نہیں بٹھایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تم سے قسم اس لئے نہیں لی کہ میں تمہیں جھوٹا سمجھتا ہوں بلکہ بات یہ ہے کہ میرے پاس جبریل آئے اور انہوں نے یہ خبر دی کہ بیشک اللہ عزوجل ملائکہ میں تم پر فخر کر رہا ہے۔

مندرجہ بالا آیات واحادیث سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی بڑی فضیلت ہے۔

ذکر کا حکم دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا "میرا شکر ادا کرو اور ناشکری نہ کرو"، اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو دو نعمتوں سے نوازا۔ ایمان والوں کو ان دو نعمتوں کی قدر کرنی چاہیئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔ گر اللہ تعالیٰ اپنے رحم وفضل نہ کرتا تو سب بے ایمان اور گمراہ ہوتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۟ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۔ (الاعراف ۔ ۴۳)

جنتی کہیں گے سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے ہمیں جنت کا راستہ بنایا، اگر اللہ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت یاب نہ ہوتے، بیشک ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ آئے تھے۔

اس آیت میں ہے کہ جنتی دو نعمتوں کا ذکر کر کے اللہ تعالٰے کی تعریف کریں گے، ایک نعمت ہدایت، دوسری نعمت رسول اور انہی دو نعمتوں کا ذکر اللہ تعالٰے نے گذشتہ آیات میں کر کے ان کے حصول پر شکر ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔

شکر زبان سے بھی ہوتا ہے اور عمل سے بھی، لیکن اگر کسی نعمت کا شکر صرف زبان سے ادا کیا جائے اور عمل کچھ نہ کیا جائے تو در حقیقت یہ شکر ادا کرنا نہیں، اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۭ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ؀ (سبا ۔ ۱۳)

اے آل داؤد شکر ادا کرنے کے لئے عمل کرو میرے بندوں میں شکر گذار (بندے) تھوڑے ہی ہوتے ہیں۔

مندرجہ بالا آیت سے ثابت ہوا کہ شکر کی ادائیگی کے لئے عمل بھی کرنا چاہیئے، ایک اور جگہ اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ؀ (آل عمران ۔ ۱۲۳)

(اے ایمان والو) اللہ سے ڈرو تاکہ تم شکر ادا کر سکو۔

اللہ تعالٰے سے ڈرنے کے معنٰی یہ ہیں کہ اس کے احکام کی اطاعت کی جائے اور اس کی نافرمانی سے بچا جائے۔ جو شخص اللہ تعالٰے کی نافرمانی کرتا ہے اس کے متعلق یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ وہ اللہ تعالٰے سے حقیقی معنوں میں ڈرتا ہے، اللہ تعالٰے کا مطالبہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالٰے سے حقیقی معنوں میں ڈرا جائے۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ؀ (آل عمران ۔ ۱۰۲)

اے ایمان والو، اللہ سے اس طرح ڈرو جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں ہرگز موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔

کسی شخص کا ایسی حالت میں مرنا کہ وہ مسلم ہو اس بات کا متقاضی ہے کہ وہ ہر وقت مسلم ہو ورنہ ہو سکتا ہے کہ ناگہانی موت آ جائے اور بحالت مسلم موت واقع نہ ہو۔ گویا اللہ تعالٰے سے ڈرنے کا حق یہ ہے کہ ہر وقت مسلم رہا جائے، یعنی ہر وقت اسلام پر عمل کیا جائے۔

الغرض شکر کا تقاضا یہ ہے کہ دل، زبان اور عمل سے اللہ تعالٰے کا شکر ادا کیا جائے۔ اللہ تعالٰے انسان کے شکر کا محتاج نہیں ہے۔ شکر کا فائدہ انسان کو پہنچتا ہے۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

وَمَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ ○

(النمل - ۴۰)

سلیمان نے کہا جو شخص شکر کرتا ہے وہ اپنے نفس کے لئے ہی شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو بے شک میرا رب (اس کے شکر سے) مستغنی اور باعزت ہے۔

شکر انسان کو عذاب الٰہی سے بچاتا ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ۔

(النسآء - ۱۴۷)

اگر تم شکر کرو اور ایمان لے آؤ تو اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا۔

اللہ تعالےٰ شکر کو پسند کرتا ہے، اور ناشکری کو پسند نہیں کرتا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

إِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَإِنْ تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ۔

(الزمر - ۷)

اگر تم ناشکری کروگے تو اللہ تم سے مستغنی ہے، اللہ اپنے بندوں کی ناشکری کو پسند نہیں کرتا ہاں اگر (اے بندو) تم شکر کرو تو شکر کو تمہارے لئے پسند کرتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے بار بار شکر کرنے پر زور دیا ہے، اور صرف دین اور رسالت ہی پر نہیں بلکہ اپنی ہر نعمت پر شکر ادا کرنے پر زور دیا ہے۔

عمل

اے لوگو! اللہ تعالےٰ کا ذکر کثرت سے کیا کیجئے۔ ذکر کی مجالس میں شریک ہوا کیجئے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ○

(الاحزاب - ۴۱)

اے ایمان والو اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرو۔

اللہ تعالےٰ کی تمام نعمتوں کا شکر ادا کیجئے، ناشکری نہ کیجئے، نعمتوں کی قدر کیجئے ناقدری نہ کیجئے۔ نعمتوں کا شکر یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے احکام پر عمل کیا جائے لہٰذا اللہ تعالےٰ کے احکام پر عمل کرتے رہئے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾

ترجمہ اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ذریعہ (اللہ سے) مدد طلب کیا کرو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے (۱۵۳)

معانی و مصادر (اِسْتَعِيْنُوْا) اِسْتَعَانَ، يَسْتَعِيْنُ، اِسْتِعَانَةٌ (باب استفعال) مدد طلب کرنا۔

(صبر) صَبَرَ، يَصْبِرُ، صَبْرٌ (ض) صبر کرنا، ثابت قدم رہنا، روکنا، استقامت اختیار کرنا۔

تفسیر صبر کہتے ہیں "روکنے کو"، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ۔

(الکہف - ۲۸)

(اے رسول) اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھیئے (یعنی ان لوگوں سے اپنے آپ کو علیحدہ نہ کیجئے) جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اس کی رضا طلب کرتے ہیں۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ۔

(ص - ۶)

کافروں میں جو سردار تھے وہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے) نکل آئے (اور ایک دوسرے سے کہنے لگے) کہ چلو اور اپنے معبودوں پر (اپنے کو) روکے رکھو (یعنی اپنے معبودوں کی عبادت پر جمے رہو)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَآ اَنْ

(کافروں نے کہا) اگر ہم اپنے معبودوں پر اپنے

صَبَرْنَا عَلَیْهَا ۔
(الفرقان ۔ ۴۲)

آپ کو نہ روکتے (یعنی ان کی عبادت پہ جمے نہ رہتے) تو قریب تھا کہ یہ تو ہمیں ہمارے معبودوں سے گمراہ کر دیتا۔

مندرجہ بالا آیات سے ثابت ہوا کہ صبر کے معنیٰ روکنے کے ہیں، صبر مختلف مواقع پہ استعمال ہوتا ہے مثلاً:۔

(۱) جنگ میں صبر کرنے کے معنیٰ یہ ہیں کہ اپنے آپ کو میدان جنگ میں روکے رکھے ، شجاعت وبہادری، جرأت وہمت کے ساتھ ثابت قدم رہے ، بزدلی نہ دکھائے ، پیٹھ نہ پھیرے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِیْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ○
(الانفال ۔ ۴۶)

اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، آپس میں نہ جھگڑو ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی، صبر سے (ڈٹے) رہو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِیْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِیْنَ
(محمد ۔ ۳۱)

ہم ضرور تمہاری آزمائش کریں گے یہاں تک کہ (تمہارے عمل سے) ہم یہ معلوم کر لیں کہ تم میں سے مجاہد کون ہیں اور صابر کون ہیں ۔

(۲) کسی بات کے انتظار میں صبر کرنے کے معنیٰ یہ ہیں کہ اپنے آپ کو روکے رکھے جب تک وہ بات وجود میں آئے ۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ ۔
(الحجرات ۔ ۵)

(اے رسول) اگر یہ لوگ (جو آپ کے دروازے پر کھڑے ہو کر آپ کو آواز دیتے ہیں) صبر کرتے (یعنی اپنے آپ کو روکے رکھتے اور آواز نہ دیتے) یہاں تک کہ آپ خود ان کے پاس نکل آتے تو یہ ان کے لئے بہتر ہوتا۔

(۳) اللہ تعالےٰ کے احکام پر صبر کرنے کے معنیٰ یہ ہیں کہ اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ کے احکام پر روکے رکھے اللہ تعالےٰ کے احکام پر ڈٹا رہے ، اللہ تعالےٰ کے احکام کی خلاف ورزی نہ کرے ۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِیْرًا ○
(ھل اتٰی ۔ ۱۲)

اللہ نیک لوگوں کو ان کے صبر کرنے کی وجہ سے باغ اور ریشم (کے ملبوسات) عطاء کریگا ۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ○ (ھل اتیٰ ۔ ۲۴)

(اے رسول) آپ اپنے رب کے حکم پر صبر کیجیئے اور ان میں سے کسی گنہ گار اور ناشکرے کا کہنا نہ مانیئے۔

(۴) کسی کی بد کلامی، دل آزار گفتگو اور اذیت پر صبر کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اپنے آپ کو انتقامی عمل سے روکے رکھے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ (طٰہٰ ۔ ۱۳۰)

اے رسول جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں آپ اس پر صبر کیجیئے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۭ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ○ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ○ (حٰمٓ السجدۃ ۔ ۳۴، ۳۵)

بھلائی اور برائی برابر نہیں ہو سکتی، برائی کا بدلہ بھلائی سے دو (ایسا کرنے سے) تمہارا دشمن تمہارا گرمجوش دوست بن جائیگا، مگر یہ سعادت ان ہی لوگوں کو ملتی ہے جو صبر کرتے ہیں اور جو بڑے صاحب نصیب ہوتے ہیں۔

(۵) صدمہ کے وقت صبر کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ کی ناشکری، ماتم، جزع و فزع، نالہ و شیون سے روکے رکھے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ۭ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ○ (البقرۃ ۔ ۱۵۵)

ہم خوف سے، بھوک سے، مال و جان اور ثمرات کے نقصان سے ضرور تمہاری آزمائش کرینگے۔ (تو اے رسول) آپ صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجیئے۔

صبر کے علاوہ دوسری چیز جس کے ذریعہ مدد طلب کرنے کے لئے کہا گیا ہے وہ نماز ہے، نماز بذات خود صبر کی تربیت دیتی ہے، آدمی نماز کے وقت اپنے آپ کو تمام دوسری مصروفیات سے روک لیتا ہے اور یہ روک لینا صبر ہی تو ہے۔

نماز سکونِ قلب کا باعث ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ ○ (الرعد ۔ ۲۸)

اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

وَالصَّلٰوۃُ نُوْرٌ وَّالصَّدَقَۃُ بُرْھَانٌ وَّ الصَّبْرُ ضِیَاءٌ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب فضل الوضوء، جزء اول ص۱۱۴)

نماز نور ہے، صدقہ برہان ہے اور صبر روشنی ہے۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو بھی روشنی بتایا اور صبر کو بھی روشنی بتایا روشنی کا کام ہے کہ وہ تاریکیوں کو نیست و نابود کر دیتی ہے، اسی طرح صبر اور نماز کی روشنی نا امیدی، بزدلی، اور متزلزل کرنے والی مصیبتوں اور آزمائشوں کی تاریکیوں کو نیست و نابود کر دیتی ہے، جو شخص صبر و استقامت سے کام لے اور نماز ادا کرتا رہے تو پھر اللہ تعالےٰ کی مدد بھی شامل حال ہوتی ہے، صبر اور نماز کے ذریعے ہی اللہ تعالےٰ سے مدد طلب کی جا سکتی ہے اور جب ان دونوں چیزوں کے ذریعہ مدد طلب کی جاتی ہے تو اللہ تعالےٰ مدد کرتا ہے، کیونکہ اللہ تعالےٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ۔ (البقرۃ ۔ ۴۵)

صبر اور نماز کے ذریعہ مدد طلب کرو۔

عمل

اے لوگو، صبر کرتے رہیئے، اگر آپ میدانِ جنگ میں ہوں تو ثابت قدم رہیئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا لَقِیْتُمُوْھُمْ فَاصْبِرُوْا (صحیح بخاری کتاب الجہاد باب الصبر عند القتال جزء ۴ ص۳۰)

جب دشمن سے تمہارا مقابلہ ہو تو صبر کرو (ثابت قدم رہو)۔

اگر کوئی صدمہ پہنچے تو صبر کیجیئے، نوحہ و ماتم نہ کیجیئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَیْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَ شَقَّ الْجُیُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَی الْجَاھِلِیَّۃِ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب ما ینہی من دعوۃ الجاھلیۃ، جزء ۴ ص۲۲۳)

وہ شخص ہم میں سے نہیں جو (صدمہ کے وقت) رخساروں پر طمانچے مارے، گریبان پھاڑے اور جاہلیت کی پکار پکارے یعنی نوحہ وغیرہ کرے

اگر کوئی برا بھلا کہے، اذیّت پہنچائے تو صبر کیجیئے اور معاف کر دیجیئے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۝ (الشوریٰ ۔ ۴۳)

جو شخص صبر کرے اور معاف کر دے تو یہ بڑی ہمّت کے کام ہیں۔

صبر کے ساتھ نماز بھی پڑھتے رہیئے۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُّقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ ﴿۱۵۴﴾

ترجمہ اور جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل ہو جائیں انہیں مردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں، البتہ تم (ان کی زندگی کا) شعور نہیں رکھتے ﴿۱۵۴﴾

معانی و مصادر (یُقْتَلُ) قَتَلَ، یَقْتُلُ، قَتْلٌ و تَقْتَالٌ (ن) مار ڈالنا، قتل کرنا، لعنت کرنا۔

(اموات) مَاتَ، یَمُوتُ، مَوْتٌ (ن) مرجانا [اَمْوَاتٌ = مَوْتٰی، دونوں مَیِّتٌ کی جمع ہیں = مُردے]

(اَحْیَآءٌ) حَیِیَ، یَحْیٰی، حَیَاۃٌ (س) زندہ ہونا [اَحْیَاءٌ = حَیٌّ کی جمع، زندہ]

(تَشْعُرُونَ) شَعَرَ، یَشْعُرُ، شِعْرٌ و شِعْرٰی و شُعُورٌ و شُعُورَۃٌ (ن، ك) علم ہونا، شعور ہونا۔

تفسیر اللہ تعالٰے کے نزدیک شہداء کی بڑی قدر و منزلت ہے، انہیں ایک خاص قسم کی زندگی بخشی گئی ہے۔ لہٰذا وہ زندہ ہیں، انہیں مُردہ کہنا جائز نہیں بلکہ انہیں مُردہ سمجھنا بھی حرام ہے۔ اللہ تعالٰے فرماتا ہے:-

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝ فَرِحِينَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِن فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِم مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

جو لوگ اللہ کے راستہ میں قتل ہوئے ہیں انہیں مُردہ نہ سمجھنا بلکہ وہ اپنے ربّ کے پاس زندہ ہیں، انہیں رزق مل رہا ہے، جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے ان کو عطاء فرمایا ہے اس سے وہ (بہت) خوش ہیں اور جو لوگ پیچھے رہ گئے ہیں اور ابھی ان سے ملے نہیں (یعنی ابھی انہیں موت نہیں آئی)

يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ ○
(آل عمران - ۱۶۹ تا ۱۷۱)

ان کے معاملہ میں وہ خوش ہیں کہ انہیں بھی نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم، وہ لوگ بھی اللہ کی نعمت اور فضل میں شاداں و فرحاں ہوں گے (انہیں ان کے نیک عملوں کا اجر ملے گا) بے شک اللہ مؤمنین کے اجر کو ضائع نہیں کریگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔
اَرْوَاحُهُمْ فِي جَوْفِ طَيْرٍ خُضْرٍ لَهَا قَنَادِيلُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شَاءَتْ ثُمَّ تَأْوِي اِلٰى تِلْكَ الْقَنَادِيلِ۔
(صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب فی بیان ان ارواح الشھداء فی الجنۃ جزء ۲ صفحہ ۱۵)

شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کے پیٹوں میں رہتی ہیں، ان کے لئے کچھ قندیلیں عرش میں لٹکی ہوئی ہیں، یہ روحیں جنت میں جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں پھر ان قندیلوں میں آجاتی ہیں۔

مندرجہ بالا حدیث میں شہیدوں کی زندگی کی کچھ کیفیت بتائی گئی ہے لیکن ان کی زندگی کی مکمل کیفیت کا ادراک انسان نہیں کرسکتے، اسی لئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ) تم ان کی زندگی کا شعور نہیں کرسکتے۔

عمل

اے لوگو! ان مؤمنین کو جو اللہ کے راستہ میں شہید ہوجائیں مُردہ نہ کہا کیجیئے، انہیں زندہ سمجھیئے، البتہ یہ ضرور ہے کہ ان کی زندگی کی اصل حقیقت کو آپ نہیں سمجھ نہیں سکتے۔ شہیدوں کے بہت بڑے درجے ہیں لہذا شہادت کو نعمت بے بہا سمجھیئے، شہادت سے ڈر کر جہاد سے پہلو تہی نہ کیجیئے۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ
وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ
وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ
الصَّابِرِينَ ﴿۱۵۵﴾ الَّذِينَ إِذَا
أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا
لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ﴿۱۵۶﴾ أُولَٰئِكَ
عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ
وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ﴿۱۵۷﴾

ترجمہ اور (اے ایمان والو) ہم ضرور کسی قدر خوف اور بھوک سے اور کسی قدر مال، جان اور پھلوں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے اور (اے رسول) آپ صبر کرنے والوں کو خوشخبری سُنادیں ﴿۱۵۵﴾ یعنی ان لوگوں کو کہ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے

تو وہ اس طرح کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہم اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں (۱۵۶) یہی وہ لوگ ہیں کہ ان پر ان کے رب کی طرف سے فضل و رحمت (کی بارش ہوتی) ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت یاب ہیں (۱۵۷)

معانی و مصادر

(نَبْلُوَ) بَلَا، یَبْلُوْ، بَلْوٌ و بَلَاءٌ (ن) آزمانا۔
(خوف) خَافَ، یَخَافُ، خَوْفٌ و خِیْفٌ و مَخَافَۃٌ و خِیْفَۃٌ (س) ڈرنا۔
(جُوْع) جَاعَ، یَجُوْعُ، جُوْعٌ و مَجَاعَۃٌ (ن) بھوکا ہونا [جُوْع = بھوک]
(نقص) نَقَصَ، یَنْقُصُ، نَقْصٌ و تَنْقَاصٌ و نُقْصَانٌ (ن) نقصان ہونا، کم ہونا۔
(بَشِّرْ) بَشَّرَ، یُبَشِّرُ، تَبْشِیْرٌ (باب تفعیل) خوشخبری دینا۔
(اَصَابَتْ) اَصَابَ، یُصِیْبُ، اِصَابَۃٌ (باب افعال) پہنچنا۔
(رَحْمَۃٌ) رَحِمَ، یَرْحَمُ، رَحْمَۃٌ و مَرْحَمَۃٌ و رُحْمٌ و رُحُمٌ (س) رحم کرنا۔
(مُھْتَدُوْنَ) اِھْتَدٰی، یَھْتَدِیْ، اِھْتِدَاءٌ (باب افتعال) ہدایت یاب ہونا۔
(صَلَوٰت) صَلَوٰت، صَلوٰۃ کی جمع = فضل، رحمت۔

تفسیر

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ) ہم ضرور تمہاری آزمائش کریں گے، اللہ تعالیٰ کا یہ خطاب مؤمنین سے ہے، لہٰذا مؤمنین کو ہر وقت آزمائش و امتحان کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے علم کے ذریعہ ہر چیز سے واقفیت ہوتی ہے تاہم وہ امتحان و آزمائش کرتا ہے تاکہ وہ انسانوں کے عمل کے ذریعہ ثابت کرے کہ کون استقامت کے ساتھ احکام الٰہی پر کاربند رہتا ہے، کون مصیبت میں ثابت قدم رہتا ہے، کون اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرتا ہے، کون تحمل و خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اور کون یہ کام نہیں کرتا، اور اس آزمائش کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں پر اپنے علم کی بنیاد پر نہیں بلکہ ان کے اعمال کی بنیاد پر حجت قائم کرے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ حَتّٰی نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِیْنَ مِنْکُمْ وَالصّٰبِرِیْنَ وَنَبْلُوَا۠ اَخْبَارَکُمْ ۝ (محمد ۔ ۳۱)

ہم ضرور تمہاری آزمائش کریں گے یہاں تک کہ ہم یہ معلوم کرلیں کہ تم میں سے کون مجاہد ہیں اور کون ثابت قدم رہنے والے ہیں اور ہم تمہارے حالات کا امتحان (ضرور) لیتے رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

لَتُبْلَوُنَّ فِیْٓ اَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ

اے ایمان والو، تمہارے مالوں اور تمہاری جانوں میں ضرور تمہاری آزمائش ہوگی اور تمہیں اہل کتاب

قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ○

(آل عمران - ۱۸۶)

اور مشرکین سے بہت سی دل آزار باتیں سننی ہوں گی اور اگر تم نے صبر کیا اور تقویٰ اختیار کیا تو یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً

(الانبیآء - ۳۵)

ہم تم لوگوں کو خیر و شر میں آزمائش کے لئے مبتلا کرتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ۔

(محمد - ۴)

اگر اللہ چاہتا تو کافروں سے (کسی اور طرح) انتقام لے لیتا لیکن وہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم میں سے بعض کی آزمائش بعض کے ذریعہ کرے (یعنی آزمائش کا ذریعہ جہاد فی سبیل اللہ کو بنائے)۔

خوف سے آزمائش

صحابۂ کرام ان تمام امتحانوں میں مبتلا کئے گئے، خوف سے اس طرح آزمائش ہوئی کہ ایک زمانہ میں ہر وقت کفّار کے حملہ کا خطرہ رہا کرتا تھا، مثلاً ایک موقع کے متعلق حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ:۔

لَقَدْ فَزِعَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ لَيْلَةً فَخَرَجُوْا نَحْوَ الصَّوْتِ فَاسْتَقْبَلَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدِ اسْتَبْرَأَ الْخَبَرَ ..... وَهُوَ يَقُوْلُ لَمْ تُرَاعُوْا لَمْ تُرَاعُوْا (صحیح بخاری کتاب الجہاد باب الحمائل جزء ۴ صـ۲ و صحیح مسلم کتاب الفضائل باب شجاعة النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء ۲ صـ۳۲۱) وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ فَتَلَقَّاهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاجِعًا۔

ایک رات کو اہل مدینہ ایک خوفناک آواز سنکر گھبرا گئے، پھر وہ اس آواز کی طرف چلے (تو رستہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس آتے ہوئے ملے) آپ ان سے پہلے ہی اس آواز کی طرف روانہ ہو گئے تھے، آپ خبر معلوم کر کے آرہے تھے، آپ نے فرمایا ڈرو نہیں، ڈرو نہیں، (نوٹ) خط کشیدہ الفاظ صرف صحیح مسلم میں ہیں)

قرآن مجید میں بھی اس خوف و ہراس کا ذکر ہے:۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ

(اور وہ وقت یاد کرو) جب کفار کی فوجیں اوپر

مِنْکُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ۔ (الاحزاب۔۱۰)

کی طرف سے بھی اور نشیب کی طرف سے دشمن حملہ آور ہوئیں، جب آنکھیں پھر گئیں اور دل (خوف کی وجہ سے) گلوں تک پہنچ گئے۔

بھوک اور نقصِ اموال سے آزمائش

مسلسل جہاد کی وجہ سے کاروبار کو کافی نقصان پہنچ رہا تھا، تنگیٔ معاش سے اکثر لوگ دوچار تھے۔ جنگ خندق کے موقع پر حضرت جابرؓ کا بیان ہے:۔

لَمَّا حُفِرَ الْخَنْدَقُ رَأَیْتُ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَمَصًا شَدِیْدًا (صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الخندق جزء ۵ ص۱۳۹ و صحیح مسلم کتاب الاشربۃ باب جواز استتباعہ غیرہ جزء۲ ص۲۱۴)

جب خندق کھودی جارہی تھی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت بھوک کی حالت میں دیکھا۔

یہ حالت دیکھ کر حضرت جابرؓ نے آپ کی دعوت کی، تمام اہل خندق بھی کھانے میں شریک ہوئے، کھانے کے بعد بچے ہوئے طعام کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابرؓ کی بیوی سے فرمایا۔

کُلِیْ ھٰذَا وَاَھْدِیْ فَاِنَّ النَّاسَ اَصَابَتْھُمْ مَجَاعَۃٌ (صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الخندق جزء۵ ص۱۳۹)

تم بھی کھاؤ اور لوگوں کو بھی بھیجو اس لئے کہ سب ہی بھوکے ہیں۔

جان کے نقصان سے آزمائش

مسلسل جنگ جاری رہنے کی وجہ سے جانوں کا نقصان بھی ہو رہا تھا، حضرت انسؓ فرماتے ہیں:۔

قُتِلَ مِنْھُمْ یَوْمَ اُحُدٍ سَبْعُوْنَ وَیَوْمَ بِئْرِ مَعُوْنَۃَ سَبْعُوْنَ وَیَوْمَ الْیَمَامَۃِ سَبْعُوْنَ (صحیح بخاری کتاب المغازی باب من قتل من المسلمین یوم احد جزء۵ ص۱۳۰)

جنگ احد، واقعہ بئرِ معونہ اور جنگ یمامہ میں سے ہر ایک میں ستر ستر مسلم قتل ہوئے۔

پھلوں کے نقصان سے آزمائش

کاروبار کے ساتھ زراعت اور پھلوں کی پیداوار کو بھی نقصان پہنچ رہا تھا، مثلاً جنگ تبوک ایسے موقع پر ہوئی کہ:۔

حِیْنَ طَابَتِ الثِّمَارُ وَالظِّلَالُ وَتَجَھَّزَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُوْنَ

پھل پک رہے تھے اور درختوں پر بہار آ رہی تھی۔ ایسی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور

مَعَهٗ (صحیح بخاری باب غزوۃ تبوک (حدیث کعب بن مالکؓ) جزء ۶ ص۳ وصحیح مسلم کتاب التوبۃ باب حدیث توبۃ کعب ابن مالک جزء ۲ ص۵) | آپ کے ساتھ تمام مسلمین نے جنگ کی تیاری کرلی (اور روانہ ہوگئے)۔

الغرض صحابۂ کرام ہر طرح آزمائے گئے اور آزمائش میں کامیاب ہوئے، آگے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

(وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ) اے رسول، صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجئے، یہ صبر کرنے والے کون ہیں؟ اس سلسلہ میں اللہ تعالےٰ خود ہی تشریح فرماتا ہے کہ ان کی (ایک) خصوصیت یہ ہے کہ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں (اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ) جو چیز اللہ تعالےٰ نے لے لی وہ اُسی کی تھی (بلکہ وہ چیز کیا) ہم خود اُسی کے ہیں، وہ جب چاہے ہمیں بلالے اور یقیناً وہ ایک دن ہمیں اپنی طرف بلالے گا اور ہم اس کے پاس چلے جائیں گے، موت تو ایک دن آنی ہے۔ کیوں نہ اس کے راستہ میں آئے، جو چیز جس کی ہے اسی کے دین کے کام کیوں نہ آئے، یہ جان اسی کی دی ہوئی ہے، اگر اُسی کے راستہ میں کام آجائے تو زہے سعادت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک نواسے کے انتقال پر اپنی بیٹی سے کہلوایا تھا۔

اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلَهٗ مَا اَعْطٰى وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ (صحیح بخاری کتاب الجنائز باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعذب المیت ببعض بکاء اھلہ علیہ جزء ۲ ص۱۰ وکتاب المرضی باب عیادۃ الصبیان جزء ۷ ص۱۵۱ وصحیح مسلم کتاب الجنائز باب البکاء علی المیت جزء اول ص۳۶۷) | بے شک اللہ تعالےٰ ہی کا ہے جو اس نے لے لیا، اُسی کا ہے جو اُس نے دے دیا اور اس کے ہاں ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے لہٰذا تمہیں صبر کرنا چاہیئے اور ثواب کی امید رکھنا چاہیئے۔

پھر اللہ تعالےٰ نے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ کہنے والوں کو خوشخبری سنائی کہ (اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ) ایسے لوگوں پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے فضل و رحمت کی بارش ہوتی ہے، (وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ) اور صبر کرنے والے ہی راہِ راست پر گامزن ہوتے ہیں، وہی ہدایت پر چل کر منزل مقصود تک پہنچتے ہیں۔ جو لوگ صبر نہیں کرتے، جن میں ثابت قدمی نہیں ہوتی، جو احکام الٰہی پر جمے نہیں رہتے، جن میں استقامت نہیں پائی جاتی وہ ذرا سی آزمائش سے ڈگمگا جاتے ہیں، ان کے پیر اکھڑ جاتے ہیں، ناشکری کے کلمات زبان پر آجاتے ہیں، جادۂ

حق سے منہ موڑ لیتے ہیں، ایسے لوگوں پر بھلا کیسے فضل و رحمت کی بارش ہو سکتی ہے اور وہ کس طرح صراط مستقیم پر چل کر منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں، منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے صبر و استقامت لازمی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ خٰلِدِیْنَ فِیْہَا جَزَآءًۢ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝

(الاحقاف - ۱۳ و ۱۴)

جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر استقامت اختیار کی تو ایسے لوگوں کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم، یہی لوگ جنتی ہیں، وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے جو ان کے عملوں کے بدلہ میں انہیں ملے گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝

(حٰمٓ السجدۃ - ۳۰)

جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے۔ پھر استقامت اختیار کی، ایسے لوگوں پر فرشتے نازل ہوتے ہیں جو کہتے ہیں ڈرو نہیں، غمگین نہ ہو، اور اس جنت کو حاصل کر کے خوش ہو جاؤ جس جنت کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالیٰ کے احکام پر جمے رہیئے۔ ڈٹے رہیئے، استقامت کے ساتھ دین پر عمل کیجیئے اور دین کی خدمت کیجیئے، میدان جنگ میں ثابت قدم رہیئے، پیٹھ نہ موڑیئے، مورچہ نہ چھوڑیئے۔

مصائب سے گھبرا نہ جائیے۔ وقار کے ساتھ انہیں برداشت کیجیئے، شکایت اور ناشکری کے الفاظ زبان پر نہ لائیے، مصیبت آئے تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھیئے بلکہ پوری دعاء پڑھیئے جو درج ذیل ہے:۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰھُمَّ اَجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاَخْلِفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْہَا

بے شک ہم اللہ کے ہیں اور اللہ کی طرف لوٹنے والے ہیں، اے اللہ میری مصیبت میں مجھے اجر دے اور اس کے بعد مجھے اس سے بہتر چیز عطاء فرما۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَا مِنْ مُسْلِمٍ تُصِیْبُہٗ مُصِیْبَۃٌ فَیَقُوْلُ مَا اَمَرَہُ اللّٰہُ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

کوئی مسلم ایسا نہیں کہ جب اُسے کوئی مصیبت پہنچے پھر وہ اس طرح کہے جس طرح کہنے کا اُسے

اَللّٰهُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاَخْلِفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْهَا اِلَّا اَخْلَفَ اللّٰهُ لَهٗ خَیْرًا مِّنْهَا (وَفِیْ رِوَایَةٍ اَجَرَهُ اللّٰهُ فِیْ مُصِیْبَتِهٖ) [صحیح مسلم کتاب الجنائز باب ما یقال عند المصیبة جزء اول ص۳۶۵]

اللہ نے حکم دیا ہے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰهُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاَخْلِفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْهَا تو اللہ تعالےٰ اس سے بہتر چیز اُسے عطاء فرماتا ہے اور اس کی مصیبت میں اُسے اجر دیتا ہے۔

دنیا میں تو مصیبتیں آتی ہی رہتی ہیں، انہیں ہمت و جرأت کے ساتھ برداشت کیجیئے اور آخرت کے عیش کی امید رکھیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَةِ (صحیح بخاری کتاب الرقاق باب ما جاء فی الرقاق جزء ۸ ص۱۰۹ وصحیح مسلم کتاب الجهاد باب غزوة الاحزاب جزء ۲ ص۱۱۰)

زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے اور کوئی زندگی نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَاسْأَلُوا اللّٰهَ الْعَافِیَةَ فَاِذَا لَقِیْتُمُوْهُمْ فَاصْبِرُوْا وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ (صحیح مسلم کتاب الجهاد باب کراهة تمنی لقاء العدو جزء ۲ ص۸۲ وروی البخاری نحوہ فی کتاب الجهاد باب کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا لم یقاتل اول النهار ۴/۶۲)

اے لوگو، دشمن سے مقابلہ ہونے کی تمنا نہ کیا کرو، بلکہ اللہ سے عافیت طلب کیا کرو، پھر اگر دشمن سے تمہارا مقابلہ ہو ہی جائے تو ثابت قدم رہو اور اس بات کو ذہن نشین کر لو کہ جنت تو تلواروں کے سایہ کے نیچے ہے۔

ہر حال میں صبر کرتے رہیئے، اس لئے کہ صبر بہت بڑی نعمت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَنْ تُعْطَوْا عَطَاءً خَیْرًا وَّاَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ (صحیح بخاری کتاب الرقاق باب الصبر عن محارم اللہ جزء ۸ ص۱۲۳)

(اے لوگو) تم صبر سے بہتر اور وسیع تر کوئی چیز نہیں دئے جاؤ گے۔

صبر ہمیشہ صدمہ کی ابتداء سے کیجیئے، اس لئے کہ بعد میں تو صبر آ ہی جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْاُوْلٰی۔
(صحیح بخاری کتاب الجنائز باب
الصبر عند الصدمة الاولیٰ جزء ۲
ص۱۰۵ و صحیح مسلم کتاب الجنائز باب
فی الصبر علی المصیبة عند اول
الصدمة جزء اول ص۳۶۸)

صبر (تو وہ ہے جو) صدمہ کے اول وقت کیا
جائے۔

اِنَّ الصَّفَا وَ الۡمَرۡوَۃَ مِنۡ شَعَآئِرِ اللّٰہِ ۚ فَمَنۡ حَجَّ الۡبَیۡتَ اَوِ اعۡتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡہِ اَنۡ یَّطَّوَّفَ بِہِمَا ؕ وَ مَنۡ تَطَوَّعَ خَیۡرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰہَ شَاکِرٌ عَلِیۡمٌ ﴿۱۵۸﴾

ترجمہ بے شک صفا اور مروہ پہاڑیاں اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں لہذا جو شخص بیت (اللہ) کا حج کرے یا عمرہ کرے تو (اُسے یہ وہم نہیں کرنا چاہیئے کہ ان کا طواف کرنے سے گناہ ہوگا نہیں بلکہ) ان دونوں کا طواف کرنے سے اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا، (یہ تو نیکی کا کام ہے) اور جو شخص بھی (خلوص کے ساتھ) کوئی نیک کام کرتا ہے تو (اللہ اس کے خلوص کو جانتا ہے لہذا اس کے نیک کام کی ناقدری نہیں کرتا کیونکہ) وہ تو قدردان ہے اور (دلوں کے خلوص کا) جاننے والا ہے ﴿۱۵۸﴾

معانی و مصادر (شَعَآئِر) شَعَرَ، یَشۡعُرُ وشَعُرَ یَشۡعُرُ، شِعۡرٌ وشِعۡرَی وشُعُوۡرٌ جان لینا، شعور ہونا۔ [شَعَآئِرُ = شَعِیۡرَۃٌ کی جمع = علامتیں، نشانیاں]

(حَجَّ) حَجَّ، یَحُجُّ، حَجٌّ (ن) حج کرنا، قصد کرنا، دلیل میں غالب آنا، زیارت کرنا۔

(اِعۡتَمَرَ) اِعۡتَمَرَ، یَعۡتَمِرُ، اِعۡتِمَارٌ (باب افتعال) قصد کرنا اور زیارت کرنا، عمامہ باندھنا۔

(جُنَاحَ) جَنَحَ، یَجۡنَحُ، جُنُوۡحٌ (ف، ن، ض) مائل ہونا [جُنَاح = گناہ]

(يَطَّوَّفَ) اِطَّوَّفَ، يَطَّوَّفُ، اِطَّوُّفٌ (باب اِفَّعُّلٌ) طواف کرنا۔
(تَطَوَّعَ) تَطَوَّعَ، يَتَطَوَّعُ، تَطَوُّعٌ (باب تَفَعُّلٌ) تکلیف اٹھاکر حکم بجالانا، نیکی کرنا، نفل ادا کرنا۔

شانِ نزول

(۱) حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ مطہرہ رضؓ فرماتی ہیں:۔

اِنَّمَا اُنْزِلَتْ هٰذِهٖ فِي الْاَنْصَارِ (وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ فِي اُنَاسٍ مِنَ الْاَنْصَارِ وَفِي رِوَايَةٍ لَهٗ كَانَ ذٰلِكَ سُنَّةً فِي اٰبَآءِهِمْ مَنْ اَحْرَمَ لِمَنَاةَ لَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ) كَانُوْا يُهِلُّوْنَ لِمَنَاةَ (وَفِي رِوَايَةٍ الطَّاغِيَةِ الَّتِيْ ... عِنْدَ الْمُشَلَّلِ) وَكَانَتْ مَنَاةُ حَذْوَ قُدَيْدٍ وَكَانُوْا يَتَحَرَّجُوْنَ اَنْ يَطُوْفُوْا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَلَمَّا جَآءَ الْاِسْلَامُ سَأَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنَّ الصَّفَا ...... الخ

(صحیح بخاری کتاب المناسک باب یفعل فی العمرۃ ما یفعل فی الحج جزء ۳ ص ۷ و کتاب التفسیر (ابواب تفسیر سورۃ البقرۃ) جزء ۶ ص ۲۸ وروی مسلم نحوہ فی کتاب الحج باب بیان ان السعی بین الصفا المروۃ رکن جزء اول ص ۵۳۲)

یہ آیت انصار کے ایک قبیلہ کے سلسلے میں نازل ہوئی، ان کے آباء و اجداد کا یہ دستور تھا کہ منات کے لئے احرام باندھتے تھے، یہ ایک بت تھا جو مشلّل پر قدید کے سامنے رکھا ہوا تھا۔ اس قبیلہ کے لوگ صفا و مروہ کا طواف نہیں کرتے تھے اور اس کو گناہ سمجھتے تھے، جب اسلام آیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا، اس وقت اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(۲) حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں:۔

كُنَّا نَرٰى اَنَّهُمَا مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا كَانَ الْاِسْلَامُ اَمْسَكْنَا عَنْهُمَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنَّ الصَّفَا .... الخ (صحیح بخاری کتاب التفسیر (ابواب تفسیر سورۃ البقرۃ) جزء ۶ ص ۲۸)

ہم صفا و مروہ (کے طواف) کو جاہلیت کی ایک رسم سمجھتے تھے، جب اسلام آیا تو ہم نے طواف کرنا چھوڑ دیا، اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ ...... الخ

كَانَتِ الْاَنْصَارُ يَكْرَهُوْنَ اَنْ يَّطُوْفُوْا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ حَتّٰى نَزَلَتْ (صحیح مسلم

انصار صفا اور مروہ کے درمیان طواف کرنے کو ناپسند کرتے تھے یہاں تک کہ یہ آیت

کتاب الحج باب بیان ان السعی بین الصفا و المروۃ رکن جزء اول ص۵۳۵)
نازل ہوئی۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں :۔

إِنَّ الْأَنْصَارَ كَانُوا يُهِلُّونَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ لِصَنَمَيْنِ عَلَى شَطِّ الْبَحْرِ يُقَالُ لَهُمَا إِسَافٌ وَنَائِلَةُ ثُمَّ يَجِيئُونَ فَيَطُوفُونَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ يَحْلِقُونَ فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ كَرِهُوا أَنْ يَطُوفُوا لِلَّذِي كَانُوا يَصْنَعُونَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ قَالَتْ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ الصَّفَا ...... إِلَى آخِرِهَا (صحیح مسلم کتاب الحج باب بیان ان السعی بین الصفا و المروۃ رکن جزء اول ص۵۳۴)

انصار جاہلیت کے زمانہ میں شطِّ بحر پر رکھے ہوئے دو بتوں کے لئے جن کا نام اساف اور نائلہ تھا احرام باندھا کرتے تھے، پھر وہ وہاں سے آتے، صفا اور مروہ کا طواف کرتے پھر سر منڈاتے۔ جب اسلام آیا تو اس طواف کو جاہلیت کی رسم سمجھ کر انہوں نے ناپسند کیا، اس وقت اللہ عز و جل نے یہ آیت نازل فرمائی۔

الغرض صفا و مروہ کے طواف کے سلسلہ میں انصار دو حصّوں میں بٹے ہوئے تھے :۔

(۱) کچھ تو وہ لوگ تھے جو قدید کے بالمقابل مشلّل کے مقام پر رکھے ہوئے منات بت کے لئے احرام باندھتے تھے اور صفا و مروہ کا طواف نہیں کرتے تھے بلکہ اس کو گناہ سمجھتے تھے، ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

(۲) کچھ وہ لوگ تھے جو شطِّ بحر پہ رکھے ہوئے دو بتوں اساف اور نائلہ کے لئے احرام باندھتے تھے، پھر صفا و مروہ کا طواف کرتے تھے۔ جب اسلام آیا تو انہوں نے صفا اور مروہ کے طواف کو ایام جاہلیت کی رسم سمجھا اور گناہ سمجھ کر طواف کرنا چھوڑ دیا، اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید میں یہ آیت نازل فرمائی۔

تفسیر یہ دونوں واقعے بیک وقت پیش آئے اور ان دونوں قسم کے لوگوں کی اصلاح کے لئے اللہ عز و جل نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں لہٰذا ان دونوں کے درمیان طواف کرنا جیسا کہ انصار کی دو جماعتوں کا خیال تھا کہ گناہ ہے صحیح نہیں بلکہ ان دونوں کے درمیان طواف کرنا تو ایک نیکی ہے اور جو شخص بھی خلوص کے ساتھ کوئی نیکی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی قدردانی کرتا ہے کیونکہ وہ شاکر ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے خلوص سے بھی بخوبی واقف ہوتا ہے کیونکہ وہ علیم ہے۔

الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا و مروہ کے درمیان طواف کر کے اس متروکہ رکن

حج کو پھر جاری کر دیا، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:۔

وَلَقَدْ سَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّوَافَ بَيْنَهُمَا (صحیح بخاری کتاب المناسك باب وجوب الصفا و المروۃ جزء ۲ صـ۱۹۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے طواف کو جاری کر دیا۔

صفا اور مروۃ کی اہمیت

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

جَاءَ بِهَا اِبْرَاهِيْمُ وَبِابْنِهَا اِسْمٰعِيْلَ وَهِيَ تُرْضِعُهٗ حَتّٰى وَضَعَهَا عِنْدَ الْبَيْتِ ..... وَوَضَعَ عِنْدَهُمَا جِرَابًا فِيْهِ تَمْرٌ وَسِقَاءً فِيْهِ مَاءٌ ثُمَّ قَفّٰى مُنْطَلِقًا ..... وَجَعَلَتْ اُمُّ اِسْمَاعِيْلَ تُرْضِعُ اِسْمَاعِيْلَ وَتَشْرَبُ مِنْ ذٰلِكَ الْمَاءِ حَتّٰى اِذَا نَفِدَ مَا فِي السِّقَاءِ عَطِشَتْ وَعَطِشَ ابْنُهَا وَجَعَلَتْ تَنْظُرُ اِلَيْهِ يَتَلَوّٰى اَوْ قَالَ يَتَلَبَّطُ فَانْطَلَقَتْ كَرَاهِيَةَ اَنْ تَنْظُرَ اِلَيْهِ فَوَجَدَتِ الصَّفَا اَقْرَبَ جَبَلٍ فِي الْاَرْضِ يَلِيْهَا فَقَامَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ اسْتَقْبَلَتِ الْوَادِيَ تَنْظُرُ هَلْ تَرٰى اَحَدًا فَلَمْ تَرَ اَحَدًا فَهَبَطَتْ مِنَ الصَّفَا حَتّٰى اِذَا بَلَغَتِ الْوَادِيَ رَفَعَتْ طَرَفَ دِرْعِهَا ثُمَّ سَعَتْ سَعْيَ الْاِنْسَانِ الْمَجْهُوْدِ حَتّٰى جَاوَزَتِ الْوَادِيَ، ثُمَّ اَتَتِ الْمَرْوَةَ فَقَامَتْ عَلَيْهَا وَنَظَرَتْ هَلْ تَرٰى اَحَدًا فَلَمْ تَرَ اَحَدًا فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ سَبْعَ مَرَّاتٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذٰلِكَ سَعْيُ النَّاسِ بَيْنَهُمَا (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق

ابراہیم (علیہ السلام) اپنی بیوی اور ان کے بیٹے اسماعیل کو لے کر چلے، اس زمانہ میں ام اسماعیل اپنے بیٹے کو دودھ پلایا کرتی تھیں، ابراہیم نے ان کو بیت اللہ کے قریب بٹھا دیا .... اور ان کے پاس ایک تھیلی جس میں کھجوریں تھیں اور ایک مشکیزہ جس میں پانی تھا رکھ دیا، پھر واپس چلے آئے .... ام اسماعیل اپنے بچہ کو دودھ پلاتی رہیں اور خود پانی پیتی رہیں یہاں تک کہ پانی ختم ہو گیا، پھر انہیں پیاس لگی اور ان کے بچے کو بھی پیاس لگی، وہ اپنے بچہ کو دیکھ رہی تھیں کہ پیاس کی وجہ سے تڑپ رہا ہے انہوں نے اُسے تڑپتا ہوا دیکھنا پسند نہیں کیا لہٰذا وہاں سے چل کھڑی ہوئیں، انہوں نے دیکھا کہ ان کے قریب اس جگہ سے سب سے زیادہ نزدیک صفا پہاڑی ہے، وہ اس پر (چڑھیں اور) کھڑی ہو گئیں، پھر انہوں نے وادی کی طرف منہ کیا تاکہ کوئی نظر آئے (تو اس سے پانی مانگیں) لیکن انہوں نے کسی کو نہ دیکھا، پھر وہ صفا سے اتریں یہاں تک کہ جب وادی میں پہنچیں تو اپنا دامن اٹھا کر اس طرح دوڑیں جس طرح کوئی مصیبت زدہ آدمی دوڑتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ وادی سے گذر گئیں تو مروہ

باب یزفون النسلان فی المشی جزء ۴ ص۱۴۳)

پہاڑی پر چڑھ گئیں اور اس پر کھڑی ہو کر دیکھنے لگیں کہ کوئی نظر آئے (تو پانی مانگیں) لیکن کوئی نظر نہ آیا، اس طرح انہوں نے سات مرتبہ کیا (کبھی صفا پر چڑھیں اور کبھی مروہ پر چڑھیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی لئے لوگ ان دو پہاڑیوں کے درمیان سعی (یعنی طواف) کرتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ نے ام اسمٰعیل کی اس ادا کو قیامت تک کے لئے حج وعمرہ کا ایک رکن قرار دے دیا۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ فَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ اِنَّهٗ يَقْدَمُ عَلَيْكُمْ وَفْدٌ وَهَنَهُمْ حُمّٰى يَثْرِبَ (صحیح بخاری کتاب المغازی باب عمرۃ القضاء جزء ۵ ص۱۸۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب عمرۃ القضا کے لئے جب مکہ معظمہ پہنچے تو مشرکین کہنے لگے تمہارے پاس ایسے لوگ آرہے ہیں جن کو مدینہ کے بخار نے کمزور کر دیا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

اِنَّمَا سَعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِيُرِيَ الْمُشْرِكِيْنَ قُوَّتَهٗ (صحیح بخاری کتاب المغازی باب عمرۃ القضاء جزء ۵ ص۱۸۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ (کے طواف میں) اور صفا و مروہ کے درمیان اسی لئے دوڑے تاکہ مشرکین کو اپنی قوت دکھائیں۔

گویا صفا و مروہ کے درمیان تیز چلنے کے دو سبب تھے، ایک حضرت ام اسمٰعیل کی سعی کی ادا کو باقی رکھنا، دوسرے مشرکین کے سامنے اپنی قوت کا مظاہرہ کرنا۔ ان دونوں اسباب کی بنیاد پر آج تک مسلمین کا یہی دستور چلا آرہا ہے کہ وہ جب حج یا عمرہ کرتے ہیں تو صفا و مروہ کے درمیان وادی میں دوڑتے ہیں۔

عمل

اے لوگو، جب آپ عمرہ کریں یا حج کریں تو صفا اور مروہ پہاڑیوں کے درمیان ضرور طواف کیا کیجئے

صفا اور مروہ کے طواف کا طریقہ یہ ہے کہ جب آپ مسجد حرام سے باہر آئیں تو باب صفا سے باہر آئیے،

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:۔

(۱) ثُمَّ خَرَجَ مِنَ الْبَابِ اِلَى الصَّفَا. (صحیح مسلم کتاب الحج باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دروازے سے باہر آئے جو صفا کی طرف ہے۔

علیہ وسلم جزء اول ص۳۹۵)

(۲) جب آپ کوہ صفا کے قریب پہنچیں تو یہ آیت پڑھیئے :۔

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ

پھر یہ کلمات پڑھیئے

أَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللَّهُ بِهِ

ترجمہ :۔ جس (پہاڑی) سے اللہ نے ابتداء کی ہے میں بھی اُسی سے ابتداء کرتا ہوں۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں :۔

فَلَمَّا دَنَا مِنَ الصَّفَا قَرَأَ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ أَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللهُ بِهِ (صحیح مسلم باب حجة النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء اول ص۳۹۵)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا کے قریب پہنچے تو آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی، إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ پھر آپ نے فرمایا أَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللهُ بِهِ (جس سے اللہ نے ابتداء کی ہے میں بھی اسی سے ابتداء کرتا ہوں)

(۳) پھر صفا پر چڑھیئے، جب کعبہ نظر آنے لگے تو کعبہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جائیے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں :۔

فَبَدَأَ بِالصَّفَا فَرَقِيَ عَلَيْهِ حَتَّى رَأَى الْبَيْتَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ (صحیح مسلم باب حجة النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء اول ص۳۹۵)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا پہاڑی سے ابتداء کی، آپ اس پر چڑھے یہاں تک کہ جب بیت اللہ نظر آنے لگا تو آپ نے اس کی طرف منہ کر لیا۔

(۴) پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کیجئے یعنی لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وغیرہ پڑھیے، پھر اللہ اکبر کہئے اور یہ ثناء پڑھیئے :۔

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ، أَنْجَزَ وَعْدَهُ وَنَصَرَ

عَبۡدَہٗ وَہَزَمَ الۡاَحۡزَابَ وَحۡدَہٗ۔

ترجمہ نہیں کوئی الٰہ سوائے اللہ اکیلے کے، اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہت اُسی کی ہے اور ہر قسم کی تعریف بھی اسی کے لئے ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ نہیں کوئی الٰہ سوائے اللہ اکیلے کے، اس نے اپنا وعدہ پورا کر دیا، اپنے بندے کی مدد کی اور تمام لشکروں کو اُس نے اکیلے ہی شکست دی۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں:۔

ثُمَّ اَتَی الصَّفَا فَعَلَاہُ حَیۡثُ یَنۡظُرُ اِلَی الۡبَیۡتِ فَرَفَعَ یَدَیۡہِ فَجَعَلَ یَذۡکُرُ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ مَاشَآءَ اَنۡ یَّذۡکُرَہٗ وَیَدۡعُوۡہُ (ابوداؤد کتاب الحج باب فی رفع الیدین اذا رای البیت جزء اول ص۲۶۵ وسندہ صحیح)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا کے پاس آئے، پھر آپ اس پر چڑھے یہاں تک کہ کعبہ نظر آنے لگا، پھر آپ نے دونوں ہاتھ اٹھائے، پھر آپ اللہ عزوجل کا ذکر کرنے لگے اور اس سے دعاء مانگی۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:۔

فَوَحَّدَ اللّٰہَ وَکَبَّرَہٗ وَقَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الخ (صحیح مسلم باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء اول ص۵۱۱)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی توحید بیان کی، اس کی تکبیر بیان کی اور یہ ثناء پڑھی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الخ

(۵) پھر دعاء کیجئے، دعاء کے بعد پھر مندرجہ بالا کلمات کو پڑھیئے، پھر دعاء کیجئے، تیسری مرتبہ پھر ان کلمات کو پڑھیئے اور دعاء کیجئے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:۔

ثُمَّ دَعَا بَیۡنَ ذٰلِکَ قَالَ مِثۡلَ ھٰذَا ثَلٰثَ مَرَّاتٍ (صحیح مسلم باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء اول ص۵۱۱)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ثناء کے درمیان دعاء کی اور تین مرتبہ ایسا ہی کیا۔

(۶) پھر صفا سے اتر کر مروہ کی طرف چلیئے، جب آپ وادی کے بطن میں پہنچیں تو دوڑیئے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:۔

ثُمَّ نَزَلَ اِلَی الۡمَرۡوَۃِ حَتّٰی اِذَا انۡصَبَّتۡ قَدَمَاہُ فِیۡ بَطۡنِ الۡوَادِیۡ سَعٰی (صحیح مسلم باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء اول ص۵۱۱)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا سے اتر کر مروہ کی طرف چلے، جب آپ بطن وادی میں پہنچے تو دوڑے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

اَنَّهٗ کَانَ یَسْعٰی بَطْنَ الْمَسِیْلِ اِذَا طَافَ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ (صحیح بخاری۔ کتاب المناسک باب من طاف بالبیت اذا قدم مکة جزء ۲ صـ۱۸۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صفا اور مروہ کے درمیان طواف کرتے تو بطن وادی میں پہنچ کر دوڑتے۔

(۷) جب آپ بطن وادی سے گذر جائیں تو دوڑنا بند کر دیجئے اور مروہ پر معمولی چال سے چڑھیئے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:۔

حَتّٰی اِذَا صَعِدَتَا مَشٰی (صحیح مسلم باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء ۱ صـ۵۱۱)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک (مروہ پر پہنچتے اور آپ مروہ پر) چڑھتے تو معمولی چال سے چلتے۔

(۸) پھر آپ مروہ پر چڑھ جائیں تو بالکل اسی طرح کیجئے جس طرح صفا پر کیا تھا، اس کے بعد چھ چکر اور اسی طرح لگائیے آخری چکر مروہ پر ختم ہو۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں۔

حَتّٰی اَتَی الْمَرْوَةَ فَفَعَلَ عَلَی الْمَرْوَةِ کَمَا فَعَلَ عَلَی الصَّفَا حَتّٰی اِذَا کَانَ اٰخِرُ طَوَافِهٖ عَلَی الْمَرْوَةِ (صحیح مسلم باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء اول صـ۵۱۱)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مروہ پر پہنچ جاتے تو بالکل وہی کرتے جو صفا پر کیا تھا (پھر آپ اسی طرح طواف کرتے رہتے) یہاں تک کہ آخری طواف مروہ پر ختم ہوتا۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

فَطَافَ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعًا۔ (صحیح بخاری کتاب المناسک باب ماجاء فی السعی بین الصفا والمروۃ جزء ۲ صـ۱۹۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا اور مروہ کے درمیان سات مرتبہ طواف کیا۔

قرآن مجید کی رُو سے صفا اور مروہ کا طواف کرنا ضروری ہے، لیکن طواف سے مراد یہاں صفا اور مروہ کے گرد چکر لگانا نہیں ہے بلکہ صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا مراد ہے، لغت اور عرف عام میں طواف کا جو مفہوم ہے اگر اسی مضمون کی روشنی میں صفا و مروہ کا طواف کیا جائے تو یہ تقریباً ناممکن ہے اور اس لحاظ سے قرآن مجید کی یہ آیت ناممکن العمل ہو جاتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نے طواف کے غیر معروف معنٰی بتا کر اسے قابل عمل بنایا ہے، ایسی مثالیں قرآن مجید میں اور بھی ملتی ہیں اور ان مثالوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حدیث قرآن مجید کی تشریح کے لئے بہت ضروری ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَکۡتُمُوۡنَ مَاۤ اَنۡزَلۡنَا
مِنَ الۡبَیِّنٰتِ وَالۡهُدٰی مِنۡ
بَعۡدِ مَا بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِی الۡکِتٰبِ
اُولٰٓئِکَ یَلۡعَنُهُمُ اللّٰهُ وَیَلۡعَنُهُمُ
اللّٰعِنُوۡنَ ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا
وَاَصۡلَحُوۡا وَبَیَّنُوۡا فَاُولٰٓئِکَ اَتُوۡبُ
عَلَیۡهِمۡ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ ﴿۱۶۰﴾

ترجمہ بے شک جو لوگ کھلے دلائل اور ہدایت کی اُن باتوں کو جو ہم نے نازل فرمائی ہیں چھپاتے ہیں باوجود اس کے کہ ہم نے ان کو (اپنی) کتاب میں واضح طور پر بیان کر دیا ہے تو ایسے لوگوں پر اللہ بھی لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں ﴿۱۵۹﴾ مگر جو لوگ توبہ کر لیں، اصلاح کر لیں اور صاف صاف بیان کر دیں تو میں ان کی توبہ قبول کر لیتا ہوں کیونکہ میں بہت توبہ قبول کرنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہوں ﴿۱۶۰﴾

معانی و مصادر

(یَكْتُمُوْنَ) كَتَمَ، يَكْتُمُ، كَتْمٌ و كِتْمَانٌ (ن) چھپانا۔
(هَدٰى) هَدٰى، يَهْدِىْ، هِدَايَةٌ و هُدًى و هَدْىٌ و هِدْيَةٌ (ض) ہدایت دینا۔
(بَيَّنَّا) (بَيَّنُوْا) بَيَّنَ، يُبَيِّنُ، تَبْيِيْنٌ (باب تفعیل) واضح کرنا، ظاہر کرنا۔
(يَلْعَنُ) لَعَنَ، يَلْعَنُ، لَعْنٌ (ف) لعنت کرنا، نکال دینا، خیر سے دور کر دینا۔
(اَتُوْبُ) (تَوَّابُ) تَابَ، يَتُوْبُ، تَوْبٌ و تَوْبَةٌ و تَابَةٌ و مَتَابٌ (ن) رجوع کرنا۔

تفسیر

حق کا چھپانا جرم عظیم ہے کیونکہ حق کے چھپانے سے گمراہی کو پھلنے پھولنے کا موقع ملتا ہے، اللہ تعالٰی کی نافرمانیاں ہوتی ہیں، قوانین الٰہیہ کے بجائے خود ساختہ قوانین کا نفاذ ہوتا ہے، بھلا یہ باتیں اللہ تعالٰی کیسے گوارا کر سکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالٰی ایسے لوگوں پر لعنت کرتا ہے، ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے یعنی فرشتے اور انسان ان پر لعنت کرتے ہیں، اللہ تعالٰی فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور کفر کی حالت میں مر گئے ایسے لوگوں پر اللہ کی بھی لعنت ہے اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی بھی لعنت ہے۔

(البقرۃ - ۱۶۱)

آیت زیر تفسیر میں لعنت کرنے والوں کی صراحت نہیں تھی کہ وہ کون لوگ ہیں، مندرجہ بالا آیت میں اللہ تعالٰی نے اس کی تفسیر فرما دی کہ یہ لعنت کرنے والے فرشتے اور انسان ہوتے ہیں، ایسے لوگوں پر اللہ تعالٰی کی لعنت اور فرشتوں کی لعنت تو کوئی تعجب خیز بات نہیں لیکن انسانوں کی لعنت ضرور تعجب خیز ہے۔ بات یہ ہے کہ عوام الناس کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ہمارا فلاں عالم حق کو چھپا رہا ہے اور اگر ان کو معلوم ہو جائے تو یہ بات یقینی ہے کہ وہ بھی ایسے عالم پر لعنت ہی بھیجیں گے کہ جو محض دنیا کمانے اور اپنی جمعیت کو برقرار رکھنے کے لئے حق کو چھپاتا ہے۔ حق کو چھپانا اتنا بڑا جرم ہے کہ کوئی شخص اسے معاف نہیں کرے گا اس لئے کہ حق پوشی سے عوام الناس گمراہ ہوتے ہیں اور عوام الناس گمراہی کو کبھی پسند نہیں کرتے، انہیں دھوکا دے کر گمراہ کیا جاتا ہے، اگر انہیں حق کا یقین ہو جائے تو وہ کبھی ناحق کی پیروی نہ کریں، عوام الناس کا قصور ہے تو بس یہ کہ وہ ایسے عالموں کے مقلد بن جاتے ہیں اور ان کی ہر صحیح و غلط بات کو بے دلیل تسلیم کرتے چلے جاتے ہیں۔ الغرض علماء حق کو چھپا کر مجرم بنتے ہیں اور عوام الناس تقلید کر کے مجرم بنتے ہیں۔

عوام الناس کے لعنت کرنے کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ میدان محشر میں یا حساب و کتاب کا فیصلہ ہو جانے کے بعد عوام الناس اپنے حق پوش علماء پر لعنت بھیجیں گے، اللہ تعالٰی فرماتا ہے:۔

كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ۔

(الاعراف - ۳۸)

جب کوئی ایک جماعت دوزخ میں داخل ہوگی تو اپنی (مذہبی) بہن پر لعنت کرے گی۔ یہاں تک کہ جب سب دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو پچھلی جماعت اگلی جماعت کے متعلق اس طرح دعاء کرے گی "اے ہمارے رب، انہی لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا، انہیں دوگنے عذاب میں مبتلا کر"

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّ يَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا۔

(العنکبوت - ۲۵)

ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے کہا "پھر قیامت کے دن تم ایک دوسرے کی (دوستی) سے انکار کروگے اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجوگے"

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ۝ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ۝

(الاحزاب - ۶۷و۶۸)

دوزخی کہیں گے اے ہمارے ربّ ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کا کہنا مانا، انہوں نے ہمیں گمراہ کر دیا، اے ہمارے رب انہیں دوگنا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر۔

الغرض حق پوشی کرنے والے پر دنیا میں بھی لعنت ہے اور آخرت میں بھی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

(البقرۃ - ۱۷۴)

بے شک جو لوگ کتاب اللہ کی باتوں کو جن کو اللہ نے نازل فرمایا ہے چھپاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں اور کچھ نہیں بھر رہے سوائے دوزخ کی آگ کے، اللہ قیامت کے دن نہ ایسے لوگوں سے کلام کرے گا اور نہ انہیں پاک کریگا، بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (البقرۃ - ۴۲)

حق و باطل کو گڈمڈ نہ کرو اور جان بوجھ کر حق کو نہ چھپاؤ۔

کتمانِ حق یعنی حق پوشی کو ایک بہت بڑا جرم قرار دینے کے بعد اللہ تعالےٰ نے پھر اس جرم سے بیان فرمایا، اللہ تعالےٰ نے فرمایا (اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَ بَيَّنُوْا) لعنت سے البتہ وہ لوگ بچ جائیں گے جو توبہ کرلیں اور پھر کبھی حق پوشی کا خیال بھی دل میں نہ لائیں اور جو کچھ چھپایا تھا اس کو برملا بیان کردیں اور حق کو ہمیشہ بیان کرتے رہیں۔ ایسے لوگوں کی توبہ اللہ تعالےٰ قبول فرماتا ہے، انہیں معاف کردیتا ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ بڑا معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

عمل

اے لوگو، حق کو کبھی نہ چھپائیے، یہ بہت بڑا جرم ہے، اس سے بچیئے، حق کو چھپاکر اللہ تعالےٰ کی لعنت کے مستحق نہ بنیئے، اگر پہلے کبھی حق کو چھپایا تھا تو اب

(۱) اس سے توبہ کیجئے

(۲) آئندہ حق کو چھپانے کا خیال بھی دل سے نکال دیجئے، اپنی مکمل اصلاح کرلیجئے۔

(۳) حق کو برملا بیان کرتے رہیئے اور جس حق کو چھپایا تھا اُسے ظاہر کردیجئے،

یہی تین صورتیں ہیں جن پر بیک وقت عمل کرنے کے بعد ہی معافی کی امید کی جاسکتی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ
كُفَّارٌ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ
وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿١٦١﴾
خَالِدِينَ فِيهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ
الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿١٦٢﴾

ترجمہ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور کفر کی حالت میں مر گئے، ایسے لوگوں پر اللہ تعالےٰ کی بھی لعنت ہے اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی بھی لعنت ہے (۱۶۱) وہ اس لعنت میں ہمیشہ گرفتار رہیں گے، نہ ان کے عذاب میں تخفیف ہو گی اور نہ انہیں مہلت دی جائیگی (۱۶۲)

معانی و مصادر (اَجْمَعِيْنَ) جَمَعَ، يَجْمَعُ، جَمْعٌ (ف) جمع کرنا، اکٹھا کرنا۔
[اَجْمَعُ = بہت زیادہ مجتمع، اس کی جمع اَجْمَعُوْنَ و اَجْمَعِيْنَ ہیں]
(خٰلِدِيْنَ) خَلَدَ، يَخْلُدُ، خُلُوْدٌ (ن) ہمیشہ رہنا۔
(يُخَفَّفُ) خَفَّفَ، يُخَفِّفُ، تَخْفِيْفٌ (باب تفعیل) ہلکا کرنا۔
(يُنْظَرُوْنَ) نَظَرَ، يَنْظُرُ، نَظْرٌ و مَنْظَرٌ و مَنْظَرَةٌ (ن، س) دیکھنا، مہلت دینا۔

تفسیر کفر کے معنی انکار کرنا بھی ہوتے ہیں اور چھپانا بھی، دونوں معنوں کے لحاظ سے آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ شخص جو کفر کرے یا حق کو چھپائے اور اسی کفر یا حق پوشی کی حالت میں مر جائے تو اس پر اللہ تعالےٰ کی لعنت ہے، فرشتوں کی لعنت ہے اور تمام انسانوں کی لعنت ہے، ایسے لوگ ہمیشہ لعنت میں گرفتار رہیں گے، رحمت الٰہی سے دور کر دئے جائیں گے

اور کبھی بھی اس کے قریب نہ آسکیں گے ۔ان پر عذاب میں نہ تخفیف ہوگی اور نہ ذراسی دیر کے لئے بھی عذاب موقوف کیا جائے گا بلکہ مسلسل اور دائمی عذاب میں گرفتار رہیں گے ۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ الْکِتٰبِ وَیَشْتَرُوْنَ بِہٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِکَ مَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِھِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا یُزَکِّیْھِمْ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○

(البقرۃ - ۱۷۴)

بے شک جو لوگ کتاب اللہ کی باتوں کو جن کو اللہ نے نازل فرمایا ہے چھپاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں اور کچھ نہیں بھر رہے سوائے دوزخ کی آگ کے ، اللہ قیامت کے دن نہ ایسے لوگوں سے کلام کریگا اور نہ انہیں پاک کریگا بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا ۔

اس آیت میں " وَلَا یُزَکِّیْھِمْ " (نہ ان کو پاک کریگا) کے الفاظ حق پوشی کرنے والوں کے دائمی عذاب کی طرف اشارہ کرتے ہیں، گویا یہ الفاظ آیت زیر تفسیر کے الفاظ " خٰلِدِیْنَ فِیْھَا " کی تفسیر ہیں ۔

گذشتہ آیت ۱۵۹ میں اللہ تعالےٰ نے حق پوشوں پر اپنی لعنت کا بیان کیا تھا اور (یَلْعَنُھُمُ اللّٰعِنُوْنَ) کہہ کر تمام لعنت کرنے والوں کو مجمل طور پر بیان کیا تھا، اس آیت ۱۶۲ میں اللہ تعالےٰ نے اپنی لعنت کے ساتھ دوسرے لعنت کرنے والوں کی تفصیل بھی بیان کر دی، گویا آیت ۱۶۲ آیت ۱۵۹ کی تفسیر ہے ۔

عمل

اے لوگو، حق کو کبھی نہ چھپائیے ، دائمی لعنت اور عذاب الٰہی کو دعوت نہ دیجئے ، حق کو بیان کرتے رہئیے خواہ آپ کا دنیوی نقصان ہی کیوں نہ ہو ۔ دنیا کا نقصان عارضی اور چند روزہ ہے ، آخرت کا عذاب دائمی اور باقی رہنے والا ہے ، دنیا کا نقصان برداشت کیجئے اور آخرت کے عذاب سے بچ جائیے ۔

وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا
هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿١٦٣﴾ اِنَّ
فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ
وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ
الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا
يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ
مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا
بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ
بَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ

وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾

ترجمہ اور اے لوگو، تمہارا الٰہ تو بس ایک الٰہ ہے (اور وہ رحمٰن اور رحیم ہے) اس رحمٰن و رحیم کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں ﴿۱۶۳﴾ بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں، رات اور دن کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے میں، اُن کشتیوں میں جو لوگوں کے فائدہ کی اشیاء کو لے کر سمندر میں چلتی رہتی ہیں، اس بارش میں جو اللہ نے آسمان سے اتاری پھر اس کے ذریعے زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیا اور اس میں ہر قسم کے جانوروں کو پھیلایا، اور ہواؤں کے چلانے میں اور ان بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان مسخر کر دئے گئے ہیں اُن لوگوں کے لئے جو سمجھ بوجھ رکھتے ہیں (اللہ کے الٰہ واحد ہونے کی بہت سی) نشانیاں موجود ہیں ﴿۱۶۴﴾

معانی و مصادر (اِخْتِلَافِ) اِخْتَلَفَ، يَخْتَلِفُ، اِخْتِلَافٌ (باب افتعال) ناموافقت کرنا، کسی کے پیچھے جگہ لینا، پیچھا کرنا۔

(فُلْك) فَلَكَ، يَفْلُكُ، فَلْكٌ (ن) گھومنا۔ (فُلْكٌ = کشتی)

(تَجْرِی) جَرٰی، يَجْرِیْ، جَرْیٌ وجِرْيَةٌ وجَرَيَانٌ [ض] بہنا، واقع ہونا، قصد کرنا۔

(اَحْيَا) اَحْيَا، يُحْيِیْ، اِحْيَاءٌ (باب افعال) زندہ کرنا۔

(بَثَّ) بَثَّ، يَبُثُّ، بَثٌّ (ن وض) پھیلانا، شائع کرنا۔

(دَآبَّةٍ) دَبَّ، يَدِبُّ، دَبٌّ ودَبِيْبٌ (ض) رینگنا [دَآبَّةٌ = رینگنے والا جانور، اب اس لفظ کا استعمال زیادہ تر اُن جانوروں کے لئے ہوتا ہے جن پر سواری کی جائے یا جن پر سامان لادا جائے]

(تَصْرِيْف) صَرَّفَ، يُصَرِّفُ، تَصْرِيْفٌ (باب تفعیل) لوٹانا، بدلنا، پھیر دینا۔

(رِیَاح) رَاحَ، یَرَاحُ، رِیْحٌ (ف) ہوادار ہونا [رِیَاح = رِیْحٌ کی جمع = ہوائیں]
(سَحَاب) سَحَبَ، یَسْحَبُ، سَحْبٌ (ف) کھینچنا [سَحَاب = بادل۔ اس کی جمع سُحُبٌ]
(مُسَخَّر) سَخَّرَ، یُسَخِّرُ، تَسْخِیْرٌ (باب تفعیل) بغیر اجرت کے کسی کام میں لگا دینا، مجبور کر دینا۔

تفسیر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اے لوگو، تمہارا اِلٰہ ایک ہے، اِلٰہ اتنا جامع لفظ ہے کہ کسی ایک لفظ سے اس کا وسیع مفہوم ادا نہیں ہو سکتا، لفظ اِلٰہ میں جو صفات اور خصوصیات پائی جاتی ہیں کوئی ایک لفظ ان صفات و خصوصیات کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ اِلٰہ کے معنی ہیں وہ ہستی جس کی عبادت کی جائے، جس کو حاکم اور بادشاہ مانا جائے، جس سے مدد طلب کی جائے، جو لاثانی اور لازوال ہو، جو بے نظیر و بے مثال ہو، جو یکتا اور اکیلا ہو، جس سے کوئی چیز پوشیدہ نہ ہو، جو ہر جگہ سے ہر شخص کی پکار سنتا ہو، جو عالم الغیب ہو، جو دلوں کا حال جانتا ہو، جو دلوں کے ارادوں سے واقف ہو، جو ہر چیز پر قادر ہو، جو اپنے ہر ارادہ کو پورا کرنے کی قدرت رکھتا ہو، جو مجبور نہ ہو، عاجز نہ ہو، جو ہر چیز کا خالق ہو، مالک ہو، بے عیب ہو وغیرہ وغیرہ۔

اِلٰہ صرف اللہ تعالےٰ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے، لفظ اِلٰہ میں توحید کے تمام پہلو اور شعبے اس طرح سمو دئے گئے ہیں کہ توحید کے سلسلے میں مزید کچھ کہنے کی ضرورت باقی نہیں، توحید کے سلسلہ میں جو تفصیلات بیان کی جاتی ہیں وہ گویا لفظ "اِلٰہ" کی تشریحات و توضیحات ہیں۔ اگر کوئی شخص تفصیل میں نہ جانا چاہے تو وہ صرف لفظ اِلٰہ کی حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لے، اِلٰہ کی حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد کوئی وجہ نہیں کہ پھر بھی کوئی شخص کسی قسم کے شرک کا ارتکاب کر بیٹھے۔

لفظ اِلٰہ کی حقیقت کو سمجھ لینے کے بعد اب ان آیتوں پر غور کیجئے جن میں اللہ تعالےٰ نے "الوہیت" کو صرف اپنے لئے مخصوص کر لیا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (النساء-۱۷۱) — صرف اللہ ہی ایک اِلٰہ ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (المائدۃ-۷۳) — کوئی اِلٰہ نہیں سوائے ایک اِلٰہ کے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى قُلْ لَّآ اَشْهَدُ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝ — (اے رسول ان سے پوچھئے) کیا واقعی تم اس بات کی شہادت دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ اور بھی اِلٰہ ہیں (اور اگر وہ شہادت دیں تو ان سے)

(الانعام - ۱۹)

کہہ دیجئے کہ میں اس بات کی شہادت نہیں دیتا، (اور اے رسول) ان سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ بس اللہ ہی اِلٰہ ہے اور میں یقیناً تمہارے شرک سے بیزار ہوں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔
هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

(ابراھیم - ۵۲)

یہ (قرآن مجید) لوگوں کے لئے ایک پیغام ہے تاکہ ان کو اس کے ذریعہ ڈرایا جائے اور وہ جان لیں کہ اللہ ہی بس ایک اِلٰہ ہے اور (اس پیغام کا یہ مقصد بھی ہے) کہ اہل عقل نصیحت حاصل کریں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔
اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝

(النحل - ۲۲)

(اے لوگو) تمہارا اِلٰہ بس ایک اِلٰہ ہے، (قلب سلیم رکھنے والے تمام لوگ اسے تسلیم کرتے ہیں) البتہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل (اس چیز کا) انکار کرتے ہیں اور وہی لوگ درحقیقت سرکش ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔
وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۝

(النحل - ۵۱)

اللہ نے یہ فرمادیا ہے کہ دو اِلٰہ نہ بناؤ، اِلٰہ تو بس ایک ہی ہے (اور وہ اللہ ہے، اس نے یہ بھی فرمایا ہے کہ) بس مجھ ہی سے ڈرو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔
قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۔

(الکہف - ۱۱۰)
(حٰم السجدۃ - ۶)

(اے رسول) آپ کہہ دیجئے کہ میں بھی تمہاری مثل ایک انسان ہوں (البتہ میرے پاس وحی آتی ہے اور تمہارے پاس وحی نہیں آتی) میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ تمہارا اِلٰہ بس ایک اِلٰہ ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔
قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ

(اے رسول) کہہ دیجئے کہ یقیناً مجھ پر یہ وحی

فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ (الانبیاء - ۱۰۸)

کی گئی ہے کہ تمہارا الٰہ صرف ایک الٰہ ہے (بتاؤ) کیا (اس بات کو تسلیم کر کے) تم مسلم بنتے ہو یا نہیں؟

اس آیت سے ثابت ہوا کہ جو شخص توحید پر قائم ہے بس وہی مسلم ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا۔ (الحج - ۳۴)

(اے لوگو) تمہارا الٰہ بس ایک الٰہ ہے لہٰذا اسی کی اطاعت کرو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ الٰہ وہ ہے جو اطاعتِ مطلق کا حقدار ہو، جو اکیلا مُطاع ہو اور جس کی لامحدود اطاعت میں کوئی دوسرا اُس کا شریک نہ ہو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝ (العنکبوت - ۴۶)

(اے ایمان والو) کہہ دو کہ ہم اس کتاب پر ایمان لائے جو ہماری طرف نازل ہوئی ہے اور (اس کتاب پر بھی ایمان لائے جو) تمہاری طرف نازل ہوئی تھی۔ ہمارا الٰہ اور تمہارا الٰہ ایک ہے اور ہم اُسی (ایک الٰہ) کے مسلم ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۝ (الصّٰفّٰت - ۴)

تمہارا الٰہ یقیناً ایک ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ (صٓ - ۶۵)

(اے رسول) کہہ دیجئے کہ میں تو صرف ڈرانے والا ہوں (الٰہ نہیں ہوں) اِلٰہ تو کوئی نہیں سوائے اللہ اکیلے کے جو بڑا زبردست ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ تعالےٰ کی الوہیت میں مطلقاً شریک نہیں، اللہ تعالےٰ اکیلا معبود، حاکم، شارع، حاجت روا اور مشکل کشا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو بس اس حاکم حقیقی کے احکام پہنچانے والے ہیں۔ اور یہ منصب انسانیت کا بلند ترین مقام ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ

اللہ تعالیٰ (ہی الٰہ ہے) اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں

(البقرۃ - ۲۵۵) وہ زندہ اور قائم رہنے والا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

اللہ گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی اِلٰہ نہیں۔

(آلِ عمران - ۱۸)

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

(اے لوگو) تمہارا اِلٰہ تو بس اللہ ہے، اس کے علاوہ کوئی اِلٰہ نہیں۔

(طٰهٰ - ۹۸)

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

خبردار ہو جاؤ کہ اللہ کے علاوہ کوئی اِلٰہ نہیں۔

(محمد - ۱۹)

الغرض قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اللہ تعالےٰ نے اس بات پر زور دیا ہے کہ اِلٰہ کوئی نہیں سوا اللہ تعالےٰ کے، وہی سب کا الٰہ ہے، وہ رحمٰن بھی ہے اور رحیم بھی، اس کی توحید کی نشانیاں تو ہر چیز سے عیاں ہیں، آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں، رات اور دن کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے میں، سامان سے لدی ہوئی کشتیوں میں جو سمندر میں چلتی رہتی ہیں، آسمان سے بارش برسانے میں، زمین کو خشک ہو جانے کے بعد سرسبز و شاداب کر دینے میں، جانوروں کے روئے زمین پر پھیلا دینے میں، ہواؤں کے چلانے اور بادلوں کے معلق کر دینے میں (غرض یہ کہ ہر چیز میں) اس کی قدرت کی نشانیاں ظاہر و باہر ہیں اور یہ ایسی باتیں ہیں کہ جن کو اللہ تعالےٰ کے علاوہ کوئی سرانجام نہیں دیتا اور نہ دے سکتا ہے، یعنی اللہ تعالےٰ ہی وہ واحد ہستی ہے جو نظامِ کائنات کو چلا رہا ہے، ان کاموں میں کوئی اسکا شریک نہیں، تو پھر اس کی ذات، اس کی صفات اور اس کے حقوق میں کوئی کیسے شریک ہو سکتا ہے، جن لوگوں میں ذرا سی بھی عقل ہو وہ اس چیز کو بڑی آسانی سے سمجھ سکتے ہیں،

آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور اسی قسم کی دوسری چیزوں کی طرف اللہ تعالےٰ نے مختلف مقامات پر توجہ دلاتے ہوئے اپنی توحید کو ثابت کیا ہے۔ مثلاً

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ○ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ

اللہ نے آسمانوں کو بغیر ستون کے پیدا کیا (جیسا کہ) تم انہیں دیکھتے ہو، زمین میں پہاڑوں کو گاڑ دیا کہ کہیں زمین تم کو لے کر ڈگمگا نہ جائے، زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلا دئے، اور آسمان سے پانی برسایا اور اس سے ہر قسم کی عمدہ عمدہ

فَ ۔ُوْنِیْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِہٖ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝
(لقمٰن - ۱۰ و ۱۱)

چیزیں اگائیں، (اے لوگو) یہ تو سب کچھ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں ہیں تو اب تم مجھے بتاؤ کہ اللہ کے علاوہ (جو معبودان باطل تم نے بنا رکھے ہیں ان) لوگوں نے کیا پیدا کیا (یقیناً انہوں نے کچھ نہیں پیدا کیا تو پھر یہ تمہارا ظلم ہے کہ تم انہیں اللہ کا شریک بناتے ہو) حقیقت یہ ہے کہ ظالم صریح گمراہی میں ہیں۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔
وَهُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَیَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ وَهُوَ الْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ ۝ وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِیْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ وَهُوَ عَلٰی جَمْعِهِمْ اِذَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ ۝
(الشورٰی - ۲۸ و ۲۹)

اللہ ہی ہے جو (لوگوں کے) نا امید ہو جانے کے بعد بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت کو (ہر طرف) پھیلا دیتا ہے، وہی کارساز اور تعریف والا ہے، اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور ان دونوں میں جانوروں کا پھیلا دینا بھی ہے اور وہ جب چاہے جانوروں کو جمع کر لینے پر قادر ہے۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔
وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِیْنَ ۝ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِی الْاَرْضِ وَاِنَّا عَلٰی ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ۝ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّاَعْنَابٍ لَكُمْ فِیْهَا فَوَاكِهُ كَثِیْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَیْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِیْنَ ۝ وَاِنَّ لَكُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِیْكُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ كَثِیْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ وَعَلَیْهَا وَعَلَی الْفُلْكِ

ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان بنائے اور ہم (اپنی) مخلوقات سے غافل نہیں ہیں۔ ہم ہی نے آسمان سے مقررہ مقدار میں پانی برسایا، پھر اس کو زمین میں ٹھہرا دیا اور ہم اس پانی کو لے جانے پر بھی قادر ہیں، پھر ہم نے اس پانی کے ذریعہ تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا کئے، ان باغوں میں تمہارے لئے اور بھی بہت سے میوے ہیں جن میں سے تم کھاتے رہتے ہو، اور وہ درخت بھی پیدا کیا جو طور سینا میں کھانے والوں کے لئے روغن اور سالن لئے ہوئے اگتا ہے اور (چوپایہ بھی پیدا کئے) ان چوپایوں میں تمہارے لئے عبرت کا سامان ہے، ان کے پیٹوں میں

تَحْمَلُوْنَ ۝

(المؤمنون - ۱۷ تا ۲۲)

جو (دودھ) ہوتا ہے اس میں سے ہم تمہیں (دودھ) پلاتے ہیں۔ ان چوپایوں میں تمہارے لئے اور بھی بہت سے فائدے ہیں (مثلاً) ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو اور (بعض) پر تم سوار ہوتے ہو اور (ان کے علاوہ) کشتیوں پر بھی ہم تمہیں سوار کرتے ہیں (یہ سب قدرت کی نشانیاں ہیں)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ۝ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ۝ وَالَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ۝

(الزخرف - ۹ تا ۱۲)

(اے رسول) اگر آپ ان (کفار) سے پوچھیں کہ بتاؤ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو یہ جواب دیں گے زبردست، علم والے (اللہ) نے پیدا کیا، (آپ کہئے وہی ہے) جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنا دیا اور اس میں تمہارے لئے راستے بنا دیے تاکہ تم منزل مقصود تک پہنچ سکو، اسی نے آسمان سے مقررہ مقدار میں پانی برسایا، پھر اس کے ذریعہ مردہ شہر کو زندہ کر دیا (تو اے لوگو، جس طرح اللہ نے نباتات کو زمین سے نکالا) اسی طرح تم کو (قبروں) سے نکالا جائیگا، اسی نے ہر قسم کے حیوانات پیدا کئے اور تمہارے لئے کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (الاعراف - ۵۴)

بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر عرش پر جلوہ گر ہوا، وہی رات کو دن سے ڈھانکتا ہے، دن، رات کے پیچھے دوڑتا چلا آتا ہے، سورج، چاند اور تارے سب کو اس نے پیدا کیا اور وہ سب اس کے حکم کے مطابق اپنے اپنے کام انجام دے رہے ہیں، خبردار

ہو جاؤ، پیدا کرنا اسی کا کام ہے اور حکم بھی اسی کا چلتا ہے۔ (وہ) اللہ رب العالمین ہے (اور اس کی ذات بڑی) بابرکت ہے (سب کچھ اسی کی برکت سے ہو رہا ہے)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۔ (الاعراف - ۵۷)

اللہ ہی اپنی رحمت (یعنی بارانِ رحمت) سے پہلے خوشخبری دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝
(النحل - ۵)

چوپایوں کو بھی اسی نے پیدا کیا، ان میں تمہارے لئے سردی (سے بچنے) کا سامان اور بہت سے فائدے ہیں اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے بھی ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ۝ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ۚ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝
(الشوریٰ - ۳۲ و ۳۳)

اللہ کی نشانیوں میں سے وہ جہاز بھی ہیں جو سمندر میں چلتے رہتے ہیں (وہ اتنے بڑے بڑے ہوتے ہیں) گویا کہ وہ پہاڑ ہیں، اگر اللہ چاہے تو ہوا کو ساکن کر دے تو جہاز سمندر کی سطح پر کھڑے رہ جائیں (الغرض) ان تمام باتوں میں صبر و شکر کرنے والوں کے لئے (بڑی بڑی) نشانیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَفِيْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝

بے شک آسمانوں میں اور زمین میں مؤمنین کے لئے (بڑی بڑی) نشانیاں ہیں اور (اے لوگو) تمہاری پیدائش میں بھی اور ان جانوروں میں بھی جن کو اللہ نے روئے زمین پر پھیلا دیا ہے، یقین کرنے والوں کے لئے (اللہ کی توحید کی بہت) نشانیاں ہیں مزید برآں رات اور دن کے آنے جانے میں، اس بارش میں جو اللہ

(الجاثیۃ ۔ ۳ تا ۵)

نے آسمان سے نازل فرمائی اور اس کے ذریعہ زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد زندہ کر دیا اور ہواؤں کے چلانے میں عقل والوں کے لئے (بہت) نشانیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ فِیْهِ بِاَمْرِهٖ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

(الجاثیۃ ۔ ۱۲ و ۱۳)

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے سمندر کو مسخر کر دیا تاکہ اللہ کے حکم سے اس میں کشتیاں چلتی رہیں اور تم اللہ کا فضل تلاش کرتے رہو (یعنی روزی کماتے رہو) اور اللہ کا شکر ادا کرتے رہو، مزید برآں اللہ ہی نے آسمانوں اور زمین کی تمام چیزوں کو تمہارے لئے مسخر کر دیا اس میں غور کرنے والوں کے لئے (اللہ کی توحید و قدرت کی بہت سی) نشانیاں ہیں۔

الغرض اللہ تعالیٰ اکیلا ہی ہر چیز کا خالق ہے تو پھر کوئی اس کا شریک کیسے ہو سکتا ہے، جو پیدا نہیں کر سکتا وہ کسی بھی صفت میں اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں ہو سکتا، پیدائش کی صفت پر زور دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات وصفات وحقوق میں بار بار اپنی یکتائی اور توحید کو ثابت کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَیْهِمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَّ هُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝

(الرعد ۔ ۱۶)

کیا ان لوگوں نے اللہ کے شریک بنا رکھے ہیں، کیا ان شریکوں نے اللہ کی مخلوق جیسی کوئی مخلوق پیدا کی ہے جس کی وجہ سے ان لوگوں کے لئے (شرکاء کی مخلوق اور اللہ کی) مخلوق میں مشابہت پیدا ہو گئی ہے، (اگر ایسا ہوا ہوتا تو ان معبودانِ باطل کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنانا قرینِ قیاس ہو سکتا تھا لیکن خالق تو کوئی ہے نہیں، پھر شریک کیسے؟ اے رسول) آپ کہہ دیجئے ہر چیز کا خالق اللہ ہے جو واحد اور زبردست ہے (جب دوسرے لوگ خالق نہیں تو الٰہ بھی نہیں بن سکتے اور نہ وہ اللہ تعالیٰ کے شریک بنائے جا سکتے ہیں)۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ

(فاطر - ۴)

(اے رسول) آپ ان سے کہئے کہ مجھے بتاؤ جن شریکوں کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو، انہوں نے زمین کی کونسی چیز پیدا کی یا یہ بتاؤ کہ آسمانوں کی تخلیق میں ان کی (کسی قسم کی) شرکت ہے؟ (ہرگز نہیں، تو پھر وہ اللہ تعالےٰ کے شریک کیسے ہو سکتے ہیں)۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ

(الاحقاف - ۴)

(اے رسول) ان لوگوں سے کہیئے کہ جن لوگوں کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو مجھے بتاؤ انہوں نے زمین کی کونسی چیز پیدا کی یا آسمانوں کی پیدائش میں ان کی کسی قسم کی شرکت ہے؟۔

الغرض کائنات اور کائنات کی تمام اشیاء کی تخلیق ہی وہ بنیادی نکتہ ہے جس کو اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد ہر قسم کے شرک کی جڑیں کٹ جاتی ہیں، کسی ایک چیز کا بھی اللہ تعالےٰ کے علاوہ کوئی خالق نہیں لہٰذا کوئی بھی اللہ تعالےٰ کے علاوہ الٰہ نہیں، الٰہ وہی ہو سکتا ہے جو خالق ہو، لہٰذا الٰہ کے تمام حقوق جو بندوں پر عائد ہوتے ہیں وہ مخلوق کے لئے کیسے جائز ہو سکتے ہیں، جو تخلیق میں شریک نہیں وہ نہ اللہ تعالےٰ کی ذات میں شریک ہو سکتا ہے، نہ اس کی صفات کاملہ میں شریک ہو سکتا ہے، اور نہ اُس کے حقوقِ عبادات و اطاعت میں شریک ہو سکتا ہے۔ وہی خالق ہے لہٰذا وہی مالک و مختار ہے، وہی کارساز و حاجت روا ہے، وہی معبود و مطاع ہے، وہی مشکل کشا اور دافع البلاء ہے، وہی عالم الغیب ہے، وہی نذر و نیاز کا مستحق ہے، وہی ہر شخص کی پکار کو ہر جگہ سے سننے والا اور ہر ایک کی فریاد رسی کرنے والا ہے، وہ یکتا و تنہا ہے، اس کا کوئی رشتہ دار نہیں، نہ اس کا کوئی ہمسر ہے۔

عمل

اے لوگو، توحید پر مضبوطی سے جمے رہیئے۔ اللہ تعالےٰ کو خالق مانیئے اور سب کو مخلوق،

اللہ تعالیٰ کو مختار سمجھیئے اور مخلوق کو بے بس و عاجز، لہذا صرف اسی کو پکاریئے جو مختار ہے،
اپنی تمام عبادات، تمام حاجات، تمام مرادیں، تمام منتیں، تمام امیدیں صرف اُسی ایک ذاتِ
واحد سے وابستہ رکھیئے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ
دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ
كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ
حُبًّا لِّلّٰهِ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا
اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ اَنَّ الْقُوَّةَ
لِلّٰهِ جَمِيْعًا وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ
الْعَذَابِ ﴿١٦٥﴾ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ
اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا
وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ

بِهِمُ الْأَسْبَابُ ﴿١٦٦﴾ وَقَالَ الَّذِينَ
اتَّبَعُوا لَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ
مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوا مِنَّا كَذَٰلِكَ
يُرِيهِمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ
عَلَيْهِمْ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ
مِنَ النَّارِ ﴿١٦٧﴾

ترجمہ اور بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے علاوہ (دوسروں کو اللہ کا) شریک بناتے ہیں (یعنی) ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی محبت اللہ سے کرنی چاہیئے، حالانکہ ایمان والوں کو تو سب سے زیادہ محبت اللہ تعالےٰ سے ہوتی ہے اور اگر یہ ظالم لوگ جو بات عذاب کے وقت دیکھیں گے (ابھی) دیکھ لیتے (تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ) بے شک تمام قوتوں کا مالک صرف اللہ ہے اور یہ کہ بے شک اللہ (بہت) سخت عذاب دینے والا ہے ﴿۱۶۵﴾ (اور اے لوگو، اس وقت کا تصور کرو) جب متبوع اپنے تابعین سے بیزاری کا اظہار کریں گے (وہ ایسا وقت ہوگا کہ) سب عذاب کا مشاہدہ کر رہے ہوں گے اور ان کے آپس کے تمام تعلقات منقطع ہو جائیں گے ﴿۱۶۶﴾ اس وقت (ان کے تابعین حسرت سے) کہیں گے کہ اگر ایک مرتبہ اور ہم دنیا میں چلے جائیں تو ہم ان سے اسی طرح بیزار ہوں گے جس طرح (آج) یہ ہم سے بیزاری کا اظہار کر رہے ہیں، (الغرض) اس طرح اللہ ان کو ان کے اعمال باعث حسرت وندامت

بنا کر دکھائے گا (وہ) دوزخ (میں) ڈال دئے جائیں گے اور پھر اس (میں) سے نکل نہیں سکیں گے۔ (۱۶۷)

معانی و مصادر

(یَتَّخِذُ) اِتَّخَذَ ، یَتَّخِذُ ، اِتِّخَاذٌ (باب افتعال) بنانا۔
(اَنْدَادًا) اَنْدَادٌ = نِدٌّ کی جمع = مثل، نظیر۔
(یُحِبُّوْنَ) (حُبٌّ) اَحَبَّ ، یُحِبُّ ، اِحْبَابٌ (باب افعال) محبت کرنا۔
(اَشَدُّ) (شَدِیْدٌ) شَدَّ ، یَشُدُّ ، شَدٌّ (ن) باندھنا، بلند ہونا، قوت دینا۔ شَدَّ ، یَشِدُّ ، شِدَّۃٌ (ض) قوی ہونا [شدید = قوی، شجاع، مضبوط، اَشَدُّ اسم تفضیل ہے]
(یَرَی) (رَاَوْا) رَاٰی، یَرٰی، رُؤْیَۃٌ وَرَاْیٌ وَرَاءَۃٌ وَرِئْیَانٌ (ف) دیکھنا۔
(قُوَّۃٌ) قَوِیَ ، یَقْوٰی ، قُوَّۃٌ (س) قوی ہونا۔
(تَبَرَّاَ) تَبَرَّاَ ، یَتَبَرَّاُ ، تَبَرُّءٌ (باب تفعّل) بیزار ہونا۔
(تَقَطَّعَتْ) تَقَطَّعَ ، یَتَقَطَّعُ ، تَقَطُّعٌ (باب تفعّل) ٹکڑے ٹکڑے کرنا، منقطع ہونا۔
(اَسْبَابُ) سَبَّ ، یَسُبُّ ، سَبٌّ (ن) کاٹنا [سبب = رسّی، ذریعہ، اس کی جمع اسباب ہے]
(کَرَّۃٌ) کَرَّ ، یَکُرُّ ، کُرُوْرٌ (ن) لوٹنا۔ کَرَّ ، یَکُرُّ ، کَرٌّ (ن) لوٹانا۔
(یُرِیْ) اَرٰی ، یُرِیْ ، اِرَاءَۃٌ (باب افعال) دکھانا۔
(حَسَرَاتٌ) حَسَرَ ، یَحْسَرُ ، حَسَرٌ وحَسْرَۃٌ (ف) حسرت زدہ ہونا، رنجیدہ ہونا [حَسَرَات = حَسْرَۃٌ کی جمع]

تفسیر

مؤمن کو سب سے زیادہ محبت اللہ ذو الجلال والاکرام سے ہوتی ہے، وہ شخص مؤمن کیسے ہوسکتا ہے جو کسی دوسرے سے اللہ تعالٰے کے برابر محبت کرے یا کسی دوسرے سے ایسی محبت کرے جیسی محبت اللہ تعالٰے سے کرنی چاہیئے، کسی دوسرے سے اللہ تعالٰے کے برابر محبت کرنا گویا اس کو شریک فی المحبت بنانا ہے، اگر کسی دوسرے سے محبت کرنی ہے تو اللہ تعالٰے کے لئے کرنی ہے، اللہ تعالٰے سے جس شخص کا جتنا زیادہ تعلق ہوگا اسی قدر وہ ہماری محبت کا مستحق ہوگا، اللہ تعالٰے کا سب سے زیادہ تعلق نبیوں سے ہوتا ہے لہٰذا مخلوقات میں سب سے زیادہ محبت نبیوں سے ہونی چاہیئے، نبیوں میں سب سے زیادہ تعلق اللہ تعالٰے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لہٰذا ہمیں مخلوقات میں سب سے زیادہ محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرنی چاہیئے۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ (اے رسول) کہہ دیجئے تمہارے باپ،

إِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝

(التوبۃ - ۲۴)

تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارے رشتہ دار، (تمہارے) مال جنہیں تم نے کمایا ہے، (تمہاری) تجارت جس کے مندا ہونے سے تم ڈرتے رہتے ہو اور (تمہارے) پسندیدہ مکانات اگر تم کو اللہ، اس کے رسول اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو پھر انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم (عذاب) صادر فرمائے اور (یہ اچھی طرح سمجھ لو) کہ اللہ ایسے فاسق لوگوں کو سیدھے راستہ پر چلا کر منزل مقصود تک نہیں پہنچاتا۔ (یعنی ایسے لوگ جو اللہ تعالٰے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جہاد فی سبیل اللہ کے مقابلہ میں دوسرے لوگوں یا چیزوں کو زیادہ عزیز رکھتے ہیں وہ ہدایت یاب نہیں ہوتے، وہ منزل تک پہنچنے سے پہلے ہی سیدھے راستہ سے بھٹک جاتے ہیں)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

ثَلَاثٌ مَّنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ، مَنْ كَانَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَمَنْ أَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ وَمَنْ يَكْرَهُ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللَّهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقَىٰ فِي النَّارِ (صحیح بخاری کتاب الایمان باب من کرہ ان یعود فی الکفر جزء اول ص۱۲ وصحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان خصال من اتصف بهن وجد حلاوۃ الایمان جزء اول ص۳۷)

تین باتیں جس شخص میں ہوں گی اس نے ایمان کی مٹھاس پالی (۱) اُسے اللہ اور اُس کا رسول ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں۔ (۲) جب وہ کسی بندے سے محبت کرے تو بس صرف اللہ کے لئے محبت کرے، اور (۳) جب اسے اللہ کفر سے نجات دیدے تو پھر وہ کفر میں واپس جانے کو اتنا بُرا سمجھے جتنا آگ میں گرائے جانے کو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سب سے زیادہ محبت اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کرنی چاہئے اور یہ کہ اگر کسی دوسرے سے محبت کرنی ہو تو اللہ تعالےٰ کو بنیاد بنائے، اگر گمان غالب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ بندہ ہے تو اس سے اللہ کے لئے محبت کرے، اگر اس بندے کا اللہ تعالےٰ سے کوئی تعلق نہیں ہے تو اس سے محبت نہ کرے اور کفر میں واپس لوٹنے کو بہت بُرا سمجھے۔ جس شخص میں یہ باتیں پائی جائیں اسی کا ایمان میٹھا ہوگا، وہی ایمان کی حلاوت اور چاشنی کا مزا پائے گا اور جس شخص میں یہ باتیں نہیں ہوں گی اس کے ایمان میں کوئی مٹھاس نہیں ہوگی، اس کا ایمان پھیکا اور ناکارہ ہوگا۔

الغرض سب سے زیادہ محبت اللہ تعالےٰ سے کرنی چاہیئے، جو لوگ دنیا میں دوسروں سے اللہ تعالےٰ کے برابر محبت کرتے ہیں اور پھر انہی کے ہو جاتے ہیں وہ لوگ ان کو اپنا مرکز محبت ہی نہیں مانتے بلکہ اپنی امیدوں، مرادوں اور نذر و نیاز کا ماویٰ بھی انہی کو سمجھنے لگتے ہیں، وہ شرک فی المحبت کے ساتھ دوسرے اقسام کے شرک بھی کرنے لگتے ہیں، انہیں قوت و سطوت کا مالک، مختار اور مستعان سمجھنے لگتے ہیں، ایسے لوگ جب میدانِ محشر میں پہنچیں گے تو اس وقت انہیں معلوم ہوگا کہ تمام قوتوں کا مالک تو صرف اللہ تعالےٰ ہے اور یہ کہ اللہ تعالےٰ ہی سخت عذاب دینے والا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر قیامت کا وہ منظر یہ لوگ ابھی دنیا میں دیکھ لیتے تو کتنا اچھا ہوتا یعنی اپنے ایمان و ایقان کی قوت کے ساتھ قیامت کے ہولناک مناظر کا تصور اپنے ذہن میں بٹھاتے، قیامت کے ہولناک مناظر کا پیکر خیالی کا اپنی روحانی آنکھ سے مشاہدہ کرتے تو دل کی دنیا بدل جاتی، حالات سدھر جاتے، شرک اور دوسری بداعمالیاں چھوٹ جاتیں، پھر نہ یہ غیر اللہ سے اللہ تعالےٰ کے برابر محبت کرتے اور نہ ان کو قوتوں کا مالک اور مرادوں کا برلانے والا سمجھتے لیکن افسوس ہے کہ یہ لوگ دنیا میں ایسی باتیں سوچتے بھی نہیں، ان کے متبوعین اور ان کے پیروں نے انہیں گمراہ کر رکھا ہے یہی پیر و مرشد میدان محشر میں اپنے ان پیروی کرنے والوں سے بیزاری کا اظہار کریں گے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَاۗءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا ۚ اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۚ تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ ۡ مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ ۝ وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَاۗءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَرَاَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ ۝

(القصص - ۶۳ و ۶۴)

جن لوگوں پر عذاب کا حکم ثابت ہو جائے گا (تو اس وقت وہ کہیں گے) اے ہمارے رب، یہ لوگ ہیں جن کو ہم نے گمراہ کیا تھا، جس طرح ہم خود گمراہ ہوئے ان کو بھی گمراہ کیا، اب ہم تیری جناب میں ان سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں، یہ ہماری عبادت نہیں کرتے تھے اور جب (مشرکین سے) کہا جائے گا اپنے شریکوں کو بلاؤ، وہ بلائیں گے لیکن وہ شریک جواب نہ دے سکیں گے (تمام تعلقات منقطع ہو

چکے ہوں گے، جواب کیسے ملے) اب تو وہ عذاب کو (اپنے سامنے) دیکھ رہے ہوں گے اور یہ تمنا کر رہے ہوں گے کاش وہ ہدایت پر ہوتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔
وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ○ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ○
(الاحقاف ۔ ۵ و ۶)

اس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اللہ کے علاوہ ایسے شخص کو پکارے جو قیامت تک اُسے جواب نہ دے سکے بلکہ یہ لوگ (جن کو اللہ کے علاوہ پکارا جا رہا ہے) ان کی پکاروں سے غافل ہیں (انہیں خبر ہی نہیں کہ کوئی انہیں پکار رہا ہے) اور جب سب لوگ (قیامت کے روز) جمع کئے جائیں گے تو وہ شرکاء اپنے عابدوں کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔
كَلَّا سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ○
(مریم ۔ ۸۲)

(معبودانِ باطل) ہرگز (اپنے عابدوں کے کام) نہ (آسکیں گے بلکہ) ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور ان کے دشمن ہو جائیں گے۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کو مدد کے لئے پکارتے ہیں، دوسروں سے مرادیں مانگتے ہیں، دوسروں کے سامنے جھکتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں، دوسروں کے آستانوں کی زیارت کے لئے سفر کرتے ہیں، دوسروں کی نذر و نیاز کرتے ہیں، یہ سب ان دوسروں کی عبادت کر رہے ہیں۔ اسی طرح جو لوگ شرعی معاملات میں اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ امام یعنی رسول کے علاوہ کسی اور کو اپنا امام یا مرشد بنا لیتے ہیں پھر بغیر تحقیق اور بلا پس و پیش اس کے کہنے پہ چلتے ہیں، اس کے فتووں کو دین سمجھتے ہیں، خلافِ شرع کاموں میں بھی اس کو اپنا مطاع و پیشوا سمجھتے ہیں، یہ بھی اس امام یا مرشد کی عبادت ہی کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا

یہود و نصاریٰ نے اپنے علماء اور اپنے مشائخ کو اللہ کے علاوہ اپنا رب بنا رکھا ہے اور مسیح ابن مریم کو بھی، حالانکہ انہیں تو یہ حکم دیا

وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ (التوبۃ-۳۱)

گیا تھا کہ ایک اللہ کی عبادت کریں اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، وہ ان کے شرک سے پاک ہے۔

الغرض قیامت کے دن تمام معبودانِ باطل اپنے عابدوں اور پیروی کرنے والوں سے بیزاری کا اظہار کریں گے، یہ پیروی کرنے والے اس وقت افسوس و حسرت کے ساتھ تمنا کریں گے کہ کاش ایک مرتبہ وہ دنیا میں اور چلے جائیں تو پھر وہ ان سے ایسے ہی بیزاری کا اظہار کریں گے جس طرح وہ آج بیزاری کا اظہار کر رہے ہیں، اللہ تعالےٰ ان سب کے اعمال ضائع کر دیگا اور وہ اپنے اعمال کو حسرت وندامت کے ساتھ دیکھیں گے کہ کس طرح ان کے اعمال ضائع کر دئے گئے۔ ایسے تمام لوگ جنہوں نے دوسروں سے اللہ تعالےٰ کے برابر محبت کر کے ان کو اللہ تعالےٰ کا شریک بنا لیا تھا، جنہوں نے اللہ کے احکام کو چھوڑ کر دوسروں کے احکام پر عمل کرنا ثواب سمجھ رکھا تھا دوزخ میں داخل کر دئے جائیں گے اور پھر وہ کبھی اس میں سے نکل نہیں سکیں گے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ (المائدۃ-۷۲)

بے شک جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کریگا، اللہ جنت کو اس پر حرام کر دیگا، اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا اور (وہاں) ان ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

عمل

اے لوگو، سب سے زیادہ محبت اللہ تعالےٰ سے کیجئے، دوسروں سے اللہ تعالےٰ کے برابر محبت نہ کیجئے، یہ شرک ہے، جس کسی سے محبت کیجئے تو اللہ تعالےٰ کے لئے کیجئے، اللہ تعالےٰ کے دوستوں سے محبت کیجئے، اللہ تعالےٰ کے دشمنوں سے بغض رکھیئے۔

اللہ تعالےٰ کی اطاعت کیجئے یا اس کی اطاعت کیجئے جس کی اطاعت کو خود اللہ تعالےٰ فرض کر دے، اپنی طرف سے خود کسی کی اطاعت کو اپنے اوپر واجب نہ کیجئے، اللہ کے حقوق میں کسی کو شریک نہ کیجئے۔

اللہ تعالےٰ ہمارا سب کا محبوب ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سب کے محبوب ہیں، محبت کا تقاضا یہ ہے کہ محبوب کے ہر حکم کو بلا چون وچرا تسلیم کرے لہذا اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر سختی سے عمل کیجئے اور کیونکہ محب اپنے محبوب کے حکم ہی کو نہیں مانتا بلکہ اس کی ہر ادا پر مرمٹتا ہے لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر وارفتگی کے ساتھ عمل کیجئے اور محبت کا عملی ثبوت دیجئے۔

يَاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ
حَلٰلًا طَيِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ
الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۶۸﴾
اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ
وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

ترجمہ اے لوگو، زمین کی وہ چیزیں کھاؤ جو حلال و طیّب ہیں اور شیطان کے قدم بقدم نہ چلو، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے ﴿۱۶۸﴾ وہ تو تم کو برائی اور بے حیائی ہی کے کاموں کا حکم دے گا اور (اس بات کا حکم دیگا) کہ تم اللہ کی طرف (جھوٹ) باتیں منسوب کرو جن کا تمہیں کچھ بھی علم نہیں ﴿۱۶۹﴾

معانی و مصادر
النَّاس = لوگ
(كُلُوْا) اَكَلَ، يَاْكُلُ، اَكْلٌ و مَاْكَلٌ (ن) کھانا۔
(حَلَال) حَلَّ، يَحِلُّ، حِلٌّ (ض) حلال ہونا، احرام اتارنا۔
(طَيِّبٌ) طَابَ، يَطِيْبُ، طِيْبٌ و طَابٌ و طِيْبَةٌ (ض) اچھا ہونا، خوشحال ہونا،
[طَيِّبَةٌ = اچھا، حلال]۔
(خُطُوَات) خَطَا، يَخْطُوْ، خَطْوٌ (ن) چلنا [خطوات = خُطُوَةٌ کی جمع = قدم]
(تَتَّبِعُوْا) اِتَّبَعَ، يَتَّبِعُ، اِتِّبَاعٌ (باب افتعال) پیچھا کرنا، پیروی کرنا۔
(عَدُوٌّ) عَدَا، يَعْدُوْ، عَدْوٌ، عُدُوٌّ و عُدْوَانٌ (ن) زیادتی کرنا، ظلم کرنا [عَدُوٌّ دشمن]

(مُبِيْنٌ) أَبَانَ ، يُبِيْنُ ، إِبَانَةٌ (باب افعال) واضح کرنا ، کاٹ دینا [مُبِيْنٌ = اسم فاعل ہے ، اس کے معنی "واضح" ہیں] ۔
(يَأْمُرُ) أَمَرَ ، يَأْمُرُ ، أَمْرٌ و إِمَارٌ (ن) حکم دینا۔
(سُوْءِ) سَاءَ ، يَسُوْءُ ، سَوَاءٌ (ن) برا ہونا [سُوْءٌ = برائی] ۔
(فَحْشَآءِ) فَحُشَ ، يَفْحُشُ ، فُحْشٌ و فَحَاشَةٌ (ك) برائی میں حد سے بڑھ جانا [فَحْشَآء = وہ کام جو برائی میں حد سے بڑھ جائے ، زنا]

تفسیر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے لوگو، روئے زمین پر جو چیزیں پائی جاتی ہیں ان میں سے صرف وہی چیزیں کھایا کرو جو حلال اور پاکیزہ ہیں ۔ حرام اور خبیث چیزیں نہ کھایا کرو ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝
(المائدة - ۸۸)

(اے ایمان والو) اللہ تعالیٰ نے جو حلال وطیب چیزیں تمہیں عطاء فرمائی ہیں (بس) اسی میں سے کھایا کرو اور اللہ سے، جس پر تم ایمان لائے ہو، ڈرتے رہا کرو (نافرمانی کر کے تم عذاب الٰہی سے بچ نہیں سکتے) ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۔
(النحل - ۱۱۴)

اللہ نے جو حلال اور طیب چیزیں تمہیں دی ہیں (بس) انہی میں سے کھایا کرو ۔

حرام اور خبیث چیزوں کا کھانا شیطان کی پیروی کرنا ہے ، اُس کے حکم پر چلنا ہے ، اس کے حکم پر نہ چلو ، اس کے بہکائے میں نہ آؤ ، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے ، اس کی دشمنی ظاہر ہے ، یہ کوئی پوشیدہ چیز نہیں ہے کہ تم نہ جانتے ہو ، جان بوجھ کر دشمن کے دھوکے میں آجانا بڑی نادانی کی بات ہے ، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ۝
(بنی اسرآئیل - ۵۳)

بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ۔
(فاطر - ۶)

بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے لہٰذا اُسے دشمن سمجھو (اور اس کے مکر و فریب سے ہوشیار رہو) ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ۝
(الفرقان - ۲۹)

شیطان انسان کو وقت پر دغا دینے والا ہے (وہ وقت پر کام نہیں آتا، چھوڑ کر الگ ہو جاتا ہے)۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝
(الزخرف - ۶۲)

شیطان تمہیں (اتباع رسول سے) نہ روک دے بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

شیطان کی پیروی کرنا یعنی اس کے بہکائے میں آکر اس کا کہنا مان لینا یہ درحقیقت شیطان کی عبادت کرنا ہے، اس سے بچنا بڑا ضروری ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝
(یٰسٓ - ۶۰)

اے بنی آدم کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

اللہ تعالےٰ نے شیطان کی دشمنی کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ شیطان تو تمہیں برائی اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے، اس کا کام ہی یہی ہے کہ وہ انسان سے بُرے کام کروائے، دشمن کا کام سوائے نقصان پہنچانے کے اور کیا ہوتا ہے لہٰذا آخرت میں نقصان پہنچانے کے لئے شیطان تمہیں گناہوں اور اللہ تعالےٰ کی نافرمانیوں پر اُکساتا ہے، وہ تمہیں ترغیب دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ باتیں منسوب کرو، اللہ تعالےٰ پر افتراء پردازی کرو، حلال و حرام کا فیصلہ خود کرو اور کہو کہ یہ فیصلہ اللہ تعالےٰ کا ہے، بُرے کام کرو اور کہو کہ اللہ تعالےٰ کا یہی حکم ہے۔ شیطان کے بہکانے سے ایسا ہوتا رہا ہے اور قرآن مجید میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝
(آل عمران - ۷۸)

بے شک اہل کتاب میں بعض ایسے ہیں جو کتاب الٰہی کو زبان مروڑ کر پڑھتے ہیں تاکہ تم یہ سمجھو کہ جو کچھ وہ پڑھ رہے ہیں کتاب میں ہے حالانکہ وہ کتاب میں نہیں ہوتا، وہ کہتے ہیں کہ یہ (حکم) اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نازل شدہ نہیں ہوتا بلکہ وہ جان بوجھ کر اللہ پر افتراء کرتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

يَكْتُبُونَ الْكِتٰبَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۔
(البقرۃ - ۷۹)

اہل کتاب اپنے ہاتھ سے کتاب لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ یہ حکم اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے (حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں ہوتا)۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

وَإِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَنَا وَاللّٰهُ أَمَرَنَا بِهَا قُلْ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ أَتَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ○
(الأعراف - ۲۸)

یہ کافر جب کوئی بے حیائی کا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے آباء و اجداد کو ایسا ہی کرتے پایا ہے اور اللہ نے بھی ہمیں یہی حکم دیا ہے، (اے رسول) کہہ دیجئے کہ اللہ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا، کیا تم اللہ کی طرف ایسی بات منسوب کرتے ہو جس کا تمہیں خود علم نہیں۔

عمل

اے لوگو، صرف حلال و پاکیزہ چیزیں کھائیے، شیطان کا کہنا نہ مانیئے، حلال و حرام کا فیصلہ خود نہ کیجئے، حلال و حرام کا فیصلہ کرنا گویا اللہ تعالےٰ پر جھوٹ بولنا ہے، اس سے بچئے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلَالٌ وَهٰذَا حَرَامٌ لِتَفْتَرُوا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ○
(النحل - ۱۱۶)

اپنی زبان سے یونہی جھوٹ نہ کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، تمہارا ایسا کرنا تو گویا اللہ پر جھوٹ افتراء کرنا ہے اور بے شک جو لوگ اللہ پر افتراء کرتے ہیں وہ (کبھی) فلاح نہیں پا سکتے۔

نوٹ:- حلال اور حرام چیزوں کی تفصیل انشاءاللہ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۵۷ کی تفسیر میں بیان کی جائے گی۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ۗ أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ﴿١٧٠﴾

ترجمہ اور جب (کافروں سے) کہا جاتا ہے کہ اس چیز کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل فرمائی ہے تو کہتے ہیں، نہیں ہم تو اس چیز کی پیروی کریں گے جس چیز کی پیروی کرتے ہوئے ہم نے اپنے آباء واجداد کو پایا (افسوس) کیا اس حالت میں بھی وہ اپنے آباء واجداد کی پیروی کریں گے کہ ان کے آباء واجداد نہ کچھ سمجھتے ہوں اور نہ سیدھے راستہ پر ہوں ﴿١٧٠﴾

معانی و مصادر (أَلْفَيْنَا) أَلْفَى، يُلْفِي، إِلْفَاءً (باب افعال) پانا [مادہ ل، ف، ی ہے]۔

(يَعْقِلُونَ) عَقَلَ، يَعْقِلُ، عَقْلًا (ض) سمجھنا۔

تفسیر کافروں کی یہ پرانی عادت رہی ہے کہ جب کبھی ان سے ایمان لانے کے لئے کہا گیا تو وہ آبائی تقلید کا سہارا لیتے رہے، ہمیشہ وہ یہی کہہ دیا کرتے تھے کہ ہمارے آباء واجداد حق پر تھے لہذا ہم انہی کے راستہ کی پیروی کریں گے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ۚ أَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطَانُ يَدْعُوهُمْ إِلَىٰ عَذَابِ السَّعِيرِ ○
(لقمان - ۲۱)

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل فرمائی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو اس چیز کی پیروی کریں گے جس پر اپنے آباء واجداد کو پایا، کیا ایسی حالت میں بھی (یہ ان کی پیروی کریں گے) کہ شیطان (ان کی پیرو

خوشنما بہانے سے) ان کو دوزخ کی طرف بلا رہا ہو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝

(الزخرف - ۲۲)

ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک (خاص) راستہ پر پایا اور ہم انہی کے قدم بقدم چلیں گے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ۝

(الزخرف - ۲۳)

(اے رسول) اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے (جب کبھی) کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا بھیجا تو وہاں کے خوشحال لوگوں نے کہا ہم نے اپنے آباء واجداد کو ایک (خاص) راستہ پر پایا اور ہم انہی کے نقش قدم پر چل کر ان کی پیروی کرتے رہیں گے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـــًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ۝

(المائدۃ - ۱۰۴)

جب کافروں سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کی طرف آؤ جو اللہ نے نازل فرمائی ہے اور رسول کی طرف رجوع کرو تو کہتے ہیں جس راستہ پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا وہی ہمارے لئے کافی ہے (اے رسول، ان سے پوچھئے) کیا ایسی صورت میں بھی ان کا راستہ کافی ہے کہ نہ انہیں کچھ علم ہو اور نہ وہ سیدھے راستہ پر ہوں۔

آبائی تقلید یہ ایسا مہلک مرض ہے کہ اس مرض کا کوئی مریض مشکل ہی سے شفا پاتا ہے۔ آباء و اجداد کو معیارِ حق سمجھنا بہت بڑی نادانی ہے، ہر شخص اپنے آباء واجداد کو حق پر سمجھتا ہے، یہی نہیں بلکہ انہیں معیارِ حق تسلیم کرتا ہے، اس طرح لاتعداد معیارِ حق وجود میں آتے ہیں، معیاروں کا اتنی کثیر تعداد میں ہونا انتہائی مضحکہ خیز ہے۔ ان معیاروں کی اتنی بڑی تعداد خود اس بات کی دلیل ہے کہ یہ معیارِ حق نہیں ہو سکتے، معیارِ حق تو بس ایک ہو سکتا ہے، لیکن اتنی معمولی بات بھی ان کی سمجھ میں نہیں آتی، عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے اور قلب پر مہر لگ جاتی ہے، اب ہدایت نصیب ہو تو کیسے اور ذہن بدلے تو کس طرح؟

آباء و اجداد بھلا کس طرح معیار حق ہو سکتے ہیں۔ نہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ عقل سلیم عطاء ہوتی ہے جس کے ذریعہ وہ منشائے الٰہی کے عین مطابق حق و باطل میں تمیز کر سکیں، نہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہدایت پر کامل طور پر کاربند ہوتے ہیں کہ انہیں راہِ حق کا معیار سمجھ لیا جائے۔ ان خصوصیات کے حامل تو صرف انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں کہ وہ بالکل منشائے الٰہی کے مطابق حق و باطل میں تمیز کرتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو براہ راست اللہ تعالیٰ سے پاکر اس پر کامل طور پر چلتے ہیں، ان کے متعلق یقینی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ وہ حق پر ہیں، لہٰذا وہی معیارِ حق ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِیْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ۔ (یوسف - ۱۰۸)

(اے رسول) کہہ دیجئے یہ میرا راستہ ہے، میں بصیرت و سمجھ بوجھ کے ساتھ اللہ کی طرف بلا رہا ہوں اور جو شخص میری پیروی کرے گا وہ بھی ایسا ہی کریگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ (الاحزاب - ۲۱)

رسول اللہ کی زندگی میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔

عمل

اے لوگو، اپنے آباء و اجداد کو معیارِ حق نہ بنائیے، معیار حق تو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی تھی، اُسی پر اپنے آباء و اجداد کو پرکھیئے، اگر وہ اس کے مطابق تھے تو حق پر تھے، اگر مطابق نہیں تھے تو حق پر نہیں تھے، آپ ان کی پیروی نہ کیجئے بلکہ حق کی پیروی کیجئے، کسی فرقہ ورانہ مذہب کو محض اپنے باپ دادا کے ماننے کی وجہ سے نہ مانیئے بلکہ قرآن و حدیث پر براہ راست عمل کیجئے، وہ یقیناً حق ہے اس کے حق ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ یہ مذاہب اگر حق پر ہوتے تو سب ایک ہی بات کہتے، ان کا آپس میں شدید اختلاف اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ ان میں سے کوئی بھی حق یعنی دینِ اسلام کی ترجمانی نہیں کرتا، دین اسلام قرآن حدیث میں مکمل ہوا تھا اور انہی میں محفوظ ہے، لہٰذا قرآن و حدیث پر عمل کیجئے، تمام فرقہ وارانہ مذاہب کو چھوڑ دیجئے اور تمام فرقوں سے علیحدہ ہو جائیے۔ ان تمام مذاہب میں سے کسی ایک مذہب کی پابندی آبائی تقلید کی بنیاد پر قائم ہے اور جب آبائی تقلید کی کوئی حیثیت نہیں تو ان فرقہ وارانہ مذاہب پر کاربند رہنا باطل بنیاد پر قائم رہنا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِتَّبِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ۔
(الاعراف - ۳)

جو شریعت تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوئی ہے اس کی پیروی کرو اور اس کے علاوہ ولیوں کی پیروی نہ کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا۔

تمام فرقوں سے علیحدہ ہو جانا۔

(صحیح بخاری کتاب الفتن باب کیف الامر اذا لم تکن جماعۃ جزء ۹ ص ۶۵ وصحیح مسلم کتاب الامارۃ باب الامر بلزوم الجماعۃ عند ظہور الفتن جزء ۲ ص ۱۳۵)

اے لوگو، مندرجہ بالا آیت وحدیث پر سختی سے عمل کیجئے۔

وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿۱۷۱﴾

ترجمہ اور کافروں (کو ہدایت کی طرف بلانے) کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص ایسے آدمی کو آواز دے جو پکار اور ندا کے سوا کچھ نہ سن سکے، (مزید برآں) یہ تو بہرے بھی ہیں، گونگے بھی ہیں اور اندھے بھی ہیں لہٰذا یہ سمجھ نہیں سکتے ﴿۱۷۱﴾

معانی ومصادر (مَثَلُ) مَثَلَ، یَمْثُلُ، مُثُولٌ (ن) مثل ہونا، ظاہر ہونا، غائب ہونا۔

(یَنْعِقُ) نَعَقَ، یَنْعِقُ، نَعْقٌ و نَعِیْقٌ و نُعَاقٌ (ض۔ ف) کائیں کائیں کرنا، چیخنا۔

(دُعَاء) دَعَا، یَدْعُوْ، دُعَاءٌ و دَعْوٰی (ن) پکارنا۔

(نِدَاءٌ) نَادٰی، یُنَادِیْ، مُنَادَاةٌ و نِدَاءٌ (باب مفاعلۃ) پکارنا۔

(صُمٌّ) صَمَّ یَصَمُّ، صَمٌّ و صَمَمٌ (ف) بہرا ہونا [صُمٌّ = اَصَمُّ کی جمع = بہرے]

(بُکْمٌ) بَکِمَ، یَبْکَمُ، بَکَمٌ و بَکَامَةٌ (س) گونگا ہونا، [بُکْمٌ = اَبْکَمُ کی جمع ۔ گونگے]

(عُمْیٌ) عَمِیَ، یَعْمٰی، عَمًی (س) اندھا ہونا [عُمْیٌ = اَعْمٰی کی جمع = اندھے]

تفسیر کافروں کو جب اسلام کی دعوت دی جاتی تھی تو آبائی تقلید کا بہانا بنا کر قبول حق سے انکار کر دیتے تھے، وہ اپنے آباء و اجداد کو معیار حق سمجھتے تھے، اس معیار پر وہ انبیاء علیہم السلام کی باتوں کو پرکھتے تھے اور کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی باتیں ان کے آباء و اجداد کے خلاف

ہوتی تھیں لہذا ان کا انکار کر دیا کرتے تھے، ان کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی شخص کسی ایسے آدمی یا جانور کو پکارے جو آواز تو سُن لے لیکن یہ نہ سمجھ سکے کہ اس سے کیا کہا جا رہا ہے، ایسے آدمی یا جانور کو پکارنا بے سود ہو گا، نہ وہ پکارنے والے کی بات سمجھے گا نہ اس کی بات سے استفادہ حاصل کرے گا، یہی حال ان کافروں کا ہے بلکہ اس سے بھی بدتر، یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو سن بھی نہیں سکتے اس لئے کہ ان کی روحانی قوتِ سماعت زائل ہو چکی ہے، یہ روحانی لحاظ سے بہرے، گونگے اور اندھے ہیں لہذا نہ کسی سے پوچھ سکتے ہیں، نہ سن سکتے ہیں اور نہ سمجھ سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَفَاَنۡتَ تُسۡمِعُ الصُّمَّ اَوۡ تَهۡدِی الۡعُمۡیَ (الزخرف ۔ ۴۰)	(اے رسول) کیا آپ بہروں کو سُنا سکتے ہیں یا اندھوں کو راستہ بتا سکتے ہیں؟ (نہیں)

یہ بہرے ہیں، ان کو آپ سُنا نہیں سکتے، یہ گونگے ہیں لہذا آپ سے راستہ پوچھ بھی نہیں سکتے، اندھے ہیں لہذا صحیح راستہ کو دیکھ بھی نہیں سکتے، ان کو ہدایت کیسے مل سکتی ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَفَاَنۡتَ تَهۡدِی الۡعُمۡیَ وَلَوۡ كَانُوۡا لَا يُبۡصِرُوۡنَ ۝ (یونس ۔ ۴۳)	(اے رسول) کیا آپ اندھوں کو راستہ بتا سکتے ہیں باوجود اس کے کہ وہ کچھ دیکھ ہی نہیں سکتے ہوں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَمَاۤ اَنۡتَ بِهٰدِی الۡعُمۡیِ عَنۡ ضَلٰلَتِهِمۡ (النمل ۔۸۱، الروم ۔ ۵۳)	(اے رسول) آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے نکال کر صحیح راستہ نہیں بتا سکتے۔

جس طرح گونگے اندھے اور بہرے کو صحیح راستہ پر چلانا مشکل ہے اسی طرح ان کافروں کو جو آباء واجداد کو معیارِ حق سمجھتے ہیں صحیح راستہ پر لانا مشکل ہے۔ راستہ کو پا لینے کے تین ذریعہ ہو سکتے تھے وہ تینوں معدوم ہیں، یہ روحانی طور پر بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، انکی روحانی صلاحیتیں معدوم ہو چکی ہیں، یہ سمجھ ہی نہیں سکتے کہ صحیح راستہ کونسا ہے لہذا ان کا صحیح راستہ پر آنا مشکل ہے۔

عمل

اے لوگو، آباء واجداد کو معیارِ حق نہ بنایئے ورنہ آپ کی روحانی صلاحیتیں معدوم ہو جائیں گی پھر آپ ہدایت سے محروم رہ جائیں گے، حق اس چیز کو سمجھیئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ۝

(محمد - ۲)

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور اس چیز پر بھی ایمان لائے جو محمد پر نازل کی گئی اور وہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے، اللہ ان کے گناہوں کو دور کر دیگا اور ان کی حالت کی اصلاح فرمائے گا۔

اللہ تعالے نے اُس شریعت کے حق ہونے کی گواہی دی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ لہذا اس کا حق ہونا یقینی ہے، اس یقینی حق ہی کو معیارِ حق بنائیے۔ غیر یقینی مزید برآں یقینی حق سے ٹکرانے والی چیز کبھی حق نہیں ہو سکتی، اس سے بچیئے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُلُوا۟ مِن طَيِّبَٰتِ
مَا رَزَقْنَٰكُمْ وَٱشْكُرُوا۟ لِلَّهِ إِن
كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ﴿١٧٢﴾ إِنَّمَا
حَرَّمَ عَلَيْكُمُ ٱلْمَيْتَةَ وَٱلدَّمَ
وَلَحْمَ ٱلْخِنزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ بِهِۦ
لِغَيْرِ ٱللَّهِ فَمَنِ ٱضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ
وَلَا عَادٍ فَلَآ إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ ٱللَّهَ
غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٧٣﴾

ترجمہ اے ایمان والو، جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں عطاء فرمائی ہیں ان میں سے کھاؤ
(پیو) اور اگر تم صرف اللہ کی عبادت کرتے ہو تو اس کا شکر بھی ادا کرو ﴿١٧٢﴾
بے شک اللہ نے تم پر مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور وہ چیز جس پر غیر اللہ کا نام لیا

جائے حرام کردی ہے، البتہ جو شخص (فاقہ سے) مجبور ہو جائے تو اس پر ان چیزوں کے کھا لینے کا کوئی گناہ نہیں ہوگا بشرطیکہ اللہ کی نافرمانی (کی نیت) نہ ہو اور نہ حد سے تجاوز کرے (ایسی حالت میں حرام چیز کھا لینے کو اللہ معاف کر دے گا کیونکہ) بے شک اللہ معاف کرنے والا، رحم کرنے والا ہے (۱۷۳)

معانی و مصادر

(رَزَقْنَا) رَزَقَ ، يَرْزُقُ ، رِزْقٌ (ن) دینا۔
(اُشْكُرُوْا) شَكَرَ ، يَشْكُرُ ، شُكْرٌ و شُكُوْرٌ و شُكْرَانٌ (ن) شکر ادا کرنا، قدر دانی کرنا۔
(تَعْبُدُوْنَ) عَبَدَ ، يَعْبُدُ ، عِبَادَةٌ ، عُبُوْدِيَّةٌ و عُبُوْدَةٌ و مَعْبَدٌ (ن) عبادت کرنا۔
(مَيْتَةٌ) مَاتَ ، يَمُوْتُ ، مَوْتٌ (ن) مرنا۔ [مَيْتٌ = مردار، اس کا مؤنث مَيْتَةٌ ہے]
(حَرَّمَ) حَرَّمَ ، يُحَرِّمُ ، تَحْرِيْمٌ (باب تفعیل) حرام کرنا۔
(اُهِلَّ) اَهَلَّ ، يُهِلُّ ، اِهْلَالٌ (باب افعال) ظاہر ہونا، آواز بلند کرنا، لبیک کہنا۔
(اُضْطُرَّ) اِضْطَرَّ ، يَضْطَرُّ ، اِضْطِرَارٌ (باب افتعال) مجبور کرنا [اُضْطُرَّ ، اِضْطَرَّ کا مجہول ہے] [مادہ ض ر ر ہے]۔
(بَاغٍ) بَغٰى ، يَبْغِىْ ، بُغَاءٌ و بَغْىٌ و بُغْيَةٌ (ض) ڈھونڈنا، حد سے گذر جانا، نافرمانی کرنا [بَاغٍ اسم فاعل ہے]۔
(عَادٍ) عَدَا ، يَعْدُوْ ، عَدْوٌ و عُدْوَانٌ (ن) حد سے گذر جانا [عَادٍ اسم فاعل ہے]۔
(اِثْمٌ) اَثِمَ ، يَاْثَمُ ، اِثْمٌ و اَثَمٌ و اَثَامٌ و مَاْثَمٌ (س) گناہ کرنا۔

تفسیر

تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہیں اور تمام چیزیں انسان کی خاطر پیدا کی گئی ہیں خصوصاً زمین کی تمام چیزیں کسی نہ کسی لحاظ سے انسانوں کی ضرورت پورا کرنے اور انسانوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا (البقرۃ - ۲۹)
اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے زمین کی تمام چیزیں تمہارے لئے پیدا کیں۔

اللہ تعالیٰ ہی نے زمین کی تمام چیزوں کو پیدا کیا پھر اللہ تعالیٰ ہی نے وہ چیزیں انسانوں کے تصرف میں دیں۔ ان تمام چیزوں کی تخلیق کا کوئی خاص مقصد ہے جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ ان چیزوں میں سے اللہ تعالیٰ نے صرف ان چیزوں کے کھانے کی اجازت دی جو انسانوں کے لئے روحانی و جسمانی طور پر مفید تھیں اور ان چیزوں کو جو انسانوں کے لئے روحانی و جسمانی طور پر مضر تھیں کھانے سے منع کر دیا، وہ چیزیں جنہیں کھانے کی اجازت دی حلال و پاکیزہ کہلاتی ہیں اور وہ چیزیں جنہیں کھانے سے منع کر دیا حرام اور خبیث کہلاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار اس بات

پر زور دیا ہے کہ صرف حلال اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يَاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا (البقرۃ ۔ ۱۶۸)

اے لوگو، زمین کی وہ چیزیں کھاؤ جو حلال و طیب ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا (المائدۃ ۔ ۸۸)

(اے ایمان والو) جو حلال اور پاکیزہ چیزیں ہم نے تم کو عطاء کی ہیں ان میں سے کھاؤ (پیو)۔

اللہ تعالیٰ ایک اور جگہ فرماتا ہے:۔

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ○ (النحل ۔ ۱۱۴)

جو حلال اور پاکیزہ چیزیں اللہ نے تم کو دی ہیں ان میں سے کھاؤ (پیو) اور اگر تم صرف اسی کی عبادت کرتے ہو تو اس کا شکر بھی ادا کرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ۔ (المائدۃ ۔ ۴)

(اے رسول) لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کون کونسی چیزیں ان کے لئے حلال ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ پاکیزہ چیزیں تمہارے لئے حلال ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا (اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ) اگر تم صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہو تو اس کی عبودیت کا تقاضا یہ ہے کہ کھانے پینے کے معاملے میں بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔ توحید کی شان ہی یہی ہے کہ جو شخص اطاعت و عبادت میں اللہ تعالیٰ کا بندہ بن گیا ہے، حلال و حرام چیزوں کے معاملہ میں بھی اسی کا بندہ بنے، اس کے حکم کے مطابق حلال و حرام کا فیصلہ کرے، حلال چیزیں کھائے اور حرام چیزوں سے بچے، حلال و پاکیزہ چیزوں پر قناعت کرے اور اپنی عبودیت کا واضح ثبوت دے، حلال و پاکیزہ چیزوں پر قناعت ہی دراصل اللہ تعالیٰ کا حقیقی شکر ہے، شکر صرف زبان سے نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ○ (سبا ۔ ۱۳)

اے آل داؤد شکر ادا کرنے کے لئے عمل کرو، میرے بندوں میں شکر گذار (بندے) تھوڑے ہی ہوتے ہیں۔

اب جو شخص حلال و حرام کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی کامل اطاعت کرتا ہے وہی درحقیقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے۔ صرف نماز روزہ ہی عبادت نہیں بلکہ حلال و حرام کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ

کی ہدایت کے مطابق عمل کرنا بھی عبادت ہے ، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اگر تم صرف اللہ تعالےٰ ہی کی عبادت کا دعویٰ کرتے ہو تو حلال و حرام کے معاملہ میں بھی صرف اسی کا فیصلہ مانو ، یہ بھی عبادت ہے ۔ اگر تم دوسری عبادتیں کرتے رہے اور صرف اللہ تعالےٰ کے لئے کرتے رہے لیکن حلال و حرام کے معاملے میں اللہ تعالےٰ کی اطاعت نہیں کی تو عبادت الٰہی کی تکمیل نہیں ہوئی ، توحید بھی باقی نہیں رہی ۔ حلال و حرام کے معاملے میں اللہ تعالےٰ کا فیصلہ بسر و چشم مان لینا ہی درحقیقت عبادت ہے اور یہی شکر ہے ۔ بغیر اس شکر کے ادا کئے کوئی شخص نہ اللہ تعالےٰ کا عابد بن سکتا ہے اور نہ موحّد [شکر کے سلسلہ میں مزید تفصیل سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۵۲ کی تفسیر صفحہ ۴۹۱ پر ملاحظہ فرمائیں]

آیت زیر تفسیر کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ اللهَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا وَاِنَّ اللهَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِمَا اَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِیْنَ فَقَالَ یٰاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ وَقَالَ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ ثُمَّ ذَکَرَ الرَّجُلَ یُطِیْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ یَمُدُّ یَدَیْهِ اِلَی السَّمَآءِ یَارَبِّ ، یَارَبِّ وَمَطْعَمُهٗ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهٗ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهٗ حَرَامٌ وَغُذِیَ بِالْحَرَامِ فَاَنّٰی یُسْتَجَابُ لِذٰلِکَ (صحیح مسلم کتاب الزکوۃ باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب وتربیتھا جزء اول ص ۳۲۶)

اے لوگو ، بے شک اللہ پاک ہے اور وہ پاک چیز کے علاوہ کسی چیز کو قبول نہیں کرتا اور بے شک اللہ نے مؤمنین کو اسی چیز کا حکم دیا ہے ، جس چیز کا حکم اس نے رسولوں کو دیا ہے اللہ نے فرمایا اے رسولو ، پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ ، نیک عمل کرتے رہو ، بے شک جو کچھ تم کر رہے ہو میں اُس سے واقف ہوں ۔ (المؤمنون ۔ ۵۱) اور (مؤمنین سے اللہ فرماتا ہے) اے ایمان والو ، جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں دی ہیں ان میں سے کھاؤ (البقرۃ ۔ ۱۷۲) پھر آپ نے ایک شخص کا ذکر کیا جو لمبا سفر کر رہا ہے ، اس کے بال پراگندہ اور غبار آلود ہیں ، آسمان کی طرف اپنے دونوں ہاتھوں کو دراز کرتا ہے (اور اس طرح کہتا ہے) اے میرے رب اے میرے رب ، لیکن اس کا کھانا حرام ہے ، اس کا پینا حرام ہے ، اس کا لباس حرام ہے ، اس کی نشو و نما حرام چیزوں سے ہو رہی ہے پھر کیسے ایسے آدمی کی دعاء قبول ہو گی ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حرام چیزیں کھانے ، حرام چیزیں پینے ، حرام کپڑے پہننے اور حرام کمائی سے اپنی پرورش کرنے والے کی دعاء قبول نہیں ہوتی ، جس شخص کی کمائی حرام ہو اس کی

ہر چیز جو اس کمائی سے خریدی جائے گی حرام ہوگی، اور حرام چیز کے استعمال کرنے والے کی دعا قبول نہیں ہوتی خواہ وہ کیسا ہی مصیبت زدہ، پریشان حال اور غریب الوطن کیوں نہ ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے چند اہم چیزوں کی حرمت کا ذکر فرمایا۔

(۱) مُردار

سب سے پہلی چیز جس کی حرمت کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا، مُردار ہے، مُردار وہ جانور ہے جس پر بوقت ذبح اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے یا جو بغیر ذبح کئے مر جائے خواہ وہ چوٹ سے مرے یا گر کر مرے یا کسی اور طرح مرے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ؕ

(المآئدۃ - ۳)

تم پر مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور وہ چیز جس پر غیر اللہ کا نام لیا جائے حرام کردی گئی ہیں اور وہ جانور بھی حرام کر دیا گیا ہے جو گلا گھٹ کر مر جائے، جو چوٹ لگ کر مر جائے، جو گر کر مر جائے، جو سینگ لگ کر مر جائے، اور وہ جانور جس کو درندے کھا جائیں سوائے اس صورت کے کہ (مرنے سے پہلے) تم اس کو ذبح کر لو۔

مندرجہ بالا آیت سے معلوم ہوا کہ حلال جانوروں میں سے خود مر جانے والے جانور کے علاوہ وہ جانور بھی مردار ہیں جو گلا گھٹ کر، چوٹ لگ کر، گر کر، سینگ لگ کر، یا کسی درندے کے شکار کرنے کی وجہ سے مر جائیں، ہاں اگر مرنے سے پہلے ان جانوروں کو ذبح کر لیا جائے تو پھر وہ حلال ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ ؕ

(الانعام - ۱۲۱)

جس جانور پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اُسے نہ کھاؤ، اس کا کھانا گناہ ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ وہ جانور بھی مُردار ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

ما أنهر الدم وذكر اسم الله فكل ليس الظفر والسن أما الظفر فمدى الحبشة وأما السن فعظم

(صحیح بخاری کتاب الذبائح باب ما أنهر الدم من القصب جزء ۷ صـ ۱۱۹)

جو چیز بھی خون بہا دے اور (ذبح کرتے وقت) اللہ کا نام لیا جائے تو اُسے کھا لیا کرو، البتہ ناخن اور دانت سے (ذبح نہ کرو)، ناخن تو حبشی لوگوں کی چھری ہے اور دانت ہڈی ہے۔

وصحیح مسلم کتاب الاضاحی باب جواز الذبح بکل ما انہر الدم جزء ۲ صفحہ ۱۸۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر

(۱) خون نہ نکالا جائے تو وہ جانور مردار ہے،

(۲) بوقت ذبح اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے وہ بھی مردار ہے،

(۳) ناخن اور دانت سے ذبح کیا جائے وہ بھی مردار ہے،

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر مسلم قوم کی مشابہت نہیں کرنی چاہیئے۔

مندرجہ بالا آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ خود مر جانے والے جانور پر کیونکہ نہ بسم اللہ پڑھی جاتی ہے اور نہ اس کا خون نکالا جاتا ہے لہٰذا وہ مردار ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:۔

ضَحَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ ذَبَحَهُمَا بِيَدِهٖ وَسَمّٰى وَكَبَّرَ (صحیح بخاری کتاب الاضاحی باب التکبیر عند الذبح جزء ۷ صفحہ ۱۳۳ وصحیح مسلم کتاب الاضاحی باب استحباب الضحیۃ جزء ۲ صفحہ ۱۸۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چتکبرے، سینگوں والے مینڈھوں کی قربانی کی، ان کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور اللہ کا نام لیا اور تکبیر کہی۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:۔

وَيَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ (صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب استحباب الضحیۃ جزء ۲ صفحہ ۱۸۲)

ذبح کرتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ۔

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لینا شرط حلّت ہے اور اللہ تعالیٰ کا نام اسی طرح لے جس طرح سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیا یعنی بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ کہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:۔

قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ هُنَا أَقْوَامًا حَدِيْثًا عَهْدُهُمْ بِشِرْكٍ يَأْتُوْنَا بِلُحْمَانٍ لَا نَدْرِيْ يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا أَمْ لَا قَالَ اذْكُرُوْا أَنْتُمْ

لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول یہاں بعض لوگ ایسے ہیں جنہوں نے ابھی نیا نیا شرک چھوڑا ہے، وہ ہمارے پاس گوشت لے کر آتے ہیں، ہمیں نہیں معلوم کہ انہوں نے

اسْمَ اللّٰہِ وَکُلُوْا۔
(صحیح بخاری کتاب التوحید جزء ۹ ص۱۳۶)

اس پر (بوقت ذبح) اللہ کا نام لیا تھا یا نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اللہ کا نام لو اور کھالو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر نو مسلم کے متعلق شک ہو کہ اس نے لاعلمی کی وجہ سے ذبح کرتے وقت اللہ تعالےٰ کا نام لیا ہے یا نہیں تو کھاتے وقت بسم اللہ کہہ لینا چاہیئے۔ بوقتِ ذبح اللہ تعالےٰ کا نام لینا بہت ضروری ہے، بغیر اس کے ذبیحہ حلال نہیں ہوتا۔

الغرض تمام حلال جانور جو اس حالت میں مر جائیں کہ نہ ان پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اور نہ ان کا خون نکالا گیا ہو مردار ہیں اور ان کا کھانا حرام ہے، البتہ دو مردار حلال ہیں (۱) ٹڈی اور (۲) مچھلی۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی فرماتے ہیں۔

غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ کُنَّا نَاْکُلُ الْجَرَادَ
(صحیح بخاری کتاب الذبائح باب اکل الجراد جزء ۷ ص۱۱۶ وصحیح مسلم کتاب الصید جزء ۲ ص۱۶۷ واللفظ لمسلم)

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات جہاد کئے، ہم ٹڈی کھایا کرتے تھے۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں:۔

غَزَوْنَا جَیْشَ الْخَبَطِ وَاُمِّرَ اَبُوْعُبَیْدَۃَ فَجُعْنَا جُوْعًا شَدِیْدًا فَاَلْقَی الْبَحْرُ حُوْتًا مَیِّتًا . . . فَاَکَلْنَا مِنْہُ نِصْفَ شَھْرٍ . . . فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِیْنَۃَ ذَکَرْنَا ذٰلِکَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ کُلُوْا رِزْقًا اَخْرَجَہُ اللّٰہُ اَطْعِمُوْنَا اِنْ کَانَ مَعَکُمْ فَاَتَاہُ بَعْضُھُمْ فَاَکَلَہٗ (صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ سیف البحر جزء ۵ ص۲۱۱ وروی مسلم نحوہٗ فی صحیحہ فی کتاب الصید باب اباحۃ میتۃ البحر جزء ۲ ص۱۶۸)

ہم نے جیش الخبط کا جہاد کیا، ہم پر ابو عبیدہؓ کو امیر بنایا گیا تھا، (اس جہاد میں) ہم بہت بھوکے ہو گئے، (اسی اثناء میں) سمندر نے ایک مردہ مچھلی (ساحل پر) پھینک دی . . . . ہم اُسے نصف ماہ تک کھاتے رہے، پھر جب ہم مدینہ پہنچے تو ہم نے اس کا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا آپ نے فرمایا کھاؤ۔ یہ تو ایک رزق تھا جو اللہ نے (سمندر سے) نکالا تھا، اگر تمہارے پاس اس میں سے کچھ باقی ہو تو ہمیں بھی کھلاؤ۔ مجاہدین میں سے کسی نے کچھ گوشت لاکر آپ کو دیا، آپ نے اُسے تناول فرمایا۔

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ مچھلی اور ٹڈی بغیر ذبح کئے ہوئے ہی حلال ہیں۔

(۲) خون

دوسری چیز جس کو اللہ تعالےٰ نے حرام فرمایا خون ہے، خون سے مراد بہنے والا خون ہے، یعنی وہ خون جو کسی جانور سے ذبح کے وقت نکلتا ہے یا اس کے زخم سے نکلتا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ۔ (الانعام - ۱۴۵)

(اے رسول) کہہ دیجئے کہ جو وحی مجھ پر بھیجی گئی ہے اس میں، میں ایسی کوئی چیز جسے کوئی کھانے والا کھاتا ہو حرام نہیں پاتا سوائے مردار کے، بہتے ہوئے خون کے، خنزیر کے گوشت کے اس لئے کہ وہ ناپاک ہے، یا وہ چیز کہ جس پر غیر اللہ کا نام لے کر حدود شرعی سے تجاوز کیا گیا ہو۔

(۳) خنزیر کا گوشت

تیسری چیز جس کو اللہ تعالےٰ نے حرام قرار دیا خنزیر کا گوشت ہے، خنزیر سے مراد سور ہے اور اسی ذیل میں درندے، پنجہ والے پرندے وغیرہ بھی آجاتے ہیں۔ حضرت ابو ثعلبہؓ فرماتے ہیں:۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ اَكْلِ كُلِّ ذِىْ نَابٍ مِّنَ السِّبَاعِ۔ (صحیح بخاری کتاب الذبائح باب اکل کل ذی ناب من السباع جزء ۷ صـ۱۲۴ و صحیح مسلم کتاب الصید باب تحریم اکل کل ذی ناب جزء ۲ صـ۱۶۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کچلی والے درندوں کے کھانے سے منع فرمادیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كُلِّ ذِىْ نَابٍ مِّنَ السِّبَاعِ وَعَنْ كُلِّ ذِىْ مِخْلَبٍ مِّنَ الطَّيْرِ (صحیح مسلم کتاب الصید جزء ۲ صـ۱۶۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کچلی والے درندے اور ہر پنجے (میں پکڑ کر کھانے) والے پرندے کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

نَهَى النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ (صحیح بخاری کتاب الذبائح جزء ۷ صـ۱۲۳ و صحیح مسلم کتاب الصید باب تحریم اکل لحم الحمر الانسیة جزء ۲ صـ۱۶۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہری گدھوں کے گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔

(۴) غیر اللہ کے نام پر چڑھائی ہوئی چیز

چوتھی چیز جو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دی وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کے نام پر دی گئی ہو، کسی دوسرے کے نام ذکر کر دی گئی ہو، کسی دوسرے کو چڑھائی گئی ہو، کسی دوسرے کے نام پر پکاری گئی ہو، کسی دوسرے کی نذر کی گئی ہو، کسی دوسرے کے نام پر وقف کی گئی ہو، کسی دوسرے کے نام پر ذبح کی گئی ہو، یا کسی دوسرے کے آستانے پر ذبح کی گئی ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَآ أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ۔
(المآئدۃ - ۳)

تم پر مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور وہ چیزیں جن پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو حرام کر دی گئی ہیں اور وہ جانور بھی تم پر حرام کر دئے گئے ہیں جو گلا گھٹ کر مر جائیں، چوٹ لگنے سے مر جائیں، گر کر مر جائیں، یا سینگ لگنے سے مر جائیں سوائے ان کے جن کو تم (مرنے سے پہلے) ذبح کر لو، اور وہ جانور بھی تم پر حرام کر دئے گئے ہیں جو آستانوں پر ذبح کئے گئے ہوں اور تم پر یہ بھی حرام ہے کہ تم تیروں کے ذریعہ قسمت کا حال معلوم کرو، یہ تمام کام گناہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ (النحل - ۱۱۵)

اللہ نے تم پر مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور وہ چیز حرام کر دی ہے جس پر اللہ کے علاوہ کسی اور کا نام پکارا گیا ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ
(صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب تحریم الذبح لغیر اللہ تعالیٰ جزء ۲ ص ۱۸۷)

اللہ کی لعنت ہے اس شخص پر جو اللہ کے علاوہ کسی اور (کی نذر) کے لئے ذبح کرے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی نذر کے لئے ذبح کرے یا کسی اور کے نام پر قربانی دے وہ ملعون ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (المائدۃ ۔ ۹۰)

اے ایمان والو، بے شک شراب، جوا، آستانے اور فال نکالنے کے تیر یہ سب شیطانی عمل ہیں، ان سے بچو تاکہ تم فلاح حاصل کر سکو۔

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ غیر اللہ کے آستانوں پر ذبح کرنا شیطانی کام ہے جیسا کہ سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۳ کے حوالے سے اوپر گذر چکا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَ زَيْدَ بْنَ عَمْرِو ابْنِ نُفَيْلٍ بِاَسْفَلَ بَلْدَحٍ قَبْلَ اَنْ يَّنْزِلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَحْيُ فَقُدِّمَتْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُفْرَةٌ فَاَبٰى اَنْ يَّاْكُلَ مِنْهَا ثُمَّ قَالَ زَيْدٌ اِنِّيْ لَسْتُ اٰكُلُ مِمَّا تَذْبَحُوْنَ عَلٰى اَنْصَابِكُمْ وَلَا اٰكُلُ اِلَّا مَا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ (صحیح بخاری کتاب المناقب باب حدیث زید بن عمرو بن نفیل جزء۵ ص۵۰)

وحی نازل ہونے سے پہلے (ایک دن) بلدح کے نشیب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات زید بن عمرو بن نفیل سے ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک دسترخوان لایا گیا (جس پر غیر اللہ کے نام کی کوئی چیز تھی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کے) کھانے سے انکار کر دیا۔ پھر (وہ دسترخوان) زید (کے سامنے رکھا گیا تو انہوں) نے (بھی کھانے سے انکار کر دیا اور) کہا میں بھی ان ذبیحوں کا گوشت نہیں کھاتا جو تم اپنے آستانوں پر ذبح کرتے ہو اور نہ کوئی اور چیز کھاتا ہوں سوائے اس چیز کے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو (یعنی میں غیر اللہ کے نام کی چیز یا غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور نہیں کھاتا)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے پہلے بھی غیر اللہ کے نام کی چیز نہیں کھاتے تھے۔

حضرت ثابت بن الضحاکؓ فرماتے ہیں:۔

نَذَرَ رَجُلٌ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّنْحَرَ اِبِلًا بِبُوَانَةَ فَاَتَى

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک شخص نے بوانہ نامی مقام پر ایک اونٹ ذبح

النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ نَذَرْتُ اَنْ اَنْحَرَ اِبِلًا بِبُوَانَۃَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَلْ کَانَ فِیْھَا وَثَنٌ مِّنْ اَوْثَانِ الْجَاھِلِیَّۃِ یُعْبَدُ قَالُوْا لَا قَالَ ھَلْ کَانَ فِیْھَا عِیْدٌ مِّنْ اَعْیَادِھِمْ قَالُوْا لَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْفِ بِنَذْرِکَ (ابوداؤد کتاب الایمان والنذر باب مایؤمر بہ من وفاء النذر جزء ۲ ص ۱۱۳ وسندہ صحیح ۔ نیل الاوطار جزء ۸ ص ۲۰۳)

کرنے کی نذر مانی، پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا میں نے بوانہ کے مقام پر ایک اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی تھی (کیا میں اُسے پورا کر سکتا ہوں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (لوگوں سے) پوچھا کیا وہاں ایام جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی بت تھا جس کی پرستش کی جاتی تھی؟ لوگوں نے کہا نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا وہاں کافروں کی عیدوں میں سے کوئی عید ہوتی تھی؟ لوگوں نے کہا نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا اپنی نذر پوری کرو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بتوں کے ہٹائے جانے کے بعد بھی ان کے آستانوں پر قربانی کرنا منع ہے، دوسری یہ بات معلوم ہوئی کہ ایسے مقامات پر بھی جہاں پہلے کبھی کفار کی عید یا تہوار ہوتا تھا قربانی کرنا منع ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ غیر اللہ کے نام پر نذر کرنا، غیر اللہ کے آستانوں پر ذبح کرنا، ایسے استانوں پر ذبح کرنا جہاں پہلے کبھی کسی غیر اللہ کا آستانہ تھا یا ایسے مقام پر ذبح کرنا جہاں کفار کی عید ہوتی تھی منع ہے اور ایسے تمام ذبیحے یا نذر کی ہوئی تمام اشیاء حرام ہیں۔

حرام چیزوں کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالےٰ نے اس شخص کو جو فاقہ سے پریشان ہو ایک رعایت دی، اللہ تعالےٰ نے فرمایا (فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْہِ) جو شخص مجبور ہو جائے تو وہ اگر ان حرام چیزوں میں سے کچھ کھائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہو گا بشرطیکہ نہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے بغاوت کی نیت ہو اور نہ حدِ ضروری سے زیادہ کھائے، اللہ تعالےٰ ایک اور جگہ فرماتا ہے۔

وَقَدْ فَصَّلَ لَکُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَیْکُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَیْہِ۔ (الانعام ۔ ۱۲۰)

اللہ نے جو چیزیں تم پر حرام کی ہیں ان کو اچھی طرح وضاحت کے ساتھ بیان فرما دیا ہے (ان چیزوں کو ہرگز نہ کھانا) سوائے اس صورت کے کہ تم (فاقہ سے) مجبور و مضطر ہو جاؤ۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (الانعام ۔ ۱۴۶)

جو شخص (فاقہ سے) مجبور ہو جائے (اور ان حرام چیزوں میں سے کھالے) بشرطیکہ نہ حکم

الٰہی سے بغاوت کی نیت ہو اور نہ حد ضرورت سے زیادہ کھائے تو (اے رسول، آپ کا ربّ اس کو معاف کر دیگا) بے شک آپ کا ربّ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○

(النحل۔ ۱۱۵)

جو شخص (فاقہ سے) پریشان ہو جائے (اور وہ ان حرام چیزوں میں سے کھالے) بشرطیکہ نہ بغاوت کی نیت ہو اور نہ حد ضرورت سے زیادہ کھائے (تو اللہ اُسے معاف کر دیگا) اس لئے کہ بے شک اللہ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَۃٍ غَیْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○

(المآئدۃ۔ ۳)

جو شخص بھوک سے مجبور ہو جائے (اور ان حرام چیزوں میں سے کچھ کھالے) بشرطیکہ گناہ کی طرف (خوشی کے ساتھ) میلان نہ ہو (تو اللہ تعالےٰ اسے معاف کر دے گا) کیونکہ اللہ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

آیات زیر تفسیر کا خلاصہ یہ ہے کہ مردار، بہنے والا خون، خنزیر کا گوشت اور غیر اللہ کے نام کی چیزیں حرام ہیں، ان میں سے بقدر ضرورت وہ شخص کھا سکتا ہے جو فاقہ سے مضطر و پریشان ہو جائے بشرطیکہ دل کی خوشی سے ان کے کھانے کی طرف مائل نہ ہو اور نہ ضرورت سے زیادہ کھائے۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالےٰ کی حرام کردہ چیزوں کو نہ کھایئے، اللہ تعالےٰ کے علاوہ کسی کی نذر نہ کیجئے، اللہ تعالےٰ کی نذر کو بھی کسی ایسے مقام سے وابستہ نہ کیجئے جو غیر اللہ کا آستانہ ہو یا جو کبھی غیر اللہ کا آستانہ رہا ہو اور نہ ایسے مقام سے وابستہ کیجئے جس مقام پر کفار کی عید ہوتی ہو یا پہلے کبھی ہوا کرتی تھی۔

حرام چیزوں میں سے انتہائی سخت مجبوری کے عالم میں بھی ضرورت سے زیادہ نہ کھائیے،
کھاتے وقت کراہت محسوس کیجئے، دل کی خوشی اور لذت اندوزی کی نیت سے نہ کھائیے،
اس کو اللہ تعالے کا احسان سمجھئے کہ اس نے مجبوری کے عالم میں حرام چیز کھانے کی اجازت دی،
آپ اس کی دی ہوئی اجازت کے ماتحت کھائیے، اگر آپ نے ضرورت سے زیادہ کھایا، برضاء و
رغبت کھایا اور بغاوت کی نیت سے کھایا تو یہ گناہ ہے، اللہ تعالے نے ایسی حالت میں حرام چیز
کھانے کو معاف کرنے کا وعدہ نہیں کیا لہذا ہوشیار رہیئے۔

إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ
اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ
ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ
فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ
اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ
وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۴﴾ اُولٰٓئِكَ
الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى
وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ
عَلَى النَّارِ ﴿۱۷۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ

الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِى الْكِتٰبِ لَفِىْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ﴿۱۷۶﴾

ترجمہ بے شک جو لوگ اللہ کی نازل کردہ شریعت میں سے کسی بھی حکم کو چھپاتے ہیں اور اس کے ذریعہ تھوڑا سا فائدہ حاصل کرتے ہیں ایسے لوگ اپنے پیٹوں میں کچھ نہیں بھر رہے سوائے آگ کے، قیامت کے دن اللہ ان سے بات بھی نہیں کرے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا (کہ گناہوں کی سزا دینے کے بعد انہیں جنت میں داخل کردے) بلکہ ان کے لئے (دائمی) دردناک عذاب ہوگا ﴿۱۷۴﴾ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی اور مغفرت کے بدلے عذاب خریدا، تو (پھر) یہ لوگ کتنے صابر ہیں آگ (کے عذاب) پر ﴿۱۷۵﴾ (یہ عذاب ان کو) اس لئے (دیا جائیگا کہ (انہوں نے کتاب کو چھپایا حالانکہ) اللہ نے (اپنی) کتاب کو حق کے ساتھ نازل فرمایا ہے (اور اس لئے نازل فرمایا ہے کہ اس کو ظاہر کیا جائے اور اس پر عمل کیا جائے اور کرایا جائے، خبردار ہو جاؤ) جو لوگ اس کتاب (کے معاملہ) میں اختلاف کر رہے ہیں وہ ضد اور ہٹ دھرمی میں (راہِ حق سے) بہت دور جا پڑے ہیں۔ ﴿۱۷۶﴾

معانی و مصادر (یَكْتُمُوْنَ) كَتَمَ، يَكْتُمُ، كَتْمٌ وكِتْمَانٌ (ن) چھپانا۔
(يَشْتَرُوْنَ) اِشْتَرٰى، يَشْتَرِىْ، اِشْتِرَاءٌ (باب افتعال) خریدنا، بیچنا۔
(ثَمَنٌ) ثَمَنَ، يَثْمُنُ، ثَمْنٌ (ن، ض) قیمت لینا [ثَمُنَ، يَثْمُنُ، ثَمَانَةٌ (ک) قیمتی ہونا]۔
(قَلِيْلٌ) قَلَّ، يَقِلُّ، قِلٌّ وقِلَّةٌ و قُلٌّ (ض) کم ہونا [قلیل = کم]۔
(يُزَكِّىْ) زَكّٰى، يُزَكِّىْ، تَزْكِيَةٌ (باب تفعیل) پاک کرنا، بڑھ جانا، زکوٰۃ لینا، اصلاح کرنا

(اَلِيْمٌ) اَلِمَ، يَأْلَمُ، اَلَمٌ (س) درد ہونا۔
(ضَلَالَة) ضَلَّ، يَضِلُّ، ضَلَالٌ وضَلَالَةٌ (ض، ف) گمراہ ہونا۔
(مَغْفِرَةٌ) غَفَرَ، يَغْفِرُ، غَفْرٌ (ض) چھپانا۔ غَفَرَ، يَغْفِرُ، غَفْرٌ، وغُفْرَانٌ و مَغْفِرَةٌ (ض) معاف کرنا۔
(اَصْبَرَ) اَصْبَرَ، يُصْبِرُ، اِصْبَارٌ (باب افعال) صبر کرانا۔ اَصْبَرُ مبالغہ کا صیغہ ہے۔
(شِقَاق) شَاقَّ، يُشَاقُّ، شِقَاقٌ ومُشَاقَّةٌ (باب مفاعلۃ) مخالفت کرنا۔
(بَعِيْدٌ) بَعُدَ، يَبْعُدُ، بُعْدٌ (ك) بَعِدَ، يَبْعَدُ، بَعَدٌ (س) دور ہونا۔

تفسیر اللہ تعالےٰ نے احکام شریعت اس لئے نازل فرمائے ہیں کہ ان پر عمل کیا جائے، ان کی تبلیغ و ترویج کی جائے تاکہ دوسرے بھی اس پر عمل کریں، تو جو لوگ نہ خود حق پر عمل کریں، نہ حق کو ظاہر کریں کہ حق کی ترویج واشاعت ہو تو ایسے لوگ نزولِ احکام کے مقصد کو تباہ و برباد کر رہے ہیں۔ یہ لوگ احکام الٰہی کو چھپا کر دنیا کا مال حاصل کر رہے ہیں حالانکہ وہ مال بہت قلیل ہے، عارضی ہے اور اس سے فائدہ اٹھانا غیر یقینی ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ (النسآء۔ ۷۷)
(اے رسول کہہ دیجئے کہ دنیا کا مال ومتاع بہت قلیل ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝ (التوبۃ۔ ۳۸)
آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کا فائدہ بہت قلیل ہے۔

حق کو چھپا کر اپنے حلقے اور فرقے کے لوگوں کو خوش رکھنا اور پھر اس کے ذریعہ دنیا کا فائدہ حاصل کرنا ایک عام بات ہے۔ اہل کتاب بھی ایسا کرتے رہے اور آج کل بھی ایسا ہو رہا ہے، اس حرام کمائی کے ذریعہ جو لوگ اپنا پیٹ بھر رہے ہیں یہ درحقیقت دوزخ کی آگ سے اپنا پیٹ بھر رہے ہیں یعنی اس کے نتیجہ میں انہیں دوزخ میں داخل کیا جائیگا اور کھانے کے لئے آگ دی جائے گی۔ دوزخ کی آگ کھانے کا ذکر ایک جگہ اور قرآن مجید میں آیا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۝ (النسآء۔ ۱۰)
جو لوگ یتیموں کا مال ناجائز طریقہ سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں (دوزخ کی) آگ بھر رہے ہیں، ایسے لوگ عنقریب دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلَّذِىْ يَشْرَبُ فِىْ اِنَآءِ الْفِضَّةِ اِنَّمَا
جو شخص چاندی کے برتن میں پیتا ہے وہ اپنے

يُجَرْجِرُ فِيْ بَطْنِهِ نَارَ جَهَنَّمَ۔ پیٹ میں دوزخ کی آگ کو بھڑکا رہا ہے۔
(صحیح بخاری کتاب الاشربۃ باب آنیۃ الفضۃ جزء ۷ صـ۱۴۶ وصحیح مسلم کتاب الاشربۃ باب تحریم استعمال أوانی الذھب والفضۃ جزء ۲ صـ۲۲۷)

حق کو چھپا کر دنیا کمانا دوزخ کی آگ کو پیٹ میں بھرنا ہے، ایسے آدمی سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ بات کرے گا، نہ اُسے گناہوں کی سزا دے کر پاک کرے گا اور نہ پاک کر کے جنت میں داخل کرے گا۔ حالانکہ بہت سے دوزخی دوزخ سے نکال لئے جائیں گے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا دَخَلَ اَھْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَ اَھْلُ النَّارِ النَّارَ يَقُوْلُ اللّٰهُ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِنْ اِيْمَانٍ فَاَخْرِجُوْهُ فَيَخْرُجُوْنَ (صحیح بخاری کتاب الرقاق باب صفۃ الجنۃ والنار جزء ۸ صـ۱۴۲)

جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا جس شخص کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو اُسے (دوزخ سے) نکالو۔ الغرض (دوزخ سے اس قسم کے دوزخی) نکل آئیں گے۔

یہ لوگ گناہوں کی سزا پا کر پاک ہو جائیں گے اور پھر جنت میں داخل کر دئے جائیں گے لیکن حق کو چھپانے والے دوزخ سے نہیں نکالے جائیں گے بلکہ ان کو دائمی عذاب میں مبتلا کیا جائیگا، اس لئے کہ ان لوگوں نے ہدایت کے عوض گمراہی خریدی اور مغفرت کے عوض عذاب خریدا، انہوں نے جان بوجھ کر خود اپنی عاقبت خراب کی، اپنے کو دوزخ کا مستحق بنایا (فَمَآ اَصْبَرَھُمْ عَلَى النَّارِ) تو پھر یہ لوگ آگ (کے سخت ترین عذاب) پر کتنے صابر ہیں! یہ سوچتے نہیں کہ یہ دوزخ کی آگ کو کیسے برداشت کریں گے، دوزخ کا دائمی عذاب ان کو اس لئے ہوگا کہ جس کتاب کو اللہ تعالیٰ نے حق کے ساتھ نازل فرمایا تھا اور جس کی ترویج واشاعت ضروری تھی اس کو انہوں نے چھپایا اور باطل کو پھیلایا (اِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِي الْكِتٰبِ لَفِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ) محض ضد اور حسد کی وجہ سے وہ کتاب الٰہی کو تسلیم کرنے سے اختلاف واعراض کرتے رہے اور اس مخالفت میں (حق سے بہت) دور جا پڑے۔

(نوٹ:۔ حق کو چھپانے کے سلسلہ میں مزید معلومات کے لئے سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۱۵۹ کی تفسیر صـ۵۲۰ پر ملاحظہ فرمائیں)

عمل

اے لوگو، حق کو کبھی نہ چھپائیے، حق کو چھپا کر اپنے کو دائمی عذاب کا مستحق نہ بنائیے، حق کو اللہ تعالےٰ نے اس لئے نازل فرمایا ہے کہ اس کو ظاہر کیا جائے، اس کو پھیلایا جائے لہذا آپ بھی حق کو ظاہر کیجئے، اور حق کو پھیلائیے، حق کو ظاہر کرنے سے اگر آپ کی جماعت آپ کے خلاف ہوتی ہے تو ہو جانے دیجئے، آپ کی آمدنی ختم ہوتی ہے تو ہونے دیجئے، لیکن آخرت کو خراب نہ کیجئے، اللہ تعالےٰ کو ناراض نہ کیجئے، اللہ تعالےٰ کو ناراض کر کے آپ دوزخ کے عذاب کو کیسے برداشت کریں گے، دوزخ کا عذاب برداشت کرنا بہت مشکل ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝ دوزخ کا عذاب بہت تکلیف دہ چیز ہے۔

(الفرقان - ۶۵)

دنیا کی زندگی میں اس عذاب سے بچنے کی فکر کیجئے۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ
قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ
الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَ
النَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ
ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ
وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَ
فِى الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ
وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ

بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ
فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ
الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا
وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾

ترجمہ

نیکی یہی نہیں کہ مشرق یا مغرب کی طرف منہ کر لو بلکہ نیکی تو در اصل (ایمان لا کر اعمال صالحہ کرنے کا نام ہے لہذا حقیقی نیکی) ان لوگوں کی نیکی ہے جو اللہ پر، روز آخرت پر، فرشتوں پر، کتاب (الٰہی) پر اور نبیوں پر ایمان لاتے ہیں، مال کی محبت کے باوجود اُسے رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سوال کرنے والوں پر اور غلاموں کے آزاد کرانے میں خرچ کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، جب عہد کر لیتے ہیں تو اسے پورا کرتے ہیں اور سختی، نقصان اور جنگ میں صابر و ثابت قدم رہتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جنہوں نے (ایمان اور نیکی کے تقاضوں کو) سچ کر دکھایا اور یہی لوگ (در حقیقت) متقی ہیں ﴿۱۷۷﴾

معانی و مصادر

(بِرّ) بَرَّ، یَبُرُّ، بِرٌّ (ن، ض) اطاعت کرنا، نیکی کرنا۔

(تُوَلُّوْا) وَلّٰی، یُوَلِّیْ، تَوْلِیَۃٌ (باب تفعیل) پھیرنا، والی بنانا۔

(حُبّ) حَبَّ، یَحِبُّ، حِبٌّ (ض) محبّت کرنا۔

(قُرْبٰی) قَرِبَ، یَقْرَبُ و قَرُبَ، یَقْرُبُ، قُرْبٌ و قُرْبَانٌ (س۔ کـ) قریب ہونا [قُرْبٰی = قرابت، رشتہ]۔

(یَتٰمٰی) یَتَمَ، یَیْتِمُ، یُتْمٌ (ض، کـ، س) بے باپ ہو جانا، یتیم ہونا [یَتٰمٰی = یتیم کی جمع]۔

(مَسٰکِیْن) سَکَنَ ، یَسْکُنُ ، سُکُوْنٌ و سَکَنٌ ، یَسْکُنُ ، سُکُوْنَۃٌ (ن، ك) محتاج ہونا۔
(سَآئِلِیْنَ) سَأَلَ ، یَسْئَلُ ، سُؤَالٌ و سَأَلَۃٌ و مَسْأَلَۃٌ (ف) سوال کرنا۔
(رِقَابٌ) رِقَاب = رَقَبَۃٌ کی جمع = گردنیں۔
(مُوْفُوْنَ) اَوْفٰی ، یُوْفِیْ ، اِیْفَاءٌ (باب افعال) پورا کرنا۔ مُوْفٍ اسم فاعل ہے۔
(عَھْد) عَھِدَ ، یَعْھَدُ ، عَھْدٌ (س) عہد کرنا۔
(عَاھَدُوْا) عَاھَدَ ، یُعَاھِدُ ، مُعَاھَدَۃٌ (باب مفاعلۃ) باہمی عہد و پیمان کرنا۔
(بَاْسَاء) بَئِسَ ، یَبْئَسُ ، بُؤْسٌ و بَئِیْسٌ و بُؤُوْسٌ و بُؤْسٰی (س) بہت محتاج ہونا [بَاْسَاء = سختی اور افلاس]
(ضَرَّآء) ضَرَّ ، یَضُرُّ ، ضُرٌّ (ن) نقصان اٹھانا۔ [ضَرَّاء = سختی اور محتاجی، نقصان]
(حِیْنَ) حَانَ ، یَحِیْنُ ، حَیْنٌ و حَیْنُوْنَۃٌ (ض) وقت قریب ہونا۔
(بَأْسٌ) بَؤُسَ ، یَبْؤُسُ ، بَأْسٌ (ك) سخت اور بہادر ہونا۔ [بَأْس = خوف، بہادری، عذاب، نقصان]
(صَدَقُوْا) صَدَقَ ، یَصْدُقُ ، صِدْقٌ و مَصْدُوْقَۃٌ و تَصْدَاقٌ (ن) سچ بولنا، سچ کر دکھانا۔

تفسیر تحویلِ قبلہ کے سلسلہ میں اہل کتاب نے طرح طرح کے اعتراض کئے تھے، اور اس کو بہت زیادہ اہمیت دی تھی، اہل ایمان کے دلوں میں بھی وسوسہ آیا تھا کہ تحویل قبلہ سے پہلے وفات پانے والے مؤمنین کے متعلق کیا کہا جائے، ان کی نمازوں کا کیا ہوا؟ اللہ تعالےٰ نے اہل کتاب کے اعتراضات اور اہل ایمان کے وسوسہ کا جواب تحویل قبلہ کے سلسلہ میں نازل ہونے والی آیات ہی میں دے دیا تھا (تفصیل کے لئے سورۂ بقرہ کی آیات ۱۴۲ تا ۱۵۱ کی تفسیر ص ۵۵۹ پر ملاحظہ فرمائیں) آیت زیر تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کرنے کے سلسلہ میں پھر اعتراضات ہوئے یا شکوک پیدا ہوئے تو اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں انکا ازالہ فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا یہ کوئی نیکی نہیں کہ مشرق کی طرف منہ کیا جائے یا مغرب کی طرف منہ کیا جائے، اصل نیکی تو ایمان ہے اور ایمان لانے کے بعد اعمال صالحہ ہیں۔ جب مسجد اقصیٰ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا تو اس حکم کی تعمیل نیکی تھی اور جب مسجد حرام کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا تو اب اس حکم کی تعمیل نیکی ہے یعنی محض کسی خاص سمت میں منہ کر لینا نیکی نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ پر ایمان لا کر اس کے حکم کی تعمیل کرنا نیکی ہے۔ جب تک ایمان صحیح نہ ہو اس وقت تک کوئی نیکی قبول نہیں ہوتی اور جب ایمان صحیح ہو جائے تو پھر تمام نیکیاں فائدہ دیتی ہیں، جو لوگ ایمان نہیں لاتے وہ کسی خاص طرف منہ کرنے پر ناز نہ کریں اور جو ایمان لے آئے ہیں وہ بھی محض قبلہ کی طرف منہ کرنے پر نہ اترا جائیں بلکہ وہ نیکیاں کریں جن کا کرنا بہت اہم ہے مثلاً

(۱) ایمان

ایمان سے مراد اللہ تعالیٰ پر، قیامت پر، فرشتوں پر، اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر اور اس کے نبیوں پر ایمان لانا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلْاِیْمَانُ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَبِلِقَآئِهٖ وَرُسُلِهٖ وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ (صحیح بخاری کتاب الایمان باب سؤال جبریل جزء اول ص ۱۹ وصحیح مسلم کتاب الایمان باب الایمان ماھو جزء اول ص ۲۳ واللفظ للبخاری)

ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کی ملاقات پر، اس کے رسولوں پر، اور دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان لاؤ۔

(۲) مال خرچ کرنا

ایمان کے بعد اللہ تعالیٰ نے جس نیکی کا ذکر کیا وہ حقوق کی ذیل میں آتی ہے، گویا حقوق العباد کی ادائیگی بہت اہم نیکیوں میں سے ہے، اللہ تعالیٰ نے جو مال اہل ایمان کو دیا ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کے حقوق کے علاوہ بندوں کے بھی حقوق ہیں اور ان کی ادائیگی بہت ضروری ہے، بندوں کے حقوق کی ادائیگی اور ان کے ساتھ حسن سلوک پر اللہ تعالیٰ نے بار بار زور دیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ۔ (بنی اسرائیل - ۲۶)

رشتہ دار کو، محتاج کو، مسافر کو ان کا حق ادا کرو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر مسلم پر زکوٰۃ کے علاوہ یہ بھی فرض ہے کہ رشتہ دار، محتاج، مسافر وغیرہ پر اپنا مال خرچ کرے، زکوٰۃ تو حکومت لے لیتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا۔ (التوبۃ - ۱۰۳)

(اے رسول) ان کے اموال میں سے صدقہ لے لیا کیجئے تاکہ اس کے ذریعہ آپ ان کو پاک اور مزکّٰی بنائیں۔

زکوٰۃ دینے کے بعد بھی مسلمین کو حکم ہے کہ وہ اقرباء، محتاج وغیرہ پر اپنا مال خرچ کریں اور یہ نہ سمجھیں کہ زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد وہ مال کے سلسلہ میں اپنے فرائض کی ادائیگی سے سبکدوش ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ

اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ ذرا سا بھی شرک نہ کرو اور والدین، رشتہ دار، یتیم، مساکین، رشتہ دار پڑوسی، اجنبی پڑوسی،

ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِیْلِ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ (النسآء - ۳۶)

ہم نشین، مسافر اور لونڈی، غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کرتے رہا کرو۔

اقربا

اقرباء میں سب سے زیادہ حق والدین کا ہے، اللہ تعالےٰ نے بار بار والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی تاکید کی ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا۔ (الانعام - ۱۵۱) (بنی اسرآئیل - ۲۳)

والدین کے ساتھ حسن سلوک کرتے رہو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ اِحْسٰنًا (الاحقاف - ۱۵)

ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:۔

سَاَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْعَمَلِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ؟ قَالَ الصَّلٰوۃُ عَلٰی وَقْتِهَا قَالَ ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَیْنِ قَالَ ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ اَلْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (صحیح بخاری کتاب الادب باب قول اللہ تعالیٰ ووصینا الانسان بوالدیہ جزء ۸ صـ۲)

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا؟ کونسا عمل اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نماز اسکے وقت پر" میں نے پوچھا "پھر کونسا عمل؟" فرمایا "والدین کے ساتھ نیکی کرنا"۔ میں نے پوچھا "پھر کونسا عمل"، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا"۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں:۔

جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَحَقُّ بِحُسْنِ صَحَابَتِیْ؟ قَالَ اُمُّكَ، قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ اُمُّكَ، قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ اُمُّكَ، قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ ثُمَّ اَبُوْكَ (صحیح بخاری کتاب الادب باب قول اللہ تعالےٰ ووصینا الانسان بوالدیہ جزء ۸ صـ۲ وصحیح مسلم کتاب البر باب بِرّ الوالدین جزء ۲ صـ۳۱۴)

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، اس نے کہا اے اللہ کے رسول میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تمہاری ماں"، اس نے پوچھا پھر کون؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہاری ماں"، اس نے پوچھا "پھر کون؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تمہاری ماں"، اس نے پوچھا "پھر کون؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "پھر تمہارا باپ"۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں:۔

قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُجَاهِدُ؟ قَالَ لَكَ أَبَوَانِ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ (صحیح بخاری کتاب الادب باب لا یجاهد الا باذن الابوین جزء ۸ ص۳ و صحیح مسلم کتاب البر باب بر الوالدین جزء ۲ ص۳۱۸)

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ”کیا میں جہاد کروں؟“، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”کیا تمہارے ماں باپ (زندہ) ہیں؟“، اس نے کہا ”جی ہاں“، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”ان ہی دونوں میں جہاد کرو“، (یعنی ان کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی خدمت کرتے رہو)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

رَغِمَ أَنْفُ ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُ ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُ قِيلَ مَنْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ مَنْ أَدْرَكَ أَبَوَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ أَحَدَهُمَا أَوْ كِلَيْهِمَا فَلَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ۔ (صحیح مسلم کتاب البر باب رغم انف من ادرک ابویہ جزء ۲ ص۳۱۲)

ناک خاک آلودہ ہو، پھر ناک خاک آلودہ ہو، پھر ناک خاک آلودہ ہو، لوگوں نے پوچھا ”اے اللہ کے رسول، کس کی؟“، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جس نے اپنے ماں باپ کو یا اُن میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور (ان کے ساتھ حسن سلوک کر کے) جنت میں داخل نہ ہوا“۔

والدین کے ساتھ دوسرے اقرباء کا بھی حق پہچانے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرتا رہے، حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں:۔

قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ الصُّحْبَةِ قَالَ أُمُّكَ ثُمَّ أُمُّكَ ثُمَّ أُمُّكَ ثُمَّ أَبُوكَ ثُمَّ أَدْنَاكَ أَدْنَاكَ۔ (صحیح مسلم کتاب البر باب بر الوالدین جزء ۲ ص۳۱۷)

ایک شخص نے کہا اے اللہ کے رسول میرے حسن صحبت کا کون سب سے زیادہ حقدار ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”تمہاری ماں، پھر تمہاری ماں، پھر تمہاری ماں، پھر تمہارا باپ، پھر جو (رشتہ میں) سب سے زیادہ قریب ہو (پھر جو) سب سے زیادہ قریب ہو۔

یتیم اقرباء کے بعد اللہ تعالےٰ نے یتیموں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا ذکر فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا

میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں

وَقَالَ بِاِصْبِعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى ۔
(صحیح بخاری کتاب الادب باب فضل من یعول یتیما جزء ۸ ص۱۰ وصحیح مسلم کتاب الزھد باب الاحسان علی الارملۃ جزء ۲ ص۵۹۱ واللفظ للبخاری)

اس طرح ہوں گے، آپ نے شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی کی طرف اشارہ کیا (یعنی جس طرح یہ دونوں انگلیاں قریب قریب ہیں اسی طرح میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا قریب ہونگے)۔

مسکین

یتیموں کے بعد اللہ تعالٰے نے مساکین کا ذکر فرمایا، قرآن مجید میں اقرباء اور یتامٰی کے ساتھ مساکین کا ذکر بھی بار بار آیا ہے، اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۔ (البقرۃ ۔ ۲۱۵)

(اے رسول) کہہ دیجئے کہ جو مال تم خرچ کرو وہ (تمہارے) والدین، (تمہارے) اقربا، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے ۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝
(النسآء ۔ ۸)

جب میراث کی تقسیم کے وقت رشتہ دار، یتیم اور مسکین آجائیں تو اس میں سے انہیں بھی کچھ دو اور ان سے اچھی طرح بات کرو ۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝
(ھل اتی ۔ ۸)

اللہ کے نیک بندے وہ ہیں جو کھانے کی محبت ہوتے ہوئے مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلسَّاعِيْ عَلَى الْاَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِيْنِ كَالْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ كَالَّذِيْ يَصُوْمُ النَّهَارَ وَيَقُوْمُ اللَّيْلَ ۔ (صحیح بخاری کتاب الادب باب الساعی علی الارملۃ جزء ۸ ص۱۰ وصحیح مسلم کتاب الزھد باب الاحسان علی الارملۃ جزء ۲ ص۵۹۱)

بیوہ اور مسکین کی خدمت کرنے والا ایسا ہے جیسا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا یا جیسے دن کو روزہ رکھنے والا اور رات کو نماز پڑھنے والا۔

مسکین کون ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَیْسَ الْمِسْکِیْنُ الَّذِیْ یَطُوْفُ عَلَی النَّاسِ تَرُدُّہُ اللُّقْمَۃُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَۃُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلٰکِنِ الْمِسْکِیْنُ الَّذِیْ لَا یَجِدُ غِنًی یُّغْنِیْہِ وَلَا یُفْطَنُ لَہٗ فَیُتَصَدَّقَ عَلَیْہِ وَلَا یَقُوْمُ فَیَسْأَلُ النَّاسَ۔
(صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب قول اللہ تعالٰے لا یسئلون الناس الحافا جزء۲ ص۱۵۳ وصحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب المسکین الذی لا یجد غنیً جزء اوّل ص۳۱۴ واللفظ للبخاری وفی روایۃ لمسلم ولا یسأل الناس شیئًا)

مسکین وہ نہیں جو لوگوں کے پاس چکر لگائے اور اس کو ایک لقمہ یا دو لقمے، یا ایک کھجور یا دو کھجور دے کر واپس کر دیا جائے، بلکہ مسکین وہ ہے جس کی اتنی آمدنی نہ ہو جو اُسے کفایت کرے اور نہ کوئی اسے مسکین سمجھتا ہو کہ (خود ہی) اسے کچھ دیدے اور نہ وہ خود کھڑے ہو کر لوگوں سے کسی چیز کا سوال کرے۔

قرآن مجید سے بھی ان معنوں کی تائید ہوتی ہے، اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

اَمَّا السَّفِیْنَۃُ فَکَانَتْ لِمَسٰکِیْنَ یَعْمَلُوْنَ فِی الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِیْبَھَا وَکَانَ وَرَآءَھُمْ مَّلِکٌ یَّاْخُذُ کُلَّ سَفِیْنَۃٍ غَصْبًا۝
(الکھف - ۷۹)

(حضرت خضر نے کہا) وہ کشتی ان مساکین کی تھی جو سمندر میں کشتی چلا کر اپنی روزی کماتے ہیں۔ ان کے آگے ایک بادشاہ ہے جو (بے عیب) کشتیوں پر غاصبانہ قبضہ کر لیا کرتا ہے، میں نے اُس کو اس لئے عیب دار کر دیا (کہ وہ بادشاہ اسے غضب نہ کرے)۔

مندرجہ بالا آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ مسکین وہ ہیں جو روزی تو کمائیں لیکن ان کی آمدنی اتنی قلیل ہو کہ ان کے کل اخراجات کے لئے کافی نہ ہو، وہ اتنے باعفّت ہوں کہ کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کریں اور نہ اپنے کسی عمل سے اپنی محتاجی کا اظہار ہونے دیں۔

مسافر

مساکین کے بعد اللہ تعالٰے نے مسافروں کے حقوق اور ان کے ساتھ حُسن سلوک کرنے کا حکم دیا۔ مسافروں کے ساتھ حسن سلوک بھی بہت اجر کا مستحق ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّ ھٰذَا الْمَالَ خَضِرَۃٌ حُلْوَۃٌ فَنِعْمَ صَاحِبُ الْمُسْلِمِ مَا اَعْطٰی مِنْہُ

بے شک یہ مال میٹھا سبزہ ہے تو مسلم کا وہ مال کتنا اچھا ہے جس مال میں سے وہ مسکین،

الْمَسٰكِيْنَ وَالْيَتِيْمَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۔ (صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب الصدقۃ علی الیتامی جزء ۲ ص۱۵ و صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب تخوف ما یخرج من زھرۃ الدنیا جزء اول ص۳۱۹)

یتیم اور مسافر کو دیتا رہتا ہے۔

سائلین

مسافروں کے بعد اللہ تعالےٰ نے سوال کرنے والوں کا ذکر کیا اور ان پر اپنا مال خرچ کرنے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی ترغیب دی، ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝ (الذّٰریٰت - ۱۹)

متقیوں کے اموال میں سوال کرنے والے اور نادار کا حق ہوتا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝ (المعارج - ۲۴ و ۲۵)

نمازیوں کے مالوں میں مانگنے والے اور نادار کا مقررہ حق ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ صحیح معنوں میں نمازی اور متقی بننے کے لئے سوال کرنے والوں کو دینا ضروری ہے۔

غلاموں کا آزاد کرانا

سوال کرنے والوں کے بعد اللہ تعالےٰ نے غلاموں کو آزاد کرانے کے سلسلہ میں اپنا مال خرچ کرنے کی ترغیب دی، غلاموں کو آزاد کرنا یا کرانا ایک بہت بڑی نیکی ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۝ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۝ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝ (لآ اقسم ۱۰ تا ۱۶)

ہم نے انسان کو (خیر و شر) دونوں (کے) راستے بتا دئے لیکن وہ گھاٹی میں سے ہو کر نہ گذرا، (اے رسول) آپ کو کیا معلوم کہ گھاٹی کیا ہے، (گھاٹی یہ ہے کہ) غلام آزاد کرے یا کرائے، یا فاقہ کے دن رشتہ دار یتیم کو یا خاک نشین مسکین کو کھانا کھلائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَيُّمَا رَجُلٍ اَعْتَقَ امْرَاً مُسْلِمًا اِسْتَنْقَذَهُ اللّٰهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِّنْهُ عُضْوًا مِّنَ النَّارِ

جو شخص کسی مسلم کو آزاد کرے تو اللہ اس غلام کے ہر عضو کے بدلہ میں آزاد کرنے والے کے

(صحیح بخاری کتاب العتق وفضلہ باب قولہ تعالٰے فک رقبۃ جزء ۳ ص۱۸۸ و صحیح مسلم کتاب العتق باب فضل العتق جزء اول ص۶۵۷)

ہر عضو کو دوزخ سے بچائے گا۔

حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں:۔

سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔۔۔۔ قُلْتُ اَيُّ الرِّقَابِ اَفْضَلُ قَالَ اَغْلَاهَا ثَمَنًا وَاَنْفَسُهَا عِنْدَ اَهْلِهَا (صحیح بخاری کتاب العتق باب ای الرقاب افضل جزء ۳ ص۱۸۸)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کونسا غلام آزاد کرنا افضل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قیمت میں بہت زیادہ اور مالک کے نزدیک بہت پسندیدہ"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ اَعْتَقَ شِرْكًا لَّهٗ فِيْ عَبْدٍ فَكَانَ لَهٗ مَالٌ يَّبْلُغُ ثَمَنَ الْعَبْدِ قُوِّمَ الْعَبْدُ قِيْمَةَ عَدْلٍ فَاَعْطٰى شُرَكَاءَهٗ حِصَصَهُمْ وَعَتَقَ عَلَيْهِ وَاِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ (صحیح بخاری کتاب العتق باب اذا اعتق عبدا بین اثنین جزء ۳ ص۱۸۹ وصحیح مسلم کتاب العتق جزء اول ص۶۵۲)

جس شخص نے کسی غلام کی غلامی میں اپنا حصہ آزاد کردیا تو اگر اس کے پاس اتنا مال ہے کہ وہ مال اس غلام کی اس قیمت کو پہنچ جائے جو انصاف کے ساتھ تجویز کی گئی ہو تو وہ آزاد کرنے والا اپنے شرکاء کو ان کے حصہ کی قیمت ادا کردے اور اُسے آزاد کردے اور اگر اس کے پاس اتنا مال نہیں ہے تو پھر وہ غلام اتنا ہی آزاد ہوگا جتنا کہ وہ آزاد کیا گیا ہے۔

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کردے تو اس پر یہ ضروری ہے کہ وہ اس کو پوری طرح آزاد کرانے میں اپنا مال صرف کرے۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ۔ (النور - ۳۳)

جو غلام مکاتبت چاہیں تو اگر تم ان میں خیر (وصلاحیت) پاؤ تو ان سے مکاتبت کرلو اور جو مال تم کو اللہ نے دیا ہے اس میں سے ان کو بھی دو۔

مکاتبت آقا اور غلام کے درمیان اُس معاہدہ کا نام ہے جس میں یہ طے پائے کہ اگر غلام محنت مزدوری کرکے اپنی آمدنی سے مقررہ رقم آقا کو ادا کردے تو وہ غلام آزاد ہوجائے گا، اللہ تعالٰے

فرماتا ہے کہ ایسے غلام کو بھی اپنے مال میں سے دو تاکہ وہ جلدی اپنا زرِ کتابت یعنی مقرر رقم ادا کر کے آزاد ہو جائے۔

الغرض اللہ تعالےٰ نے آیت زیرِ تفسیر میں اقرباء، یتامیٰ، مساکین، مسافر اور سائلین پر اور غلاموں کی آزادی میں اپنے مال کو صرف کرنا بہت بڑی نیکی قرار دیا، پھر حقوق العباد کے بعد اللہ تعالےٰ نے اپنے حقوق کا ذکر کیا یعنی نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی کو بہت اہم نیکیوں میں شمار کیا۔

۳۔ نماز نماز کی اہمیت کے متعلق سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۳ کی تفسیر میں صـ۱۰۱ پر اور نماز با جماعت کی اہمیت پر سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۴۳ کی تفسیر میں صـ۲۳۱ پر تفصیل سے لکھا جا چکا ہے، نماز کے طریقہ کے سلسلہ میں ہم انشاء اللہ سورۂ بقرہ کی آیت ۲۳۹ کی تفسیر میں تفصیلی روشنی ڈالیں گے۔

۴۔ زکوٰۃ زکوٰۃ کی اہمیت کے سلسلہ میں سورۂ بقرہ کی آیت ۱۱۰ کی تفسیر میں صـ۳۷۷ پر تفصیلی بیان گذر چکا ہے، زکوٰۃ کے مفصل احکام انشاء اللہ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۱۰۳ کی تفسیر میں بیان کئے جائیں گے۔

۵۔ عہد کو پورا کرنا وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ، نماز اور زکوٰۃ کے بعد اللہ تعالےٰ نے عہد پورا کرنے کو بھی اہم نیکیوں میں شمار کیا۔ عہد کو پورا کرنا بڑا ضروری ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ (المائدۃ ۔ ۱)

اے ایمان والو، اپنے عہدوں کو پورا کیا کرو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا (بنی اسرائیل ۔ ۳۴)

اپنے عہد کو پورا کیا کرو، بے شک عہد کے متعلق (قیامت کے روز) باز پرس ہوگی۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

بَلَىٰ مَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ وَاتَّقَىٰ فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ۝ (آل عمران ۔ ۷۶)

جو شخص اپنے عہد کو پورا کرے اور تقویٰ اختیار کرے تو بے شک (اللہ اُس سے محبت کریگا کیونکہ) اللہ متقیوں سے محبت کرتا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ۝ (المؤمنون ۔ ۸)

اور (مؤمن وہ لوگ ہیں) جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی حفاظت کرتے ہیں۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ

اور (نمازی وہ لوگ ہیں) جو اپنی امانتوں اور

رَاعُوْنَ ○ (المعارج - ۳۲) اپنے عہد کی حفاظت کرتے ہیں۔

مندرجہ بالا آیات سے معلوم ہوا کہ مؤمن اور نمازی بننے کے لئے عہد کا پورا کرنا بہت ضروری ہے۔ عہد کی دو قسمیں ہیں، ایک عہد وہ جو اللہ تعالیٰ سے کیا جائے، دوسرا وہ جو بندوں سے کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ سے عہد

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○ وَّ اَنِ اعْبُدُوْنِيْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ○ (یٰسٓ - ۶۰-۶۱)

اے بنی آدم کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا (بلکہ) میری عبادت کرنا، یہی سیدھا راستہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں سے یہ عہد لیا ہے کہ شیطان کی عبادت نہ کریں یعنی اسکی اطاعت نہ کریں بلکہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی اطاعت کرتے رہیں، صراط مستقیم یہی ہے، اس عہد کا تقاضا یہ ہے کہ انسانوں کو صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنی چاہئے، اطاعت صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے، اس سلسلہ میں مزید تفصیل سورۂ فاتحہ کی آیت ۵ کی تفسیر صفحہ ۷ پر ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ○ (الفتح - ۱۰)

جو شخص اللہ سے کئے ہوئے عہد کو پورا کرے تو اللہ اُسے اجر عظیم دے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ (النحل - ۹۱)

(اے ایمان والو) جب اللہ سے کوئی عہد کرو تو اُسے پورا کرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا (الانعام - ۱۵۲)

اللہ کے عہد کو پورا کرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ○ (الرعد - ۱۹و۲۰)

نصیحت تو وہ لوگ حاصل کرتے ہیں جو اہل عقل ہیں یعنی وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور (اپنے) عہد کو نہیں توڑتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ (البقرۃ - ۲۶و۲۷)

اللہ اس (مثال) کے ذریعہ انہی کو گمراہ کرتا ہے جو فاسق ہوتے ہیں یعنی وہ لوگ جو اللہ سے مضبوط عہد کرنے کے بعد اسے توڑ دیتے ہیں۔

مندرجہ بالا آیات سے معلوم ہوا کہ عہد کو پورا کرنے والے عقلمند ہوتے ہیں اور عہد کو توڑنے والے فاسق ہوتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کے عہد کو توڑنا بہت بڑا گناہ ہے اور اس کی سزا جہنم ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ۝ (الرعد - ۲۵)

جو لوگ اللہ سے مضبوط عہد کرنے کے بعد اُسے توڑ دیتے ہیں، جس چیز کو اللہ نے ملانے کا حکم دیا ہے اُسے قطع کرتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں، ایسے لوگوں پر (اللہ کی) لعنت ہے اور ان کے لئے (بہت) بُرا ٹھکانہ ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (النحل - ۹۵)

اللہ کے عہد (کو نہ بیچو اور اس) کے ذریعہ تھوڑی سی قیمت نہ لو، (عہد پورا کرنے کا) جو اجر اللہ کے ہاں مقرر ہے، تم اگر سمجھو تو وہ تمہارے لئے (بہت) بہتر ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا ۝ (الاحزاب - ۱۵)

اللہ کے عہد کے متعلق بازپرس ہوگی۔

اللہ تعالےٰ کو الٰہ مان کر اپنے محکوم ہونے اور اللہ تعالےٰ کے احکام کے ساتھ وفاداری کا جو عہد ہم کرتے ہیں اس عہد کو پورا کرنا بڑا ضروری ہے۔ دنیا کے تھوڑے سے فائدہ کی خاطر اللہ تعالےٰ کے احکام کی خلاف ورزی یا اس کے احکام کو چھپانا اللہ تعالےٰ سے کئے ہوئے عہد کو توڑنا ہے اور یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

بندوں سے عہد

بندوں سے جو عہد کیا جائے اُسے بھی پورا کرنا ضروری ہے، حتیٰ کہ غیرمسلموں سے جو عہد کیا جائے اُسے بھی پورا کرنا فرض ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ

مشرکین سے جو عہد تم نے کیا ہے اُسے اُس کی

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُتَّقِیۡنَ ۝ (التوبۃ ۔ ۴)

مقررہ میعاد تک پورا کرو، بے شک اللہ متقین سے محبت کرتا ہے۔

حضرت حذیفہؓ اور ان کے والد حضرت یمانؓ نے کفار سے ایک عہد لیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

نَفِیْ لَھُمْ بِعَھْدِھِمْ وَ نَسْتَعِیْنُ اللّٰہَ عَلَیْھِمْ (صحیح مسلم کتاب الجہاد باب الوفاء بالعہد جزء۲ ص۱۰۶)

ہم ان کے لئے ان کا عہد پورا کریں گے اور ان کے خلاف اللہ سے مدد طلب کریں گے۔

عہد توڑنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّ الْغَادِرَ یُنْصَبُ لَہٗ لِوَاءٌ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فَیُقَالُ ھٰذِہٖ غَدْرَۃُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ (صحیح بخاری کتاب الادب باب ما یدعی الناس بآبائھم جزء۸ ص۵۱ وصحیح مسلم کتاب الجہاد باب تحریم الغدر جزء۲ ص۸۷)

عہد شکن کے لئے قیامت کے دن ایک جھنڈا نصب کیا جائیگا پھر کہا جائے گا کہ یہ ہے عہد شکن فلاں بن فلاں۔

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن عہد شکن کی بڑی رسوائی ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لِکُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یُرْفَعُ لَہٗ بِقَدْرِ غَدْرِہٖ اَلَا وَلَا غَادِرَ اَعْظَمُ غَدْرًا مِّنْ اَمِیْرِ عَامَّۃٍ (صحیح مسلم کتاب الجہاد باب تحریم الغدر جزء۲ ص۸۷)

ہر عہد شکن کے لئے قیامت کے دن ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا اور اس جھنڈے کو عہد شکنی کی مناسبت سے بلند کیا جائیگا، خبردار ہو جاؤ امیر عامہ (یعنی امیر المؤمنین) کے عہد کو توڑنے والے سے بڑا عہد شکن کوئی نہیں۔

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ امیر کی بیعت توڑنا بہت بڑا گناہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَرْبَعٌ مَّنْ کُنَّ فِیْہِ کَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ کَانَتْ فِیْہِ خَصْلَۃٌ مِّنْھُنَّ کَانَتْ فِیْہِ خَصْلَۃٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰی یَدَعَھَا، اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَاِذَا حَدَّثَ کَذَبَ وَاِذَا عَاھَدَ غَدَرَ وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ۔

جس شخص میں یہ چار باتیں ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس شخص میں ان میں سے ایک خصلت ہے تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی جب تک اس کو چھوڑ نہ دے، (وہ خصلتیں یہ ہیں) جب امانت دار بنایا جائے تو خیانت

(صحیح بخاری کتاب الایمان باب علامۃ المنافق جزء اول ص۱۵ وصحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان خصال المنافق جزء ا ص۴۲)

کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ جب عہد کرے تو عہد شکنی کرے اور جب لڑے تو بدکلامی کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

اٰیَۃُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ (صحیح بخاری کتاب الایمان باب علامۃ المنافق جزء اول ص۱۵ وصحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان خصال المنافق جزء اول ص۴۲ وفی روایۃ لِمُسْلِمٍ اٰیَۃُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰی وَزَعَمَ اَنَّہٗ مُسْلِمٌ)

منافق کی نشانی تین (باتیں) ہیں، جب بات کرے جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو خیانت کرے۔

منافق کی نشانی یہ تین (باتیں) ہیں، (جس میں یہ تین باتیں ہوں گی وہ منافق ہوگا) اگرچہ وہ روزے رکھے، نماز پڑھے اور دعویٰ کرے کہ وہ مسلم ہے

(نوٹ :- ان تین باتوں کا ذکر اوپر کی حدیث میں ہے)

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ جس شخص میں یہ تین باتیں ہوں وہ منافق ہے اور جس شخص میں چوتھی بات یعنی لڑتے وقت بدکلامی بھی ہو تو پھر وہ خالص منافق ہے، اب اس میں نفاق کی جتنی علامتیں اور خصلتیں تھیں، سب پوری ہوگئیں، منافق کی اور تمام خصوصیات ان ہی چار خصلتوں پر قائم ہیں، اگر یہ خصلتیں نہ ہوں تو نفاق کی عمارت گر پڑے گی پھر یا تو وہ مومن ہوگا یا کھلا کافر۔

۶- صبر و ثابت قدمی

اہم نیکیوں سے آخری نیکی اللہ تعالیٰ نے یہ بتائی کہ سختی و تکلیف، نقصان و تنگی، جنگ وجدال کے وقت صابر و ثابت قدم رہنا۔ بے صبری و ناشکری، بزدلی و گھبراہٹ، جزع و فزع، نالہ و شیون، آہ و بکا، نوحہ و ماتم میدانِ جنگ سے پیٹھ موڑنا وغیرہ یہ تمام خصائل اسلامی شرافت و وقار کے منافی ہیں، ایک مسلم کا وقار اسی میں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر جما رہے، بے صبری کا مظاہرہ نہ کرے، قربانیاں دے اور احکام الٰہی سے پیچھے نہ ہٹے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دیدے لیکن شکست کھا کر میدانِ جنگ سے نہ بھاگے۔

خلاصہ

الغرض اللہ تعالیٰ نے بڑی بڑی اہم نیکیوں کا بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ (اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا) یہ ہیں وہ لوگ جو اپنے دعوئ ایمان میں سچے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے جو کچھ اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا اُسے سچ کر دکھایا (وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ) اور یہی وہ لوگ ہیں جو یقیناً متقی ہیں، آیت زیر تفسیر میں جن نیکیوں کا بیان ہے یہ وہ نیکیاں یا بنیادی اوصاف ہیں جو ایک متقی میں ہونا ضروری ہیں۔

نوٹ :۔ صبر کے متعلق مزید معلومات کے لئے سورۂ بقرہ کی آیات نمبر ۴۵ و ۱۵۳ کی تفسیر ص ۲۳۴ و ص ۴۹۶ پر ملاحظہ فرمائیں۔

تقویٰ اور متقی کے متعلق مزید تفصیل کے لئے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲ کی تفسیر ص ۹۳ پر ملاحظہ فرمائیں۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالےٰ اور یوم آخرت پر پختہ ایمان رکھیئے، فرشتوں اور تمام الہامی کتابوں اور تمام نبیوں پر ایمان لائیے، حقوق العباد ادا کیجئے، اقرباء، یتامیٰ، مساکین، مسافر اور سائلین کے ساتھ حسن سلوک کرتے رہیئے، غلاموں اور لونڈیوں کی آزادی کے لئے اپنا مال خرچ کیجئے، نماز قائم کیجئے، زکوٰۃ ادا کرتے رہیئے، عہد کو پورا کیجئے، عہد شکنی کبھی نہ کیجئے، صبر و استقامت کے ساتھ مردانہ وار، مؤمنانہ عزم و ہمت کے ساتھ تمام مصائب کا مقابلہ کیجئے، یہ تمام صفات آپ اپنے اندر پیدا کیجئے، ان صفات کی موجودگی میں آپ صحیح معنوں میں متقی بنیں گے اور پھر نجات اور کامیابی سے ہمکنار ہوں گے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ○	بے شک (اچھا) انجام متقیوں ہی کے لئے ہے۔
(ھود - ۴۹)	

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ○	بے شک کامیابی متقیوں کے لئے ہے۔
(عمّ یتساءلون - ۳۱)	

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ
الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى اَلْحُرُّ
بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى
بِالْاُنْثٰى فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ
شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَ
اَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ذٰلِكَ
تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ
فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ
عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١٧٨﴾ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ

حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

ترجمہ اے ایمان والو، مقتولین کے سلسلہ میں تم پر قصاص فرض کیا جاتا ہے، آزاد کے بدلہ میں (وہ) آزاد (ہی قتل ہوگا جو قاتل ہے) غلام کے بدلہ میں (وہ) غلام (ہی قتل ہوگا جو قاتل ہے) اور عورت کے بدلہ میں (وہ) عورت (ہی قتل ہوگی جو قاتلہ ہے)، پھر اگر قاتل کو اس کے (مقتول) بھائی (کے وارث کی طرف) سے کچھ معافی مل جائے (یعنی وہ دیت لینے پر راضی ہو جائے) تو قاتل کو معروف کے مطابق (وارث کے مطالبہ کی) پیروی کرنی چاہیئے اور خوش اسلوبی کے ساتھ اس کو دیت ادا کر دینی چاہیئے، (قصاص کی معافی کی صورت میں دیت کا حکم) یہ تمہارے رب کی طرف سے بڑی آسانی اور (اس کی) رحمت ہے، پھر اس (طرح دیت کا معاملہ طے ہو جانے) کے بعد جو شخص زیادتی کرے تو اس کے لئے (اللہ کے ہاں) دردناک عذاب ہے ﴿۱۷۸﴾ اور اے عقل والو، قصاص (کے قانون) میں تمہارے لئے زندگی (کی حفاظت وضمانت) ہے (اور یہ قانون تم پر اس لئے فرض کیا گیا ہے) تاکہ تم (خونریزی سے بچ کر) تقوٰی شعار بن جاؤ۔ ﴿۱۷۹﴾

معانی ومصادر (كُتِبَ) كَتَبَ، يَكْتُبُ، كَتْبٌ وكِتَابٌ وكِتْبَةٌ وكِتَابَةٌ (ن) لکھنا، فرض کرنا۔

(قِصَاص) قَصَّ، يَقُصُّ، قَصٌّ (ن) کاٹنا، قدم بقدم چلنا، قَصَّ، يَقُصُّ، قَصَصٌ (ن) بیان کرنا، قدم بقدم چلنا، قَاصَّ، يُقَاصُّ، قِصَاصٌ و مُقَاصَّةٌ، سزا نافذ کرنا، جیسا کسی نے کیا ہے اس کے ساتھ ویسا ہی کرنا [قِصَاص = بدلہ]

(قَتْلٰى) قَتَلَ، يَقْتُلُ، قَتْلٌ و تَقْتَالٌ (ن) قتل کرنا [قَتْلٰى = قَتِيْل کی جمع، مقتولین]۔

(عُفِيَ) عَفَا، يَعْفُوْ، عَفْوٌ (ن) معاف کر دینا، زیادہ کرنا، مٹانا [عُفِيَ = عفا کا مجہول ہے]۔

(مَعْرُوْف) عَرَفَ، يَعْرِفُ، عِرْفَةٌ وعِرْفَانٌ وعِرِفَّانٌ ومَعْرِفَةٌ (ض) جاننا، پہچاننا، اقرار کرنا۔

(اَدَاءٌ) اَدّٰى، يُؤَدِّيْ، اَدٰى (ض) پہنچانا، ادا کرنا [اَدَاءٌ = ادائیگی]۔

(اِعْتَدٰى) اِعْتَدٰى، يَعْتَدِيْ، اِعْتِدَاءٌ (باب افتعال) حد سے آگے بڑھ جانا، ظلم کرنا۔
(حَيٰوةٌ) حَيِيَ، يَحْيٰى، حَيَاةٌ (س) زندہ ہونا۔
(اَلْبَاب) لَبِبَ، يَلْبَبُ، لُبٌّ ولُبٌّ ولَبَابَةٌ (س) ذی عقل ہونا۔

تفسیر آیت زیر تفسیر سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایام جاہلیت میں ظلم و زیادتی کا دور دورہ تھا، بعض قبیلے دوسرے قبیلوں کے مقابلہ میں احساس برتری کا شکار تھے، اس طرح اگر کسی برتر قبیلہ کا کوئی غلام کسی کمتر قبیلہ کے غلام کے ہاتھ سے قتل ہو جاتا تو قصاص میں کمتر قبیلہ کے آزاد آدمی کو قتل کرتے اور اگر برتر قبیلہ کا کوئی آزاد آدمی کمتر قبیلہ کے کسی آزاد آدمی کو قتل کر دیتا تو برتر قبیلہ کا آزاد آدمی قتل نہیں ہوتا بلکہ اس کے بجائے کسی غلام کو قصاص میں قتل کرتے، اللہ تعالےٰ نے یہ نامنصفانہ دستور مسترد کر کے منصفانہ قانون نافذ کر دیا۔ اب اسلامی قانونِ قصاص کی رُو سے قاتل ہی قتل ہو گا خواہ وہ آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت، اگر مقتول کے ورثاء قاتل کو معاف کر دیں اور دیت لینے پر راضی ہو جائیں تو قاتل اور قاتل کے عصبات کو دستور کے مطابق بڑے حسن و خوبی سے دیت ادا کر دینی چاہیئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ قُتِلَ لَهُ قَتِيْلٌ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ اِمَّا اَنْ يُفْدٰى وَاِمَّا اَنْ يُقِيْدَ (صحیح بخاری کتاب اللقطۃ باب کیف تعرف لقطۃ اھل مکۃ جزء ۳ ص ۱۶۵ وصحیح مسلم کتاب الحج باب تحریم مکۃ جزء اول ص ۵۶۹)

جس کا کوئی (عزیز) قتل ہو جائے تو اُسے دو باتوں میں سے ایک بات کا اختیار ہے، خواہ فدیہ لے لے، خواہ بدلہ لے لے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مقتول کے وارث کو دو باتوں کا اختیار ہے خواہ قصاص میں قاتل کو قتل کر دے یا قاتل سے دیت لے لے اور پھر اُسے چھوڑ دے۔

قصاص کے مسائل

(۱) کافر کے بدلہ میں مسلم کو قتل نہ کیا جائے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ (صحیح بخاری کتاب الدیات باب لایقتل المسلم بالکافر جزء ۹ ص ۱۶)

کافر کے قصاص میں مسلم کو قتل نہ کیا جائے۔

نوٹ :- اگر وہ کافر جسے کسی مسلم نے قتل کیا ہے ذمّی ہو تو اس کے قصاص میں دیت دینی ہوگی اس کا ذکر انشاء اللہ سورۂ نساآء کی آیت ۹۲ کی تفسیر میں کیا جائے گا۔

(۲) اگر باپ بیٹے کو قتل کر دے تو باپ کو بدلہ میں قتل نہ کیا جائے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

لَا يُقَادُ الْوَالِدُ مِنْ وَلَدِهٖ (رواہ احمد وروی البیہقی نحوہ وسندہٗ صحیح۔ بلوغ الامانی جزء ۱۶ صـ۳۶)

اگر باپ بیٹے کو قتل کر دے تو باپ سے قصاص نہ لیا جائے۔

(۳) قاتل کو مقتول کے ورثاء کے حوالہ کر دیا جائے

حضرت ابوہریرہ رضؓ کہتے ہیں :-

قُتِلَ رَجُلٌ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَفَعَ الْقَاتِلَ اِلٰى وَلِيِّهٖ فَقَالَ الْقَاتِلُ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَاللهِ مَا اَرَدْتُّ قَتْلَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا اِنَّهٗ اِنْ كَانَ صَادِقًا فَقَتَلْتَهٗ دَخَلْتَ النَّارَ فَخَلَّاهُ الرَّجُلُ (رواہ الترمذی فی ابواب الدیات فی باب ماجاء فی حکم ولی القتیل فی القصاص والعفو وصححہ، جزء اول صـ۱۶۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص قتل کیا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاتل کو مقتول کے ولی کے حوالہ کر دیا۔ قاتل نے کہا "اے اللہ کے رسول"، اللہ کی قسم میرا ارادہ اس کو قتل کرنے کا نہیں تھا (وہ غلطی سے قتل ہو گیا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مقتول کے ولی سے) فرمایا "اگر یہ سچا ہے اور تم نے اسے قتل کر دیا تو تم دوزخ میں جاؤ گے"، یہ سُنکر مقتول کے ولی نے اس قاتل کو چھوڑ دیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلم اگر قسم کھا کر کہے کہ میری نیت قتل کی نہیں تھی تو حاکم تو قصاص ہی نافذ کرے گا لیکن مقتول کے وارث کو اُسے چھوڑ دینا چاہیئے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قاتل کو مقتول کے ولی کے حوالے کر دینا چاہیئے تاکہ وہ اُسے مقتول کے بدلہ میں قتل کرے۔

غلطی سے قتل کرنے کے جملہ مسائل انشاء اللہ سورۂ النساآء کی آیت نمبر ۹۲ کی تفسیر میں بیان کئے جائیں گے۔

(۴) قاتل کو اسی طرح قتل کیا جائے جس طرح اس نے قتل کیا ہے

حضرت انس رضؓ کہتے ہیں :-

اَنَّ یَهُوْدِیًّا رَضَّ رَأْسَ جَارِیَةٍ بَیْنَ حَجَرَیْنِ فَقِیْلَ لَهَا مَنْ فَعَلَ بِكِ هٰذَا أَ فُلَانٌ أَ فُلَانٌ حَتّٰی سُمِّیَ الْیَهُوْدِیُّ فَاَوْمَأَتْ بِرَأْسِهَا فَجِیْئَ بِالْیَهُوْدِیِّ فَاعْتَرَفَ فَاَمَرَ بِهِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَرُضَّ رَأْسُهٗ بِحَجَرَیْنِ (صحیح بخاری کتاب الدیات باب اذا اقر بالقتل مرۃ قتل به جزء ۹ صـ۸ و صحیح مسلم کتاب القسامۃ باب ثبوت القصاص فی القتل بالحجر جزء ۲ صـ۳۹) وَفِیْ رِوَایَةٍ فَاَمَرَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یُرَضَّ رَأْسُهٗ بِالْحِجَارَةِ وفی رِوَایَةٍ فَقَتَلَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَیْنَ حَجَرَیْنِ (صحیح مسلم جزء ۲ صـ۳۸ و صـ۳۹)

ایک یہودی نے ایک لڑکی کے سر کو دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا۔ اس لڑکی سے پوچھا گیا، یہ کس نے کیا ہے؟ کیا فلاں نے؟ کیا فلاں نے؟ یہاں تک کہ جب اس یہودی کا نام لیا گیا (جس نے قتل کیا تھا) تو اس نے سر سے اشارہ کیا (کہ ہاں) وہ یہودی لایا گیا، اس نے اپنے جرم کا اعتراف کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا (کہ اس کا سر کچل دیا جائے۔ الغرض حکم کی تعمیل میں) اس کا سر دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا گیا۔

مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ قاتل نے جس طرح قتل کیا ہو قصاص میں اسے بھی اسی طرح قتل کیا جائے۔

دیت

اگر مقتول کے ورثاء بدلہ لینا نہ چاہیں، بلکہ دیت لینا چاہیں تو دیت ادا کر دی جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

اِنَّ فِی النَّفْسِ الدِّیَةُ مِائَةٌ مِّنَ الْاِبِلِ (نسائی کتاب القود والدیات باب ذکر حدیث عمرو بن حزم فی العقول جزء ۲ صـ۲۱۸ و سندہ صحیح۔ نیل الاوطار جزء ۷ صـ۶۴)

جان کی دیت سو اونٹ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَنَّ الْعَقْلَ عَلٰی عَصَبَتِهَا (صحیح بخاری کتاب الدیات باب جنین المرأۃ جزء ۹ صـ۱۴ صحیح مسلم کتاب القسامۃ باب

دیت ددھیال کے ذمہ ہے۔

دیۃ الجنین جزء ۲ ص ۳۴۲)

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ مقتول کی دیت سو اونٹ ہیں اور یہ کہ دیت ددھیالی رشتہ داروں کو ادا کرنی چاہیئے، یہ ان کی ذمہ داری ہے۔

(ذٰلِكَ تَخۡفِيۡفٌ) دیت کا قانون و اجازت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک قسم کی تخفیف اور آسانی ہے (وَرَحۡمَةٌ) اور اللہ تعالیٰ کی ایک رحمت بھی ہے۔

قانون قصاص اور امن عالم

مقتول کا قصاص لینے سے مقتول دوبارہ زندہ نہیں ہو سکتا البتہ مقتول کا قصاص لینے سے مقتول کے وارثوں کا جوش انتقام ٹھنڈا ہو جاتا ہے، یہ قصاص کا ایک فائدہ ہے، دوسرا فائدہ قصاص کا یہ ہے کہ لوگوں کی جانیں محفوظ ہو جاتی ہیں، کوئی کسی کو قتل کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا، وہ سمجھتا ہے کہ اگر میں نے اس کو قتل کر دیا تو قصاص میں میں بھی قتل کر دیا جاؤں گا، میرے بیوی بچے بھی اسی طرح پریشان ہوں گے جس طرح اس کے بچے، گویا میں اس کو ہی قتل نہیں کر رہا بلکہ خود اپنے کو بھی قتل کر رہا ہوں، یہ تصور اس کو قتل سے باز رکھتا ہے اور اس طرح کافی حد تک جانیں محفوظ ہو جاتی ہیں، اگر قصاص کا قانون نہ ہو، صرف جرمانہ، قید یا دیت کا قانون ہو تو جانیں غیر محفوظ ہو جاتی ہیں، قتل کرنے پر جرأت ہوتی ہے اور قتل کی وارداتیں بڑھ جاتی ہیں، اسلام کے قانونِ قصاص ہی سے امن عالم برقرار رہ سکتا ہے۔

دیت کی افادیت

دیت کے قانون میں بھی ایک خاص قسم کا فائدہ ہے، ایک جان تو گئی، اب ایک جان قصاص میں اور جا رہی ہے، ایک خاندان والے بے سر و ساماں ہو گئے، اب ایک خاندان والے اور بے سر و ساماں ہوں گے، مقتول کے ورثاء اگر یہ سوچ کر قصاص معاف کر دیں کہ مقتول تو زندہ ہو نہیں سکتا، قاتل کی جان لینے سے ہمیں کیا فائدہ پہنچے گا، ہمیں اگر فائدہ پہنچ سکتا ہے تو دیت سے فائدہ پہنچ سکتا ہے، دیت کے ذریعہ مقتول کی بیوہ اور یتیم بچے مالی منفعت حاصل کر کے محتاجی سے بچ سکتے ہیں، خوشحال اور فارغ البال ہو سکتے ہیں اور قاتل کے بیوی بچے بھی محتاجی سے بچ سکتے ہیں، کیونکہ قاتل قصاص میں قتل نہیں ہوگا، لہٰذا وہ زندہ رہ کر اپنے اہل و عیال کی خبر گیری کر سکتا ہے، مزید برآں دونوں خاندانوں میں محبت و الفت پیدا ہونے کا بھی قوی امکان ہے، اس لئے دیت کا قانون دونوں گھرانوں کے لئے باعث رحمت ہے ذٰلِكَ تَخۡفِيۡفٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَرَحۡمَةٌ میں اسی طرف اشارہ ہے۔

دیت لینے کے بعد مقتول کا وارث قاتل کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی کرے (فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ) تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔ دیت لینے کے بعد معاملات بالکل پرسکون ہو جانے چاہئیں اور جوش انتقام ٹھنڈا ہو جانا چاہیئے۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالےٰ کے نازل کردہ قوانین قصاص کو عملاً نافذ کرنے کے لئے جدّوجہد کیجئے، اگر نافذ ہوں تو خلوص کے ساتھ ان کے مطابق عمل کیجئے، قوانین الٰہیہ سے سرتابی نہ کیجئے، اس میں آپ کا دینی اور دنیوی دونوں قسم کا فائدہ ہے جانیں محفوظ ہوں گی، امن عالم برقرار رہے گا قلوب کو اطمینان حاصل ہوگا۔

كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ
الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۖ الْوَصِيَّةُ
لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ
حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۝۱۸۰ فَمَنْ بَدَّلَهٗ
بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى
الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ
عَلِيْمٌ ۝۱۸۱ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ
جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ
اِثْمَ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۸۲

ترجمہ (اے ایمان والو) تم پر فرض کیا جاتا ہے کہ جب تمہیں موت آئے اور تم مال چھوڑ (کر دنیا سے رخصت ہو) رہے ہو تو والدین اور رشتہ داروں کے لئے وصیت کر دیا کرو، ایسا کرنا متقین پر حق ہے (۱۸۰) پھر جو لوگ وصیت سُن لینے کے بعد اُسے بدل دیں تو اس کا گناہ بدلنے والوں پر ہوگا، بے شک اللہ (نے وصیت کرنے والے کی وصیت کو سُن لیا ہے کیونکہ وہ) سمیع ہے (اور جو کچھ خیانت تم کرو گے اس کو بھی وہ جان لے گا کیونکہ وہ) علیم ہے (لہٰذا وصیت کی خلاف ورزی کرنے پر وہ تمہیں سزا دیگا) (۱۸۱) البتہ اگر کسی شخص کو وصیت کرنے والے کی طرف سے کسی قسم کی زیادتی یا گناہ کا اندیشہ ہو اور وہ (وصیت میں تبدیلی کرکے) وارثوں میں صلح وصفائی کرا دے تو اس پر گناہ نہیں ہوگا (ایسی صورت میں اللہ وصیت میں تبدیلی کرنے والے کو معاف کر دے گا کیونکہ) وہ بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے (۱۸۲)

معانی ومصادر

(حَضَرَ) حَضَرَ، يَحْضُرُ، حُضُوْرٌ وحَضَارَةٌ (ن) حاضر ہونا۔

(تَرَكَ) تَرَكَ، يَتْرُكُ، تَرْكٌ وتِرْكَانٌ (ن) چھوڑنا، بیکار کر دینا۔

(خَيْرٌ) خَارَ، يَخِيْرُ، خَيْرٌ (ح) خیر والا ہونا، خیر سے نوازنا [خَيْر = مال]

(وَصِيَّةٌ) اَوْصٰى، يُوْصِيْ، اِيْصَاءٌ (باب افعال) وصیّت کرنا، عہد لینا، حکم (وصیّت اِيْصَاءٌ سے اسم ہے۔ مُوْصٍ، اِيْصَاءٌ سے اسم فاعل ہے)

(حَقٌّ) حَقَّ، يَحُقُّ، حَقٌّ (ن) حق پر غالب کرنا، ثابت و واجب کرنا۔

(خَافَ) خَافَ، يَخَافُ، خَوْفٌ وخَيْفَةٌ ومَخَافَةٌ وخِيْفَةٌ (س) ڈرنا۔

(جَنَفٌ) جَنَفَ، يَجْنِفُ، جُنُوْفٌ (ض) وجَنِفَ، يَجْنَفُ، جَنَفٌ (س) راستہ سے ہٹ جانا، وصیت میں حق تلفی کرنا۔

(اَصْلَحَ) اَصْلَحَ، يُصْلِحُ، اِصْلَاحٌ (باب افعال) درستی کرنا، اصلاح کرنا، موافقت وصلح کرا دینا۔

(اِثْمٌ) اَثِمَ، يَأْثَمُ، اِثْمٌ واَثَمٌ واَثَامٌ ومَأْثَمٌ (س) گناہ کرنا، حرام کام کرنا۔

تفسیر ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے متقیوں پر وصیت کرنے کو فرض قرار دیا، ایمان اور تقوٰے کی شان یہی ہے کہ جب موت کا وقت قریب آجائے تو ضرورت مند رشتہ داروں کے لئے کچھ مال دینے کی وصیت کر جائے تاکہ مرنے والے کے مال سے ان ضرورت مندوں کی بھی کچھ ضروریات پوری ہو سکیں اور مرنے والے کے لئے دیا ہوا مال ذخیرۂ آخرت بن جائے۔ والدین، میاں، بیوی اور اولاد تو وارث ہیں اور ان کو بہر حال مرنے والے کے مال میں سے کچھ مال مل ہی جاتا ہے لہٰذا ان کے لئے وصیت کی ضرورت نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ أَعْطَى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ (رواہ الترمذی وصححہ فی ابواب الوصایا باب ماجاء لاوصیۃ لوارث جزء۲ ص۸۲)

بے شک اللہ عزوجلّ نے ہر حقدار کو اس کا حق دے دیا ہے لہذا وارث کے لئے وصیت (کرنے کی ضرورت) نہیں۔

اللہ تعالٰے نے اس حدیث کے ذریعہ والدین اور دوسرے ورثاء کے لئے وصیّت کے حکم کو منسوخ کر دیا، یا یہ کہا جا سکتا ہے کہ آیت زیر تفسیر کے عام حکم کو حدیث مذکور کے ذریعہ مقیّد کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ فرماتے ہیں:۔

كَانَ الْمَالُ لِلْوَلَدِ وَكَانَتِ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ فَنَسَخَ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ مَا أَحَبَّ (صحیح بخاری کتاب الوصایا باب لاوصیۃ لوارث جزء۴ ص۴)

(شروع اسلام میں) مال تو اولاد کے لئے ہوتا تھا اور وصیت ماں باپ کے لئے ہوتی تھی (یعنی ماں باپ کو بغیر وصیت کے کچھ نہیں ملتا تھا) پھر اللہ نے اس میں سے جو چاہا منسوخ فرما دیا۔

یعنی اللہ تعالٰے نے والدین اور دوسرے وارثوں کے لئے وصیت کے حکم کو منسوخ کر دیا اب اگر وصیّت ہو سکتی ہے تو ان لوگوں کے لئے جو وارث نہیں ہیں۔ لہذا آیت زیر تفسیر میں "والدین" کی ذیل میں اب ماں باپ تو نہیں آ سکتے کیونکہ وہ تو وارث ہیں، البتہ دادا، دادی آ سکتے ہیں کیونکہ ان کے لئے کوئی حصہ مقرر نہیں۔ اسی طرح اولاد کی موجودگی میں اقرباء کو کچھ نہیں ملتا اگرچہ وہ بہت قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، ایسی صورت میں مرنے والے کو دادا، دادی، یتیم پوتا، پوتی اور دوسرے اقرباء کے لئے وصیت کر دینی چاہئے خصوصًا ایسی حالت میں کہ وہ ضرورت مند ہوں، یہ ایک اسلامی فریضہ ہی نہیں بلکہ ایک انسانی فریضہ بھی ہے۔

وصیّت صرف تہائی مال میں کی جا سکتی ہے، باقی دو تہائی مال ورثاء کے لئے چھوڑنا پڑیگا اور وہ انہی کا حق ہے بلکہ بہتر یہ ہے کہ تہائی مال سے بھی کم کی وصیت کرے۔

حضرت سعدؓ نے اپنی بیماری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔

أُوصِي بِمَالِي كُلِّهِ قَالَ لَا قُلْتُ فَالشَّطْرِ قَالَ لَا قُلْتُ الثُّلُثِ قَالَ فَالثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ۔ (صحیح بخاری کتاب الوصایا باب ان یترک ورثتہ اغنیاء جزء۴ ص۳) وفی روایۃ أَفَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثَيْ مَالِي قَالَ لَا (صحیح بخاری کتاب الفرائض باب میراث البنات

میں اپنے کل مال کی وصیت کر جاؤں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، انہوں نے کہا دو تہائی مال کی وصیت کر دوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، انہوں نے پوچھا نصف مال کی وصیت کر دوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، انہوں نے پوچھا تہائی مال کی وصیت کر دوں؟ رسول اللہ

جزء ۸ صـ ۱۸۷ و صحیح مسلم کتاب الوصیۃ باب الوصیۃ بالثلث جزء ۲ صـ ۱۲) صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تہائی مال کی وسیت کردو اگرچہ تہائی بھی بہت ہے۔

اگر اپنے مال میں سے کچھ مال کی وصیت کرنی ہو تو وصیت کو فوراً تحریر کر کے اپنے پاس رکھ لے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَا حَقُّ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ لَّهٗ شَیْءٌ یُّوْصِیْ فِیْهِ یَبِیْتُ لَیْلَتَیْنِ اِلَّا وَوَصِیَّتُهٗ مَکْتُوْبَةٌ عِنْدَهٗ (صحیح بخاری کتاب الوصایا باب الوصایا جزء ۴ صـ ۲) کسی مسلم آدمی کے لئے یہ جائز نہیں کہ اگر اس کو کسی چیز کے متعلق وصیّت کرنی ہے تو دو راتیں بھی ایسی گزریں کہ اس کے پاس وصیت تحریر شدہ نہ ہو۔

وصیت کا پورا کرنا اتنا ضروری ہے کہ اللہ تعالٰے نے جگہ جگہ ورثاء میں میراث کی تقسیم سے پہلے وصیت پورا کرنے کا حکم دیا ہے۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

مِنْۢ بَعْدِ وَصِیَّةٍ یُّوْصِیْ بِهَآ اَوْ دَیْنٍ (النساء - ۱۱) میراث کی تقسیم میت کی وصیت کی تعمیل اور قرض کی ادائیگی کے بعد ہو گی۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

مِنْۢ بَعْدِ وَصِیَّةٍ یُّوْصِیْنَ بِهَآ اَوْ دَیْنٍ (النساء - ۱۲) میراث کی تقسیم میّت کی وصیّت کی تعمیل اور قرض کی ادائیگی کے بعد ہو گی۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

مِنْۢ بَعْدِ وَصِیَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَیْنٍ۔ (النساء - ۱۲) میراث کی تقسیم میت کی وصیت کی تعمیل اور قرض کی ادائیگی کے بعد ہو گی۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

مِنْۢ بَعْدِ وَصِیَّةٍ یُّوْصٰی بِهَآ اَوْ دَیْنٍ (النساء - ۱۲) میراث کی تقسیم میّت کی وصیّت کی تعمیل اور ادائیگی قرض کے بعد ہو گی۔

وصیّت کو پورا کرنے کے سلسلہ میں یہ بھی تاکید کی گئی ہے کہ وصیّت کو بالکل اسی طرح پورا کیا جائے جس طرح میت نے کہا ہے، وصیت میں کسی قسم کی تبدیلی ہرگز جائز نہیں، (فَمَنْ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ) جو لوگ وصیت سُن لینے کے بعد اس میں تبدیلی کرتے ہیں وہ گنہ گار ہیں، وہ وصیت صرف انہوں نے ہی نہیں سُنی ہے بلکہ اللہ تعالٰے نے بھی سنی ہے کیونکہ وہ سمیع ہے، وہ ہر وقت اور ہر جگہ اور ہر شخص کی بات سن لیتا ہے، اس کی قوت سماعت لامحدود اور غیر مشروط ہے، اگر وصیّت سننے والے اس میں کسی قسم کی تبدیلی کریں گے تو اللہ کو اس کا علم ہو جائیگا کیونکہ وہ علیم ہے، آسمانوں اور زمین کی کوئی چیز اس کے علم

سے باہر نہیں۔ اس سمیع وعلیم سے ڈرنا چاہیئے جو ان کی تمام خیانتوں سے واقف ہے اور ایک دن آئیگا
کہ وہ ان تمام خیانتوں کی انہیں سزا دیگا، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا (فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا)
ہاں اگر وصیت سننے والوں کو یہ اندیشہ ہو کر وصیت کرنے والا کسی کی حق تلفی کر رہا ہے، مستحق کو چھوڑ کر
کسی غیر مستحق کی طرف ایک خاص طبعی میلان رکھتے ہوئے اس کے لئے ناجائز وصیت کر رہا ہے، یا ورثاء کے
حقوق کے سلسلہ میں کسی غلط وصیت کی بناء پر گناہ کا ارتکاب کر رہا ہے تو پھر اگر سننے والے وصیت کو تبدیل
کر کے ورثاء وغیرہ کے درمیان صلح وصفائی کرادیں اور حقدار کو اس کا حق دلوادیں تو اس خیر خواہانہ ومصلحانہ
تبدیلی کرنے پر وہ گنہگار نہیں ہوں گے، ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ ان کے تبدیلی کے فعل کو گناہ میں شمار
نہیں کریگا بلکہ ان کی اس مصلحانہ تبدیلی کو معاف کردیگا کیونکہ وہ بڑا غفور اور رحیم ہے۔

عمل

اے لوگو، مستحق اقرباء کے لئے وصیت کیجئے، وصیت لکھ کر تیار رکھیئے، تہائی مال بلکہ تہائی
مال سے بھی کم کی وصیت کیجئے۔ وصیت میں کسی کی حق تلفی نہ کیجئے۔

اے لوگو، میّت کی وصیت کو لفظ بہ لفظ پورا کیجئے، اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہ کیجئے، سوائے
اس صورت کے کہ میت نے وصیت میں کسی کی حق تلفی کی ہو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ
الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ
مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٨٣﴾
أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ فَمَنْ كَانَ
مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ
فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ وَعَلَى
الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ
مِسْكِينٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا
فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ وَأَنْ تَصُومُوا

خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۱۸۴﴾

ترجمہ اے ایمان والو، تم پر روزے فرض کئے جاتے ہیں۔ جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم (روزوں کے ذریعہ) متقی بن جاؤ ﴿۱۸۳﴾ (روزوں کے دن کچھ زیادہ بھی نہیں ہیں کہ تم گھبرا جاؤ بلکہ) گنتی کے چند دن ہیں، پھر (ان میں بھی یہ سہولت ہے کہ) تم میں سے جو شخص مریض ہو یا سفر میں ہو تو وہ دوسرے دنوں میں (روزوں کی) گنتی پوری کرلے، اور جن لوگوں کو روزہ رکھنے کی طاقت ہو (لیکن رکھنا نہ چاہیں) تو وہ بطور فدیہ (ہر روزہ کے عوض) ایک مسکین کو کھانا دے دیں، پھر جو شخص (فدیہ دینے کے اس اختیار کے باوجود) خوشی سے نیکی کرے یعنی روزہ رکھے تو وہ اس کے حق میں بہتر ہے اور (اے ایمان والو) اگر تمہیں معلوم ہو جائے (کہ روزہ رکھنا کتنی بڑی نیکی ہے تو تم خود فیصلہ کرلو گے کہ) تمہارا روزہ رکھنا ہی تمہارے لئے بہتر ہے۔ ﴿۱۸۴﴾

معانی و مصادر (صِيَام) صَامَ، يَصُومُ، صَوْمٌ وصِيَامٌ (ن) کھانے، پینے سے رک جانا، روزہ رکھنا۔

(مَعْدُودَاتٍ) (عِدَّةٌ) عَدَّ، يَعُدُّ، عَدٌّ وتَعْدَادٌ (ن) گننا، [عِدَّةٌ = گنتی، جماعت، عورت کی عدت]

(مَرِيضٌ) مَرِضَ، يَمْرَضُ، مَرَضٌ ومَرَضٌ (س) بیمار ہونا۔

(أُخَر) أُخَر = أُخْرَىٰ کی جمع جو آخر کا مونث ہے۔ آخَر = دوسرا، أُخْرَىٰ = دوسری۔

(يُطِيقُونَ) أَطَاقَ، يُطِيقُ، إِطَاقَةٌ (باب افعال) قادر ہونا، [طَاقَ، يَطُوقُ، طَوْقٌ ہم معنی ہے]

(فِدْيَةٌ) فَدَىٰ، يَفْدِي، فِدًى وفِدَاءٌ (ض) قید سے چھڑانا، (فِدْيَةٌ = وہ روپیہ جس کے عوض کسی قیدی کو چھڑایا جائے = بدلہ)۔

(طَعَامٌ) طَعِمَ، يَطْعَمُ، طَعْمٌ وطَعَامٌ (س) کھانا، (طَعَامٌ = وہ چیز جو کھائی جائے)

(مِسْكِين) سَكَنَ، يَسْكُنُ، سُكُونٌ (ن) و سَكُنَ، يَسْكُنُ، سُكُونَةٌ (ك) مسکین ہونا۔

(تَطَوَّعَ) تَطَوَّعَ، يَتَطَوَّعُ، تَطَوُّعٌ (باب تفعّل) تکلیف اٹھا کر اطاعت کرنا، ایسا نیک عمل کرنا جس کا کرنا شرعاً لازمی نہ ہو۔

(خَيْرٌ) خَارَ، يَخِيرُ، خَيْرٌ (ض) خیر والا ہونا، بہتری کرنا۔

تفسیر روزوں کی فرضیت کے سلسلہ میں یہ ابتدائی آیات ہیں، روزوں کو فرض کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ نے چند نفسیاتی تقاضوں کو ملحوظ رکھا اور وہ یہ ہیں۔

۱۔ اے ایمان والو روزے صرف تم پر ہی فرض نہیں کئے گئے ہیں بلکہ تم سے پہلے گذشتہ امتوں پر بھی فرض کئے گئے تھے، یعنی یہ ایسی کوئی نئی چیز نہیں ہے کہ تم سے پہلے کسی پر فرض نہیں کی گئی تھی، تم سے پہلے بھی لوگوں پر فرض کی گئی تھی، انہوں نے اسے برضاء و رغبت ادا کیا لہٰذا تم بھی اسے برضاء و رغبت ادا کرو، یہ کوئی مشکل چیز نہیں کہ برداشت نہ ہو سکے لہذا گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔

۲۔ روزوں کی تعداد جو فرض کی گئی ہے وہ بھی کچھ زیادہ نہیں لہذا گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ گنتی کے چند دن کی تکلیف برداشت کر لینا تو کسی پر بار نہیں ہونا چاہئے، خصوصاً ایمان والوں پر جو اللہ تعالےٰ کے ہر حکم پر اپنی ہر چیز قربان کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں اور اس کی رضاء کی خاطر ہر قسم کی تکلیف برداشت کرتے ہیں۔

۳۔ تیسری چیز جو اس سلسلہ میں اللہ تعالےٰ نے بطور رعایت بیان کی وہ یہ کہ باوجود قدرت کے اگر کوئی شخص روزے رکھنا چاہے تو وہ ہر روزے کے عوض ایک مسکین کو کھانا دیدے، اور اگر روزہ رکھے تو بہتر ہے اس لئے کہ روزہ رکھنا ایک بہت بڑی نیکی ہے۔

الغرض اللہ تعالےٰ نے مالداروں پر سے روزوں کے بوجھ کو ہلکا کرنے کے لئے ابتداء میں فدیہ دینے کی اجازت دی لیکن ساتھ ساتھ روزہ رکھنے کی ترغیب دے کر بتدریج ان کو روزہ کا عادی بنایا اور جب وہ عادی ہو گئے تو پھر اگلی آیت نازل فرما کر روزہ کو مالداروں پر بھی فرض کر دیا گیا اور فدیہ دینے کے حکم عام کو منسوخ کر دیا۔

روزے فرض کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ نے روزے کا مقصد بھی بتایا تاکہ روزہ رکھنے والے اس مقصد کو سامنے رکھ کر روزوں میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کریں۔ روزہ کا مقصد تقوٰی پیدا کرنا ہے۔ روزے میں چند حلال چیزیں بھی حرام ہو جاتی ہیں مثلاً روزے میں نہ کھا سکتا ہے، نہ پی سکتا ہے، روزہ رکھنے والا سوچے کہ آخر وہ ایسا کیوں کر رہا ہے، کیوں حلال و طیب چیزیں وہ استعمال نہیں کر سکتا؟ سوچتے سوچتے آخر وہ اس نتیجے پر پہنچے گا کہ وہ سب کچھ اس لئے کر رہا ہے کہ اس کے خالق و مالک کا حکم ہے، اس نے حلال چیزیں اس لئے چھوڑ رکھی ہیں کہ اس کا خالق و مالک اس سے خوش ہو جائے، گویا روزے میں اللہ تعالےٰ کو خوش کرنے کا ایک جذبہ پیدا ہو رہا ہے، دل میں تقوٰی کی نشوونما ہو رہی ہے، دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے سرشار ہو رہا ہے، ایسا دل بھلا کب گوارا کریگا کہ روزہ کا معاملہ ہو یا کسی اور حکم کا معاملہ وہ اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کر کے اللہ تعالےٰ کو ناراض کرے، گویا روزے میں حلال چیزوں کے چھوڑنے کی یہ تربیت اور اس کے نتیجہ میں تقوٰے کا دل میں جاگزیں ہونا اس بات کا متقاضی ہوگا کہ وہ تمام حرام چیزوں کو چھوڑ دے، اس کا ضمیر خود اس کو ملامت کرے گا کہ

جس مالک کی رضاء کی خاطر اس نے حلال چیزیں چھوڑ دی ہیں اس کی رضاء کی خاطر وہ حرام چیزیں کیوں نہیں چھوڑ سکتا، مزید برآں روزہ صرف کھانا، پینا چھوڑنے کا ہی نام نہیں ہے بلکہ جو چیزیں حرام ہیں وہ روزہ میں بدرجہ اولیٰ حرام ہو جاتی ہیں اور ان کو چھوڑنے کے بعد ہی روزہ درحقیقت روزہ ہوتا ہے، جو شخص روزہ میں صرف کھانا، پینا چھوڑتا ہے اور حرام چیزوں کو نہیں چھوڑتا، وہ حقیقی روزے سے محروم رہتا ہے، اس کو روزے سے کچھ فائدہ نہیں پہنچتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ لَمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَیْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِیْ اَنْ یَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ

(صحیح بخاری کتاب الصیام باب من لم یدع قول الزور جزء ۳ ص ۳۳)

جو شخص غلط گوئی اور غلط کاری نہیں چھوڑتا تو اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا اور پینا چھوڑ دینے کی کوئی حاجت نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

وَالصِّیَامُ جُنَّةٌ وَاِذَا کَانَ یَوْمُ صَوْمِ اَحَدِکُمْ فَلَا یَرْفُثْ وَلَا یَصْخَبْ (وفی روایة فلا یجهل) فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهٗ فَلْیَقُلْ اِنِّیْ امْرُؤٌ صَائِمٌ. وَفِیْ رِوَایَةٍ مَرَّتَیْنِ۔

(صحیح بخاری کتاب الصیام باب فضل الصوم و باب هل یقول انی صائم اذا شتم جزء ۳ ص ۳۱، ص ۳۲ و صحیح مسلم کتاب الصیام باب حفظ اللسان و باب فضل الصیام جزء اول ص ۳۶۵ واللفظ للبخاری)

روزہ ڈھال ہے (برائیوں سے بچاتا ہے) لہذا اگر کسی دن تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو اسے (اس دن روزے میں) نہ تو بے حیائی کی بات کرنی چاہیئے نہ چیخنا چلّانا چاہیئے اور نہ جہالت کی کوئی بات کرنی چاہیئے اور اگر کوئی شخص اُسے برا بھلا کہے یا اس سے لڑے تو وہ (نہ تو برُا بھلا کہے اور نہ لڑے بلکہ) یہ کہہ دے "میں روزہ دار ہوں، میں روزہ دار ہوں"۔

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ روزے میں نہ کوئی خلاف شرع بات کہنی چاہیئے، نہ خلاف شرع کوئی کام کرنا چاہیئے، نہ کوئی ایسا کام کرنا چاہیئے جو روزے دار کے وقار کے خلاف ہو، اگر کوئی شخص روزے میں ایسا کرتا ہے تو روزہ کا مقصد ختم ہو جاتا ہے، گویا روزہ صرف چند حلال چیزوں کے چھوڑنے کا ہی نام نہیں بلکہ تمام حرام چیزوں کا چھوڑنا بھی روزے کی شرائط میں داخل ہے۔

الغرض روزے کی حالت میں تمام حرام چیزوں سے اجتناب اور چند حلال چیزوں سے پرہیز ایسا سالانہ تربیتی نظام ہے کہ روزوں کے ختم ہو جانے کے بعد وہ تقویٰ جو کسی روزہ دار میں روزوں کی وجہ سے پیدا ہو جاتا ہے اُسے تمام بُرے کاموں سے روکتا ہے۔ اگر روزے سے تقویٰ پیدا نہ ہوا اور روزے میں بھی اور روزے کے بعد بھی بُرے کام ہوتے رہیں تو روزہ بے مقصد اور بے فائدہ ہے۔

روزوں کی ترغیب دیتے ہوئے اللہ تعالےٰ نے یہ بھی فرمایا کہ روزہ رکھنا فدیہ دینے سے بہتر ہے،

اس لئے کہ روزہ ایک بہت بڑی نیکی ہے، ایک بہت بڑی قربانی ہے، ایک بہت بڑی تربیت ہے اور جس شخص کو روزے کی یہ اہمیت معلوم ہوجائے تو پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ روزہ کو چھوڑ دے۔

روزہ کی فضیلت کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

قَالَ اللّٰهُ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ لَهٗ اِلَّا الصِّيَامَ فَاِنَّهٗ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ (صحیح بخاری کتاب الصیام باب ھل یقول انی صائم اذا شتم جزء ۳ ص۳۲ وصحیح مسلم کتاب الصیام باب فضل الصیام جزء اول ص۴۶۵)

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ابن آدم کا ہر عمل اس کے لئے ہے سوائے روزوں کے اس لئے کہ وہ یقیناً میرے لئے ہوتے ہیں (اس میں میری رضاء کے علاوہ کسی قسم کی ریاء کاری نہیں ہوتی) لہٰذا میں ہی (خاص طور پر) ان کی جزا دونگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ، لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا اِذَا اَفْطَرَ فَرِحَ وَاِذَا لَقِيَ رَبَّهٗ فَرِحَ بِصَوْمِهٖ (صحیح بخاری کتاب الصیام باب ھل یقول انی صائم اذا شتم جزء ۳ ص۳۲ وصحیح مسلم کتاب الصیام باب فضل الصیام جزء اول ص۴۶۵ واللفظ للبخاری)

قسم اس کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے روزے دار کے منہ کی بُو اللہ تعالےٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے، روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں، وہ ان دونوں سے خوش ہوتا ہے، ایک اس وقت کہ جب وہ افطار کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور ایک اس وقت کہ جب وہ اپنے ربّ سے ملاقات کریگا تو اپنے روزے کی وجہ سے خوش ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ اَحَدٌ غَيْرُهُمْ يُقَالُ اَيْنَ الصَّائِمُوْنَ فَيَقُوْمُوْنَ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ اَحَدٌ غَيْرُهُمْ فَاِذَا دَخَلُوْا اُغْلِقَ فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ اَحَدٌ (صحیح بخاری کتاب الصیام باب الریان للصائمین جزء ۳ ص۳۲ وصحیح مسلم کتاب الصیام باب فضل الصیام جزء اول ص۴۶۶ واللفظ للبخاری)

جنت میں ایک دروازہ ہے جس کو ریّان کہا جاتا ہے، اس دروازے سے قیامت کے دن روزے دار داخل ہوں گے، ان کے علاوہ کوئی اور داخل نہ ہوگا، کہا جائیگا روزے دار کہاں ہیں؟ (یہ سنکر) روزیدار کھڑے ہوجائیں گے (اور وہ اس دروازے سے جنت میں داخل ہوجائیں گے) کوئی دوسرا اس دروازے سے داخل نہ ہوسکے گا، پھر جب وہ سب داخل ہوجائیں گے تو ایسی حالت میں دروازہ بند کردیا جائیگا کہ اس دروازے سے کوئی دوسرا داخل نہ ہوا ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ (صحیح بخاری کتاب الصیام باب من صام رمضان ایمانا جزء ۳ ص ۳۳)

جس نے ایمان و احتساب کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

روزہ ایمانی جذبہ کے ساتھ رکھا جائے ، نیکی سمجھ کر رکھا جائے ، نیکی میں خلوص ہو تو ایسے روزے سے تقویٰ پیدا ہوگا، گناہ چھوٹتے چلے جائیں گے ، توبہ کا جذبہ پیدا ہو گا تو ایسی حالت میں کیوں نہ اس کے پچھلے گناہوں کی مغفرت ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

مَا مِنْ عَبْدٍ يَصُوْمُ يَوْمًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ إِلَّا بَاعَدَ اللّٰهُ بِذَالِكَ الْيَوْمِ وَجْهَهٗ عَنِ النَّارِ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا (صحیح مسلم کتاب الصیام باب فضل الصیام فی سبیل اللہ جزء اول ص ۳۶۶ ، صحیح بخاری کتاب الجہاد باب فضل الصوم فی سبیل اللہ جزء ۴ ص ۳۲ واللفظ لمسلم)

کوئی بندہ ایسا نہیں کہ اللہ کے راستہ میں (یعنی اللہ کی رضا جوئی کے لئے) ایک دن روزہ رکھے مگر یہ کہ اللہ اس دن (کے روزہ) کی برکت سے اس کے چہرے کو دوزخ سے ستر سال (کی مسافت کے فاصلہ کے برابر) دور کر دیتا ہے۔

عمل

اے لوگو، فرض روزے ضرور رکھیئے ، ان کو ہرگز نہ چھوڑیئے ، روزہ رکھنا بہت بڑی نیکی ہے۔ اس کے بہت فضائل ہیں، لہذا کوشش کیجئے کہ آپ ان فضائل سے محروم نہ رہ جائیں۔

روزہ کو تقوے پیدا کرنے کے لئے رکھیئے ، روزہ کو تمام بیہودہ مشاغل اور بیہودہ باتوں سے پاک رکھیئے ، حقیقی روزہ وہی ہے جس میں اللہ تعالے کی کوئی نافرمانی نہ کی جائے، تمام حرام کاموں سے بچا جائے۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ
الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ
مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ
مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ، وَمَنْ كَانَ
مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ
اَيَّامٍ اُخَرَ، يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ
وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا
الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا
هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ

ترجمہ (جن چند ایام کے روزے فرض کئے گئے ہیں وہ ماہِ رمضان کے ایام ہیں) رمضان ہی کا مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا، (وہ قرآن) جس میں (تمام) لوگوں کے لئے رہنمائی ہے، اور جس میں ہدایت اور حق و باطل میں امتیاز پیدا کرنے کے واضح دلائل ہیں، لہٰذا جو شخص اس مہینہ کو پائے اُسے اس مہینہ کے روزے رکھنے چاہئیں اور جو مریض ہو یا مسافر ہو تو دوسرے ایام میں (روزے رکھ کر ماہ رمضان کی) گنتی پوری کر لے، اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے، سختی نہیں چاہتا۔ الغرض تم کو روزوں کی) گنتی پوری کر لینی چاہیئے اور اللہ تعالیٰ نے جو ہدایت تم کو بخشی ہے اس پر تمہیں اللہ کی بڑائی بیان کرنی چاہیئے تاکہ (اس طرح) تم (اللہ کا) شکر ادا کر سکو (۱۸۵)

معانی و مصادر (بَیِّنٰتٍ) بَیَّنَ، یُبَیِّنُ، تَبْیِیْنٌ (باب تفعیل) واضح کرنا، واضح ہونا، [بَیِّنَۃٌ = دلیل، اس کی جمع بَیِّنَات ہے]۔

(فُرْقَان) فَرَقَ، یَفْرُقُ، فَرْقٌ و فُرْقَانٌ (ن وض) علیحدہ کرنا، پھاڑنا۔

(شَهِدَ) شَهِدَ، یَشْهَدُ، شُهُوْدٌ (س) حاضر ہونا، پانا۔

(یُرِیْدُ) اَرَادَ، یُرِیْدُ، اِرَادَۃٌ (باب افعال) چاہنا، ارادہ کرنا [اس کا مادہ رود ہے]۔

(یُسْر) یَسُرَ، یَیْسُرُ، یُسْرٌ (ک) آسان ہونا۔

(عُسْر) عَسُرَ، یَعْسُرُ، عُسْرٌ و عَسَارَۃٌ (ک) مشکل ہونا۔

(تُکْمِلُوْا) اَکْمَلَ، یُکْمِلُ، اِکْمَالٌ (باب افعال) پورا کرنا۔

(تَشْکُرُوْنَ) شَکَرَ، یَشْکُرُ، شُکْرٌ و شُکُوْرٌ و شُکْرَانٌ (ن) شکر ادا کرنا۔

(تُکَبِّرُوْا) کَبَّرَ، یُکَبِّرُ، تَکْبِیْرٌ (باب تفعیل) بڑائی بیان کرنا۔

تفسیر گذشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ تم پر چند دن کے روزے فرض ہیں لیکن یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ دن کونسے ہیں اور کتنے ہیں، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان ایام کی وضاحت فرما دی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ چند ایام ماہ رمضان کے ایام ہیں۔

آیت زیر تفسیر گذشتہ آیت کے کچھ عرصہ بعد نازل ہوئی، ظاہر ہے کہ درمیانی وقفہ میں بھی "ایام معدودات" کا علم لوگوں کو کرایا گیا ہوگا اور وہ اس علم کے مطابق روزے رکھتے ہوں گے۔ اب یہ سوال ہے کہ اس درمیانی مدت میں یہ علم لوگوں کو کس طرح حاصل ہوا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وحی خفی کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا اور آپ نے حدیث کے ذریعہ ان ایام کی وضاحت کر دی۔

رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن مجید نازل ہوا۔ یہ رمضان کے مہینے کی بہت بڑی فضیلت ہے۔ رمضان کے مہینہ کے اور بھی بہت سے فضائل ہیں جو احادیث میں بیان کئے گئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

إِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَفِي رِوَايَةٍ فُتِحَتْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِينُ (صحیح بخاری کتاب الصوم باب ھل یقال رمضان جزء ۳ ص۳۳ ورواہ مسلم فی صحیحہ بالا فتحت ابواب السماء وفی روایۃ مسلم فُتِحَتْ أَبْوَابُ الرَّحْمَةِ (کتاب الصیام باب فضل شهر رمضان جزء اول ص۳۴۶ واللفظ للبخاری)

جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے اور آسمان کے دروازے کھول دئیے جاتے ہیں. جہنم کے دروازے بند کر دئیے جاتے ہیں اور شیاطین زنجیروں میں جکڑ دئیے جاتے ہیں (صحیح بخاری وصحیح مسلم). صحیح مسلم میں خط کشیدہ عبارت نہیں ہے البتہ صحیح مسلم میں یہ الفاظ زائد ہیں:۔ "رحمت کے دروازے کھول دئیے جاتے ہیں"۔

قرآن مجید رمضان کے مہینہ میں نازل ہوا اور قرآن مجید ہی سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید رات کو نازل ہوا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ (القدر۔ ۱)

ہم نے اس کو شب قدر میں نازل فرمایا۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:۔

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ (حٰمٓ الدخان۔ ۳)

ہم نے اس کو مبارک رات میں اُتارا۔

آیت بر تفسیر اور مندرجہ بالا دونوں آیات سے ثابت ہوا کہ قرآن مجید رمضان کی کسی رات کو نازل کیا گیا، اس رات کو شب قدر بھی کہتے ہیں اور شب مبارک بھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ (صحیح بخاری کتاب الصیام باب تحری لیلۃ القدر جزء ۳ ص۶۱ وروی مسلم نحوہٗ کتاب الصیام باب فضل لیلۃ القدر جزء اول ص۳۷۲)

شبِ قدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ یہ بات کسی کو نہیں معلوم کہ شبِ قدر رمضان کی کس تاریخ کو ہوتی ہے۔ حدیث سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ یہ رات رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں سے کوئی رات ہے۔

الغرض قرآن مجید رمضان کے مہینہ کی اُس رات کو نازل ہونا شروع ہوا جس رات کو لیلۃ القدر یا لیلۃ مبارکہ کہتے ہیں، پھر یہ مختلف اوقات میں تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ○
(الفرقان - ۳۲)

کافر کہتے ہیں کہ ان پر پورا قرآن ایک ہی مرتبہ کیوں نہ نازل کیا گیا (اے رسول، ہم نے اس کو) اسی طرح (جس طرح یہ نازل ہوتے دیکھ رہے ہیں نازل کیا ہے) تاکہ ہم اس کے ذریعہ آپ کے دل کو ثابت رکھیں اور (واقعی) ہم نے اس کو ٹھہر ٹھہر کر ہی آپ کو وحی کیا ہے (نہ کہ اکٹھا)۔

پھر اللہ تعالے نے قرآن مجید کی صفاتِ عالیہ کا تذکرہ فرمایا۔ اللہ تعالے فرماتا ہے (ھُدًی لِّلنَّاسِ) یہ تمام لوگوں کو صحیح راستہ بتاتا ہے، صراطِ مستقیم کی دعوت دیتا ہے، اب جو چاہے صراطِ مستقیم پر چل کر منزل مقصود تک پہنچ جائے اور جو چاہے صراطِ مستقیم کو چھوڑ کر گمراہ ہو جائے۔

نوٹ:۔ ہدایت کے سلسلہ میں مفصل بحث سورۂ فاتحہ کی آیت نمبر ۶ کی تفسیر پر صفحہ ۷۹ پر ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالے نے قرآن مجید کی دوسری صفت یہ بتائی کہ اس میں ہدایت کی کھلی نشانیاں اور واضح دلائل ہیں، جو شخص بھی انہیں صدق دل سے بغیر کسی ضد اور ہٹ دھرمی کے پڑھے گا اس پر ضرور سیدھا راستہ روشن ہو جائیگا اور پھر وہ سیدھے راستہ پر چل کر منزل مقصود تک پہنچ جائیگا۔

اللہ تعالے فرماتا ہے :۔

فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۔ (الانعام - ۱۵۷)

تمہارے ربّ کی طرف سے کھلی دلیل، ہدایت اور رحمت آگئی ہے۔

اللہ تعالے فرماتا ہے :۔

هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○
(الاعراف - ۲۰۳)

یہ (قرآن) تمہارے ربّ کی طرف سے بصیرت ہے، ہدایت ہے اور ایمان والوں کے لئے رحمت ہے۔

اللہ تعالے فرماتا ہے :۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ○
(یونس - ۵۷)

اے لوگو! تمہارے ربّ کی طرف سے نصیحت آگئی ہے، اور وہ چیز آگئی ہے جو دلوں کی بیماریوں سے شفاء دینے والی ہے اور (تم سب کے لئے) ہدایت اور مؤمنین کے لئے (سراسر) رحمت ہے۔

قرآن مجید کی تیسری صفت اللہ تعالے نے یہ بتائی کہ وہ فرقان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۝ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۔
(آل عمران - ۳ و ۴)

پہلے اللہ نے توریت اور انجیل نازل کی تھیں جن میں تمام لوگوں کے لئے رہنمائی تھی اور (اب اُسی اللہ نے) فرقان نازل کر دیا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ۝
(الفرقان - ۱)

بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کی تاکہ وہ بندہ تمام اقوام عالم کے لئے نذیر بن جائے۔

فرقان سے مراد وہ چیز ہے جو حق و باطل اور اہلِ حق اور اہلِ باطل میں خطِ امتیاز کھینچ دے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا ۔
(الانفال - ۲۹)

اے ایمان والو، اگر تم اللہ سے ڈرتے رہے تو اللہ تمہارے لئے وہ چیز پیدا کر دے گا جو تم میں اور اہلِ باطل میں خط امتیاز کھینچ دے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝
(الانفال - ۴۱)

اے ایمان والو، خبردار ہو جاؤ، جو مالِ غنیمت تم کو ملے اس میں سے پانچواں حصہ اللہ کے لئے ہے، رسول کے لئے ہے اور اقرباء، یتامیٰ، مساکین اور مسافر کے لئے ہے، اگر تم اللہ پر اور اس چیز پر ایمان رکھتے ہو جو اللہ تعالےٰ نے اپنے بندے پر اہلِ حق و اہل باطل میں تمیز پیدا کرنے والے دن نازل کی یعنی اُس دن نازل کی جس دن (بدر کے میدان میں) دو لشکروں کی مڈھ بھیڑ ہوئی تھی اور (یہ بھی اچھی طرح سمجھ لو کہ) اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

جس طرح جنگ بدر نے اہلِ حق اور اہلِ باطل میں امتیاز پیدا کر دیا اسی طرح قرآن مجید بھی اہلِ حق اور اہلِ باطل میں امتیاز پیدا کرتا ہے، جو شخص قرآن مجید پر ایمان لاکر اس پر عمل کرتا ہے وہ اہلِ حق ہے اور جو اس کا انکار کرتا ہے وہ اہلِ باطل۔

اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے فرمایا (فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ) تم میں جو شخص رمضان کا مہینہ پائے وہ رمضان کے پورے مہینہ کے روزے رکھے، اس آیت میں گو یا ایام معدودت

کی تشریح ہے، یعنی گنتی کے چند دن سے مراد رمضان کے ۳۰ یا ۲۹ دن ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَخَنَسَ الْاِبْهَامَ فِي الثَّالِثَةِ (وفی روایۃ) یعنی مَرَّةً تِسْعَةً وَّعِشْرِيْنَ وَمَرَّةً ثَلَاثِيْنَ (صحیح بخاری کتاب الصیام باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا رأیتم الہلال فصوموا و باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نکتب جزء ۳ ص۳۴ و ۳۵ وصحیح مسلم کتاب الصیام باب وجوب صوم رمضان جزء اول ص۳۴۷ واللفظ للبخاری)

مہینہ اس اس طرح ہوتا ہے (آپ نے دو دفعہ دونوں ہاتھوں کی تمام انگلیوں کو کھول دیا) اور تیسری مرتبہ ایک انگوٹھے کو بند کرلیا (پھر آپ نے تینوں مرتبہ اپنی تمام انگلیوں کو کھول دیا) یعنی آپ نے ایک مرتبہ ۲۹ (کا عدد بنایا) اور ایک مرتبہ ۳۰ کا۔

مندرجہ بالا احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ مہینہ کبھی ۲۹ دن کا ہوتا ہے اور کبھی ۳۰ دن کا، اسی طرح رمضان کا مہینہ بھی کبھی ۲۹ دن کا ہوگا اور کبھی ۳۰ دن کا۔ اگر شعبان کی ۲۹ تاریخ کو چاند نظر آئے تو اگلے دن رمضان کی پہلی تاریخ ہوگی، اگر چاند نظر نہ آئے تو اگلے دن ۳۰ شعبان ہوگی، اسی طرح اگر ۲۹ رمضان کو چاند نظر آئے تو اگلے دن عید ہوگی ورنہ اگلے دن رمضان کی ۳۰ تاریخ ہوگی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوُا الْهِلَالَ وَلَا تُفْطِرُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوْا لَهٗ وَفِي رِوَايَةٍ فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ (صحیح بخاری کتاب الصیام باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تصوموا حتی تروا الہلال جزء ۳ ص۳۴ وصحیح مسلم کتاب الصیام باب وجوب صوم رمضان جزء اول ص۳۴۶ واللفظ للبخاری)

جب تک ۲۹ تاریخ کو چاند نظر نہ آئے (اگلے دن) روزہ نہ رکھو اور نہ عید کرو جب تک چاند کو دیکھ نہ لو، اگر ابر کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے تو اس صورت میں ۳۰ دن کی گنتی پوری (کرکے روزہ رکھو یا عید) کرو۔

چاند کا فیصلہ چاند کے بڑا ہونے یا چھوٹا ہونے سے نہ کرے بلکہ جس رات کو دکھائی دے اُسے اُسی رات کا مانے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ مَدَّهٗ لِلرُّؤْيَةِ فَهُوَ لِلَيْلَةٍ رَاَيْتُمُوْهُ (صحیح مسلم کتاب الصیام باب بیان انہ لا اعتبار بکبر الہلال وصغرہ۔ جزء اول ص۳۴۹)

بے شک اللہ نے چاند کی رویت میں تاخیر کردی (یعنی نظر نہ آنے دیا) لہٰذا وہ اسی رات کا مانا جائے جس رات کو تم نے اُسے دیکھا۔

اگر ۲۹ شعبان کو چاند نظر نہ آئے تو اگلے دن محض اس خیال سے کہ شاید آج رمضان کی پہلی تاریخ ہو روزہ نہ رکھے، حضرت عمارؓ فرماتے ہیں:۔

مَنْ صَامَ الْيَوْمَ الَّذِيْ شُكَّ فِيْهِ فَقَدْ عَصٰى اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (رواه الترمذی وصححه فی کتاب الصیام باب ما جاء فی کراهیة صوم یوم الشك جزء اول صـ۲۱۳ وابوداؤد فی کتاب الصیام جزء اول صـ۳۲۶ والنسائی فی کتاب الصیام باب صیام یوم الشك جزء اول صـ۲۳۷)

جس نے شک کے دن روزہ رکھا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شک کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے)

اسی طرح رمضان سے ایک دو دن پہلے روزہ رکھنا منع ہے البتہ وہ شخص روزہ رکھ سکتا ہے جو اس دن ہمیشہ روزہ رکھا کرتا ہو۔ مثلاً جو شخص پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتا ہے تو اگر ۲۹ یا ۳۰ شعبان کو پیر یا جمعرات کا دن آجائے تو وہ شخص اس دن روزہ رکھ سکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا يَتَقَدَّمَنَّ اَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ اَوْ يَوْمَيْنِ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ رَجُلٌ كَانَ يَصُوْمُ صَوْمَهٗ فَلْيَصُمْ ذٰلِكَ الْيَوْمَ (صحیح بخاری کتاب الصیام باب لا یتقدم من رمضان بصوم یوم جزء ۳ صـ۳۵و۳۶ وصحیح مسلم کتاب الصیام باب لا تقدموا رمضان بصوم یوم جزء اول صـ۴۳۸ واللفظ للبخاری)

تم میں سے کوئی شخص رمضان سے ایک یا دو دن پہلے ہرگز روزہ نہ رکھے سوائے اس شخص کے جو اس دن روزہ رکھا کرتا ہو تو وہ روزہ رکھ لے۔

چاند کی رؤیت اسی مقام کے لئے معتبر ہوگی جہاں وہ دکھائی دے یا ایسے علاقوں کے لئے جو بہت زیادہ دور نہ ہوں۔ بہت زیادہ فاصلہ پر اگر چاند کی رویت ہو تو اسے شمار نہ کیا جائے گا۔

اِنَّ رَكْبًا جَاءُوْا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّهُمْ رَاَوُا الْهِلَالَ بِالْاَمْسِ فَاَمَرَهُمْ اَنْ يُّفْطِرُوْا وَاِذَا اَصْبَحُوْا اَنْ يَّغْدُوْا اِلٰى مُصَلَّاهُمْ (ابوداؤد کتاب الصلوٰة ابواب العیدین باب اذا لم یخرج الامام للعید من یومه یخرج من الغد جزء اول صـ۱۷۰ وروی النسائی نحوه فی کتاب صلوٰة العیدین

ایک قافلہ کے آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور گواہی دی کہ بے شک انہوں نے (عید کا) چاند کل شام کو دیکھا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (تمام لوگوں کو) حکم دیا کہ افطار کریں اور جب صبح ہو تو صبح کے وقت عیدگاہ جائیں۔

جزء اول ص١٤٧ وسندہٗ صحیح نیل الاوطار
جزء ۴ ص١٦٠)

مندرجہ ذیل حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بہت دور کی رویت کا اعتبار نہیں ہوگا۔

حضرت کریب ایک مرتبہ شام گئے جب وہ واپس مدینہ منوّرہ آئے تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ان سے پوچھا:۔

مَتٰی رَأَیْتُمُ الْهِلَالَ۔ — تم نے چاند کب دیکھا تھا۔

انہوں نے کہا:۔

رَأَیْنَاهُ لَیْلَةَ الْجُمُعَةِ۔ — ہم نے جمعہ کی رات کو دیکھا تھا۔

حضرت ابن عباسؓ نے پوچھا:۔

أَنْتَ رَأَیْتَهٗ؟ — کیا تم نے بھی دیکھا تھا؟

انہوں نے کہا:۔

نَعَمْ وَرَاٰهُ النَّاسُ وَصَامُوْا وَصَامَ مُعَاوِیَةُ — ہاں (میں نے بھی دیکھا تھا) اور لوگوں نے بھی دیکھا تھا، تمام لوگوں نے روزہ رکھا اور (خلیفہ وقت) امیر معاویہؓ نے بھی روزہ رکھا۔

حضرت ابن عباسؓ نے کہا:۔

لٰکِنَّا رَأَیْنَاهُ لَیْلَةَ السَّبْتِ فَلَا نَزَالُ نَصُوْمُ حَتّٰی نُکْمِلَ ثَلَاثِیْنَ اَوْ نَرَاهُ۔ — لیکن ہم نے تو ہفتہ کی رات کو دیکھا تھا لہٰذا ہم تو روزہ رکھتے رہیں گے جب تک ۳۰ دن پورے نہ کر لیں یا ہم (۲۹ کو) چاند نہ دیکھ لیں۔

حضرت کریب نے کہا:۔

اَوَلَا تَکْتَفِیْ بِرُؤْیَةِ مُعَاوِیَةَ وَصِیَامِهٖ؟ — کیا آپ کے لئے معاویہ کی رویت اور ان کا روزہ رکھنا کفایت نہیں کرتا؟

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا:۔

لَا هٰکَذَا اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ (صحیح مسلم کتاب الصیام باب بیان ان لکل بلد رؤیتهم جزء اول ص۳۴۸) — نہیں، ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی حکم دیا ہے۔

رویت کا فیصلہ کم از کم دو عادل آدمیوں کی گواہی سے ہوگا۔ حضرت حارثؓ فرماتے ہیں:۔

عَهِدَ اِلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَنْسُکَ لِلرُّؤْیَةِ فَاِنْ لَمْ نَرَهُ وَشَهِدَ — ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد لیا ہے کہ چاند دیکھ کر عبادت کریں یعنی روزہ وغیرہ رکھیں

شَاهِدَا عَدْلٍ نَسَكْنَا بِشَهَادَتِهِمَا (ابو داؤد کتاب الصوم باب شهادة رجلين جزء اول ص۳۲۶ وسندہ صحیح - نیل الاوطار جزء ۴ ص۱۶۱)

اگر ہم خود نہ دیکھیں تو دو عادل گواہوں کی گواہی پر عبادت (یعنی روزہ، حج وغیرہ ادا) کریں۔

الغرض مندرجہ بالا احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ رمضان کے مہینہ کے روزے رکھے یعنی رمضان کی پہلی تاریخ سے رمضان کی ۲۹ یا ۳۰ تاریخ تک۔ تاریخوں کا تعین ۲۹ تاریخ کو مقامی یا قرب وجوار کی یقینی رویت سے کرے یا مہینے کے ۳۰ دن پورے کرے یقینی رویت کے لئے کم ازکم دو عادل گواہوں کی گواہی ضروری ہے۔ رمضان کے روزوں میں پیشوائی کے روزے یا شک کے روزے کی ملاوٹ نہ کرے۔

گذشتہ آیت میں اللہ ذوالجلال والاکرام نے ایک رعایت رکھی تھی کہ جو شخص باوجود طاقت کے روزہ نہ رکھے وہ فدیہ دیدے۔ اس آیت میں اللہ تعالٰی نے اس رعایت کو منسوخ کر دیا۔ اب اللہ تعالٰی نے حکم دیا (فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ) جو شخص رمضان کے مہینہ کو پائے وہ اس مہینہ کے روزے رکھے۔

حضرت سلمہ بن اکوعؓ فرماتے ہیں:۔

لَمَّا نَزَلَتْ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ كَانَ مَنْ اَرَادَ اَنْ يُفْطِرَ وَيَفْتَدِيَ حَتّٰى نَزَلَتِ الْاٰيَةُ الَّتِيْ بَعْدَهَا فَنَسَخَتْهَا (صحیح بخاری کتاب التفسیر ابواب تفسیر سورۃ البقرۃ جزء ۶ ص۳۱ وصحیح مسلم کتاب الصوم باب بیان نسخ قوله تعالى وعلى الذين يطيقونه فدية جزء اول ص۳۶۲)

جب یہ آیت نازل ہوئی " وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ" جو شخص روزہ رکھنا نہ چاہتا، فدیہ دے دیتا، یہاں تک کہ اس کے بعد والی آیت نازل ہوئی تو اس نے اس (رعایت والی) آیت کو منسوخ کر دیا۔ (نوٹ:۔ حضرت سلمہؓ نے جو کچھ بیان کیا یہ ان کی رائے نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ایک واقعہ کی تحدیث ہے)

روزہ کو ہر شخص پر فرض کر دینے کے بعد اللہ تعالٰی نے مریض اور مسافر کو جو رعایت پہلے دی تھی اس کو برقرار رکھا۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ یعنی بیمار اور مسافر کے جتنے روزے رہ جائیں ان کو وہ بعد میں رکھ لیں۔ یہ رعایت اس لئے دی گئی ہے کہ وہ روزے رکھنے میں کسی کو دقت نہ ہو اور تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:۔

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ (الحج - ۷۸)

اللہ نے تم پر دین (اسلام) میں کسی قسم کی تنگی (یا سختی) نہیں رکھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

إِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ (صحیح بخاری کتاب الایمان باب الدین یسر جزء اول ص۱۶) بے شک دین آسان ہے۔

دینِ اسلام کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں انسان کی فطری کمزوریوں کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے اور کسی پر ایسی تکلیف نہیں ڈالی گئی جو اس کے لئے ناقابل برداشت ہو۔ اسی خصوصیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اللہ تعالےٰ نے مریض اور مسافر کو آسانی دی کہ وہ بعد میں روزے رکھ لیں، اللہ تعالےٰ کسی کو تکلیف میں ڈالنا نہیں چاہتا (يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ) اللہ تعالےٰ تو یہ چاہتا ہے کہ تم کو آسانیاں دے، وہ تم پر سختی نہیں چاہتا۔

(نوٹ:۔ دین کے آسان ہونے کے سلسلہ میں مزید تفصیل انشاء اللہ سورۂ حج کی آیت نمبر ۷۸ کی تفسیر میں بیان کی جائے گی)

آگے اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ) تمہیں چاہئیے کہ روزوں کی گنتی پوری کرو، جو لوگ تندرست ہوں وہ رمضان میں گنتی پوری کریں اور جو لوگ مریض یا مسافر ہوں وہ بعد میں پوری کریں۔ اگر رمضان ۲۹ دن کا ہو تو ۲۹ روزے پورے کریں اور اگر رمضان ۳۰ دن کا ہو تو تیس روزے پورے کریں۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ) اللہ تعالیٰ نے جو ہدایت تم کو بخشی ہے تکمیل صیام کے بعد اس کا شکر ادا کرو اور اللہ تعالےٰ کی بڑائی و بزرگی، عظمت و کبریائی بیان کرو۔

ہدایت کا سرچشمہ قرآن مجید ہے اور قرآن مجید رمضان کے مہینہ میں نازل ہوا لہذا اس ہدایت کے نزول کا شکریہ رمضان کے متصل ہونا ہی زیادہ مناسب تھا، اسی لئے اللہ تعالےٰ نے تکمیل صیام کے بعد ہی بطور شکرانہ اپنی بڑائی اور کبریائی کے بیان کرنے کا وقت مقرر فرمادیا، نماز عید الفطر میں جو بڑائی اور کبریائی بیان کی جاتی ہے وہ ہادئ حقیقی کے اسی حکم کی تعمیل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلتَّكْبِيْرُ فِي الْفِطْرِ سَبْعٌ فِي الْأُوْلٰى وَخَمْسٌ فِي الْآخِرَةِ وَالْقِرَاءَةُ بَعْدَهُمَا كِلْتَيْهِمَا (ابو داؤد کتاب الصلوۃ باب التکبیر فی العیدین جزء اول ص۱۷۰ و سندہ صحیح۔ نیل الاوطار جزء ۳ ص۲۵۲)

عید الفطر کی نماز میں سات تکبیریں پہلی رکعت میں اور پانچ تکبیریں دوسری رکعت میں کہی جائیں اور ہر دو رکعتوں میں قرأت ان تکبیروں کے بعد کی جائے۔

عید کے دن تکبیریں کہنا اتنا ضروری ہے کہ وہ عورتیں جو اذیت ماہانہ میں ہوں انہیں بھی عیدگاہ میں حاضر ہو کر تکبیریں کہنی چاہئیں۔ حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں:۔

أُمِرْنَا اَنْ نُخْرِجَ فَنُخْرِجَ الْحُيَّضَ وَالْعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ فَاَمَّا الْحُيَّضُ فَيَشْهَدْنَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَدَعْوَتَهُمْ وَيَعْتَزِلْنَ مُصَلَّاهُمْ (صحیح بخاری کتاب العیدین باب اعتزال الحیض المصلی جزء ۲ ص۲۸ وروی مسلم فی صحیحہ نحوہٗ فی کتاب صلوٰۃ العیدین باب ذکر اباحۃ خروج النساء فی العیدین الی المصلی جزء اول ص۳۵۱)

ہمیں حکم دیا گیا تھا کہ ہم عیدگاہ جائیں، اور ہمیں یہ بھی حکم دیا گیا تھا کہ ہم ان عورتوں کو بھی عیدگاہ لے جائیں جو اذیتِ ماہانہ میں ہوں اور پردہ نشین عورتوں کو اور کنواری لڑکیوں کو بھی جو گھر کے اندر پردہ میں رہتی تھیں عیدگاہ لے جائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ بھی حکم دیا تھا کہ وہ عورتیں جو اذیت ماہانہ میں ہوں جماعت المسلمین کے ساتھ عیدگاہ میں حاضر ہوں اور ان کی دعاؤں میں شریک ہوں البتہ نماز کی جگہ سے علیحدہ بیٹھ جائیں۔

حضرت امّ عطیہؓ فرماتی ہیں:۔

كُنَّا نُؤْمَرُ اَنْ نَخْرُجَ يَوْمَ الْعِيْدِ حَتّٰى نُخْرِجَ الْبِكْرَ مِنْ خِدْرِهَا حَتّٰى نُخْرِجَ الْحُيَّضَ فَيَكُنَّ خَلْفَ النَّاسِ فَيُكَبِّرْنَ بِتَكْبِيْرِهِمْ وَيَدْعُوْنَ بِدُعَائِهِمْ يَرْجُوْنَ بَرَكَةَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَطُهْرَتَهٗ (صحیح بخاری کتاب العیدین باب التکبیر ایام منیٰ جزء ۲ ص۲۵) وفی روایۃ اَمَرَنَا نَبِيُّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (باب خروج النساء والحیض الی المصلی جزء ۲ ص۲۶) وروی مسلم نحوہٗ فی کتاب صلوٰۃ العیدین باب ذکر اباحۃ خروج النساء فی العیدین الی المصلی الّا ویدعون ...... وطھرتہ (جزء اول ص۳۵۱)

ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیا کرتے تھے کہ ہم عید کے دن عیدگاہ جائیں حتیٰ کہ ہم کنواری لڑکی کو بھی اس کے خِدر (یعنی پردہ کے مقام) سے نکال کر (عیدگاہ) لے جائیں، ہمیں یہ بھی حکم دیا گیا تھا کہ ہم ان عورتوں کو بھی عیدگاہ لے جائیں جو اذیت ماہانہ میں ہوں، یہ عورتیں لوگوں کے پیچھے رہیں اور ان کی تکبیروں کے ساتھ تکبیریں کہتی رہیں اور ان کی دعاؤں کے ساتھ دُعائیں مانگیں اور عید کے دن کی خیر و برکت اور اس کی طہارت و مغفرت کی امیدوار رہیں۔

(نوٹ:۔ گھر کے کونے میں کنواری لڑکیوں کے لئے جو پردہ ڈال دیا جاتا ہے اُسے خِدر کہتے ہیں)

عمل

اے لوگو، پورے رمضان کے روزے رکھیئے اور ایمان کے ساتھ ثواب سمجھ کر رکھیئے، اگر

آپ بیمار ہوں یا سفر میں ہوں تو آپ روزے چھوڑ سکتے ہیں لیکن ان چھوڑے ہوئے روزوں کی گنتی کے برابر روزے بعد میں رکھ لیجئے ، روزوں کی گنتی ہر حال میں پوری کیجئے ۔

رمضان کے اختتام پر اس ہدایت کا جو رمضان کے مہینہ میں آپ کو ملی شکر ادا کیجئے اور اس شکر کی ادائیگی کا طریقہ یہ ہے کہ یکم شوّال یعنی عید الفطر کے دن اللہ تعالےٰ کی بڑائی بیان کرنے کے لئے عیدگاہ جاکر زائد تکبیروں کے ساتھ نماز عید ادا کیجئے ۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ، اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ، فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَ لْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾

ترجمہ اور (اے رسول) جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق سوال کریں (کہ میں دور ہوں یا نزدیک) تو کہہ دیجیئے کہ میں نزدیک ہوں، جب دعاء کرنے والا مجھ سے دعاء کرتا ہے تو میں اس کی دعاء کو قبول کرتا ہوں، لہٰذا لوگوں کو چاہیئے کہ (جس طرح میں ان کی دعاؤں کو قبول کرتا ہوں) وہ میرے احکام کو قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ انہیں (دعاء کی قبولیت کے ساتھ) ہدایت بھی مل جائے ﴿۱۸۶﴾

معانی و مصادر (سَاَلَ) سَاَلَ، یَسْاَلُ، سُؤَالٌ مَسْاَلَةٌ (ف) سوال کرنا، پوچھنا۔
(اُجِیْبُ) اَجَابَ۔ یُجِیْبُ، اِجَابَةٌ (باب افعال) قبول کرنا، جواب دینا [حروف اصلی ج و ب ہیں]

(دَعْوَة) (دَاعِ) دَعَا، یَدْعُوْ، دُعَاءٌ و دَعْوٰی (ن) دعاء کرنا، پکارنا [حروف اصلی د ع و ہیں، داعِ اسم فاعل ہے]

(یَسْتَجِیْبُوْا) اِسْتَجَابَ، یَسْتَجِیْبُ، اِسْتِجَابَةٌ (باب استفعال) جواب دینا، قبول کرنا۔

(یَرْشُدُوْنَ) رَشَدَ، یَرْشُدُ، رُشْدٌ و رَشَادٌ (ن) و رَشِدَ، یَرْشَدُ، رَشَدٌ (س) ہدایت پانا۔

تفسیر آیت زیر تفسیر کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ جب ہم اللہ تعالےٰ کو پکارتے ہیں یا اس سے دعاء مانگتے ہیں تو وہ ہمارے قریب ہوتا

ہے یا دور؟ اللہ تعالے نے فرمایا کہ اے رسول کہہ دیجئے کہ میں تمہارے قریب ہوں، دعاء کرنے والے کی دعاء کو ہر حالت میں اور ہر جگہ سے سنتا ہوں، مجھ سے اس کی دعاء پوشیدہ نہیں ہوتی، اللہ تعالے فرماتا ہے :۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ٥
(آل عمران - ۵)

بے شک اللہ تعالے سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں، نہ زمین میں، نہ آسمان میں۔

اللہ تعالے فرماتا ہے :۔

وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ٥
(قٓ - ۱۶)

ہم انسان سے اُس کی رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

اللہ تعالے فرماتا ہے :۔

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ
(الحدید - ۴)

تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي وَأَنَا مَعَهُ إِذَا دَعَانِي (صحیح مسلم کتاب الذکر باب فضل الذکر جزء۲ ص۳۶۹)

بے شک اللہ تعالے فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں جو وہ میرے ساتھ رکھتا ہے اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھ سے دعاء مانگتا ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں :۔

كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَكُنَّا إِذَا عَلَوْنَا كَبَّرْنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّهَا النَّاسُ ارْبَعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ فَإِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا وَلَٰكِنْ تَدْعُونَ سَمِيعًا بَصِيرًا (صحیح بخاری کتاب الدعوات باب الدعاء اذا علا عقبة جزء۸ ص۱۰۱ وصحیح مسلم کتاب الدعوات باب استحباب خفض الصوت بالذکر جزء۲ ص۳۴۶) وَفِي رِوَايَةٍ ثُمَّ إِنَّهُ مَعَكُمْ (واللفظ للبخاری کتاب الجہاد)

ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، جب ہم کسی بلندی پر چڑھتے تو (بلند آواز سے) اللہ اکبر کہتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " اے لوگو، اپنی جانوں پر رحم کرو، تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو، بلکہ تم سننے والے، دیکھنے والے کو پکار رہے ہو، اور وہ (ہر وقت) تمہارے ساتھ ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالے ہر وقت ہمارے ساتھ ہے، وہ حاضر ہے، غائب نہیں لیکن اس کے حاضر ہونے

کی کیفیت کو ہم نہیں جانتے۔

الغرض اللہ تعالیٰ دعاء کرنے والے کے بہت قریب ہوتا ہے (اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ) وہ ہر جگہ سے، ہر وقت، ہر حالت میں دعاء کرنے والے کی دعاء کو سنتا ہے اور قبول کرتا ہے۔ دعاء کو اس تک پہنچانے کے لئے نہ کسی وسیلہ کی ضرورت ہے اور نہ چیخنے چلانے کی۔ وہ خود براہ راست دعاؤں کو سن لیتا ہے۔ دنیا کے بادشاہوں کی طرح وہ فریادیوں کی فریاد سے بے خبر نہیں ہوتا۔ دنیا کے بادشاہوں تک اپنی فریاد پہنچانے کے لئے بادشاہ کی قربت ضروری ہوتی ہے یا کسی دوسرے کا وسیلہ درکار ہوتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی قربت ہر انسان کو ہر وقت حاصل ہے لہذا دنیا کے بادشاہوں کی طرح اللہ تعالیٰ کو کسی ذریعہ کی ضرورت نہیں۔

اس کے آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا (فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَ لْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ) جس طرح میں ان کی دعاؤں کو سننے اور قبول کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتا ہوں انہیں بھی میرے احکام سننے اور ان پر عمل کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہیئے، میں ان کی دعائیں قبول کرتا ہوں، وہ میرے احکام پر عمل کریں اور مجھ پر ایمان لائیں، اس طرح انہیں دعاء کی قبولیت کے ساتھ ہدایت بھی مل جائے گی اور اس طرح وہ حقیقی کامیابی وکامرانی حاصل کرسکیں گے۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالیٰ کو قریب سمجھیئے، اسے حاضر وناظر، سمیع وبصیر سمجھیئے، بغیر کسی وسیلہ کے اس سے طلب کیجیئے، اس تک بات پہنچانے کے لئے کسی وسیلہ کی ضرورت نہیں البتہ دعاء کی قبولیت کے لئے اپنے نیک اعمال کا وسیلہ یا کسی زندہ نیک آدمی سے دعاء کرانا احادیث سے ثابت ہے اور یہ جائز ہے۔

اے لوگو، اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیے، اللہ تعالیٰ کے احکام پر چلیئے۔ ہدایت کا صرف یہی ایک راستہ ہے۔

نوٹ :۔ دعاء کے جملہ آداب ومسائل اور وسیلہ کی تشریح انشاء اللہ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۵۵ کی تفسیر میں بیان کی جائے گی۔

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلٰى

نِسَآئِكُمْ، هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ

لِبَاسٌ لَّهُنَّ، عَلِمَ اللّٰهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ

تَخْتَانُوْنَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ

وَعَفَا عَنْكُمْ، فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَ

ابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَكُلُوْا وَ

اشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ

الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ

الْفَجْرِ، ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى الَّيْلِ

وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِی الْمَسٰجِدِ، تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

ترجمہ روزوں کی راتوں میں تمہارے لئے اپنی بیویوں کے پاس جانا حلال کیا جاتا ہے، وہ تمہارے لئے (پاکدامنی کا) لباس (اور بچاؤ) ہیں اور تم ان کے لئے (پاکدامنی کا) لباس (اور بچاؤ) ہو، اللہ کو معلوم ہے کہ تم اپنی جانوں کے ساتھ خیانت کرتے تھے لہذا اللہ تمہاری طرف متوجہ ہوا اور تم کو معاف کر دیا (اور یہی نہیں بلکہ اس نے مزید آسانی عطاء فرمائی) اب تم ان کے پاس جا سکتے ہو اور جو کچھ (اولاد) اللہ نے تمہارے لئے لکھ دی ہے اُسے تلاش کر سکتے ہو، مزید براں اب تم اس وقت تک کھا سکتے ہو اور پی سکتے ہو جب تک صبح کے وقت سفید تاگا، سیاہ تاگے سے ممتاز نظر نہ آئے پھر (جب سفید اور سیاہ تاگے میں امتیاز ظاہر ہو جائے تو) روزوں کو رات تک پورا کرو، اور جب تم مسجدوں میں اعتکاف کرو تو اپنی بیویوں کے پاس نہ آؤ، یہ اللہ کی حدود ہیں، ان کے قریب بھی نہ جانا۔ (اور اے رسول) اس طرح اللہ اپنی آیتوں کو واضح طریقہ پر بیان کر رہا ہے تاکہ یہ لوگ متقی بن جائیں ﴿۱۸۷﴾

معانی و مصادر (اُحِلَّ) اَحَلَّ، یُحِلُّ، اِحْلَالٌ (باب افعال) حلال کرنا، احرام اتارنا۔

(رَفَثَ) رَفَثَ، یَرْفُثُ، رَفْثٌ (ن و ض) رَفِثَ یَرْفَثُ رَفَثٌ (س) فحش بات کرنا یا کہنا۔

(لِبَاس) لَبِسَ، یَلْبَسُ، لُبْسٌ (س) پہننا۔

(تَخْتَانُوْنَ) اِخْتَانَ، یَخْتَانُ، اِخْتِیَانٌ (باب افتعال) خیانت کرنا، چوری کرنا۔

(تاب) تَابَ، يَتُوْبُ، تَوْبٌ وتَوْبَةٌ وتَابَةٌ ومَتَابَةٌ (ن) رجوع کرنا، توبہ کرنا توبہ قبول کرنا۔

(عَفَا) عفَا، يَعفُوْ، عفوٌ (ن) معاف کرنا، مٹا دینا، زیادہ کرنا، زیادہ ہونا۔

(بَاشِرُوْا) (لَا تُبَاشِرُوْا) بَاشَرَ، يُبَاشِرُ، مُبَاشَرَةٌ (باب مفاعلہ) بدن سے بدن ملانا، پاس اٹھنا بیٹھنا، سامنے بیٹھنا۔

(ابْتَغُوْا) اِبْتَغٰى، يَبْتَغِيْ، اِبْتِغَاءٌ (باب افتعال) طلب کرنا، تلاش کرنا۔

(اشْرَبُوْا) شَرِبَ، يَشْرَبُ، شُرْبٌ ومَشْرَبٌ وتَشْرَابٌ (س) پینا [شَرِبَ، يَشْرَبُ شَرَبٌ (س) پیاسا ہونا، سیراب ہونا]

(يَتَبَيَّنَ) تَبَيَّنَ، يَتَبَيَّنُ، تَبَيُّنٌ (باب تفعّل) واضح ہونا، ظاہر ہونا۔

(اَتِمُّوْا) اَتَمَّ، يُتِمُّ، اِتْمَامٌ (باب افعال) پورا کرنا۔

(عَاكِفُوْنَ) عَكَفَ، يَعْكِفُ، عَكْفٌ وعُكُوْفٌ (ن، ض) اعتکاف کرنا، کسی جگہ یا کسی کام پر اپنے کو مقید کر لینا۔

(يُبَيِّنُ) بَيَّنَ، يُبَيِّنُ، تَبْيِيْنٌ (باب تفعیل) واضح ہونا، واضح کرنا، ظاہر ہونا۔

(حُدُوْد) حَدَّ، يَحُدُّ، حَدٌّ وحَدَدٌ (ن) حد بندی کرنا، حدّ (یعنی سزا) جاری کرنا۔

شانِ نزول

حضرت براء کہتے ہیں:۔

كَانَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ الرَّجُلُ صَائِمًا فَحَضَرَ الْاِفْطَارُ فَنَامَ قَبْلَ اَنْ يُفْطِرَ لَمْ يَاْكُلْ لَيْلَتَهٗ وَلَا يَوْمَهٗ حَتّٰى يُمْسِيَ وَاِنَّ قَيْسَ بْنَ صِرْمَةَ الْاَنْصَارِيَّ كَانَ صَائِمًا فَلَمَّا حَضَرَ الْاِفْطَارُ اَتٰى امْرَاَتَهٗ فَقَالَ لَهَا اَعِنْدَكِ طَعَامٌ قَالَتْ لَا وَلٰكِنْ اَنْطَلِقُ فَاَطْلُبُ لَكَ وَكَانَ يَوْمَهٗ يَعْمَلُ فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ فَجَاءَتْهُ امْرَاَتُهٗ فَلَمَّا رَاَتْهُ قَالَتْ خَيْبَةً لَكَ فَلَمَّا انْتَصَفَ النَّهَارُ غُشِيَ عَلَيْهِ فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے جب کوئی شخص روزہ رکھتا اور افطار کا وقت آتا تو اگر افطار کرنے سے پہلے وہ سو جاتا تو پھر وہ نہ اس رات کو کھا سکتا تھا اور نہ اس کے بعد دن کو کھا سکتا تھا۔ (ایک دن ایسا ہوا کہ) قیس بن صرمہ انصاری نے روزہ رکھا، پھر جب افطار کا وقت آیا تو وہ اپنی بیوی کے پاس آئے اور ان سے پوچھا "کیا تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے؟ بیوی نے کہا "نہیں، لیکن میں ابھی جاتی ہوں اور تمہارے لئے (کہیں سے) کچھ لے کر آتی ہوں"، بیوی چلی گئیں۔ حضرت قیس دن بھر کام کرتے رہے تھے لہٰذا نیند نے غلبہ کیا اور وہ سو گئے، جب

۔ اُحِلَّ لَكُمْ .... نَفَرِحُوا بِهَا فَرَحًا شَدِيدًا (صحیح بخاری کتاب الصیام باب قول اللہ جل ذکرہ اُحِلَّ لَكُمْ جزء ۳ ص۳۶)

ان کی بیوی واپس آئیں تو انہیں دیکھ کر کہنے لگیں "تمہاری خرابی"۔ (الغرض انہوں نے کچھ کھائے بغیر پھر روزہ رکھ لیا) جب اگلا دن آدھا گذر گیا تو حضرت قیس بے ہوش ہو گئے، اس بات کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا، اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اس آیت کے نازل ہونے سے لوگ بہت خوش ہوئے۔

حضرت براءؓ فرماتے ہیں:۔

لَمَّا نَزَلَ صَوْمُ رَمَضَانَ كَانُوا لَا يَقْرَبُونَ النِّسَاءَ رَمَضَانَ كُلَّهُ وَكَانَ رِجَالٌ يَخُونُونَ أَنْفُسَهُمْ فَأَنْزَلَ اللهُ عَلِمَ اللهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ .... (صحیح بخاری کتاب التفسیر ابواب تفسیر سورۃ البقرۃ جزء ۶ ص۳۱)

جب رمضان کے روزوں کا حکم نازل ہوا تو لوگ پورے رمضان (اپنی) بیویوں کے پاس نہیں جاتے تھے، لیکن اس سلسلہ میں بعض (لوگوں سے کوتاہی ہو گئی اور وہ) اپنی جانوں کے ساتھ خیانت کر بیٹھے تو اللہ (تعالیٰ) نے یہ آیت نازل فرمائی۔

الغرض اس آیت کے نزول کے دو سبب ہیں۔

۱۔ ایک حضرت قیس کا واقعہ، دوسرے بعض لوگوں کا رمضان کی راتوں میں اپنی بیویوں کے پاس چلے جانا۔

تفسیر روزوں کی راتوں میں اب تک یہ پابندی تھی کہ روزے دار نہ تو اپنی بیویوں کے پاس جا سکتے تھے اور نہ کھا پی سکتے تھے صرف افطار کے وقت کھا سکتے تھے اور پی سکتے تھے اور اگر افطار سے پہلے سو جاتے تو پھر پوری رات اور دوسرے دن روزہ رکھنا پڑتا تھا، روزوں میں یہ پابندیاں قرآن مجید کی کسی آیت سے عائد نہیں کی گئی تھیں، بلکہ وحی خفی یعنی حدیث کے ذریعہ عائد کی گئی تھیں۔ قرآن مجید میں صرف ان پابندیوں کے تخفیف کرنے کا ذکر ملتا ہے، پابندیاں عائد کرنے کا ذکر نہیں ملتا۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے اپنے رحم و کرم سے ان پابندیوں میں تخفیف فرما دی، اب روزوں کی راتوں میں بیویوں کے پاس جانا اور کھانا اور پینا حلال کر دیا گیا اور سو جانے کے بعد کھانے پینے پر جو پابندی تھی اُسے منسوخ کر دیا گیا۔

روزوں کی راتوں میں بیویوں کے پاس جانے کی اجازت دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا (هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ) وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو یعنی جس طرح لباس سردی و گرمی، گرد و غبار سے حفاظت کرتا ہے اسی طرح میاں، بیوی غلط کاری سے ایک دوسرے کی حفاظت

کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ (صحیح بخاری کتاب النکاح باب من لم یستطع الباءۃ فلیصم جزء ۷ ص۳ وصحیح مسلم کتاب النکاح جزء اول ص۵۸۳)

اے نوجوانوں کی جماعت (تم میں سے) جس شخص کو نکاح کرنے کی استطاعت ہو اُسے چاہیئے کہ نکاح کرے اس لئے کہ نکاح کرنا نگاہ کو نیچا رکھتا ہے اور شرمگاہ کی حفاظت کرتا ہے۔

آیت زیر تفسیر اور مندرجہ بالا احادیث سے ثابت ہوا کہ میاں اور بیوی بُرے کام سے ایک دوسرے کی حفاظت کا سبب ہیں۔

میاں بیوی کے تعلقات ایک فطری تقاضے کو پورا کرتے ہیں لہذا اللہ تعالےٰ نے اس فطری تقاضے کو ملحوظ رکھتے ہوئے اُس پابندی میں تخفیف فرما دی جو پابندی کہ روزے کی حالت میں پہلے فرض کی گئی تھی۔ تخفیف کرنے کا سبب یہ ہوا کہ بعض لوگ اس پابندی کو نباہ نہ سکے، وہ اپنی جانوں کے ساتھ خیانت کر بیٹھے یعنی ان سے روزے کی راتوں میں غلطی ہو گئی، اللہ تعالےٰ نے غلطی کو معاف کر دیا اور آئندہ کے لئے روزے کی راتوں میں بیوی کے پاس جانا حلال کر دیا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا "فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ" اب تم اپنی بیویوں سے میل جول رکھ سکتے ہو اور (وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ) اور جو اولاد اللہ تعالےٰ نے تمہاری تقدیر میں لکھ دی ہے اُسے تلاش کر سکتے ہو۔ بیویوں سے صحبت کرنے کے سلسلہ میں یہ ایک بڑا لطیف کنایہ ہے جو اللہ تعالےٰ نے استعمال فرمایا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے کھانے پینے کا ذکر فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا اب تم روزوں کی راتوں میں کھا بھی سکتے ہو اور پی بھی سکتے ہو۔

روزے کی حالت میں تین حلال کام حرام ہو جاتے ہیں۔

۱۔ بیوی سے صحبت کرنا
۲۔ کھانا اور
۳۔ پینا

روزوں کی راتوں میں اللہ تعالےٰ نے ان تینوں کاموں کی اجازت دی تو اب اس نے ان تینوں کاموں کے اور روزے کے حدود بھی مقرر فرما دئے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ان تینوں کاموں کی اجازت اس وقت تک ہے جب تک صبح کے وقت سفید اور سیاہ تاگے میں امتیاز نہ پیدا ہو جائے، سیاہ تاگے سے مراد صبح کاذب ہے اور سفید تاگے سے مراد صبح صادق ہے یعنی سیاہ اور سفید تاگوں سے رات کی تاریکی اور دن کی روشنی مراد ہے۔

حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں۔

اُنْزِلَتْ: "وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ" وَلَمْ يُنْزَلْ "مِنَ الْفَجْرِ"، وَكَانَ رِجَالٌ اِذَا اَرَادُوا الصَّوْمَ رَبَطَ اَحَدُهُمْ فِىْ رِجْلَيْهِ الْخَيْطَ الْاَبْيَضَ وَالْخَيْطَ الْاَسْوَدَ وَلَا يَزَالُ يَاْكُلُ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهٗ رُؤْيَتُهُمَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ بَعْدَهٗ "مِنَ الْفَجْرِ" فَعَلِمُوْا اَنَّمَا يَعْنِى اللَّيْلَ مِنَ النَّهَارِ (صحیح بخاری کتاب التفسیر ابواب تفسیر سورۃ البقرۃ جزء ۶ صـ۳۱ وصـ۳۲ وصحیح مسلم کتاب الصیام باب بیان ان الدخول فی الصوم یحصل بطلوع الفجر جزء اول صـ۲۲۱)

جب یہ آیت "کُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ" نازل ہوئی تو ابتداء میں اس کے ساتھ "مِنَ الْفَجْرِ" کے الفاظ نازل نہیں ہوئے۔ (بعض لوگ اس کا مطلب نہیں سمجھے لہذا) جب وہ روزہ رکھنے کا ارادہ کرتے تو ان میں سے ہر شخص اپنے پیروں میں ایک سفید تاگا اور ایک سیاہ تاگا باندھ لیتا اور وہ اس وقت تک کھاتا (پیتا) رہتا جب تک ان دونوں کی اصلی حالت رونما نہیں ہوتی (یعنی جب تک دونوں میں امتیاز پیدا نہ ہوتا)۔ اللہ تعالٰے نے (اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے) بعد میں "مِنَ الْفَجْرِ" کے الفاظ نازل فرمادئے تو لوگ سمجھ گئے کہ سفید اور سیاہ تاگوں سے رات کا دن سے ممتاز ہونا مراد ہے۔

حضرت عدی بن حاتم جب اسلام لائے تو باوجود "مِنَ الْفَجْرِ" کے الفاظ کے سفید اور سیاہ تاگے کا اصل مطلب نہیں سمجھ سکے،

اَخَذَ عَدِىٌّ عِقَالًا اَبْيَضَ وَعِقَالًا اَسْوَدَ حَتّٰى كَانَ بَعْضُ اللَّيْلِ نَظَرَ فَلَمْ يَسْتَبِيْنَا فَلَمَّا اَصْبَحَ قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ (وَفِىْ رِوَايَةٍ مَا الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ اَهُمَا الْخَيْطَانِ) جَعَلْتُ تَحْتَ وِسَادَتِىْ (وَفِىْ نُسْخَةٍ عِقَالَيْنِ) قَالَ اِنَّ وِسَادَكَ اِذًا لَعَرِيْضٌ (وَفِىْ رِوَايَةٍ اِنَّكَ لَعَرِيْضُ الْقَفَا) اِنْ كَانَ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ وَالْاَسْوَدُ تَحْتَ وِسَادَتِكَ (وَفِىْ رِوَايَةٍ اِنْ اَبْصَرْتَ الْخَيْطَيْنِ ثُمَّ قَالَ لَا بَلْ هُوَ سَوَادُ اللَّيْلِ

انہوں نے ایک سفید تاگا اور ایک سیاہ تاگا لیا (اور ان کو اپنے تکیہ کے نیچے رکھ لیا) جب تھوڑی رات باقی رہ گئی تو وہ انہیں دیکھتے رہے لیکن وہ ان دونوں میں امتیاز نہ کر سکے۔ جب صبح ہوئی تو (وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور) عرض کیا اے اللہ کے رسول خَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ سے کیا مراد ہے؟ کیا اس سے دو تاگے مراد ہیں؟ میں نے اپنے تکیے کے نیچے دو تاگے رکھ لئے تھے (لیکن صبح تک رئی

بَيَاضُ النَّهَارِ) (صحیح بخاری کتاب التفسیر جزء ۶ ص۳۱ وصحیح مسلم کتاب الصیام باب ان الدخول فی الصوم یحصل بطلوع الفجر جزء اول ص۳۴۲ واللفظ للبخاری)

امتیاز نہ ہو سکا)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم نے (اپنے تکیے کے نیچے) ان دونوں تاگوں کو دیکھا اور سفید اور سیاہ تاگے تمہارے تکیے کے نیچے آگئے تو پھر تو تمہارا تکیہ بھی بڑا عریض ہے اور تمہاری گدّی بھی بڑی عریض ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: نہیں (یہ مراد نہیں) بلکہ اس سے رات کی سیاہی اور دن کی روشنی مراد ہے (یعنی جب رات کی سیاہی اور دن کی روشنی ممتاز ہو جائیں تو روزے کا وقت شروع ہو گیا اور کھانے پینے وغیرہ کا وقت ختم ہو گیا)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَيْسَ اَنْ يَقُوْلَ الْفَجْرُ اَوِ الصُّبْحُ وَقَالَ بِاَصَابِعِهٖ وَرَفَعَهَا اِلٰى فَوْقُ وَطَأْطَأَ اِلٰى اَسْفَلُ حَتّٰى يَقُوْلَ هٰكَذَا وَقَالَ زُهَيْرٌ بِسَبَّابَتَيْهِ اِحْدٰهُمَا فَوْقَ الْاُخْرٰى ثُمَّ مَدَّهَا عَنْ يَمِيْنِهٖ وَشِمَالِهٖ (صحیح بخاری کتاب الصلوۃ باب الاذان قبل الفجر جزء اول ص۸۶ وصحیح مسلم کتاب الصیام باب بیان ان الدخول فی الصوم یحصل بطلوع الفجر جزء اول ص۳۴۲ واللفظ للبخاری) وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ وَمَدَّ يَدَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ هُوَ الْمُعْتَرِضُ وَلَيْسَ بِالْمُسْتَطِيْلِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ لَا يَغُرَّنَّ اَحَدَكُمْ نِدَاءُ بِلَالٍ مِّنَ السُّحُوْرِ وَلَا هٰذَا الْبَيَاضُ حَتّٰى يَسْتَطِيْرَ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ حَتّٰى يَبْدُوَ الْفَجْرُ اَوْ قَالَ حَتّٰى يَنْفَجِرَ الْفَجْرُ (صحیح مسلم جزء اول ص۳۴۲ وص۳۴۳)

کوئی شخص ویسے ہی نہ کہہ دیا کرے کہ صبح ہو گئی صبح ہو گئی (بلکہ صبح اس وقت ہو گی جب اس طرح ہو جائے پھر) آپ نے اپنی انگلیوں سے اشارہ کیا، ان کو اوپر کی طرف اٹھایا پھر ان کو نیچے کی طرف جھکایا یعنی اپنی دونوں شہادت کی انگلیوں کو ایک دوسرے کے اوپر رکھا، پھر ان دونوں کو داہنی طرف اور بائیں طرف پھیلایا (یعنی آپ کا مطلب یہ تھا کہ صبح اس وقت ہو گی جب روشنی اس طرح پھیل جائے)، صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلایا (پھر آپ نے فرمایا: وہ پھیل جانے والی (روشنی) ہے، مستطیل (یعنی لمبی دھاری) نہیں ہے، تمہیں سفید روشنی دھوکے میں نہ ڈالے (صبح صادق اس وقت تک نہیں ہو گی) جب تک وہ روشنی پھیل نہ جائے (یعنی) جب تک صبح بالکل ظاہر نہ ہو جائے۔

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ جب تک صبح کی روشنی اقصائے عالم میں پھیل نہ جائے اس وقت تک روزے کا وقت شروع نہیں ہوتا۔ روشنی کے پھیلنے سے پہلے کھانے پینے میں کوئی حرج نہیں، روشنی پھیلتے ہی

کھانا پینا بند کر دینا چاہیئے، روشنی پھیلتے ہی روزہ شروع ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالےٰ نے روزہ کا ابتدائی وقت بیان کرنے کے بعد فرمایا (ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ) پھر روزوں کو رات تک پورا کرو (یعنی روزہ کا وقت رات کے آتے ہی ختم ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا رَاَیْتُمُ اللَّیْلَ اَقْبَلَ مِنْ ھٰھُنَا فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ (صحیح بخاری کتاب الصیام باب الصوم فی السفر جزء ۳ ص۴۳) ورواہ مسلم وزاد "اَشَارَ بِیَدِہٖ نَحْوَ الْمَشْرِقِ" (کتاب الصیام باب بیان انقضاء الصوم جزء اول ص۴۴)

جب تم دیکھو کہ رات ادھر سے (یعنی مشرق کی طرف سے) آ گئی تو روزے دار کے افطار کا وقت ہو گیا۔ صحیح مسلم کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ آپ نے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا اَقْبَلَ اللَّیْلُ وَاَدْبَرَ النَّھَارُ وَغَابَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ (صحیح مسلم کتاب الصیام باب بیان وقت انقضاء الصوم جزء اول ص۴۴)

جب رات آ جائے اور دن چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو روزہ دار کو چاہیئے کہ افطار کرے۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ کہتے ہیں:۔

شَرِبَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ بِیَدِہٖ اِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ مِنْ ھٰھُنَا وَجَاءَ اللَّیْلُ مِنْ ھٰھُنَا فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ (صحیح مسلم کتاب الصیام جزء اول ص۴۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ستو) پئے پھر اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا: جب سورج اِدھر غائب ہو جائے اور رات اُدھر سے آ جائے تو روزہ دار کو افطار کر لینا چاہیئے۔

آیت زیر تفسیر اور مندرجہ بالا احادیث سے ثابت ہوا کہ روزے کا وقت اس وقت شروع ہوتا ہے جب صبح کے وقت دن کی روشنی پھیل جائے اور اس وقت ختم ہوتا ہے جب شام کے وقت مغرب میں سورج غائب ہو جائے اور مشرق سے رات کی تاریکی نمودار ہو جائے۔

اعتکاف

پھر اللہ تعالےٰ نے اعتکاف کا ذکر فرمایا، اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَلَا تُبَاشِرُوْھُنَّ وَاَنْتُمْ عٰکِفُوْنَ فِی الْمَسٰجِدِ) اور جب تم مسجدوں میں اعتکاف کے لئے بیٹھ جاؤ تو اپنی بیویوں کے پاس نہ آؤ، ان سے میل جول نہ رکھو، ان سے اختلاط نہ کرو، ان کے پاس نہ اٹھو بیٹھو۔

اعتکاف کیونکہ رمضان میں ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالےٰ نے رمضان کے روزوں کے سلسلہ میں اس کا ذکر کیا۔

س جرم کا کفارہ

آیت سے معلوم ہوا کہ
(۱) اعتکاف مسجد میں کرے،
(۲) حالت اعتکاف میں بیوی کے پاس نہ آئے جائے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:۔

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰی تَوَفَّاہُ اللّٰہُ ثُمَّ اعْتَکَفَ اَزْوَاجُہٗ مِنْ بَعْدِہٖ (صحیح بخاری باب الاعتکاف فی العشر الاواخر جزء۳ ص۶۲ و صحیح مسلم کتاب الاعتکاف باب اعتکاف العشر الاواخر جزء اول ص۳۷۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوئی، پھر آپ کے بعد آپ کی ازواج نے اعتکاف کیا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:۔

اِنْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیُدْخِلُ رَاْسَہٗ وَھُوَ فِی الْمَسْجِدِ فَاُرَجِّلُہٗ (وفی روایۃٍ فَاَغْسِلُہٗ وَاَنَا حَائِضٌ) وَکَانَ لَا یَدْخُلُ الْبَیْتَ اِلَّا لِحَاجَۃٍ اِذَا کَانَ مُعْتَکِفًا (صحیح بخاری کتاب الصیام ابواب الاعتکاف باب لا یدخل البیت الا لحاجتہ وغسل المعتکف جزء۳ ص۶۳)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں ہوتے تو آپ مسجد میں ہی رہتے البتہ (وقت ضرورت) اپنا سر (میرے حجرہ میں) داخل کرتے میں آپ کے کنگھی کر دیا کرتی تھی اور سر دھو دیا کرتی تھی حالانکہ میں اذیت ماہانہ میں ہوتی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف میں ہوتے تو گھر میں سوائے قضائے حاجت کے تشریف نہ لاتے تھے۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا: یہ اللہ تعالےٰ کے حدود ہیں (فَلَا تَقْرَبُوْھَا) ان کے قریب بھی نہ جانا، نہ صبح (صادق) ہونے کے بعد کھاتے پیتے رہنا، نہ غروب آفتاب سے پہلے افطار کرنا، نہ اعتکاف کی حالت میں بیویوں کے پاس آنا جانا، الغرض احکام الٰہی کی پوری طرح تعمیل کرنا، کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کرنا۔ (کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ اٰیٰتِہٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّھُمْ یَتَّقُوْنَ) اللہ تعالےٰ لوگوں میں تقویٰ پیدا کرنے کے لئے اپنی آیات کو واضح طریقہ پر بیان کر رہا ہے، اللہ تعالےٰ کے احکام میں نہ کوئی الجھن ہوتی ہے اور نہ اس کے احکام میں کوئی پیچیدگی ہوتی ہے، بڑی آسانی سے سمجھ میں آجاتے ہیں اور آسانی سے ان پر عمل ہو سکتا ہے۔

سورۂ بقرہ کی آیت ۱۸۳ سے روزوں کا بیان شروع ہوا تھا اور آیت ۱۸۷ پر ختم ہوا۔ ابتدائی

آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے روزوں کا مقصد تقوٰے بتایا تھا اور آخری آیت میں بھی تقوٰی بتایا۔ گویا روزوں کو تقوٰے کے سلسلے میں بڑی اہمیت حاصل ہے، اگر روزے رکھنے کے بعد بھی کسی میں تقوٰی پیدا نہیں ہوتا تو سمجھ لینا چاہئیے کہ اس کے روزے بے مقصد رہے۔

(نوٹ:۔ روزوں سے کس طرح تقوٰی پیدا ہوتا ہے اور اگر تقوٰی پیدا نہ ہو تو روزے ضائع ہو جاتے ہیں اس سلسلہ میں تفصیل کے لئے سورۂ بقرہ کی آیت ۱۸۳ کی تفسیر ص۶۰۳ پر ملاحظہ فرمائیں)

عمل

اے لوگو، خلوص کے ساتھ تقوٰی پیدا کرنے کی نیت سے پورے رمضان کے روزے رکھا کیجئے، اللہ تعالیٰ کے حدود و احکام کا احترام کیا کیجئے،

گذشتہ پانچ آیات میں اللہ نے مندرجہ ذیل باتوں کا حکم یا ذکر فرمایا ہے:۔

(۱) رمضان کے روزے

(۲) رمضان کے بعد اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنا (یعنی عید الفطر کی نماز وغیرہ)

(۳) دعاء اور

(۴) اعتکاف

دعاء کے متعلق تفصیلی احکام انشاء اللہ سورۂ اعراف کی آیت ۵۵ کی تفسیر میں بیان کئے جائینگے، روزے، عید الفطر اور اعتکاف کے مسائل ترتیب وار درج ذیل ہیں۔

روزے مندرجہ ذیل مسائل اوپر بیان کئے جا چکے ہیں۔

(۱) رمضان کے روزے فرض ہیں، ان کو ثواب سمجھ کر رکھنا چاہئیے،

(۲) رمضان کبھی ۲۹ دن کا ہوتا ہے اور کبھی ۳۰ دن کا،

(۳) رمضان یا عید کے چاند کا فیصلہ مقامی یا کسی ایسے مقام کی رویت سے کرنا چاہئیے جو بہت زیادہ دور نہ ہو۔ بہت بعید مقام کی رُویت کا اعتبار نہیں کرنا چاہئیے،

(۴) اگر ۲۹ تاریخ کو چاند نظر آئے تو اگلے دن پہلی تاریخ مانے، اگر ۲۹ تاریخ کو چاند نظر نہ آئے تو مہینے کے ۳۰ دن پورے کرے، پھر اگلے دن پہلی تاریخ مانے۔ پہلی تاریخ کا فیصلہ چاند کے بڑا ہونے یا چھوٹا ہونے سے نہ کرے بلکہ یقینی رُویت سے کرے،

(۵) رُویت کا فیصلہ دو عادل گواہوں کی شہادت پر کرے،

(۶) روزہ صبح صادق سے شروع کرے یعنی جب دن کی سفیدی پھیل جائے تو کھانا پینا بند کر دے اور آفتاب کے غروب ہوتے ہی جبکہ مشرق سے سیاہی نمودار ہو جائے افطار کرے،

(۷) صبح کاذب میں کھانا پینا بند کرنا ضروری نہیں یعنی روشنی کی سفید دھاری کے نکل آنے کے بعد بھی اگر چاہے تو کھاتا پیتا رہے،

(۸) روزے میں تین حلال چیزیں حرام ہو جاتی ہیں یعنی (۱) کھانا (۲) پینا اور (۳) جماع کرنا۔ البتہ روزے دار کے لئے مغرب سے صبح صادق کے شروع ہونے تک یہ چیزیں حلال ہیں،

(۹) روزہ میں تمام حرام کاموں سے پرہیز کرے، نہ بری بات کہے، نہ برا عمل کرے، نہ چیخے، نہ چلائے نہ جہالت کی بات کرے، نہ کسی کو برا بھلا کہے، اور نہ کسی سے لڑے، اگر کوئی شخص اس سے لڑے یا اسے برا بھلا کہے تو اسے چاہیئے کہ اس طرح کہے "میں روزہ دار ہوں"، "میں روزہ دار ہوں"،

(۱۰) اگر ۲۹/ شعبان کو چاند نظر نہ آئے تو اگلے دن محض اس خیال سے کہ شاید آج رمضان کی پہلی تاریخ ہو ہرگز روزہ نہ رکھے،

(۱۱) رمضان سے پہلے ایک یا دو روزے رمضان کے استقبال کی نیت سے نہ رکھے، البتہ اگر کوئی شخص ہمیشہ کسی خاص دن یا تاریخ کا روزہ رکھتا ہو اور وہ دن یا تاریخ ۲۹ یا ۳۰ شعبان کو آجائے تو پھر روزہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں،

(۱۲) اگر کوئی شخص رمضان کے مہینہ میں بیمار ہو تو بیماری کی وجہ سے جتنے روزے رہ جائیں انہیں بعد میں رکھ لے،

(۱۳) اگر کوئی شخص سفر میں ہو تو وہ اگر چاہے تو روزے چھوڑ دے، پھر سفر ختم ہو جانے کے بعد جتنے روزے چھوڑے ہوں رمضان کے بعد ان کی گنتی پوری کرے۔

اب ہم روزوں کے بقیہ مسائل بیان کرتے ہیں:۔

(۱۴) اگر سفر میں روزہ رکھنا چاہے تو رکھ لے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

كُنَّا نُسَافِرُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَعِبِ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ (صحیح بخاری کتاب الصیام باب لم یعب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعضهم بعضاً فی الصوم والافطار جزء ۳ صفحہ ۱۴۱ وصحیح مسلم کتاب الصیام باب جواز الصوم والفطر فی شهر رمضان للمسافر جزء اول صفحہ ۳۵۶)

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کرتے تھے (ہم میں سے بعض روزے رکھتے تھے اور بعض افطار کرتے تھے) نہ روزہ رکھنے والا افطار کرنے والے کے فعل کو معیوب سمجھتا تھا اور نہ افطار کرنے والا روزہ رکھنے والے کے فعل کو معیوب سمجھتا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

قَدْ صَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَفْطَرَ (صحیح بخاری کتاب الصیام باب من افطر فی السفر لیراہ الناس جزء ۳ صـ۴۲ وصحیح مسلم کتاب الصیام باب جواز الصوم والفطر فی شہر رمضان للمسافر جزء اول صـ۴۵۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سفر میں) روزہ رکھا بھی ہے اور افطار بھی کیا ہے۔

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ سفر میں روزہ رکھنا بھی جائز ہے اور افطار کرنا بھی جائز ہے، البتہ افطار کرنے والے کو بعد میں رکھنے ہوں گے۔

(۱۵) سفر میں تکلیف اٹھا کر روزہ نہ رکھنا چاہیئے

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:۔

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ فَرَاٰی زِحَامًا وَّرَجُلًا قَدْ ظُلِّلَ عَلَیْہِ فَقَالَ مَا ھٰذَا فَقَالُوْا صَائِمٌ فَقَالَ لَیْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِی السَّفَرِ (صحیح بخاری کتاب الصیام باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لمن ظلل علیہ جزء ۳ صـ۴۴ وصحیح مسلم کتاب الصیام باب جواز الصوم و الفطر فی شہر رمضان للمسافر جزء اول صـ۴۵۲ واللفظ للبخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے آپ نے لوگوں کا ہجوم دیکھا، آپ نے دیکھا کہ ایک شخص پر سایہ کیا جا رہا ہے، آپ نے پوچھا، یہ کیا معاملہ ہے؟ لوگوں نے کہا "یہ روزہ دار ہے" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں"۔

(۱۶) سفر میں اگر روزہ رکھ لیا ہو تو بعد میں کسی وقت بھی افطار کیا جا سکتا ہے، سفر میں روزہ رکھنا ضروری نہیں بلکہ اختیاری ہے لہٰذا اس کا پورا کرنا ضروری نہیں، اختیاری ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ اِلٰی مَکَّۃَ فِیْ رَمَضَانَ فَصَامَ حَتّٰی بَلَغَ الْکَدِیْدَ اَفْطَرَ فَاَفْطَرَ النَّاسُ (صحیح بخاری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے مہینہ میں مکہ کے لئے روانہ ہوئے، آپ نے روزہ رکھا لیکن جب آپ کدید کے مقام پر پہنچے

کتاب الصیام باب اذا صام ایاما من رمضان ثم سافر جزء ۳ صـ۴۳ وصحیح مسلم کتاب الصیام جزء اول صـ۳۵۱)

تو افطار کر لیا، لوگوں نے بھی افطار کر لیا۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَامَ الْفَتْحِ اِلٰی مَکَّۃَ فَصَامَ حَتّٰی بَلَغَ کُرَاعَ الْغَمِیْمِ فَصَامَ النَّاسُ فَدَعَا بِقَدَحٍ مِنْ مَّآءٍ (وَفِیْ رِوَایَۃٍ فَقِیْلَ لَہٗ اِنَّ النَّاسَ قَدْ شَقَّ عَلَیْہِمُ الصِّیَامُ وَاِنَّمَا یَنْظُرُوْنَ فِیْمَا فَعَلْتَ فَدَعَا بِقَدَحٍ مِنْ مَّآءٍ بَعْدَ الْعَصْرِ) فَرَفَعَہٗ حَتّٰی نَظَرَ النَّاسُ اِلَیْہِ ثُمَّ شَرِبَ فَقِیْلَ لَہٗ بَعْدَ ذٰلِکَ اِنَّ بَعْضَ النَّاسِ قَدْ صَامَ فَقَالَ اُولٰٓئِکَ الْعُصَاۃُ اُولٰٓئِکَ الْعُصَاۃُ (صحیح مسلم کتاب الصیام جزء اول صـ۳۵۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال مکّہ کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ نے روزہ رکھا اور لوگوں نے بھی روزہ رکھا، پھر جب آپ کراع الغمیم پر پہنچے تو آپ سے کہا گیا کہ روزہ لوگوں پر شاق گذر رہا ہے اور وہ یہ انتظار کر رہے ہیں کہ آپ کیا کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد پانی کا ایک پیالہ منگوایا اور اُسے اتنا بلند کیا کہ سب لوگوں نے دیکھ لیا، پھر آپ نے وہ پانی پی لیا (یہ دیکھ کر اکثر لوگوں نے روزہ کھول لیا لیکن چند لوگوں نے روزہ نہیں کھولا) لوگوں نے آپ سے کہا کہ بعض لوگ اب بھی روزے سے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ لوگ نافرمان ہیں۔ یہ لوگ نافرمان ہیں۔

مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ:۔

(۱) سفر میں روزہ عصر کے بعد بھی کھولا جا سکتا ہے، اگرچہ بعض لوگوں نے تکلیف کی وجہ سے روزہ کھولا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر کسی تکلیف کے روزہ کھول دیا لہٰذا بغیر کسی تکلیف کے بھی سفر میں روزہ کھولنا جائز ہے۔

(۲) جب کسی کام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دکھا کر کریں تو وہ کام ضروری ہوتا ہے، اس کا تارک اگرچہ اس کو چھوڑ کر کوئی اور نیکی ہی کر رہا ہو گنہگار ہے، سنت کے خلاف کوئی نیکی نیکی نہیں رہتی بلکہ گناہ بن جاتی ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ترکِ سنت گناہ ہے، سنت کا چھوڑنا جائز نہیں۔

(۱۷) صبح صادق سے کچھ دیر پہلے اُٹھ کر کچھ کھانا پینا چاہیئے، اسے سحری کہتے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِی السَّحُوْرِ بَرَکَۃً (صحیح بخاری

سحری کیا کرو، اس لئے کہ سحری میں (بڑی) برکت ہے۔

کتاب الصیام باب برکۃ السحور جزء اول ص۳۸
وصحیح مسلم کتاب الصیام باب فضل السحور
جزء اول ص۳۴۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

فَصْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ أَهْلِ الْكِتَابِ أَكْلَةُ السَّحَرِ (صحیح مسلم کتاب الصیام باب فضل السحور جزء اول ص۳۴۳)

ہمارے روزوں اور اہل کتاب کے روزوں میں سحری کھانے کا فرق ہے۔

مندرجہ بالا احادیث سے ثابت ہوا کہ سحری کرنا ضروری ہے، سحری نہ کرنے سے کفار کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے۔

(۱۸) سحری بالکل آخری شب میں کرنی چاہیئے۔

حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں:۔

كُنْتُ أَتَسَحَّرُ فِي أَهْلِي ثُمَّ تَكُونُ سُرْعَتِي أَنْ أُدْرِكَ السُّجُودَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (صحیح بخاری کتاب الصیام باب تاخیر السحور جزء ۳ ص۳۷)

میں اپنے گھر میں سحری کرتا تھا پھر مجھے جلدی کرنی پڑتی تھی تاکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز فجر پالوں۔

حضرت زید بن ثابتؓ کہتے ہیں:۔

تَسَحَّرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ إِلَى الصَّلٰوةِ۔

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کی، پھر آپ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔

حضرت انسؓ نے پوچھا:۔

كَمْ كَانَ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالسَّحُورِ (وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ كَمْ كَانَ قَدْرُ مَا بَيْنَهُمَا)

اذان (یعنی اقامت) اور سحری میں کتنا وقفہ ہوتا تھا۔

حضرت زیدؓ نے فرمایا:۔

خَمْسِينَ آيَةً (صحیح بخاری کتاب الصیام باب قدر کم بین السحور وصلاۃ الفجر جزء ۳ ص۳۷ وصحیح مسلم کتاب الصیام باب فضل السحور جزء اول ص۳۴۳)

پچاس آیتوں کے پڑھنے میں جتنا وقت لگتا ہے۔

(۱۹) اگر صبح صادق سے پہلے نماز فجر کی تیاری کے لئے بطور تنبیہ اذان دی جائے تو اس اذان کو سنکر کھانا پینا بند نہ کرنا چاہیئے۔ کھانا پینا اس اذان کو سنکر بند کرنا چاہیئے جو صبح صادق شروع ہوتے ہی دی جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا یَمْنَعَنَّ اَحَدَکُمْ اَوْ اَحَدًا مِّنْکُمْ اَذَانُ بِلَالٍ مِنْ سُحُوْرِہٖ فَاِنَّہٗ یُؤَذِّنُ اَوْ یُنَادِیْ بِلَیْلٍ لِیَرْجِعَ قَائِمَکُمْ وَلِیُنَبِّہَ نَائِمَکُمْ وَفِیْ رِوَایَۃٍ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی یُنَادِیَ ابْنُ اُمِّ مَکْتُوْمٍ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب الاذان بعد الفجر و باب الاذان قبل الفجر جزء اول ص۱۶۰ و ص۱۶۱ وصحیح مسلم کتاب الصیام باب بیان ان الدخول فی الصوم یحصل بطلوع الفجر جزء اول ص۳۴۹)

بلال کی اذان تمہیں سحری کرنے سے ہرگز نہ روکے، وہ تو رات کو اذان دیتے ہیں تاکہ تہجد پڑھنے والے کو لوٹا دیں اور سونے والے کو ہوشیار کردیں (یعنی ان کی اذان کا سحری سے کوئی تعلق نہیں) تم کھاتے اور پیتے رہا کرو جب تک ابن ام مکتوم اذان دیں۔

(۲۰) اگر فجر کی اذان ہو جائے اور پیالہ ہاتھ میں ہو تو پیالے کے اندر جو کچھ ہے اس سے اپنی ضرورت پوری کرلے، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آسانی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا سَمِعَ اَحَدُکُمُ النِّدَآءَ وَالْاِنَاءُ عَلٰی یَدِہٖ فَلَا یَضَعْہُ حَتّٰی یَقْضِیَ حَاجَتَہٗ مِنْہُ (ابو داؤد، کتاب الصوم باب الرجل یسمع النداء والاناء علی یدہ جزء اول ص۳۲۸ وسندہ صحیح۔ مرعاۃ المفاتیح جلد ۳ ص۲۲۴)

جب تم میں سے کسی شخص کے ہاتھ میں برتن ہو اور وہ اذان کی آواز سنے تو برتن کو نہ رکھے جب تک اس سے اپنی حاجت نہ پوری کرلے۔

(۲۱) فرض روزے کے متعلق بغیر عذر شرعی کسی کو اختیار نہیں کہ روزہ رکھے یا نہیں رکھے، اس لئے دن کے کسی حصہ میں بھی اگر اپنا اختیار استعمال کیا اور روزہ رکھنے کی نیت نہیں کی تو دن کے اس حصے کا روزہ بے نیت رہا حالانکہ نیت بڑی ضروری چیز ہے، مزید

برآں دن کے اس حصہ میں اس نے اپنے آپ کو مختار سمجھا حالانکہ دن کے اس حصہ میں بھی اُسے روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کا اختیار نہیں تھا، اُسے چاہیئے تھا کہ اپنے آپ کو روزہ رکھنے کے لئے مجبور پاتا اور صبح صادق ہی سے اللہ تعالےٰ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتا اور روزہ کی نیت کر لیتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ (صحیح بخاری کتاب الوحی باب کیف کان بدء الوحی جزء اول صـ۲) — اعمال کا دارومدار نیتوں پر موقوف ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ لَمْ یُجْمِعِ الصِّیَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَا صِیَامَ لَهٗ (ابوداؤد کتاب الصوم باب فی النیة فی الصوم جزء اول صـ۳۳۲ ورواہ الترمذی و النسائی۔ قال محمد ناصر الدین الألبانی اسنادہٗ صحیح ولا یعلہ وقف من اوقفہ۔ تعلیقات الالبانی علی المشکوٰۃ جزء اول صـ۶۲۲) — جو شخص روزوں کی نیت فجر سے یعنی صبح صادق سے پہلے نہ کرے تو اس کے روزے نہیں ہوتے۔

الغرض صبح صادق سے پہلے یعنی رات کے وقت ہی روزہ کی نیت کر لینا چاہیئے۔

نوٹ:۔ نیت دل کے ارادے کو کہتے ہیں۔ زبان سے نیت کرنا بدعت ہے۔

(۲۲) سورج غروب ہونے کے بعد بہت جلدی افطار کرے، افطار میں تاخیر نہ کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا یَزَالُ النَّاسُ بِخَیْرٍ مَّا عَجَّلُوا الْفِطْرَ۔ (صحیح بخاری کتاب الصیام باب تعجیل الافطار جزء ۳ صـ۴۷ وصحیح مسلم کتاب الصیام باب فضل السحور جزء اول صـ۳۴۳) — لوگ ہمیشہ خیر کے ساتھ رہیں گے جب تک افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔

حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ افطار میں دیر کرنا خیر سے محروم ہونا ہے۔

حضرت مسروق نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے کہا:۔

...ن مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں دو آدمی

كِلَاهُمَا لَا يَأْلُوعَنِ الْخَيْرِ أَحَدُهُمَا يُعَجِّلُ الْمَغْرِبَ وَالْإِفْطَارَ وَالْآخَرُ يُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ وَالْإِفْطَارَ۔

ہیں جو کسی نیکی کے حاصل کرنے میں کوتاہی نہیں کرتے لیکن ان میں سے ایک مغرب کی نماز اور افطار میں جلدی کرتے ہیں اور دوسرے مغرب کی نماز اور افطار میں تاخیر کرتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ نے پوچھا:۔

مَنْ يُعَجِّلُ الْمَغْرِبَ وَالْإِفْطَارَ؟

مغرب اور افطار میں جلدی کون کرتا ہے؟

مسروقؒ نے کہا: "عبداللہ"۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا:۔

هٰكَذَا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ (صحیح مسلم کتاب الصیام باب فضل السحور جزء اول ص۳۴۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے (یعنی جلدی افطار کرتے تھے اور جلدی مغرب کی نماز پڑھتے تھے)۔

(۲۳) افطار کرتے وقت یہ دعاء پڑھے۔

ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللهُ

(ترجمہ) پیاس چلی گئی، رگیں تر ہو گئیں اور انشاء اللہ اجر ثابت ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَفْطَرَ قَالَ ذَهَبَ الظَّمَأُ . . . .

(ابوداؤد، کتاب الصوم باب القول عند الافطار جزء اول ص۳۲۸ وسندہ صحیح مرعاۃ شرح مشکوٰۃ جزء ۳ ص۲۲۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب افطار کرتے تو یہ دعاء پڑھتے تھے ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللهُ

(۲۴) روزہ کھجور سے افطار کرے، اگر کھجور نہ ملے تو پانی سے افطار کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

إِذَا أَفْطَرَ أَحَدُكُمْ فَلْيُفْطِرْ عَلَى تَمْرٍ فَإِنَّهُ بَرَكَةٌ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ تَمْرًا فَالْمَاءُ فَإِنَّهُ طَهُورٌ (ترمذی کتاب الزکوٰۃ باب ما جاء فی الصدقۃ علی ذی القرابۃ ج ۱ اول ص۲۰۲)

جب تم میں کوئی افطار کرے تو کھجور سے افطار کرے اس لئے کہ کھجور برکت ہے، اگر کھجور نہ ملے تو پانی سے افطار کرے اس لئے کہ پانی پاک کرنے والا ہے۔

وکتاب الصوم باب ماجاء ما یستحب علیہ الافطار بدون قولہ فانہ برکۃ وھکذا رواہ ابوداؤد. فی کتاب الصوم باب ما یفطر علیہ جزء اول ص ۳۲۸ وسندہ صحیح ۔ مرعاۃ جلد ۳ ص ۲۲۵)

(نوٹ: نمک سے افطار کرنے کا کوئی ثبوت نہیں)

(۲۵) اگر غلطی سے غروب آفتاب سے پہلے افطار کرلے تو کوئی حرج نہیں۔

حضرت اسماءؓ کہتی ہیں:۔

اَفْطَرْنَا عَلٰی عَھْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ غَیْمٍ ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ۔ (صحیح بخاری کتاب الصیام باب اذا افطر فی رمضان ثم طلعت الشمس جزء ۳ ص ۴۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم نے ابر کے دن افطار کرلیا پھر سورج نکل آیا۔

(۲۶) اگر روزے میں بھولے سے کھالے، پی لے تو کوئی حرج نہیں۔ اُسے اپنا روزہ پورا کرنا چاہیئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا نَسِیَ فَاَکَلَ وَشَرِبَ فَلْیُتِمَّ صَوْمَہٗ فَاِنَّمَا اَطْعَمَہُ اللّٰہُ وَسَقَاہُ (صحیح بخاری کتاب الصیام باب الصائم اذا اکل او شرب ناسیا جزء ۳ ص ۴۰ وصحیح مسلم باب اکل الناسی وشربہ وجماعہ لا یفطر جزء اول ص ۴۶۷)

جب کوئی روزہ دار بھولے سے کھالے اور پی لے تو اُسے اپنا روزہ پورا کرنا چاہیئے، اس لئے کہ اُسے اللہ نے کھلایا اور پلایا ہے۔

(۲۷) اگر بحالت جنابت صبح ہوجائے تو کوئی حرج نہیں، نہاکر روزہ رکھ لے۔

حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں:۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُدْرِکُہُ الْفَجْرُ وَھُوَ جُنُبٌ مِنْ اَھْلِہٖ ثُمَّ یَغْتَسِلُ وَیَصُوْمُ (صحیح بخاری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (بعض مرتبہ) ایسی حالت میں صبح ہوتی تھی کہ آپ جنبی ہوتے تھے پھر آپ غسل کرتے اور روزہ رکھ لیتے۔

کتاب الصیام باب الصائم یصبح جنبا جزء۳ ص۳۸ وصحیح مسلم باب صحۃ صوم من طلع علیہ الفجر وھو جنب جزء اول ص۳۵۴)

(۲۸) اگر اپنی خواہشات پر قابو رکھ سکتا ہو تو روزہ میں اپنی بیوی کو پیار کر لینے اور پاس اٹھنے بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ وَ يُبَاشِرُ وَ هُوَ صَائِمٌ وَكَانَ أَمْلَكَكُمْ لِإِرْبِهِ (صحیح بخاری باب المباشرۃ للصائم جزء۳ ص۳۹ وصحیح مسلم باب بیان ان القبلۃ فی الصوم لیست محرمۃ جزء اول ص۳۵۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں پیار کرتے اور بدن سے بدن ملا کر بیٹھ جایا کرتے تھے (لیکن جماع نہیں کرتے تھے) اور آپ اپنی خواہشات پر تم سب سے زیادہ قابو رکھتے تھے۔

(۲۹) اگر قصداً روزہ توڑ دے تو کفارہ ادا کرے، کفارہ میں ایک غلام آزاد کرے، اگر غلام آزاد نہ کر سکے تو دو مہینے کے متواتر روزے رکھے، اگر یہ بھی نہ کر سکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں:۔

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ الْأَخِرَ وَقَعَ عَلَى امْرَأَتِهِ فِي رَمَضَانَ فَقَالَ أَتَجِدُ مَا تُحَرِّرُ رَقَبَةً قَالَ لَا قَالَ فَتَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ قَالَ لَا قَالَ أَفَتَجِدُ مَا تُطْعِمُ بِهِ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا قَالَ لَا فَأُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَقٍ فِيْهِ تَمْرٌ قَالَ أَطْعِمْ هٰذَا عَنْكَ قَالَ عَلَى أَحْوَجَ مِنَّا مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا أَهْلُ بَيْتٍ أَحْوَجُ مِنَّا وَفِي رِوَايَةٍ فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) قَالَ فَأَطْعِمْهُ أَهْلَكَ (صحیح بخاری باب المجامع فی رمضان... جزء۳ ص۴۲

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا "میں نے روزہ کی حالت میں جماع کر لیا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا تم ایک غلام آزاد کر سکتے ہو؟" اس نے کہا نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا تم مسلسل دو ماہ کے روزے رکھ سکتے ہو؟" اس نے کہا نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟" اس نے کہا نہیں۔ (کچھ دیر کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک برتن لایا گیا جس میں کھجوریں تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ان کو اپنی طرف سے کھلا دو" اس نے کہا کیا

(صحیح مسلم باب تغلیظ تحریم الجماع فی نہار رمضان جزء اول ص۱۵۴)

اپنے سے زیادہ ضرورتمند لوگوں کو؟ (مدینہ کے) دونوں سنگستانوں کے درمیان کوئی گھر ہم سے زیادہ ضرورتمند نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا "اپنے اہل (وعیال) ہی کو کھلادو"۔

(نوٹ:۔ اسلام میں کسی قسم کی سختی نہیں، آسانی ہی آسانی ہے، یہ حدیث دین کے آسان ہونے کا کھلا ثبوت ہے)

ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کا مطلب یہ ہے کہ ہر مسکین کو نصف صاع طعام دے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے دوران قربانی کرنے سے پہلے سر منڈانے کے فدیہ کے سلسلہ میں فرمایا تھا:۔

ثُمَّ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ اَوْ اَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِيْنَ لِكُلِّ مِسْكِيْنٍ نِصْفُ صَاعٍ مِّنْ طَعَامٍ (صحیح بخاری کتاب التفسیر ابواب تفسیر سورۃ البقرۃ جزء ۶ ص۳۳ وصحیح مسلم کتاب الحج باب جواز حلق الرأس للمحرم اذا کان بہ اذی جزء اول ص۳۹۵)

تین روزے رکھو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ (یعنی) ہر مسکین کو نصف صاع طعام دو۔

نوٹ:۔ طعام سے مراد وہ کھانا ہے جو عام طور پر کسی کے گھر میں کھایا جاتا ہے مثلاً گیہوں، چاول وغیرہ

(۳۰) عورت جب اذیّت ماہانہ میں ہو تو روزے نہ رکھے، بعد میں گنتی پوری کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلَيْسَ اِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ (صحیح بخاری باب الحائض تترک الصوم جزء ۳ ص۴۵)"

کیا یہ بات نہیں ہے کہ عورت جب اذیّت ماہانہ میں ہوتی ہے تو نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ روزے رکھتی ہے۔

حضرت عائشہ صدّیقہؓ فرماتی ہیں:۔

كَانَ يُصِيْبُنَا ذٰلِكَ فَنُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّوْمِ وَلَا نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّلٰوةِ (صحیح مسلم کتاب الحیض باب وجوب قضاء الصوم علی الحائض جزء اول ص۱۵۳)

ہمیں اذیّت ماہانہ ہوتی تھی تو ہمیں روزہ کی قضاء کا حکم دیا جاتا تھا لیکن نماز کی قضاء کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔

(۳۱) جو روزے بیماری، سفر یا اذیّت ماہانہ وغیرہ کی وجہ سے رہ جائیں تو انہیں شعبان تک پورا کرے۔

حضرت عائشہ صدّیقہؓ فرماتی ہیں:۔

كَانَ يَكُوْنُ عَلَيَّ الصَّوْمُ مِنْ رَمَضَانَ فَمَا اَسْتَطِيْعُ اَنْ اَقْضِيَ اِلَّا فِيْ شَعْبَانَ (صحیح بخاری باب متی یقضی قضاء رمضان جزء ۳ ص۴۵ و صحیح مسلم باب قضاء رمضان فی شعبان جزء اول ص۳۶۳)

مجھ پر رمضان کے روزے باقی ہوتے تھے، میں ان کے رکھنے پر قادر نہ ہوتی تھی مگر شعبان میں۔

(۳۲) اگر روزہ دار گرمی یا پیاس کی وجہ سے سر پر پانی ڈالے تو کوئی حرج نہیں۔

ایک صحابی کہتے ہیں:۔

رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْعَرْجِ یَصُبُّ عَلٰی رَاْسِہِ الْمَاءَ وَھُوَ صَائِمٌ مِنَ الْعَطَشِ اَوْ مِنَ الْحَرِّ (ابو داؤد کتاب الصوم باب الصائم یصب علیہ الماء من العطش جزء اول ص۳۲۹ و سندہ صحیح مرعاۃ جلد ۳ ص۲۴۷)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرج میں دیکھا کہ آپ روزے کی حالت میں پیاس یا گرمی کی وجہ سے اپنے سر پر پانی ڈال رہے تھے۔

نوٹ:۔ نفل روزوں کے مسائل ہم انشاء اللہ سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۳۵ کی تفسیر میں بیان کریں گے۔

عید الفطر

عید الفطر کے دن اس بات کے شکرانہ میں کہ اللہ تعالےٰ نے ہدایت بخشی اللہ تعالےٰ کی بڑائی بیان کرنی چاہیئے۔ اس سلسلہ میں ص۶۱۶ پر مندرجہ ذیل باتوں کا ذکر گزر چکا ہے

(۱) نماز عید دو رکعت فرض ہے۔ اس نماز کی پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد قرأت سے پہلے سات تکبیریں کہنی چاہئیں اور دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے پانچ تکبیریں کہنی چاہئیں۔

(۲) عورتوں کو حتیٰ کہ کنواری لڑکیوں کو اور ان عورتوں کو جو اذیت ماہانہ میں ہوں عیدگاہ جانا ضروری ہے۔

(۳) تمام مرد اور تمام عورتیں نماز پڑھیں البتہ جو عورتیں اذیت ماہانہ میں ہوں وہ نماز نہ پڑھیں بلکہ نماز کی جگہ سے علیحدہ بیٹھ جائیں لیکن جماعت المسلمین کی تکبیروں کے ساتھ تکبیریں کہتی رہیں، اور ان کی دعاء کے ساتھ دعاء مانگیں۔

(۴) تمام مردوں اور عورتوں کو دعاء کرنی چاہیئے اور

(۵) عید کی خیر و برکت اور طہارت و مغفرت کی امید رکھنی چاہیئے۔

اب ہم عید کے مزید مسائل بیان کرتے ہیں:۔

(۶) عید کی نماز کو روانہ ہونے سے پہلے زکوٰۃ الفطر ادا کرے، یہ زکوٰۃ ہر چھوٹے، بڑے، مرد و عورت، آزاد و غلام سب پر فرض ہے، اس کی مقدار ایک صاع طعام ہے جو ہر آدمی کی طرف سے ادا کیا جائے، طعام سے مراد وہ کھانا ہے جو عموماً کسی گھر میں کھایا جاتا ہے، مثلاً غلہ یا کھجور وغیرہ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى وَالصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاَمَرَ بِهَا اَنْ تُؤَدّٰى قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَى الصَّلٰوةِ (صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب فرض صدقۃ الفطر جزء ۲ ص ۱۶۱ و صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ الفطر جزء اول ص ۳۹۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمین میں سے ہر آزاد و غلام، مرد و عورت اور بڑے اور چھوٹے پر زکوٰۃ الفطر جس کی مقدار ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو ہے فرض کی ہے اور آپ نے حکم دیا ہے کہ یہ زکوٰۃ نماز عید کو جانے سے پہلے ادا کر دی جائے۔

حضرت ابو سعیدؓ کہتے ہیں:۔

كُنَّا نُخْرِجُ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ وَكَانَ طَعَامُنَا الشَّعِيْرُ وَالزَّبِيْبُ وَالْاَقِطُ وَالتَّمْرُ (صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب الصدقۃ قبل العید جزء ۲ ص ۱۶۲)

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد (مبارک) میں ایک صاع طعام دیا کرتے تھے اور اس زمانہ میں ہمارا طعام جو، کشمش، پنیر اور کھجور تھا۔

(۷) عید کے دن عمدہ کپڑے پہنے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

اَخَذَ عُمَرُ جُبَّةً مِّنْ اِسْتَبْرَقٍ تُبَاعُ فِي السُّوْقِ فَاَخَذَهَا فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ابْتَعْ هٰذِهٖ تَجَمَّلْ بِهَا لِلْعِيْدِ وَالْوُفُوْدِ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا هٰذِهٖ لِبَاسُ مَنْ لَّا خَلَاقَ لَهٗ (صحیح بخاری کتاب العیدین باب فی العیدین والتجمل فیہ جزء ۲ ص ۲۰ و صحیح مسلم کتاب اللباس ۲/۲۲۹)

عمرؓ نے بازار میں ایک ریشمی جُبّہ بکتا ہوا دیکھا وہ اُسے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول، اسے خرید لیجئے تاکہ آپ عید اور وفود کے لئے اس سے زینت کیا کریں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ لباس (یعنی ریشمی کپڑا) وہ شخص پہنے گا جس کا (آخرت میں) کوئی حصّہ نہ ہو۔

(۸) عیدکا اہتمام کرے، اگر عید کے دن بچیاں دف بجاکر گائیں تو کوئی حرج نہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں :-

دَخَلَ اَبُوْ بَکْرٍ وَعِنْدِیْ جَارِیَتَانِ مِنْ جَوَارِی الْاَنْصَارِ تُغَنِّیَانِ بِمَا تَقَاوَلَتِ الْاَنْصَارُ یَوْمَ بُعَاثَ وَفِیْ رِوَایَۃٍ تُدَفِّفَانِ وَتَضْرِبَانِ قَالَتْ وَلَیْسَتَا بِمُغَنِّیَتَیْنِ فَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍ اَمَزَامِیْرُ الشَّیْطَانِ فِیْ بَیْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَذٰلِكَ فِیْ یَوْمِ عِیْدٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا اَبَا بَکْرٍ وَفِیْ رِوَایَۃٍ دَعْھُمَا یَا اَبَا بَکْرٍ اِنَّ لِکُلِّ قَوْمٍ عِیْدًا وَھٰذَا عِیْدُنَا (صحیح بخاری کتاب العیدین باب سنۃ العیدین لاھل الاسلام و باب اذا فاتہ العید جزء ۲ صـ ۲۱ و صـ ۲۹ وصحیح مسلم باب الرخصۃ فی اللعب جزء اول صـ ۳۵۲ و صـ ۳۵۳)

عید کا دن تھا، میرے پاس دو انصاری لڑکیاں دف بجاکر وہ اشعار گا رہی تھیں جو انصار نے جنگ بعاث کے دن کہے تھے، وہ دونوں لڑکیاں گانے والی نہیں تھیں، اتنے میں ابوبکر داخل ہوئے، انہوں نے کہا کیا شیطانی باجے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے ابوبکر انہیں چھوڑ دو ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے"۔

(۹) عید کی نماز کو روانہ ہونے سے پہلے طاق کھجوریں کھائے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں :-

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَغْدُوْ یَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰی یَاْکُلَ تَمَرَاتٍ (صحیح بخاری کتاب العیدین باب الاکل یوم الفطر ۲/۲۱ وفی روایۃ وترا (حاکم سندہ صحیح المستدرک ۱/۲۹۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن عیدگاہ نہ جاتے جب تک چند کھجوریں نہ کھالیتے۔ حاکم کی روایت میں ہے کہ طاق کھجوریں کھاتے۔

(۱۰) عیدگاہ پہنچکر امام کو چاہیئے کہ دو رکعت نماز پڑھائے، عید کی نماز سے پہلے یا عید کی نماز کے بعد کوئی نماز نہ پڑھے، امام کے سامنے برچھی وغیرہ گاڑ دی جائے۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں :-

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلّٰی یَوْمَ الْفِطْرِ رَکْعَتَیْنِ لَمْ یُصَلِّ قَبْلَھَا وَلَا بَعْدَھَا (صحیح بخاری کتاب العیدین باب الخطبۃ بعد العید جزء ۲ صـ ۲۳ و صـ ۳ وصحیح مسلم جزء ۱ صـ ۳۵۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر کی نماز دو رکعت پڑھی، نہ اس سے پہلے کوئی نماز پڑھی اور نہ اس کے بعد کوئی نماز پڑھی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں :۔

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ تُرْکَزُ الْحَرْبَۃُ قُدَّامَہٗ یَوْمَ الْفِطْرِ وَ النَّحْرِ ثُمَّ یُصَلِّیْ (صحیح بخاری کتاب العیدین باب الصلوۃ الی الحربہ جزء۲ ص۲۵)

عید الفطر اور عید النحر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک برچھی گاڑ دی جاتی، پھر آپ نماز پڑھتے تھے۔

(۱۱) ہر رکعت میں قرأت سے پہلے تکبیریں کہے، پہلی میں سات اور دوسری میں پانچ (دلیل ص۶۱۶ پر ملاحظہ فرمائیں) سورۂ فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں سورۂ قٓ اور دوسری میں سورۂ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ یا پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی اور دوسری رکعت میں ھَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَۃِ پڑھے۔

حضرت واقد اللیثیؓ فرماتے ہیں :۔

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْرَأُ فِیْھِمَا بِقٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ وَ اقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ۔ (صحیح مسلم کتاب العیدین باب ما یقرأ بہ فی صلاۃ العیدین جزء اول ص۳۵۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کی دو رکعتوں میں سورۂ قٓ اور سورۂ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ پڑھتے تھے۔

حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں :۔

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْرَأُ فِی الْعِیْدَیْنِ وَفِی الْجُمُعَۃِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی وَھَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَۃِ (صحیح مسلم کتاب الجمعۃ باب ما یقرأ فی صلاۃ الجمعۃ جزء اول ص۳۴۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین اور جمعہ کی نماز میں سورۂ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی اور ھَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَۃِ پڑھتے تھے۔

(۱۲) امام کو چاہیئے کہ عید کی نماز کے بعد کھڑے ہو کر خطبہ دے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں :۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ فِی الْاَضْحٰی وَالْفِطْرِ ثُمَّ یَخْطُبُ بَعْدَ الصَّلٰوۃِ (صحیح بخاری کتاب العیدین باب المشی والرکوب الی العید جزء ۲ ص۲۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحی اور عید الفطر کے دن پہلے نماز پڑھتے، پھر خطبہ دیتے تھے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:۔

قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَصَلَّى فَبَدَأَ بِالصَّلٰوةِ ثُمَّ خَطَبَ فَلَمَّا فَرَغَ نَزَلَ (صحیح بخاری کتاب العیدین باب موعظة الامام النساء یوم العید جزء۲ مــ۲۷ و صحیح مسلم کتاب العیدین جزء اول مــ۳۵۰)

عید کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے نماز پڑھائی، پھر خطبہ دیا، جب آپ خطبہ سے فارغ ہوئے تو اتر گئے۔

(۱۳) اگر عورتوں نے خطبہ نہ سنا ہو تو امام کو چاہیئے کہ ان کے قریب جا کر ان کو بھی وعظ و نصیحت کرے، مرد اس وقت بھی بیٹھے رہیں، جائیں نہیں۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

أَشْهَدُ عَلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَصَلَّى قَبْلَ الْخُطْبَةِ فَرَاٰى أَنَّهُ لَمْ يُسْمِعِ النِّسَآءَ فَأَتَاهُنَّ ..... فَوَعَظَهُنَّ (صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب العرض فی الزکوٰۃ جزء۲ صــ۱۴۴ و صحیح مسلم کتاب العیدین جزء اول مــ۳۵۰)

میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھی، پھر آپ نے خیال کیا کہ آپ عورتوں کو نہ سنا سکے تو آپ ان کے پاس آئے اور ان کو بھی نصیحت کی۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ يُجْلِسُ الرِّجَالَ بِيَدِهٖ ثُمَّ أَقْبَلَ يَشُقُّهُمْ حَتّٰى جَآءَ النِّسَآءَ (صحیح بخاری کتاب العیدین باب موعظة الامام النساء جزء۲ مــ۲۷ و صحیح مسلم کتاب العیدین جزء اول مــ۳۴۹ و مــ۳۵۰ واللفظ لمسلم)

(جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی طرف چلے) گویا کہ وہ منظر اب بھی میری نگاہوں کے سامنے ہے کہ جس وقت آپ اپنے ہاتھ کے اشارے سے مردوں کو بٹھا رہے تھے، یہاں تک کہ آپ مردوں کو چیرتے ہوئے عورتوں کے پاس آئے۔

(۱۴) نماز لمبی پڑھائے اور خطبہ مختصر دے لیکن افراط تفریط سے بچتے ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

فَأَطِيْلُوا الصَّلٰوةَ وَاقْصُرُوا الْخُطْبَةَ۔ (صحیح مسلم کتاب الجمعة باب تخفیف الصلوٰۃ والخطبة جزء اول مــ۳۲۵)

نماز کو لمبا کیا کرو اور خطبہ کو مختصر کیا کرو۔

حضرت جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں:۔

فَکَانَتْ صَلَاتُهُ قَصْدًا وَ خُطْبَتُهُ قَصْدًا (صحیح مسلم کتاب الجمعة باب تخفیف الصلوٰۃ والخطبة جزءاول ص۲۸۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز اور خطبہ دونوں متوسط درجے کے ہوتے تھے (نہ افراط اور نہ تفریط)۔

(۱۵) خطبہ کے وقت امام کو چاہیئے کہ اپنے ہاتھ میں عصا یا کمان لے لے خطبہ کی ابتداء حمد و ثناء سے کرے

حضرت براءؓ فرماتے ہیں:۔

فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ اسْتَقْبَلَ النَّاسَ بِوَجْهِهٖ وَأُعْطِیَ قَوْسًا أَوْ عَصًا فَاتَّکَأَ عَلَیْهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰی عَلَیْهِ (رواہ احمد، بلوغ جزء ۶ ص۱۵۳ وروی نحوہ ابوداؤد فی کتاب الصّلوٰۃ، ابواب صلوٰۃ العیدین، باب الخطبة جزء اول ص۱۶۹ وسندہ صحیح۔ مرعاۃ جلد۲ ص۳۴۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتیں پڑھائیں، پھر سلام پھیرا، پھر لوگوں کی طرف منہ کیا، آپ کو ایک کمان یا عصا دیا گیا تو آپ نے اس پر سہارا لیا، پھر آپ نے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی۔

(۱۶) امام کو چاہیئے کہ لوگوں کو نصیحت کرے، احکام جاری کرے اور جو اہم باتیں ہوں وہ بتائے مثلاً جہاد وغیرہ کی تیاری کا حکم دے، تمام لوگ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے رہیں اور خطبہ سنتے رہیں۔

حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں:۔

وَالنَّاسُ جُلُوْسٌ عَلٰی صُفُوْفِهِمْ فَیَعِظُهُمْ وَ یُوْصِیْهِمْ وَیَأْمُرُهُمْ فَإِنْ کَانَ یُرِیْدُ أَنْ یَّقْطَعَ بَعْثًا قَطَعَهٗ أَوْ یَأْمُرَ بِشَیْءٍ أَمَرَ بِهٖ (صحیح بخاری کتاب العیدین، باب الخروج الی المصلی بغیر منبر جزء۲ ص۲۲ وصحیح مسلم کتاب العیدین جزءاول ص۳۵۱ واللفظ للبخاری)

تمام لوگ اپنی اپنی صفوں میں بیٹھے رہتے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں نصیحت کرتے، وصیت کرتے اور حکم دیتے۔ اگر کہیں لشکر روانہ کرنا ہوتا تو اس کو ترتیب دے دیتے یا اور کسی کام کا حکم دینا ہوتا تو اس کا حکم دے دیتے۔

(۱۷) خطبہ کے بعد راستہ بدل کر گھر واپس ہو۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں:۔

کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ إِذَا کَانَ یَوْمُ عِیْدٍ خَالَفَ الطَّرِیْقَ (صحیح بخاری کتاب العیدین باب من خالف الطریق اذا رجع جزء ۲ ص۲۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن واپسی میں راستہ بدل دیا کرتے تھے۔

(۱۸) اگر کسی عورت کے پاس عیدگاہ جانے کے لئے چادر نہ ہو تو اس کے ساتھ جانے والی عورت کو چاہیئے کہ اپنی چادر میں اُسے بھی چھپالے۔

حضرت ام عطیہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:۔

يَا رَسُولَ اللّٰهِ عَلٰى إِحْدَانَا بَأْسٌ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا جِلْبَابٌ أَنْ لَّا تَخْرُجَ

اے اللہ کے رسول، اگر ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو تو کیا اس پر کوئی گناہ ہے اگر وہ عیدگاہ نہ جائے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا (صحیح بخاری کتاب العیدین باب اذا لم یکن لها جلباب فی العید جزء ۲ ص۲۷ وروی مسلم نحوہٗ باب ذکر اباحۃ خروج النساء فی العیدین جزء اول ص۳۵۲)

اس کے ساتھ والی عورت کو چاہیئے کہ وہ اپنی چادر میں اُسے بھی چھپالے۔

(۱۹) عید کے دن جنگی مشقیں کرانا اچھا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:۔

وَكَانَ يَوْمَ عِيدٍ يَلْعَبُ السُّوْدَانُ بِالدَّرَقِ وَالْحِرَابِ (صحیح بخاری کتاب العیدین باب الحراب والدرق یوم العید جزء ۲ ص۲ وصحیح مسلم باب الرخصۃ فی اللعب جزء اول ص۳۵۳)

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ) عید کا دن تھا کچھ حبشی ڈھالوں اور ہتھیاروں سے کھیل رہے تھے۔

(۲۰) عید کی نماز بغیر اذان اور اقامت کے پڑھے۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں:۔

شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةَ يَوْمَ الْعِيدِ فَبَدَأَ بِالصَّلٰوةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ بِغَيْرِ أَذَانٍ وَّلَا إِقَامَةٍ (صحیح مسلم کتاب العیدین جزء اول ص۳۵۰)

میں نے عید کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی، آپ نے خطبہ سے پہلے بغیر اذان اور اقامت کے نماز عید پڑھی۔

(۲۱) عید کی نماز کھلے میدان میں ادا کرنی چاہیئے۔

حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں:۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ

يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْأَضْحٰى إِلَى الْمُصَلّٰى (صحیح بخاری کتاب العیدین باب الخروج الی المصلی بغیر منبر جزء۲ ص۲۲)

کے دن عیدگاہ تشریف لیجایا کرتے تھے۔

(۲۲) عید کی نماز، صبح کے وقت پڑھی جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْدُو إِلَى الْمُصَلّٰى (صحیح بخاری کتاب العیدین باب حمل العنزۃ جزء۲ ص۲۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت عیدگاہ جایا کرتے تھے۔

اعتکاف

اعتکاف کے متعلق ص۴۳ پر لکھا جا چکا ہے کہ

(۱) اعتکاف مسجد میں ہونا چاہیئے،

(۲) حالت اعتکاف میں بیوی کے پاس نہ آئے جائے،

(۳) اعتکاف رمضان کے آخری عشرہ میں کیا جائے،

(۴) حالتِ اعتکاف میں اپنے گھر نہ جائے، صرف قضائے حاجت کے لئے گھر جاسکتا ہے،

(۵) حالتِ اعتکاف میں اگر معتکف مسجد کے اندر رہتے ہوئے سر کو اپنے گھر کے اندر کر دے تو اس کی بیوی اس کا سر دھو سکتی ہے اور کنگھی کر سکتی ہے اگرچہ بیوی اذیت ماہانہ ہی میں کیوں نہ ہو۔

اب ہم اعتکاف کے مزید مسائل بیان کرتے ہیں۔

(۶) عورتیں بھی مسجد میں اعتکاف کر سکتی ہیں، اعتکاف کرنے والا مرد ہو یا عورت اس کے لئے مسجد میں کپڑے وغیرہ سے کوئی جگہ علیحدہ بنا دی جائے، صبح کی نماز کے بعد وہ اس جگہ داخل ہو جائے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَكُنْتُ أَضْرِبُ لَهُ خِبَاءً فَيُصَلِّي الصُّبْحَ ثُمَّ يَدْخُلُهُ فَاسْتَأْذَنَتْ حَفْصَةُ عَائِشَةَ أَنْ تَضْرِبَ خِبَاءً فَأَذِنَتْ لَهَا فَضَرَبَتْ خِبَاءً (صحیح بخاری کتاب الصیام باب اعتکاف النساء جزء۳ ص۶۳ وروی مسلم نحوہٗ کتاب الاعتکاف باب متی یدخل من اراد الاعتکاف فی معتکفہ جزء اول ص۳۷۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے، میں آپ کے لئے خیمہ لگوا دیا کرتی تھی، آپ اس میں صبح کی نماز کے بعد داخل ہو جایا کرتے تھے، ایک مرتبہ حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ سے اجازت لے کر اپنا خیمہ لگایا۔

اور ایک روایت میں یہ ہے کہ حفصہؓ نے عائشہؓ سے کہا کہ میرے لئے اجازت لے لو۔ انہوں نے اجازت لے لی۔

وفی روایۃ سَأَلَتْ حَفْصَۃُ عَائِشَۃَ أَنْ تَسْتَأْذِنَ لَہَا فَفَعَلَتْ (صحیح بخاری جزء ۳ ص۶۷ باب من اراد ان یعتکف ثم بدالہ ان یخرج)

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:۔

ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهٖ۔ (صحیح بخاری کتاب الصیام باب الاعتکاف فی العشر الأواخر جزء۳ ص۶۲ وصحیح مسلم کتاب الاعتکاف جزء اول ص۳۷۹)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد آپ کی بیویاں اعتکاف کرتی تھیں۔

(۷) اعتکاف کرنے والے سے اس کی بیوی مسجد میں آکر مل سکتی ہے، اعتکاف کرنے والا اپنی بیوی کو چھوڑنے جا سکتا ہے۔

ام المؤمنین حضرت صفیہؓ فرماتی ہیں:۔

أَنَّهَا جَاءَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزُورُهُ فِي اعْتِكَافِهٖ فِي الْمَسْجِدِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَتَحَدَّثَتْ عِنْدَهٗ سَاعَةً ثُمَّ قَامَتْ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهَا يَقْلِبُهَا حَتّٰى إِذَا بَلَغَتْ بَابَ الْمَسْجِدِ ۔ ۔ ۔ ۔ الخ (صحیح بخاری کتاب الصیام باب ھل یخرج المعتکف لحوائجہ الی باب المسجد جزء۳ ص۶۳)

کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رمضان کے آخری عشرہ میں جب آپ اعتکاف میں تھے ملنے آئیں اور کچھ دیر آپ سے باتیں کرتی رہیں، جب وہ واپس جانے لگیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو چھوڑنے کے لئے ان کے ساتھ گئے۔

(۸) اگر کوئی عورت مرض استحاضہ میں مبتلا ہو تو وہ بھی اعتکاف کر سکتی ہے، اگر ضرورت ہو تو اس کے نیچے طشت وغیرہ کچھ رکھ دینا چاہیئے (تاکہ خون نہ بہے)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:۔

اِعْتَكَفَتْ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةٌ مِنْ أَزْوَاجِهٖ مُسْتَحَاضَةٌ ۔ ۔ ۔ ۔ فَرُبَّمَا وَضَعْنَا الطَّسْتَ تَحْتَهَا وَهِيَ تُصَلِّي (صحیح بخاری کتاب الصیام باب اعتکاف المستحاضۃ جزء۳ ص۶۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی ایک بیوی نے اعتکاف کیا اور وہ استحاضہ کی بیماری میں مبتلا تھیں ۔ ۔ ۔ ۔ ہم کبھی کبھی انکے نیچے طشت رکھ دیا کرتے تھے (تاکہ خون اس میں جمع ہو جائے) اور وہ اس حالت میں نماز پڑھتی رہتی تھیں۔

نوٹ:۔ یہ خون اذیت ماہانہ کا نہیں تھا بلکہ ایک بیماری کا خون تھا۔

(۹) اگر کسی وجہ سے رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف نہ کر سکے تو شوال کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:۔

فَلَمْ يَعْتَكِفْ فِي رَمَضَانَ حَتَّى اعْتَكَفَ فِي آخِرِ الْعَشْرِ مِنْ شَوَّالٍ (صحیح بخاری باب الاعتکاف فی شوال جزء۳ ص۶۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں اعتکاف نہیں کیا پھر آپؐ نے شوال کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا۔

(۱۰) اگر چاہے تو بیس دن بھی اعتکاف کر سکتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں:۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ فِي كُلِّ رَمَضَانَ عَشَرَةَ أَيَّامٍ فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ اعْتَكَفَ عِشْرِيْنَ يَوْمًا (صحیح بخاری کتاب الصیام باب الاعتکاف فی العشر الاوسط من رمضان جزء۳ ص۶۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں دس دن اعتکاف کرتے تھے پھر جس سال آپ کا انتقال ہوا اس سال آپ نے بیس دن اعتکاف کیا۔

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۸﴾

ترجمہ اور آپس میں ایک دوسرے کے مال ناجائز طریقہ سے نہ کھایا کرو اور نہ مال کو (رشوۃً) حکام تک پہنچا کر اُسے اس بات کا ذریعہ بناؤ کہ باطل طریقہ سے لوگوں کے مال کا ایک حصّہ کھا جاؤ اور تم جانتے بھی ہو (کہ یہ بُرا کام ہے) ﴿۱۸۸﴾

معانی و مصادر (باطل) بَطَلَ، يَبْطُلُ، بُطْلٌ، بُطُوْلٌ، بُطْلَانٌ (ن) بُرا ہونا، فاسد ہونا۔
(تُدْلُوْا) اَدْلٰى، يُدْلِىْ، اِدْلَاءٌ (باب افعال) کنویں میں ڈالنا، ذریعہ بنانا [مادّہ دل و ہے]
(حُكَّام) حَكَمَ، يَحْكُمُ، حُكْمٌ و حُكُوْمَةٌ (ن) حکم دینا [حکّام = حاکم کی جمع]۔
(فَرِيْقًا) فَرَقَ، يَفْرُقُ، فَرْقٌ و فُرْقَانٌ (ض ن) علیحدہ کرنا [فَرِيْقٌ = حصہ، گروہ]۔
(اِثْمٌ) اَثِمَ، يَاْثَمُ، اِثْمٌ و اَثَمٌ و اَثَامَةٌ و مَاْثَمٌ (س) گناہ کرنا۔

تفسیر اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے حکم دیا کہ آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے نہ کھایا کرو، اسی چیز پر زور دیتے ہوئے ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ، وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ، اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝ (النسآء - ۲۹)

اے ایمان والو، آپس میں ایک دوسرے کے مال ناجائز طریقہ سے نہ کھایا کرو، سوائے اس صورت کے کہ تم آپس کی رضامندی سے تجارت کرو (اور اس کے ذریعہ جو منافع حاصل ہو تو اس منافع کو کھانا تمہارے

لئے جائز ہے) اور اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو، (اللہ نہیں چاہتا کہ تم ہلاک ہو) بے شک اللہ تم پر بڑا مہربان ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ ظَلَمَ مِنَ الْاَرْضِ شَيْئًا طُوِّقَهٗ مِنْ سَبْعِ اَرَضِيْنَ (صحیح بخاری کتاب المظالم باب اثم من ظلم شیئا من الارض جزء ۳ ص ۱۷۱)

جس نے دوسرے کی زمین میں سے ذرا سا قطعہ بھی ناحق لے لیا تو اس کو ساتوں زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ اَخَذَ مِنَ الْاَرْضِ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهٖ خُسِفَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلٰى سَبْعِ اَرَضِيْنَ (صحیح بخاری کتاب المظالم باب اثم من ظلم شیئا من الارض جزء ۳ ص ۱۷۱)

جس نے بغیر اپنے حق کے زمین میں سے کچھ لے لیا تو اُسے قیامت کے دن ساتوں زمینوں کے اندر دھسا دیا جائے گا (اور اس طرح ساتوں زمینیں اس کے گلے کا طوق بن جائیں گی)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ كَانَتْ لَهٗ مَظْلَمَةٌ لِاَحَدٍ مِنْ عِرْضِهٖ اَوْ شَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ اَنْ لَّا يَكُوْنَ دِيْنَارٌ وَّلَا دِرْهَمٌ اِنْ كَانَ لَهٗ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلَمَتِهٖ وَاِنْ لَمْ تَكُنْ حَسَنَاتٌ اُخِذَ مِنْ سَيِّاٰتِ صَاحِبِهٖ فَحُمِلَ عَلَيْهِ۔ (صحیح بخاری کتاب المظالم باب من کانت له مظلمة عند الرجل جزء ۳ ص ۱۷۱)

جس شخص نے کسی دوسرے کی عزت یا کسی اور چیز میں کسی قسم کا ظلم کیا ہو تو اُسے چاہیئے کہ آج معاف کرا لے اس سے پہلے کہ (وہ دن آجائے جس دن) نہ دینار ہوں گے اور نہ درہم۔ اگر ظالم کے اچھے عمل ہوں گے تو اس کے ظلم کی مقدار کے مطابق اس سے لے لئے جائیں گے اور اگر اچھے عمل نہیں ہوں گے تو مظلوم کے گناہ اس پر لاد دئے جائیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ وَّاِنَّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ اِلَيَّ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ اَنْ يَّكُوْنَ اَلْحَنَ بِحُجَّتِهٖ مِنْ بَعْضٍ فَاَقْضِيْ نَحْوَ مَا اَسْمَعُ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهٗ بِحَقِّ اَخِيْهِ شَيْئًا فَلَا يَاْخُذْهُ فَاِنَّمَا اَقْطَعُ لَهٗ قِطْعَةً مِّنَ النَّارِ (صحیح بخاری کتاب الاحکام باب موعظة الامام للخصوم جزء ۹ ص ۸۶)

میں ایک آدمی ہوں، تم میرے پاس جھگڑتے ہوئے آتے ہو، ہو سکتا ہے کہ تم میں سے ایک دوسرے سے زیادہ اچھی طرح اپنی دلیل کو پیش کر سکے اور میں جو کچھ سنوں اس کے مطابق فیصلہ کر دوں، تو اگر میں کسی شخص کو اس کے بھائی کے حق میں سے کچھ دینے کا فیصلہ کر دوں تو اس کو چاہیئے کہ اُسے نہ لے، اسلئے کہ میں اس کو دوزخ کا ایک ٹکڑا دے رہا ہوں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قاضی کے غلط فیصلہ سے کسی شخص کے لئے کوئی ایسی چیز جو اس کی نہ ہو جائز نہیں ہو سکتی۔ قاضی آدمی ہی ہوتا ہے، عالم الغیب نہیں ہوتا لہٰذا اُسے معلوم نہیں ہوتا کہ حقیقت میں اس چیز کا حقدار کون ہے اور یہی وجہ ہے کہ کبھی اس کا فیصلہ غلط بھی ہو جاتا ہے۔

دوسری چیز جس کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حرام کیا وہ رشوت ہے۔ رشوت دے کر کسی دوسرے کے مال کو حاصل کر لینا بھی ظلم ہے، دوسرے کی حق تلفی ہے، رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا دونوں مجرم اور ملعون ہیں، حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الرَّاشِیَ وَالْمُرْتَشِیَ [رواہ الترمذی وصححہ فی ابواب الاحکام (باب ماجاء فی الراشی والمرتشی فی الحکم) جزء اول ص۱۵۸]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے والے اور لینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

عمل

اے لوگو، کسی کا مال ناحق نہ کھائیے۔ نہ رشوت دیجئے اور نہ رشوت لیجئے، اگر آپ نے کسی کا مال ناجائز طریقہ سے لے لیا ہے تو اُسے واپس کر دیجئے یا اس کے مالک سے معاف کرا لیجئے، اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو قیامت کے دن سخت ندامت اور حسرت کا سامنا ہوگا اور عذاب الٰہی کو بھگتنا ہوگا۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ۭ قُلْ ھِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۭ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِھَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۱۸۹

ترجمہ (اے رسول) لوگ آپ سے نئے چاندوں کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ یہ لوگوں کے لئے اوقات معلوم کرنے اور (خاص طور پر) حج کے ایّام معلوم کرنے کا ذریعہ ہیں اور (اے لوگو) نیکی یہ نہیں ہے کہ تم گھروں میں ان کی پشت سے داخل ہو، بلکہ نیکی تو (تقویٰ کا نام ہے لہذا) جس شخص نے تقویٰ حاصل کر لیا (بس وہ نیکی کو پہنچ گیا) اور (اے لوگو) گھروں میں ان کے دروازوں سے ہی داخل ہوا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو تاکہ تم فلاح پا سکو ۝۱۸۹

معانی ومصادر (اَهِلَّة) هَلَّ يَهِلُّ، هَلٌّ (ن) ظاہر ہونا، خوش ہونا، تیز ہونا، چیخنا۔ اَهَلَّ، يُهِلُّ، اِهْلَالٌ (باب افعال) ظاہر ہونا، آواز بلند کرنا۔

[اَهِلَّةٌ = هِلَالٌ کی جمع۔ هِلَالٌ = نیا چاند]۔

(بِرٌّ) بَرَّ يَبِرُّ، بِرٌّ (ن، ض) اطاعت کرنا، نیکی کرنا۔

(مَوَاقِیۡت) وَقَتَ، یَقِتُ، وَقۡتٌ (ض) وقت مقرر کرنا۔
[مَوَاقِیت = میقات کی جمع ۔ میقات = وقت، وعدہ کی جگہ جس کے لئے وقت مقرر کیا گیا ہو، وہ جگہ جس میں وقت مقررہ پر جمع ہوں]

تفسیر ہر مہینہ کے شروع میں جو نیا چاند نظر آتا ہے اس کے متعلق لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اس کا کیا مقصد ہے، چاند کیوں گھٹتا، بڑھتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا چاند کا گھٹنا بڑھنا اوقات معلوم کرنے کا ذریعہ ہے، اسی سے ہر مہینہ کی ابتداء اور انتہاء معلوم ہوتی ہے، نئے چاند کے نظر آنے سے ہر مہینہ کا تعین ہو جاتا ہے اور ہر مہینہ کے تعین سے حج کا مہینہ معلوم ہو جاتا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اسلامی ماہ وسال کا حساب چاند کے ذریعہ ہونا چاہیئے۔ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

هُوَ الَّذِیۡ جَعَلَ الشَّمۡسَ ضِیَآءً وَّالۡقَمَرَ نُوۡرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعۡلَمُوۡا عَدَدَ السِّنِیۡنَ وَالۡحِسَابَ ؕ (یونس - ۵)

وہ (اللہ ہی) ہے جس نے سورج کو ضیاء اور چاند کو نور بنایا اور چاند کی منزلیں مقرر کیں تاکہ تم (مہینوں اور) سالوں کی گنتی اور حساب (وکتاب کا وقت) معلوم کر سکو۔

چاند کے حساب سے مہینہ ۲۹ دن کا ہوتا ہے یا ۳۰ دن کا، نہ ۲۹ دن سے کم کا ہوتا ہے اور نہ ۳۰ دن سے زیادہ کا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلشَّهۡرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا (وَفِیۡ رِوَایَةٍ وَخَنَسَ الۡاِبۡهَامَ فِی الثَّالِثَةِ) یعنی مَرَّةً تِسۡعَةً وَّ عِشۡرِیۡنَ وَمَرَّةً ثَلَاثِیۡنَ (صحیح بخاری کتاب الصوم باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نکتب ولا نحسب جزء ۳ ص۳۵ و باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا رأیتم الهلال فصوموا جزء ۳ ص۳۴ و صحیح مسلم کتاب الصیام باب وجوب صوم رمضان لرؤیة الهلال جزء اول ص۳۴۷ واللفظ للبخاری)

مہینہ اتنے دن کا ہوتا ہے اور اتنے دن کا، یعنی کبھی ۲۹ دن کا اور کبھی ۳۰ دن کا، (دنوں کی تعداد آپ نے انگلیوں کے ذریعہ بتائی، انتیس کی تعداد بتاتے وقت) آپ نے تیسری مرتبہ میں انگوٹھے کو بند کر لیا۔

اگر ۲۹ تاریخ کو ابر کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے تو ۳۰ دن پورے کرنے چاہئیں؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ لَيْلَةً فَلَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ (صحیح بخاری کتاب الصوم باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا رأیتم الھلال فصوموا جزء ۳ ص۳۴)

مہینہ ۲۹ دن کا بھی ہوتا ہے لہذا جب تک (شعبان کی ۲۹ تاریخ کو) چاند نظر نہ آئے اگلے دن روزہ نہ رکھو، اگر ابر ہو تو (شعبان کے) تیس دن پورے کرو (پھر روزہ رکھو)۔

اگر ۲۹ تاریخ کو چاند نظر نہ آئے تو دوا یک دن بعد چاند کو دیکھ کر یہ فیصلہ نہ کرے کہ یہ چاند فلاں تاریخ کا ہے بلکہ تاریخ کا حساب اسی رات سے لگائے جس رات کو چاند دیکھا ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّ اللّٰهَ مَدَّهٗ لِلرُّؤْيَةِ فَهُوَ لِلَيْلَةٍ رَأَيْتُمُوْهُ (صحیح مسلم کتاب الصوم باب بیان انه لا اعتبار بکبر الھلال جزء اول ص۳۴۸)

بے شک اللہ ہی نے چاند کی رُویت میں تاخیر کر دی لہذا وہ اُسی رات کا مانا جائے جس رات کو تم نے اُسے دیکھا تھا۔

رمضان کے لئے شعبان کا چاند دیکھنے اور اس کی تاریخوں کو یاد رکھنے کی کوشش کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَحْصُوْا هِلَالَ شَعْبَانَ لِرَمَضَانَ (ترمذی کتاب الصوم باب ما جاء فی احصاء ھلال شعبان جزء اول ص۲۱۳ وسندہ صحیح۔ مرعاۃ جزء ۳ ص۲۱۲)

رمضان کے لئے شعبان کی تاریخیں گنتے رہو۔

اگر دو معتبر آدمی چاند دیکھنے کی شہادت دیں تو ان کی شہادت کو تسلیم کرے۔ حضرت حارث بن حاطب رض کہتے ہیں:۔

عَهِدَ اِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَّنْسُكَ لِلرُّؤْيَةِ فَاِنْ لَّمْ نَرَهٗ وَشَهِدَ شَاهِدَا عَدْلٍ نَّسَكْنَا بِشَهَادَتِهِمَا (ابوداؤد کتاب الصوم باب شھادۃ رجلین علی رؤیۃ ھلال شوال جزء اول ص۳۲۶ وسندہ صحیح۔ بلوغ الامانی جزء ۹ ص۲۶۷)

ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد لیا ہے کہ ہم چاند دیکھ کر ارکان اسلام بجالائیں، اگر ہمیں چاند نظر نہ آئے اور دو معتبر آدمی چاند دیکھنے کی گواہی دیں تو ان کی شہادت کی بنیاد پر ہم ارکانِ اسلام بجالائیں۔

اگر کسی ایسے مقام پر جو بہت زیادہ دور نہ ہو چاند نظر آجائے تو وہاں کی رویت کو تسلیم کر کے ارکان اسلام ادا کرے۔

اَنَّ رَكْبًا جَاءُوْا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّهُمْ رَاَوُا الْهِلَالَ بِالْاَمْسِ فَاَمَرَهُمْ اَنْ يُّفْطِرُوْا وَاِذَا اَصْبَحُوْا اَنْ يَّغْدُوْا اِلٰى مُصَلَّاهُمْ (ابوداؤد کتاب العیدین باب اذا لم یخرج الامام للعید جزء اول ص۱۷۰ وسندہ صحیح ۔ نیل الاوطار جزء۴ ص۱۶۰)

ایک قافلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، قافلہ والوں نے گواہی دی کہ انہوں نے شام کو چاند دیکھا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمین کو حکم دیا کہ افطار کریں اور دوسرے دن صبح کو عیدگاہ جائیں۔

قرآن مجید کی آیات اور احادیث مذکورہ بالا سے ثابت ہوگیا کہ مہینوں کا تعین چاند کی رویت سے کرنا چاہئے، مزید برآں سال کے بارہ مہینے تسلیم کرنے چاہئیں جیسا کہ ارشاد باری ہے:۔

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ۔ (التوبۃ - ۳۶)

اللہ کے نزدیک اللہ کی شریعت میں مہینوں کی گنتی بارہ ہے۔

ان بارہ مہینوں میں چند مہینے حج کا احرام باندھنے کے لئے مقرر ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ۔ (البقرۃ - ۱۹۶)

حج کے چند مقررہ مہینے ہیں۔

آیتِ زیر تفسیر سے معلوم ہوا کہ حج کے ان مہینوں کا تعین بھی رویت ہلال سے ہوگا۔

شانِ نزول

آیتِ زیر تفسیر کے دوسرے حصہ میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے "وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا ....." (نیکی یہ نہیں کہ تم گھروں میں ان کی پشت سے داخل ہو .....)، آیت کے اس حصہ کے شانِ نزول کے سلسلہ میں حضرت براءؓ فرماتے ہیں:۔

كَانَتِ الْاَنْصَارُ اِذَا حَجُّوْا فَجَاءُوْا لَمْ يَدْخُلُوْا مِنْ قِبَلِ اَبْوَابِ بُيُوْتِهِمْ وَلٰكِنْ مِنْ ظُهُوْرِهَا فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَدَخَلَ مِنْ قِبَلِ بَابِهٖ فَكَاَنَّهٗ عُيِّرَ بِذٰلِكَ فَنَزَلَتْ " وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ ..... (صحیح بخاری کتاب المناسك باب قول الله تعالیٰ وأتوا البیوت من ابوابہا جزء۳ ص۹ و ص۱۰ وصحیح مسلم کتاب التفسیر جزء۲ ص۴۰۹)

انصار جب حج کرکے آتے تو اپنے گھروں میں دروازوں سے داخل نہیں ہوتے تھے بلکہ گھروں کی پشت سے داخل ہوا کرتے تھے، ایک انصاری (نے اس دستور کی خلاف ورزی کی اور وہ) دروازہ سے گھر میں داخل ہوگیا، اس بات پر اس کو عار دلائی گئی، اُس وقت اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

تفسیر اس آیت کو نازل فرما کر اللہ تعالےٰ نے ایام جاہلیت کی ایک لغو رسم کو ختم کر دیا، اللہ تعالےٰ نے فرمایا گھروں میں ان کی پشت سے داخل ہونا کوئی نیکی نہیں ہے، (وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى) نیکی تو درحقیقت تقوےٰ سے حاصل ہوتی ہے، لہذا تقویٰ حاصل کرو اور گھروں میں ان کی پشت سے داخل ہونے کے بجائے ان کے دروازوں سے ہی داخل ہوا کرو، (اسی میں شرافت بھی ہے اور وقار بھی)، پھر فرمایا (وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ) اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہو، تقویٰ اختیار کرو، نجات کا دارومدار تقویٰ پر ہے نہ کہ فضول رسموں کی پیروی پر۔

عمل

اے لوگو، مہینوں کا اور تاریخوں کا تعین چاند کے حساب سے کیجئے۔ حج بھی چاند کے حساب سے کیجئے۔
اے لوگو، خود ساختہ رسموں کی پیروی نیکی نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہئے۔ نیکی درحقیقت اسی کا نام ہے۔

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ
يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ
لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿١٩٠﴾ وَاقْتُلُوهُمْ
حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُمْ
مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ وَالْفِتْنَةُ
أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ
عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّىٰ
يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ فَإِنْ قَاتَلُوكُمْ
فَاقْتُلُوهُمْ كَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ﴿١٩١﴾

فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۲﴾
وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ
يَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْا
فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹۳﴾
اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ
وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ فَمَنِ اعْتَدٰى
عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا
اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا
اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾

ترجمہ اور (اے ایمان والو) اللہ کے راستے میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں لیکن (کسی قسم کی) زیادتی نہ کرنا (کیونکہ) اللہ (تعالٰی) زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا (۱۹۰) اور ان لوگوں کو (جو تم سے برسرِ پیکار ہیں) جہاں کہیں تم پاؤ قتل کر دو اور جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا تھا تم بھی انہیں وہاں سے نکال دو (اور اس بات کو یاد رکھو کہ) فتنہ (و فساد) قتل سے زیادہ برا ہے، البتہ مسجد حرام کے قریب ان سے نہ لڑنا جب تک وہ وہاں تم سے جنگ (کی ابتداء) نہ کریں، پھر اگر وہ (مسجد حرام کے قریب) تم سے جنگ (کی ابتداء) کریں تو انہیں قتل کر ڈالو، ایسے کافروں کی یہی سزا ہے (۱۹۱) لیکن اگر وہ (کفر و شرک اور مسجد حرام کے قریب جنگ کرنے سے) باز آجائیں تو (اللہ انہیں معاف کر دیگا کیونکہ) اللہ (بڑا) غفور رحیم ہے (۱۹۲) اور (اے ایمان والو) ان سے اس وقت تک لڑتے رہو جب تک فتنہ (و فساد) ختم نہ ہو جائے اور (اللہ کی زمین پر) اللہ کا دین نافذ نہ ہو جائے، پھر اگر وہ (فتنہ و فساد سے) باز آجائیں تو (ان میں سے) کسی پر زیادتی نہ کرو، البتہ جو ظالم ہیں (ان کو ضرور سزا دو) (۱۹۳) (اور اے ایمان والو، حرمت والے مہینوں کا ادب کیا کرو مگر اس شرط کے ساتھ کہ) اگر کافر حرمت والے مہینہ کا ادب کریں تو تم بھی حرمت والے مہینہ کا ادب کرو کیونکہ حرمتوں کا لحاظ تو ادلے بدلے کی چیز ہے، پھر اگر وہ تم پر زیادتی کریں تو جیسی زیادتی وہ تم پر کریں ویسی ہی زیادتی تم بھی ان پر کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور (اس بات کو اچھی طرح) جان لو کہ اللہ متقین (یعنی ڈرنے والوں) کے ساتھ ہے (۱۹۴)

معانی و مصادر

(قَاتِلُوْا) (یُقَاتِلُوْنَکُمْ) قَاتَلَ، یُقَاتِلُ، مُقَاتَلَۃٌ وقِتَالٌ (باب مفاعلہ) لڑنا۔

(لَاتَعْتَدُوْا) (مُعْتَدِیْنَ) اِعْتَدٰی، یَعْتَدِیْ، اِعْتِدَاءٌ (باب افتعال) زیادتی کرنا۔

(یُحِبُّ) اَحَبَّ، یُحِبُّ، اِحْبَابٌ (باب افعال) پسند کرنا، محبت کرنا۔

(ثَقِفْتُمْ) ثَقِفَ، یَثْقَفُ، ثَقْفٌ، (س) پانا۔

(اَخْرِجُوْا) (اَخْرَجُوْا) اَخْرَجَ، یُخْرِجُ، اِخْرَاجٌ (باب افعال) نکالنا۔

(فِتْنَۃٌ) فَتَنَ، یَفْتِنُ، فِتْنَۃٌ (ض) گمراہ کرنا، آزمائش کرنا، سونے کو پگھلا کر صاف کرنا۔

فَتَنَ، یَفْتِنُ، فَتْنٌ و فُتُوْنٌ (ض) فتنہ میں ڈالنا، فتنہ میں مبتلا ہونا۔

(اَشَدُّ) شَدَّ، یَشُدُّ، شَدٌّ (ن) بلند ہونا، قوی کرنا، گرہ مضبوط کرنا

شَدَّ، یَشِدُّ، شِدَّۃٌ (ض) قوی ہونا [شدید = قوی، اَشَدُّ اسم تفضیل ہے]

(حرام) حَرُمَ، یَحْرُمُ، حَرَمٌ و حَرَامٌ و حَرُمٌ، یَحْرُمُ، حُرْمٌ و حُرُمٌ و حُرْمَۃٌ و حَرَامٌ (س ك) حرام ہونا [حُرْمَۃٌ = عزت، اس کی جمع حُرُمَات ہے]

(جَزَاءٌ) جَزٰی، یَجْزِیْ، جَزَاءٌ (ض) بدلہ دینا

(اِنْتَھَوْا) اِنْتَھٰی، یَنْتَھِیْ، اِنْتِھَاءٌ (باب افتعال) انتہا کو پہنچنا، رک جانا۔

(عُدْوَان) عَدَا، یَعْدُوْ، عَدْوٌ و عُدُوٌّ و عَدَاءٌ و عُدْوَانٌ (ن) زیادتی کرنا، ظلم کرنا۔

(قِصاص) قَاصَّ، يُقَاصُّ، مُقَاصَّةٌ وقِصَاصٌ (باب مفاعلہ) بدلہ لینا۔

تفسیر ان آیات میں اللہ تعالٰے نے مسلمین کو جنگ کرنے کی اجازت دی، لیکن یہ اجازت مشروط ہے، جنگ کرنے کی اجازت صرف اس صورت میں دی گئی ہے کہ کافر جنگ کرنے پر آمادہ ہوں اور جنگ کی ابتداء کر چکے ہوں، اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ○
(الحج۔ ۳۹)

مسلمین کو جن سے کفار بر سر پیکار ہیں اجازت دی جاتی ہے (کہ وہ بھی جوابی کارروائی کریں)، اس لئے کہ ان پر ظلم ہو رہا ہے۔ بے شک اللہ (ان کی مدد کریگا اور وہ) ان کی مدد پر قادر ہے۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ○
(التوبة۔ ۳۶)

(اے ایمان والو) تم تمام مشرکین سے لڑو جس طرح وہ سب تم سے لڑتے ہیں اور (اسے اچھی طرح) جان لو کہ اللہ متّقیوں کے ساتھ ہے (اگر تم متّقی رہے تو ضرور تمہاری مدد کریگا)۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ○
(البقرة۔ ۲۴۴)

(اے ایمان والو) اللہ کے راستہ میں لڑو اور (اسے اچھی طرح) جان لو کہ بے شک اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ ۚ فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ○
(الانفال۔ ۳۹)

(اے ایمان والو) کافروں سے لڑو یہاں تک کہ (ملک میں) فتنہ (وفساد) باقی نہ رہے اور پوری طرح سے اللہ کا دین نافذ ہو جائے، پھر اگر وہ (فتنہ وفساد سے) باز آ جائیں تو اللہ بے شک ان کے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَرْصُوصٌ ○
(الصف۔ ۴)

بے شک اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کے راستہ میں (ایسی) صف بنا کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

الغرض ضرورت کے وقت تمام مؤمنین کو اللہ تعالٰے کے راستہ میں لڑنا چاہیئے، اللہ تعالٰے

کے راستہ میں لڑنے کا مطلب یہ ہے کہ صرف اس لئے لڑے کہ اللہ تعالےٰ کا کلمہ بلند ہو، اسلام کا بول بالا ہو، ہر جگہ اللہ تعالےٰ کا دین، اللہ تعالےٰ کا قانون نافذ ہو جائے، غیر اللہ کے قانون ملیا میٹ ہو جائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (صحیح بخاری کتاب الجہاد باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا جزء ۴ ص ۲۵ وصحیح مسلم کتاب الامارۃ باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا جزء ۲ ص ۱۵۶)

جو اس لئے لڑتا ہے کہ اللہ کا کلمہ سر بلند ہو تو بس وہ اللہ کے راستہ میں لڑتا ہے۔

جنگ کی اجازت دیتے ہوئے اللہ تعالےٰ نے مسلمین پر کچھ پابندی بھی عائد کر دی اور وہ یہ کہ کفار پر کسی قسم کی زیادتی نہ کرنا، اللہ تعالےٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا یعنی اللہ تعالےٰ ایسے مسلمین کو بھی پسند نہیں کرتا جو ظلم و زیادتی کرتے ہوں، اسلام قبول کرنے کے بعد اللہ تعالےٰ کے قواعد و ضوابط کی پابندی ہر مسلم پر لازمی ہوتی ہے، لیکن اگر کوئی شخص اسلام قبول کرنے کے بعد ان قواعد و ضوابط کی پابندی نہ کرے اور ظلم و زیادتی کا ارتکاب کرے تو اس کا ایمان اور اسلام اس کو ظلم و زیادتی کے گناہ کی معافی کی ضمانت نہیں دیتا، اللہ تعالیٰ کا قانون سب کے لئے یکساں ہے، اگر مسلم بھی زیادتی کرتا ہے تو وہ اللہ تعالےٰ کو ناراض کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی قانوناً جرم ہے اور موجب عذاب ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے قوانین اس لئے نازل کرتا ہے کہ ان کے ذریعہ دنیا میں امن وامان قائم کیا جائے، لیکن صرف نازل کر دینے سے امن وامان قائم نہیں ہوتا بلکہ امن وامان ان کے نفاذ سے قائم ہوتا ہے۔ نفاذ کے لئے مسلم قوم کے پاس اقتدار اور غلبہ ہونا ضروری ہے، اگر مسلم قوم کے پاس اقتدار اور غلبہ نہیں تو ظاہر ہے کہ مخالف قومیں اُسے نیست ونابود کر دیں گی، لہٰذا مسلم قوم کو ہر وقت اس بات کی کوشش کرتے رہنا چاہیئے کہ اُسے اقتدار اور غلبہ حاصل ہو۔ ابتداء میں اس کام کے لئے صرف تبلیغ کی جاتی ہے، مسلمین کی تعداد کو بڑھایا جاتا ہے، اس کے لئے ہر قسم کی قربانیاں دی جاتی ہیں، ہر قسم کے مصائب کو برداشت کیا جاتا ہے اور جب مسلمین کی تعداد کافی ہو جاتی ہے تو پھر بتدریج مسلم قوم خود بخود اقتدار اور غلبہ حاصل کر لیتی ہے۔ اقتدار اور غلبہ حاصل کرنے کے بعد مسلم قوم قوانین الٰہیہ کے نفاذ کا دائرہ وسیع کرتی جاتی ہے اور اس سلسلہ میں جو رکاوٹ آتی ہے اُسے دور کرتی ہے، حتیٰ کہ رکاوٹ دور کرنے کے لئے بعض دفعہ جنگ بھی کرنی پڑتی ہے۔

اسلامی قوانین کے نفاذ کے لئے اگر راہ ہموار مل جائے تو کبھی جنگ کی ضرورت پیش نہ آئے، راہ ہموار ملنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ غیر مسلم قوم مسلم بن کر قوانین الٰہیہ کو تسلیم کرلے اور ان کی تابع ہو جائے۔ دوسری یہ کہ غیر مسلم قوم مسلم قوم کے ہاتھ میں اقتدار دے کر ماتحت بننا قبول کرے اور اس ماتحتی کی علامت کے طور پر

مسلم قوم کو جزیہ ادا کرے تاکہ مسلم قوم اس غیر مسلم قوم کی جان و مال کی حفاظت کی پوری طرح ذمہ داری لے۔

اگر راہ ہموار نہ ملے اور غیر مسلم قوم اسلامی قوانین کے نفاذ کی راہ میں سدِّ راہ بن جائے اور جنگ کی ابتداء کرے تو مسلم قوم بھی مجبوراً جنگ کرتی ہے۔ پھر جنگ میں فتح حاصل کر کے مفتوحہ ملک میں بھی اسلامی قوانین نافذ کرتی ہے۔

اسلام، قوانین الہیہ کے نفاذ کی ایک مسلسل تحریک ہے، جیسے ہی یہ تحریک جمود کا شکار ہوتی ہے مسلم قوم مائل بہ زوال ہو جاتی ہے اور حکومت الہیہ آہستہ آہستہ ختم ہو جاتی ہے۔

الغرض اللہ تعالےٰ نے حکم دیا کہ اے ایمان والو، ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں جو تمہیں اسلامی قوانین کے نفاذ سے روکتے ہیں۔ لیکن زیادتی نہ کرنا۔ پھر فرمایا (وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ) دورانِ جنگ ان مخالفین کو جہاں پاؤ قتل کر دو۔

مندرجہ بالا تین احکام دینے کے بعد اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ (۴) نفاذ اسلام کے ابتدائی دور میں کافر قوم نے جہاں سے تمہیں نکالا تھا، اب قوت و غلبہ حاصل کر کے تم انہیں وہاں سے نکال دو۔ اس آیت کا حکم عام بھی ہے، اور اس میں ایک خاص واقعہ کی طرف بھی اشارہ ہے۔ اسلام کا آغاز مکہ معظمہ سے ہوا۔ کفار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین کو مکہ معظمہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے مدینہ منورہ میں پناہ لی، لیکن کافر قوم نے یہاں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ مدینہ منورہ پر حملہ کر کے تحریک اسلام کو ختم کرنے کی کوشش کی تو اللہ تعالےٰ نے جنگ کی اجازت دے کر اُن کی تمام کوششوں پر پانی پھیر دیا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے یہاں تک حکم دے دیا کہ اے ایمان والو، اب تم غلبہ حاصل کرو اور تم انہیں مکہ معظمہ سے نکال دو جس طرح انہوں نے تمہیں مکہ معظمہ سے نکالا تھا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ۔ (الممتحنة-۱)	اے ایمان والو یہی تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے رسول کو اور تم کو صرف اس لئے (مکہ سے) نکالا تھا کہ تم اپنے رب، اللہ پر ایمان لے آئے تھے (ایسے لوگ کسی رعایت کے مستحق نہیں ہیں)۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (الممتحنة-۹)	اللہ تمہیں ایسے لوگوں سے دوستی کرنے سے منع کرتا ہے جو دین کے بارے میں تم سے لڑتے ہیں، جنہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے کے سلسلہ میں ایک دوسرے کی مدد کرتے رہے۔ (اس حکم کے بعد بھی) جو لوگ اُن سے دوستی رکھیں گے وہ ظالم ہونگے۔

پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے (وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ) فتنہ انگیزی قتل سے زیادہ بُری چیز ہے

اسلامی قوانین کے نفاذ کے سلسلہ میں اگر جنگ کی جاتی ہے تو ظاہر ہے کہ دونوں طرف کے چند آدمیوں کی جانیں ضائع ہوتی ہیں، لیکن ان چند آدمیوں کی جانیں ضائع ہو جانے کے نتیجہ میں جو قانون نافذ ہوتا ہے وہ اس سے کئی گنا جانی و مالی نقصان کے لئے رکاوٹ بن جاتا ہے، ایک جان جاتی ہے، لیکن سینکڑوں جانیں محفوظ ہو جاتی ہیں، ایک جان کی قربانی سے اگر سینکڑوں جانیں بچ جائیں تو یہ سودا بہت سستا ہے۔ الغرض فتنہ انگیزی، فساد، بدامنی اور احکام الٰہی سے بغاوت و سرتابی، کفر و شرک یہ چیزیں قتل سے زیادہ بُری ہیں۔

جنگ کے سلسلہ میں پانچواں حکم اللہ تعالےٰ نے یہ دیا کہ (وَلَا تُقٰتِلُوْھُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ) اے ایمان والو مسجد حرام کے قرب و جوار میں جنگ نہ کرنا جب تک کافر جنگ نہ کریں، اگر وہ حرم کے علاقہ میں جنگ کی ابتداء کریں تو اس جُرم کی سزا یہ ہے کہ ان سب کو قتل کر دیا جائے، ایسے کافروں کی یہی سزا ہے، ہاں اگر وہ (توبہ کر کے) کفر و سرکشی سے باز آجائیں تو اللہ تعالےٰ غفور رّحیم ہے، معاف کر دیگا۔

جنگ کے سلسلہ میں اللہ تعالےٰ نے چھٹا حکم یہ دیا (وَقٰتِلُوْھُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَةٌ) کہ اے ایمان والو، قوانین الہیّہ سے بغاوت کرنے والوں سے اُس وقت تک جنگ جاری رکھو جب تک فتنہ و فساد ختم نہ ہو جائے، کفر و شرک کا زور نہ ٹوٹ جائے، (وَیَکُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰهِ) پوری طرح اللہ تعالےٰ کا دین نافذ نہ ہو جائے اور کوئی قانون باقی نہ رہے سوائے اللہ تعالےٰ کے قانون کے۔ اللہ تعالےٰ اپنے قانون کی برتری چاہتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث کرنے کا مقصد ہی یہی ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْھُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ، وَ کَفٰی بِاللّٰهِ شَھِیْدًا ۝ (الفتح - ۲۸)	وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا تاکہ اس دینِ حق کو تمام دینوں پر غالب کرے اور (اس دین کے حق ہونے اور بالآخر غالب ہونے پر) اللہ اکیلے کی گواہی کافی ہے۔

اسلام کے ابتدائی دور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملک میں بدامنی کی شکایت سُن کر شکایت کرنے والے سے فرمایا تھا:-

اَمَّا قَطْعُ السَّبِیْلِ فَاِنَّهٗ لَا یَاْتِیْ عَلَیْكَ اِلَّا قَلِیْلٌ حَتّٰی تَخْرُجَ الْعِیْرُ اِلٰی مَکَّةَ بِغَیْرِ خَفِیْرٍ (صحیح بخاری کتاب الزکوۃ باب الصدقۃ قبل الرّد جزء ۲ صہ ۱۳۵)	رہزنی کا حال یہ ہے کہ زیادہ عرصہ نہیں گذرے گا کہ (وہ بالکل ختم ہو جائے گی اور) اتنا امن ہو جائیگا کہ (مدینہ سے) مکّہ جانے والا قافلہ بغیر کسی محافظ کے جایا کرے گا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عدیؓ کو مخاطب کر کے فرمایا:-

یَا عَدِیُّ ھَلْ رَاَیْتَ الْحِیْرَةَ ؟	اے عدی، کیا تم نے حیرہ دیکھا ہے ؟

حضرت عدیؓ نے عرض کیا:-

لَمْ اَرَهَا وَقَدْ اُنْبِئْتُ عَنْهَا۔

میں نے اُسے دیکھا تو نہیں البتہ اس کا ذکر سنا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

فَإِنْ طَالَتْ بِكَ حَيَاةٌ لَتَرَيَنَّ الظَّعِينَةَ تَرْتَحِلُ مِنَ الْحِيرَةِ حَتَّى تَطُوفَ بِالْكَعْبَةِ لَا تَخَافُ أَحَدًا إِلَّا اللهَ

اگر تمہاری عمر دراز ہوئی تو تم ضرور دیکھو گے کہ ایک عورت حیرہ سے روانہ ہو گی یہاں تک کہ وہ (مکہ معظمہ پہنچ کر) کعبہ کا طواف کرے گی اور اُسے اللہ کے علاوہ کسی کا خوف نہیں ہو گا۔

حضرت عدیؓ فرماتے ہیں:۔

فَرَأَيْتُ الظَّعِينَةَ تَرْتَحِلُ مِنَ الْحِيرَةِ حَتَّى تَطُوفَ بِالْكَعْبَةِ لَا تَخَافُ إِلَّا اللهَ

میں نے دیکھا ہے کہ ایک عورت حیرہ سے روانہ ہوتی ہے، یہاں تک کہ کعبہ کا طواف کرتی ہے، اُسے کسی کا ڈر نہیں ہوتا سوائے اللہ کے۔

(صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب علامات النبوۃ جزء ۴ صفحہ ۲۴۰)

الغرض قوانین الٰہیہ سے دُنیا میں امن قائم ہوتا ہے اور دنیا نے عملاً دیکھ بھی لیا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں قوانین الٰہیہ کے نفاذ سے ملک میں امن قائم ہوگیا اور سوائے اللہ تعالےٰ کے کسی کا خوف باقی نہیں رہا۔ اللہ تعالیٰ اسی لئے اپنے قانون کا نفاذ اور اس کی برتری چاہتا ہے اور اس کے نفاذ میں جو رکاوٹیں آتی ہیں انہیں دور کرنے کا حکم دیتا ہے۔

جنگ کے سلسلہ میں ساتواں حکم اللہ تعالےٰ نے یہ دیا کہ (اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ) اے ایمان والو، حرمت والے مہینے کی حرمت کو ملحوظ رکھو بشرطیکہ کفار بھی اس کی حرمت کو ملحوظ رکھیں کیونکہ (وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ) یہ حرمتیں تو درحقیقت بدلہ ہی میں ملحوظ رکھی جاسکتی ہیں۔ اگر کافر حرمت والے مہینہ کا لحاظ کر کے جنگ بند کردیں تو مؤمنین پر بھی فرض ہے کہ وہ بھی اس مہینہ کی حرمت کا لحاظ کریں اور جنگ نہ کریں، لیکن اگر کفار حرمت والے مہینہ کی حرمت کا لحاظ نہ کریں اور جنگ شروع کردیں یا جنگ جاری رکھیں تو پھر مجبوراً مؤمنین بھی جنگ کر سکتے ہیں، ایسی حالت میں اگر مؤمنین جنگ نہ کریں تو آخر کیا کریں؟ کیا کفار کے سامنے ہتھیار ڈال دیں اور انہیں قوانین الٰہیہ کی برتری اور اس کے نفاذ کو ختم کرنے کا موقع دیں۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک قانون کی خاطر پورے نظامِ اسلام کو درہم برہم کر دیا جائے، لہٰذا قانون بنانے والے نے اپنے قانون میں خود ہی یہ رعایت بھی رکھ دی کہ جب پورا نظامِ اسلام خطرہ میں پڑ جائے تو ایسی حالت میں جنگ کی جاسکتی ہے اور قوانین الٰہیہ کی برتری کے لئے ہر طرح کی کوشش کی جاسکتی ہے۔ اللہ تعالےٰ کی اس رعایت کے ماتحت اگر مسلمین کفار کے مقابلہ میں جوابی کارروائی کرتے ہیں تو اس سے ماہِ حرام کی حرمت پامال نہیں ہو گی، پامال تو اس وقت ہو گی جب اس ماہ میں قصداً جنگ کی ابتداء کی جائے، جوابی کارروائی حرمت کے منافی نہیں۔ اللہ تعالےٰ کی یہ اجازت بڑی

حکمت پر مبنی ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ کے ہر قانون میں حکمت ہی حکمت ہے۔

حرمت والے مہینہ چار ہیں جیسا کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد گرامی ہے:۔

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَاۤ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ (التوبۃ - ۳۶)

اللہ کے نزدیک، اللہ کی شریعت میں مہینوں کی گنتی اس دن سے جس دن اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے بارہ ہے، ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔

اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں نہیں بتایا کہ یہ مہینے کونسے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلسَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلَاثَةٌ مُتَوَالِيَاتٌ ذُوالْقَعْدَةِ وَذُوالْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ، وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِیْ بَيْنَ جُمَادٰی وَشَعْبَانَ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب ماجاء فی سبع ارضین جزء۴ ص۱۳)

سال بارہ مہینے کا ہوتا ہے۔ ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں، تین متواتر ہیں: ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور (چوتھا) رجب مضر جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے۔

(نوٹ:۔ آیت زیر تفسیر سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی تشریح کے لئے حدیث کی بڑی سخت ضرورت ہے، اگر حدیث نہ ہو تو قرآن مجید پر عمل نہیں ہو سکتا)

مندرجہ بالا آیت و حدیث سے معلوم ہوا کہ حرمت والے مہینے یہ ہیں:۔

(۱) ذوالقعدہ (۲) ذوالحجہ (۳) محرم اور (۴) رجب۔ ان مہینوں میں جنگ کی ابتداء کرنا حرام ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝

(التوبۃ - ۳۶)

(سال کے بارہ مہینہ تسلیم کرنا اور چار مہینوں کی حرمت کرنا یہ صاف اور سیدھا قانون ہے اور یہی کیا) یہ (اسلام تو پورا کا پورا) سیدھا اور صاف دین ہے (اس میں کوئی پیچیدگی نہیں اور نہ کوئی کجی ہے) لہذا ان چار مہینوں میں جنگ (کی ابتداء) کرکے اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو البتہ (اگر مشرکین لڑتے ہیں تو) تم سب بھی مشرکین سے لڑو جس طرح وہ تم سب سے لڑتے ہیں (ایسی صورت میں ان مہینوں کی حرمت کا لحاظ تم پر ضروری نہیں) اور خبردار ہو جاؤ کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے۔

حرمت والے مہینوں میں جوابی کارروائی کی اجازت دیتے ہوئے وہ پابندی جو آیات زیر تفسیر کی ابتدائی آیت میں عائد کی تھی اللہ تعالیٰ نے دوبارہ عائد کر دی یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا (فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ) جو شخص تم پر زیادتی کرے تو تم بدلہ لے سکتے ہو لیکن بدلہ لینے میں زیادتی نہیں کر سکتے۔ اگر ماہِ حرام کی حرمت کو انہوں نے پامال کیا ہے تو جو کچھ ماہ حرام میں انہوں نے کیا ہے اُسی کے مثل تم بھی کر سکتے ہو، اس سے زیادہ نہیں کر سکتے۔ بدلہ میں برابری ہی تقویٰ کی علامت ہے، اور تقویٰ ہر حال میں ضروری ہے، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور خبردار رہو کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے، (اے ایمان والو) اگر تم نے تقویٰ کا دامن چھوڑ دیا تو پھر تم بھی اللہ تعالیٰ کی معیّت سے محروم ہو جاؤ گے اور پھر جو کچھ ہو گا وہ ظاہر ہے۔ سورۂ توبہ کی مندرجہ بالا آیت گویا اس آیت کی تفسیر ہے۔

عمل

اے لوگو، ان لوگوں سے لڑیئے جو آپ سے لڑتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے قوانین کے نفاذ میں جو رکاوٹیں آئیں انہیں دور کیجئے خواہ اس کے لئے جنگ ہی کی نوبت کیوں نہ آ جائے۔ جنگ کے متعلق جو ہدایات اللہ تعالیٰ نے آپ کو دی ہیں ان پر سختی سے عمل کیجئے۔

جنگ کے متعلق ہدایات

مندرجہ بالا آیات میں جو ہدایات دی گئی ہیں انکا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) جو لڑے اس سے لڑیئے، یعنی جنگ اس وقت کیجئے جب جنگ کرنا ناگزیر ہو جائے،

(۲) جنگ میں دشمن پر کسی قسم کی زیادتی نہ کیجئے، جتنی اذیت وہ پہنچائیں بس اسی کے مثل اذیت انہیں پہنچائیے، زیادہ نہیں۔

(۳) جب جنگ شروع ہو جائے تو پھر دشمن جہاں ملے اُسے قتل کر دیجئے،

(۴) اگر انہوں نے آپ کو جلاء وطن کیا ہے تو آپ انہیں جلاء وطن کر دیجئے،

(۵) حرم میں نہ لڑیئے، اگر دشمن حرم میں جنگ کی ابتداء کرے تو پھر اُسے قتل کر دیجئے،

(۶) حرمت والے مہینوں میں جنگ نہ کیجئے، اگر کافر جنگ کرتے ہیں تو آپ بھی جواباً جنگ کیجئے،

(۷) جنگ اس وقت تک جاری رکھیئے جب تک فتنہ وفساد کا قلع قمع نہ ہو جائے اور قوانین الٰہیہ کا نفاذ نہ ہو جائے،

(۸) اگر کافر توبہ کر لیں اور اللہ تعالیٰ کے قوانین کے سامنے سر جھکا دیں تو پھر آپ ان سے جنگ بند کر دیجئے، البتہ مجرمین پر اسلامی حدود جاری کر کے انہیں عبرت ناک سزا دیجئے،

(۹) دوران جنگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیئے، تقویٰ کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیئے اس لئے کہ

فتح کا دارومدار اسی پر ہے۔

اب ہم جنگ کے باقی آداب بیان کرتے ہیں:۔

(۱۰) دشمن سے لڑنے کے لئے سامان جنگ ہر وقت تیار رکھیئے،

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ۔ (الانفال۔ ۶۰)

جہاں تک ہو سکے (کافروں سے جنگ کرنے کے لئے فوجی) قوت اور گھوڑے (وغیرہ) تیار رکھو تاکہ اس کے ذریعہ تم اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن کو خوف زدہ رکھ سکو۔

(۱۱) فوجی رازوں کو اپنے علاوہ کسی دوسرے پر ظاہر نہ کیجئے،

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِّنْ دُونِكُمْ۔ (آل عمران۔ ۱۱۸)

غیر قوم کے کسی فرد کو رازدان نہ بناؤ۔

(۱۲) فتح کے لئے اس طرح دعاء کیجئے:۔

اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ، سَرِيعَ الْحِسَابِ، اَللّٰهُمَّ اهْزِمِ الْأَحْزَابَ، اَللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ

اے اللہ، اے کتاب کے اتارنے والے، اے جلد حساب لینے والے، اے اللہ (کافروں کے) لشکروں کو شکست دے، اے اللہ انہیں شکست دے اور انہیں متزلزل کر دے۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ کہتے ہیں:۔

دَعَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْأَحْزَابِ عَلَى الْمُشْرِكِينَ فَقَالَ اللّٰهُمَّ ...... الخ (صحیح بخاری کتاب الجہاد باب الدعاء علی المشرکین جزء ۴ ص۵۳ وصحیح مسلم کتاب الجہاد باب استحباب الدعاء بالنصر جزء ۲ ص۷۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احزاب کے دن مشرکین پر (فتح کے لئے) اس طرح دعاء کی: اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ، سَرِيعَ الْحِسَابِ، اَللّٰهُمَّ اهْزِمِ الْأَحْزَابَ، اَللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ

(۱۳) اللہ تعالےٰ کے دین کی سربلندی اور فروغ کے لئے جنگ کیجئے۔ جب آپ جنگ شروع کریں تو بسم اللہ کہیئے:۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا

جو شخص اس لئے لڑتا ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو،

فَهُوَ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ (صحیح بخاری کتاب الجہاد باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا جزء۴ ص۲۵)

(بس) وہ اللہ کے راستہ میں (لڑتا) ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اُغْزُوْا بِاسْمِ اللّٰهِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔ (صحیح مسلم باب تأمیر الامام الامراء علی البعوث جزء۲ ص۶۹)

اللہ کے راستہ میں بسم اللہ کہہ کر جنگ کرو۔

(۱۴) جاسوس کے ذریعہ کافروں کے حالات سے باخبر رہیئے۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں:۔

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّاْتِیْنِیْ بِخَبَرِ الْقَوْمِ یَوْمَ الْاَحْزَابِ قَالَ الزُّبَیْرُ اَنَا (صحیح بخاری باب فضل الطلیعۃ جزء۴ ص۳۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احزاب کے دن فرمایا کون قوم (یہود) کی خبر لائے گا، حضرت زبیرؓ نے عرض کیا "میں"۔

(۱۵) جنگ میں وقتاً فوقتاً گھوڑے بھی استعمال کیجئے:۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلْخَیْلُ فِیْ نَوَاصِیْهَا الْخَیْرُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ (صحیح بخاری باب الخیل معقود فی نواصیھا الخیر جزء۴ ص۳۴ وصحیح مسلم کتاب الامارۃ باب الخیل فی نواصیھا الخیر جزء۲ ص۱۳۲)

گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک کے لئے خیر (وبرکت) ہے۔

(۱۶) جنگ میں اچھی طرح صف بندی کیجئے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝ (الصف - ۴)

بے شک اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اللہ کے راستے میں (ایسی مضبوط) صفیں بنا کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

حضرت براءؓ فرماتے ہیں:۔

صَفَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَصْحَابَهٗ (صحیح بخاری باب من صف اصحابہ جزء۴ ص۵۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (جنگ حنین میں) اپنے صحابہ کی صف بندی کی۔

(۱۷) جنگ شروع کرنے سے پہلے کافروں کو اسلام کی دعوت دیجئے اور انہیں احکام الٰہی بتائیے، اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کریں تو ان سے جزیہ طلب کیجئے، اگر وہ اس سے بھی انکار کریں تو جنگ کیجئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا تھا:۔

اُدْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللهِ فِيهِ (صحیح بخاری باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الاسلام جزء ۴ ص۵۸)

(لڑائی سے پہلے) انہیں اسلام کی دعوت دو اور انہیں بتاؤ کہ ان پر (دین) اسلام میں اللہ تعالےٰ کے کون کون سے حقوق واجب ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَسَلْهُمُ الْجِزْيَةَ ...... فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَاسْتَعِنْ بِاللهِ وَقَاتِلْهُمْ (صحیح مسلم باب تأمیر الامام الامراء جزء ۲ ص۶۹)

اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کریں تو ان سے جزیہ طلب کرو...... اگر وہ اس سے بھی انکار کریں تو اللہ سے مدد مانگو اور ان سے لڑو۔

(۱۸) جب آپ کسی قوم پر حملہ کریں تو اس وقت تک جنگ نہ کیجئے جب تک صبح نہ ہو جائے، اگر اذان کی آواز آئے تو جنگ نہ کیجئے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:۔

كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا غَزَا قَوْمًا لَمْ يُغِرْ حَتَّى يُصْبِحَ فَإِنْ سَمِعَ أَذَانًا أَمْسَكَ وَإِنْ لَمْ يَسْمَعْ أَذَانًا أَغَارَ بَعْدَ مَا يُصْبِحُ (صحیح بخاری باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الاسلام جزء ۴ ص۵۸)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی قوم سے جنگ کرتے تو ان پر اس وقت تک حملہ نہ کرتے جب تک صبح نہ ہو جاتی، اگر اذان کی آواز سنتے تو حملہ نہ کرتے اور اگر اذان کی آواز نہ آتی تو صبح ہو جانے کے بعد حملہ کرتے۔

(۱۹) اگر دن چڑھے لڑائی کا امکان ہو تو پھر سورج کے زوال کے بعد جنگ شروع کیجئے:۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ فرماتے ہیں:۔

إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَيَّامِهِ الَّتِي لَقِيَ فِيهَا انْتَظَرَ حَتَّى مَالَتِ الشَّمْسُ (صحیح بخاری باب کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا لم یقاتل اول النہار... جزء ۴ ص۶۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعض جنگوں میں جب دشمن سے ملاقات کی تو انتظار کیا یہاں تک کہ سورج ڈھل گیا۔

(۲۰) جب جنگ کے لئے نکلنے کا ارادہ ہو تو یہ نہ ظاہر کیجئے کہ کدھر جانا ہے بلکہ اس طرح توریہ کیجئے کہ لوگ کسی اور طرف جانے کا گمان کریں۔

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں:۔

لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ غَزْوَةً إِلَّا وَرّٰى بِغَيْرِهَا (صحیح بخاری باب من اراد غزوة فورّى بغيرها جزء۴ ص۵۹)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کا ارادہ فرماتے تو کسی اور طرف کے لئے توریہ کرتے (یعنی کسی اور طرف کے متعلق معلومات کرتے)۔

(۲۱) جنگ کے لئے جھنڈا استعمال کیجئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر کے دن فرمایا:۔

لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ أَوْقَالَ لَيَأْخُذَنَّ غَدًا رَجُلٌ يُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ (صحیح بخاری باب ما قيل فى لواء النبى صلى الله عليه وسلم جزء۴ ص۶۵)

میں کل جھنڈا اس شخص کو دوں گا یا کل جھنڈا وہ شخص لے گا جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتے ہیں۔

(۲۲) دشمن کے ملک میں قرآن مجید لے کر نہ جائیے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں:۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ يُّسَافَرَ بِالْقُرْاٰنِ اِلٰى اَرْضِ الْعَدُوِّ (وفى رواية مسلم مَخَافَةَ اَنْ يَّنَالَهُ الْعَدُوُّ) (صحیح بخاری باب السفر بالمصاحف الى ارض العدو جزء۴ ص۶۸ و صحیح مسلم کتاب الامارة ۲/۱۳۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کو ساتھ لے کر دشمن کے ملک میں سفر کرنے سے منع فرمایا، اس ڈر سے کہ کہیں دشمن کے ہاتھ نہ لگ جائے

(نوٹ:۔ خط کشیدہ عبارت صرف صحیح مسلم میں ہے)

(۲۳) عورتوں کو اور بچوں کو قتل نہ کیجئے۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِ النِّسَآءِ وَالصِّبْيَانِ (صحیح بخاری باب قتل النساء فى الحرب جزء ص۴۲ و صحیح مسلم کتاب الجهاد باب تحريم قتل النساء جزء۲ ص۸۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (جنگ میں) عورتوں کو اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(۲۴) دشمن سے مڈھ بھیڑ ہونے کی تمنّا نہ کیجئے اور جب مڈھ بھیڑ ہو جائے تو ثابت قدم رہئے۔ دوسروں کو بھی ثابت قدم رہنے کی تاکید کیجئے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا (آل عمران - ۲۰۰)

اے ایمان والو، ثابت قدم رہو اور ایک دوسرے کو ثابت قدم رکھو اور مورچوں پر ڈٹے رہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا تَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوا (صحیح بخاری باب لا تمنوا لقاء العدو جزء ۴ ص۲۲ وصحیح مسلم باب کراهة تمنی لقاء العدو جزء ۲ ص۸۲)

دشمن سے مڈھ بھیڑ ہونے کی تمنا نہ کرو اور جب مڈھ بھیڑ ہو جائے تو ثابت قدم رہو۔

(۲۵) جنگ میں دشمن کو چکمہ دینے کی اجازت ہے:۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ (صحیح بخاری باب الحرب خدعة جزء ۴ ص۷۸ وصحیح مسلم کتاب الجهاد باب جواز الخداع فی الحرب جزء ۲ ص۸۲)

لڑائی چکمہ ہے۔

(۲۶) دشمن کے جاسوس کو قتل کر دیجئے۔

حضرت سلمہؓ کہتے ہیں:۔

أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَيْنٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ .... ثُمَّ انْفَتَلَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُطْلُبُوهُ وَاقْتُلُوهُ فَقَتَلَهُ (صحیح بخاری باب الحربی اذا دخل دار الاسلام بغیر امان جزء ۴ ص۸۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مشرکین کا ایک جاسوس آیا........ پھر وہ چلا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے ڈھونڈو اور قتل کر دو۔ حضرت سلمہ نے اُسے قتل کر دیا۔

(۲۷) فتح کے بعد میدان جنگ میں تین رات قیام کیجئے۔

حضرت ابو طلحہؓ کہتے ہیں:۔

أَنَّهُ كَانَ إِذَا ظَهَرَ عَلَى قَوْمٍ أَقَامَ بِالْعَرْصَةِ ثَلَاثَ لَيَالٍ (صحیح بخاری کتاب الجهاد باب من غلب العدو فاقام علی عرصتهم ثلاثا جزء ۴ ص۸۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی قوم پر فتح حاصل کرتے تو میدانِ جنگ میں تین رات قیام فرماتے۔

(۲۸) جب جنگ سے واپس ہوں تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہیئے اور یہ دعاء پڑھیئے:۔

آيِبُونَ إِنْ شَاءَ اللهُ تَائِبُونَ عَابِدُونَ حَامِدُونَ، لِرَبِّنَا سَاجِدُونَ، صَدَقَ اللهُ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ۔

(ترجمہ) ہم لوٹنے والے ہیں اور انشاء اللہ توبہ کرنے والے ہیں، ہم عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے اور اپنے رب کو سجدہ کرنے والے ہیں، اللہ تعالٰے نے اپنا وعدہ سچا کر دیا، اپنے بندہ کی مدد کی اور اس اکیلے نے تمام لشکروں کو شکست دی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

اَنَّ النَّبِیَّ کَانَ اِذَا قَفَلَ کَبَّرَ ثَلَاثًا قَالَ اٰیِبُوْنَ ...... الخ (صحیح بخاری باب مایقول اذا رجع من الغزو جزء۴ ص۹۳)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے اور یہ دعاء پڑھتے:۔ اٰیِبُوْنَ ...... الخ

(۲۹) جب آپ اپنے شہر کو دیکھیں تو شہر میں داخل ہونے تک اس دعاء کو پڑھتے رہیئے۔

اٰیِبُوْنَ، تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ۔

ہم لوٹنے والے، توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے اور اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں:۔

فَلَمَّا اَشْرَفْنَا عَلَی الْمَدِیْنَةِ قَالَ اٰیِبُوْنَ .... الخ فَلَمْ یَزَلْ یَقُوْلُ ذٰلِكَ حَتّٰی دَخَلَ الْمَدِیْنَةَ (صحیح بخاری باب ما یقول اذا رجع من الغزو جزء۴ ص۹۳)

جب ہمیں مدینہ دکھائی دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل اس دعاء کو پڑھتے رہے یہاں تک کہ مدینہ میں داخل ہو گئے۔

(۳۰) میدان جنگ میں بھی باقاعدہ پانچوں نمازیں ادا کرتے رہیئے۔ فوج کے دو حصّے کیجئے، ہر حصہ باری باری سے امام کے ساتھ نماز ادا کرے اور دوسرا حصہ مقابلہ کرتا رہے، نماز میں بھی ہتھیار پہنے رہیئے:۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ۔ (النسآء - ۱۰۲)

(اے رسول) جب آپ ان میں موجود ہوں اور نماز پڑھائیں تو ان میں سے ایک جماعت آپ کے ساتھ مسلح ہو کر نماز ادا کرے پھر جب وہ سجدہ کر چکے تو پیچھے آ جائے اور دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی وہ آپ کے ساتھ سامان دفاع اور ہتھیار پہن کر نماز ادا کرے۔

(نوٹ:۔ نماز خوف کے مختلف طریقے انشاء اللہ سورۂ نساء کی آیت ۱۰۲ کی تفسیر میں لکھے جائیں گے)

(۳۱) اگر باقاعدہ طور پر نماز ادا کرنے کا موقع نہ ملے تو پیادہ یا سواری پر غرض یہ کہ ہر حالت میں نماز ادا

کرتے رہیئے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۔ (البقرۃ ۔ ۲۳۹)

اگر تمہیں خوف ہو (کہ باقاعدہ نماز کے لئے مہلت نہیں مل سکے گی) تو پھر چلتے پھرتے اور سواری پر ہی نماز ادا کر لو۔

(۳۲) اگر بارش ہو رہی ہو یا آپ بیمار ہوں تو ہتھیار اُتار دینے میں کوئی حرج نہیں لیکن سامان دفاع پھر بھی پہنے رہیئے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ۔ (النساء ۔ ۱۰۲)

اگر بارش ہو رہی ہو یا تم بیمار ہو تو ہتھیار اُتار دینے میں کوئی حرج نہیں لیکن سامان دفاع (ضرور) پہنے رہیئے۔

(۳۳) نماز کے بعد بھی چلتے پھرتے، بیٹھتے لیٹتے (غرض یہ کہ ہر حالت میں) اللہ تعالےٰ کا ذکر کرتے رہیئے، اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے رہیئے اور آپس میں اختلاف نہ کیجئے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ (النساء ۔ ۱۰۳)

جب تم نماز پڑھ چکو تو کھڑے، بیٹھے اور لیٹے (ہر حال میں) اللہ کا ذکر کرتے رہو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ (الانفال ۔ ۴۵ ۔ ۴۶)

اے ایمان والو، جب تمہارا مقابلہ (کفار کی) جماعت سے ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہو، آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ تم ہمت ہار جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی (اور اے ایمان والو، میدان جنگ میں) صبر کرو (اور ثابت قدم رہو)، بے شک اللہ تعالےٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

(۳۴) اپنی قوت اور کثرت پر بھروسہ نہ کیجئے بلکہ اللہ تعالےٰ پر بھروسہ کیجئے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ۝ (آل عمران - ۱۲۶)

فتح ونصرت تو اللہ کی طرف سے آتی ہے جو زبردست ہے اور حکمت والا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَیَوْمَ حُنَیْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْکُمْ کَثْرَتُکُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْکُمْ شَیْئًا۔ (التوبۃ - ۲۵)

اور (وہ وقت یاد کرو جب) حنین کی جنگ میں تم کو اپنی کثرت پر ناز ہو گیا تھا تو تمہاری کثرت تمہارے کچھ کام نہ آئی۔

(۳۵) دورانِ جنگ اگر کوئی شخص کلمہ پڑھ لے یا اسلام قبول کر لے تو پھر اُسے قتل نہ کیجئے۔

حضرت مقدادؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:۔

اَرَأَیْتَ اِنْ لَقِیْتُ رَجُلًا مِّنَ الْکُفَّارِ فَاقْتَتَلْنَا فَضَرَبَ اِحْدٰی یَدَیَّ بِالسَّیْفِ فَقَطَعَھَا ثُمَّ لَاذَ مِنِّیْ بِشَجَرَۃٍ فَقَالَ اَسْلَمْتُ لِلّٰہِ اَاَقْتُلُہٗ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ بَعْدَ اَنْ قَالَھَا۔

اگر کسی کافر کا مجھ سے مقابلہ ہوا اور وہ تلوار مار کر میرا ہاتھ کاٹ دے پھر مجھ سے بچنے کے لئے کسی درخت کی پناہ لے اور کہے: "میں نے اللہ کے لئے اسلام قبول کیا" تو اے اللہ کے رسولؐ کیا میں اُسے قتل کر سکتا ہوں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لَا تَقْتُلْہُ (صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ بدر جزء ۵ صہ ۱۰۹ وصحیح مسلم کتاب الایمان باب تحریم قتل الکافر بعد ان قال لا الٰہ الا اللہ جزء اول صہ ۵۳)

(نہیں) اُسے قتل نہ کرنا۔

(۳۶) میدانِ جنگ میں بددیانتی اور خیانت نہ کیجئے، کافروں سے جو عہد آپ کریں اُسے پورا کیجئے، بدعہدی نہ کیجئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اُغْزُوْا وَلَا تَغُلُّوْا وَلَا تَغْدِرُوْا۔ (صحیح مسلم)

جنگ کرو، خیانت نہ کرو اور بدعہدی نہ کرو۔

(۳۷) عورتیں بھی جنگ میں شریک ہو سکتی ہیں لیکن وہ اپنے خیموں میں رہیں۔ لوگوں کو پانی پلائیں، ان کے لئے کھانے کا انتظام کریں، زخمیوں کی مرہم پٹی کریں اور زخمیوں اور مقتولین کی لاشوں کو مناسب مقام پر منتقل کریں۔

حضرت رُبیّع کہتی ہیں:۔

كُنَّا نَغْزُوا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسْقِي الْقَوْمَ وَنَخْدُمُهُمْ وَنَرُدُّ الْجَرْحٰى وَالْقَتْلٰى إِلَى الْمَدِيْنَةِ (صحیح بخاری کتاب الجہاد باب ردّ النساء الجرحٰی والقتلٰی جزء۲ ص۱۱)

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کرتے تھے (یعنی) لوگوں کو پانی پلاتے تھے، ان کی خدمت کرتے تھے، مجروحین اور مقتولین کو مدینہ منتقل کرتے تھے۔

حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں:۔

غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ أَخْلُفُهُمْ فِي رِحَالِهِمْ وَأَصْنَعُ لَهُمُ الطَّعَامَ وَأُدَاوِي الْجَرْحٰى وَأَقُوْمُ عَلَى الْمَرْضٰى (صحیح مسلم باب النساء الغازیات جزء۲ ص۱۱۸)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات جنگوں میں شرکت کی، میں ان کے پیچھے خیموں میں رہتی تھی، ان کے لئے کھانا پکاتی تھی، مجروحین کا علاج کرتی تھی اور بیماروں کی دیکھ بھال کرتی تھی۔

(۳۸) اگر آپ کسی قلعہ کا محاصرہ کرلیں تو انہیں اللہ اور اس کے نبی کی ذمہ داری پر قلعہ سے نہ اتاریئے اور نہ اللہ کے حکم پہ اتاریئے بلکہ اپنے اور اپنے ساتھیوں کی ذمہ داری پر اور اپنے حکم پر اتاریئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

إِذَا حَاصَرْتَ أَهْلَ حِصْنٍ فَأَرَادُوْكَ أَنْ تَجْعَلَ لَهُمْ ذِمَّةَ اللّٰهِ وَذِمَّةَ نَبِيِّهِ فَلَا تَجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّةَ اللّٰهِ وَلَا ذِمَّةَ نَبِيِّهِ وَلٰكِنِ اجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّتَكَ وَذِمَّةَ أَصْحَابِكَ فَإِنَّكُمْ أَنْ تُخْفِرُوا ذِمَمَكُمْ وَذِمَمَ أَصْحَابِكُمْ أَهْوَنُ مِنْ أَنْ تُخْفِرُوا ذِمَّةَ اللّٰهِ وَذِمَّةَ نَبِيِّهِ وَإِذَا حَاصَرْتَ أَهْلَ حِصْنٍ فَأَرَادُوْكَ أَنْ تُنْزِلَهُمْ عَلٰى حُكْمِ اللّٰهِ فَلَا تُنْزِلْهُمْ عَلٰى حُكْمِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ أَنْزِلْهُمْ عَلٰى حُكْمِكَ فَإِنَّكَ لَا تَدْرِي أَتُصِيْبُ حُكْمَ اللّٰهِ فِيْهِمْ أَمْ لَا۔ (صحیح مسلم کتاب الجہاد باب تأمیر الامام الامراء علی البعوث جزء۲ ص۶۹)

جب تم کسی اہل قلعہ کا محاصرہ کرو تو اگر وہ یہ چاہیں کہ تم انہیں اللہ اور اس کے نبی کا ذمہ دو تو انہیں اللہ اور اس کے نبی کا ذمہ نہ دینا بلکہ اپنا اور اپنے ساتھیوں کا ذمہ دینا اس لئے کہ اگر تم اپنا اور اپنے ساتھیوں کا ذمہ توڑ دو تو یہ اتنا برا نہیں جتنا برا کہ اللہ اور اس کے نبی کا ذمہ توڑنا ہے اور اگر قلعہ والے چاہیں کہ تم انہیں اللہ کے حکم (یا فیصلہ) پر اتارو تو انہیں اللہ کے حکم (یا فیصلہ) پر نہ اتارنا اس لئے کہ تمہیں کیا معلوم کہ تم ان کے معاملہ میں اللہ کے حکم تک پہنچتے ہو یا نہیں۔

(۳۵) جنگ میں کافر سے مدد نہ لیجئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مشرک سے فرمایا تھا۔

اِرْجِعْ فَلَنْ اَسْتَعِيْنَ بِمُشْرِكٍ — تم واپس جاؤ میں مشرک سے مدد نہیں لوں گا۔

(صحیح مسلم باب کراھۃ الاستعانۃ فی الغزو بکافر جزء ۲ صفحہ ۱۲۰)

وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُكَةِ ۚ وَاَحْسِنُوْا ۚ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۹۵﴾

ترجمہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے رہو اور اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو، نیکی کرتے رہو، بے شک اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ ﴿۱۹۵﴾

معانی و مصادر (تُلْقُوْا) اَلْقٰی، یُلْقِیْ، اِلْقَاءٌ (باب افعال) ڈالنا، پہنچانا۔
(تَهْلُكَة) هَلَكَ، یَهْلِكُ، هَلَاكٌ و هُلْكٌ و هُلُوْكٌ و تَهْلُكَةٌ و مَهْلِكٌ (ض ن) ہلاک ہونا۔ مرجانا، فنا ہوجانا۔

شانِ نزول حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں:۔

وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ..... نَزَلَتْ فِی النَّفَقَةِ (صحیح بخاری کتاب التفسیر باب تفسیر سورۃ البقرۃ جزء ۶ ص ۳۳)

یہ آیت خرچ کرنے کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ نہ کرنا ہلاکت ہے)۔

حضرت ابو ایوبؓ فرماتے ہیں:۔

اِنَّمَا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ فِیْنَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ لَمَّا اَعَزَّ اللّٰہُ الْاِسْلَامَ وَكَثُرَ نَاصِرُوْهُ فَقَالَ بَعْضُنَا لِبَعْضٍ سِرًّا دُوْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَمْوَالَنَا قَدْ ضَاعَتْ وَاِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَعَزَّ الْاِسْلَامَ وَكَثُرَ نَاصِرُوْهُ فَلَوْ اَقَمْنَا فِیْ اَمْوَالِنَا فَاَصْلَحْنَا مَا ضَاعَ مِنْهَا فَاَنْزَلَ

یہ آیت ہم انصار کے متعلق نازل ہوئی ہے (بات یہ ہے کہ) جب اللہ نے اسلام کو عزت دی اور اس کے مددگار زیادہ ہوگئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چھپا کر ہم میں سے بعض نے بعض سے کہا بے شک ہمارے مال (کافی حد تک) ضائع ہوگئے اور (اب) اللہ نے اسلام کو عزت عطاء فرما دی ہے اور اس کے

اللّٰہُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی عَلٰی نَبِیِّہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَرُدُّ عَلَیْنَا مَا قُلْنَا وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّہْلُکَۃِ فَکَانَتِ التَّہْلُکَۃُ الْاِقَامَۃُ عَلَی الْاَمْوَالِ وَاِصْلَاحُہَا وَتَرْکُنَا الْغَزْوَ۔
(رواہ الترمذی وصححہ فی کتاب التفسیر باب تفسیر سورۃ البقرۃ جلد ۲ ص ۳۲۹)

مددگاروں کو زیادہ کر دیا ہے تو اگر اب ہم اپنے اموال میں قیام کریں اور جو کچھ ضائع ہو گیا ہے اس کی اصلاح کریں (تو کوئی مضائقہ نہیں)، ان کی اس بات پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی اور جو کچھ ہم نے کہا تھا اس کو رد کر دیا (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) اللہ کے راستے میں خرچ کرتے رہو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ تو (اے لوگو) ہلاکت سے مراد اموال میں ٹھہرنا، ان کی اصلاح کرنا اور جنگ چھوڑ دینا ہے (یعنی ہلاکت کا سبب ترکِ جہاد اور مال و دولت کی حرص ہے)۔

تفسیر مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض انصاریوں نے آپس میں کہا کہ جہاد میں مسلسل شرکت کرنے سے ہماری بعض کھیتیاں ضائع ہو گئیں، ہمارے اموال کو نقصان پہنچا اور اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت و غلبہ بھی عطا فرما دیا ہے، اور اس کے مددگار و معاون بھی بہت ہو گئے ہیں تو اگر ہم کچھ عرصہ کے لئے جہاد میں نہ جائیں اور اپنے اموال کو جہاد میں خرچ کرنے کے بجائے بنجر زمینوں کی اصلاح میں لگائیں تو کوئی خاص نقصان نہیں ہو گا، اب ہماری اور ہمارے اموال کی اتنی زیادہ ضرورت بھی نہ رہی۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ بات پسند نہ آئی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرتے رہو، اگر تم خرچ نہ کرو گے تو جہاد کیسے جاری رہے گا، سامانِ جنگ کہاں سے آئیگا، سامان جنگ نہ ہونے سے جہاد پر کافی اثر پڑے گا، فعالیت ختم ہو جائے گی، جمود طاری ہو جائے گا، دنیا غالب آ جائے گی، دشمن قوموں کے حوصلے بڑھ جائیں گے اور وہ اسلامی ملک کو تاخت و تاراج کر دیں گی، پوری مسلم قوم ہلاکت و بربادی کا شکار ہو جائے گی اور یہ سب کچھ تمہاری اپنی غفلت اور دنیا طلبی کا نتیجہ ہو گا، اس ہلاکت و تباہی سے بچنے کے لئے مال و دولت کی طرف رغبت نہ کرو، اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرتے رہو یہ بہت بڑی نیکی ہے، نیکی کرتے رہو، اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جہاد ہی میں سربلندی ہے، جہاد ہی سے عزت ہے، جہاد نہ ہو اور لوگ کھیتی باڑی میں گرفتار ہو جائیں تو پھر ذلت کے سوا اور کیا ہے۔ حضرت امامہ باہلیؓ نے زراعت کا ایک آلہ دیکھ کر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:۔

لَا یَدْخُلُ ھٰذَا بَیْتَ قَوْمٍ اِلَّا اُدْخِلَہُ جس قوم کے گھر تک بھی یہ داخل ہو جائے تو

الذُّلُّ (صحیح بخاری کتاب المزارعة باب ما یحذر من عواقب الاشتغال بآلة الزرع جزء ۳ ص۱۳۵) پھر اس گھر میں ذلت داخل ہو جائے گی۔

زراعت میں اتنا انہماک ہو جائے کہ وہ آلاتِ زراعت جو کھیتوں میں رہتے ہیں گھروں کی زینت بن جائیں، گھر جاکر بھی آلاتِ جنگ میں اشتغال نہ ہو، فنونِ جنگ سے لگاؤ ختم ہو جائے، شہر والے بھی جہاد اور سیاست سے دور ہو جائیں تو پھر ظاہر ہے ایسی قوم محکوم بن جائے گی اور ذلیل و خوار ہو جائے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

رَاْسُ الْاَمْرِ الْاِسْلَامُ وَعَمُوْدُهُ الصَّلٰوةُ وَذِرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ (رواہ الترمذی فی کتاب الایمان فی باب ماجاء فی حرمة الصلوة وصححه جزء ۲ ص۲۳) راس الامر اسلام ہے (یعنی اسلام ہی تمام کاموں کا سر ہے، اسلام نہیں تو تمام کام بے جان دھڑ سے زیادہ نہیں) اور اسلام کا ستون نماز ہے اور اس کے کوہان کی بلندی جہاد ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہاد ہی اسلام کو سربلند رکھتا ہے، جہاد ہی سے اسلام کو قوت اور ہیبت وشوکت حاصل ہوتی ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بار بار جہاد کی تاکید کی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ (التوبة۔ ۴۱) اللہ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرو۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرتے رہیئے، سامان جنگ کی فراہمی میں کوتاہی نہ کیجئے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ۔ (الانفال۔ ۶۰) دشمنوں سے مقابلہ کے لئے جہاں تک تم سے ہو سکے قوت (بڑھاؤ اور سامانِ جنگ) کی تیاری کرتے رہو۔

دنیا کی محبت میں گرفتار ہو کر اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت سے غفلت نہ برتیئے۔ دین کو سربلند کرنے کے لئے اپنے وقت کی قربانی دیجئے اور اس وقت کو جہاد میں لگائیے۔

وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ فَإِنْ
أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ
وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ
الْهَدْيُ مَحِلَّهُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ
مَّرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِّنْ رَّأْسِهِ
فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ
أَوْ نُسُكٍ فَإِذَا آمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ
بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ
مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ

فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَ
سَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ
كَامِلَةٌ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ
حَاضِرِى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ
شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾

ترجمہ

اور (اے ایمان والو) حج اور عمرہ کو (خالص) اللہ کے لئے پوری طرح ادا کرو، ہاں اگر راستہ میں روک لئے جاؤ تو پھر جو قربانی میسّر ہو (اسی جگہ) کردو (جہاں تم روکے گئے ہو) اور (حج یا عمرہ کا احرام باندھ لینے کے بعد) اپنے سروں کو اس وقت تک نہ منڈاؤ جب تک قربانی اپنی جگہ پر نہ پہنچ جائے (اور ذبح نہ ہو جائے) البتہ اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا تم میں سے کسی کے سر میں کوئی تکلیف ہو تو (وہ قربانی کے ذبح ہونے سے پہلے سر منڈا سکتا ہے، لیکن ایسی صورت میں) اُسے چاہیئے کہ بطور فدیہ کچھ روزے رکھے، یا صدقہ دے یا قربانی کرے، (قربانی کا حکم صرف اسی صورت میں نہیں کہ تم کو دشمن روک دے اور حج یا عمرہ نہ کرنے دے بلکہ اس صورت میں بھی ہے کہ) جب تم بالکل امن میں ہو اور تم میں سے کوئی شخص عمرہ کر کے حج (کا احرام باندھنے) تک (کی درمیانی مدّت میں احرام کی پابندیوں سے آزاد ہو کر اس آزادی کا) فائدہ اٹھانا چاہے تو وہ بھی

(ایام حج میں) جو قربانی میسّر ہو کرے، اور اگر کسی کو قربانی کا جانور نہ مل سکے تو (اس کے بدلے) تین روزے ایام حج میں رکھ لے اور سات روزے جب تم واپس لوٹو (تو گھر پہنچکر) رکھ لے، یہ پورے دس (روزے) ہوئے (جو قربانی نہ کرنے کے فدیہ میں رکھے جائیں)۔ یہ حکم (یعنی عمرہ کرکے حج تک کی درمیانی مدت سے فائدہ اٹھانا) اُس کے لئے ہے جس کے اہل وعیال مسجد حرام (کے قریب یعنی مکہ معظمہ) میں نہ رہتے ہوں، اللہ سے ڈرتے رہو (ان احکامات میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرو ورنہ اچھی طرح) جان لو کہ (کوتاہی کی صورت میں) اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔ (۱۹۶)

معانی ومصادر

(حج) حَجَّ، یَحُجُّ، حَجٌّ (ن) قصد کرنا، زیارت کرنا، دلیل میں غالب آنا۔

(عُمْرَةَ) عَمَرَ، یَعْمُرُ، عُمْرٌ و عِمَارَةٌ (ض ن) عبادت کرنا۔

[عُمْرَة = ایک قسم کی عبادت جو مکہ معظمہ پہنچکر کی جاتی ہے۔ ج عُمَر و عُمُرات]

(اُحْصِرْتُم) اَحْصَرَ، یُحْصِرُ، اِحْصَارٌ (باب افعال) روک دینا۔

(اِسْتَیْسَرَ) اِسْتَیْسَرَ، یَسْتَیْسِرُ، اِسْتِیْسَارٌ (باب استفعال) آسان ہونا، مہیّا ہونا۔

(هَدْیٌ) هَدٰی، یَهْدِیْ، هِدَاءٌ (ض) تحفہ دینا۔

[هَدْی = قربانی کا جانور جو اللہ تعالیٰ کی نذر کیا جائے]۔

(لَا تَحْلِقُوْا) حَلَقَ، یَحْلِقُ، حَلْقٌ و تَحْلَاقٌ (ض) مونڈنا۔

(مَحِلٌّ) حَلَّ، یَحِلُّ، حَلٌّ و حَلَلٌ و حُلُوْلٌ (ض ن) کسی جگہ اترنا یا اتارنا

[مَحِلٌّ = جگہ یا وقت مقررہ]

(کَانَ) کَانَ، یَکُوْنُ، کَوْنٌ و کِیَانٌ و کَیْنُوْنَةٌ (ن) ہونا۔

(مَرِیْضًا) مَرِضَ، یَمْرَضُ، مَرَضٌ و مَرْضٌ (س) بیمار ہونا۔

(اَذًی) اَذِیَ، یَأْذٰی، اَذًی، و اَذَاةٌ (س) تکلیف پانا۔

(فِدْیَةٌ) فَدٰی، یَفْدِیْ، فِدًی و فِدَاءٌ (ض) روپیہ دے کر چھڑانا [فِدْیَةٌ = وہ روپیہ جو چھڑانے کے عوض دیا جائے]

(صَدَقَةٌ) تَصَدَّقَ، یَتَصَدَّقُ، تَصَدُّقٌ (باب تفعّل) صدقہ دینا، ثواب کی نیت سے کچھ دینا۔

(نُسُكٌ) نَسَكَ، یَنْسُكُ، نِسْكٌ و نُسُكٌ و نُسُوْكٌ و نَسْکَةٌ و مَنْسَكٌ (ن) قربانی کرنا، عبادت کرنا۔

(اَمِنَ) اَمِنَ، یَأْمَنُ، اَمْنٌ، اَمْنٌ، اَمَانٌ، اَمَنَةٌ (س) مطمئن ہونا، امن میں ہونا۔

(تَمَتَّعَ) تَمَتَّعَ، يَتَمَتَّعُ، تَمَتُّعٌ (باب تفعّل) فائدہ اٹھانا۔
(يَجِدْ) وَجَدَ، يَجِدُ، وُجْدٌ وجِدَةٌ، وُجُودٌ، وِجْدَانٌ (ض) پانا۔
(رَجَعْتُمْ) رَجَعَ، يَرْجِعُ، رُجُوعٌ ومَرْجِعٌ ومَرْجِعَةٌ ورُجْعٰى ورُجْعَانٌ (ض) لوٹنا۔
(كَامِلَةٌ) كَمَلَ، يَكْمُلُ، كَمَالٌ وكُمُولٌ (ن وك وس) پورا ہونا۔
(حَاضِرِي) حَضَرَ، يَحْضُرُ، حُضُورٌ وحَضَارَةٌ (ن) حاضر ہونا
[حَاضِرِي اصل میں حَاضِرِيْن ہے، مضاف ہونے کی وجہ سے "ن" ساقط کردیا گیا ہے]
(شَدِيْد) شَدَّ، يَشِدُّ، شِدَّةٌ (ض) قوی ہونا۔
(عِقَاب) عَاقَبَ، يُعَاقِبُ، مُعَاقَبَةٌ وعِقَابٌ (باب مفاعلہ) سزا دینا۔

تفسیر اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ حج اور عمرہ کو پورا کیا کرو، یعنی ان کے ارکان از ابتداء تا انتہاء پورے ہونے چاہئیں۔ حج اور عمرہ میں کسی قسم کا نقص نہیں ہونا چاہئے، کسی رکن کو چھوڑنا نہیں چاہئے (فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ) ہاں اگر حج یا عمرہ کے ارادہ سے جانے والوں کو راستہ میں روک دیا جائے تو پھر بوجہ مجبوری اگر حج یا عمرہ کے ارکان پورے نہ ہوسکیں تو کوئی مضائقہ نہیں، راستہ میں رکنے کا سبب خواہ دشمن ہو یا بیماری یا اور کوئی چیز، سب صورتوں میں یہی حکم ہے کہ اگر مجبوراً حج یا عمرہ پورا نہ ہوسکے تو کوئی حرج نہیں۔

حضرت مسور بن مخرمہ رضؓ کہتے ہیں:۔

خَرَجَ رَسُولُ اللهِ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ .... جَاءَ بُدَيْلُ بْنُ وَرْقَاءَ الْخُزَاعِيُّ ..... فَقَالَ هُمْ مُقَاتِلُوكَ وَصَادُّوكَ عَنِ الْبَيْتِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّا لَمْ نَجِئْ لِقِتَالِ اَحَدٍ وَلٰكِنَّا جِئْنَا مُعْتَمِرِيْنَ ..... فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَصْحَابِهِ قُومُوا فَانْحَرُوا ثُمَّ احْلِقُوا ..... نَحَرَ بُدْنَهُ وَدَعَا حَالِقَهُ فَحَلَقَهُ (صحیح بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجهاد جزء ۳ صـ۲۵۲ وفی روایۃ عن ابن عمرؓ فحال كُفَّارُ قُرَيْشٍ دُونَ الْبَيْتِ فَنَحَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُدْنَهُ وَحَلَقَ رَأْسَهُ (صحیح بخاری کتاب المناسك باب النحر قبل الحلق فی الحصر جزء ۳ صـ۱۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے زمانہ میں (عمرہ کرنے کے لئے نکلے)۔ راستہ میں بُدیل سے ملاقات ہوئی اس نے کہا قریش آپ سے لڑیں گے اور آپ کو بیت اللہ جانے سے روکیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہم لڑنے نہیں آئے ہیں، ہم تو عمرہ کرنے آئے ہیں (حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں ہے کہ کفار نے آپ کو کعبہ نہیں جانے دیا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا اٹھو اور قربانی کرو پھر سر منڈا دو (پھر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی کو نحر کیا پھر آپ نے حجام کو بلایا، اس نے آپ کے سر کو مونڈا (ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ پھر آپ اپنی بیویوں کے پاس گئے)

وفی روایۃ عن ابن عباس فَحَلَقَ رَاْسَهٗ وَجَامَعَ نِسَاءَهٗ وَنَحَرَ هَدْیَهٗ (صحیح بخاری باب اذا احصر المعتمر جزء ۳ صلا)

مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ عمرہ کرنے والا اگر کسی مقام پر روک دیا جائے تو اگر اس کے ساتھ قربانی ہو تو وہیں اس کو ذبح کرکے سر منڈائے اور احرام اتار دے اب اس کے لئے ہر وہ چیز جو حالت احرام میں حرام تھی حلال ہو جائے گی۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت ضباعہؓ نے عرض کیا:۔

یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ وَاَنَا شَاکِیَۃٌ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حُجِّیْ وَاشْتَرِطِیْ اَنَّ مَحِلِّیْ حَیْثُ حَبَسْتَنِیْ وَفِیْ رِوَایَۃٍ قُوْلِیْ اَللّٰھُمَّ مَحِلِّیْ حَیْثُ حَبَسْتَنِیْ (صحیح مسلم باب جواز اشتراط المحرم التحلل بعذر المرض جزء اول ص۳۸۵)

اے اللہ کے رسول، میرا حج کرنے کا ارادہ ہے۔ لیکن میں بیمار ہوں (ایسی صورت میں میں کیا کروں؟) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم حج کرو اور (اللہ سے) بہ شرط کر لو کہ اے اللہ، میں اسی جگہ احرام اتار دوں گی جس جگہ تو مجھے روک دے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیماری کی وجہ سے بھی اگر رکنا پڑ جائے تو جس جگہ رکنے پر مجبور ہو اسی جگہ احرام اتار دے۔ پھر اللہ تعالٰی نے فرمایا (وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَکُمْ حَتّٰی یَبْلُغَ الْھَدْیُ مَحِلَّہٗ) سر اس وقت تک نہ منڈاؤ جب تک قربانی اپنی مقررہ جگہ پہنچ کر ذبح نہ ہو جائے، اس آیت سے معلوم ہوا کہ احرام باندھنے کے بعد سر نہ منڈائے جب تک قربانی نہ کرے، یعنی قربانی کرنے کا وقت سر منڈانے سے پہلے ہے، پہلے قربانی کرے پھر سر منڈائے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتٰی مِنًی فَاَتَی الْجَمْرَۃَ فَرَمَاھَا ثُمَّ اَتٰی مَنْزِلَہٗ بِمِنًی وَنَحَرَ ثُمَّ قَالَ لِلْحَلَّاقِ خُذْ (صحیح مسلم باب بیان ان السنۃ یوم النحر ان یرمی ثم ینحر جزء اول ص۴۲۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منٰی تشریف لائے پھر آپ نے جمرہ پر جا کر اسے کنکریاں ماریں، پھر منٰی میں اپنی منزل پر آئے اور قربانی کی پھر حجام کو بلا کر اس سے سر مونڈنے کے لئے کہا۔

لیکن اگر کسی کو اس ترتیب کا علم نہ ہو اور وہ لاعلمی میں پہلے سر منڈا دے تو بھی کوئی حرج نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَفَ فِیْ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ فَجَعَلُوْا یَسْئَلُوْنَہٗ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں کھڑے ہو گئے لوگ آپ سے سوال کرنے لگے۔

فَقَالَ رَجُلٌ لَمْ اَشْعُرْ فَحَلَقْتُ قَبْلَ اَنْ اَذْبَحَ قَالَ اذْبَحْ وَلَا حَرَجَ (صحیح بخاری کتاب الحج باب الفتیا علی الدابۃ عند الجمرۃ جزء۲ ص۲۱۵ وصحیح مسلم باب من حلق قبل النحر جزء اول ص۴۲۶)

ایک شخص نے کہا "مجھے معلوم نہیں تھا میں نے لاعلمی میں قربانی ذبح کرنے سے پہلے سر منڈا دیا"، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی حرج نہیں اب قربانی کر لو۔

سر منڈانے کے بجائے اگر کوئی شخص بال چھوٹے کتروا دے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ۔ (الفتح - ۲۷)

(اگر اس سال تمہیں کفار نے مسجد حرام جانے سے روک دیا تو رنج کی کوئی بات نہیں) تم انشاء اللہ (عنقریب) ضرور امن کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہو گے، کوئی تم میں سے سر منڈائے گا اور کوئی تم میں سے بال چھوٹے کرائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ اَمَرَ اَصْحَابَهٗ اَنْ يَّطُوْفُوْا بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ يَحِلُّوْا وَيَحْلِقُوْا اَوْ يُقَصِّرُوْا۔ (صحیح بخاری باب تقصیر المتمتع بعد العمرۃ جزء۲ ص۲۱۴)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے تو آپ نے اپنے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ بیت اللہ کا طواف کریں، صفا و مروہ کی سعی کریں، پھر احرام اتاریں اور سر منڈا دیں یا بال چھوٹے کروا دیں۔

مندرجہ بالا آیت اور حدیث سے ثابت ہوا کہ سر منڈانا اور بال کتروانا دونوں جائز ہیں لیکن سر منڈانا افضل ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ قَالَ وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ (صحیح بخاری باب الحلق و التقصیر عند الاحلال جزء۲ ص۲۱۳ وصحیح مسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی "اے اللہ سر مونڈنے والوں کی مغفرت فرما" لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول اور بال چھوٹے کرنے والوں کے لئے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے اللہ سر مونڈنے والوں کی مغفرت فرما"۔ لوگوں نے کہا "اے اللہ کے رسول اور بال چھوٹے کرنے والوں کے لئے؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے اللہ سر مونڈنے والوں کی مغفرت فرما"، لوگوں نے

باب تفضیل الحلق علی التقصیر وجواز التقصیر جزء اول ص۴۲۵ واللفظ لمسلم)

کہا" اے اللہ کے رسول اور بال چھوٹے کرنے والوں کے لئے"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اور بال چھوٹے کرنے والوں کی بھی (مغفرت فرما)"۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

حَلَقَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَطَائِفَۃٌ مِّنْ اَصْحَابِہٖ وَقَصَّرَ بَعْضُھُمْ (صحیح بخاری باب الحلق والتقصیر عند الاحلال جزء۲ ص۲۱۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی ایک جماعت نے سر منڈایا اور صحابہ میں سے بعض لوگوں نے بال چھوٹے کروائے۔

الغرض اللہ تعالٰے نے قربانی کرنے والوں پر یہ پابندی عائد کر دی کہ وہ سر نہ منڈائیں جب تک قربانی اپنے مقام پر پہنچکر ذبح نہ ہو جائے، پھر اللہ تعالٰے نے اس حکم میں عذر کی وجہ سے کچھ تخفیف فرمادی۔

حضرت کعب بن عجرہؓ فرماتے ہیں:۔

کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْحُدَیْبِیَۃِ وَنَحْنُ مُحْرِمُوْنَ وَقَدْ حَصَرَنَا الْمُشْرِکُوْنَ وَکَانَتْ لِیْ وَفْرَۃٌ فَجَعَلَتِ الْھَوَامُّ تَسَاقَطُ عَلٰی وَجْھِیْ فَمَرَّ بِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَیُؤْذِیْکَ ھَوَامُّ رَأْسِکَ؟ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ وَاُنْزِلَتْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃُ "فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَّرِیْضًا اَوْبِہٖٓ اَذًی مِّنْ رَّاْسِہٖ فَفِدْیَۃٌ مِّنْ صِیَامٍ اَوْصَدَقَۃٍ اَوْنُسُکٍ" (صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الحدیبیۃ جزء۵ ص۱۶۲ وصحیح مسلم کتاب الحج باب جواز حلق الراس للمحرم اذا کان بہ اذی جزء اول ص۴۹۶ واللفظ للبخاری)

ہم حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور ہم احرام باندھے ہوئے تھے، لیکن مشرکین نے ہمیں عمرہ کرنے سے روک دیا تھا، میرے سر پر پٹھے تھے (جن میں اتنی) جوئیں پڑ گئی تھیں کہ میرے منہ پر گر رہی تھیں۔ اسی اثناء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گذرے، آپ نے فرمایا "کیا تمہارے سر کی جوئیں تمہیں تکلیف پہنچا رہی ہیں"؟ میں نے کہا "جی ہاں"، اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی، "پھر تم میں سے اگر کوئی شخص بیمار ہو یا کسی کے سر میں کوئی اور تکلیف ہو تو وہ (سر منڈا دے اور کفارے میں چند روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی کرے"۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب سے فرمایا:۔

اَحْلِقْ وَصُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ اَوْ اَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِيْنَ اَوِ انْسُكْ نَسِيْكَةً ۔

تم سر منڈا دو اور تین روزے رکھو یا چھ مساکین کو کھانا کھلاؤ یا قربانی کرو۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الحدیبیۃ جزء ۵ ص۱۶۲ وصحیح مسلم کتاب الحج باب جواز حلق الرأس للمحرم اذا کان بہ اذی جزء اول ص۴۹۵)

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں:۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا تَجِدُ شَاةً؟ قُلْتُ لَا، قَالَ صُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ اَوْ اَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِيْنَ لِكُلِّ مِسْكِيْنٍ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ طَعَامٍ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجھ سے) فرمایا "کیا تمہیں بکری میسّر ہے؟" میں نے کہا "نہیں" آپ نے فرمایا "تین روزے رکھلو یا چھ مسکینوں کو کھانا دے دو اس طرح کہ ہر مسکین کو نصف صاع طعام (یعنی غلہ وغیرہ) دیا جائے۔

(صحیح بخاری کتاب التفسیر باب تفسیر سورۃ البقرۃ جزء ۶ ص۳۳ وصحیح مسلم کتاب الحج باب جواز حلق الرأس للمحرم اذا کان بہ اذی جزء اول ص۴۹۶ واللفظ للبخاری)

الغرض آیت زیر تفسیر سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص بیماری وغیرہ کی وجہ سے قربانی کرنے سے پہلے سر منڈا دے تو وہ فدیہ میں کچھ روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی کرے، آیت میں یہ صراحت نہیں کہ کتنے روزے رکھے، نہ یہ صراحت ہے کہ صدقہ میں کیا چیز دے اور کتنی دے اور نہ یہ صراحت ہے کہ کتنے جانور قربان کرے اور کونسے جانور قربان کرے۔ یہ تمام تشریحات احادیث میں ملتی ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی تشریح کے لئے احادیث کی بڑی سخت ضرورت ہے، ان کے بغیر کام نہیں چلتا۔

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ روزوں کی تعداد تین ہے صدقہ اگر دے تو اس کی مقدار تین صاع طعام ہے، ہر مسکین کو نصف صاع طعام دے، اور اگر قربانی کرے تو ایک بکری کی قربانی کرے۔

آگے اللہ تعالٰی نے فرمایا (فَاِذَآ اَمِنْتُمْ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔) جب تم امن وامان کی حالت میں ہو اور کوئی شخص تم میں سے حج تمتع کر رہا ہو تو اُسے بھی قربانی کرنی چاہیئے۔ حج تمتع سے مراد یہ ہے کہ عمرہ کر کے احرام کھول دے، پھر حج کے ایام میں دوبارہ حج کا احرام باندھے، عمرہ کا احرام کھول دینے کے بعد سے حج کا احرام باندھنے کی درمیانی مدّت میں وہ احرام کی پابندی سے آزاد ہو جائے گا

اور اس آزادی سے فائدہ اور تمتع حاصل کرے گا، اسی فائدہ اور تمتع کی وجہ سے ایسے حج کو حج تمتع کہتے ہیں۔

حضرت عمرانؓ فرماتے ہیں:۔

تَمَتَّعْنَا عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (صحیح بخاری کتاب الحج باب التمتع جزء ۲ ص ۱۲۶)

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حج تمتع کیا ہے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَحِلُّوْا مِنْ اِحْرَامِكُمْ بِطَوَافِ الْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَقَصِّرُوْا ثُمَّ اَقِيْمُوْا حَلَالًا حَتّٰی اِذَا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ فَاَهِلُّوْا بِالْحَجِّ ..... فَلَوْلَا اَنِّيْ سُقْتُ الْهَدْيَ لَفَعَلْتُ مِثْلَ الَّذِيْ اَمَرْتُكُمْ وَلٰكِنْ لَا يَحِلُّ مِنِّيْ حَرَامٌ حَتّٰی يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ فَفَعَلُوْا (صحیح بخاری کتاب الحج باب التمتع والاقران جزء ۲ ص ۱۲۶ وصحیح مسلم کتاب الحج باب بیان وجوہ الاحرام جزء اول ص ۵۰۹)

کعبہ کا طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کر کے احرام اتار دو اور بال چھوٹے کر دو پھر تم احرام کی پابندیوں سے آزاد ہو یہاں تک کہ جب ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ ہو تو پھر حج کا احرام باندھو.... .... اگر میں قربانی کا جانور ساتھ نہ لاتا تو میں بھی وہی کرتا جس کا تم کو حکم دیا ہے لیکن اس صورت میں میں احرام نہیں اتار سکتا جب تک قربانی اپنے مقام پر پہنچ (کر ذبح) نہ (ہو) جائے یہ سن کر صحابہ کرام نے حکم کی تعمیل کی۔

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص قربانی کا جانور ساتھ نہ لایا ہو وہ حج تمتع کرے اور جو شخص قربانی کا جانور ساتھ لایا ہو وہ احرام نہ اتارے اور اسی احرام سے حج کرے، اس حج کو حج قران کہتے ہیں۔

آگے اللہ تعالےٰ نے فرمایا (فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ . . .) جس کو قربانی کا جانور نہ مل سکے تو وہ قربانی کے بدلے میں روزے رکھے، تین روزے ایام حج میں رکھے اور باقی سات روزے اپنے گھر پہنچکر رکھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ هَدْيًا فَلْيَصُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةً اِذَا رَجَعَ اِلٰی اَهْلِهٖ (صحیح مسلم باب وجوب الدم علی المتمتع جزء اول ص ۵۱۸)

جس کو قربانی نہ ملے وہ تین روزے ایام حج میں رکھے اور سات روزے اپنے گھر پہنچ کر رکھے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

لَمْ يُرَخَّصْ فِيْ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ اَنْ يُّصَمْنَ

ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی اجازت (اللہ اور

اِلَّا لِمَنْ لَّمْ يَجِدِ الْهَدْیَ (صحیح بخاری کتاب الصیام باب صیام ایام التشریق جزء ۳ ص۵۶)

اس کے رسول کی طرف سے) کسی صورت میں نہیں ہے مگر صرف اس صورت میں کہ کسی کو قربانی نہ ملی ہو (تو وہ ایام تشریق میں روزے رکھ لے)

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ ایام حج میں جو تین روزے رکھے جائیں وہ ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ ذی الحجہ کو رکھے جائیں۔

آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا (ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ) یہ حکم اسی کے لئے ہے جس کا گھر بار مسجد الحرام کے قرب وجوار میں نہ ہو، یعنی جو شخص مکہ معظمہ میں رہتا ہو اُسے حج تمتع کرنے کی اجازت نہیں، اُسے حج قِران کرنا چاہیئے۔

ان احکام کے بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا (وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ) اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، قصداً کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کرو ورنہ اچھی طرح سمجھ لو اور خبردار ہو جاؤ کہ اللہ بہت سخت سزا دینے والا ہے۔ وہ تمہاری خلاف ورزی پر تمہیں سزا بھی دے سکتا ہے۔

عمل

اے لوگو، حج اور عمرہ کو خالص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کیا کیجئے، اس میں کسی قسم کی ریاکاری نہیں ہونی چاہیئے، اپنے کو حاجی کہلوانے کی نیت سے حج نہ کیجئے، پھر جب آپ حج یا عمرہ کریں تو انہیں احکام الٰہی کے مطابق کیجئے، قصداً کسی قسم کی کوتاہی نہ کیجئے ایسا نہ ہو کہ احکام الٰہی کی خلاف ورزی کی سزا میں کوئی عذاب نازل ہو جائے۔

عمرہ کی فضیلت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلْعُمْرَةُ اِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا (صحیح بخاری کتاب الحج باب العمرۃ جزء ۳ ص۲ وصحیح مسلم باب فضل الحج والعمرۃ جزء اول ص۵۶۶)

ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک کے درمیانی وقفہ (کے گناہوں) کا کفّارہ ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّ عُمْرَةً فِىْ رَمَضَانَ حَجَّةٌ (صحیح بخاری کتاب الحج باب عمرۃ فی رمضان جزء ۳ ص۲ وصحیح مسلم کتاب الحج باب فضل العمرۃ فی رمضان وفیہ "تَعْدِلُ حَجَّةً" جزء اول ص۵۲۸)

رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے۔

عمرہ کرنے کا طریقہ

(۱) جب عمرہ کرنے کے لئے گھر سے روانہ ہو تو بے خوشبو کا تیل لگائیے۔

حضرت نافعؒ کہتے ہیں:۔

كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا إِذَا أَرَادَ الْخُرُوجَ إِلَى مَكَّةَ ادَّهَنَ بِدُهْنٍ لَيْسَ لَهُ رَائِحَةٌ طَيِّبَةٌ ..... ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ (صحیح بخاری کتاب المناسک باب الاھلال مستقبل القبلۃ جزء ۲ ص ۱۷۰)

عبداللہ بن عمرؓ جب مکہ جانے کا ارادہ کرتے تو بے خوشبو کا تیل لگاتے اور وہ یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

(۲) پھر جب دوران سفر میقات پر پہنچے تو احرام باندھنے سے پہلے نہائیے، اگر بدن پر ایسی خوشبو لگی ہوئی ہو جس میں زعفران شامل ہو تو اسے تین مرتبہ دھو ڈالے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

مِنَ السُّنَّةِ أَنْ يَغْتَسِلَ الرَّجُلُ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُحْرِمَ (رواہ الحاکم وسندہ صحیح۔ المستدرک ۱/۴۴۷)

جب کوئی آدمی احرام باندھنے کا ارادہ کرے تو (اس سے پہلے) نہانا سنت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

وَاغْسِلْ أَثَرَ الْخَلُوقِ عَنْكَ (صحیح بخاری کتاب المناسک باب یفعل فی العمرۃ ما یفعل فی الحج جزء ۳ ص ۶ و صحیح مسلم کتاب الحج باب ما یباح للمحرم بحج و عمرۃ جزء اول ص ۳۸۲ و ص ۳۸۳)

خلوق کا نشان اپنے (جسم) سے دھو ڈالو۔ (نوٹ: خلوق اس خوشبو کو کہتے ہیں جس میں زعفران شامل ہو)۔

(۳) پھر بہترین خوشبو جو میسر ہو سر اور ڈاڑھی میں لگائیے۔ اگر احرام باندھنے کے بعد سر اور ڈاڑھی میں خوشبو کی چمک دکھائی دے یا سر اور ڈاڑھی سے خوشبو کی مہک آئے تو کوئی حرج نہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:۔

كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِإِحْرَامِهِ حِينَ يُحْرِمُ وَفِي رِوَايَةٍ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيصِ الطِّيبِ فِي مَفَارِقِ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احرام باندھتے تو میں آپ کے خوشبو لگاتی تھی، پھر آپ احرام باندھے ہوتے اور میں آپ کی مانگ میں خوشبو

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ مُحْرِمٌ (صحیح بخاری کتاب المناسک باب الطیب عند الاحرام جزء ۲ صـ ۱۶۸ و صحیح مسلم کتاب الحج باب الطیب للمحرم عند الاحرام جزء اول صـ ۳۸۷)

کی چمک دیکھا کرتی تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إِذَا اَرَادَ اَنْ یُّحْرِمَ یَتَطَیَّبُ بِاَطْیَبِ مَا یَجِدُ ثُمَّ اَرٰی وَبِیْصَ الدُّھْنِ فِیْ رَاْسِہٖ وَلِحْیَتِہٖ بَعْدَ ذٰلِکَ (صحیح مسلم باب الطیب للمحرم عند الاحرام جزء اول صـ ۳۸۷)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب احرام پہننے کا ارادہ کرتے تو بہترین خوشبو جو میسّر ہوتی لگاتے، پھر میں بعد میں بھی آپ کے سر اور داڑھی میں خوشبو کی چمک کو دیکھا کرتی تھی۔

(۴) پھر مرد کو چاہئے کہ ایسی دو چادروں کا احرام باندھ لے جن میں زعفران سے مرکب کوئی خوشبو لگی ہوئی نہ ہو، ایک چادر اوڑھ لے اور ایک چادر کا تہ بند باندھ لے اور جوتیاں پہن لے۔ اگر تہ بند نہ ہو تو پاجامہ پہن لے اور جوتیاں نہ ہوں تو موزے پہن لے لیکن اتنا کاٹ دے کہ ٹخنوں سے نیچے ہو جائیں۔

حضرت یعلیٰؓ کہتے ہیں:۔

جَاءَ رَجُلٌ إِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ . . . عَلَیْہِ جُبَّۃٌ وَعَلَیْھَا خَلُوْقٌ . . . قَالَ اخْلَعْ عَنْکَ جُبَّتَکَ۔ (صحیح مسلم باب ما یباح للمحرم جزء اول صـ ۳۸۲ و صحیح بخاری باب غسل الخلوق ثلاث مرات جزء ۲ صـ ۱۶۷ و اللفظ لمسلم)

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، وہ ایک جبّہ پہنے ہوئے تھا جس پر زعفران سے مرکب خوشبو لگی ہوئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ جبّہ کو اتار دو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ لَّمْ یَجِدِ الْإِزَارَ فَلْیَلْبَسِ السَّرَاوِیْلَ، (صحیح بخاری کتاب الحج باب اذا لم یجد الازار جزء ۳ صـ ۲۱ و صحیح مسلم باب ما یباح للمحرم جزء اول صـ ۳۸۲)

جس شخص کو تہ بند نہ ملے وہ پاجامہ پہن لے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

وَاِنْ لَمْ يَجِدْ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَ لْيَقْطَعْهُمَا حَتّٰى يَكُوْنَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ (صحیح بخاری باب لبس الخفین للمحرم جزء ۳ صـ۲۱ وصحیح مسلم باب ما یباح للمحرم جزء اول صـ۳۸۱ واللفظ للبخاری)

اگر جوتیاں نہ ہوں تو موزے پہن لے لیکن ان کو اتنا کاٹ دے کہ ٹخنوں سے نیچے ہو جائیں۔

حضرت یعلیٰ ؓ کہتے ہیں :۔

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَافَ بِالْبَيْتِ مُضْطَبِعًا وَعَلَيْهِ بُرْدٌ (رواہ الترمذی وصححہ باب ماجاء ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم طاف مُضْطَبِعًا جزء اول صـ۱۶۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالت اضطباع طواف کیا اور آپ چادر اوڑھے ہوئے تھے۔

انوٹ :۔ چادر کو دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر دایاں کندھا کھولنے کو اضطباع کہتے ہیں۔

حضرت ابن عباس ؓ کہتے ہیں :۔

اَنَّ رَجُلًا كَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَقَصَتْهُ نَاقَتُهٗ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَمَاتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ...... كَفِّنُوْهُ فِيْ ثَوْبَيْهِ (صحیح بخاری کتاب الحج باب سنۃ المحرم اذا مات جزء ۳ صـ۲۲)

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، اس کی اونٹنی نے اُسے کچل دیا (اور وہ مرگیا)، وہ احرام باندھے ہوئے تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُس کو اُسی کے دو کپڑوں میں کفن دو۔

(۵) مدینہ والے ذوالحُلیفہ سے احرام باندھیں، نجد والے قرنُ المنازل سے، شام والے جُحفہ سے، یمن والے یلملم سے، عراق والے ذات عِرق سے احرام باندھیں۔ جو لوگ ان میقاتوں اور مکہ معظمہ کے درمیان رہتے ہوں وہ اپنی بستی ہی سے احرام باندھیں، مکہ معظمہ کے رہنے والے مکہ معظمہ سے احرام باندھیں اور جو لوگ مذکورہ بالا مقامات کے علاوہ کسی اور مقام پر رہتے ہوں وہ اس میقات پر پہنچکر احرام باندھیں جو ان کے راستے میں آئے۔

حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں :۔

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلِاَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ وَلِاَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ کو، اہل شام کے لئے جحفہ کو، اہل نجد کے لئے قرن المنازل کو اور اہل یمن کے لئے

الْمَنَازِلِ وَلِاَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ ، هُنَّ لِاَهْلِهِنَّ وَلِكُلِّ اٰتٍ اَتٰى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِمْ مِمَّنْ اَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَمَنْ كَانَ دُوْنَ ذٰلِكَ فَمِنْ حَيْثُ اِنْشَأَ حَتّٰى اَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ (صحيح بخاری باب مهل اهل اليمن جزء ۲ ص۱۶۶ و صحيح مسلم باب مواقيت الحج جزء اول ص۳۸۳)

یلملم کو میقات مقرر فرمایا ہے اور جو ان مقامات کے علاوہ دوسرے مقامات کے رہنے والے ہوں اور حج یا عمرہ کو جاتے ہوئے ان مقامات سے گذریں تو ان کے لئے بھی آپ نے یہی میقات مقرر فرمائے، جو لوگ مکہ معظمہ سے ان میقاتوں کے مقابلہ میں زیادہ نزدیک ہوں وہ اپنے مقام سے احرام باندھیں حتّی کہ مکہ والے مکہ ہی سے احرام باندھیں۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ

مُهَلُّ اَهْلِ الْعِرَاقِ مِنْ ذَاتِ عِرْقٍ۔ (صحيح مسلم باب مواقيت الحج جزء اول ص۳۸۵)

اہل عراق کے احرام باندھنے کی جگہ ذات عرق ہے۔

(۶) عورت کے لئے احرام کا کوئی خاص لباس مقرر نہیں، وہ جیسا لباس چاہے پہنے البتہ چہرہ پر نقاب نہ ڈالے اور ہاتھوں میں دستانے نہ پہنے۔ عورت زیور اور موزے بھی پہن سکتی ہے۔ لباس کے علاوہ وہ تمام کام وہی کرے جو مرد کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا تَنْتَقِبِ الْمَرْاَةُ الْمُحْرِمَةُ وَلَا تَلْبَسِ الْقُفَّازَيْنِ (صحيح بخاری باب ما ينهى من الطيب للمحرم ۳/۱۹)

محرمہ عورت نہ نقاب ڈالے اور نہ موزے پہنے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

وَلْتَلْبَسْ بَعْدَ ذٰلِكَ مَا اَحَبَّتْ مِنْ اَلْوَانِ الثِّيَابِ مِنْ مُعَصْفَرٍ اَوْ خَزٍّ اَوْ حُلِيٍّ اَوْ سَرَاوِيْلَ اَوْ خُفٍّ اَوْ قَمِيْصٍ (رواه الحاكم وابوداود عن ابن عمرؓ وسنده صحيح ۔ المستدرك ۱/۴۸۶)

(عورت ورس اور زعفران میں رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے) اس کے علاوہ وہ جس رنگ کا کپڑا چاہے پہنے۔ وہ ریشمی کپڑا، زیور، پاجامہ، موزہ اور قمیص بھی پہن سکتی ہے۔

(۷) احرام باندھ کر یہ ثناء پڑھے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ، سُبْحَانَ اللّٰهِ ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔

پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے اس طرح لبیک کہے:۔

لَبَّيْكَ ، اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ بِالْعُمْرَةِ

میں حاضر ہوں، اے اللہ میں عمرہ کے لئے حاضر ہوں۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں:-

صَلّٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ مَعَهٗ بِالْمَدِيْنَةِ الظُّهْرَ اَرْبَعًا وَالْعَصْرَ بِذِى الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ بَاتَ بِهَا حَتّٰى اَصْبَحَ ثُمَّ رَكِبَ حَتّٰى اسْتَوَتْ بِهٖ عَلَى الْبَيْدَاءِ حَمِدَ اللّٰهَ وَسَبَّحَ وَكَبَّرَ ثُمَّ اَهَلَّ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ (صحیح بخاری باب التحمید ..... قبل الاهلال جزء ۲ ص۱۷۱) وفی روایۃ فَجَعَلَ يُهَلِّلُ وَيُسَبِّحُ (صحیح بخاری باب نحر البدن قائمۃ جزء ۲ ص۲۱۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ مدینہ میں ظہر کی چار رکعتیں پڑھیں اور ذوالحلیفہ میں عصر کی دو رکعتیں پڑھیں، پھر آپ رات کو وہاں رہے، پھر صبح کو آپ سواری پر سوار ہوئے حتی کہ جب وہ بیداء کے مقام پر آپ کو لے کر سیدھی کھڑی ہو گئی تو آپ نے اللہ کی حمد کی، تسبیح پڑھی اور تکبیر کہی پھر آپ لا الٰہ الا اللہ اور سبحان اللہ پڑھنے لگے، پھر آپ نے حج اور عمرہ کی لبیک کہی۔

حضرت نافعؒ کہتے ہیں:-

كَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا صَلَّى بِالْغَدَاةِ بِذِى الْحُلَيْفَةِ ..... اِسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ قَائِمًا ثُمَّ يُلَبِّيْ وَزَعَمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ ذٰلِكَ (رواہ البخاری تعلیقاً فی باب الاهلال مستقبل القبلۃ ووصلہ البیہقی بسند صحیح۔ مناسک الحج والعمرۃ للالبانی ص۱۲)

ابن عمرؓ جب ذوالحلیفہ میں صبح کی نماز پڑھ چکتے ..... تو سواری پر قبلہ کی طرف منہ کرتے پھر لبیک پڑھتے اور وہ یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں:-

نَحْنُ نَقُوْلُ لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ بِالْحَجِّ فَاَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلْنَاهَا عُمْرَةً (صحیح بخاری باب من لبّٰی بالحج وسمّاہ جزء ۲ ص۱۷۶)

ہم لبیک اللّٰھم لبیک بالحج کہہ رہے تھے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہم نے حج کی جگہ عمرہ کہنا شروع کر دیا۔

(۸) پھر بلند آواز سے مسلسل یہ تلبیہ پڑھتا رہے:-

لَبَّيْكَ، اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ، لَا شَرِيْكَ لَكَ، لَبَّيْكَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيْكَ لَكَ۔

(ترجمہ) میں حاضر ہوں، اے اللہ میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، بے شک ہر قسم کی تعریف اور نعمت تیرے لئے ہے اور بادشاہت بھی تیرے لئے ہے، تیرا کوئی

شریک نہیں]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

اَنَّ تَلْبِيَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبَّيْكَ، اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ الخ ۔ (صحیح بخاری باب التلبیۃ جزء۲ ص۱۷۰ وصحیح مسلم باب التلبیۃ جزء اول ص۳۸۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تلبیہ کے الفاظ یہ تھے۔ لبیک اللھم لبیک ..... الخ

وفی روایۃ لہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عليه وَسلم كَانَ إِذَا اسْتَوَتْ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ قَائِمَةً عِنْدَ مَسْجِدِ ذِی الْحُلَيْفَةِ اَهَلَّ فَقَالَ لَبَّيْكَ .... الخ جزء اول ص۳۸۵)

(جب) ذوالحلیفہ کی مسجد کے قریب آپ کی سواری آپ کو لے کر سیدھی کھڑی ہو جاتی تو آپ یہ تلبیہ پڑھتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَتَانِی جِبْرِيْلُ فَاَمَرَنِی اَنْ اٰمُرَ اَصْحَابِیْ اَنْ يَّرْفَعُوْا اَصْوَاتَهُمْ بِالْاِهْلَالِ (رواہ الترمذی فی باب ماجاء فی رفع الصوت بالتلبیۃ وصححہ جزء اول ص۲۵۹ وصححہ مالک والشافعی وابن حبان والحاکم والبیھقی۔ نیل الاوطار جزء۴ ص۲۷۴)

میرے پاس جبریل آئے اور مجھے حکم دیا کہ میں اپنے اصحاب کو بلند آواز سے لبیک کہنے کا حکم دوں۔

(۹) حرم کے قریب پہنچ کر تلبیہ بند کر دے۔

حضرت نافعؒ کہتے ہیں:۔

كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا دَخَلَ اَدْنَى الْحَرَمِ اَمْسَكَ عَنِ التَّلْبِيَةِ ...... وَيُحَدِّثُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ (صحیح بخاری باب الاغتسال عند دخول مکۃ جزء۲ ص۱۷۲)

عبداللہ بن عمرؓ جب ادنی الحرم میں داخل ہوتے تو لبیک کہنا بند کر دیتے اور وہ یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

(۱۰) پھر "ذی طوی" مقام پر قیام کرے، ایک رات وہاں گذارے، پھر صبح کو نماز کے بعد غسل کرے، پھر اسی دن بوقت صبح بلندی کی طرف سے یعنی بطحاء میں داخل ہو کر ثنیۃ الوداع اور کداء سے ہوتا ہوا مکہ معظمہ میں داخل ہو۔

حضرت نافعؒ کہتے ہیں:۔

كَانَ ابْنُ عُمَرَ . . . . . يَبِيْتُ بِذِي طُوًى ثُمَّ يُصَلِّي الصُّبْحَ بِهٖ وَيَغْتَسِلُ وَيُحَدِّثُ اَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ (صحیح بخاری باب الاغتسال عند دخول مکة جزء ۲ ص۱۷۷ وصحیح مسلم باب استحباب المبیت بذی طوی جزء اول ص۵۲۹) وفی روایة حَتّٰی اَصْبَحَ ثُمَّ دَخَلَ مَكَّةَ (صحیح بخاری باب دخول مکة نهارًا اولیلاً جزء ۲ ص۱۷۷) و فی روایة يَدْخُلُ مَكَّةَ نَهَارًا (صحیح مسلم باب استحباب المبیت بذی طوی جزء اول ص۵۲۹)

ابن عمرؓ ذی طوٰی میں رات گذارتے، پھر صبح کی نماز پڑھتے اور غسل کرتے، پھر (اسی) دن مکہ میں داخل ہوتے اور وہ یہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کرتے تھے اور وہ یہ بھی کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح تک وہاں رہتے پھر مکہ میں داخل ہو جاتے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:۔

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا جَاءَ اِلٰى مَكَّةَ دَخَلَ مِنْ اَعْلَاهَا (صحیح بخاری کتاب الحج باب من این یدخل مکة جزء ۲ ص۱۷۸ وصحیح مسلم باب استحباب دخول مکة من الثنیة العلیا جزء اول ص۵۲۸)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ آتے تو اس کی بلندی کی طرف سے (شہر میں) داخل ہوتے۔

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں:۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ مِنْ كَدَاءٍ مِنَ الثَّنِيَّةِ الْعُلْيَا الَّتِيْ بِالْبَطْحَاءِ (صحیح بخاری کتاب الحج باب من این یخرج من مکة جزء ۲ ص۱۷۸ و روی مسلم نحوه فی باب استحباب دخول مکة من الثنیة العلیا جزء اول ص۵۲۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثنیۃ العلیا سے جو بطحاء میں ہے ہوتے ہوئے کدا کی طرف سے مکہ میں داخل ہوئے۔

(۱۱) پھر مکہ معظمہ پہنچ کر وضو کرے، پھر حجر اسود کے پاس آئے اور بِسْمِ اللهِ وَاللهُ اَكْبَرُ کہے، پھر حجر اسود کو ہاتھ لگائے اور حجر اسود کا بوسہ لے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:۔

إِنَّ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ حِيْنَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ تَوَضَّأَ ثُمَّ طَافَ (صحيح بخاری باب من طاف بالبيت اذا قدم مكة جزء ۲ ص۱۸۷ وصحيح مسلم باب ما يلزم من طاف بالبيت جزء اول ص۵۲۲)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ) آئے تو سب سے پہلے آپ نے وضو کیا، پھر طواف کیا۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں:۔

حَتّٰى إِذَا أَتَيْنَا الْبَيْتَ مَعَهُ اسْتَلَمَ الرُّكْنَ (صحيح مسلم باب حجة النبی صلى الله عليه وسلم جزء اول ص۵۱۵)

جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیت اللہ پہنچے تو آپ نے حجر اسود کا بوسہ لیا۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

ثُمَّ يَدْخُلُ مَكَّةَ ضُحًى فَيَأْتِي الْبَيْتَ فَيَسْتَلِمُ الْحَجَرَ وَيَقُوْلُ بِاسْمِ اللهِ وَاللهُ أَكْبَرُ (مسند امام احمد وسندہ صحیح۔ بلوغ الامانی جزء ۱۲ ص۱۷۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت مکہ میں داخل ہوتے، پھر بیت اللہ کے قریب پہنچ کر حجر اسود کا بوسہ لیتے اور بسم اللہ واللہ اکبر کہتے۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ (صحيح بخاری باب تقبيل الحجر جزء ۲ ص۱۸۶)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ حجر اسود کو ہاتھ لگاتے اور بوسہ لیتے۔

(۱۲) اگر حجر اسود کا بوسہ نہ لے سکے تو ہاتھ لگا کر ہاتھ کا بوسہ لے۔

حضرت نافع کہتے ہیں:۔

رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يَسْتَلِمُ الْحَجَرَ بِيَدِهِ ثُمَّ قَبَّلَ يَدَهُ وَقَالَ مَا تَرَكْتُهُ مُنْذُ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ (صحيح مسلم باب استحباب استلام الركنين اليمانيين جزء اول ص۵۳۲)

میں نے ابن عمرؓ کو دیکھا کہ انہوں نے حجر اسود کو ہاتھ لگایا، پھر ہاتھ کا بوسہ لیا، پھر فرمایا میں نے جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کرتے دیکھا ہے کبھی اس طرح کرنا نہیں چھوڑا۔

(۱۳) اگر ہاتھ لگانا بھی ممکن نہ ہو تو کسی چھڑی سے حجر اسود کو چھوئے اور چھڑی کا بوسہ لے۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں:۔

طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلَى بَعِيْرٍ يَسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنٍ (صحیح بخاری باب استلام الرکن بمحجن جزء ۲ ص۱۸۵ و صحیح مسلم باب جواز الطواف علیٰ بعیر جزء اول ص۵۳۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اونٹ پر کعبہ کا طواف کیا، آپ حجر اسود کو چھڑی سے چھوتے تھے۔

حضرت ابو الطفیل کہتے ہیں:۔

رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ وَيَسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنٍ وَيُقَبِّلُ الْمِحْجَنَ (صحیح مسلم باب جواز الطواف علی بعیر جزء اول ص۵۳۴)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا، آپ حجر اسود کو چھڑی سے چھوتے تھے اور چھڑی کا بوسہ لیتے تھے۔

(۱۳) اگر حجر اسود کو چھڑی لگانا بھی ممکن نہ ہو تو کسی چیز سے حجر اسود کی طرف اشارہ کرے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى بَعِيْرٍ كُلَّمَا أَتَى الرُّكْنَ أَشَارَ إِلَيْهِ بِشَيْءٍ كَانَ عِنْدَهُ (صحیح بخاری باب التکبیر عند الرکن جزء ۲ ص۱۸۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر کعبہ کا طواف کیا، جب کبھی آپ حجر اسود کے پاس سے گذرتے تو کسی چیز سے جو آپ کے پاس ہوتی اس طرف اشارہ کرتے۔

نوٹ:۔ حجر اسود کو بوسہ دینے، چھونے وغیرہ کے متعلق جو مختلف کیفیات مروی ہیں ان سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حج یا عمرہ ہی میں طواف نہیں کیا بلکہ اس کے علاوہ بھی کئی اور طواف کئے۔

(۱۴) پھر اضطباع کرے یعنی چادر کو داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈال لے اس طرح کہ داہنا کندھا کھلا رہے اور بایاں کندھا ڈھکا رہے۔

حضرت یعلیٰ کہتے ہیں:۔

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَافَ بِالْبَيْتِ مُضْطَبِعًا وَعَلَيْهِ بُرْدٌ (ترمذی باب ماجاء ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم طاف مضطبعا وسندہ صحیح جزء اول ص۱۶۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چادر اوڑھے ہوئے تھے، آپ نے چادر کا اضطباع کر کے کعبہ کا طواف کیا۔

(۱۵) پھر کعبہ کا طواف کرے، طواف داہنی طرف سے شروع کرے یعنی طواف کے وقت کعبہ بائیں طرف ہو، حجر اسود سے رکن یمانی تک رمل کرے یعنی دوڑ کر اور اکڑ کر چلے، رکن یمانی پر پہنچ کر اسے ہاتھ لگائے پھر معمولی چال سے حجر اسود کی طرف روانہ ہو۔

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں:۔

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا طَافَ بِالْبَیْتِ الطَّوَافَ الْاَوَّلَ یَخُبُّ ثَلَاثَۃَ اَطْوَافٍ وَیَمْشِیْ اَرْبَعَۃً (صحیح بخاری باب من طاف بالبیت اذا قدم مکۃ جزء ۲ صـ۱۸۷ وصحیح مسلم باب استحباب الرمل فی الطواف جزء اول صـ۵۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پہلا طواف کرتے تو تین چکر اکڑ کر اور دوڑ کر لگاتے اور چار چکروں میں معمولی چال سے چلتے۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں:۔

لَمَّا قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَکَّۃَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَاسْتَلَمَ الْحَجَرَ ثُمَّ مَضٰی عَلٰی یَمِیْنِہٖ (ترمذی باب ما جاء کیف الطواف وسندہ صحیح جزء اول صـ۲۶۶)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ آئے تو آپ مسجد میں داخل ہوئے، حجر اسود کا بوسہ لیا، پھر اپنی داہنی طرف چلے۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں:۔

اَمَرَھُمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّرْمُلُوْا ثَلَاثَۃَ اَشْوَاطٍ وَیَمْشُوْا مَا بَیْنَ الرُّکْنَیْنِ (صحیح مسلم باب استحباب الرمل فی الطواف جزء اول صـ۵۳۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا کہ تین چکر اکڑ کر اور دوڑ کر لگائیں اور رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان معمولی چال سے چلیں۔

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں:۔

مَا تَرَکْتُ اسْتِلَامَ ھٰذَیْنِ الرُّکْنَیْنِ فِیْ شِدَّۃٍ وَّلَا رَخَاءٍ مُنْذُ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْتَلِمُھُمَا (صحیح بخاری باب الرمل فی الحج والعمرۃ جزء ۲ صـ۱۸۵ و صحیح مسلم باب استحباب استلام الرکنین جزء اول صـ۵۳۲)

میں نے جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجر اسود اور رکن یمانی کو ہاتھ لگاتے دیکھا ہے میں ان کو ہاتھ لگانا نہیں چھوڑتا خواہ ہجوم ہو یا ہجوم نہ ہو۔

(۱۶) رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان یہ دعا پڑھے:۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

[اے ہمارے رب، ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور ہمیں دوزخ

عذاب سے بچا]

حضرت عبداللہ بن السائب کہتے ہیں :۔

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بَيْنَ الرُّكْنِ الْيَمَانِي وَالْحَجَرِ رَبَّنَا ...... الخ (احمد۔ سندہ صحیح۔ بلوغ الامانی جزء ۱۲ ص۶۷)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان رَبَّنَا ..... پڑھتے سُنا۔

(۱۷) پھر حجر اسود پر پہنچ کر اللہ اکبر کہے اور اس کا بوسہ لے یا ہاتھ لگا کر ہاتھ کا بوسہ لے یا چھڑی لگا کر چھڑی کا بوسہ لے یا کسی چیز سے اس طرف اشارہ کرے۔

حضرت ابن عباس رض کہتے ہیں :۔

طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَيْتِ عَلٰى بَعِيْرٍ كُلَّمَا اَتَى الرُّكْنَ اَشَارَ اِلَيْهِ بِشَيْءٍ كَانَ عِنْدَهٗ وَكَبَّرَ (صحیح بخاری باب التکبیر عند الرکن جزء ۲ ص۱۸۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر کعبہ کا طواف کیا۔ آپ جب حجر اسود کے پاس سے گذرتے تو کسی چیز سے اس کی طرف اشارہ کرتے اور اللہ اکبر کہتے۔

حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں :۔

طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ حَوْلَ الْكَعْبَةِ عَلٰى بَعِيْرِهٖ يَسْتَلِمُ الرُّكْنَ كَرَاهِيَةَ اَنْ يُّضْرَبَ عَنْهُ النَّاسُ (صحیح مسلم باب جواز الطواف علی بعیر جزء اول ص۵۳۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر سوار ہو کر کعبہ کا طواف کیا، آپ حجر اسود کو (صرف) چھو لیا کرتے تھے، آپ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ آپ کے (بوسہ دینے کے) لئے لوگوں کو مار کر ہٹایا جائے۔

(۱۸) حجر اسود پر پہنچ کر ایک چکر پورا ہو گیا، پھر دو چکر بالکل اسی طرح اور لگائے، پھر چار چکر اور لگائے لیکن ان چاروں میں دوڑ کر اور اکڑ کر نہ چلے بلکہ معمولی چال سے چلے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رض کہتے ہیں :۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا طَافَ فِي الْحَجِّ اَوِ الْعُمْرَةِ اَوَّلَ مَا يَقْدَمُ سَعٰى ثَلَاثَةَ اَطْوَافٍ وَمَشٰى اَرْبَعَةً (صحیح بخاری باب من طاف بالبیت اذا قدم مکۃ جزء ۲ ص۱۸۷ و

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ معظمہ آنے کے بعد حج یا عمرہ کا پہلا طواف کرتے تو تین چکر دوڑ کر لگاتے اور چار چکر معمولی چال سے لگاتے۔

صحیح مسلم باب استحباب الرمل فی الطواف
والعمرۃ فی الطواف الاول فی الحج جزء اول
ص۵۳ واللفظ للبخاری)

مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک طواف میں کعبہ کے سات چکر ہوتے ہیں۔

مندرجہ بالا احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ

(۱) جب صرف عمرہ کرے تو پہلے تین چکر دوڑ کر اور اکڑ کر لگائے اور باقی چکر معمولی چال سے۔

(۲) جب حج کرے تو حج کے ساتھ جو عمرہ کیا جاتا ہے۔ اس عمرہ میں بھی تین چکر دوڑ کر اور اکڑ کر چلے اور باقی چکر معمولی چال سے۔

اس حدیث سے یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ دوڑ کر اور اکڑ کر چکر لگانا صرف عمرہ کے ساتھ مخصوص ہے خواہ وہ اکیلا عمرہ ہو یا وہ عمرہ ہو جو حج سے پہلے کیا جاتا ہے اور جو حج کا ایک جزء سمجھا جاتا ہے۔ نفل طوافوں میں اور حج کے باقی تمام طوافوں میں دوڑ کر اور اکڑ کر چلنا مسنون نہیں۔

(۱۹) جب سات چکر پورے ہو جائیں تو مقام ابراہیم پر آئے اور یہ پڑھے۔

وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرٰهِيمَ مُصَلًّى

(مقام ابراہیمؑ کو مصلیٰ بناؤ)

پھر مقام ابراہیم کو اپنے اور کعبہ کے درمیان کرے، پھر دو رکعت نماز پڑھے، ان رکعتوں میں سورۃ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ اور سورۃ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ پڑھے، نماز سے فارغ ہونے کے بعد پھر حجر اسود کا بوسہ لے (یا ہاتھ یا چھڑی لگا کر ہاتھ یا چھڑی کا بوسہ لے یا کسی چیز سے اس کی طرف اشارہ کرے)۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ۔ (صحیح بخاری باب من طاف بالبیت اذا قدم مکۃ جزء۲ ص۱۸۷ وصحیح مسلم باب استحباب الرمل فی الطواف جزء اول ص۵۳)

پھر (طواف کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت پڑھتے تھے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:۔

ثُمَّ نَفَذَ إِلٰى مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَرَأَ وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى فَجَعَلَ الْمَقَامَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَيْتِ كَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ وَقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ ثُمَّ رَجَعَ

پھر (طواف کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام ابراہیم علیہ السلام کے پاس تشریف لائے اور آپ نے یہ آیت پڑھی وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى، پھر آپ نے مقام ابراہیم کو اپنے اور کعبہ کے درمیان کر کے دو رکعت نماز

اِلَى الرُّكْنِ فَاسْتَلَمَهُ ثُمَّ خَرَجَ مِنَ الْبَابِ اِلَى الصَّفَا (صحیح مسلم باب حجة النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء اول صفحہ ۳۹۴) وفی روایة قَرَأَ فِيهِمَا قُلْ يَاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (رواہ البیہقی وسندہ صحیح - بلوغ الامانی جزء ۱۲ صفحہ ۱۰۲)

ادا کی جن میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور قُلْ يَاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ سورتیں پڑھیں پھر آپ لوٹ کر حجر اسود کے پاس آئے اور اس کا بوسہ لیا پھر آپ اس دروازے سے باہر تشریف لائے جو صفا پہاڑی کی طرف ہے (ایک روایت میں پہلے قُلْ يَاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ہے بعد میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ہے)

(۲۰) پھر باب صفا سے مسجد کے باہر آئے، جب کوہ صفا کے قریب پہنچے تو یہ آیت پڑھے۔

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ

(صفا اور مروہ اللہ کے شعائر میں سے ہیں)

(۲۱) پھر یہ کلمات پڑھے:۔

اَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِهٖ

[میں اسی پہاڑی سے شروع کرتا ہوں جس پہاڑی سے اللہ تعالےٰ نے شروع کیا]

(۲۲) پھر صفا پر چڑھے، جب کعبہ نظر آنے لگے تو کعبہ کی پہاڑی کی طرف منہ کرکے کھڑا ہو جائے اور دونوں ہاتھ اٹھائے پھر اللہ تعالےٰ کی توحید بیان کرے یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یا کوئی اور دوسرے توحیدی کلمات پڑھے، پھر اللہ اکبر کہے اور یہ ثناء پڑھے:۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ اَنْجَزَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ۔

(ترجمہ) نہیں کوئی الٰہ سوائے اللہ اکیلے کے، اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہت اسی کی ہے اور ہر قسم کی تعریف بھی اسی کے لئے ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، نہیں کوئی الٰہ سوائے اللہ (اکیلے کے) اس نے اپنا وعدہ پورا کر دیا، اپنے بندے کی مدد کی اور تمام لشکروں کو اس نے اکیلے ہی شکست دی۔

(۲۳) اس حمد وثنا کے بعد دعا کرے، دعاء کے بعد پھر مندرجہ بالا کلمات حمد وثناء پڑھے اور پھر دعاء کرے، تیسری مرتبہ پھر ان کلمات حمد وثناء کو پڑھے اور پھر دعاء کرے،

پھر صفا سے اتر کر مروہ کی طرف چلے، جب وادی کے بطن میں پہنچے تو دوڑے، جب بطن وادی سے گذر جائے تو دوڑنا بند کر دے اور مروہ پر معمولی چال سے چڑھے، مروہ پر چڑھ کر بالکل اسی طرح کرے جس طرح کوہ صفا پر کیا تھا، یہ ایک چکر ہوا، اس کے بعد چھ چکر اور لگائے یعنی مروہ سے صفا اور صفا سے پھر مروہ، اسی طرح ساتواں چکر مروہ پر ختم کرے۔

نوٹ:۔ صفا و مروہ کی سعی کا مفصل بیان اور دلائل سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۵۸ کی تفسیر میں صفحہ ۵۱۵ تا صفحہ ۵۰۸ پر ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۱) پھر بال منڈوا دے یا کتروا دے، پھر احرام اتار دے۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں:۔

اَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَصْحَابَہٗ اَنْ یَّجْعَلُوْھَا عُمْرَۃً وَیَطُوْفُوْا ثُمَّ یُقَصِّرُوْا وَ یَحِلُّوْا (صحیح بخاری باب تقضی الحائض المناسک کلھا الا الطواف جزء ۲ ص۱۹۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا کہ اس کو عمرہ قرار دیں اور (کعبہ اور صفا مروہ کا) طواف کرنے کے بعد بال کتروا دیں اور احرام اتار دیں۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں:۔

لَمَّا قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَکَّۃَ اَمَرَ اَصْحَابَہٗ اَنْ یَّطُوْفُوْا بِالْبَیْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ ثُمَّ یَحِلُّوْا وَیَحْلِقُوْا اَوْ یُقَصِّرُوْا (صحیح بخاری باب تقصیر المتمتع بعد العمرۃ جزء ۲ ص۲۱۴)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے تو آپ نے صحابہ کو حکم دیا کہ کعبہ اور صفا و مروہ کا طواف کریں، پھر احرام اتار دیں اور بال منڈوا دیں یا کتروا دیں۔

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں:۔

فَلَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَکَّۃَ قَالَ لِلنَّاسِ مَنْ لَّمْ یَکُنْ مِّنْکُمْ اَھْدٰی فَلْیَطُفْ بِالْبَیْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ وَ لْیُقَصِّرْ وَ لْیَحْلِلْ (صحیح مسلم باب وجوب الدم علی المتمتع جزء اول ص۵۱۸)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے تو آپ نے لوگوں سے فرمایا تم میں سے جو شخص قربانی کا جانور نہ لایا ہو وہ بیت اللہ کا اور صفا مروہ کا طواف کرے پھر بال کتروا دے اور احرام اتار دے۔

نوٹ:۔ (۱) احرام باندھنے کے بعد جو پابندیاں عائد ہوتی ہیں ان کا بیان ہم انشاء اللہ سورۂ مائدہ کی آیات نمبر ۱ و ۲ کی تفسیر میں بیان کریں گے۔

(۲) حج کا مفصل طریقہ ہم انشاء اللہ سورۃ الحج کی تفسیر میں بیان کریں گے۔

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ فَمَنْ فَرَضَ
فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ
وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ وَمَا تَفْعَلُوْا
مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ وَتَزَوَّدُوْا
فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَ
اتَّقُوْنِ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾

ترجمہ حج (کا احرام باندھنے) کے چند مقررہ مہینے ہیں، جو شخص ان مہینوں میں حج کو (اپنے اوپر) فرض کرلے تو وہ حج (کے ایام) میں نہ عورتوں سے میل جول رکھے، نہ کوئی برا کام کرے اور نہ (کسی سے) جھگڑے اور (اے ایمان والو) جو نیک کام بھی تم کروگے وہ اللہ کے علم میں ہوگا، اور (اے ایمان والو، حج کو جاتے وقت) زادِ راہ لے لیا کرو اس لئے کہ زادِ راہ کا سب سے بڑا فائدہ تقوے (کا حصول) ہے اور اے عقل والو، مجھ سے ڈرتے رہو (یعنی تقویٰ کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو) ۱۹۷

معانی و مصادر (الحَجُّ) حَجَّ، یَحُجُّ، حَجٌّ (ن) حج کرنا، قصد کرنا، دلیل میں غالب آنا۔
(فَرَضَ) فَرَضَ، یَفْرِضُ، فَرْضٌ (ض) مقرر کرنا، فرض کرنا۔
(رَفَثَ) رَفَثَ، یَرْفِثُ، رَفْثٌ (ض ن) و رَفِثَ، یَرْفَثُ، رَفَثٌ (س) بے حیائی کی بات کرنا۔

(فُسُوق) فَسَقَ، يَفْسُقُ، فِسْقٌ وفُسُوقٌ (ض ن ك) راہِ حق سے نکل جانا، برا کام کرنا۔
(تَزَوَّدُوا) تَزَوَّدَ، يَتَزَوَّدُ، تَزَوُّدٌ (باب تفعّل) زادِ راہ لینا۔
(زَادُ) زَادَ، يَزُوْدُ، زَوْدٌ (ن) زادِ راہ تیار کرنا [زاد = سفر کے لئے کھانا وغیرہ]
(تَقْوٰى) اِتَّقٰى، يَتَّقِىْ، اِتِّقَاءٌ (باب افتعال) ڈرنا۔ [تقوی، اِتَّقٰى سے اسم ہے]
(اَلْبَاب) لَبِبَ، يَلْبَبُ، لَبَبٌ ولُبٌّ ولَبَابَةٌ (س) عقل مند ہونا، [اَلْبَاب = لُبٌّ کی جمع = عقلیں]۔
(جِدَال) جَادَلَ، يُجَادِلُ، جِدَالٌ و مُجَادَلَةٌ (باب مفاعلہ) جھگڑنا۔

تفسیر

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ) حج کے چند مقررہ مہینے ہیں۔ قرآن مجید میں ان مہینوں کا ذکر نہیں ہے، البتہ صحابہ کرامؓ کے توسط سے ان ناموں کی جو وضاحت ہمیں ملتی ہے وہ یہی ہے کہ یہ مہینے شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے دس دن ہیں۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ قَالَ شَوَّالُ وَ ذُوالْقَعْدَةِ وَعَشْرٌ مِّنْ ذِى الْحَجَّةِ (دارقطنی کتاب الحج جلد ۲ صـ۲۵۸ و سندہ صحیح۔ فتح الباری جزء۴ صـ۱۲۴)

حج کے چند مقررہ مہینے ہیں (یعنی) شوال، ذو قعدہ اور ذوالحجہ کے دس دن۔

الغرض حج کا احرام باندھنے کے یہی مہینے ہیں، ذی الحجہ کے ان دس ایام میں دسویں تاریخ کی صرف رات شامل ہے۔ دسویں تاریخ کا دن ان ایام میں شامل نہیں ہے لہذا ۱۰ ذی الحجہ کو دن کے وقت احرام نہیں باندھا جا سکتا۔ اگر کسی مجبوری سے احرام باندھنے میں تاخیر ہو جائے تو اگر دسویں رات کو بھی احرام باندھ کر کچھ دیر عرفات میں قیام کر لے اور مزدلفہ میں صبح کی نماز میں شریک ہو جائے تو حج ہو جائے گا، اگر دسویں تاریخ کو دن کے وقت احرام باندھے تو حج نہیں ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ اَدْرَكَ عَرَفَةَ قَبْلَ اَنْ يَّطْلُعَ الْفَجْرُ فَقَدْ اَدْرَكَ الْحَجَّ (رواہ الترمذی فی ابواب تفسیر سورۃ البقرۃ وسندہ صحیح۔ جلد اول صـ۳۳)

جس نے (دس تاریخ کی) فجر سے پہلے عرفات کو پالیا اس نے حج کو پالیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ شَهِدَ صَلٰوتَنَا هٰذِهٖ وَوَقَفَ مَعَنَا حَتّٰى يَدْفَعَ وَقَدْ وَقَفَ بِعَرَفَةَ قَبْلَ

جس نے ہماری اس نماز (یعنی نماز فجر) کو (مزدلفہ میں) پالیا اور ہمارے ساتھ (مزدلفہ میں) وقوف

ذٰلِكَ لَيْلاً اَوْ نَهَارًا فَقَدْ تَمَّ حَجُّهٗ وَقَضٰى تَفَثَهٗ (ترمذی کتاب الحج باب ما جاء من ادرك الامام بجمع فقد ادرك الحج، صحيح الترمذی جزء اول ص۲۷۷)

کیا یہاں تک کہ پھر وہ (ہمارے ساتھ (جمرہ عقبہ) روانہ ہوا اور اس سے پہلے وہ رات کو یا دن کو عرفات میں وقوف کر چکا ہو تو اس کا حج پورا ہو گیا (اب) وہ (قربانی کے بعد) اپنا میل کچیل دور کر دے۔

نوٹ:۔ حج کے ایام تو ۸/ ذوالحجہ سے ۱۲ یا ۱۳ ذوالحجہ ہیں لیکن حج کا احرام یکم شوال سے ۱۰/ ذوالحجہ کی شب تک کسی وقت بھی باندھا جا سکتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص حج کا احرام ۳/ شوال کو باندھ لے اور ۸/ ذوالحجہ سے پہلے مکہ معظمہ پہنچ جائے تو بقیہ ایام وہ مکہ معظمہ میں قیام کرے اور ۸ ذوالحجہ سے ارکان حج شروع کرے۔

پھر اللہ تعالٰی نے فرمایا (فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ . . . . .) جو شخص ان مہینوں میں احرام باندھ کر اپنے اوپر حج کو فرض کر لے تو وہ اب دوران حج نہ بے حیائی کی بات کرے، نہ گناہ کا کوئی کام کرے اور نہ کسی سے جھگڑے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ (صحیح بخاری باب فضل الحج المبرور جزء ۲ ص۱۶۴ وصحیح مسلم باب فی فضل الحج والعمرة جزء اول ص۵۶۶)

جس نے اللہ کے لئے حج کیا، پھر اس نے (دوران حج) نہ بے حیائی کی کوئی بات کی اور نہ گناہ کا کوئی کام کیا تو وہ اس حالت میں واپس ہوتا ہے جیسا کہ وہ اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اس کو جنا تھا۔

حج نہ صرف گناہوں سے مبرا ہو بلکہ نیکیوں سے بھرپور ہو۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں:۔

سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ قَالَ اِيْمَانٌ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ قِيْلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ جِهَادٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قِيْلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ حَجٌّ مَّبْرُوْرٌ (صحیح بخاری باب فضل الحج المبرور جزء ۲ ص۱۶۴ وصحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان کون الایمان باللہ تعالٰی افضل الاعمال جزء اول ص۶۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کونسا عمل سب سے بہتر ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا" پوچھا گیا اس کے بعد کونسا عمل افضل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ کے راستے میں جہاد کرنا"، پوچھا گیا پھر کونسا عمل افضل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "حج جو نیکیوں سے بھرپور ہو"۔

الغرض آیت زیر تفسیر اور احادیث مندرجہ بالا کا خلاصہ یہ ہے کہ حج میں گناہوں سے بچا جائے اور نیکیاں خوب کی جائیں (وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ) جو نیکی بھی تم کرو گے وہ ضائع نہیں ہو گی، وہ اللہ تعالٰی کے علم میں ہو گی اس کا اجر تمہیں ملے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهٗ جَزَاءٌ اِلَّا الْجَنَّةَ

نیکیوں سے بھرپور جو حج ہوگا اس کا بدلہ سوائے

(صحیح بخاری باب العمرۃ، وجوب العمرۃ وفضلہا جزء ۳ ص۲ وصحیح مسلم باب فی فضل الحج جزء اول ص۵۶۶) جنت کے اور کچھ نہیں۔

آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا (وَتَزَوَّدُوا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى) زادِ راہ لے لیا کرو، زادِ راہ کا بہت بڑا فائدہ تقویٰ کا حصول ہے۔

شانِ نزول

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

كَانَ اَهْلُ الْيَمَنِ يَحُجُّوْنَ وَلَا يَتَزَوَّدُوْنَ وَيَقُوْلُوْنَ نَحْنُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ فَاِذَا قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ سَاَلُوا النَّاسَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى "وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى" (صحیح بخاری کتاب الحج باب قول اللہ تعالیٰ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى۔ جزء ۲ ص۱۶۴)

یمن کے لوگ حج کے لئے آتے تھے لیکن زادِ راہ ساتھ نہ لیتے تھے، وہ کہتے تھے کہ ہم (اللہ پر) توکل کرتے ہیں (وہ ہمیں کھلائے گا) پھر جب وہ شہر (مکہ) پہنچتے تو لوگوں سے سوال کرتے، اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اس آیت کو نازل کر کے اللہ تعالیٰ نے ایسے توکل کرنے والوں کو تنبیہ کر دی جو بغیر تدبیر کے توکل کرتے ہیں، پوری طرح تدبیر کر کے توکل کرنا ایمان کی شان ہے اور یہی تقویٰ ہے، زادِ راہ نہ لے کر جانا پریشانی کا موجب ہوتا ہے، ایسی حالت میں اطمینانِ قلب نصیب نہیں ہوتا، عزتِ نفس جاتی رہتی ہے، لوگوں سے سوال کرنا پڑتا ہے، اسلامی وقار کو ٹھیس پہنچتی ہے اور یہ سب چیزیں تقویٰ کے منافی ہیں، اگر زادِ راہ ساتھ ہو تو اطمینانِ قلب نصیب ہوگا، خودداری پیدا ہوگی، بھیک مانگنے کی نوبت نہ آئے گی، وقار محفوظ رہے گا اور کیونکہ یہ سب چیزیں تقویٰ کی خصوصیات میں سے ہیں لہٰذا زادِ راہ کا ساتھ لے لینا تقویٰ کا باعث ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دے دیا کہ اے عقل والو، آئندہ ایسا نہ کرنا، زادِ راہ ساتھ لینا اور اس حکم کی خلاف ورزی نہ کرنا اور مجھ سے ڈرتے رہنا تاکہ تم اس حکم کی خلاف ورزی سے بچ سکو۔

عمل

اے ایمان والو، جب آپ حج کا احرام باندھ لیں تو نہ کوئی بے حیائی کی بات کیجئے، نہ کوئی گناہ کا کام کیجئے اور نہ کسی سے جھگڑئیے۔

اے ایمان والو، جب آپ حج کے لئے روانہ ہوں تو زادِ راہ ضرور ساتھ لے لیجئے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیئے۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ فَإِذَآ أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَٰتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَىٰكُمْ وَإِن كُنتُم مِّن قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّآلِّينَ ﴿۱۹۸﴾

ترجمہ تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم (ایام حج یا سفر حج میں تجارت کر کے) اپنے رب کا فضل تلاش کرو (اور کچھ روپیہ کما لو) اور جب تم عرفات سے واپس ہو تو مشعر حرام کے قریب (خوب) اللہ کا ذکر کیا کرو (لیکن اللہ کا ذکر اپنے خود ساختہ طریقہ سے نہ کیا کرو) بلکہ اسی طریقہ سے کیا کرو جس طریقہ کی اللہ نے تمہیں ہدایت کی ہے اور (یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ) اس سے پہلے تو تم بالکل گمراہ تھے (تمہیں کچھ معلوم نہیں تھا کہ اللہ کا ذکر کرنے کے کیا طریقے ہیں) ﴿۱۹۸﴾

معانی و مصادر (جُنَاحٌ) جَنَحَ، یَجْنَحُ، جُنُوحٌ (ض ف ن) مائل ہونا۔ [جُنَاحٌ = گناہ]۔

(فَضْلًا) فَضَلَ، یَفْضُلُ، فَضْلٌ (ن س) بچ جانا، زیادہ ہونا۔

(أَفَضْتُمْ) أَفَاضَ، یُفِیضُ، إِفَاضَةٌ (باب افعال) ڈالنا، بھرنا، روانہ ہونا۔

(الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ) مناسک حج کا ایک مقام۔

(هَدَىٰ) هَدَىٰ، یَهْدِي، هُدًى وَهِدَايَةٌ وَهِدَايَةٌ وَهُدَىً (ض) راہ دکھانا، راہ پر چلا کر منزل مقصود پر پہنچانا۔

(ضَآلِّیْنَ) ضَلَّ، یَضِلُّ، ضَلاَلٌ وضَلاَلَۃٌ (ف وض) گمراہ ہونا، بھول جانا، ضائع ہو جانا، ملیا میٹ ہو جانا۔

تفسیر لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلاً مِّنْ رَّبِّکُمْ کا شانِ نزول

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:-

کَانَتْ عُکَاظُ وَ مَجَنَّۃُ وَذُو الْمَجَازِ اَسْوَاقًا فِی الْجَاھِلِیَّۃِ فَتَاَثَّمُوْا اَنْ یَّتَّجِرُوْا فِی الْمَوَاسِمِ فَنَزَلَتْ "لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلاً مِّنْ رَّبِّکُمْ" فِی مَوَاسِمِ الْحَجِّ (صحیح بخاری کتاب التفسیر باب تفسیر سورۃ البقرۃ - جزء ٦ صـ۳۴)

ایام جاہلیت میں عکاظ، مجنہ اور ذو المجاز بازار لگا کرتے تھے (جب اسلام آیا تو) لوگوں نے موسم حج میں ان بازاروں میں تجارت کرنے کو گناہ خیال کیا، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی "لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلاً مِّنْ رَّبِّکُمْ" یعنی مواسم حج میں اگر تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دورانِ حج اگر تجارت کی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا جب تم عرفات سے واپس ہو تو راستے میں مشعر حرام کے مقام پر اللہ تعالےٰ کا ذکر کرو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عرفات سے واپس ہوا کرتے تھے تو مزدلفہ میں ایک رات گذارتے تھے اور وہاں صبح کی نماز کے بعد مشعر حرام کے مقام پر وقوف کرتے اور اللہ تعالےٰ کا ذکر کرتے، دعاء کرتے، اللہ تعالےٰ کی حمد بیان کرتے، اللہ اکبر کہتے، لا الٰہ الا اللہ کہتے اور اللہ تعالےٰ کی توحید بیان کرتے، آپ اسی طرح کرتے رہتے تھے یہاں تک کہ خوب روشنی ہو جاتی، پھر سورج کے طلوع ہونے سے پہلے آپ وہاں سے منیٰ روانہ ہو جاتے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:-

اَتٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَرَفَۃَ فَوَجَدَ الْقُبَّۃَ قَدْ ضُرِبَتْ لَہٗ بِنَمِرَۃٍ فَنَزَلَ فِیْھَا حَتّٰی اِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ اَمَرَ بِالْقَصْوَآءِ فَرُحِلَتْ لَہٗ فَاَتٰی بَطْنَ الْوَادِیْ فَخَطَبَ النَّاسَ ... ثُمَّ اَذَّنَ ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّی الظُّھْرَ ...

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات میں آئے، وہاں نمرہ کے مقام پر آپ کے لئے ایک خیمہ لگا دیا گیا تھا، آپ نے اس میں نزول فرمایا، جب سورج ڈھل گیا تو آپ نے اپنی اونٹنی قصواء کو کسنے کا حکم دیا، جب وہ کس لی گئی تو آپ (اس پر سوار ہو کر) بطن وادی میں آئے اور

ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا ثُمَّ رَكِبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَتَى الْمَوْقِفَ . . . . فَلَمْ يَزَلْ وَاقِفًا حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَ ذَهَبَتِ الصُّفْرَةُ قَلِيلًا . . . . دَفَعَ . . . . حَتَّى أَتَى الْمُزْدَلِفَةَ فَصَلَّى بِهَا الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ . . . . ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ وَصَلَّى الْفَجْرَ حِينَ تَبَيَّنَ لَهُ الصُّبْحُ بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ ثُمَّ رَكِبَ الْقَصْوَاءَ حَتَّى أَتَى الْمَشْعَرَ الْحَرَامَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَدَعَاهُ وَكَبَّرَهُ وَهَلَّلَهُ وَوَحَّدَهُ فَلَمْ يَزَلْ وَاقِفًا حَتَّى أَسْفَرَ جِدًّا فَدَفَعَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ (صحیح مسلم باب حجة النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء ا ص۳۹۹ و ۴۰۰) وَفِي رِوَايَةٍ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَكَبَّرَهُ (ابوداؤد باب صفة حَجَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وسلم وسندہ صحیح جزء اول ص۲۷۰)

لوگوں کے سامنے ایک خطبہ دیا . . . . پھر (مؤذن نے) اذان دی، پھر اقامت کہی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر کی نماز پڑھائی اور ان دونوں کے بیچ میں کچھ نہیں پڑھا، پھر آپ سوار ہو گئے، یہاں تک کہ موقف پر آئے . . . . وہاں آپ نے غروب آفتاب تک وقوف فرمایا پھر جب شفق کی زردی کچھ کم ہو گئی تو آپ وہاں سے روانہ ہو کر مزدلفہ پہنچے، وہاں آپ نے مغرب اور عشاء کی نماز پڑھی . . . . پھر آپ لیٹ گئے یہاں تک کہ جب صبح صادق ہوئی تو آپ نے صبح کی نماز اذان اور اقامت کے ساتھ ادا کی، پھر آپ قصواء پر سوار ہو گئے اور مشعر حرام پہنچ کر قبلہ رو ہو گئے، پھر آپ نے وہاں وقوف فرمایا، آپ دعاء کرتے رہے الحمد للہ کہتے رہے، اللہ اکبر اور لا الٰہ الا اللہ کہتے رہے اور اللہ کی توحید بیان کرتے رہے یہاں تک کہ خوب روشنی ہو گئی تو آپ طلوع آفتاب سے پہلے (منی) روانہ ہو گئے

آیت زیر تفسیر اور مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ تمام لوگوں کو عرفات میں قیام کرنا چاہیئے پھر مزدلفہ میں قیام کرنا چاہئے اور دونوں مقامات پر کثرت سے اللہ کا ذکر کرنا چاہیئے۔ پھر اللہ تعالے نے فرمایا:۔ (وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ) اللہ تعالے کا ذکر کرو جس طرح اللہ تعالے نے تمہیں سکھایا ہے، (وَإِنْ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ) اور اس سے پہلے تم گمراہ تھے، تمہیں اللہ تعالے کے ذکر کرنے کا طریقہ معلوم نہیں تھا، اب اللہ تعالے نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذریعہ تمہیں وہ طریقہ سکھا دیا، لہذا اُسی طریقے سے ذکر کیا کرو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالے کا ذکر اُسی طرح کرنا چاہیئے جس طرح اللہ تعالے نے سکھایا ہے، اپنی طرف سے ذکر کرنے کا کوئی طریقہ نکالنا یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا ایام جاہلیت کے زمانہ میں اللہ تعالے کا ذکر کرنا، گویا اپنی طرف سے اللہ تعالے کے ذکر کا کوئی طریقہ نکال لینا گمراہی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

إِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللهِ وَخَيْرَ الْهُدٰى هُدٰى مُحَمَّدٍ وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ (صحیح مسلم کتاب الجمعة باب تخفیف الصلوٰة والخطبة جزء اول ص ۳۷۴) ۔	بے شک بہترین بات اللہ کی کتاب ہے، اور بہترین طریقہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا طریقہ ہے، بدترین کام نئے کام ہیں اور ہر نیا کام گمراہی ہے۔

عمل

اے ایمان والو، ایام حج میں اگر آپ تجارت کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔

اے ایمان والو، عرفات سے روانہ ہونے کے بعد مشعر حرام پر اللہ تعالے کا ذکر کیجئے اور اسی طریقہ سے کیجئے جس طریقہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔

ثُمَّ اَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (۱۹۹)

ترجمہ پھر جہاں سے اور لوگ روانہ ہوں وہیں سے تم بھی روانہ ہو، اور اللہ سے مغفرت مانگتے رہو، بے شک اللہ مغفرت کرنے والا (اور بہت) رحم کرنے والا ہے (۱۹۹)

معانی و مصادر (غَفُوْرٌ) غَفَرَ، یَغْفِرُ، غَفْرٌ و غَفِیْرَۃٌ و غَفِیْرٌ و غُفْرَانٌ و مَغْفِرَۃٌ و غُفُوْرٌ (ض) معاف کرنا، گناہ پر پردہ ڈالنا۔

(رَحِیْمٌ) رَحِمَ، یَرْحَمُ، رَحْمَۃٌ و مَرْحَمَۃٌ و رُحْمٌ و رُحُمٌ (س) شفقت کرنا، مہربانی کرنا، رحم کرنا۔

شانِ نزول حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ مطہرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں:۔

کَانَتْ قُرَیْشٌ وَمَنْ دَانَ دِیْنَھَا یَقِفُوْنَ بِالْمُزْدَلِفَۃِ وَکَانُوْا یُسَمَّوْنَ الْحُمْسَ وَ کَانَ سَائِرُ الْعَرَبِ یَقِفُوْنَ بِعَرَفَاتٍ فَلَمَّا جَاءَ الْاِسْلَامُ اَمَرَ اللّٰہُ نَبِیَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَاْتِیَ عَرَفَاتٍ ثُمَّ یَقِفَ بِھَا ثُمَّ یُفِیْضَ مِنْھَا فَذٰلِکَ قَوْلُہٗ تَعَالٰی ثُمَّ اَفِیْضُوْا مِنْ حَیْثُ اَفَاضَ النَّاسُ (صحیح بخاری کتاب التفسیر ابواب تفسیر سورۃ البقرۃ جزء ۶ ص ۳۲ و صحیح مسلم کتب الحج باب فی الوقوف وقولہ تعالی ثُمَّ اَفِیْضُوْا

قریش اور جو لوگ ان کے دین پر تھے مزدلفہ میں وقوف کرتے تھے (اور وہیں سے منیٰ روانہ ہوتے تھے) وہ کہتے تھے ہم تو حرم کے علاوہ کسی اور مقام سے روانہ نہیں ہوتے انہیں حُمس کہا جاتا تھا اور باقی پورے عرب کے لوگ عرفات میں وقوف کرتے تھے (اور وہیں سے منیٰ روانہ ہوتے تھے) پھر جب اسلام آیا تو اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ عرفات پہنچ کر قیام کریں پھر وہیں سے روانہ ہوں اللہ کے اس فرمان " ثُمَّ اَفِیْضُوْا مِنْ حَیْثُ اَفَاضَ النَّاسُ کا یہی منشاء ہے،

. . . . جزء اول ص۵۱۳ وزاد مسلم ثُمَّ يُفِيضُ مِنْهَا وفی روایۃ لمسلم وَكَانَ الْحُمْسُ يُفِيضُونَ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ يَقُولُونَ لَا نُفِيضُ إِلَّا مِنَ الْحَرَمِ فَلَمَّا نَزَلَتْ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ رَجَعُوا إِلَى عَرَفَاتٍ (جزء اول ص۵۱۳)

(یعنی عرفات میں قیام کرے اور وہیں سے منیٰ روانہ ہو) اس حکم کے نازل ہونے کے بعد قریش نے بھی عرفات میں وقوف کرنا شروع کر دیا (اور وہیں سے منیٰ روانہ ہونے لگے)۔

الغرض اس حکم الٰہی کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات میں قیام کرنے لگے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:۔

فَسَارَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تَشُكُّ قُرَيْشٌ إِلَّا أَنَّهُ وَاقِفٌ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ كَمَا كَانَتْ قُرَيْشٌ تَصْنَعُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَأَجَازَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَتَى عَرَفَةَ فَوَجَدَ الْقُبَّةَ قَدْ ضُرِبَتْ بِنَمِرَةَ فَنَزَلَ فِيهَا (صحیح مسلم باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء اول ص۵۱۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے رہے اور قریش یہ گمان کر رہے تھے کہ آپ مشعر حرام کے پاس جا کر ٹھہریں گے جس طرح قریش ایام جاہلیت میں ٹھہرا کرتے تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشعر حرام سے آگے بڑھ گئے یہاں تک کہ آپ عرفات میں پہنچے، وہاں آپ نے دیکھا کہ آپ کے لئے نمرہ میں ایک خیمہ لگایا گیا ہے، آپ اُترے اور اس میں قیام فرمایا۔

حضرت جبیر بن مطعمؓ کہتے ہیں:۔

أَضْلَلْتُ بَعِيرًا لِي فَذَهَبْتُ أَطْلُبُهُ يَوْمَ عَرَفَةَ فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقِفًا مَعَ النَّاسِ بِعَرَفَةَ فَقُلْتُ وَاللهِ إِنَّ هَذَا لَمِنَ الْحُمْسِ فَمَا شَأْنُهُ هَهُنَا وَكَانَتْ تُعَدُّ مِنَ الْحُمْسِ (صحیح بخاری باب الوقوف بعرفۃ جزء ۲ ص۱۹۹ و صحیح مسلم باب فی الوقوف وقولہ تعالیٰ ثم افیضوا . . . . جزء اول ص۵۱۳)

میرا اونٹ کھو گیا، میں عرفہ کے دن اُسے ڈھونڈنے نکلا، میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں کے ساتھ عرفات میں ٹھہرے ہوئے ہیں، میں نے کہا اللہ کی قسم یہ تو حُمس میں سے ہیں پھر ان کا یہاں کیا کام؟ قریش کو (ایام جاہلیت میں) حُمس میں شمار کیا جاتا تھا۔

نوٹ:۔ خط کشیدہ عبارت صرف صحیح مسلم میں ہے۔

نوٹ:۔ حُمس احمس کی جمع ہے، احمس اس شخص کو کہتے ہیں جو دین کے معاملہ میں سخت ہو، قریش جب احرام باندھ لیتے تو گوشت کھانا چھوڑ دیا کرتے تھے، کیونکہ وہ اپنی جانوں پر سختی کرتے تھے لہٰذا وہ حُمس کہلاتے تھے۔

حضرت مسور بن مخرمہؓ فرماتے ہیں:۔

خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَۃَ فَحَمِدَ اللّٰہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اَھْلَ الشِّرْکِ وَالْاَوْثَانِ کَانُوْا یَدْفَعُوْنَ مِنْ ھٰھُنَا عِنْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ حِیْنَ تَکُوْنُ الشَّمْسُ عَلٰی رُءُوْسِ الْجِبَالِ مِثْلَ عَمَائِمِ الرِّجَالِ عَلٰی رُءُوْسِھَا فَھَدْیُنَا مُخَالِفٌ لِھَدْیِھِمْ وَکَانُوْا یَدْفَعُوْنَ مِنَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ عَلٰی رُءُوْسِ الْجِبَالِ مِثْلُ عَمَائِمِ الرِّجَالِ عَلٰی رُءُوْسِھَا فَھَدْیُنَا مُخَالِفٌ لِھَدْیِھِمْ (رواہ الحاکم وسندہ صحیح - المستدرک ج ۲ ص۲۷۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عرفات میں خطاب فرمایا۔ آپ نے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر کہا اما بعد اہل شرک اور بتوں کے پجاری اس مقام سے غروب آفتاب کے وقت روانہ ہوتے تھے (یعنی) ایسے وقت کہ دھوپ پہاڑوں کی چوٹیوں پر اس طرح ہوتی تھی جیسے کہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر مردوں کے عمامے (بندھے ہوں) ہمارا طریقہ ان کے خلاف ہے اور وہ لوگ مشعر حرام سے طلوع آفتاب کے بعد ایسے وقت روانہ ہوتے تھے کہ دھوپ پہاڑوں کی چوٹیوں پر مردوں کے عمامے کی طرح ہوتی تھی۔ الغرض ہمارا طریقہ (یہاں بھی) ان کے خلاف ہے۔

الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات میں وقوف کرتے اور وہیں سے روانہ ہوتے تھے۔

حضرت اسامہؓ کہتے ہیں:۔

دَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَۃَ (صحیح بخاری باب الجمع بین الصلاتین بالمزدلفۃ جزء ۲ ص۲۰۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات سے روانہ ہوئے۔

عرفات میں قیام اور وہاں سے روانہ ہونے کا حکم دینے کے بعد اللہ تعالٰے نے فرمایا (وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰہَ) اللہ سے مغفرت کی دعاء کیا کرو یعنی عرفات اور مزدلفہ میں دعاء و استغفار کرنا چاہیئے۔ اپنے گناہوں کی معافی مانگنی چاہیئے اللہ تعالٰے بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے، وہ گناہ بخش دیتا ہے، خصوصاً حج کے موقع پر تو اس کی بخشش بڑی عام ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَا مِنْ یَوْمٍ اَکْثَرُ مِنْ اَنْ یُّعْتِقَ اللّٰہُ فِیْہِ عَبْدًا مِّنَ النَّارِ مِنْ یَوْمِ عَرَفَۃَ وَاِنَّہٗ لَیَدْنُوْ ثُمَّ یُبَاھِیْ بِھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃَ فَیَقُوْلُ مَا اَرَادَ ھٰٓؤُلَآءِ (صحیح مسلم باب فضل الحج جزء اول ص۵۶۶)

کوئی دن ایسا نہیں کہ اس دن اللہ تعالٰی اپنے بندوں کو عرفہ کے دن سے زیادہ دوزخ سے آزاد کرے، اس دن اللہ بہت نزدیک ہو جاتا ہے، پھر فرشتوں کے سامنے اپنے ان بندوں پر فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے یہ لوگ کیا چاہتے ہیں (گویا اللہ تعالٰے کے

پوچھنے کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے بندوں کو معاف کر دے)

پھر ہوتا بھی یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کے تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ (صحیح بخاری باب فضل الحج المبرور جزء۲ ص۱۶۴ وصحیح مسلم باب فضل الحج جزء اول ص۵۶۶)

جس نے اللہ کے لئے حج کیا، پھر (دوران حج) نہ کوئی بے حیائی کی بات کی اور نہ کوئی گناہ کیا تو وہ (حج کر کے) اس طرح (بے گناہ ہو کر) لوٹتا ہے جس طرح وہ اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اُسے جنا تھا۔

عمل

اے لوگو، صرف اللہ تعالےٰ کی رضاء کے لئے حج کیجئے، دورانِ حج نہ کوئی بے حیائی کی بات کیجئے، نہ کوئی گناہ کا کام کیجئے، دعاء و استغفار کرتے رہیئے اور اللہ تعالےٰ کی حمد و ثناء بیان کرتے رہیئے، اللہ تعالےٰ آپ کے گناہوں کو معاف کر دیگا، دوزخ سے آزاد کر دے گا، اللہ تعالےٰ کی رحمت بڑی وسیع ہے اور وہ بڑے رحم و کرم والا ہے۔

فَاِذَا قَضَيۡتُمۡ مَّنَاسِكَكُمۡ فَاذۡكُرُوا
اللّٰهَ كَذِكۡرِكُمۡ اٰبَآءَكُمۡ اَوۡ اَشَدَّ
ذِكۡرًا فَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّقُوۡلُ
رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنۡيَا وَمَا لَهٗ فِى
الۡاٰخِرَةِ مِنۡ خَلَاقٍ ﴿۲۰۰﴾ وَمِنۡهُمۡ
مَّنۡ يَّقُوۡلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنۡيَا
حَسَنَةً وَّفِى الۡاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ
قِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾ اُولٰٓئِكَ
لَهُمۡ نَصِيۡبٌ مِّمَّا كَسَبُوۡا وَاللّٰهُ

سَرِیۡعُ الۡحِسَابِ ﴿۲۰۲﴾

ترجمہ پھر جب تم (حج کے) ارکان پورے کر لو تو اللہ کا ذکر کیا کرو جس طرح تم اپنے آباء واجداد کا ذکر کیا کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ شدت سے اللہ کا ذکر کیا کرو، پھر (ذکر کے ساتھ اگر دعاء بھی کرو تو ایسی جو دنیا و آخرت کی بھلائی پر مشتمل ہو ایسی نہیں کہ جس طرح) بعض لوگ دعاء کرتے ہیں تو کہتے ہیں " اے ہمارے رب ہمیں دنیا ہی میں (سب کچھ) دے دے" تو ایسے لوگوں کے لئے آخرت میں کچھ حصہ نہیں ﴿۲۰۰﴾ اور لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو (دنیا کے ساتھ ساتھ آخرت کے بھی طلب گار ہوتے ہیں) وہ اس طرح دعاء کرتے ہیں کہ " اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھی نعمتیں عطاء فرما اور آخرت میں بھی نعمتیں عطاء فرما اور دوزخ کے عذاب سے ہمیں بچا" ﴿۲۰۱﴾ (اس طرح دعاء کرنے والے ہی) وہ لوگ ہیں جن کے لئے ان کے اعمال کے صلہ میں (آخرت میں بہت بڑا) حصہ ہے (اور اے لوگو روز محشر کے حساب و کتاب سے غافل نہ ہو جانا، حساب و کتاب کا دن بہت جلد آنے والا ہے) اور اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے (پھر حساب و کتاب کے بعد فوراً ہی جنت دوزخ کا فیصلہ ہو جائے گا)۔ ﴿۲۰۲﴾

معانی و مصادر

(قَضَیۡتُمۡ) قَضٰی، یَقۡضِیۡ، قَضَآءٌ (س) پورا کرنا، ادا کرنا، فیصلہ کرنا۔

(مَنَاسِکَ) نَسَکَ، یَنۡسُکُ، نُسُکٌ و نُسۡکٌ و نُسُوۡکٌ و نَسۡکَۃٌ و مَنۡسَکٌ (ن) عبادت کرنا [مناسک = جمع مَنۡسَکٌ = طریقے، قربانگاہیں، حج کے ارکان]

(خَلَاقَ) خلاق = خیر میں بہت بڑا حصہ۔

(حَسَنَۃٌ) حَسَنَ، یَحۡسُنُ و حَسُنَ، یَحۡسُنُ، حُسۡنٌ (ن ک) اچھا ہونا، خوبصورت ہونا [حَسَنَۃٌ = نیکی، بھلائی]

(قِ) وَقٰی، یَقِیۡ، وِقَایَۃٌ و وَقۡیٌ (س) بچانا [قِ = بچا]

(نَصِیۡبٌ) نَصِبَ، یَنۡصَبُ، نَصَبٌ (س) محنت کر کے تھک جانا، کوشش کرنا [نصیب = حصہ]

(سَرِیۡعٌ) سَرِعَ، یَسۡرُعُ و سَرُعَ، یَسۡرُعُ، سُرۡعَۃٌ و سَرۡعٌ و سِرۡعٌ و سَرَاعَۃٌ (س ک) جلدی کرنا۔

(حساب) حَسَبَ، یَحۡسُبُ، حَسۡبٌ و حِسَابٌ و حُسۡبَانٌ و حِسۡبَۃٌ و حِسَابَۃٌ (ن) گننا۔

حَاسَبَ، یُحَاسِبُ، مُحَاسَبَۃٌ، حِسَابٌ (باب مفاعلہ) حساب لینا۔

تفسیر آیات زیر تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ ایام جاہلیت میں کفار، حج کے ارکان ادا کرنے کے بعد اپنے آباؤ اجداد کا ذکر کیا کرتے تھے، اپنے آباؤ اجداد کے کارناموں کو فخریہ بیان کرتے تھے، یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں آئیں، اللہ تعالیٰ نے آباؤ اجداد کا ذکر کرنے سے روک دیا اور اس کی جگہ اپنا ذکر کرنے کا حکم دیا۔

کَذِکۡرِکُمۡ اٰبَآءَکُمۡ کا یہ ترجمہ "جس طرح تم اپنے آباء و اجداد کا ذکر کرتے ہو" صحیح نہیں اس لئے کہ ہجرت کے بعد صحابۂ کرام نے پہلا حج ۹ھ میں کیا ہے اور اس حج میں ان کا اپنے آباء و اجداد کا ذکر کرنا ثابت نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّ اللّٰہَ اَوۡحٰی اِلَیَّ اَنۡ تَوَاضَعُوۡا حَتّٰی لَا یَفۡخَرَ اَحَدٌ عَلٰی اَحَدٍ (صحیح مسلم کتاب الجنۃ باب الصفات التی یعرف بہا فی الدنیا اھل الجنۃ و اھل النار جزء ۲ ص۵۴۳)

بے شک اللہ نے میری طرف وحی بھیجی ہے کہ عاجزی اختیار کرو حتیٰ کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس شدّت اور شوق و ذوق سے تم اپنے آباء و اجداد کا ذکر کرتے تھے اُسی شدت اور ذوق و شوق کے ساتھ اب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرو بلکہ اُس سے بھی زیادہ شدت اور شوق و ذوق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرو۔

حج کے تمام ارکان اللہ تعالیٰ کی عبادت ہیں لہٰذا حج اور حج کے تمام ارکان خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہونے چاہئیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاَتِمُّوا الۡحَجَّ وَالۡعُمۡرَۃَ لِلّٰہِ۔ (سورۃ البقرۃ ۔ ۱۹۶)

حج اور عمرہ کو اللہ کے لئے پورا کرو۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الۡبَیۡتِ۔ (آل عمران ۔ ۹۷)

لوگوں پر بیت اللہ کا حج کرنا اللہ کے لئے فرض ہے۔

آیات بالا سے ثابت ہوا کہ حج خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہے تو پھر یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ حج کے اہم ارکان ختم ہوتے ہی حج ہی کے درمیان اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بجائے غیر اللہ کا ذکر کیا جائے، اللہ تعالیٰ نے اس رسم کو بند کر کے اپنے ذکر کا حکم دیا۔

اس رسم کو اگر جاری رکھا جاتا تو بہت ممکن تھا کہ آباؤ اجداد کے ذکر کے ساتھ بزرگانِ دین کا ذکر شامل

ہو جاتا اور شرک کی داغ بیل پڑ جاتی، اس رسم کو بند کرنے سے شرک کے موجبات کی جڑ کٹ گئی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت خالص ہو گئی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے دعاء کا ذکر فرمایا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، دنیا دار لوگ تو صرف دنیا طلب کرتے ہیں اور دنیا طلب کرنے والوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں، البتہ لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائی طلب کرتے ہیں اور دوزخ سے بچنے کی دعاء کرتے ہیں، مؤمنین کو ایسی ہی دعاء کرنی چاہیئے، مؤمنین کے شایانِ شان یہی دعاء ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ان ہی الفاظ میں دعاء فرمایا کرتے تھے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (صحیح بخاری ابواب تفسیر سورۃ البقرۃ جزء ۶ ص۳۵ وفی روایۃ كَانَ اَكْثَرُ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ ..... صحیح بخاری کتاب الدعوات باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا ..... جزء ۸ ص۱۰۳ وصحیح مسلم کتاب الذکر باب فضل الدعاء باللّٰھم اٰتنا ...... جزء ۲ ص۳۴۷، **نوٹ:۔** صحیح مسلم میں اللّٰھم اور ربنا ایک ساتھ بیان نہیں ہوئے بلکہ علیحدہ علیحدہ سندوں کے متن میں)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر (اس طرح) دعاء فرمایا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

اے اللہ، اے ہمارے رب، ہمیں دنیا میں بھی نعمتیں عطاء فرما اور آخرت میں بھی نعمتیں عطاء فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَادَ رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ قَدْ خَفَتَ فَصَارَ مِثْلَ الْفَرْخِ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ كُنْتَ تَدْعُوْا بِشَيْءٍ اَوْتَسْاَلُهُ اِيَّاهُ قَالَ نَعَمْ كُنْتُ اَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ مَا كُنْتَ مُعَاقِبِيْ بِهٖ فِي

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلم کی عیادت کی، وہ بہت کمزور ہو گیا تھا اور (سوکھ کر) مثل چوزے کے ہو گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم کسی چیز کے لئے دعاء کرتے تھے اس نے کہا "ہاں میں اس طرح دعاء کرتا تھا کہ اے اللہ جو عذاب تو مجھے آخرت میں دینے

ـخِرَةِ فَعَجِّلْهُ لِي فِي الدُّنْيَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَانَ اللهِ لَا تُطِيقُهُ أَوْلَا تَسْتَطِيعُهُ أَفَلَا قُلْتَ اَللّٰهُمَّ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ قَالَ فَدَعَا اللهُ لَهُ فَشَفَاهُ۔ (صحیح مسلم کتاب الذکر باب کراھۃ الدعاء بتعجیل العقوبۃ فی الدنیا جزء ۲ صفحہ ۳۴۳)

والا ہے اُسے دنیا میں دیدے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سبحان اللہ! تم میں اس کی استطاعت نہیں ہے، تم نے اس طرح دعاء کیوں نہیں کی کہ اے اللہ مجھے دنیا میں بھی نعمتیں دے اور آخرت میں بھی نعمتیں دے اور مجھے دوزخ کے عذاب سے بچا۔" پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے اللہ تعالےٰ سے دعاء کی، اللہ نے اُسے شفاء عطاء فرمائی۔

اس دعاء کا حج سے ایک خاص تعلق ہے اور وہ یہ کہ طواف کرتے وقت رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان اس دعاء کا پڑھنا سنت ہے۔

حضرت عبداللہ بن السائبؓ کہتے ہیں:۔

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بَيْنَ الرُّكْنِ الْيَمَانِي وَالْحَجَرِ رَبَّنَا .... الخ (رواہ احمد وسندہ صحیح۔ بلوغ الامانی جزء ۱۲ صفحہ ۲۶)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان رَبَّنَا اٰتِنَا .... الخ پڑھتے سُنا ہے۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا) ایسے لوگ جو دنیا کے ساتھ آخرت کے بھی طلب گار ہوتے ہیں اور آخرت کی بھلائی کے لئے دعائیں کرتے ہیں اُن کو اُن کے اعمال کے صلہ میں آخرت کی نعمتوں سے بہت بڑا حصہ ملے گا۔ مؤمنین کو ان نعمتوں کا طلبگار رہنا چاہیئے، لیکن نعمتیں ان کو صرف دعاء کے صلہ میں نہیں ملیں گی بلکہ (مِمَّا كَسَبُوْا) اعمال کے صلہ میں ملیں گی، لہذا دعاء کے ساتھ اعمال صالحہ کرتے رہنا چاہیئے، پھر یہ بات کہ کس نے کونسے اعمال اچھے کئے اور کونسے اعمال بُرے کئے، اللہ تعالےٰ ہی ان کا فیصلہ کریگا اور یہ فیصلہ حساب وکتاب کے وقت کیا جائے گا، اور حساب وکتاب کا وقت کچھ دور نہیں ہے بلکہ قریب ہی ہے (وَاللهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ) اور اللہ جلدی حساب لینے والا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝ (الانبیاء ۔ ۱)

لوگوں کے حساب کا وقت قریب آگیا ہے لیکن باوجود اس کے وہ غفلت میں ہیں اور (اعمال صالحہ) سے رُوگردانی کر رہے ہیں۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالےٰ کا ذکر کثرت سے کیا کیجئے، خصوصاً حج کے زمانے میں اور حج کے اہم مناسک ادا کرنے کے بعد ایام تشریق میں کثرت سے اللہ تعالےٰ کا ذکر کیجئے، آباؤ اجداد کے ذکر اور ان کے کارناموں پر فخر اور ان کے قصائد پڑھنے میں وقت ضائع نہ کیجئے، صرف دنیا طلبی میں نہ لگے رہئیے، آخرت بھی طلب کیا کیجئے، اس جامع دعاء کو جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے پڑھا کرتے تھے، آپ بھی کثرت سے پڑھا کیجئے، اور صرف دعاء پر قناعت نہ کیجئے بلکہ اعمال صالحہ بھی کرتے رہا کیجئے، اس لئے کہ اعمال صالحہ ہی نجات کا اصل سبب ہیں، اعمال صالحہ سے غفلت برتنا اور صرف دعاء پر بھروسہ کر لینا مناسب نہیں لہذا اعمال صالحہ بھی کیجئے اور دعاء بھی کیجئے تاکہ اللہ تعالےٰ آپ کو آخرت میں اجر و ثواب کا وافر حصّہ عطاء فرمائے۔

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۲۰۳

ترجمہ اور (اے ایمان والو، منیٰ میں قیام کرکے) چند دن اللہ کا ذکر (کثرت سے) کیا کرو، پھر اگر کوئی شخص جلدی کرے اور دو ہی دن میں (منیٰ سے مکہ) چلا جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو دیر سے جائے تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں (اور منیٰ میں زیادہ ٹھہرنا صرف) اس شخص کے لئے (مستحسن) ہے جو (ریاء کاری سے بچے اور) تقویٰ اختیار کرے (اور اللہ سے ڈرتا رہے) اور (اے ایمان والو) تم اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور یہ خوب سمجھ لو کہ تم سب (ایک دن) ضرور اللہ کے پاس جمع کئے جاؤ گے (پھر وہ اس دن تمہارے اعمال کا حساب لے گا)۔ ۲۰۳

معانی ومصادر

(اُذْكُرُوْا) ذَكَرَ، يَذْكُرُ، ذِكْرٌ و تَذْكَارٌ (ن) ذکر کرنا، یاد کرنا۔

(تَعَجَّلَ) تَعَجَّلَ، يَتَعَجَّلُ، تَعَجُّلٌ (باب تَفَعُّلٌ) جلدی کرنا۔

(تَاَخَّرَ) تَاَخَّرَ، يَتَاَخَّرُ، تَاَخُّرٌ (باب تفعّل) دیر کرنا۔ [مادّہ اخ ر ہے]

(اِثْم) اَثِمَ، يَاْثَمُ، اِثْمٌ، اَثَمٌ، اَثَامٌ و مَاْثَمٌ (س) گناہ کرنا۔ [اِثْم = گناہ]

(تُحْشَرُوْنَ) حَشَرَ، يَحْشِرُ، حَشْرٌ (ض ن) جمع کرنا۔

تفسیر آیت زیرِ تفسیر سے تین آیات پہلے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ مناسک حج کے ادا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرو، گویا اللہ تعالیٰ نے مناسکِ حج کے اختتام پر چند دن کے لئے اپنے ذکر کو حاجیوں پر فرض کر دیا۔

حضرت کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں:۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهٗ وَاَوْسَ ابْنَ الْحَدَثَانِ اَیَّامَ التَّشْرِیْقِ فَنَادَیَا اَنَّهٗ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَاَیَّامُ مِنًی اَیَّامُ اَكْلٍ وَّشُرْبٍ (صحیح مسلم کتاب الصیام باب تحریم صوم ایام التشریق جزء اول ص۳۶۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام تشریق میں انہیں اور اوس ابن الحدثان کو (اعلان کرنے کے لئے) بھیجا، (وہ آپ کے حکم سے یہ اعلان کر رہے تھے) کہ بے شک جنت میں سوائے مؤمن کے کوئی داخل نہیں ہوگا اور یہ کہ منیٰ کے ایام کھانے اور پینے کے ایام ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَیَّامُ التَّشْرِیْقِ اَیَّامُ اَكْلٍ وَّشُرْبٍ وَّذِكْرِ لِلّٰهِ (صحیح مسلم کتاب الصیام باب تحریم صوم ایام التشریق جزء اول ص۳۶۱)

ایام تشریق کھانے پینے اور اللہ کے ذکر کے دن ہیں۔

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ ایام منیٰ، ایام تشریق ہیں اور کیونکہ ایام تشریق تین ہوتے ہیں لہٰذا ایام منیٰ بھی تین ہیں یعنی ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ ذی الحجہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَیَّامُ مِنًی ثَلَاثٌ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِیْ یَوْمَیْنِ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَیْهِ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَیْهِ (جامع ترمذی ابواب تفسیر سورۃ البقرۃ جزء دوم ص۲۳ صحیح الترمذی)

منیٰ کے ایام تین ہیں، پھر جو شخص جلدی کرے اور منیٰ سے دو دن میں چلا جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو تاخیر سے جائے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔

منیٰ کے قیام کے یہ دن اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لئے ہیں۔ گویا آیت زیرِ تفسیر میں جن ایام میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا فرض ہے وہ ایام تشریق ہیں۔

ان ایام میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کو فرض قرار دیا لیکن منیٰ میں پورے تین دن قیام کرنے کو فرض قرار نہیں دیا بلکہ فرمایا (فَمَنْ تَعَجَّلَ فِیْ یَوْمَیْنِ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَیْهِ) جو دو دن کے اندر ہی منیٰ سے چلا جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور (وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَیْهِ) جو تاخیر کرے اور تیسرے دن جائے تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (لِمَنِ اتَّقٰى) منیٰ میں تیسرے دن ٹھہرنا نام ونمود، فخر وریاء کے لئے نہ ہو بلکہ خالص اللہ تعالےٰ کی خوشنودی کے لئے ہو، اگر کوئی شخص تقویٰ اور خلوص کے ساتھ ٹھہرتا ہے تو اس پر کوئی گناہ نہیں (بلکہ تاخیر کرنا باعث اجر ہوگا کیونکہ ہر وہ کام جو اللہ تعالےٰ کی رضاء کے لئے کیا جائے وہ باعث اجر ہوتا ہے) ہاں اگر کوئی شخص نام ونمود فخر وریاء کے لئے تیسرے دن بھی منیٰ میں ٹھہرتا ہے تو یہ ٹھہرنا باعث اجر نہیں ہوگا بلکہ گناہ ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَنَا اَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَكَ فِيْهِ مَعِيَ غَيْرِيْ تَرَكْتُهٗ وَشِرْكَهٗ. (صحیح مسلم کتاب الزھد باب من اشرک فی عملہ غیر اللہ جزء ۲ صـ۵۹۳)

اللہ تبارک وتعالےٰ فرماتا ہے میں تمام شرکاء سے زیادہ شرک سے بیزار ہوں، جو شخص کوئی ایسا عمل کرے جس میں میرے ساتھ دوسرے کو شریک کرے تو میں اُسے اور اُس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ يُّسَمِّعْ يُسَمِّعِ اللّٰهُ بِهٖ وَمَنْ يُّرَائِيْ يُرَائِي اللّٰهُ بِهٖ (صحیح مسلم کتاب الزھد باب من اشرک فی عملہ غیر اللہ جزء ۲ صـ۵۹۳ وصحیح بخاری کتاب الرقاق باب الریاء والسمعۃ جزء ۸ صـ۱۳۰)

جو شخص (اپنی نیکی لوگوں کو) سُنائے گا اللہ اسکی وجہ سے (پہنچنے والی ذلت کا حال لوگوں کو) سُنائے گا اور جو شخص (لوگوں کو اپنی نیکی) دکھائے گا اللہ بھی اس کی وجہ سے (پہنچنے والی ذلت کو تمام لوگوں کو) دکھائے گا۔ (یعنی میدان محشر میں ریاء کار آدمی کی بڑی رسوائی ہوگی)۔

الغرض خلوص کے ساتھ منیٰ میں زیادہ ٹھہر جانے والے پر کوئی گناہ نہیں، لیکن بغیر خلوص کے زیادہ ٹھہر جانے والا بڑا گناہ گار ہے، اسی لئے اللہ تعالےٰ نے آگے فرمایا (وَاتَّقُوا اللّٰهَ) اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہو، تم سب ایک دن اللہ تعالےٰ کے پاس جمع کئے جاؤ گے پھر وہاں تمہارے اس ریاء کارانہ فعل کی تمہیں سزا ملے گی۔

عمل

اے لوگو، منیٰ میں آپ دو دن ٹھہریں یا تین دن، دونوں طرح جائز ہے لیکن تین دن ٹھہرنے میں یہ خیال رکھیئے کہ یہ زیادہ ٹھہرنا ریاء کاری کی نیت سے نہ ہو۔

ہر کام خالص اللہ تعالےٰ کے لئے کیجئے، کسی دوسرے کو شریک نہ کیجئے ورنہ میدانِ محشر میں بڑی رسوائی ہوگی۔

نوٹ:۔ مندرجہ بالا آیات میں حج کے بہت سے احکام آگئے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ حج کو خالص اللہ تعالیٰ کے لئے کرے،

۲۔ جب تک قربانی کا جانور ذبح نہ ہو جائے سر نہ منڈائے،

۳۔ اگر کوئی شخص مریض ہو یا سر میں کوئی تکلیف ہو تو وہ سر منڈا سکتا ہے لیکن اُسے فدیہ میں تین روزے رکھنے ہوں گے۔ یا چھ مسکینوں میں سے ہر ایک مسکین کو نصف صاع طعام دینا ہوگا یا ایک بکری کی قربانی کرنی ہوگی۔

۴۔ جو شخص حج تمتع کرے اُسے قربانی کرنی چاہیئے۔ اگر قربانی میسّر نہ ہو تو دس روزے رکھے، تین روزے ایام حج میں (یعنی ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ ذی الحجہ کو) اور سات روزے گھر پہنچ کر،

نوٹ:۔ حج تمتع اس حج کو کہتے ہیں جس میں عمرہ کر کے احرام کھول دیا جائے اور پھر آٹھ ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھا جائے،

۵۔ حج تمتع کی اجازت صرف اس کے لئے ہے جو مکہ معظمہ میں نہ رہتا ہو،

۶۔ حج کا احرام باندھنے کے چند مہینے ہیں، انہی میں احرام باندھا جائے یعنی شوال اور ذوالقعدہ کے پورے مہینے اور ذی الحجہ کے ۹ دن اور دس راتیں،

۷۔ حج کے دوران نہ کوئی بے حیائی کی بات کرے، نہ گناہ کا کام کرے اور نہ کسی سے جھگڑے،

۸۔ حج کو جائے تو سفر خرچ ساتھ لے، کسی سے سوال نہ کرے،

۹۔ حج کے ایّام میں تجارت کرے تو کوئی حرج نہیں،

۱۰۔ عرفات میں قیام کرے،

۱۱۔ جب عرفات سے واپس ہو تو مشعر حرام میں ٹھہرے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے،

۱۲۔ تمام لوگ بلا امتیاز و تفریق عرفات سے روانہ ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں،

۱۳۔ حج کے بیشتر مناسک ادا کرنے کے بعد ایام تشریق میں اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت شدّت سے کرے اور اللہ تعالیٰ سے دین و دنیا کی بھلائیاں طلب کرے،

۱۴۔ منیٰ میں دو روز قیام کرے یا تین دن، دونوں طرح جائز ہے، بشرطیکہ تقویٰ کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔

نوٹ:۔ حج کے مفصل احکام اور حج کرنے کا طریقہ انشاء اللہ سورۃ الحج میں بیان کیا جائے گا۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ
فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ
عَلٰى مَا فِىْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿۲۰۴﴾
وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِى الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ
فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ
وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾ وَاِذَا
قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ
بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ
الْمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ

يَّشۡرِىۡ نَفۡسَهُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوۡفٌۢ بِالۡعِبَادِ ۝۲۰۷

ترجمہ اور (اے رسول) لوگوں میں بعض شخص ایسا بھی ہے جس کی گفتگو جو وہ اپنی دنیوی زندگی کے مفاد کی خاطر بڑے خوشامدانہ انداز میں کرتا ہے، آپ کو (بڑی) اچھی معلوم ہوتی ہے اور وہ اپنے مافی الضمیر پر اللہ کو گواہ کرتا ہے (کہ وہ جھگڑالو نہیں ہے) حالانکہ (درحقیقت) وہ بڑا جھگڑالو ہے ۝۲۰۴ (اس کی تو یہ حالت ہے کہ) جیسے ہی وہ (آپ کے پاس سے) لوٹتا ہے تو زمین پر فساد برپا کرنے اور فصلوں اور نسلوں کو برباد کرنے کی کوشش کرتا ہے (اس کی یہ باتیں اللہ تعالےٰ کو پسند نہیں کیونکہ) اللہ فساد کو (کبھی) پسند نہیں کرتا ۝۲۰۵ اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈر (اور یہ باتیں چھوڑ دے) تو (اپنی غلطی تسلیم کرنے کو وہ اپنی توہین سمجھتا ہے) عزت (کی خواہش) اس کو گناہ پر جمائے رکھتی ہے، ایسے شخص (کی سزا) کے لئے دوزخ کافی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے ۝۲۰۶ (اس کے برخلاف) بعض شخص ایسا بھی ہے جو اللہ کی خوشنودی کی جستجو میں اپنی جان تک بیچ دیتا ہے (ایسے شخص پر اللہ ضرور رحم و کرم فرمائیگا کیونکہ) اللہ اپنے (نیک) بندوں پر بہت مہربان ہے ۝۲۰۷

معانی ومصادر (یُعۡجِبُ) اَعۡجَبَ، یُعۡجِبُ، اِعۡجَابٌ (باب افعال) تعجب میں ڈالنا، خوش کرنا۔

(حیاۃ) حَیِیَ، یَحۡیٰی، حَیَاۃٌ (س) زندہ ہونا۔

(اَلَدُّ) لَدَّ، یَلُدُّ، لَدٌّ (ن) سخت جھگڑا کرنا [اسم فاعل = لَادٌّ (جھگڑالو)، اسم صفت = لَدِیۡدٌ (بہت جھگڑالو)، اسم تفضیل = اَلَدُّ (زیادہ جھگڑالو)]۔

(خِصَام) خَصَمَ، یَخۡصِمُ، خَصۡمٌ (ض) کسی پر دشمنی میں غالب آنا [خَصۡمٌ = جھگڑالو، اس کی جمع خُصُوۡم وخِصَام واَخۡصَام ہیں]۔

(تَوَلّٰی) تَوَلّٰی، یَتَوَلّٰی، تَوَلِّیۡ (باب تفعل) متولی ہونا، دوست بنانا، پیٹھ پھیرنا۔

(حَرۡث) حَرَثَ، یَحۡرُثُ، حَرۡثٌ (ض ن) ہل چلانا، کھیتی کرنا۔

(نَسۡل) نَسَلَ، یَنۡسُلُ، نَسۡلٌ (ن) جننا، اولاد کا زیادہ ہونا [نَسۡلٌ = ذریت، ج انسال]

(نَسَادَ) فَسَدَ، يَفْسُدُ، فَسَادٌ وفُسُوْدٌ (ن، ض، ك) بگڑنا، خراب ہونا۔
(عِزَّةٌ) عَزَّ، يَعِزُّ، عِزٌّ و عِزَّةٌ (ض) قوی ہونا، باعزت ہونا۔
(مِهَاد) مَهَدَ، يَمْهَدُ، مَهْدٌ (ف) بچھانا [مِهاد = بچھونا]۔
(يَشْرِي) شَرٰى، يَشْرِيْ، شِرَاءٌ و شِرًى (ض) خریدنا، بیچنا۔
(اِبْتِغَاء) اِبْتَغٰى، يَبْتَغِيْ، اِبْتِغَاءٌ (باب انتعال) تلاش کرنا، طلب کرنا۔
(رَءُوْفٌ) رَأَفَ، يَرْأَفُ، رَأْفَةٌ و رَءُوْفٌ، يَرْؤُفُ، رَآفَةٌ و رَئِفَ، يَرْئَفُ رَأْفٌ (ف ك س) بہت زیادہ رحم کرنا۔ [رَءُوْفٌ = بہت زیادہ رحم وکرم کرنے والا]۔

تفسیر آیات زیر تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد بابرکت میں دو قسم کے لوگ تھے، ایک قسم ان لوگوں کی تھی جو اپنے دنیوی مفاد کی خاطر خوشامدانہ باتیں کرتے تھے، بظاہر اسلام کی دوستی اور ملک میں امن وامان کے قیام سے محبت کا اظہار کرتے تھے لیکن حقیقت میں وہ مفسد تھے، منافق تھے اور بڑے جھگڑالو تھے۔ دوسری قسم ان لوگوں کی تھی جو اللہ تعالیٰ کی رضاء کی جستجو میں مال ہی نہیں بلکہ جان بھی دے ڈالا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے پہلی قسم کے لوگوں کی مذمّت اور دوسری قسم کے لوگوں کی مدح میں یہ آیات نازل فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا) (اے رسول) بعض ایسے لوگ ہیں کہ جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو محض اپنے دنیوی مفاد کی خاطر چکنی چپڑی باتیں کرتے ہیں۔ اسلام کی وفاداری کے بڑے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں (وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِیْ قَلْبِهٖ) اور ان دعووں پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتے ہیں اور اے رسول، کیونکہ آپ کو ان کے دل کا حال معلوم نہیں ہوتا لہٰذا آپ ان کی باتوں سے خوش ہو جاتے ہیں، وہ جیسا اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہیں ویسے ہوتے نہیں ہیں، ہمیں تو ان کے دل کا حال معلوم ہے اے رسول، آپ ان کے دھوکے میں نہ آئیں (وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ) وہ بڑے جھگڑالو ہیں (وَاِذَا تَوَلّٰى ......) ان کی تو یہ حالت ہے کہ آپ کے پاس سے جاتے ہی فتنہ وفساد برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، کسی کی کھیتی اجاڑ دیتے ہیں اور کسی کے مویشی ہلاک کر دیتے ہیں، قتل وغارتگری ان کا شیوہ ہے، فساد وبدامنی پھیلانا ان کی عادت ثانیہ بن چکی ہے، اللہ تعالیٰ اُن کی اِن باتوں سے خوش نہیں ہے کیونکہ (وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ) اللہ تعالیٰ فساد اور بدامنی کو پسند نہیں کرتا، ان کی یہ بھی حالت ہے کہ (اِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ) جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو، ملک میں بدامنی نہ پھیلاؤ، سچے دل سے اسلام کے وفادار بنو تو ان باتوں کے ماننے سے گریز کرتے ہیں، اُسے وہ اپنے حق میں توہین سمجھتے ہیں، اپنے آپ کو بہت باعزّت سمجھتے ہیں، اس کے غرور میں وہ حق بات کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ اُسے ٹھکرا دیتے ہیں، ایسے لوگوں کو اگر دنیا میں کچھ ڈھیل مل

جائے تو اُسے یہ لوگ اپنے حق میں اچھا نہ سمجھیں، آخرت میں ان کے لئے دوزخ کا دردناک عذاب ہے، وہی ان کی سزا کے لئے کافی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ ذَرَّۃٍ مِنَ الْکِبْرِ

جس شخص کے دل میں ذرّہ برابر بھی تکبّر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

ایک شخص نے کہا:۔

اِنَّ الرَّجُلَ یُحِبُّ اَنْ یَّکُوْنَ ثَوْبُہٗ حَسَنًا وَنَعْلُہٗ حَسَنًا

(ہر) آدمی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اسکے کپڑے اچھے ہوں، اسکے جوتے اچھے ہوں (کیا یہ بھی تکبر ہے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ یُحِبُّ الْجَمَالَ اَلْکِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ (صحیح مسلم کتاب الایمان باب تحریم الکبر جزء اول ص۵)

اللہ خوبصورت ہے (اور) خوبصورتی کو پسند کرتا ہے (لہٰذا اچھی چیز کو پسند کرنا تکبر نہیں) تکبر تو یہ ہے کہ حق بات تسلیم نہ کرے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔

الغرض یہ لوگ اگرچہ بڑے مفسد اور جھگڑالو قسم کے لوگ تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو سمجھاتے رہتے تھے، ڈراتے رہتے تھے اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰہُ بِلِسَانِکَ لِتُبَشِّرَ بِہِ الْمُتَّقِیْنَ وَتُنْذِرَ بِہٖ قَوْمًا لُّدًّا ○

(مریم - ۹۷)

(اے رسول) ہم نے یہ قرآن آپ کی زبان میں آسان کردیا ہے تاکہ آپ اس کے ذریعے ڈرنے والوں کو خوشخبری سنائیں اور جو جھگڑالو قسم کے لوگ ہیں انہیں ڈرائیں (کہ اگر وہ باز نہ آئے تو ان کے لئے دوزخ تیار ہے)

اللہ تعالٰے نے ان مفسد و متکبر اور حق کو تسلیم نہ کرنے والے لوگوں کے بعد ان لوگوں کا ذکر کیا جو اللہ تعالٰی کے نیک اور مخلص بندے ہیں۔ اللہ تعالٰے نے فرمایا (وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَہُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ) بعض ایسے بھی لوگ ہیں جو حق اور رضوان الٰہی کے متلاشی رہتے ہیں، بات جاتی ہے تو جائے، عزت خاک میں ملتی ہے تو ملے، وہ ہر حال میں حق کو قبول کرتے ہیں، تکبر نہیں کرتے، بلکہ عزت اور بات کیا چیز ہے وہ تو رضوان الٰہی کے لئے جان تک کی پرواہ نہیں کرتے، ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالٰی بڑا رؤف ہے بڑا مہربان ہے۔

اللہ تعالٰی فرماتا ہے:۔

اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰہِ کَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰہِ وَمَاْوٰىہُ جَہَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ○ ہُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ بَصِیْرٌۢ بِمَا یَعْمَلُوْنَ ○ (آل عمران - ۱۶۲ و ۱۶۳)

کیا وہ شخص جو رضائے الٰہی کا متبع ہو اس جیسا ہو سکتا ہے جو اللہ کی خفگی کے ساتھ لوٹے، اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔ اللہ تعالٰے کی رضا کے مطابق چلنے والوں کے لئے

اللہ کے ہاں بلند درجات ہیں، اللہ تعالےٰ انکے اعمال کو دیکھ رہا ہے (ان کے اعمال کو ضائع نہیں کرے گا)۔

عمل

اے لوگو، خوشامدانہ اور چکنی چپڑی باتیں کر کے دھوکا نہ دیجئے، جھگڑالو نہ بنئے، بات بات پر جھگڑا نہ کیجئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّ اَبْغَضَ الرِّجَالِ اِلَى اللّٰهِ الْاَلَدُّ الْخَصِمُ (صحیح بخاری کتاب المظالم باب قول اللہ تعالیٰ وھو الد الخصام جزء۳ ص۱۷۱ وصحیح مسلم کتاب العلم باب فی الالد الخصم جزء۲ ص۴۶۲)

تمام لوگوں میں سب سے زیادہ بغض اللہ تعالےٰ کو اس شخص سے ہے جو بہت زیادہ جھگڑالو ہو۔

اے لوگو، فتنہ نہ اٹھائیے، ملک میں بدامنی نہ پھیلائیے، حق کو تسلیم کیجئے، غرور و تکبر سے حق کو نہ ٹھکرائیے، آپ کی بات جاتی ہے تو جانے دیجئے، عزت خاک میں ملتی دکھائی دے تو ملنے دیجئے، حق کو تسلیم کرنے سے عزت نہیں جائے گی بلکہ عزت اور بڑھے گی، عاجزی و انکساری اختیار کیجئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّ اللّٰهَ اَوْحٰى اِلَيَّ اَنْ تَوَاضَعُوْا۔ (صحیح مسلم کتاب الجنۃ باب الصفات التی یعرف بھا فی الدنیا اھل الجنۃ جزء۲ ص۵۴۳)

اللہ نے مجھ پر وحی بھیجی ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ انکساری سے پیش آیا کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ (صحیح مسلم کتاب البر باب استحباب العفو والتواضع جزء۲ ص۳۲۲)

جو شخص بھی اللہ کے لئے انکساری اختیار کرتا ہے اللہ اس کو (اور) بلند کر دیتا ہے۔

اے لوگو، اللہ تعالےٰ کی رضاء حاصل کرنے کے لئے سب کچھ قربان کر دیجئے، حتیٰ کہ جان بھی دے دیجئے۔ جو لوگ اللہ تعالےٰ کی رضاء کے تابع ہوتے ہیں انہی کو سلامتی کے راستے ملتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

يَهْدِي بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ إِلَى النُّوْرِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيْهِمْ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

(المآئدۃ ۔ ۱۶)

قرآن مجید کے ذریعے اللہ تعالےٰ ان لوگوں کو سلامتی کے راستوں کی طرف رہنمائی کرتا ہے جو اس کی رضاء کے تابع ہوتے ہیں، اللہ تعالےٰ ان کو اپنے حکم سے تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے آتا ہے اور ان کو صراط مستقیم کی طرف رہنمائی فرماتا ہے۔

يَآيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا ادْخُلُوا فِي
السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوا خُطُوٰتِ
الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿۲۰۸﴾
فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ
الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۲۰۹﴾

ترجمہ اے ایمان والو، اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدم بقدم نہ چلو، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے (۲۰۸) پھر اگر کھلے دلائل پہنچ جانے کے بعد تم (راہ حق سے) پھسل جاؤ تو (اچھی طرح) سمجھ لو کہ اللہ زبردست ہے (تم اس سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتے) اور وہ حکیم بھی ہے (لہٰذا عذاب میں تاخیر اس کی حکمت پر مبنی ہے) (۲۰۹)

معانی ومصادر (سِلْم) سَلِمَ، یَسْلَمُ، سَلَامَةٌ وسَلَامٌ (س) عیب وآفت سے محفوظ ہونا یا نجات پانا [سِلْمٌ = صلح، اسلام، سلامتی]

(کَآفَّة) کَفَّ، یَکُفُّ، کَفٌّ (ن) بھرنا، جمع کرنا، روکنا [کَافٌّ = اسم فاعل ہے اس کا مؤنث کَافَّةٌ ہے جس کے معنی "جماعت" ہیں]

(زَلَلْتُمْ) زَلَّ، یَزِلُّ، زَلٌّ وزَلَلٌ وزُلُولٌ وزَلِیلٌ ومَزِلَّةٌ (ض ف) حق سے پھرنا، ڈگمگا جانا۔

(حَکِیْم) حَکُمَ، یَحْکُمُ، حِکْمَةٌ (ك) باحکمت ہونا۔

تفسیر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ یعنی اسلام کے تمام احکام پر عمل کرو، اسلام کی تمام ممنوعات سے پرہیز کرو۔ اسلام کی بعض باتوں پر چلنا اور بعض کو چھوڑنا یہ ایمان

والوں کا کام نہیں، یہ اہل کتاب کی خصلت ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

(البقرۃ - ۸۵)

(اے اہل کتاب) پھر تم ہی ہو کہ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرتے ہو، اپنی قوم میں سے بہت سے لوگوں کو ان کے وطن سے نکال دیتے ہو، گناہ اور ظلم کے ساتھ ایک دوسرے کی مدد کرتے ہو اور اگر وہ تمہارے پاس قید ہو کر آتے ہیں تو فدیہ دے کر انہیں چھڑاتے ہو (تم سمجھتے ہو کہ فدیہ دے کر نہ چھڑانا حرام ہے) حالانکہ ان کو (ان کے ملک سے) نکالنا بھی تو تم پر حرام تھا (ایک حرام کام سے پرہیز کرتے ہو اور دوسرے حرام کام کو کر گذرتے ہو) تو کیا تم کتاب الٰہی کے بعض احکام پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو (خبردار ہو جاؤ) جو لوگ تم میں سے ایسا کام کریں گے ان کے لئے اور کوئی بدلہ نہیں سوائے اس کے کہ دنیا کی زندگی میں رسوائی نصیب ہوگی اور قیامت کے دن اس سے زیادہ سخت عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے (خبردار ہو جاؤ) جو عمل تم کر رہے ہو اللہ ان سے غافل نہیں ہے۔

مندرجہ بالا آیت میں اللہ تعالےٰ نے بعض باتوں پر عمل نہ کرنے کو ان باتوں پر ایمان نہ لانے کے مترادف قرار دیا۔ جس چیز پر ایمان ہو، پھر اس کے ساتھ وفاداری نہ ہو، اس سے محبت نہ ہو، اس پر عمل نہ کرے اس کی تبلیغ نہ کرے، یہ ایمان کی شان نہیں۔ ایمان کی خصوصیت ہی یہ ہے کہ وہ اعمال صالحہ کی ترغیب دیتا ہے، اعمال صالحہ سے محبت پیدا کرتا ہے، ان پر عمل کراتا ہے اور ان کی تبلیغ پر ابھارتا ہے، جن لوگوں میں یہ شان پیدا نہیں ہوتی ان کا ایمان برائے نام ہی ایمان ہے، ایسے لوگوں کے لئے مندرجہ بالا آیت کے لحاظ سے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں عذاب عظیم ہے۔ اسلام عقائد، عبادات، عمرانیات، معاملات، معاشیات اور معاشرت غرض یہ کہ زندگی کے ہر شعبہ کے لئے ہدایات و قوانین کا ایک مجموعہ ہے، اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، عقائد اور عبادات میں اسلام پر عمل کرنا اور معاشیات یا معاشرت میں اسلام کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرنا یہ ایمان کے منافی ہے، جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ اسلام میں پورے پورے داخل نہیں ہوئے، جو لوگ غفلت سے ایسا کرتے ہیں وہ گناہگار ہیں، لیکن جو لوگ دوسرے طریقہ کو اسلامی طریقہ سے بہتر سمجھ کر اس پر عمل کرتے ہیں وہ درحقیقت مومن نہیں، ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ○

(الاعراف ـ ۳)

(اے لوگو) اس چیز پر عمل کرو جو تمہارے ربّ کی طرف سے تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور اس کے علاوہ ولیوں کی پیروی نہ کرو (مگر) تم نصیحت کم ہی حاصل کرتے ہو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ○

(النسآء ـ ۱۱۵)

جو شخص ہدایت کے ظاہر ہو جانے کے بعد رسول کے خلاف چلتا ہے اور مؤمنین کے راستہ کے علاوہ دوسرے راستہ کی پیروی کرتا ہے تو ہم اُسے اُدھر ہی جانے دیں گے جدھر وہ (اسلام سے) منحرف ہو کر جا رہا ہے اور اُسے (قیامت کے دن) دوزخ میں داخل کرینگے اور وہ بہت بری جگہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (ابوداؤد کتاب اللباس باب ماجاء فی الاقبیۃ و سندہٗ صحیح ـ بلوغ الامانی جزء ۶ ص۱۲۱)

جو شخص کسی (دوسری) قوم سے مشابہت کرے تو وہ انہی میں سے ہے۔

الغرض اسلام کے تمام احکام پر عمل کرنا ضروری ہے، جو شخص ایسا نہیں کرتا وہ گویا شیطان کے قدم بقدم چلتا ہے، اسی لئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ) شیطان کے قدم بقدم نہ چلو، شیطان نے اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کی تھی، تم نافرمانی نہ کرو بلکہ اللہ تعالےٰ کے احکام پر پوری طرح سے چلتے رہو، شیطان کے بہکائے میں نہ آؤ، وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے، اس کی دشمنی تم سے پوشیدہ نہیں ہے، اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کرنا گویا شیطان کی اطاعت کرنا ہے، شیطان تم سے اپنی اطاعت کرا کے تمہارے ساتھ دشمنی کر رہا ہے، تم اس سے ہوشیار رہو، (فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ) پھر کھلے دلائل، واضح ہدایات کی موجودگی میں تم اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کرو اور جادۂ حق سے ہٹ جاؤ تو یہ سمجھ لو کہ اللہ تعالےٰ بہت قوی، زبردست اور غالب ہے، اُس سے بچ کر تم کہیں نہیں جا سکتے، وہ اگر گناہگاروں کو فوراً سزا نہیں دیتا تو اس میں بھی اس کی مصلحت ہوتی ہے، اس کے ہر کام حکمت کے ساتھ ہوتے ہیں، جب حکمت اور مصلحت کے تمام تقاضے پورے ہو جاتے ہیں تو پھر ان لوگوں کو جو اسلام میں پورے داخل نہیں ہوتے اللہ تعالےٰ اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔

عمل

اے لوگو، اسلام میں پورے پورے داخل ہو جائیے، اسلام کے تمام احکام پر عمل پر کیجئے، بعض احکام پر عمل کرنے اور بعض پر عمل نہ کرنے سے بچیئے، آپ کے عقائد وہ ہونے چاہئیں جو اسلام نے بتائے ہیں اور جو قرآن و حدیث کے اندر محفوظ ہیں، آپ کی عبادات، آپ کی اقتصادیات، آپ کی معاشرت، آپ کے معاملات سب کے سب اسلامی قوانین و ہدایات کے مطابق ہونے چاہئیں، دوسروں کی نقالی سے بچیئے، اقتصادیات، معاشرت، معاملات وغیرہ تمام کاموں میں انسانوں کے خود ساختہ قواعد و ضوابط سے بالکل اجتناب کیجئے، اسلامی قواعد و ضوابط بالکل فطرت کے عین مطابق ہیں، کیونکہ یہ اُس فاطر فطرت، علامُ الغیوب، خالقِ کائنات کے بنائے ہوئے قواعد و ضوابط ہیں، جس کا علم لامحدود ہے، جس کی حکمت وسیع ہے، جس کی نظر ہر زمانے کی تمام ضروریات پر ہے، بھلا اس سے بہتر قواعد و ضوابط کون بنا سکتا ہے، جو انسان مخلوق ہو، فانی ہو، جس کی عقل محدود ہو جس کا علم محدود ہو، جس کو اپنے گردو پیش کی خبر نہیں وہ کیا قواعد و ضوابط بنائے گا، اس کے بنائے ہوئے قوانین یقیناً ناقص ہوں گے اور ان پر عمل کرنے سے سوائے نقصان کے اور کیا ہو گا۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ
اللّٰهُ فِىْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ
وَقُضِىَ الْاَمْرُ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ
الْاُمُوْرُ ﴿۲۱۰﴾ سَلْ بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ
كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍ بَيِّنَةٍ وَّ
مَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ
مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۱۱﴾

ترجمہ کیا یہ لوگ اس بات کے منتظر ہیں کہ اللہ ان کے پاس بادلوں کے سائبانوں میں آجائے،
فرشتے بھی آجائیں اور (ہر) کام کا فیصلہ ہو جائے اور (سوائے اللہ کے فیصلہ کر بھی
کون سکتا ہے اس لئے کہ) تمام کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں ﴿۲۱۰﴾ (اور اگر انہیں معجزہ کی
خواہش ہے تو اے رسول، آپ ذرا) بنی اسرائیل سے پوچھیئے کہ ہم نے ان کو کتنے معجزے دئے تھے
(پھر انہوں نے کیا کیا؟ کیا وہ شریعت پر قائم رہے؟ کیا انہوں نے شریعت الٰہیہ کو جو ایک بہت
بڑی نعمت تھی نہیں بدلا؟) اور جو شخص اللہ کی نعمت کو جو اس کے پاس آئی ہو بدل دے (تو اللہ

اس کو سخت سزا دیگا) بے شک اللہ سخت سزا دینے والا ہے (۲۱۱)

معانی و مصادر

(یَنْظُرُوْنَ) نَظَرَ، یَنْظُرُ، نَظَرٌ (ن) دیکھنا، تدبر کرنا، انتظار کرنا۔
(ظُلَلٌ) ظَلَّ، یَظَلُّ، ظَلَالَۃٌ (سایہ دار ہونا) ظَلٌّ و ظُلُوْلٌ (کسی کام میں مشغول رہنا) (ن) [ظُلَلٌ = ظُلَّۃٌ کی جمع = سائبان]
(غَمَام) غَمَّ، یَغُمُّ، غَمٌّ (ن) ڈھانکنا، غم پہنچانا۔
[غَمَام = بادل، اس کی جمع غَمَائِم، بادل کے ٹکڑے کو غَمَامَۃٌ کہتے ہیں]
(قُضِیَ) قَضٰی، یَقْضِیْ، قَضَاءٌ (ض) پورا کرنا، ادا کرنا، کر گزرنا، فیصلہ کرنا۔
(سَلْ) سَأَلَ، یَسْئَلُ، سُؤَالٌ و سَاَلَۃٌ و سَآلَۃٌ و مَسْاَلَۃٌ و تَسْاٰلٌ (ف) سوال کرنا [سَلْ = امر کا صیغہ ہے = سوال کرنا]
(جَآءَتْ) جَاءَ، یَجِیْئُ و یَجُوْءُ، مَجِیْئٌ و مَجِیْئَۃٌ و جِیًا و جَیْئَۃٌ (ض۔ن) آنا۔
(عِقَاب) عَاقَبَ، یُعَاقِبُ، عِقَابٌ و مُعَاقَبَۃٌ (باب مفاعلہ) سزا دینا۔

تفسیر

کفار مکہ قیامت کا انکار کرتے تھے، قیامت کے دن کا مذاق اُڑاتے تھے اور بار بار پوچھتے تھے کہ آخر یہ قیامت جس سے ہمیں ڈرایا جا رہا ہے کب آئے گی، ان کے اس قول کا ذکر قرآن مجید میں کئی جگہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی ھٰذَا الْوَعْدُ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ○ (الانبیاء - ۳۸)
(سبا - ۲۹) (یٰسٓ - ۴۸) (الملک - ۲۵)

کافر کہتے ہیں کہ اگر (قیامت کے سلسلہ میں) تم سچے ہو تو آخر (قیامت کا یہ) وعدہ کب پورا ہوگا (قیامت کب آئے گی)؟

دوسری چیز جس کا مطالبہ کفار مکہ کرتے تھے معجزہ تھی، وہ کہتے تھے کہ اگر آپ کوئی معجزہ دکھائیں تو ہم ایمان لے آئیں گے، ان کے اس مطالبہ کا ذکر بھی قرآن مجید میں کئی بار آیا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَیْہِ اٰیَۃٌ مِّنْ رَّبِّہٖ ○ (الانعام - ۳۷)

کافر کہتے ہیں رسول پر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں نازل ہوتی۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَیَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْہِ اٰیَۃٌ مِّنْ رَّبِّہٖ (یونس - ۲۰)

کافر کہتے ہیں کہ رسول پر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں نازل ہوتی۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَقَالُوْا لَوْلَا یَاْتِیْنَا بِاٰیَۃٍ مِّنْ رَّبِّہٖ (طٰہٰ - ۱۳۳)

کافر کہتے ہیں کہ یہ رسول اپنے رب کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نہیں لاتے۔

اللہ تعالےٰ نے آیات زیر تفسیر میں ان دونوں مطالبوں کا جواب دیا۔ قیامت کے مطالبہ کے سلسلہ میں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا (هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا أَن يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ ......) کیا یہ اس بات کے منتظر ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے پاس بادلوں کے سائبانوں میں آجائے، فرشتے اُتر آئیں اور قیامت واقع ہو جائے، حساب و کتاب ہو جائے اور تمام معاملات کا فیصلہ ہو جائے، کیا یہ اُس دن ایمان لائیں گے، ان کے اس دن ایمان لانے سے کیا فائدہ ہوگا، وہ دن تو روزِ جزا ہے، اس دن نہ ایمان لانے کا وقت باقی رہے گا اور نہ اعمال کرنے کا، ایمان لانے اور عمل کرنے کا وقت تو دنیا کی زندگی میں ہے۔ انہیں اس زندگی میں ایمان لے آنا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنفَعُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِيمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ○
(الٓمّٓ تنزیل السجدۃ - ۲۹)

(اے رسول) کہہ دیجیئے کہ فیصلہ کے دن کافروں کا ایمان لانا ان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا اور نہ انہیں اس دن کسی قسم کی مہلت دی جائے گی۔

قیامت کے دن فیصلہ کرنے کا اختیار کسی کو نہ ہوگا، صرف اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا اور یہی کیا (وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ) تمام کام اُسی کی طرف لوٹتے ہیں، ہر کام کا فیصلہ وہی کرتا ہے۔

معجزہ کے مطالبہ کے سلسلہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا (سَلْ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَمْ آتَيْنَاهُم مِّنْ آيَةٍ بَيِّنَةٍ) اے رسول بنی اسرائیل سے پوچھیئے کہ ہم نے ان کو کتنے معجزات دکھائے تھے، کیا ان کو اس سے کوئی فائدہ پہنچا، جو سرکشی، ضد اور ہٹ دھرمی ان کے رگ و پے میں سرایت کر چکی تھی کیا انہوں نے اُسے چھوڑ دیا، بلکہ انہوں نے تو اس دین کو بدل ڈالا جس دین پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتے تھے، دین میں تحریف کرتے رہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ وَنَسُوا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوا بِهِ۔
(المائدۃ - ۱۳)

یہ لوگ کلمات ربانی کو اس کے اصل مقام سے بدل دیا کرتے تھے اور جن باتوں کی انہیں نصیحت کی گئی تھی ان میں سے ایک حصہ کو انہوں نے طاقِ نسیان کر دیا تھا۔

یہود نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گواہی دی:۔

إِنَّ أَحْبَارَنَا أَحْدَثُوا تَحْمِيمَ الْوَجْهِ وَالتَّجْبِيَةَ (صحیح بخاری کتاب الحدود باب الرجم فی البلاط جزء ۸ ص ۲۰۵)

ہمارے علماء نے (رجم کی جگہ) یہ سزا تجویز کر لی کہ زانی کا منہ کالا کرتے اور اس کو گدھے پر پیچھے کی طرف منہ کر کے سوار کرتے پھر اُسے گھماتے۔

بنی اسرائیل کو جو نعمتیں دی گئی تھیں اُن نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ۔
(البقرۃ - ۴۷)

اے بنی اسرائیل میری ان نعمتوں کو یاد کرو جو میں نے تم کو دی تھیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے سب سے پہلے اپنی کتاب کا ذکر فرمایا۔

وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ (البقرۃ ۔ ۵۳)

اور (اے بنی اسرائیل وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے موسیٰ کو کتاب اور فرقان سے سرفراز فرمایا تاکہ تم ہدایت یاب ہو جاؤ۔

الغرض شریعت الٰہیہ ایک نعمت تھی جس کی بنی اسرائیل نے قدر نہیں کی، اس نعمت میں تحریف کرتے رہے اور (مَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ ۔۔۔۔۔) جو شخص یا قوم اللہ تعالیٰ کی نعمت میں تغیّر و تبدّل کرے، احکام الٰہی کو بدل ڈالے تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور سزا دے گا اور وہ بہت سخت سزا دینے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ جب بنی اسرائیل متعدد معجزے دیکھنے کے بعد صحیح معنوں میں مؤمن نہ بنے تو ان کفار قریش سے کیا امید کی جا سکتی ہے کہ یہ ایمان لے آئیں گے، لہذا اے رسول آپ کفار مکہ کے مطالبہ کو کوئی اہمیّت نہ دیں اور نہ اس مطالبہ کے پورا نہ ہونے پر کسی قسم کا غم کریں۔

عمل

اے لوگو، قیامت کا انتظار نہ کیجئے، دنیا کی زندگی میں ایمان کو استوار کیجئے اور نیک عمل کیجئے۔

اے لوگو، اس بات پر ایمان رکھیئے کہ تمام امور کا فیصلہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے اختیار میں ہے، کسی دوسرے کو ذرا بھی اختیار نہیں۔

اے لوگو، اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت ایک نعمت ہے، اس کی قدر کیجئے، اس میں کسی قسم کی تحریف نہ کیجئے، نہ اس میں کمی کیجئے اور نہ بیشی، نہ تاویل کر کے احکام الٰہی کے منشاء کو بدلیئے اور نہ حیلوں کے ذریعہ حلال کو حرام یا حرام کو حلال کیجئے، یہ سب گناہ کے کام ہیں اور سخت عذاب کے موجب۔

زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ
الدُّنْيَا وَيَسْخَرُونَ مِنَ الَّذِينَ
اٰمَنُوا وَالَّذِينَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ
يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۱۲﴾

ترجمہ کافروں کے لئے دنیا کی زندگی کو مزین کر دیا گیا ہے۔ وہ (حبِ) ایمان والوں (کو دنیا کی لحاظ سے خوش حال نہیں دیکھتے تو ان) کا مذاق اڑاتے ہیں (لیکن اے ایمان والو دنیا کی خوشحالی کوئی حقیقت نہیں رکھتی، اصل خوشحالی تو آخرت کی خوشحالی ہے) قیامت کے دن متقی لوگ اُن سے برتر ہوں گے (وہ اس دن خوشحال ہوں گے، رہی دنیا کی خوشحالی تو دنیا میں تو) اللہ (کافر ہو یا مؤمن) جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے، ﴿۲۱۲﴾

معانی ومصادر (زُيِّنَ) زَيَّنَ، يُزَيِّنُ، تَزْيِيْنٌ (باب تفعیل) زینت دینا۔
(يَسْخَرُوْنَ) سَخِرَ، يَسْخَرُ، سَخَرٌ وسَخْرٌ وسُخْرٌ وسُخْرَةٌ ومَسْخَرٌ سُخْرٌ (س) مذاق کرنا۔

تفسیر اللہ ذوالجلال والاکرام فرماتا ہے کہ کافروں کے لئے دنیا کی زندگی کو زیب وزینت دی گئی ہے، وہ دنیا کی زیب وزینت ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھے ہیں اور اسی میں مگن ہیں حالانکہ دنیا کی زیب وزینت اور مال ودولت جنت کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَوْضِعُ سَوْطٍ فِی الْجَنَّةِ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْهَا (صحیح بخاری کتاب الرقاق باب مثل الدنیا فی الآخرۃ جزء ۸ صفحہ ۱۱۱)

جنت میں ایک کوڑے برابر جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

وَاللّٰهِ مَا الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا مِثْلُ مَا یَجْعَلُ اَحَدُکُمْ اِصْبَعَهٗ هٰذِهٖ فِی الْیَمِّ فَلْیَنْظُرْ بِمَ تَرْجِعُ (صحیح مسلم کتاب الجنة باب فناء الدنیا جزء ۲ صفحہ ۵۲۲)

اللہ کی قسم آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنی اس انگلی کو سمندر میں ڈالے پھر دیکھے کہ وہ کتنی تری لے کر لوٹی ہے (یعنی جس طرح سمندر کے مقابلہ میں تری کی کوئی حقیقت نہیں اسی طرح جنت کے مقابلہ میں دنیا کی کوئی حقیقت نہیں)۔

مزید برآں اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی کوئی قدر و قیمت ہی نہیں، لہٰذا وہ کافروں کو بھی دنیا عطا فرماتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَوْ کَانَتِ الدُّنْیَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ مَا سَقٰی کَافِرًا مِنْهَا شَرْبَةَ مَاءٍ (رواہ الترمذی وصححہ کتاب ابواب الزھد باب ماجاء فی ھوان الدنیا علی اللہ جزء ۲ صفحہ ۱۳۲)۔

اگر دنیا کی قدر و قیمت اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ کافر کو اس میں سے ایک گھونٹ پانی نہیں پلاتا۔

کافروں کو دنیا دینے کی ایک اور وجہ بھی ہے، وہ یہ کہ کافروں کو ان کے اعمال کا صلہ دنیا ہی میں مل جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّ الْکَافِرَ اِذَا عَمِلَ حَسَنَةً اُطْعِمَ بِهَا طُعْمَةً مِّنَ الدُّنْیَا (صحیح مسلم کتاب صفة القیامة باب جزاء المؤمن بحسناته فی الدنیا والآخرة جزء ۲ صفحہ ۵۲۳)

بے شک کافر جب کوئی نیک عمل کرتا ہے تو اس کا بدلہ اُسے دنیا کی نعمتوں میں سے کسی نعمت کی صورت میں (دنیا میں ہی) دے دیا جاتا ہے۔

الغرض کافر کے لئے دنیا ہی سب کچھ ہے، وہ دنیا کا طالب ہوتا ہے اور اسی کو سب کچھ سمجھ بیٹھتا ہے، پھر اسی معیار پر وہ حق و باطل کا فیصلہ کرتا ہے۔ کفار قریش نے بھی یہی خیال کیا کہ ہم خوشحال ہیں، مؤمن تنگ حال ہیں۔ مؤمنین کو تنگ حال دیکھ کر انہوں نے فخر محسوس کیا، مؤمنین کا مذاق اُڑایا، اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو تسلی دی کہ یہ دنیا تو چند روزہ ہے، یہاں کی نعمتیں فانی ہیں، یہاں اگر کافر عروج پر ہیں تو رنجیدہ نہیں ہونا چاہیئے بلکہ خوش ہونا چاہیئے کہ ایک دن ایسا آنے والا ہے جس دن اہل تقویٰ عروج پر ہوں گے اور کافر قعرِ مذلت میں

گرفتار ہوں گے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔
(وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ) قیامت کے دن تقویٰ والے کافروں سے بلند و بالا ہوں گے، اہلِ تقویٰ بلند جنتوں میں ہوں گے اور کافر دوزخ کی پستیوں میں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝
(والتین والزیتون - ۵ و ۶)

پھر ہم نے انسان کو پست سے پست تر کر دیا، مگر ہاں جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے (انہیں پست نہیں کیا بلکہ) ان کے لئے تو (بلند و بالا) جنتوں میں غیر منقطع اجر ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔
وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۝ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۝ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝
(ھل اتٰک حدیث الغاشیۃ - ۸ تا ۱۰)

بہت سے چہرے قیامت کے دن شاداں و فرحاں ہوں گے، وہ اپنے اعمال کی جزاء سے بلند و بالا جنتوں میں خوش و خرم ہوں گے۔

نوٹ:۔ تقویٰ کے متعلق تفصیلی بحث سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۲ و آیت نمبر ۵ کی تفسیر میں صفحات ۹۲ و ۱۱۸ پر ملاحظہ فرمائیں۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ) اللہ تعالےٰ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے، رزق کی کشادگی اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی علامت نہیں، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝
(سبا - ۳۶)

(اے رسول) کہہ دیجئے کہ میرا ربّ جس کیلئے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ لیکن اکثر لوگ (اسکی مصلحت کو) نہیں جانتے۔

پھر بے حساب رزق دینا صرف دنیا ہی کے ساتھ مخصوص نہیں، اگر دنیا میں مؤمنین کے ساتھ کافروں کو بے حساب رزق مل رہا ہے یا مؤمنین کو نہیں مل رہا ہے صرف کافروں کو مل رہا ہے تو مؤمنین کو رنجیدہ نہیں ہونا چاہیئے، آخرت میں تو مؤمنین ہی کو بے حساب رزق دیا جائیگا، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰۗىِٕكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝
(حٰمٓ المؤمن - ۴۰)

جو نیک کام کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ مؤمن ہو تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور وہاں ان کو بے حساب رزق دیا جائے گا۔

الغرض اللہ تعالےٰ نے مؤمنین کو تسلّی دی اور انہیں اچھی طرح سمجھایا کہ دنیا میں بے حساب رزق ملے یا نہ ملے اس کی حرص میں رہنا اور اس کے نہ ملنے پر آزردہ ہونا مناسب نہیں، انہیں تو خوش ہونا چاہیئے کہ ان کے لئے

آخرت میں لازوال اور بے حساب نعمتیں تیار ہیں۔

عمل

اے لوگو، کافروں کی دولت دیکھ کر حرص نہ کیجئے، دھوکا نہ کھائیے،

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ○ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ○ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ○

(آل عمران - ۱۹۶ تا ۱۹۸)

(اے رسول) کافروں کی شہروں میں چہل پہل آپ کو دھوکے میں نہ ڈالے، یہ تو تھوڑا سا فائدہ ہے، پھر ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ (بہت) بُرا ٹھکانہ ہے، ہاں جو لوگ اپنے ربّ سے ڈرتے ہیں (یعنی متقی ہیں) ان کے لئے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، یہ اللہ کی طرف سے ان کی مہمانی ہے اور جو کچھ اللہ کے ہاں ہے وہ نیکی کرنے والوں کے لئے بہت اچھا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ○

(الکھف - ۴۶)

مال اور اولاد تو صرف دنیا کی زندگی کی زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں آپ کے رب کے ہاں ثواب کے لحاظ سے بھی بہتر ہیں اور نیک توقعات کے لحاظ سے بھی بہتر ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ۔

(الحجر - ۸۸)

(اے رسول) ہم نے کفّار کی جماعتوں کو جو مال و متاع دے رکھا ہے آپ ان کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھنا۔

ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ○

(طٰہٰ - ۱۳۱)

اور (اے رسول) ہم نے کفّار کی جماعتوں کو جو دنیا کی زیب و زینت سے بہرہ اندوز کیا ہے آپ اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھنا، (یہ تو اس لئے ہے) کہ ہم ان کی آزمائش کریں اور آپ کے ربّ کا رزق (جو جنت میں دیا جائے گا وہ)

بہت بہتر ہے اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔

لہذا اے لوگو، دنیا کی نعمتوں کی طرف للچاتی ہوئی نظروں سے نہ دیکھیے آخرت کی نعمتوں پر نظر رکھیئے اور ان کے حصول کے لئے تقوٰی اختیار کیجئے، آپ تقوٰی اختیار کریں گے تو جیسا کہ اوپر بیان ہوا جنت میں لازوال نعمتیں آپ کو ملیں گی اور نہ صرف جنت میں نعمتیں ملیں گی بلکہ دنیا میں بھی نعمتیں آپ کو ملیں گی، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَمَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجۡعَلۡ لَّهٗ مَخۡرَجًا ۙ وَّيَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَحۡتَسِبُ ۔

(الطلاق - ۲و۳)

جو اللہ سے ڈر جائے تو اللہ اس کے لئے نجات کی کوئی صورت پیدا کر دے گا اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے اس کا وہم وگمان بھی نہ ہو گا۔

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ

اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ

وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ

لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا

فِيْهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا

الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ

الْبَيِّنٰتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللّٰهُ

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ

مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ

مَن يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۱۳﴾

ترجمہ (پہلے) سب لوگ ایک ہی امت تھے (ان میں کوئی فرقہ نہیں تھا) پھر (جب انہوں نے اختلاف کیا اور فرقے بنا لئے تو) اللہ نے نبیوں کو خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر (ان کی اصلاح کے لئے) بھیجا اور ان نبیوں کے ساتھ حق کے ساتھ کتاب نازل کی تاکہ وہ کتاب ان لوگوں کے درمیان ان باتوں میں فیصلہ کر دے جن میں وہ اختلاف کرتے تھے اور یہ اختلاف بھی محض آپس کی ضد میں آکر انہی لوگوں نے کیا تھا جن کو کتاب دی گئی تھی اور ایسی حالت میں کیا تھا کہ انکے پاس کھلے دلائل پہنچ چکے تھے پھر جو لوگ (ان دلائل پر) ایمان لے آئے اللہ نے ان کو اپنے حکم سے اُس امر حق میں جس میں وہ اختلاف کرتے تھے راہ حق دکھا دی اور اللہ جس کو چاہتا ہے صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کر دیتا ہے (یعنی جو خلوص کے ساتھ راہ حق کا طلب گار ہوتا ہے اللہ اس کو راہ حق دکھا دیتا ہے) ﴿۲۱۳﴾

معانی و مصادر (کَانَ) کَانَ، یَکُوْنُ، کَوْنٌ و کِیَانٌ و کَیْنُوْنَۃٌ (ن) ہونا۔
(النَّاس) اَلنَّاس = انسان کی جمع = لوگ [مادہ "ن و س" ہے انسان کا مادہ "ا ن س" بھی ہے اور جمع اَنَاسِیَّ ہے]
(اُمَّۃً) اَمَّ، یَؤُمُّ، اَمٌّ (ن) قصد کرنا، آگے ہونا۔
[آگے ہونے" کے معنی کے لحاظ سے اِمَامٌ اور اِمَامَۃٌ بھی مصدر ہیں۔
اُمَّۃٌ = جماعت، طریقہ]۔
(وَاحِدَۃ) وَحَدَ، یَحِدُ، وَحْدٌ، وَحْدَۃٌ، حِدَۃٌ و وُحُوْدٌ (ض) اکیلا ہونا۔
[واحد = ایک، اکیلا]
(بَعَثَ) بَعَثَ، یَبْعَثُ، بَعْثٌ (ف) بھیجنا۔
(اُوْتُوْا) اٰتٰی، یُؤْتِیْ، اِیْتَآءٌ (باب افعال) دینا [اٰتَوْا کا مجہول اُوْتُوْا۔ اُوْتُوْا = وہ دیئے گئے]۔
(بَیِّنٰت) بَیَّنَ، یُبَیِّنُ، تَبْیِیْنٌ (باب تفعیل) وضاحت کرنا [بَیِّنَۃٌ = دلیل]۔
(بَغْیًا) بَغٰی، یَبْغِیْ، بُغَاءٌ و بَغْیٌ و بُغًی و بُغْیَۃٌ (س) طلب کرنا، حق سے تجاوز کرنا، نافرمانی کرنا، ظلم کرنا، زیادتی کرنا، تکبر کرنا۔

تفسیر اللہ تعالٰے نے فرمایا ہے (کَانَ النَّاسُ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً) پہلے سب لوگ ایک ہی جماعت تھے، سب ایک ہی دین پر قائم تھے، آپس میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔ اللہ تعالٰی ایک اور جگہ ارشاد فرماتا ہے

وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا (یونس - ۱۹)

(پہلے) لوگ (متفرق) نہیں تھے بلکہ ایک جماعت تھے، پھر انہوں نے اختلاف کیا۔

آیت زیرِ تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک لوگ ایک امّت تھے، آپس میں متحد تھے اور متفرق نہیں ہوئے تھے، اللہ تعالےٰ نے نبیوں کا سلسلہ جاری نہیں کیا اور جب وہ مختلف ہوئے، فرقے فرقے بن گئے تو اللہ تعالےٰ نے ان کی اس تفریق کو پسند نہیں کیا، اختلاف کو دُور کرنے کے لئے فوراً نبیوں کا سلسلہ شروع کر دیا گویا اللہ تعالےٰ کو اختلاف بہت ناپسند ہے، وہ نہیں چاہتا کہ اختلاف باقی رہے بلکہ جیسے ہی اختلاف رُونما ہوتا ہے اللہ تعالےٰ اس کو دُور کرنے کا انتظام فرماتا ہے اور جب لوگ فرقوں میں بٹ جاتے ہیں تو انہیں پھر امت واحدہ بنانے کا ارادہ فرماتا ہے۔ اللہ تعالےٰ لوگوں کو ایک جماعت دیکھنا چاہتا ہے، جس طرح وہ خود ایک ہے اسی طرح وہ چاہتا ہے کہ لوگ بھی ایک ہوں یعنی ایک جماعت ہوں ایک ملت پر قائم ہوں، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ○ وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ۖ كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ ○ (الانبیآء - ۹۲ و ۹۳)

(اے لوگو) یہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے اور میں تم سب کا ربّ ہوں لہذا تم سب میری ہی عبادت کرو (صرف میری عبادت کرو گے تو تم ایک رہو گے، لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی طرف منہ موڑ لیا) اور آپس میں اپنے امر (دین) میں (اختلاف کر کے) ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے، (بہرحال) ان سب کو ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے (ہم وہاں حساب لے لیں گے)۔

ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ○ فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۭ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ○ (المؤمنون - ۵۲ و ۵۳)

(اے لوگو) بے شک یہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے اور میں تم سب کا ربّ ہوں لہذا مجھ ہی سے ڈرو (مجھ سے ڈرتے رہو گے تو ایک رہو گے، اختلاف رونما نہیں ہو گا) لیکن انہوں نے آپس میں امر (دین) میں اختلاف کیا اور فرقے فرقے ہو گئے۔ (اب) ہر فرقہ جو کچھ اس کا مذہب ہے اس میں مگن ہے۔

اللہ تعالےٰ کی رضا اس میں تھی کہ لوگ ایک رہیں، اختلاف نہ کریں، اسی لئے بار بار فرمایا، میں تم سب کا ربّ ہوں میری طرف توجہ رکھو، میری بات کو مانو، مجھ سے ڈرتے رہو، تقوےٰ اختیار کرو، لیکن لوگوں نے اس حکم پر کوئی توجہ نہیں کی، تقوےٰ کا دامن چھوڑ دیا، ضد اور ہٹ دھرمی سے اپنی بات پر جم گئے، اختلاف

ہونے کے بعد کھلے دلائل بھی انہیں ملے لیکن انہوں نے اس طرف رُخ نہیں کیا اور انہیں تسلیم نہیں کیا۔ اگر تقویٰ اور خلوص ہوتا تو ہرگز ایسا نہ کرتے لیکن تقویٰ رہا، نہ خلوص رہا، بات کی پچ رہ گئی، بات کی پچ میں دلائل کے باوجود اپنی غلطی پر قائم رہے، اپنے اختلاف پر جمے رہے، اختلاف کے نتیجے میں فرقہ بندی آئی اور جب فرقہ بندی آئی تو اپنے اپنے فرقہ وارانہ مذہب کو چھوڑنے کے لئے کوئی تیار نہیں ہوا، فرقہ وارانہ مذہب ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھے اسی کو حق سمجھا اور اسی میں مگن ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار اس بات کا ذکر کیا ہے کہ کھلے دلائل آجانے کے بعد بھی وہ اپنے اختلاف سے باز نہ آئے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَمَا اخْتَلَفُوٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ۔

(الجاثیۃ ۔ ۱۷)

بنی اسرائیل نے اختلاف نہیں کیا مگر ایسی حالت میں کہ ان کے پاس علم آچکا تھا، ان کا یہ اختلاف محض آپس کی ضد کی وجہ سے تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ○

(آل عمران ۔ ۱۹)

اہل کتاب نے (دلائل کا) علم ہو جانے کے بعد آپس کی ضد کی وجہ سے اختلاف کیا اور جو شخص اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کرے تو اللہ جلدی حساب لینے والا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اختلاف ہو جانے کے بعد اگر قرآن و حدیث سے کوئی دلیل مل جائے تو اپنے اختلاف کو ختم کر دینا چاہیئے اور اس دلیل کو مان لینا چاہیئے لیکن پھر بھی جو شخص اختلاف پر رہے اور دلیل کا انکار کرے گویا وہ اللہ کے حکم کا انکار کر رہا ہے، اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنی بات یا اپنے مذہب کی خاطر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو تسلیم نہ کرنا کفر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ○

(لم یکن الذین کفروا ۔ ۴)

اہل کتاب فرقے فرقے نہیں بنے مگر اس حالت میں کہ ان کے پاس دلیل پہنچ چکی تھی۔

اختلاف ایک فطری امر ہے، ہو جایا کرتا ہے، لیکن یہ اختلاف صرف اسی وقت تک باقی رہ سکتا ہے جب تک متعلقہ مسئلہ کے بارے میں کوئی آیت یا حدیث نہ ملے، آیت یا حدیث ملتے ہی اپنے اختلاف کو چھوڑ دینا چاہیئے آیت یا حدیث کو مان لینا چاہیئے۔ غرض یہ کہ دلیل کا اتباع کرے نہ کہ اپنی رائے کا، اگر اس طرح ہوتا رہے تو نہ کسی کی رائے رہے گی اور نہ اختلاف۔ اختلاف ختم ہوتا رہے گا تو فرقہ بندی کی

نوبت نہیں آئے گی لیکن جب دلیل آجانے کے بعد ہٹ دھرمی کرے، اپنے اختلاف پر جم جائے تو پھر نہ اختلاف دور ہوگا، نہ فرقہ بندی سے بچاؤ ہو سکے گا، فرقہ بندی لازمی پیدا ہوگی، اور وہی ہوگا جو اللہ تعالےٰ پسند نہیں فرماتا۔

اللہ تعالےٰ اس امت کو اختلاف اور فرقہ بندی کی لعنت سے ہوشیار کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ○ (آل عمران - ۱۰۵)

اے ایمان والو، تم ان لوگوں کی طرح نہ ہوجانا جو فرقے فرقے بن گئے اور کھلے دلائل آجانے کے بعد (اپنے اپنے) اختلاف پر جمے رہے، ایسے لوگوں کے لئے (بہت) بڑا عذاب ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ فرقہ بندی بہت بری چیز ہے، اللہ تعالےٰ اس امت کو فرقہ بندی سے ڈرا رہا ہے۔ مزید برآں اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فرقہ پرستوں کے لئے بہت بڑا عذاب تیار ہے۔

اوپر ثابت کیا جا چکا ہے کہ فرقہ بندی کو روکنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے اپنی عبادت اور تقوٰی پر زور دیا۔ عبادت اور تقوٰی سے مراد یہی ہے کہ خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی باتوں کو تسلیم کئے چلے جائیں، اللہ تعالےٰ کی نازل کردہ شریعت کو مضبوطی سے پکڑ لیں، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا۔ (آل عمران - ۱۰۳)

اے ایمان والو، اللہ کی رسّی کو سب مل کر مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو اور فرقے فرقے نہ ہو۔

اللہ تعالےٰ کی رسّی سے مراد اللہ تعالےٰ کی شریعت ہے، قرآن و حدیث ہے۔ اگر لوگ اس کو مضبوطی سے پکڑ لیں اور اس کے خلاف نہ اپنی رائے کو مانیں اور نہ کسی دوسرے کی رائے کو مانیں، خواہ وہ دوسرا کوئی کیوں نہ ہو، تو پھر نہ اختلاف باقی رہے گا اور نہ کوئی فرقہ۔ اللہ تعالےٰ کی رسّی یعنی قرآن و حدیث کو چھوڑ دینے ہی سے فرقہ بندی پیدا ہوتی ہے۔

الغرض اختلاف بہت بری چیز ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا تَخْتَلِفُوا فَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ اخْتَلَفُوا فَهَلَكُوا (صحیح بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب بعد حدیث الغار جزء۴ ص۲۱۳)

اختلاف نہ کیا کرو، اس لئے کہ تم سے پہلے لوگوں نے اختلاف کیا تھا وہ اسی اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِقْرَءُوا الْقُرْآنَ مَا ائْتَلَفَتْ عَلَيْهِ قُلُوبُكُمْ فَإِذَا اخْتَلَفْتُمْ فَقُومُوا عَنْهُ (صحیح بخاری کتاب التفسیر باب

اس وقت تک قرآن پڑھو جب تک تمہارے دل اس پر متفق رہیں، پھر جب تم اختلاف کرو تو اٹھ کھڑے ہو (تاکہ اختلاف بڑھنے

اقرءوا القرآن ما ائتلفت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور جھگڑے نہ پائے)۔
جزء ۶ ص ۲۴۵ وکتاب الاعتصام باب
کراھیۃ الاختلاف جزء ۹ ص ۱۳۶ وصحیح
مسلم کتاب العلم باب النہی عن اتباع
متشابہ القرآن جزء ۲ ص ۴۶۲)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَصْوَاتَ رَجُلَیْنِ اخْتَلَفَا فِیْ اٰیَةٍ فَخَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُعْرَفُ فِیْ وَجْھِہِ الْغَضَبُ فَقَالَ اِنَّمَا ھَلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ بِاخْتِلَافِھِمْ فِی الْکِتَابِ (صحیح مسلم کتاب العلم باب النہی عن اتباع متشابہ القرآن، جزء ۲ ص ۴۶۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کی آواز سُنی جو ایک آیت میں اختلاف کر رہے تھے، آپ باہر تشریف لائے، آپ کے چہرہ سے غصّہ کے آثار ظاہر ہو رہے تھے، آپ نے فرمایا تم سے پہلے جو لوگ تھے وہ (اللہ کی) کتاب میں اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوئے تھے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ اور حضرت ابو موسیٰؓ کو یمن بھیجا تو فرمایا:۔

یَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَ بَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا وَ تَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا (صحیح بخاری کتاب الجہاد باب مایکرہ من التنازع جزء ۴ ص ۷۹)

آسانیاں پیدا کرنا، سختیاں نہ ڈالنا، خوشخبریاں سنانا، نفرت نہ دلانا، اتفاق رکھنا، اختلاف نہ کرنا۔

الغرض اختلاف بہت بُری چیز ہے، اختلاف اللہ تعالیٰ کے غضب کا موجب ہے، اختلاف سے بچنے والے ہی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے حصّہ پاتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ ○ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّکَ ۔ (ھود ۔ ۱۱۸ و ۱۱۹)

لوگ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے مگر ہاں (وہ لوگ اختلاف سے بچ جائیں گے) جن پر آپ کے رب کا رحم ہو جائے۔

آیت زیر تفسیر کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کبھی اختلاف واقع ہوا اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو مبعوث فرمایا (فَھَدَی اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔) پھر جو لوگ نبیوں پر ایمان لے آئے ان کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی، ان کا اختلاف ختم ہو گیا (وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ) اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے صراط مستقیم کی طرف رہنمائی فرماتا ہے یعنی جو لوگ ہدایت حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ

کے مقررہ قواعد وضوابط پر کاربند ہوتے ہیں انہی کو اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے مثلاً ہدایت کی تلاش کرنا بس ہدایت حاصل کرنے کے قواعد وضوابط میں سے ایک قاعدہ اور ضابطہ ہے، جو ہدایت کی تلاش کرتا ہے اُسے ہدایت مل جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ○ (العنکبوت - ۶۹)

جو لوگ ہمارے (دین) میں آنے کی کوشش کرتے ہیں ہم ضرور ان کو اپنے راستے بتا دیتے ہیں (جن سے ہوکر وہ صراط مستقیم تک پہنچ جائیں)

دوسرا ضابطہ جس کی بنیاد پر ہدایت ملتی ہے خلوص ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی ہے، جس شخص میں خلوص ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو گمراہی اور ضلالت کے جنگلوں سے نکال کر ان راستوں پر ڈال دیتا ہے جو راستے صراط مستقیم تک پہنچا دیتے ہیں، یعنی ایسے ذرائع مہیا کر دیتا ہے جس کے ذریعہ وہ مخلص بندہ صراط مستقیم کو پانے میں کامیاب ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ○ (المائدۃ - ۱۶)

اللہ اس کتاب مبین کے ذریعہ ان لوگوں کو سلامتی کے راستے بتا دیتا ہے جو اللہ کی رضاء کی پیروی کرتے ہیں، پھر ان کو اپنے حکم سے تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے آتا ہے اور ان کو صراط مستقیم کی طرف رہنمائی فرما دیتا ہے۔

الغرض ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ کی مشیت سے مراد یہ ہے کہ ہدایت وہ شخص پاتا ہے جس میں خلوص ہو، ہدایت کے لئے لگن ہو، جو اس کی تلاش میں جدوجہد کرے، جس میں ضد، ہٹ دھرمی اور حق پوشی کی خصلت نہ ہو، برخلاف اس کے جس میں نہ خلوص ہو، نہ حق کی تلاش کے لئے کوشش کرے، بلکہ حق کے مل جانے پر ضد اور ہٹ دھرمی کرے یا حق کے موجود ہونے پر حق کو چھپائے ایسے لوگوں کو ہدایت نہیں ملتی۔ (تفصیل کے لئے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۶ کی تفسیر صـ۱۲۱ پر اور آیت نمبر ۲۶ کی تفسیر صـ۱۸۱ پر ملاحظہ فرمائیں)

عمل

اے لوگو، ایک جماعت بن کر رہیئے، اختلاف نہ کیجئے، اختلاف اگر کبھی ہو جائے تو اس کو ہوا نہ دیجئے، اس پر مزید بحث نہ کیجئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ اختلاف جڑ پکڑ جائے اور ضد پیدا ہو جائے۔

اے لوگو، جب آپ کی رائے کے خلاف دلیل مل جائے تو اس پر ایمان لائیے، اس پر عمل کیجئے، اپنی اختلافی رائے سے رجوع کر لیجئے، دلیل آجانے کے بعد اپنی رائے پر جمے رہنا بہت بری بات ہے،

یہی فرقہ بندی کی جڑ ہے، یہی تکبر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلْکِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ۔

تکبر یہ ہے کہ حق کو تسلیم نہ کرے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب تحریم الکبر جزء اول ص۵۲)

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ
وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا
مِنْ قَبْلِكُمْ مَّسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ
وَزُلْزِلُوا حَتّٰى يَقُولَ الرَّسُولُ
وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتٰى نَصْرُ
اللّٰهِ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيبٌ ﴿٢١٤﴾

ترجمہ (اے ایمان والو) کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ جنت میں یونہی داخل ہو جاؤ گے حالانکہ جو لوگ تم سے پہلے گذر چکے ہیں ان لوگوں جیسی مصیبتیں تمہیں ابھی پیش نہیں آئیں، ان کو بڑی بڑی سختیاں اور تکلیفیں پہنچیں اور وہ خوب جھنجوڑے گئے یہاں تک کہ رسول اور ایمان والے جو ان کے ساتھ تھے پکار اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی، (اللہ تعالےٰ نے فرمایا) خبردار ہو جاؤ، اللہ کی مدد عنقریب آنے والی ہے۔ ﴿٢١٤﴾

معانی و مصادر (حَسِبْتُمْ) حَسِبَ، يَحْسَبُ، حِسْبَانٌ و مَحْسَبَةٌ (س ح) گمان کرنا۔
(مَثَلُ) مَثَلَ، يَمْثُلُ، مُثُولٌ (ن) مثل ہو جانا، تصویر بنانا۔ تشبیہ دینا۔
(خَلَوْا) خَلَا، يَخْلُوا، خُلُوٌّ و خَلَاءٌ (ن) خالی کر دینا، بھر دینا، گذر جانا [خَلَا کی جمع خَلَوْا]

(مَسَّتْ) مَسَّ، یَمَسُّ، مَسٌّ و مَسِیْسٌ (ن) چھونا۔
(بَاْسَآءُ) بُؤْس، یَبْؤُسُ، بَاْسٌ (ك) سخت ہونا۔ [بَاْسَاء = شدت، سختی، مفلسی]
(ضَرَّآءُ) ضَرَّ، یَضُرُّ، ضَرٌّ (ن) نقصان پہنچانا [ضَرَّاءُ = شدت، نقصان]
(زُلْزِلُوْا) زَلْزَلَ، یُزَلْزِلُ، زَلْزَلَةً وزُلْزَالٌ (باب فَعْلَلَةٌ ۔ رباعی مجرد) ہلانا، ڈرانا۔
(قَرِیْب) قَرِبَ، یَقْرَبُ، وقَرُبَ، یَقْرُبُ، قُرْبَانٌ وقُرْبٌ (ك س) قریب ہونا۔

تفسیر آیت کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت اُس وقت نازل ہوئی جب مؤمنین سخت پریشانی میں مبتلا تھے، انہیں ناقابل برداشت تکلیفیں پہنچائی جا رہی تھیں، وہ ابتلاء اور آزمائش کے دور سے گذر رہے تھے اور یہ دور کافی طویل ہوتا چلا جا رہا تھا، اللہ تعالٰے نے ایسے موقع پر یہ آیت نازل فرما کر مؤمنین کو تسلی فرمائی۔

اس آزمائشی دور کا ایک واقعہ بھی ملتا ہے جو اس آیت کے شانِ نزول پر کافی روشنی ڈالتا ہے۔
حضرت خبابؓ کہتے ہیں:۔

شَکَوْنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً لَّہٗ فِیْ ظِلِّ الْکَعْبَةِ قُلْنَا لَہٗ اَلَا تَسْتَنْصِرُ لَنَا، اَلَا تَدْعُوا اللّٰہَ لَنَا قَالَ کَانَ الرَّجُلُ فِیْمَنْ قَبْلَکُمْ یُحْفَرُ لَہٗ فِی الْاَرْضِ فَیُجْعَلُ فِیْہِ فَیُجَآءُ بِالْمِنْشَارِ فَیُوْضَعُ عَلٰی رَاْسِہٖ فَیُشَقُّ بِاثْنَتَیْنِ وَمَا یَصُدُّہٗ ذٰلِكَ عَنْ دِیْنِہٖ وَیُمْشَطُ بِاَمْشَاطِ الْحَدِیْدِ مَادُوْنَ لَحْمِہٖ مِنْ عَظْمٍ اَوْ عَصَبٍ وَمَا یَصُدُّہٗ ذٰلِكَ عَنْ دِیْنِہٖ وَاللّٰہِ لَیُتِمَّنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ حَتّٰی یَسِیْرَ الرَّاکِبُ مِنْ صَنْعَآءَ اِلٰی حَضْرَمَوْتَ لَا یَخَافُ اِلَّا اللّٰہَ اَوِ الذِّئْبَ عَلٰی غَنَمِہٖ وَلٰکِنَّکُمْ تَسْتَعْجِلُوْنَ (صحیح بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب علامات النبوۃ فی الاسلام جزء ۴ ص ۲۴۴)

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی مصیبتوں کی شکایت کی، آپ اس وقت کعبہ کے سایہ میں اپنی چادر کا تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔ ہم نے کہا (اے اللہ کے رسول) کیا آپ ہمارے لئے (اللہ تعالٰے) سے مدد طلب نہیں کریں گے کیا آپ ہمارے لئے اللہ سے دعاء نہیں کریں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ تم سے پہلے گذرے ہیں (ان کا تو یہ حال تھا کہ) ان میں سے کسی شخص کے لئے زمین میں گڑھا کھودا جاتا تھا، پھر اس گڑھے میں اُسے کھڑا کر دیا جاتا تھا پھر آرا لایا جاتا تھا اور اس کے سر پر رکھ کر اس کے بدن کو چیر کر دو ٹکڑے کر دیا جاتا تھا لیکن یہ بات اُسے دین سے باز نہیں رکھتی تھی اور ایسا بھی ہوتا تھا کہ لوہے کی کنگھیاں اس کے بدن پر کی جاتی تھیں اور وہ کنگھیاں گوشت کو چیرتی ہوتی ہڈی یا پٹھے تک پہنچ جایا کرتی تھیں لیکن یہ بات بھی اُسے دین سے نہ روکتی تھی (وہ مستقل مزاجی کے ساتھ دین پر جما

رہنا تھا) اللہ کی قسم، اللہ ضرور اس امر (دین) کی تکمیل فرمائے گا یہاں تک کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک جائے گا اور اُسے سوائے اللہ کے کسی کا خوف نہ ہوگا یا اپنی بکریوں کے لئے سوائے بھیڑیئے کے اور کسی کا خوف نہ ہوگا، لیکن (اے ایمان والو) تم جلدی کرتے ہو۔

آیت زیرِ تفسیر اور حدیث مندرجہ بالا کا تقاضا یہ ہے کہ مصائب پر صبر کرنا چاہیئے، استقامت اختیار کرنی چاہیئے، بے صبری اور جلدی نہیں کرنی چاہیئے۔

جن مصیبتوں اور تکلیفوں کا ذکر آیت زیرِ تفسیر میں ہے ان میں سے دو باتیں حدیث میں بیان ہوئی ہیں یعنی آرے سے چیر کر دو ٹکڑے کر ڈالنا اور گوشت پر لوہے کی کنگھیاں کرنا، ان کے علاوہ اور بھی بہت سی تکلیفیں ہوں گی جو گذشتہ امت کے لوگوں کو پہنچی ہوں گی، انہیں خوب ڈرایا گیا اور جھنجوڑا گیا، وہ ان تمام مصائب پر صبر کرتے رہے لیکن جب مصائب کے دَور نے طول کھینچا تو آخر انہوں نے اللہ تعالےٰ سے مدد طلب کی۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا (گھبراؤ نہیں) بس اب مدد کا وقت قریب آگیا ہے۔

آیت بتا رہی ہے کہ بغیر قربانی کے کچھ نہیں ہوتا، قربانیاں دینی پڑتی ہیں، تکلیفیں سہنی پڑتی ہیں، اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ بغیر قربانی دیئے اور بغیر تکلیفیں سہے جنت مل جائے گی تو اس کا یہ گمان صحیح نہیں، اللہ تعالےٰ نے جگہ جگہ اس گمان کا ابطال کیا ہے اور مؤمنین کی غلط فہمی کو دور کیا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ○

(العنکبوت ۔ ۲)

کیا لوگوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ انہیں صرف اتنی بات کہنے پر کہ "ہم ایمان لائے" چھوڑ دیا جائے گا، اور ان کی آزمائش نہیں ہوگی۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ محض ایمان کا دعویٰ کافی نہیں، ایمان لانے کے بعد آزمائش بھی ہوگی اور اس آزمائش میں پورا اترنا ہوگا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَ يَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ○

(آلِ عمران ۔ ۱۴۲)

کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ جنت میں یونہی داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی تو اللہ نے (آزمائش کر کے) دیکھا ہی نہیں کہ کون تم میں سے جہاد کرتا ہے اور کون ثابت قدم رہتا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ۔ (التوبۃ - ۱۶)

کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہیں یونہی (بے آزمائش) چھوڑ دیا جائیگا حالانکہ ابھی تو اللہ نے دیکھا ہی نہیں کہ تم میں سے کون جہاد کرتا ہے (اور کون نہیں کرتا)۔

الغرض آزمائش ضرور ہوگی، (آزمائش کے سلسلہ میں تفصیل کے لئے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۵۵ کی تفسیر ص۵۰۴ پر ملاحظہ فرمائیں۔

جو لوگ آزمائش میں پورے اتریں گے اور ہر قسم کی مصیبت جھیل کر بھی ایمان پر قائم رہیں گے وہی جنت میں جائیں گے اور جو لوگ ایمان لاکر تکلیفیں نہ برداشت کر سکے اور الٹے پاؤں کفر کی طرف لوٹ گئے تو ایسے لوگ جنت میں نہیں جا سکتے۔

عمل

اے لوگو، ایمان کے زبانی دعوے کے ساتھ ایمان کا عملی ثبوت بھی دیجئے، مصائب کو برداشت کیجئے، اللہ تعالٰی کے راستے میں جہاد کیجئے اور ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار رہیئے، صحابہ کرامؓ کی مثال سامنے رکھیئے، جس طرح گذشتہ امتوں کو تکلیفیں پہنچیں، انہیں بھی پہنچیں، جس طرح گذشتہ امتوں کے لوگ ڈرائے گئے اور جھنجوڑے گئے، صحابہ کرامؓ بھی ڈرائے گئے اور جھنجوڑے گئے۔

اللہ تعالٰی فرماتا ہے:۔

هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ○ (الاحزاب - ۱۱)

اس موقع پر مؤمنین کی (خوب) آزمائش کی گئی اور انہیں خوب جھنجوڑا گیا۔

اے لوگو، صحابہ کرام نے صبر و استقامت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا، آپ بھی نہ چھوڑیئے، ثابت قدم رہیئے۔ اور ہر قسم کی مصیبت کا مردانہ وار مقابلہ کیجئے، جنت میں جانے کا یہی ذریعہ ہے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۱۵﴾

ترجمہ (اے رسول) لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ (اللہ کے راستے میں) کس طرح خرچ کریں، آپ کہہ دیجئے کہ جو مال بھی تم خرچ کرنا چاہو تو (اسے اچھی طرح سمجھ لو کہ) اس کے (اصل) مستحق (تمہارے) والدین (تمہارے) قریبی رشتہ دار، یتیم بچے، مساکین اور مسافر ہیں اور (یہ بات بھی اچھی طرح ذہن نشین کرلو کہ) تم جو نیکی بھی کرو گے اللہ کو اس کا علم ہوگا (وہ اللہ سے پوشیدہ نہیں رہے گی، لہذا ضائع بھی نہیں ہوگی) ﴿۲۱۵﴾۔

معانی ومصادر (يُنْفِقُوْنَ) (اَنْفَقْتُمْ) اَنْفَقَ، يُنْفِقُ، اِنْفَاقٌ (باب افعال) خرچ کرنا۔
(يَتٰمٰى) يَتَمَ، يَيْتِمُ و يَتِمَ، يَيْتَمُ و يَتُمَ، يَيْتُمُ، يُتْمٌ (ض س ك) باپ سے محروم ہوجانا۔
(مَسٰكِيْن) سَكَنَ، يَسْكُنُ، سُكُوْنٌ و سَكُنَ، يَسْكُنُ، سُكُوْنَةٌ (ن ك) محتاج ہونا۔
(تَفْعَلُوْا) فَعَلَ، يَفْعَلُ، فَعْلٌ (ف) کرنا۔

تفسیر آیت کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے سوال کیا کہ اللہ تعالٰے کے نام پر جو مال ہم خرچ کریں تو وہ کس کس کو دیں؟ اس کے اصل مستحق کون لوگ ہیں؟ اللہ تعالٰے نے فرمایا

اس کے اصل مستحق تمہارے والدین، تمہارے قریبی رشتہ دار، یتیم بچے، مساکین اور مسافر ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا۔
(بنیٓ اسرآءیل - ۲۳)

(اے رسول) آپ کے ربّ نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ بھلائی کرتے رہو۔

چند آیات آگے چل کر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ○
(بنیٓ اسرآءیل - ۲۶)

رشتہ دار، مسکین اور مسافر کو اس کا حق ادا کرو اور فضول خرچی نہ کرو (کہ سب کچھ اپنے اوپر ہی خرچ کر ڈالو اور حق دار محروم رہ جائیں)۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَ السَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ۔
(البقرۃ - ۱۷۷)

(نیکی تو دراصل ان لوگوں کی نیکی ہے جو) مال کی محبت کے باوجود اُسے رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سوال کرنے والوں پر اور غلاموں کے آزاد کرانے میں خرچ کرتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں:۔ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اُس نے سوال کیا۔

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَحَقُّ بِحُسْنِ صَحَابَتِيْ؟ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ اُمُّكَ، قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ اُمُّكَ، قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ ثُمَّ اَبُوْكَ (صحیح بخاری کتاب الادب باب من احق الناس بحسن الصحبة جزء ۸ صـ۲ وصحیح مسلم کتاب البر باب بر الوالدین جزء ۲ صـ۱۱۴) وفی روایة له ثُمَّ اَدْنَاكَ اَدْنَاكَ۔

اے اللہ کے رسول، میرے حسن صحابت کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تمہاری ماں"۔ اس نے کہا "پھر کون ہے"؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تمہاری ماں"۔ اس نے کہا "پھر کون؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تمہاری ماں"۔ اس نے کہا "پھر کون"؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "پھر تمہارا باپ، پھر جو تمہارے قریبی رشتہ دار ہوں، پھر جو تمہارے قریبی رشتہ دار ہوں"۔

نوٹ:۔ خط کشیدہ عبارت صرف صحیح مسلم میں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَفْضَلُ دِيْنَارٍ يُنْفِقُهُ الرَّجُلُ دِيْنَارٌ يُنْفِقُهٗ عَلٰى عِيَالِهٖ وَدِيْنَارٌ يُنْفِقُهُ الرَّجُلُ عَلٰى دَآبَّتِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَدِيْنَارٌ يُنْفِقُهٗ عَلٰى

سب سے افضل دینار جو کوئی آدمی خرچ کرے وہ دینار ہے جو وہ اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے اور وہ دینار ہے جو وہ اللہ کے راستہ میں (جہاد کرنے کے

أَصْحَابِهِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ (صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب فضل النفقۃ علی العیال جزء اول ص۳۲۲)

لئے) اپنی سواری کے جانور پر خرچ کرتا ہے اور وہ دینار ہے جو وہ اللہ کے راستہ میں لڑنے والے ساتھیوں پر خرچ کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

دِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي رَقَبَةٍ وَدِينَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهِ عَلَىٰ مِسْكِينٍ وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ عَلَىٰ أَهْلِكَ أَعْظَمُهَا أَجْرًا الَّذِي أَنْفَقْتَهُ عَلَىٰ أَهْلِكَ۔ (صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب فضل النفقۃ علی العیال جزء اول ص۳۲۲)

ایک دینار تو وہ ہے جو تم اللہ کے راستہ میں خرچ کرو، ایک دینار وہ ہے جو تم غلام آزاد کرانے میں خرچ کرو، ایک دینار وہ ہے جو تم مسکین کو دو اور ایک دینار وہ ہے جو تم اپنے اہل پر خرچ کرو، ان میں اجر کے لحاظ سے سب سے زیادہ بڑا وہ دینار ہے جو تم اپنے اہل پر خرچ کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِبْدَأْ بِنَفْسِكَ فَتَصَدَّقْ عَلَيْهَا فَإِنْ فَضَلَ شَيْءٌ فَلِأَهْلِكَ فَإِنْ فَضَلَ عَنْ أَهْلِكَ شَيْءٌ فَلِذِي قَرَابَتِكَ فَإِنْ فَضَلَ عَنْ ذِي قَرَابَتِكَ شَيْءٌ فَهٰكَذَا يَقُولُ فَبَيْنَ يَدَيْكَ وَعَنْ يَمِينِكَ وَعَنْ شِمَالِكَ (صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب الابتداء فی النفقۃ بالنفس...... جزء اول ص۳۲۲)

اپنے نفس سے ابتداء کرو، پہلے اپنے نفس پر خرچ کرو، پھر اگر کچھ بچے تو اپنے اہل پر خرچ کرو، پھر اگر کچھ بچ جائے تو اپنے رشتہ داروں پر خرچ کرو، پھر اگر بچ جائے تو اس اس طرح خرچ کرو یعنی اپنے سامنے بھی خرچ کرو، اور اپنے دائیں بھی خرچ کرو، اور اپنے بائیں بھی خرچ کرو۔

دو عورتوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا:۔

أَتُجْزِئُ الصَّدَقَةُ عَنْهُمَا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمَا وَعَلَىٰ أَيْتَامٍ فِي حُجُورِهِمَا.......

اگر وہ اپنے شوہروں اور یتیم بچوں کو جو انکی گودوں میں پرورش پا رہے ہیں صدقہ دیں تو یہ ان کے لئے کافی ہوگا؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لَهُمَا أَجْرَانِ أَجْرُ الْقَرَابَةِ وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ (صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب فضل النفقۃ جزء اول ص۳۲۳ و ص۳۲۲)

(ہاں) ان کے لئے دو اجر ہوں گے، ایک اجر قرابت کا اور ایک اجر صدقہ کا۔

حضرت اُمّ سلمہؓ نے سوال کیا:۔

يَا رَسُولَ اللّٰهِ هَلْ لِي أَجْرٌ فِي بَنِي أَبِي

اے اللہ کے رسول اگر میں (اپنے پہلے شوہر

سَلَمَةَ اُنْفِقُ عَلَيْهِمْ وَلَسْتُ بِتَارِكَتِهِمْ هٰكَذَا وَهٰكَذَا اِنَّمَا هُمْ بَنِيَّ فَقَالَ نَعَم لَكِ فِيهِمْ اَجْرُ مَا اَنْفَقْتِ عَلَيْهِمْ (صحیح بخاری کتاب النفقات باب علی الوارث مثل ذلك جزء ۷ ص۸۶ وصحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب فضل النفقۃ جزء اول ص۳۲۳)

ابو سلمہ کے بچوں پر خرچ کروں تو مجھے اجر ملے گا۔ میں انہیں چھوڑ تو نہیں سکتی آخر وہ میرے بھی بچے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں جو کچھ تم ان پر خرچ کرو گی تمہیں اس کا اجر ملے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّ اَبَرَّ الْبِرِّ صِلَةُ الْوَلَدِ اَهْلَ وُدِّ اَبِيهِ (صحیح مسلم کتاب البر باب صلۃ اصدقاء الاب جزء ۲ ص۳۱۴)

سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ اولاد اپنے باپ کے دوستوں کے ساتھ نیکی کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا وَقَالَ بِاِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى (صحیح بخاری کتاب البر باب فضل من یعول یتیمًا جزء ۸ ص۱۰ وصحیح مسلم کتاب الزھد باب الاحسان علی الارملۃ جزء ۲ ص۵۹۱ واللفظ للبخاری)

میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح (قریب قریب) ہوں گے، آپ نے شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی کی طرف اشارہ کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلسَّاعِي عَلَى الْاَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِينِ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَوْ كَالَّذِي يَصُومُ النَّهَارَ وَيَقُومُ اللَّيْلَ (صحیح بخاری کتاب الادب باب الساعی علی الارملۃ جزء ۸ ص۱۰ وصحیح مسلم کتاب الزھد باب الاحسان الی الارملۃ جزء ۲ ص۵۹۱)

بیوہ اور مسکین کی خدمت کرنے والا ایسا ہے جیسا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا یا جیسا دن کو روزہ رکھنے والا اور رات کو نماز پڑھنے والا۔

مسکین کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لٰكِنِ الْمِسْكِينُ الَّذِي لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيهِ وَلَا يُفْطَنُ بِهِ فَيُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ وَلَا يَقُومُ فَيَسْاَلُ النَّاسَ (صحیح بخاری

مسکین وہ ہے جس کی اتنی آمدنی نہ ہو جو اسے کفایت کرے، نہ کوئی اسے مسکین سمجھتا ہو کہ (خود ہی) اُسے کچھ دے دے اور نہ وہ خود

کتاب الزکوۃ باب قول اللہ تعالیٰ لا یسئلون الناس الحافاً جزء ۲ صـ۱۵۳ وصحیح مسلم کتاب الزکوۃ باب المسکین الذی لا یجد غنیً جزء اول صـ۳۳۲ و اللفظ للبخاری) وفی روایۃ لمسلم ولا یسأل النّاس شیئاً)

کھڑے ہو کر لوگوں سے کسی چیز کا سوال کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِبْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ (صحیح بخاری کتاب النفقات باب وجوب النفقۃ علی الاہل والعیال ۸۱/۲ وصحیح مسلم کتاب الزکوۃ ۱/۳۱۳)

خرچ کی ابتداء ان لوگوں سے کرو جن پر خرچ کرنے کے تم ذمہ دار ہو (مثلاً اہل وعیال)

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ○

(البقرۃ - ۲۷۳)

(تمہارے صدقات) ان فقراء کے لئے بھی وقف ہونے چاہئیں جو اللہ کے راستہ میں روک لئے گئے ہیں اور ملک میں جانے آنے کی استطاعت نہیں رکھتے (کہ کچھ کمائی کر سکیں) سوال سے بچنے کی وجہ سے جاہل انہیں غنی سمجھتا ہے، آپ ان کے چہروں سے انہیں پہچان لیتے ہیں. وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے، (اور اے ایمان والو) جو مال بھی تم خرچ کرو گے (وہ ضائع نہیں ہو گا) اس لئے کہ بے شک اللہ کو اس کا علم ہو گا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو لوگ اللہ تعالےٰ کے کام میں مشغول ہونے کی وجہ سے کسب معاش نہیں کر سکتے ان کو بھی صدقات دینے چاہئیں، مثلاً اللہ تعالےٰ کے راستہ میں لڑنے والے اور علم دین حاصل کرنے والے اپنا پورا وقت اللہ تعالےٰ کے کام میں لگا دیتے ہیں، ایسے لوگ صدقات کے زیادہ مستحق ہیں۔

آیت بالا، آیت زیر تفسیر اور مندرجہ بالا احادیث سے بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ کون لوگ صدقات کے زیادہ مستحق ہیں اور ان میں کیا ترتیب ہے، آیت و احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے اوپر اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے، ماں باپ پر خرچ کرے، پھر قریبی رشتہ داروں پر خرچ کرے، اپنے شوہر پر خرچ کرے، اپنے پہلے شوہر کے بچوں پر خرچ کرے، پھر آگے، دائیں، بائیں ہر طرف خرچ کرے، یعنی

یتیموں پر خرچ کرے، مسکینوں پر خرچ کرے، بیواؤں پر خرچ کرے، مسافروں پر خرچ کرے، غلاموں کو آزاد کرانے میں خرچ کرے، جہاد میں خرچ کرے، جہاد کرنے والوں اور طلباء پر خرچ کرے وغیرہ وغیرہ۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ) جو نیکی بھی تم کرو گے وہ ضائع نہیں ہوگی، وہ اللہ تعالےٰ کے علم میں ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کا اجر دے گا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝ جو چیز بھی تم خرچ کرو گے وہ اللہ کے علم میں ہوگی۔

(آل عمران - ۹۲)

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ۔ جو چیز بھی تم اللہ کے راستہ میں خرچ کرو گے اس کا اجر تمہیں پورا پورا دیا جائیگا۔

(الانفال - ۶۰)

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝ جو مال بھی تم خرچ کرو گے تو بے شک وہ اللہ کے علم میں ہوگا۔

(البقرۃ - ۲۷۳)

نوٹ:۔ اس سلسلہ میں مزید معلومات کے لئے سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۱۷۷ کی تفسیر صفحہ ۵۵۵ پر ملاحظہ فرمایئے

عمل

اے لوگو، اللہ تعالےٰ کے راستہ میں خرچ کرتے رہیئے، اور اُن مصارف میں خرچ کیجئے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائے ہیں اور جس ترتیب سے خرچ کرنے کی ہدایت کی گئی ہے اس کا خیال رکھیئے۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿۲۱۶﴾

ترجمہ (اے ایمان والو) تم پر (اللہ کے راستہ میں) لڑنا فرض کیا جاتا ہے اگرچہ یہ تم کو ناگوار تو ضرور گذرے گا لیکن یہ عین ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے حق میں اچھی ہو اور یہ بھی عین ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے حق میں بری ہو اور (یہ تو) اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ (کونسی چیز تمہارے لئے اچھی ہے) اور (کونسی چیز بُری ہے) تمہیں (اس کا) علم نہیں۔ ﴿۲۱۶﴾

معانی ومصادر (كُتِبَ) كَتَبَ، يَكْتُبُ، كَتْبٌ. كِتَابٌ كِتْبَةٌ وكِتَابَةٌ (ن) لکھنا۔ فرض کر دینا۔

(قِتَالٌ) قَاتَلَ، يُقَاتِلُ، مُقَاتَلَةٌ وقِتَالٌ (باب مفاعلہ) جنگ کرنا، لعنت کرنا۔

(كُرْهٌ) (تَكْرَهُوا) كَرِهَ، يَكْرَهُ، كُرْهٌ وكَرْهٌ وكَرَاهَةٌ وكَرَاهِيَةٌ ومَكْرُهَةٌ (س) ناپسند کرنا۔

(عَسَىٰ) عَسَىٰ = ہوسکتا ہے، قریب ہے، عجب نہیں، بہت ممکن ہے۔

(خَيْرٌ) خَارَ، يَخِيْرُ، خَيْرٌ (ض) خیر والا ہونا، بہتری کرنا۔

(شَرٌّ) شَرَّ، يَشُرُّ، شَرٌّ وشَرَارَةٌ وشَرَرٌ (ن ف ض) شر سے متصف ہونا، برائی کرنا۔

تفسیر ایک زمانہ وہ تھا کہ مؤمنین کو جنگ وجدال کی اجازت نہ تھی بلکہ صبر و درگذر سے کام لینے کی ہدایت کی گئی تھی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ○ (آل عمران - ۱۸۶)

اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ (البقرۃ - ۱۰۹)

معاف کرو اور درگذر کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم بھیجے، بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے لڑنے کی اجازت دی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ○ (الحج - ۳۹)

مؤمنین کو جن پر اب تک ظلم ہوتا رہا ہے اجازت دی جاتی ہے کہ جو لوگ ان سے لڑتے ہیں (وہ بھی اُن سے لڑیں) اللہ (ان کی مدد کرے گا) بے شک وہ ان کی مدد پر قادر ہے۔

آیت زیرِ تفسیر میں اللہ تعالیٰ نے جنگ کو فرض کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جنگ کو تم پر فرض کیا جا رہا ہے اگرچہ یہ تم کو بری معلوم ہوگی (عَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ) ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو بُرا سمجھو اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور تم کسی چیز کو اچھا سمجھو وہ تمہارے حق میں بُری ہو۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ○ (النساء - ۱۹)

ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو بُرا سمجھو اور اللہ اسی چیز میں تمہارے لئے بہت سی بھلائیاں پیدا کر دے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کونسی چیز تمہارے حق میں اچھی ہے اور کونسی بُری، تمہیں اس کا علم نہیں اس کا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، وہی اپنے علم سے تم کو بتاتا ہے کہ فلاں چیز تمہارے لئے اچھی ہے اور فلاں چیز بُری۔ تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے احکام پر چلتے رہو خواہ وہ احکام تم پر شاق ہی کیوں نہ گذریں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل میں اگر کچھ تکلیف پہنچتی بھی ہے تو وہی تو اجر و ثواب کی موجب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ

(اے ایمان والو) ہم ضرور تمہاری آزمائش کریں گے۔ کچھ خوف سے، کچھ بھوک سے اور کچھ

رَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ○ (البقرۃ ۱۵۵)

جان و مال اور پھلوں کے نقصان سے، تو اے رسول جو (ان آزمائشوں میں) صبر کریں انہیں (اجر و ثواب کی) خوشخبری سنا دیجئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ وَحُجِبَتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ (صحیح بخاری کتاب الرقاق باب حجبت النار بالشهوات جزء ۸ صـ۱۲۷)

دوزخ شہوات سے ڈھانک دی گئی ہے اور جنت ناگوار کاموں سے ڈھانک دی گئی (یعنی اپنی خواہش کے مطابق کام کرنے والا دوزخ میں جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے والا خواہ وہ احکام ناگوار ہی کیوں نہ گذریں جنت میں جائے گا)

مندرجہ بالا حدیث سے ثابت ہوا کہ جنت حاصل کرنے کے لئے کچھ قربانیاں دینی ہوں گی، کچھ تکلیفیں برداشت کرنی ہوں گی۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَا يَمْحُوا اللّٰهُ بِهِ الْخَطَايَا وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ

کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جسکے ذریعہ اللہ خطاؤں کو مٹا دیتا ہے اور درجات کو بلند کر دیتا ہے۔

صحابہؓ کرام نے عرض کیا:۔

بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

کیوں نہیں، اے اللہ کے رسولؐ،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَى الْمَكَارِهِ وَكَثْرَةُ الْخُطَا اِلَى الْمَسَاجِدِ وَانْتِظَارُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ (صحیح مسلم کتاب الطهارة باب فضل اسباغ الوضوء جزء اول صـ۱۲۳)

ناگوار حالتوں میں وضوء کو پورا کرنا، مساجد کی طرف (جاتے ہوئے) قدموں کی کثرت ہونا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا یہی تو رباط ہے (نگرانی و حفاظت اسی کو کہتے ہیں)۔

الغرض اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے ناگوار کام کرنا خوش نصیبی ہے، جنت ایسے ہی کاموں سے ملتی ہے اور درجات ایسے ہی کاموں سے بلند ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ

جو شخص اللہ کے راستہ میں لڑے پھر قتل ہو جائے

يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ○ (النسآء - ۷۴)
یا غالب ہو جائے ایسے شخص کو ہم اجر عظیم عطاء کریں گے۔

اللہ تعالےٰ کے راستہ میں لڑنے سے صرف آخرت ہی میں اجر و ثواب نہیں ملتا بلکہ دنیا میں بھی رفعت و سربلندی ملتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

ذِرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ (جامع ترمذی ابواب الایمان باب ماجاء فی حرمة الصلوة، صحیح الترمذی جزء ۲ صـ۲۳)
اسلام کے کوہان کی بلندی جہاد ہے۔

الغرض (اے ایمان والو) جنگ کرنا تم کو ناگوار تو ضرور گذرے گا لیکن اسی میں تمہاری بھلائی ہے، لہذا اللہ تعالےٰ کے راستہ میں جنگ کرتے رہو، اللہ تعالےٰ تمہیں سربلندی عطاء فرمائے گا۔

نوٹ:۔ جنگ کے جملہ مسائل کے لئے سورہٴ بقرہ کی آیات نمبر ۱۹۰ تا ۱۹۴ کی تفسیر صـ۶۶۳ پر ملاحظہ فرمائیں

عمل

اے لوگو، ان چیزوں پر عمل کیجئے جن چیزوں پر عمل کرنے کا حکم اللہ تعالےٰ نے دیا ہے خواہ وہ چیزیں آپ کو ناگوار ہی کیوں نہ گذریں۔ کچھ قربانیاں دیجئے، بغیر قربانی کے کچھ نہیں ملتا۔ اس سلسلہ میں سورہٴ بقرہ کی آیت نمبر ۲۱۴ کی تفسیر صـ۷۵۵ پر ملاحظہ فرمائیں

اے لوگو، اللہ تعالےٰ کے راستہ میں لڑتے رہیئے، جب کبھی جنگ کے لئے کہا جائے تو فوراً تیار ہو جایا کیجئے، اگر جنگ کی نوبت نہ آئے تو اس کا تصور ہی ذہن میں رکھیئے، نیت یہ رکھیئے کہ جب کبھی جنگ کا موقع آئے گا آپ ضرور اللہ تعالےٰ کے دین کے لئے لڑیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهٖ نَفْسَهٗ مَاتَ عَلٰى شُعْبَةٍ مِّنَ النِّفَاقِ۔ (صحیح مسلم کتاب الامارة باب ذم من مات ولم یغز ..... جزء ۲ صـ۱۵۸)
جو شخص ایسی حالت میں مر جائے کہ نہ اس نے (اللہ کے راستہ میں) جنگ کی ہو اور نہ دل میں جنگ کی نیت رکھی ہو تو وہ نفاق کی ایک شاخ پر مریگا۔

يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ
قِتَالٍ فِيهِ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ
وَصَدٌّ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌ
بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ
أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ
وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا يَزَالُونَ
يُقَاتِلُونَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوكُمْ عَنْ
دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا وَمَنْ
يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ

فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولٰٓئِكَ

حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا

وَالْأٰخِرَةِ وَأُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ

النَّارِ هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ ﴿۲۱۷﴾ إِنَّ

الَّذِينَ اٰمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا

وَجٰهَدُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أُولٰٓئِكَ

يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ

غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۲۱۸﴾

ترجمہ (اے رسول) لوگ آپ سے حرمت والے مہینہ میں لڑنے کے متعلق سوال کرتے ہیں،
آپ کہہ دیجئے کہ حرمت والے مہینہ میں لڑنا بڑا گناہ ہے لیکن اللہ کے راستہ سے روکنا،

اللہ کے ساتھ کفر کرنا، مسجد حرام میں جانے سے روکنا اور مسجد الحرام میں عبادت کرنے والوں کو مسجد الحرام سے نکال دینا اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ بڑے گناہ ہیں اور فتنہ (انگیزی جو اے کافرو تم کرتے رہتے ہو یہ تو) قتل سے بھی زیادہ بڑا گناہ ہے اور (اے ایمان والو تم ان سے ہوشیار رہنا) یہ تو ہمیشہ تم سے لڑتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ اگر ان سے ہو سکے تو تم کو تمہارے دین اسلام سے پھیر دیں اور جو شخص تم میں سے اپنے دین سے منحرف ہو جائے اور پھر وہ کفر کی حالت میں مر جائے تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں جگہ ضائع کر دئے جائیں گے (یہ ان اعمال سے کہیں بھی فائدہ نہ اٹھا سکیں گے) یہ لوگ دوزخی ہیں اور یہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے (انہیں اللہ سے کسی قسم کی بخشش اور رحمت کی امید نہیں رکھنی چاہئے) ﴿۲۱۷﴾ البتہ جو لوگ ایمان لائے اور جن لوگوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرتے رہے یہ ایسے لوگ ہیں کہ اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں۔ (ان سے اگر کوئی غلطی بھی سرزد ہو جائے تو اللہ معاف کر دے گا کیونکہ) اللہ بڑا معاف کرنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے ﴿۲۱۸﴾

معانی و مصادر

(حَرام) حَرُمَ، یَحْرُمُ، حُرْمٌ و حُرْمَۃٌ و حَرَامٌ و حَرِمَ، یَحْرَمُ، حَرَمٌ و حَرَامٌ (ك س) حرام ہونا، رک جانا۔

(کَبِیْرٌ) کَبُرَ، یَکْبُرُ، کِبَرٌ و کُبْرٌ و کُبَارَۃٌ (ك) عظیم القدر ہونا، بڑا ہونا، شاق گذرنا، بھاری ہونا۔

(صَدٌّ) صَدَّ، یَصُدُّ، صَدٌّ (ن) روکنا، منع کرنا، پھیرنا۔

(یَزَالُوْنَ) زَالَ، یَزَالُ و یَزِیْلُ، زَیْلٌ (ف) ہٹانا۔

(اِسْتَطَاعُوْا) اِسْتَطَاعَ، یَسْتَطِیْعُ، اِسْتِطَاعَۃٌ (باب استفعال) طاقت ہونا، کر سکنا۔

(یَرْتَدِدْ) اِرْتَدَّ، یَرْتَدُّ، اِرْتِدَادٌ (باب افتعال) لوٹنا، لوٹانا، مرتد ہونا۔

(حَبِطَ) حَبِطَ، یَحْبَطُ، حَبْطٌ و حُبُوْطٌ (س) ضائع ہونا۔

(یَرْجُوْنَ) رَجَا، یَرْجُوْ، رَجَاءٌ و رَجْوٌ و رَجَاۃٌ و مَرْجَاۃٌ (ن) امید رکھنا۔

تفسیر آیت کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حرمت والے مہینہ میں جنگ و جدال کے متعلق طنزاً سوال کیا۔ اللہ تعالے نے جواب میں فرمایا (یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِیْهِ) (اے رسول یہ لوگ) آپ سے حرمت والے مہینہ میں جنگ کرنے کے متعلق سوال کر رہے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ (قِتَالٌ فِیْهِ کَبِیْرٌ) (بے شک) حرمت والے مہینہ میں لڑنا بہت بڑا گناہ ہے (لیکن جو اس سے بھی بڑے گناہ ہیں انہیں تم ہلکا سمجھتے ہو، انہیں نظر انداز کر دیتے ہو اور کرتے رہتے ہو، اگر واقعی تمہیں گناہ کا احساس ہے تو اس گناہ سے زیادہ بڑے گناہ کیوں کرتے ہو، یعنی) (صَدٌّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ) **اللہ تعالے کے راستہ سے روکنا**، لوگوں کو اسلام لانے سے باز رکھنا (وَ کُفْرٌۢ بِهٖ) اللہ تعالے کے ساتھ کفر کرنا (وَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ) مؤمنین کو مسجد حرام سے روکنا، اس میں عبادت نہ کرنے دینا (وَ اِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ) اور مسجد الحرام میں عبادت کرنے

والوں کو مسجد الحرام سے نکالنا، یہ کام تو اللہ تعالےٰ کے نزدیک حرمت والے مہینہ میں لڑنے سے زیادہ بُرے ہیں، پھر یہ کام تم کیوں کرتے ہو، مزید برآں تم فتنے اٹھاتے رہتے ہو (وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ) حالانکہ فتنہ تو قتل سے بھی زیادہ بڑا گناہ ہے۔ ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ — فتنہ (وفساد) تو قتل سے بھی زیادہ بُرا ہے۔

(البقرۃ ۔ ۱۹۱)

فتنہ وفساد اور ملک میں بدامنی پھیلانا کئی قتلوں اور مفاسد کا باعث ہوتا ہے لہذا فتنہ کے مقابلہ میں ایک قتل کی کوئی اہمیت نہیں بلکہ اگر قتل سے فتنہ وفساد کا دروازہ بند ہوجائے، قتل وخونریزی کا سدّباب ہوجائے تو وہ قتل بجائے خود ایک خیر ہے، کافروں پر افسوس ہے کہ اتنے عظیم الشان گناہ کرتے ہیں اور ان سے کم درجہ کے گناہ کے متعلق سوال کرتے ہیں، انہیں چاہیئے کہ ان تمام بڑے بڑے گناہوں سے توبہ کریں اور اپنی اصلاح کرلیں۔

پھر اللہ تعالےٰ نے مؤمنین کو متنبہ کیا کہ کہیں وہ کفار کے سوال سے دھوکے میں نہ آجائیں، کہیں وہ یہ نہ سمجھ لیں کہ کفّار کو حرمت والے مہینوں کا کتنا احترام ملحوظ ہے، کہیں وہ اس سے یہ نتیجہ نہ نکال لیں کہ کفّار کو اللہ تعالیٰ کے احکام پر چلنے کا کتنا خیال ہے اور قتل وخونریزی سے کتنی نفرت ہے، اللہ تعالےٰ نے فرمایا اے مؤمنین (انہیں قتل وخونریزی سے کوئی نفرت نہیں یہ تو جنگ وجدال کے خواہاں ہیں تم ان سے ہوشیار رہو) یہ تو تم سے ہمیشہ لڑتے رہیں گے اور اس کوشش میں لگے رہیں گے کہ ہوسکے تو تمہیں تمہارے دین سے برگشتہ کردیں (وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ ....) اور اے مؤمنین اس بات سے بھی خبردار رہو کہ تم میں جو شخص اپنا دین چھوڑ کر مرتد ہوجائے اور کفر کی حالت میں مرجائے (تو اس کے لئے اللہ تعالےٰ کے ہاں کوئی رعایت نہیں) ایسے لوگوں کے اعمال بالکل ضائع کردئے جائیں گے۔ نہ وہ ان سے دنیوی فائدہ حاصل کرسکیں گے اور نہ اُخروی فلاح۔

مرتد کا درجہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک کافر سے بھی بدتر ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مُؤْمِنًا حَسَنَةً يُعْطٰى بِهَا فِى الدُّنْيَا وَ يُجْزٰى بِهَا فِى الْاٰخِرَةِ وَ اَمَّا الْكَافِرُ فَيُطْعَمُ بِحَسَنَاتِ مَا عَمِلَ بِهَا لِلّٰهِ فِى الدُّنْيَا حَتّٰى اِذَا اَفْضٰى اِلَى الْاٰخِرَةِ لَمْ تَكُنْ لَهُ حَسَنَةٌ يُجْزٰى بِهَا (صحیح مسلم کتاب صفة القیامة والجنة والنار باب جزاء المؤمن بحسناته فی الدنیا والأخرة جزء ۲ ص ۳۷۳)

بے شک اللہ مؤمن پر کسی ایک نیکی کے معاملہ میں بھی ظلم نہیں کرے گا، اس کو اس کا بدلہ دنیا میں بھی دیا جائے گا اور آخرت میں بھی، لیکن کافر کو اس کی تمام نیکیوں کا بدلہ جو اس نے اللہ کے لئے کی ہوں گی دنیا ہی میں دے دیا جائیگا یہاں تک کہ جب وہ میدان محشر میں پہنچے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہیں ہوگی کہ اس کا بدلہ اُسے دیا جائے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کافر کو اس کے نیک اعمال کا بدلہ دنیا میں مل جاتا ہے لیکن آیت زیر تفسیر کی رُو سے مرتد کو

اسکے نیک اعمال کا بدلہ دنیا میں بھی نہیں ملتا، (حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ) دنیا اور آخرت دونوں جگہ اس کے اعمال رائیگاں ہو جاتے ہیں، ایسے لوگ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے، انہیں کبھی نجات نہیں ملے گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

يُدْخِلُ اللّٰهُ اَهْلَ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَيُدْخِلُ اَهْلَ النَّارِ النَّارَ ثُمَّ يَقُوْمُ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ فَيَقُوْلُ يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ لَا مَوْتَ وَيَا اَهْلَ النَّارِ لَا مَوْتَ كُلٌّ خَالِدٌ فِيْمَا هُوَ فِيْهِ۔
(صحیح مسلم کتاب الجنۃ باب النار یدخلھا الجبارون جزء ۲ صفحہ ۵۳۸ وصحیح بخاری کتاب الرقائق باب یدخل الجنۃ سبعون الفا بغیر حساب جزء ۸ صفحہ ۱۳۱ واللفظ لمسلم)

اللہ جنتیوں کو جنت میں داخل کر دیگا اور دوزخیوں کو دوزخ میں داخل کر دے گا پھر ایک اعلان کرنے والا ان کے درمیان کھڑے ہو کر اعلان کریگا " اے اہل جنت، اب موت نہیں آئے گی اور اے اہل دوزخ، اب موت نہیں آئے گی۔ ہر ایک جس جگہ ہے ہمیشہ اسی میں رہے گا "۔

آیت زیر تفسیر میں اللہ تعالے نے ایسے لوگوں کو جو مرتد ہو جائیں تنبیہ کر دی کہ اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے، ان کو اللہ تعالے سے کسی قسم کی بخشش کی امید نہیں رکھنی چاہیے، (اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا ....) بخشش کی امید تو وہ لوگ رکھ سکتے ہیں جو ایمان لائیں، ہجرت کریں اور اللہ تعالے کے راستہ میں جہاد کرتے رہیں، ایسے لوگوں سے اگر کوئی غلطی بھی ہو جائے تو اللہ تعالے ان کی غلطی کو معاف کر دیگا (وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ) کیونکہ اللہ غفور رحیم ہے، وہ بڑا بخشنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے۔

آیت زیر تفسیر سے معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ تعالے کو خوش کرنے کے لئے ایمان لائے اور نیک عمل کرے تو ایسے شخص کو اللہ تعالے سے اچھی امید رکھنی چاہیئے اور جو شخص بُرے اعمال کرے اور پھر بھی اللہ تعالے سے اچھی امید رکھے تو وہ دھوکے میں ہے، وہ فریب نفس میں مبتلا ہے، ایسی امیدیں کام نہیں آئیں گی، اللہ تعالے فرماتا ہے :۔

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝
(النساء ۔ ۱۲۳)

(اے ایمان والو) نہ تمہاری خوش فہمیاں کام آئیں گی اور نہ اہل کتاب کی، جو شخص بھی بُرا عمل کرے گا اس کو اس کی سزا ملے گی، وہ اللہ کے علاوہ نہ کوئی کارساز پائے گا اور نہ مددگار۔

اللہ تعالے فرماتا ہے :۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً یَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ۝ لِیُوَفِّیَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَیَزِیْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۝

(فاطر۔ ۲۹ و ۳۰)

جو لوگ اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں (اور اس کی پیروی کرتے ہیں)، نماز کو قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے رہتے ہیں یہ لوگ ایسی تجارت کی امید رکھ سکتے ہیں جو کبھی ضائع نہیں ہوگی، اللہ ان کو ان کا پورا بدلہ دے گا بلکہ اپنے فضل سے اور زیادہ دے گا (اللہ ان کی غلطیوں کو معاف کر دے گا۔ کیونکہ اللہ معاف کرنے والا ہے (اور ان کی نیکیوں کی قدر دانی کرے گا اس لئے کہ وہ) قدر دانی کرنے والا ہے۔

عمل

اے لوگو، گناہوں سے بچتے رہئے، ایسا نہ کیجئے کہ کم درجہ کے گناہوں سے تو آپ بچیں اور ان سے بڑے گناہوں کو بے باکی سے کرتے رہیں، بڑے گناہوں کو زیادہ اہمیت دے کر ان سے زیادہ بچنے کی کوشش کیجئے۔

اے لوگو، حرمت والے مہینوں کا احترام کیجئے، ان میں قتل و خونریزی بالکل نہ کیجئے۔

اے لوگو، لوگوں کو گمراہ نہ کیجئے، اللہ تعالےٰ کے راستہ سے لوگوں کو نہ روکیئے، جو اسلام قبول کرتا ہے اُسے اسلام قبول کرنے دیجئے، جو حق کو پہچان کر حق کو قبول کرتا ہے آپ اُسے اپنے آبائی مذہب کی خاطر حق کو قبول کرنے سے نہ روکیئے، حق مل جائے تو محض اپنے فرقہ ورانہ مذہب کی محبت میں حق کا انکار نہ کیجئے، یہ کفر کا کام ہے اس سے بچیئے، مؤمنین کو مسجد حرام میں جانے سے نہ روکیئے، نہ وہاں عبادت کرنے سے کسی کو منع کیجئے۔

اے ایمان والو، کافروں سے ہوشیار رہیئے، یہ ہمیشہ آپ سے لڑتے رہیں گے، آپ کو مرتد بنانے کی کوشش کرتے رہیں گے، آپ استقامت کے ساتھ دین اسلام پر کاربند رہیئے۔

اے لوگو، اللہ تعالےٰ پر، اس کے رسول پر اور اللہ تعالےٰ کی کتاب پر صحیح معنوں میں ایمان لایئے، اللہ تعالےٰ کے راستے میں ہجرت کیجئے، اللہ تعالےٰ کی تمام ممنوعات کو چھوڑ دیجئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ

(صحیح بخاری کتاب الایمان باب المسلم

ہجرت کرنے والا وہ ہے جو اللہ کی (تمام) ممنوعات کو چھوڑ دے۔

من سلم المسلمون جزء اول ص۹)

اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتے رہیئے، اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے ہر قسم کی جد وجہد اور کوشش کرتے رہیئے، دین اسلام کے فروغ کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیجئے۔

مندرجہ بالا کام کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے نیک امید رکھیئے، خوش فہمیوں میں مبتلا نہ رہیئے۔ خوش فہمیاں کام نہیں آئیں گی۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ
فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ
وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا وَ
يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ
الْعَفْوَ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ
الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱۹﴾ فِى
الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ
عَنِ الْيَتٰمٰى قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ
خَيْرٌ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ

وَاللّٰہُ یَعۡلَمُ الۡمُفۡسِدَ مِنَ الۡمُصۡلِحِ
وَلَوۡ شَآءَ اللّٰہُ لَاَعۡنَتَکُمۡ اِنَّ اللّٰہَ
عَزِیۡزٌ حَکِیۡمٌ ﴿۲۲۰﴾

ترجمہ (اے رسول) لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ ان دونوں میں بڑا نقصان ہے (کہ نیکیاں کرنے سے روک دیتے ہیں، ہاں یہ ضرور ہے کہ) لوگوں کے لئے (کچھ) فائدے بھی ہیں لیکن ان کا نقصان ان کے فائدے سے کہیں زیادہ ہے اور (اے رسول) لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ (اللہ کی راہ میں) کیا خرچ کیا کریں آپ کہہ دیجئے کہ بہترین اور پاکیزہ مال خرچ کیا کرو، اس طرح اللہ (اپنے) احکام کو وضاحت کے ساتھ بیان فرما رہا ہے تا کہ تم غور و فکر کرسکو ﴿۲۱۹﴾ دنیا کے معاملات میں بھی اور آخرت کے معاملات میں بھی (اور تم اس نتیجہ پر پہنچ سکو کہ اللہ تعالیٰ کے احکام ہی میں دین و دنیا کی فلاح ہے) اور (اے رسول) لوگ آپ سے یتیموں کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ ان کے ساتھ حسن سلوک بہت اچھا کام ہے اور اگر تم ان سے مل جل کر رہنا چاہو (اور اپنے خرچ میں ان کا خرچ شامل کرلو تو کوئی حرج نہیں) وہ تمہارے بھائی ہیں (ان سے بھائیوں جیسی خیر خواہی کرتے رہو، ان کا نقصان نہ ہونے دو) اور اللہ خوب جانتا ہے کہ مفسد کون ہے اور مصلح کون ہے (کون انکا نقصان کرتا ہے اور کون ان کی بہتری کی بات کرتا ہے اور یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ ان کا خرچ اپنے خرچ میں شامل کرنے کا حکم دے کر اللہ نے تم پر بڑی آسانی کر دی) اگر اللہ چاہتا تو تمہیں (خرچ علیحدہ علیحدہ رکھنے کا حکم دے کر) تکلیف میں مبتلا کر دیتا، (اور ایسا حکم دینا) اللہ کے لئے کچھ مشکل نہیں اس لئے کہ وہ اپنے کام پر) غالب ہے اور اسکے تمام احکام پُر از حکمت ہوتے ہیں اس لئے کہ وہ) حکمت والا ہے ﴿۲۲۰﴾

معانی و مصادر (خَمَرَ) خَمَرَ، یَخۡمُرُ، خَمۡرٌ (ض ن) چھپانا، ڈھانکنا، شراب پلانا، خمیر ڈالنا [خمر = شراب جو عقل کو ڈھانک دیتی ہے]

(مَیْسِرِ) یَسَرَ، یَیْسِرُ، یَسْرٌ (ض) سہل ہونا، جوا کھیلنا [مَیْسِر = جُوا۔ جوئے کو میسر اسی لئے کہتے ہیں کہ اس میں بغیر محنت کے آسانی سے مال حاصل ہوتا ہے]۔
(اِثْمٌ) اَثِمَ، یَأْثَمُ، اِثْمٌ، اَثَمٌ و اَثَامٌ و مَاْثَمٌ (س) ثواب سے روکنا، گناہ کرنا [اِثم = وہ کام جو ثواب سے روک دے یعنی جو بہت فائدے سے محروم کر دے مجازاً نقصان پہنچانے والا کام]۔
(مَنَافِعُ) نَفَعَ، یَنْفَعُ، نَفْعٌ (ف) فائدہ پہنچانا [مَنَافِع = مَنْفَعَۃٌ کی جمع = فائدے]
(عَفْوٌ) عَفَا، یَعْفُوْ، عَفْوٌ (ن) معاف کرنا، مٹا دینا، زیادہ کرنا، زیادہ ہونا [عَفْوٌ = بہترین و پاکیزہ چیز، عمدہ اور چُنا ہوا مال]۔
(اِصْلَاح) (مُصْلِحٌ) اَصْلَحَ، یُصْلِحُ، اِصْلَاحٌ (باب افعال) اصلاح کرنا، مصالحت کرانا، نیکی کرنا۔
(تُخَالِطُوْھُمْ) خَالَطَ، یُخَالِطُ، مُخَالَطَۃٌ و خِلَاطٌ (باب مفاعلۃ) ملانا، شامل کرنا، مل جل کر رہنا۔
(اَعْنَتَ) اَعْنَتَ، یُعْنِتُ، اِعْنَاتٌ (باب افعال) تکلیف میں ڈالنا، ہلاکت میں ڈالنا۔

تفسیر ان آیات میں اُن تین سوالوں کا ذکر ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کئے گئے۔

پہلا سوال پہلا سوال شراب اور جوئے کے متعلق کیا گیا، لوگوں نے پوچھا کہ شراب پینا اور جُوا کھیلنا کیسا ہے؟ کیا اسلام میں اس کی اجازت ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے رسول، آپ کہہ دیجئے کہ ان دونوں میں بہت بڑا نقصان ہے، یہ دونوں اللہ کے ذکر سے باز رکھتے ہیں، نیکیاں کرنے سے روک دیتے ہیں، شراب اور جوئے کے نشہ میں انسان کو ہوش نہیں رہتا کہ اس کے ذمّہ کچھ فرائض ہیں جن کو اُسے ادا کرنا ہے، کچھ حقوق ہیں جن کو اُسے پورا کرنا ہے، وہ نشہ میں مست ہوتا ہے، اُسے دنیا و مافیہا کی خبر نہیں ہوتی، ہاں یہ ضرور ہے کہ ان دونوں میں کچھ فوائد بھی ہیں، شراب پینے سے طاقت میں اضافہ ہوتا ہے، گرمی آتی ہے، شراب اور جوئے کے نشہ میں انسان رنج وغم کو بھول جاتا ہے، کسی حد تک تفکرات سے نجات مل جاتی ہے لیکن بایں ہمہ ان کا نقصان ان کے فائدے سے کہیں زیادہ ہے، ان سے جو روحانی نقصان پہنچتا ہے اس کے مقابلہ میں جسمانی اور مادّی فوائد کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ پھر جسمانی اور مادّی نقصانات اس پر مستزاد ہیں، غرض یہ کہ ان دونوں کے نقصانات زیادہ ہیں لہٰذا ان دونوں کا استعمال خلاف عقل اور نامناسب ہے۔

اس آیت کے شان نزول میں حضرت عمرؓ کی دعاء کو بھی ایک خاص تعلق ہے، حضرت عمرؓ دعا کرتے تھے:۔

اَللّٰھُمَّ بَیِّنْ لَنَا فِی الْخَمْرِ بَیَانًا شَافِیًا۔ اے اللہ شراب کے معاملہ میں کوئی شافی

حکم صادر فرمادے"

حضرت عمرو بن شرحبیلؒ فرماتے ہیں:-

فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِیْ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ (يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ) قَالَ فَدُعِیَ عُمَرُ فَقُرِئَتْ عَلَيْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ بَيِّنْ لَنَا فِی الْخَمْرِ بَيَانًا شَافِيًا (رواہ احمد وسندہ صحیح - بلوغ الامانی جزء ۱۸ ص۸۶)

پھر یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرؓ کو بلوایا اور ان کے سامنے یہ آیت تلاوت فرمائی، حضرت عمرؓ نے پھر بھی وہ دعا جاری رکھی کہ اے اللہ شراب کے سلسلہ میں کوئی شافی حکم نازل فرمادے۔

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد بھی شراب کو حرام نہیں کیا گیا۔ آیت زیر تفسیر میں اللہ تعالیٰ نے نہ شراب کو حرام کیا اور نہ جوئے کو، البتہ اللہ تعالیٰ نے شراب اور جوئے کو چھوڑنے کی ترغیب دی، اس سے نفرت پیدا کی اور اس طرح ان دونوں کی حرمت کے لئے وہ تدریجی طریقہ اختیار کیا جو فطرت کے عین مطابق ہے۔

دوسرا سوال

دوسرا سوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں کیسا مال خرچ کیا کریں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ کے راستہ میں بہترین اور پاکیزہ مال خرچ کیا کرو، ناکارہ اور خبیث مال خرچ نہ کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران - ۹۲)

اے ایمان والو، تم نیکی کو ہرگز نہیں پہنچ سکتے جب تک (اللہ کے راستہ میں) وہ مال خرچ نہ کرو جو تمہیں محبوب ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِيْدٌ ۝ (البقرۃ - ۲۶۷)

اے ایمان والو، اپنی کمائی میں سے عمدہ مال (اللہ کے راستہ) میں خرچ کیا کرو اور اس پیداوار میں سے (بھی عمدہ چیز خرچ کیا کرو) جو ہم تمہارے لئے زمین سے نکالتے ہیں اور (خبردار ہو جاؤ) خبیث چیزیں (اللہ کے راستہ میں) دینے کا قصد بھی نہ کرنا کیونکہ (اگر وہی چیزیں تمہیں دی جائیں تو) تم خود ان کو نہ لو سوائے اس کے کہ تم چشم پوشی اختیار کر لو اور (یہ اچھی طرح) سمجھ لو کہ اللہ غنی ہے (اسے تمہارے مال کی

حاجت نہیں) وہ تعریف والا ہے (تعریف والی چیز ہی قبول کرتا ہے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ اِلَّا الطَّيِّبَ (صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب لا یقبل اللہ صدقۃ من غلولٍ جزء ۲ ص۱۳۴ وصحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب جزء اول ص۴۰۵)

اللہ پاکیزہ مال ہی قبول کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طُهُوْرٍ وَلَا صَدَقَةٌ مِّنْ غُلُوْلٍ (صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب وجوب الطہارۃ للصلوٰۃ جزء اول ص۱۱۹)

نماز بغیر پاکی کے قبول نہیں ہوتی اور صدقہ خیانت کے مال میں سے قبول نہیں ہوتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ اِلَّا طَيِّبًا (صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب جزء اول ص۴۰۶)

اے لوگو، بے شک اللہ پاک ہے اور وہ کوئی مال قبول نہیں کرتا سوائے اس مال کے جو پاک ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا (كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۝ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ) اس طرح اللہ تعالیٰ اپنے احکام وضاحت کے ساتھ بیان فرما رہا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو اور دیکھو کہ دین و دنیا کی فلاح و بہبود اللہ تعالیٰ کے فطری اور پُر از حکمت احکام میں مضمر ہے، جو شخص اللہ تعالیٰ کے حکیمانہ احکام پر عمل نہیں کرتا وہ دائمی فلاح و کامرانی سے محروم رہتا ہے۔

تیسرا سوال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تیسرا سوال یتیموں کے متعلق کیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

لَمَّا نَزَلَتْ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ عَزَلُوْا اَمْوَالَ الْيَتَامٰى حَتّٰى جَعَلَ الطَّعَامُ يَفْسُدُ وَاللَّحْمُ يُنْتِنُ فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَتْ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ

جب یہ آیت نازل ہوئی وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (الانعام ۱۵۳) (یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر احسن طریقہ سے) تو لوگوں نے یتیموں کے مالوں کو علیحدہ کر دیا یہاں تک کہ کھانا خراب ہونے لگا اور

فَاِخْوَانُكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ قَالَ فَخَالِطُوْهُمْ (رواہ احمد وسندہ صحیح ۔ بلوغ جزء ۱۸ صـ۸۶)

گوشت سڑنے لگا۔ لوگوں نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی، (اللہ تعالےٰ نے فرمایا) اگر تم ان کا خرچ اپنے خرچ میں شامل کر لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں، اللہ جانتا ہے کہ کون مفسد ہے اور کون مصلح۔ اس آیت کے نزول کے بعد لوگوں نے پھر یتیموں کے خرچ کو اپنے خرچ کے ساتھ شامل کر لیا۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا (اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ) یتیموں کی اصلاح، ان کے مال کو بگڑنے اور ضائع ہونے سے بچانا، یہ عمدہ کام ہیں، اس میں بہتری ہے، (وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ) اگر تم ان کے خرچ کو اپنے خرچ میں شامل کر لو تاکہ ان کا مال ضائع نہ ہو، اُن کا کھانا خراب نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں، وہ تمہارے بھائی ہیں، ان کے ساتھ بھائیوں جیسی خیر خواہی کرتے رہو، اُن کے خرچ کو اپنے خرچ کے ساتھ ملانے سے یہ فائدہ ہوگا کہ اول تو مشترکہ کھانا بچیگا نہیں اور اگر بچیگا اور خراب ہوگا تو یتیموں کے حصہ میں نقصان کا ایک جزء آئیگا اور اس طرح نسبتاً ان کا نقصان بہت کم ہوگا (وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ) اللہ تعالےٰ کو تو تمہاری نیتوں کا علم ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ کون ان کے حق میں بگاڑ کی نیت رکھتا ہے اور کون ان کے حق میں اصلاح اور خیر خواہی کی نیت رکھتا ہے۔ جو شخص بگاڑ کی نیت رکھتا ہے وہ اچھی طرح سمجھ لے کہ وہ اللہ تعالےٰ کے عذاب سے نہیں بچ سکتا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ۝ (النسآء - ۲)

یتیموں کے مال کو اپنے مالوں کے ساتھ ملا کر نہ کھاؤ، یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ۔ (النسآء - ۶)

یتیموں کا مال اس خیال سے کہ یہ بڑے ہو جائیں گے (تو اپنا مال واپس لے لیں گے) فضول خرچی کے ساتھ اور جلدی جلدی نہ کھا جایا کرو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۝ (النسآء - ۱۰)

جو لوگ یتیموں کا مال ناجائز طور پر کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں، وہ عنقریب دوزخ میں داخل ہوں گے (اور

عذاب کا مزا چکھیں گے)۔

پھر اللہ تعالٰے نے فرمایا کہ اللہ تعالٰے نے یتیموں کے خرچ کو اپنے خرچ میں شامل کرنے کی اجازت دے کر تم پر بڑا احسان کیا، تمہیں خرچ کو علیحدہ علیحدہ رکھنے کی تکلیف سے بچالیا (وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ لَاَعْنَتَکُمْ) اگر اللہ تعالٰے چاہتا تو تمہیں حکم دیتا کہ اپنا اور یتیموں کا خرچ علیحدہ علیحدہ رکھو اور اس طرح اللہ تعالٰے تم کو تکلیف میں مبتلا کر سکتا تھا اور وہ یہ کام کر سکتا تھا، اُسے کون روکنے والا ہے، وہ عزیز ہے، اور (غَالِبٌ عَلٰٓی اَمْرِہٖ - یوسف - ۲۱) اپنے کام پر غالب ہے لیکن وہ اپنے بندوں پر آسانی چاہتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالٰے فرماتا ہے:-

یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ۔ (البقرۃ - ۱۸۵) اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے، وہ تمہیں مشکل میں ڈالنا نہیں چاہتا۔

اللہ تعالٰے انسان کی فطری کمزوریوں سے واقف ہے لہذا اس نے آسانی پیدا کر دی اور تکلیف میں مبتلا نہیں کیا، اس کے تمام کام حکمت پر مبنی ہوتے ہیں لہذا آسانی کا یہ حکم بھی اس کی حکمت کے تقاضے کو پورا کرتا ہے۔

عمل

اے لوگو، شراب اور جوئے میں بہت نقصانات ہیں، ان سے دُور رہئیے۔ اے لوگو، اللہ تعالٰی کے راستہ میں بہترین اور پسندیدہ مال خرچ کیا کیجئے۔

اے لوگو، آپ یتیموں کے مال کو اپنے مال کے ساتھ شامل کر سکتے ہیں لیکن خیر خواہی کی نیت سے۔ بُری نیت سے شامل نہ کیجئے۔

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى

يُؤْمِنَّ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ

مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ

وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى

يُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ

مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ

اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ

وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَ

الْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ وَيُبَيِّنُ

اٰیٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۲۱﴾

ترجمہ اور (اے ایمان والو) مشرک عورتوں سے جب تک وہ ایمان نہ لائیں نکاح نہ کرو، مشرک عورتوں سے تو مؤمن لونڈی بہتر ہے خواہ وہ مشرک عورت تمہیں اچھی ہی کیوں نہ معلوم ہو اور (اے ایمان والو) مشرک مردوں سے (مؤمن عورتوں کا) نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لائیں مشرک مرد سے تو مؤمن غلام بہتر ہے اگرچہ وہ مشرک مرد تمہیں اچھا ہی کیوں نہ معلوم ہو (اور اے ایمان والو خبردار ہو جاؤ) مشرک تو (لوگوں کو) دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ (لوگوں کو) اپنے حکم سے جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے اور اپنے احکام کو وضاحت کے ساتھ بیان کر رہا ہے تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں (اور مشرک کی صحبت میں رہ کر اپنی آخرت خراب نہ کریں) ﴿۲۲۱﴾

معانی ومصادر (تَنْكِحُوْا) نَكَحَ، یَنْكِحُ، نَكْحٌ و نِكَاحٌ (ف ض) نکاح کرنا، ڈھانکنا، اور غالب آجانا۔

(اَمَةٌ) اَمَا، یَاْمُوْ و اَمِیَ، یَاْمٰی، و اَمِیَ، یَاْمِیُ اُمُوَّةٌ (ن س ض) لونڈی ہو جانا۔

[اَمَةٌ = لونڈی، جمع اِمَاءٌ و اَمَوَاتٌ و آمٌ]

(اَعْجَبَتْ) اَعْجَبَ، یُعْجِبُ، اِعْجَابٌ (باب افعال) متعجب کرنا، خوش کرنا۔

(تُنْكِحُوْا) اَنْكَحَ، یُنْكِحُ، اِنْكَاحٌ (باب افعال) نکاح کرانا۔

(یَدْعُوْنَ) دَعَا، یَدْعُوْ، دُعَاءٌ و دَعْوٰی (ن) پکارنا، مدد مانگنا، رغبت دینا۔

(یَتَذَكَّرُوْنَ) تَذَكَّرَ، یَتَذَكَّرُ، تَذَكُّرٌ (باب تفعّل) نصیحت حاصل کرنا۔

تفسیر اس آیت میں اللہ تبارک وتعالےٰ نے مؤمن مردوں پر مشرک عورتیں حرام کر دیں اور مؤمن عورتوں کو مشرک مردوں پر حرام کر دیا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا مؤمن لونڈی، آزاد مشرک عورت سے بہتر ہے اور مؤمن غلام، آزاد مشرک مرد سے بہتر ہے اگرچہ مال و دولت، حسب ونسب، حسن وجمال کے لحاظ سے مشرک مرد یا عورت اچھی ہی کیوں نہ معلوم ہو، ان کی یہ دولت، حسب اور جمال عارضی اور فانی ہیں، ان کا فائدہ بھی عارضی اور فانی ہے، یہ چیزیں آخرت میں کام آنے والی نہیں، اللہ تعالےٰ کے نزدیک یہ چیزیں باعث عزت نہیں، عزت تو ایمان سے حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ۔ (المنٰفقون - ۸)

عزت تو اللہ کے لئے ہے، اس کے رسول کے لئے ہے اور مؤمنین کے لئے ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ. لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِيْنِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ (صحيح بخاری كتاب النكاح باب الاكفاء فی الدين جزء ۷ ص۹ و صحيح مسلم كتاب النكاح باب استحباب نكاح ذات الدين جزء اول ص۴۲۳ واللفظ لمسلم)

عورت سے چار باتوں کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے: اس کے مال کی وجہ سے، اس کے حسب و نسب کی وجہ سے، اس کے حسن کی وجہ سے اور اس کے دین کی وجہ سے، تمہارے ہاتھ خاک آلودہ ہوں دیندار عورت کو حاصل کرو۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:۔

مَرَّ رَجُلٌ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا تَقُوْلُوْنَ فِيْ هٰذَا؟ قَالُوْا حَرِيٌّ إِنْ خَطَبَ أَنْ يُنْكَحَ وَإِنْ شَفَعَ أَنْ يُشَفَّعَ وَإِنْ قَالَ أَنْ يُسْتَمَعَ قَالَ ثُمَّ سَكَتَ فَمَرَّ رَجُلٌ مِنْ فُقَرَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ مَا تَقُوْلُوْنَ فِيْ هٰذَا؟ قَالُوْا حَرِيٌّ إِنْ خَطَبَ أَنْ لَا يُنْكَحَ وَإِنْ شَفَعَ أَنْ لَا يُشَفَّعَ وَإِنْ قَالَ أَنْ لَا يُسْتَمَعَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا خَيْرٌ مِنْ مِلْءِ الْأَرْضِ مِثْلَ هٰذَا. (صحيح بخاری كتاب النكاح باب الاكفاء فی الدين جزء ۷ ص۹-۱۰)

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے گذرا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کے متعلق تم کیا کہتے ہو۔ لوگوں نے کہا یہ اس قابل ہے کہ اگر کہیں منگنی بھیجے تو اس کا نکاح کر دیا جائے، اگر سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول کی جائے اور اگر بات کرے تو اس کی بات سُنی جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر میں فقراء المسلمین میں سے ایک شخص آپ کے سامنے سے گذرا، آپ نے فرمایا اس شخص کے متعلق تم کیا کہتے ہو؟ لوگوں نے کہا یہ اس قابل ہے کہ اگر منگنی بھیجے تو اس سے نکاح نہ کیا جائے، اگر سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول نہ کی جائے، اور اگر بات کرے تو کوئی اس کی بات نہ سُنے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُس جیسے آدمی اتنے ہوں کہ ان سے زمین بھر جائے تو یہ شخص ان سب سے بہتر ہے۔

پھر اللہ تعالے نے فرمایا (اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ إِلَى النَّارِ) یہ مشرک مرد و عورت دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور بلائیں گے، ان کی صحبت سے نقصان پہنچے گا، صحبت اچھی ہو یا بُری ضرور اثر انداز ہوتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلْجَلِيْسِ الصَّالِحِ وَالسَّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيْرِ فَحَامِلُ الْمِسْكِ إِمَّا أَنْ يُّحْذِيَكَ وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحًا طَيِّبَةً وَنَافِخُ الْكِيْرِ إِمَّا أَنْ يُّحْرِقَ ثِيَابَكَ وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ رِيْحًا خَبِيْثَةً (صحیح بخاری کتاب الذبائح باب المسک جزء ۷ ص۱۲۵ وصحیح مسلم کتاب البر باب استحباب مجالسۃ الصالحین جزء ۲ ص۳۳۶)

اچھے اور برے ہم نشین کی مثال مشک والے اور بھٹی دھونکنے والے جیسی ہے، مشک والا یا تو خود تمہیں کچھ مشک پیش کریگا یا تم اس سے مشک خریدو گے یا تمہیں خوشبو آئے گی (غرض یہ کہ ہر حال میں کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور ہوگا) اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تمہارے کپڑے جلائے گا یا تمہیں بدبو آئے گی (یعنی ہر حال میں تمہیں کچھ نہ کچھ نقصان پہنچے گا)۔

الغرض مشرک مرد یا عورت سے نکاح کرنے میں نقصان یقینی ہے، ان کے مشرکانہ عقائد اور اعمال کا کچھ نہ کچھ اثر ضرور ہوگا جس کے نتیجہ میں سوائے دوزخ کے اور کیا ملے گا، دوزخ سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالٰی کے مقرر کردہ ضوابط کی تعمیل کی جائے (وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ) اللہ تعالٰی جنت اور مغفرت کی طرف بلا رہا ہے، اس کی پکار پر لبیک کہا جائے، اس کے حکم کی تعمیل میں شرک سے کلیۃً بیزاری کا اظہار کیا جائے، (وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ) اللہ تعالٰی نے تو اپنے احکام وضاحت کے ساتھ بیان کر دئے ہیں، ان میں کوئی پیچیدگی نہیں رکھی، اب یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم نصیحت حاصل کریں، ان احکام پر عمل کر کے جنت اور مغفرت کے مستحق بنیں اور اسکی رحمت کے امیدوار رہیں۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالٰی سے ڈریئے، اس کی جنت اور مغفرت کی طرف سبقت کیجئے، اس کے احکام پر عمل کر کے رحمت کے مستحق بنیئے، مشرک مرد یا عورت سے قطعاً نکاح نہ کیجئے، مشرک خواہ کسی قسم کا بھی ہو اس سے نکاح کرنے کو حرام سمجھئے۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ
هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي
الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى
يَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ
مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ
يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿۲۲۲﴾

ترجمہ اور (اے رسول) لوگ آپ سے محیض کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ وہ (ایک قسم کی) اذیت ہے لہٰذا اذیت کے دنوں میں عورتوں سے علیحدہ رہو اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان سے قربت نہ کرو، پھر جب (وہ نہا دھو کر) پاک ہو جائیں تو ان کے پاس اس طریقہ سے جاؤ جس طریقہ سے اللہ نے تم کو حکم دیا ہے، (اپنی غلطیوں سے توبہ کرتے رہو) بے شک اللہ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے (اور پاکی وصفائی کا خیال رکھو) بے شک اللہ پاک وصاف رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ ﴿۲۲۲﴾

معانی و مصادر (مَحِیْض) حَاضَ، یَحِیْضُ، حَیْضٌ و مَحِیْضٌ و مَحَاضٌ (ض) حائضہ ہونا۔

(اِعْتَزِلُوْا) اِعْتَزَلَ، یَعْتَزِلُ، اِعْتِزَالٌ (باب افتعال) علیحدہ کرنا، علیحدہ ہو جانا۔

(أَذًى) أَذِيَ، يَأْذَى، أَذًى وأَذَاةٌ (س) تکلیف پہنچنا [أَذًى تکلیف، اذیت، نقصان]۔
(لَا تَقْرَبُوا) قَرِبَ، يَقْرَبُ، قُرْبٌ وقُرْبَانٌ (س ك) قریب ہونا۔
(يَطْهُرْنَ) طَهُرَ، يَطْهُرُ، طُهْرٌ وطُهُورٌ وطَهَارَةٌ (ن ك) پاک ہونا۔
(تَطَهَّرْنَ) (مُتَطَهِّرِيْنَ) تَطَهَّرَ، يَتَطَهَّرُ تَطَهُّرٌ (باب تفعّل) نہانا۔

شانِ نزول

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:۔

أَنَّ الْيَهُوْدَ كَانُوْا إِذَا حَاضَتِ الْمَرْأَةُ فِيْهِمْ لَمْ يُؤَاكِلُوْهَا وَلَمْ يُجَامِعُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ فَسَأَلَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّبِيَّ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيْضِ إِلَى أٰخِرِ الْأٰيَةِ (صحیح مسلم کتاب الحیض باب جواز غسل الحائض رأس زوجها جزء اول ص۱۴۳)

جب عورت اذیت ماہانہ میں ہوتی تو یہودی نہ اس کے ساتھ کھانا کھاتے اور نہ گھروں میں ان کے ساتھ رہتے، (ان کی یہ حالت دیکھ کر) صحابۂ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا (کہ ہم کیا کریں)۔ اس وقت اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، (اللہ تعالےٰ نے فرمایا) لوگ آپ سے اذیت ماہانہ کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ یہ ایک تکلیف ہے (جو عورتوں کو پہنچا کرتی ہے) لہٰذا اس تکلیف کے زمانہ میں عورتوں سے علیحدہ رہو، ان سے قربت نہ کرو۔

تفسیر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ عورتوں سے اذیت ماہانہ کے زمانہ میں کس قسم کے تعلقات رکھے جائیں اور کس قسم کے تعلقات نہ رکھے جائیں، اللہ تعالےٰ نے فرمایا (هُوَ أَذًى) یہ ایک قسم کی تکلیف ہے (جو تمام عورتوں کو ہوتی ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

إِنَّ هٰذَا أَمْرٌ كَتَبَهُ اللهُ عَلَى بَنَاتِ أٰدَمَ (صحیح بخاری کتاب الحیض باب کیف کان بدء الحیض جزء اول ص۸)

یہ ایک ایسی چیز ہے جو اللہ نے آدم کی (تمام) بیٹیوں کے لئے مقدر کر دی ہے۔

حدیث بالا سے ثابت ہوا کہ اذیت ماہانہ ایک فطری چیز ہے جس سے کوئی عورت مستثنیٰ نہیں، لہٰذا اللہ تعالےٰ نے فرمایا (فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيْضِ) اے ایمان والو، تم اتنا کیا کرو کہ اذیت ماہانہ کے زمانہ میں عورتوں سے علیحدہ رہا کرو (وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ) ان سے قربت نہ کیا کرو یعنی اس زمانہ میں عورتوں سے جماع نہ کیا کرو، حضرت انسؓ فرماتے ہیں:۔

أَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ

(جب) اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل کی (وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ......) تو

فِی الْمَحِیْضِ اِلٰی اٰخِرِ الْاٰیَۃِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِصْنَعُوْا کُلَّ شَیْءٍ اِلَّا النِّکَاحَ (صحیح مسلم کتاب الحیض باب جواز غسل الحائض رأس زوجھا جزء اول ص۱۳۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کی تشریح کرتے ہوئے) فرمایا ہر کام کر سکتے ہو سوائے جماع کے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں سے علیٰحدہ رہنے اور ان سے قربت نہ کرنے کے معنیٰ یہ ہیں کہ ان سے جماع نہ کیا جائے، اذیّت ماہانہ کے زمانہ میں جماع کرنا بہت بڑا گناہ ہے حضرت انسؓ فرماتے ہیں:۔

فَبَلَغَ ذٰلِکَ الْیَھُوْدَ فَقَالُوْا مَا یُرِیْدُ ھٰذَا الرَّجُلُ اَنْ یَّدَعَ مِنْ اَمْرِنَا شَیْئًا اِلَّا خَالَفَنَا فِیْہِ فَجَاءَ اُسَیْدُ بْنُ حُضَیْرٍ وَعَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ فَقَالَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ الْیَھُوْدَ تَقُوْلُ کَذَا وَکَذَا اَفَلَا نُجَامِعُھُنَّ فَتَغَیَّرَ وَجْہُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی ظَنَنَّا اَنْ قَدْ وَجَدَ عَلَیْھِمَا (صحیح مسلم کتاب الحیض باب جواز غسل الحائض رأس زوجھا۔ جزء اول ص۱۳۹)

جب یہودیوں کو یہ خبر پہنچی (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علاوہ جماع کے ہر چیز کی اجازت دے دی) تو کہنے لگے یہ شخص تو ہر بات میں ہماری مخالفت کرنا چاہتا ہے، (یہودیوں کی یہ بات سنکر) حضرت اسید بن حضیرؓ اور حضرت عباد بن بشرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا "اے اللہ کے رسول، یہودی اس طرح کہہ رہے ہیں تو کیا ہم عورتوں سے جماع بھی نہ کر لیا کریں"، یہ سنتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کی رنگت بدل گئی اور ہم نے سمجھا کہ آپ ان دونوں سے خفا ہو گئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کافروں کی مخالفت کرنے کی نیت سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرنی چاہئے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اذیّت ماہانہ میں جماع کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں اور غسل نہ کر لیں ان سے جماع نہ کرو، ہاں (فَاِذَا تَطَھَّرْنَ) جب وہ پاک ہو کر غسل کر لیں تو پھر (فَاْتُوْھُنَّ مِنْ حَیْثُ اَمَرَکُمُ اللّٰہُ) ان کے پاس اس طریقے سے آ سکتے ہو جس طریقہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے، اس طریقہ سے جماع مراد ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے:۔

نِسَآؤُکُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ فَاْتُوْا حَرْثَکُمْ اَنّٰی شِئْتُمْ (البقرۃ ۔ ۲۲۳)

تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں لہٰذا اپنی کھیتیوں میں جس طرح تم چاہو آؤ۔

کھیتیوں میں آنے سے سوا جماع کے اور کچھ مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ علاوہ جماع کے کسی اور بات سے کھیتی نہیں ہو سکتی یعنی بچے پیدا نہیں ہو سکتے۔

احکام الٰہی کی تعمیل میں اگر کچھ فروگذاشت ہو جائے تو توبہ کر لیا کرو اس لئے کہ (اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ) اللہ تعالےٰ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور اذیت ماہانہ میں بیویوں کے پاس نہ جایا کرو یہ پاکیزگی کی بات ہے اور اللہ تعالےٰ (یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ) پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

عمل

اے لوگو، اذیت ماہانہ میں بیویوں سے جماع نہ کیا کیجئے، کسی کی مخالفت کے خیال سے اللہ تعالےٰ کے حکم کی خلاف ورزی نہ کیا کیجئے، پاک وصاف رہیئے اور اپنی غلطیوں سے توبہ کرتے رہا کیجئے۔

مندرجہ ذیل احکام پر عمل کیجئے۔

اذیّت ماہانہ کے متعلق احکام

اذیّت ماہانہ کے زمانہ میں جماع حرام ہے، یہ تو آیت زیر تفسیر اور مندرجہ بالا احادیث سے ثابت ہو چکا ہے۔ بقیہ احکام درج ذیل ہیں۔

(۱) اگر غلطی سے اذیّت ماہانہ میں جماع کر بیٹھے تو نصف دینار بطور کفّارہ ادا کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا وَقَعَ الرَّجُلُ بِاَهْلِهٖ وَهِیَ حَائِضٌ فَلْیَتَصَدَّقْ بِنِصْفِ دِیْنَارٍ (ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب فی اتیان الحائض ۱/۴ وسندہ صحیح۔ التعلیقات للالبانی علی المشکوٰۃ جزء اول ص۱۲۳)

جو شخص اذیت ماہانہ میں بیوی کے پاس آئے تو وہ نصف دینار صدقہ دے۔ (نوٹ:۔ دینار ۳½ ماشہ (۴¼ گرام) سونے کا ایک سکہ ہے)

(۲) عورت اذیّت ماہانہ میں عمرہ نہ کرے، البتہ اذیّت ماہانہ میں حج کر سکتی ہے، جب حج کے دن آجائیں تو بال کھول دے، کنگھی کرے اور حج کا احرام باندھ کر حج کے تمام ارکان ادا کرے، صرف کعبہ کا طواف نہ کرے جب تک پاک نہ ہو جائے، اگر طواف افاضہ کے بعد اذیّت شروع ہو جائے تو بغیر طواف وداع کئے واپس جا سکتی ہے۔

نوٹ:۔ طواف افاضہ وہ طواف ہے جو ۱۰ ذوالحجہ کو قربانی کرنے اور احرام اتارنے کے بعد کیا جاتا ہے۔ یہ طواف حج کا بہت بڑا رکن ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا:۔

اِنَّ هٰذَا اَمْرٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰى بَنَاتِ اٰدَمَ فَاقْضِىْ مَا يَقْضِى الْحَاجُّ غَيْرَ اَنْ لَّا تَطُوْفِىْ بِالْبَيْتِ (وَفِىْ رِوَايَةٍ حَتّٰى تَطْهُرِىْ وفى رواية دَعِىْ عُمْرَتَكِ وَانْقُضِىْ رَأْسَكِ وَامْتَشِطِىْ وَاَهِلِّىْ بِحَجٍّ (صحیح بخاری کتاب الحیض باب کیف کان بدء الحیض جزء اول ص۸۱ وباب تقضی الحائض المناسك كلها الا الطواف جزء اول ص۸۲ وباب نقض المرأة شعرها جزء اول ص۸۱)

یہ چیز تو اللہ نے بنات آدمؑ کے لئے مقدر کر دی ہے لہٰذا تم وہ تمام کام کرو جو حاجی کرتا ہے سوائے اس کے کہ جب تک پاک نہ ہو جاؤ کعبہ کا طواف نہ کرو، اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ عمرہ چھوڑ دو، بال کھول دو، کنگھی کرو اور حج کا احرام باندھ لو۔

حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ قَدْ حَاضَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّهَا تَحْبِسُنَا اَلَمْ تَكُنْ طَافَتْ مَعَكُنَّ فَقَالُوْا بَلٰى قَالَ فَاخْرُجِىْ (صحیح بخاری کتاب الحیض باب المرأة تحیض بعد الافاضة جزء اول ص۹۰)

اے اللہ کے رسول صفیہ بنت حییؓ کو اذیت ماہانہ شروع ہو گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شاید وہ ہمیں روکیں گی (یعنی جب تک وہ طواف افاضہ نہ کرلیں ہم نہیں جا سکتے) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا انہوں نے تمہارے ساتھ طواف (افاضہ) نہیں کیا، لوگوں نے کہا ہاں کر لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پھر چلو۔

(۳) اذیت ماہانہ میں مسجد نہ جائے البتہ ہاتھ بڑھا کر مسجد سے کوئی چیز اٹھالے تو کوئی حرج نہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:۔

قَالَ لِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاوِلِيْنِى الْخُمْرَةَ مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَتْ فَقُلْتُ اِنِّىْ حَائِضٌ فَقَالَ اِنَّ حَيْضَتَكِ لَيْسَتْ فِىْ يَدِكِ (صحیح مسلم کتاب الحیض باب جواز غسل الحائض رأس زوجها جزء اول ص۱۴۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ مسجد سے جانماز اٹھا کر مجھے دے دو، میں نے کہا میں اذیت ماہانہ میں ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری اذیت تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے۔

(۴) اگر شوہر مسجد میں معتکف ہو تو حائضہ عورت اپنے گھر میں رہتے ہوئے اس کا سر دھو سکتی ہے اور اس کے

سر میں کنگھی کرسکتی ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:۔

اَنَّهَا كَانَتْ تُرَجِّلُ تَعْنِي رَأْسَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ حَائِضٌ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَئِذٍ مُجَاوِرٌ فِي الْمَسْجِدِ يُدْنِي لَهَا رَأْسَهُ وَهِيَ فِي حُجْرَتِهَا فَتُرَجِّلُهُ وَهِيَ حَائِضٌ (صحیح بخاری کتاب الحیض باب غسل الحائض رأس زوجها جزء اول صـ۸۲) وفی روایة كَانَ يُخْرِجُ رَأْسَهُ اِلَيَّ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فَاَغْسِلُهُ وَاَنَا حَائِضٌ (باب مباشرة الحائض جزء اول صـ۸۲ وصحیح مسلم کتاب الحیض باب جواز غسل الحائض رأس زوجها جزء اول صـ۱۳۸)

وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں اس حالت میں کنگھی کر دیتی تھیں کہ وہ اذیت ماہانہ میں ہوتی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس زمانہ میں مسجد میں اعتکاف میں ہوتے تھے، آپ سر کو ان کے قریب کر دیتے، وہ اپنے حجرے میں ہوتی تھیں اور اذیت ماہانہ میں ہوتے ہوئے آپ کے کنگھی کر دیتی تھیں اور آپ کا سر بھی دھو دیا کرتی تھیں۔

(۵) اگر بیوی اذیت ماہانہ میں ہو تو شوہر اس کی گود میں تکیہ لگا کر قرآن مجید کی تلاوت کر سکتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:۔

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَّكِئُ فِي حَجْرِي وَاَنَا حَائِضٌ ثُمَّ يَقْرَاُ الْقُرْآنَ (صحیح بخاری کتاب الحیض باب قراءة الرجل فی حجر امرأته وهی حائض جزء اول صـ۸۲ وصحیح مسلم کتاب الحیض باب جواز غسل الحائض رأس زوجها جزء اول صـ۱۳۸)

میں اذیت ماہانہ میں ہوتی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری گود میں تکیہ لگاتے تھے پھر قرآن کی تلاوت کرتے تھے۔

(۶) اگر بیوی اذیت ماہانہ میں ہو تو اس کے ساتھ لیٹنا اور اس کے پاس بیٹھنا جائز ہے۔

حضرت اُمّ سلمہؓ فرماتی ہیں:۔

بَيْنَا اَنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُضْطَجِعَةٌ فِي خَمِيْصَةٍ اِذْ حِضْتُ

میں ایک چادر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لیٹی ہوئی تھی کہ اتنے میں مجھے اذیت

فَانْسَلَلْتُ فَاَخَذْتُ ثِيَابَ حِيْضَتِيْ قَالَ اَنُفِسْتِ قُلْتُ نَعَمْ فَدَعَانِيْ فَاضْطَجَعْتُ مَعَهٗ فِي الْخَمِيْلَةِ (صحیح بخاری کتاب الحیض باب من سمّی النفاس حیضاً جزء اول ص۸۲ و صحیح مسلم کتاب الحیض باب الاضطجاع مع الحائض فی لحاف واحد جزء اول ص۱۳۷)

ماہانہ شروع ہو گئی، میں چادر سے باہر نکل آئی اور میں نے اپنی اذیت ماہانہ کے کپڑے پہن لئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں اذیت ماہانہ شروع ہو گئی، میں نے کہا ہاں۔ آپ نے مجھے بلایا میں پھر (آکر) اس چادر میں آپ کے ساتھ لیٹ گئی۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنِيْ فَاَتَّزِرُ فَيُبَاشِرُنِيْ وَاَنَا حَائِضٌ (صحیح بخاری کتاب الحیض باب مباشرۃ الحائض جزء اول ص۸۲) وفی روایۃ لَهٗ اَيُّكُمْ يَمْلِكُ اِرْبَهٗ كَمَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْلِكُ اِرْبَهٗ (باب مباشرۃ الحائض جزء اول ص۸۳ و صحیح مسلم کتاب الحیض باب مباشرۃ الحائض فوق الازار جزء اول ص۱۳۷ و اللفظ للبخاری)

میں اذیت ماہانہ میں ہوتی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے حکم دیتے کہ میں تہ بند باندھ لوں، میں تہ بند باندھ لیتی پھر آپ میرے پاس لیٹتے بیٹھتے، تم میں سے کون ہے جو اپنی خواہش پر اتنا قابو رکھے جتنا قابو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکھتے تھے (یعنی پاس لیٹنے بیٹھنے کے باوجود آپ جماع نہیں کرتے تھے)۔

(۷) اذیت ماہانہ میں عورت نہ نماز پڑھے اور نہ روزہ رکھے، نماز کی قضاء نہ کرے البتہ رمضان کے جتنے روزے رہ جائیں اتنے روزے بعد میں رکھ لے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلَيْسَ اِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ (صحیح بخاری کتاب الحیض باب ترک الحائض الصوم جزء اول ص۸۳)

کیا یہ بات نہیں ہے کہ عورت جب اذیت ماہانہ میں ہوتی ہے تو نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ روزے رکھتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مستحاضہ سے فرمایا:۔

اِذَا اَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَاتْرُكِي الصَّلٰوةَ

جب اذیت ماہانہ شروع ہو تو نماز چھوڑ دو، پھر

فاذهب قدرها فاغسلی عنك الدم وصلّی (صحیح بخاری کتاب الحیض باب الاستحاضة جزء اول ص۴۲ وصحیح مسلم کتاب الحیض باب المستحاضة جزء اول ص۱۴۸) وفی روایة له فاغسلی وصلّی (جزء اول ص۱۴۹)

جب اذیّت ماہانہ کے وقت کے برابر وقت گذر جائے تو خون دھو ڈالو (اور نہا کر) نماز پڑھتی رہو (یعنی حالت استحاضہ میں نماز نہ چھوڑو)۔

(نوٹ:- استحاضہ ایک قسم کی بیماری ہے جس میں خون آتا ہے)

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:-

کَانَ یُصِیبُنَا ذٰلِكَ فَنُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّوْمِ وَلَا نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّلٰوةِ (صحیح مسلم کتاب الحیض باب وجوب قضاء الصوم علی الحائض دون الصلوٰة جزء اول ص۱۵۳)

ہم اذیّت ماہانہ میں ہوتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں روزوں کی قضاء کا حکم دیتے تھے، نماز کی قضاء کا حکم نہیں دیتے تھے۔

(۸) اگر کپڑے پر اذیّت ماہانہ کا خون لگ جائے تو اُسے کھُرچ دے پھر پانی سے رگڑے، پھر پانی میں بیری کے پتے جوش دے کر اس پانی سے اُس کپڑے کو دھو ڈالے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

إِذَا أَصَابَ إِحْدَاكُنَّ الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ فَلْتَقْرُصْهُ ثُمَّ لِتَنْضَحْهُ بِمَاءٍ (صحیح بخاری کتاب الحیض باب غسل دم الحیض جزء اول ص۴۴)

جب تم میں سے کسی کے کپڑے میں اذیّت ماہانہ کا خون لگ جائے تو اُسے رگڑے پھر اُسے پانی سے دھو ڈالے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

تَحُتُّهُ ثُمَّ تَقْرُصُهُ بِالْمَاءِ ثُمَّ تَنْضِحُهُ (صحیح مسلم کتاب الطهارة باب نجاسة الدم وکیفیة غسله جزء اول ص۱۳۶)

خون کو کھرچے، پھر پانی سے رگڑے، پھر اُسے دھو ڈالے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

وَاغْسِلِيهِ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ (نسائی کتاب الطهارة باب دم الحیض یصیب الثوب جزء اول ص۳۳ وسنده صحیح۔ نیل الاوطار جزء اول ص۳۶)

خون کو پانی اور بیری سے دھو ڈالو۔

(۹) جب اذیّت ماہانہ کے بعد نہائے تو خون کے نشان پر مشک کا پھویا پھیر دے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:۔

اِنَّ امْرَأَةً سَأَلَتِ النَّبِیَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ غُسْلِهَا مِنَ الْمَحِيضِ فَأَمَرَهَا كَيْفَ تَغْتَسِلُ قَالَ خُذِي فِرْصَةً مِّنْ مِّسْكٍ فَتَطَهَّرِي بِهَا قَالَتْ كَيْفَ أَتَطَهَّرُ قَالَ تَطَهَّرِي بِهَا قَالَتْ كَيْفَ قَالَ سُبْحَانَ اللهِ تَطَهَّرِي فَاجْتَبَذْتُهَا إِلَيَّ فَقُلْتُ تَتَبَّعِي بِهَا أَثَرَ الدَّمِ وَفِي رِوَايَةٍ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَحْيَا فَأَعْرَضَ بِوَجْهِهٖ (صحیح بخاری کتاب الحیض باب دلك المرأۃ نفسها اذا تطہرت جزء اول صـ۸۵ وباب غسل المحیض جزء اول صـ۸۶ و صحیح مسلم کتاب الحیض باب استعمال المغتسلۃ ... جزء اول صـ۱۵۰) وفی روایۃ الاسماعیلی " تَتَبَّعِي بِهَا مَوَاضِعَ الدَّمِ" (فتح الباری جزء ۲ صـ۲۳۳) وفی روایۃ ابن الجارود ورسول الله صلی الله علیہ وسلم یسمع فما أَنْكَرَ عَلَيْهَا (المنتقی صـ۴۹ وسندہ صحیح)

ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اذیّت ماہانہ کے بعد غسل کرنے کی کیفیت دریافت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے حکم دیا کہ وہ اس اس طرح کرے، آپ نے فرمایا مشک کا ایک پھویا لو اور اس سے طہارت حاصل کرو، اس نے کہا کیسے طہارت حاصل کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُس سے طہارت حاصل کرو، اُس نے کہا کیسے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سبحان اللہ (اس سے) طہارت حاصل کرو، پھر آپؐ کو شرم آئی آپؐ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ میں نے اس عورت کو اپنی طرف کھینچ لیا اور اس سے کہا: ان مقامات پر اس پھوئے کو پھیر لو جن مقامات پر خون لگا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نے میری بات کو) سنا اور اس کا انکار نہیں کیا۔

(۱۰) غسل کے بعد خون کے نشان پر خوشبو کا پھویا پھیرنا عدّت کے زمانہ میں بھی جائز ہے۔

حضرت اُمّ عطیہؓ فرماتی ہیں:۔

وَقَدْ رُخِّصَ لَنَا عِنْدَ الطُّهْرِ إِذَا اغْتَسَلَتْ إِحْدَانَا مِنْ مَّحِيضِهَا فِي نُبْذَةٍ مِّنْ كُسْتِ أَظْفَارٍ (صحیح بخاری کتاب الحیض باب الطیب للمرأۃ عند غسلها من المحیض جزء اول صـ۸۵)

ہمیں رخصت دی گئی تھی کہ ہم میں سے جب کوئی (عدّت کے زمانہ میں) اذیّت ماہانہ کے بعد نہائے تو خوشبو کا پھویا استعمال کرے۔

نوٹ:۔ غسل کا پورا طریقہ ہم انشاء اللہ سورۂ نسآء کی آیت نمبر ۴۳ کی تفسیر میں بیان کریں گے۔

(۱۱) اذیّت ماہانہ میں بھی عورت کو چاہیئے کہ عید کے دن عید گاہ جائے، لیکن نماز کی جگہ سے علیحدہ بیٹھ جائے۔

جماعت المسلمین کی تکبیروں کے ساتھ تکبیر کہتی رہے اور ان کی دعاؤں کے ساتھ دعا مانگتی رہے اور اس دن کی خیر و برکت اور مغفرت کی امیدوار رہے۔

حضرت اُمّ عطیہؓ فرماتی ہیں:۔

اُمِرْنَا اَنْ نُخْرِجَ فَنُخْرِجَ الْحُيَّضَ وَالْعَوَاتِقَ ذَوَاتِ الْخُدُوْرِ فَاَمَّا الْحُيَّضُ فَيَشْهَدْنَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَدَعْوَتَهُمْ وَيَعْتَزِلْنَ مُصَلَّاهُمْ (صحیح بخاری کتاب العیدین باب اعتزال الحیض المصلی جزء ۲ صـ۲۸) وَفِيْ رِوَايَةٍ فَيَكُنَّ خَلْفَ النَّاسِ فَيُكَبِّرْنَ بِتَكْبِيْرِهِمْ وَيَدْعُوْنَ بِدُعَائِهِمْ يَرْجُوْنَ بَرَكَةَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَطُهْرَتَهُ (باب التکبیر ایام منیٰ جزء ۲ صـ۲۵)

ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ ہم عیدگاہ جائیں اور ان عورتوں کو بھی عیدگاہ لیجائیں جو اذیت ماہانہ میں ہوں اور جوان پردہ نشین خواتین کو بھی عیدگاہ لے جائیں، جو عورتیں اذیت ماہانہ میں ہوں وہ بھی جماعت المسلمین کے ساتھ عیدگاہ میں حاضر ہوں البتہ لوگوں کے پیچھے نماز کی جگہ سے ذرا ہٹ کر بیٹھ جائیں، لوگوں کی تکبیروں کے ساتھ تکبیر کہیں اور ان کی دعاؤں کے ساتھ دعاء مانگیں اور اُس دن کی خیر (و برکت) اور طہارت (و مغفرت) کی امیدوار رہیں۔

(۱۲) اگر بیوی اذیت ماہانہ میں ہو اور اس کا شوہر اس حالت میں نماز پڑھ رہا ہو کہ وہ سامنے لیٹی ہو اور شوہر کا کپڑا سجدہ کرتے وقت بیوی پر جا پڑتا ہو تو کوئی حرج نہیں۔

حضرت میمونہؓ فرماتی ہیں:۔

اَنَّهَا كَانَتْ تَكُوْنُ حَائِضًا لَا تُصَلِّيْ وَهِيَ مُفْتَرِشَةٌ بِحِذَاءِ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّيْ عَلٰى خُمْرَتِهِ اِذَا سَجَدَ اَصَابَنِيْ بَعْضُ ثَوْبِهِ (صحیح بخاری کتاب الحیض وکتاب الصلوٰۃ ابواب سترۃ المصلی باب اذا صلّی الی فراش فیہ حائض جزء اول صـ۹۰ و صـ۱۳۸)

میں اذیت ماہانہ میں ہوتی اور اس حالت میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جانماز پر نماز پڑھتے ہوتے میں آپ کے سامنے لیٹی رہتی جب آپ سجدہ کرتے تو آپ کے کپڑے کا کچھ حصہ مجھ پر آپڑتا تھا۔

(۱۳) جو عورت اذیت ماہانہ میں ہو اس کا جھوٹا پاک ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:۔

كُنْتُ اَشْرَبُ وَاَنَا حَائِضٌ ثُمَّ اُنَاوِلُهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَضَعُ فَاهُ

میں پانی پیتی اس حالت میں کہ میں اذیت ماہانہ میں ہوتی، پھر میں (پانی کا برتن) رسول اللہ صلی اللہ

عَلٰى مَوْضِعِ فِيَّ فَيَشْرَبُ وَاَتَعَرَّقُ الْعَرْقَ وَاَنَا
حَائِضٌ ثُمَّ اُنَاوِلُهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَضَعُ فَاهُ عَلٰى مَوْضِعِ
فِيَّ (صحیح مسلم کتاب الحیض باب
جواز غسل الحائض رأس زوجہا جزء
اول ص۱۳۸)

علیہ وسلم کو دے دیتی، آپ اُس جگہ منہ رکھتے جہاں
میں نے رکھا تھا، پھر آپ پانی پیتے اور میں اِس
حالت میں ہڈی چوستی کہ میں اذیت ماہانہ میں
ہوتی، پھر میں وہ ہڈی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کو دے دیتی، آپ اپنا منہ اُسی جگہ رکھتے جس
جگہ میں نے رکھا تھا۔

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ وَقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوٓا أَنَّكُم مُّلٰقُوهُ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۲۲۳﴾

ترجمہ (اے ایمان والو) تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں، اپنی کھیتی میں جس طرح تم چاہو آؤ اور (اپنی موت سے پہلے بہت سی) نیکیاں اپنے لئے بھیجدو، اللہ سے ڈرتے رہو اور (اس بات کو اچھی طرح) جان لو کہ (قیامت کے دن) تم ضرور اللہ سے ملاقات کروگے اور (اے رسول) آپ مؤمنین کو خوشخبری سنا دیجیے (کہ اس دن انہیں کوئی خوف اور غم نہ ہوگا) ﴿۲۲۳﴾

معانی و مصادر (حَرْثٌ) حَرَثَ، يَحْرُثُ، حَرْثٌ (ن ض) کھیتی کرنا، ہل چلانا، کمانا اور جمع کرنا۔

(شِئْتُمْ) شَاءَ، يَشَاءُ، شَيْئٌ ومَشِيْئَةٌ ومَشَاءَةٌ ومَشَائِيَةٌ (ف) چاہنا۔

(قَدِّمُوا) قَدَّمَ، يُقَدِّمُ، تَقْدِيْمٌ (باب تفعیل) آگے کرنا۔

(مُلٰقُوْ) لَاقٰى، يُلَاقِيْ، لِقَاءٌ ومُلَاقَاةٌ (باب مفاعلہ) ملاقات کرنا، مُلَاقٍ اسم فاعل ہے اور اس کی جمع مُلٰقُوْنَ ہے۔

(بَشِّرْ) بَشَّرَ، يُبَشِّرُ، تَبْشِيْرٌ (باب تفعیل) خوشخبری دینا۔

شانِ نزول حضرت جابرؓ کہتے ہیں:۔

كَانَتِ الْيَهُوْدُ تَقُوْلُ إِذَا جَامَعَهَا مِنْ وَّرَائِهَا جَاءَ الْوَلَدُ أَحْوَلَ فَنَزَلَتْ

یہودی کہا کرتے تھے کہ اگر بیوی کے پاس اس کے پیچھے کی طرف سے آئے تو بچہ بھینگا پیدا

نِسَآؤُکُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ فَاْتُوْا حَرْثَکُمْ اَنّٰی شِئْتُمْ (صحیح بخاری کتاب التفسیر ابواب تفسیر سورۃ البقرۃ جزء۶ ص۳۶ وصحیح مسلم کتاب النکاح باب جواز جماعۃ امرأتہ فی قبلہا من قدامہا ومن ورائہا جزء اول ص۶۰۲)

ہوتا ہے (ان کی تردید میں) یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت اُمِّ سلمہؓ کہتی ہیں:۔

اِنَّ الْاَنْصَارَ لَا یُجَبُّوْنَ النِّسَآءَ وَکَانَتِ الْیَھُوْدُ تَقُوْلُ اِنَّہٗ مَنْ جَبّٰی امْرَاَتَہٗ کَانَ وَلَدُہٗ اَحْوَلَ فَلَمَّا قَدِمَ الْمُھَاجِرُوْنَ الْمَدِیْنَۃَ نَکَحُوْا فِیْ نِسَآءِ الْاَنْصَارِ فَجَبُّوْھُنَّ فَاَبَتْ امْرَاَۃٌ اَنْ یُّطِیْعَ زَوْجَھَا فَقَالَتْ لِزَوْجِھَا لَنْ تَفْعَلَ ذٰلِکَ حَتّٰی اٰتِیَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَتْ عَلٰی اُمِّ سَلَمَۃَ فَذَکَرَتْ ذٰلِکَ لَھَا فَقَالَتْ اِجْلِسِیْ حَتّٰی یَاْتِیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اسْتَحْیَتِ الْاَنْصَارِیَّۃُ اَنْ تَسْاَلَہٗ فَخَرَجَتْ فَحَدَّثَتْ اُمُّ سَلَمَۃَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ادْعِی الْاَنْصَارِیَّۃَ فَدُعِیَتْ فَتَلَا عَلَیْھَا ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ نِسَآؤُکُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ فَاْتُوْا حَرْثَکُمْ اَنّٰی شِئْتُمْ صِمَامًا وَّاحِدًا وَفِیْ رِوَایَۃٍ فَسَاَلَتْہُ اُمُّ سَلَمَۃَ فَنَزَلَتْ نِسَآؤُکُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ فَاْتُوْا حَرْثَکُمْ اَنّٰی شِئْتُمْ وَقَالَ لَا اِلَّا فِیْ صِمَامٍ وَّاحِدٍ (رواھما احمد وسندھما صحیح۔ بلوغ

انصار عورتوں کے پاس پیچھے کی طرف سے نہیں آتے تھے اور یہود کہتے تھے کہ جو شخص اپنی بیوی کے پاس پیچھے سے آئے تو بچہ بھینگا پیدا ہو گا۔ جب مہاجرین مدینہ آئے تو انہوں نے انصاری عورتوں سے شادیاں کیں اور ان کے پاس پیچھے کی طرف سے آنے لگے۔ ایک عورت نے اس معاملہ میں اپنے شوہر کا کہنا ماننے سے انکار کر دیا۔ اس نے کہا تم ایسا ہرگز نہیں کر سکتے یہاں تک کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہو کر نہ آؤں، (یہ کہہ کر) وہ حضرت اُمِّ سلمہؓ کے پاس پہنچی اور ان سے اس بات کا ذکر کیا انہوں نے کہا بیٹھی رہو جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو اُسے آپ سے پوچھتے ہوئے شرم آئی اور وہ چلی گئی۔ حضرت اُمِّ سلمہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس انصاری عورت کو بلاؤ۔ (حکم کی تعمیل میں) اس عورت کو بلایا گیا، آپ نے اس کو یہ آیت پڑھ کر سنائی، آپ نے فرمایا (شوہر اپنی بیوی کے

جزء ۱۸ صفحہ ۸۸ ورواہ الترمذی جزء أ منہ بسند صحیح، ابواب التفسیر جزء دوم صفحہ ۳۳) پاس ہر طرح جا سکتا ہے) مگر ایک صمام میں (یعنی صرف قُبل میں) (نوٹ:- ترمذی میں صرف خط کشیدہ عبارت ہے)

الغرض یہودیوں کی تردید اور مندرجہ بالا واقعہ کے سلسلہ میں اللہ تعالٰے نے یہ آیت نازل فرمائی۔

تفسیر اللہ تعالٰے نے فرمایا تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں۔ آیت میں کھیتی سے مراد بچوں کی پیدائش ہے اور کیونکہ بچہ کی پیدائش صرف قُبل میں جماع کرنے سے ہوتی ہے لہٰذا صرف قُبل ہی میں جماع کرنا چاہیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مندرجہ بالا حدیث کے الفاظ " لَا اِلَّا فِیْ صِمَامٍ وَّاحِدٍ (ایسا نہ کرنا مگر صرف ایک صمام میں) اس سے بھی مراد یہی ہے کہ صرف قُبل میں جماع کرنا، دُبر میں نہیں۔

آیت زیر تفسیر میں دوسری چیز جو اللہ تعالٰے نے بیان فرمائی وہ یہ کہ جماع جس طریقہ سے چاہو کرو، ان طریقوں میں سے کسی خاص طریقہ کو کوئی اہمیت حاصل نہیں، اہمیت تو نیکیوں کو ہے لہٰذا (قَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ) نیکیاں خوب کرو اور اپنی موت سے پہلے بہت سی نیکیاں اللہ تعالٰے کے ہاں جمع کرا دو یعنی تمہاری زندگی نیک کاموں میں گذرے، اللہ تعالٰے کی اطاعت میں گذرے، اللہ تعالٰے فرماتا ہے:-

وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (آل عمران - ۱۰۲) اے ایمان والو، تمہیں موت نہ آئے مگر اس حالت میں کہ تم مسلم ہو۔

یعنی تمہاری پوری زندگی اسلام کے مطابق گذرے۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:-

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً (البقرۃ - ۲۰۸) اے ایمان والو، اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔

یعنی اسلام پر پوری طرح عمل کرو، اسلام کے مطابق زندگی گذارنے میں کوتاہی نہ کرو (وَاتَّقُوا اللّٰهَ) اللہ تعالٰے سے ڈرتے رہو، (وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ) اور یہ اچھی طرح جان لو کہ تم اللہ سے ملنے والے ہو، اس کے دربار میں پیش ہونے والے ہو، وہاں وہ تمہاری کوتاہیوں کی تم سے باز پرس کریگا، اس وقت تمہاری پریشانی کا کیا عالم ہوگا، اس پریشانی سے بچنے کے لئے صحیح ایمان کی ضرورت ہے، پھر فرمایا (وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ) اے رسول ایمان والوں کو خوشخبری سُنا دیجئے کہ انہیں میدان محشر میں کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالٰے سے ڈرتے رہیئے، صحیح معنوں میں مؤمن بن جائیے، اور اس بات کو ذہن نشین کر لیجئے کہ ایک دن آپ کو اللہ تعالٰے کے روبرو حاضر ہونا ہے، وہاں آپ کے اعمال کا حساب ہوگا، برائیوں،

ئی سزا ملے گی، نیکیوں کی جزا ملے گی، وہاں ایمان کام آئے گا، نیکیاں کام آئیں گی، لہذا اپنی زندگی نیکیوں میں گذاریئے اور دربارِ الٰہی میں پہنچنے سے پہلے ہی بہت سی نیکیاں پیشگی جمع کر لیجئے، موت کے بعد نیکیاں کرنے کا وقت گذر جائے گا، آپ کے ذاتی عمل کا تمام سلسلہ منقطع ہو جائے گا، لہذا زندگی کو غنیمت جانیئے

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ (البقرۃ-۱۴۸) نیکیوں میں سبقت حاصل کیجئے۔

وَسَارِعُوٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ (آل عمران-۱۳۳) اور اپنے رب کی مغفرت اور جنت کے حصول کے لئے جلدی کیجئے۔

کہیں ایسا نہ ہو کہ زندگی کے یہ لمحات گذر جائیں، پھر حسرت و ندامت کے سوا اور کیا ملے گا۔ اس وقت سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکے گا۔

يٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِىْ جَنْۢبِ اللّٰهِ (الزمر-۵۶) وائے حسرت (وافسوس) اس کوتاہی پر جو میں نے اللہ کے حق میں کی۔

آیت زیرِ تفسیر میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو جس طریقہ سے آپ چاہیں جماع کرنے کی اجازت دی ہے، لہذا آپ جو طریقہ چاہیں استعمال کریں لیکن مندرجہ ذیل آداب کا خیال رکھیں۔

جماع کے مسائل

آدابِ جماع میں سے کچھ آداب اوپر تفسیر میں گذر چکے ہیں یعنی

(۱) اذیتِ ماہانہ میں جماع نہ کرے،

(۲) جب بیوی اذیتِ ماہانہ کے بعد نہا دھو کر پاک ہو جائے اس وقت جماع کرے،

(۳) اگر اذیتِ ماہانہ کے زمانے میں جماع کر بیٹھے تو بطور کفارہ نصف دینار صدقہ دے،

(۴) صرف قُبُل میں جماع کرے، دُبُر میں نہیں۔

اب ہم بقیہ آداب بیان کرتے ہیں۔

(۵) جب جماع کا ارادہ کرے تو یہ دعا پڑھے:۔

بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّيْطٰنَ مَا رَزَقْتَنَا۔

ترجمہ اللہ کے نام کے ساتھ، اے اللہ ہمیں شیطان سے محفوظ رکھ اور جو (اولاد) تو ہمیں دے اُسے بھی شیطان سے محفوظ رکھ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَوْاَنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا اَتٰى اَهْلَهٗ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا فَقُضِيَ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ لَمْ يَضُرَّهٗ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيْ. ثُمَّ قُدِّرَ بَيْنَهُمَا فِيْ ذٰلِكَ اَوْ قُضِيَ وَلَدٌ لَمْ يَضُرَّهٗ شَيْطَانٌ اَبَدًا (صحیح بخاری کتاب الوضوء باب التسمية على كل حال و عند الوقاع، جزء اول ۲۸ و کتاب النکاح باب ما یقول الرجل اذا اتی اھله جزء ۷ ص ۳۰ و صحیح مسلم کتاب النکاح باب ما یستحب ان یقوله عند الجماع جزء اول ۲۰۶)

اگر تم میں سے کوئی شخص جب اپنی بیوی کے پاس آئے اور یہ دعاء پڑھ لے تو اگر (اللہ نے) ان دونوں کو بچہ دینے کا فیصلہ کر لیا تو شیطان اس بچے کو کبھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

(۶) ایک مرتبہ جماع کرنے کے بعد اگر اُسی وقت دوبارہ جماع کرنا چاہے تو وضوء کرلے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا اَتٰى اَحَدُكُمْ اَهْلَهٗ ثُمَّ اَرَادَ اَنْ يَعُوْدَ فَلْيَتَوَضَّأْ بَيْنَهُمَا وُضُوْءًا۔ (صحیح مسلم کتاب الحیض باب جواز نوم الجنب جزء اول ۱۴۴)

جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی سے جماع کرے پھر (اسی وقت) دوبارہ جماع کرے تو ان دونوں کے درمیان وضوء کرلے۔

(۷) عزل نہ کرے اس لئے کہ جو بچہ اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں لکھ دیا ہے وہ پیدا ہو کر رہے گا۔

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں:۔

اَصَبْنَا سَبْيًا فَكُنَّا نَعْزِلُ فَسَأَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَوَاِنَّكُمْ لَتَفْعَلُوْنَ اَوْ اِنَّكُمْ لَتَفْعَلُوْنَ اَوْ اِنَّكُمْ لَتَفْعَلُوْنَ مَا مِنْ نَسَمَةٍ كَائِنَةٍ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اِلَّا هِيَ كَائِنَةٌ (صحیح بخاری کتاب النکاح باب العزل جزء ۷ ص ۴۳ و صحیح مسلم کتاب النکاح باب حکم العزل جزء اول ۶۰۵)

ہمارے حصّہ میں کچھ لونڈیاں آئیں، ہم ان سے عزل کرتے تھے، پھر ہم نے اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، آپ نے فرمایا کیا تم ایسا کرتے ہو؟ کیا تم ایسا کرتے ہو؟ کیا تم ایسا کرتے ہو؟ جو جان قیامت تک پیدا ہونے والی ہے وہ پیدا ہو کر رہے گی۔

حضرت جدامہ بنت وہبؓ فرماتی ہیں:۔

سَأَلُوْهُ عَنِ الْعَزْلِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ الْوَأْدُ الْخَفِيُّ۔ (صحیح مسلم کتاب النکاح باب جواز الغیلۃ ..... جزء اول ص۴۶۶)

لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کے متعلق سوال کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ خفیہ طور پر بچہ کو زندہ گاڑ دینا ہے"

پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عزل پر کوئی خاص تنبیہ نہیں کی دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ (بعد میں) آپ نے اس پر تنبیہ کر دی، اور یہ تنبیہ ممانعت کے تدریجی مراحل کے اصول کے عین مطابق ہے۔

(۸) اگر کوئی لونڈی قبضہ میں آئے تو اس سے اس وقت تک جماع نہ کرے جب تک وہ ایک مرتبہ اذیت ماہانہ آنے کے بعد پاک نہ ہو جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يَسْقِيْ مَاءَهُ وَلَدَ غَيْرِهِ (جامع ترمذی کتاب النکاح باب الرجل یشتری الجاریۃ وھی حامل جزء اول ص۲۴۸ وسندہ صحیح، نیل الاوطار جزء۶ ص۲۶۱)

جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنا پانی دوسرے کے بچہ کو نہ پلائے۔

(۹) اگر لونڈی حاملہ ہو تو اپنے قبضہ میں لانے کے بعد جب تک وضع حمل نہ ہو جائے اس سے جماع نہ کرے، یہ اس لئے کہ وہ حمل اس کے نطفہ سے نہیں ہے بلکہ دوسرے مرد کے نطفہ سے ہے لہٰذا ایسی صورت میں جماع حرام ہے۔

حضرت ابو درداءؓ کہتے ہیں:۔

أَنَّهُ أُتِيَ بِامْرَأَةٍ مُجِحٍّ عَلٰى بَابِ فُسْطَاطٍ فَقَالَ لَعَلَّهُ يُرِيْدُ أَنْ يُلِمَّ بِهَا فَقَالُوْا نَعَمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَلْعَنَهُ لَعْنًا يَدْخُلُ مَعَهُ قَبْرَهُ كَيْفَ يُوَرِّثُهُ وَهُوَ لَا يَحِلُّ لَهُ كَيْفَ يَسْتَخْدِمُهُ وَهُوَ لَا يَحِلُّ لَهُ (صحیح مسلم کتاب النکاح باب تحریم وطء الحامل المسبیۃ جزء اول ص۴۶۶)

ایک عورت جس کا وضع حمل کا وقت قریب تھا۔ ایک خیمہ کے دروازہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شاید وہ (یعنی اس کا مالک) اس سے جماع کرنا چاہتا ہے۔ لوگوں نے کہا ہاں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ اس پر ایسی لعنت کروں جو قبر میں بھی اس کے ساتھ جائے وہ کیسے اس بچہ کا وارث ہو سکتا

ہے حالانکہ یہ اس کے لئے حلال نہیں اور کس طرح اس بچہ کو غلام بنا سکتا ہے حالانکہ یہ اس کے لئے حلال نہیں۔

(۱۰) جماع کرنے کے بعد بیوی کی پوشیدہ باتوں کو ظاہر نہ کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

إِنَّ مِنْ أَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الرَّجُلُ يُفْضِي إِلَى امْرَأَتِهِ وَتُفْضِي إِلَيْهِ ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا (صحیح مسلم کتاب النکاح باب تحریم افشاء سر المرأۃ جزء اول ص۶۰۸)

قیامت کے دن اللہ کے نزدیک بدترین مرتبہ کا وہ شخص ہے کہ اپنی بیوی سے تنہائی میں ملے اور وہ اس سے تنہائی میں ملے پھر وہ اس کے راز کو ظاہر کرے۔

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ
اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا
بَيْنَ النَّاسِ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۴﴾
لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ
اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا
كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۲۵﴾

ترجمہ اور (اے ایمان والو) اپنی قسموں میں اللہ (کے نام) کو نیکی اور پرہیزگاری نہ کرنے اور لوگوں کے درمیان صلح نہ کرانے کا بہانہ نہ بناؤ، اللہ (تمہاری قسموں کو سنتا ہے کیونکہ وہ سب کچھ) سننے والا ہے اور (تمہاری نیت کو بھی جانتا ہے کیونکہ وہ سب کچھ) جاننے والا ہے (اس سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رہ سکتی) ﴿۲۲۴﴾ اور (اے ایمان والو) تمہاری (بے ارادہ منہ سے نکل جانے والی) لغو قسموں پر اللہ کوئی مؤاخذہ نہیں کریگا البتہ ان قسموں پر مؤاخذہ کریگا جو تم نے دل کے ارادہ سے کھائی ہوں گی اور اللہ (لغو قسمیں کھانے کو معاف کردے گا کیونکہ وہ) غفور ہے (اور بہت معاف کرنے والا ہے) اور اللہ (کو بے ارادہ قسموں پر غصہ نہیں آتا کیونکہ وہ بڑا) حلیم ہے (اور بڑا بردبار ہے) ﴿۲۲۵﴾

معانی ومصادر

(عُرْضَۃً) عَرَضَ، یَعْرِضُ، عَرْضٌ (ض) پیش کرنا، بچھانا ظاہر ہونا [عُرْضَۃٌ = حیلہ، بہانا]

(اَیمان) اَیْمَانٌ = یَمِیْنٌ کی جمع = قسم۔

(تَبَرُّوْا) بَرَّ، یَبَرُّ، بِرٌّ وبَرَارَۃٌ و بُرُوْرٌ (ض ف) حسن سلوک کرنا، اطاعت کرنا۔

بَرَّ، یَبُرُّ، بِرٌّ (ن) حسن سلوک کرنا، اطاعت کرنا۔

(یُؤَاخِذُ) اَخَذَ، یُؤَاخِذُ، مُؤَاخَذَۃٌ (باب مفاعلہ) مؤاخذہ کرنا، سزا دینا۔

(لَغْو) لَغَا، یَلْغُوْا، لَغْوٌ (ن) بات کرنا، باطل ہونا، بے ارادہ بے کار بات کرنا۔

(کَسَبَتْ) کَسَبَ، یَکْسِبُ، کَسْبٌ (ض) کمانا۔

(حَلِیْمٌ) حَلُمَ، یَحْلُمُ، حِلْمٌ (ك) معاف کر دینا، غصہ نہ کرنا۔

شانِ نزول

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:۔

اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَۃُ لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِیْٓ اَیْمَانِکُمْ فِیْ قَوْلِ الرَّجُلِ لَا وَاللّٰهِ وَبَلٰی وَاللّٰهِ (صحیح بخاری کتاب التفسیر ابواب تفسیر سورۃ البقرۃ جزء ۶ ص۶۶ وکتاب الایمان جزء ۸ ص۱۶۸)

بعض لوگوں کی زبان سے (بے ارادہ) یہ الفاظ نکل جاتے تھے، نہیں، اللہ کی قسم، "ہاں، اللہ کی قسم"، اسی سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔

تفسیر

بعض لوگوں کی زبان سے بے ارادہ اکثر اس قسم کی باتیں صادر ہو جاتی ہیں کہ "اللہ کی قسم میں فلاں کام نہیں کروں گا"، حالانکہ اس کام کا کرنا نیکی ہوتا ہے، پھر جب ان سے کہا جاتا ہے کہ فلاں کام کرو، یہ تو بہت نیک کام ہے تو فوراً اللہ تعالیٰ کی قسم کو بہانہ بنا لیتے ہیں اور اس طرح کہتے ہیں کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی ہے، بھلا اللہ تعالیٰ کی قسم کو کس طرح توڑا جا سکتا ہے۔ اسی قسم کی باتیں عہد رسالت میں بھی ظہور میں آئیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نام کو نیکی نہ کرنے، پرہیزگاری نہ کرنے اور لوگوں کے درمیان صلح نہ کرانے کے لئے بہانہ نہ بناؤ، (وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ) اللہ تعالیٰ تمہاری قسموں کو سن رہا ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ ان قسموں کو تم نے محض نیکی نہ کرنے کا بہانہ بنا رکھا ہے (لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِیْٓ اَیْمَانِکُمْ) یہ قسمیں جو بے ارادہ اور بے ساختہ تمہاری زبان سے نکل جاتی ہیں انہیں کوئی اہمیت حاصل نہیں، ان قسموں کے توڑنے پر اللہ تعالیٰ تم سے کوئی مؤاخذہ نہیں کریگا (وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَا کَسَبَتْ قُلُوْبُکُمْ) بلکہ ان قسموں پر تم سے مؤاخذہ کریگا جو دلی ارادہ سے کھائی جاتی ہیں، اللہ تعالیٰ ایک اور مقام پر فرماتا ہے:۔

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ۔

(المآئدۃ ـ ۸۹)

اللہ تمہاری بے ارادہ قسموں پر تم سے کوئی مؤاخذہ نہیں کرے گا، البتہ ان قسموں پر مؤاخذہ کرے گا جن قسموں کو تم نے پختہ کر لیا ہوگا (یعنی جو قسمیں تم نے دل سے کھائی ہوں گی)

نوٹ:۔ قسموں کے متعلق ہم جملہ مسائل تفصیل کے ساتھ انشاء اللہ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۸۹ کی تفسیر میں بیان کریں گے۔

عمل

اے لوگو، بے ساختہ اور بے ارادہ منہ سے نکل جانے والی قسموں کو نیکی نہ کرنے کا بہانہ نہ بنائیے، ان قسموں کو کوئی اہمیت نہ دیجئے بلکہ ان کو کالعدم سمجھتے ہوئے نیکی کے کام کرتے رہیئے۔

لِلَّذِیْنَ یُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۲۶﴾ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۲۷﴾

ترجمہ جو لوگ اپنی بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھالیں ان کا چار مہینے انتظار کیا جائے، اگر وہ (اس عرصہ میں بیویوں سے) رجوع کر لیں (تو ان کی اس غلطی کو اللہ معاف کر دیگا) کیونکہ اللہ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے ﴿۲۲۶﴾ اور اگر وہ (رجوع نہ کریں بلکہ) طلاق کا ارادہ کر لیں (تو اللہ ان کی گفتگو سن رہا ہے اور اسے ان کے دلوں کا حال بھی معلوم ہے کیونکہ) وہ سمیع اور علیم ہے (وہ جس کی غلطی ہوگی اسے مناسب سزا دیگا) ﴿۲۲۷﴾

معانی و مصادر (یُؤْلُوْنَ) اٰلٰی، یُؤْلِیْ، اِیْلَاءٌ (باب افعال) قسم کھانا [مادہ ال ی ہے]

[اصطلاح میں بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھانے کو ایلاء کہتے ہیں]

(تَرَبُّصُ) تَرَبَّصَ، یَتَرَبَّصُ، تَرَبُّصٌ (باب تفعل) انتظار کرنا۔

(فَآءُوْ) فَآءَ، یَفِیْءُ، فَیْءٌ (ض) لوٹنا، رجوع کرنا۔

(عَزَمُوْا) عَزَمَ، یَعْزِمُ، عُزْمٌ و مَعْزِمٌ و عَزِیْمٌ و عَزْمَةٌ و عَزِیْمَةٌ و عُزْمَانٌ (ض) ارادہ کرنا۔

(طَلَاق) طَلَقَ ، يَطْلُقُ ، طَلَاقٌ (ن) طلاق لینا ، عورت کا شوہر سے علیحدہ ہو جانا۔

تفسیر ان آیات میں اللہ تعالٰی نے عورتوں کے حقوق کی حفاظت کرتے ہوئے شوہروں کے بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھا لینے پر پابندی عائد کردی ، اب شوہروں کو حق نہیں رہا کہ وہ چار مہینہ سے زائد مدت کے لئے بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھائیں۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے جو لوگ اپنی بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھا لیں اور کوئی مدت مقرر نہ کریں تو ان کا چار مہینہ تک انتظار کیا جائے ، اگر وہ چار مہینے کے اندر یا چار مہینہ پورے ہونے کے بعد رجوع کرلیں تو اللہ تعالٰی اُن کو معاف کردیگا اور ان کی اس غلطی پر کوئی گرفت نہیں کریگا۔

اگر بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم چار مہینہ سے کم مدت کے لئے ہو تو اُس وقت کو پورا کرنے کے بعد بیویوں کے پاس جانے میں کوئی حرج نہیں ، ایسی صورت میں قسم نہیں ٹوٹے گی کیونکہ قسم کی مدت پوری ہو گئی۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:۔

اٰلٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نِّسَآئِهٖ وَكَانَتِ انْفَكَّتْ رِجْلُهٗ فَاَقَامَ فِیْ مَشْرُبَةٍ لَّهٗ تِسْعًا وَّعِشْرِيْنَ ثُمَّ نَزَلَ فَقَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اٰلَيْتَ شَهْرًا فَقَالَ الشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ (صحیح بخاری کتاب الطلاق باب قول اللہ تعالٰی لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ جزء ۷ ص۶۴)

(ازواج مطہرات نے دنیا کے ساز و سامان کا مطالبہ کیا تو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ناراض ہوکر ایک مہینہ کے لئے) اُن کے پاس نہ جانے کی قسم کھا لی ، آپ کے پیر میں موچ آگئی تھی لہذا آپ اپنے ایک بالاخانہ میں فروکش ہو گئے اور وہاں ۲۹ دن رہے پھر آپ (اپنی بیویوں کے پاس جانے کے لئے) اُترے ، لوگوں نے کہا "اے اللہ کے رسول! آپ نے تو ایک مہینہ کی قسم کھائی تھی (ابھی تو ۲۹ دن ہوئے ہیں)" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ مہینہ ۲۹ دن ہی کا ہے"۔

پھر اللہ تعالٰی نے فرمایا (وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ) اگر شوہروں نے چار مہینے کے بعد بھی رجوع نہیں کیا تو پھر ان کو مزید مہلت نہیں دی جائے گی ، اگر انہوں نے طلاق دینے کا ارادہ کرلیا تو طلاق دینی ہو گی ، بیویوں کو لٹکائے رکھنے کی اجازت ان کو نہیں دی جائے گی اور اگر طلاق دینے کا ارادہ نہیں کیا ہے ، محض بیوی کو پریشان کرنا مقصود ہے تو اس کی بھی اجازت ان کو نہیں دی جائے گی بلکہ ان کو رجوع کرنا ہو گا۔

الغرض جو شوہر اپنی بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھا لیں تو ان کو چار مہینہ کی مہلت دی جائے گی ، چار مہینہ کے بعد وہ مجبور کئے جائیں گے کہ دو باتوں میں سے ایک بات اختیار کریں یا تو رجوع کریں یا طلاق دیں ، قسم کی مدت کو مزید بڑھانے کا انہیں کوئی اختیار نہیں ہو گا ، اگر ابتداء ہی میں انہوں نے چار مہینہ سے زیادہ کی قسم کھائی تھی تو چار مہینہ پورے ہونے پر انہیں قسم توڑ کر رجوع کرنا ہو گا یا طلاق دینی ہو گی ، مدت مقررہ

سے پہلے رجوع کرنے کی صورت میں قسم ٹوٹ جائے گی اور کفّارہ ادا کرنا ہوگا۔

نوٹ :۔ قسم کے آداب اور قسم توڑنے کا کفّارہ انشاء اللہ العزیز سورۂ مائدۃ کی آیت نمبر ۸۹ کی تفسیر میں بیان کیا جائیگا۔

عمل

اے لوگو، اگر آپ اپنی بیویوں سے ایلاء کریں تو اس کے ضابطوں کی پابندی کیجئے، ان ضابطوں کا خلاصہ یہ ہے :۔

(۱) اگر چار مہینہ یا اس سے کم مدّت کے لئے بیوی کے پاس جانے کی قسم کھائی ہے تو اس مدّت کے گذرتے ہی رجوع کر لینا چاہیئے، اس صورت میں نہ قسم ٹوٹے گی اور نہ کفارہ واجب ہوگا۔

(۲) اگر چار مہینہ سے زیادہ مدّت کے لئے یا غیر معینہ مدّت کے لئے قسم کھائی ہے تو چار مہینہ پورے ہونے پر رجوع کرنا ہوگا یا طلاق دینی ہوگی، چار مہینے کے بعد قسم کی مدّت میں توسیع کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔

(۳) اگر مدّت مقررہ سے پہلے رجوع کرے تو قسم توڑنے کا کفّارہ ادا کرنا ہوگا۔

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ
ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ۚ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ
اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ
اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ
بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا
اِصْلَاحًا ۚ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ
عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۪ وَلِلرِّجَالِ
عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۚ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٢٢٨﴾

ترجمہ جن عورتوں کو طلاق دیدی گئی ہو وہ اپنے (دوسرے نکاح کے) معاملہ میں طہر (ناپاکی کے تین دور کے گذرنے کا انتظار کریں (جب پاکی و ناپاکی کے تین دور گزر جائیں تو پھر دوسرا نکاح کریں اس سے پہلے نہیں) اور اگر وہ اللہ اور یوم قیامت پر ایمان رکھتی ہیں تو ان کے لئے حلال نہیں کہ جو کچھ اللہ نے انکے رحموں میں پیدا کر دیا ہے اسے چھپائیں (یعنی رحم میں اگر بچہ ہے تو اُسے چھپا کر مقررہ وقت سے پہلے نکاح کر کے ناجائز فائدہ نہ اٹھائیں) اور اگر شوہروں کی نیت اصلاح کی ہو تو پاکی اور ناپاکی کے تین دوروں کی مدت کے اندر وہ ان سے رجوع کر لینے (اور دوبارہ زوجیت میں لے لینے کے) زیادہ حقدار ہیں اور شوہروں پر معروف کے مطابق بیویوں کے ویسے ہی حقوق ہیں جیسے حقوق شوہروں کے بیویوں پر ہیں۔ اللہ شوہروں کو بیویوں پر ایک درجہ فضیلت حاصل ہے (لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اس فضیلت کی وجہ سے بیویوں پر ظلم و زیادتی کریں اور اگر وہ ایسا کریں تو) اللہ (ان سے بدلہ لینے پر قادر ہے کیونکہ وہ سب پر) غالب ہے (اور اگر وہ کسی وجہ سے بدلہ لینے میں تاخیر کرتا ہے تو اس میں بھی اس کی کوئی حکمت ہوتی ہے، وہ ہر کام حکمت سے کرتا ہے کیونکہ وہ) حکمت والا ہے (۲۲۸)

معانی و مصادر (مُطَلَّقٰت) طَلَّقَ، یُطَلِّقُ، تَطْلِیْقٌ (باب تفعیل) چھوڑ دینا، طلاق دینا، زوجیت سے آزاد کرنا، [مُطَلَّقٰت = مُطَلَّقَۃٌ کی جمع جو اس مصدر سے مفعول مؤنث ہے یعنی طلاق دی ہوئی]

(قُرُوْءٌ) = قَرَأَ، یَقْرَأُ، قَرْءٌ (ف) عورت کا اذیت ماہانہ سے پاک یا ناپاک ہونا، پڑھنا

[قُرُوْءٌ = قُرْءٌ کی جمع = وقت، عورت کے ماہانہ پاکی اور ناپاکی کا زمانہ]

(یَحِلُّ) حَلَّ، یَحِلُّ، حِلٌّ، (ض) حلال ہونا۔

(یَکْتُمْنَ) کَتَمَ، یَکْتُمُ، کَتْمٌ و کِتْمَانٌ (ن) چھپانا۔

(اَرْحَام) اَرْحَام = رَحِمٌ یا رِحْمٌ کی جمع = بچہ دانیاں۔

(بُعُوْلَۃٌ) بَعَلَ، یَبْعَلُ، بَعَالَۃٌ و بُعُوْلَۃٌ (ن) بیوی یا شوہر ہونا۔

[بُعُوْلَۃٌ = بُعُوْلٌ و بِعَالٌ = جمع بَعْل کی = شوہر یا بیوی]

(اَحَقُّ) حَقَّ، یَحُقُّ، حَقٌّ (ن) واجب کرنا، واجب ہونا۔

(رَدَّ) رَدَّ، یَرُدُّ، رَدٌّ و مَرَدٌّ و مَرْدُوْدٌ (ن) لوٹانا۔

(مَعْرُوْف) عَرَفَ، یَعْرِفُ، عِرْفَۃٌ و عِرْفَانٌ و مَعْرِفَۃٌ (ض) جاننا، پہچاننا، اقرار کرنا۔

(دَرَجَۃٌ) دَرَجَ، یَدْرُجُ، دُرُوْجٌ و دَرَجَانٌ (ض ن) سیڑھی چڑھنا۔

(عَزِیْزٌ) عَزَّ، یَعِزُّ، عِزٌّ و عِزَّۃٌ و عَزَازَۃٌ (ض) عزیز ہونا، قوی ہونا، باعزت ہونا۔

(حَکِیْمٌ) حَکُمَ، یَحْکُمُ، حِکْمَۃٌ (ك) باحکمت ہونا۔

تفسیر اللہ تعالٰے فرماتا ہے (وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ) اس آیت میں اللہ تعالٰے نے اس مدت کو بیان کیا ہے جس مدت کے بعد مطلقہ عورتیں نکاح کر سکتی ہیں، اس مدت کو اصطلاح شرح میں عدت کہتے ہیں۔ آیت زیر تفسیر میں اللہ تعالٰے نے ان مطلقہ عورتوں کی عدت بیان کی ہے جو اذیت ماہانہ میں مبتلا ہوتی رہتی ہیں، ان عورتوں کی عدت تین قروء ہے یعنی پاکی اور ناپاکی کے تین دور، جب تین دور گذر جائیں تو عدت ختم ہو جاتی ہے اور وہ نکاح کر سکتی ہیں۔

طلاق دینے کا طریقہ

(۱) طلاق پاکی کے زمانہ میں دینی چاہیئے، یا حالت حمل میں اذیت ماہانہ کے زمانہ میں طلاق نہیں دینی چاہیئے اگر اذیت ماہانہ میں طلاق دے تو رجوع کرے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

اَنَّهٗ طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ وَهِیَ حَائِضٌ فَذَکَرَ ذٰلِكَ عُمَرُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مُرْهُ فَلْیُرَاجِعْهَا ثُمَّ لِیُطَلِّقْهَا طَاهِرًا اَوْحَامِلًا (صحیح مسلم کتاب الطلاق باب تحریم طلاق الحائض جزء اول صـ۶۲۷)

میں نے اپنی بیوی کو ایسی حالت میں طلاق دی کہ وہ اذیت ماہانہ میں تھی، عمرؓ نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُن کو حکم دو کہ وہ اس سے رجوع کریں پھر ایسی حالت میں طلاق دیں کہ وہ پاک ہو یا حاملہ ہو۔

(۲) تین طلاقیں اس طرح دی جائیں کہ پہلی طلاق ایک پاکی میں، دوسری طلاق دوسری پاکی میں، تیسری طلاق تیسری پاکی میں، جس پاکی میں طلاق دے اس پاکی میں جماع نہ کرے، اگر طلاق دینے سے پہلے جماع کر لیا ہو تو اُس طہر میں دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

اَنَّهٗ طَلَّقَ امْرَاَةً لَهٗ وَهِیَ حَائِضٌ تَطْلِیْقَةً وَاحِدَةً فَاَمَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّرَاجِعَهَا ثُمَّ یُمْسِکَهَا حَتّٰی تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِیْضَ عِنْدَهٗ حَیْضَةً اُخْرٰی ثُمَّ یُمْهِلَهَا حَتّٰی تَطْهُرَ مِنْ حَیْضَتِهَا فَاِنْ اَرَادَ اَنْ یُّطَلِّقَهَا فَلْیُطَلِّقْهَا حِیْنَ تَطْهُرُ مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّجَامِعَهَا (صحیح مسلم کتاب الطلاق باب تحریم طلاق الحائض جزء اول صـ۶۲۶ وروی البخاری نحوہٗ

میں نے اپنی بیوی کو اس حالت میں طلاق دی کہ وہ اذیت ماہانہ میں مبتلا تھی، مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ رجوع کر لوں پھر اُسے روکے رکھوں یہاں تک کہ وہ پاک ہو، پھر میرے پاس اُسے دوسری اذیت ماہانہ آئے، پھر اُسے چھوڑ دوں یہاں تک کہ وہ اپنی اذیت سے پاک ہو جائے پھر اگر میں چاہوں کہ اُسے طلاق دوں تو جب وہ پاک ہو جائے تو جماع کرنے سے پہلے طلاق دوں

کتاب الطلاق باب قول اللہ تعالیٰ یا یہا
النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن
جزء ۷ ص۵۲)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں :۔

فَاَمَرَهٗ اَنْ يُّرَاجِعَهَا حَتّٰى يُطَلِّقَهَا طَاهِرًا مِّنْ غَيْرِ جِمَاعٍ وَقَالَ يُطَلِّقُهَا فِي قُبُلِ عِدَّتِهَا۔ (صحیح مسلم کتاب الطلاق باب تحریم طلاق الحائض جزء اول ص۶۲۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ اس سے رجوع کریں، پھر ایسی حالت میں طلاق دیں کہ وہ پاک ہو (اس پاکی میں) جماع نہ کیا ہو اور عدت کا آغاز ہو (یعنی پاکی و ناپاکی کا پہلا دور شروع ہو رہا ہو)۔

(۳) ایک طہر میں دی ہوئی تین طلاقیں تین نہیں ہوں گی بلکہ ایک ہی ہوگی۔

ابو الصہباء نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا :۔

هَاتِ مِنْ هُنَاتِكَ اَلَمْ يَكُنِ الطَّلَاقُ الثَّلَاثُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَاحِدَةً فَقَالَ قَدْ كَانَ ذٰلِكَ (صحیح مسلم کتاب الطلاق باب طلاق الثلاث جزء اول ص۶۲۹)

اپنے علم کا اظہار کیجئے، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ کے عہد میں تین طلاقیں ایک شمار نہیں ہوتی تھیں، ابن عباسؓ نے فرمایا "یقیناً ایسا ہی ہوتا تھا"

(۴) جب رجوع کرے یا طلاق دے تو دو عادل مسلم آدمیوں کو گواہ کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ
(الطلاق ۔ ۲)

جب (دو طلاق کے بعد) مطلقہ عورتیں عدت کے اختتام (کے قریب) کو پہنچیں تو پھر انہیں (روکنا ہو تو) معروف کے مطابق روک لو یا ان کو (علیحدہ کرنا ہو تو) معروف کے مطابق (تیسری طلاق دے کر) علیحدہ کر دو اور اپنے میں سے دو عادل آدمی گواہ کر لو۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے مطلقہ عورتوں کو جن کو اذیت ماہانہ آتی ہو پاکی اور ناپاکی کے تین دور کے اختتام تک عدت میں بیٹھنے کا حکم دیا۔

(۵) جن عورتوں کو اذیت ماہانہ آنا بند ہو جائے ان کی عدت تین مہینہ ہے، جن عورتوں کو اذیت ماہانہ آنا شروع نہ ہوئی ہو ان کی عدت بھی تین مہینہ ہے اور جو عورتیں حاملہ ہوں ان کی عدت وضع حمل تک ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَالّٰٓئِیْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ

وہ مطلقہ عورتیں جو اذیت ماہانہ سے ناامید ہو چکی

اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ۔ (الطلاق - ۴)

ہوں، اگر تم کو (ان کی عدت کے بارے میں) شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینہ ہے اور جن کو اذیت ماہانہ شروع نہ ہوئی ہو ان کی عدت بھی تین مہینے ہے اور حمل والیوں کی عدت وضع حمل تک ہے۔

عدت کی مدت بیان کرنے کے بعد اللہ تعالٰے نے فرمایا (وَلَا یَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ یَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِیْٓ اَرْحَامِهِنَّ ....) مطلقہ عورتیں اگر اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتی ہیں تو انہیں چاہیئے کہ جو کچھ اللہ نے ان کے پیٹ میں پیدا کیا ہے اُسے نہ چھپائیں۔ حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل تک ہے اور حمل کی مدت تقریباً آٹھ نو ماہ ہو سکتی ہے بلکہ بعض دفعہ اس سے بھی زیادہ، ہو سکتا ہے کہ بعض مطلقہ عورتیں اتنے عرصہ تک اپنے آپ کو روک نہ سکیں اور جلدی نکاح کرنے کی خاطر اپنے حمل کو چھپائیں اور تین مہینہ یا تین قروء کے بعد نکاح کر لیں تو یہ بہت بُری بات ہے، ایک مؤمنہ عورت کو ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیئے بلکہ اپنے حمل کو ظاہر کر کے وضع حمل تک نکاح کرنے سے باز رہنا چاہیئے۔

پھر اللہ تعالٰے نے فرمایا (وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ ....) اگر ان کے شوہر اصلاح کرنا چاہیں تو وہ زیادہ حقدار ہیں کہ عدت کی مدت کے اندر رجوع کر لیں بشرطیکہ ایک یا دو طلاقیں دی ہوں جیسا کہ ارشاد باری ہے:۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ۔ (البقرۃ - ۲۲۹)

طلاق (رجعی) دو بار ہے (جب دو دفعہ طلاق دیدے تو) پھر معروف کے مطابق روک لے یا (تیسری طلاق دے کر) اُسے اچھی طرح سے رخصت کر دے۔

آیت بالا سے واضح ہوا کہ ایک طلاق یا دو طلاقوں کے بعد عدت کے زمانہ میں شوہر رجوع کر سکتا ہے، تیسری طلاق کے بعد رجوع کرنے کا حق نہیں رہتا پھر تو اُسے رخصت ہی کرنا پڑتا ہے۔

پھر اللہ نے فرمایا (وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ) معروف دستور کے مطابق بیویوں کے شوہروں پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے شوہروں کے حقوق بیویوں پر، یعنی شوہروں کو چاہیئے کہ جس طرح وہ اپنے حقوق کی حفاظت چاہتے ہیں اسی طرح بیویوں کے حقوق کی حفاظت کریں، ان کے حقوق بحسن و خوبی دستور کے مطابق ادا کرتے رہیں۔

بیویوں کے حقوق درج ذیل ہیں

(۱) اگر ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو ان کے ساتھ یکساں سلوک کرے، اگر یکساں سلوک نہ کرنے کا اندیشہ ہو تو ایک ہی بیوی پر قناعت کرے،

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً (النسآء-۳)

اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ بیویوں میں انصاف نہ کرسکو گے تو پھر ایک ہی بیوی کرو۔

(۲) بیوی سے بغض نہ رکھے، اگر اس کی ایک خصلت ناپسندیدہ ہوگی تو دوسری پسندیدہ ہوگی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا يَفْرَكُ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً اِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا اٰخَرَ اَوْ قَالَ غَيْرَهٗ (صحیح مسلم کتاب الرضاع باب الوصیۃ بالنسآء جزء اول ص۶۲۵)

کوئی مؤمن کسی مؤمنہ سے بغض نہ رکھے، اگر اس کی ایک عادت ناپسندیدہ ہوگی تو دوسری پسندیدہ ہوگی۔

(۳) بیوی کا مہر خوش دلی کے ساتھ ادا کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً (النسآء-۴)

بیویوں کو ان کے مہر خوشی کے ساتھ ادا کر دیا کرو۔

(۴) اگر بیوی اطاعت کرے تو اس پر زیادتی کرنے کا بہانہ تلاش نہ کرے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا (النسآء-۳۴)

اگر بیویاں اطاعت کریں تو پھر ان پر زیادتی کرنے کا بہانہ نہ تلاش کرو۔

(۵) اگر بیوی کو طلاق دی ہو تو جو کچھ مال اس کو دیا ہو اس میں سے کچھ واپس نہ لے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا (النسآء-۲۰)

اگر تم ایک بیوی کے بدلہ دوسری بیوی لانا چاہو تو اگر (پہلی بیوی کو) تم نے ایک خزانہ بھی دے دیا ہو تو اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو۔

(۶) شوہر کو چاہئے کہ بیوی کی ہر قسم کی نگرانی کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

وَالرَّجُلُ فِيْ اَهْلِهٖ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ (صحیح بخاری کتاب النکاح باب قوا انفسکم ..... جزء ۷ ص۳۴)

مرد اپنی اہل کا حکمران ہے اور اس سے (اس سلسلہ میں) بازپرس ہوگی۔

(۷) جب خود کھائے تو بیوی کو بھی کھلائے اور جب اپنے لئے کپڑے بنائے تو اس کے لئے بھی بنائے:۔

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا:۔

مَا حَقُّ الْمَرْاَةِ عَلَى الزَّوْجِ قَالَ تُطْعِمُهَا اِذَا طَعِمْتَ وَتَكْسُوْهَا اِذَا اكْتَسَيْتَ (رواہ احمد و سندہ صحیح۔ بلوغ الامانی جزء ۱۴ ص۲۳۱)

بیوی کا شوہر پر کیا حق ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کھاؤ تو اُسے بھی کھلاؤ اور جب تم پہنو تو اُسے بھی پہناؤ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (صحیح مسلم کتاب الحج باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء اول ص۵۱۲)

تم پر معروف کے مطابق بیویوں کا کھانا اور کپڑے پہنانا فرض ہے۔

(۸) بیوی کے ساتھ اچھی طرح رہے، اس کے ساتھ بدسلوکی نہ کرے، گھر کے کاموں میں اس کا ہاتھ بٹائے، اس کی خواہشات کا خیال رکھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (النسآء-۱۶)

بیویوں سے دستور کے مطابق زندگی گذارو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

خِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ (رواہ الترمذی وصححہ، ابواب الرضاع باب ما جاء فی حق المرأۃ علی زوجہا جزء اول ص۳۵۹)

تم میں سب سے بہتر وہ ہیں جو تم میں اپنی بیویوں سے سب سے بہتر ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا (صحیح مسلم کتاب الرضاع باب الوصیۃ بالنسآء جزء اول ص۶۲۵)

بیویوں کے ساتھ خیر خواہی کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ فِي النِّسَاءِ (صحیح مسلم کتاب الحج باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء اول ص۵۱۲)

بیویوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرتے رہو۔

اسود کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا:۔

مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ فِي أَهْلِهِ قَالَتْ كَانَ فِي مِهْنَةِ أَهْلِهِ (صحیح بخاری کتاب الادب باب کیف یکون الرجل فی اهله جزء ۸ ص۱۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اہل میں کیا کرتے رہتے تھے، حضرت عائشہ نے کہا اپنی بیوی کے کام میں لگے رہتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا (صحیح بخاری کتاب النکاح باب لزوجك حق جزء ۷ ص۳۱)

تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔

الغرض بیویوں کے حقوق کی نگہداشت کرے، اللہ تعالٰے سے ڈرتا رہے کہ کہیں بیویوں کے ساتھ زیادتی یا ناانصافی نہ کر بیٹھے۔

نوٹ :۔ شوہروں کے حقوق ہم انشاء اللہ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۳۴ کی تفسیر میں بیان کریں گے۔

پھر اللہ تعالٰے نے فرمایا (وَ لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ) شوہروں کو بیویوں پر فضیلت ہے، یہ فضیلت کئی وجوہ کی بناء پر ہے جن کی تفصیل درج ذیل ہے :۔

① شوہر بیوی پر حکمران اور نگران ہے۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے :۔

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ (النسآء - ۳۴)

مرد عورتوں پر حاکم ہیں، یہ اس لئے کہ اللہ تعالٰے نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس لئے بھی کہ وہ (ان پر) اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

وَالرَّجُلُ فِیْ اَهْلِهٖ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ (صحیح بخاری کتاب النکاح باب قوا انفسکم واھلیکم ..... جزء ۷ ص ۳۴)

مرد اپنی بیوی پر حکمران اور نگران ہے اور اس سے (اس کی بیوی کے متعلق) باز پرس ہوگی۔

② عورت کو مرد کی تسکین کی خاطر پیدا کیا گیا ہے۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے :۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا (الاعراف - ۱۸۹)

اللہ ہی ہے جس نے تم کو ایک نفس سے پیدا کیا اور پھر اس سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ وہ اس سے سکون وراحت حاصل کرے۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے :۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً۔ (الروم - ۲۱)

اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس میں سے عورتیں پیدا کردیں تاکہ تم ان سے تسکین حاصل کرسکو اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور شفقت پیدا کردی (تاکہ تم ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کرسکو)۔

③ عورت کو مرد کے لئے دل کش بنایا گیا ہے۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے :۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ○

(آل عمران - ۱۴)

عورتوں، بیٹوں، سونے چاندی کے خزانے، شاندار گھوڑے، مویشی اور کھیتی کی خواہشات کو لوگوں کے لئے زینت دے دی گئی ہے لیکن یہ سب دنیا ہی کی زندگی کے سازوسامان ہیں اور اللہ کے پاس بہت اچھا ٹھکانہ ہے (جہاں کی نعمتیں لافانی اور بہتر ہیں)۔

گویا اللہ تبارک وتعالےٰ نے مردوں کے لئے عورتوں میں ایک قسم کی دل کشی رکھی ہے، یہی وجہ ہے کہ مرد کو کئی کئی بیویوں کی خواہش ہوتی ہے لیکن عورت کو ایک سے زیادہ شوہروں کی خواہش نہیں ہوتی۔ مردوں کو بیک وقت چار بیویاں رکھنے کی اجازت اسی فطرت کی بناء پر ہے اور یہ بھی ایک وجہ فضیلت ہے۔

(۴) مرد کو طلاق دینے کا اختیار ہے، لیکن عورت کو طلاق لینے کا اختیار ہے، دینے کا اختیار نہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ.

(الطلاق - ۱)

اے نبی (مؤمنین سے کہہ دیجئے کہ) جب تم عورتوں کو طلاق دیا کرو تو عدت کے شروع میں طلاق دیا کرو۔

(۵) عورتیں مردوں کی کھیتیاں ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ

(البقرۃ - ۲۲۳)

عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں (یعنی اولاد پیدا کرنے کا ذریعہ ہیں)۔

(۶) عورت کو مرد کے مقابلہ میں کمزور اور نازک بنایا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ

(الزخرف - ۱۸)

کیا (اللہ عورت کو اپنی اولاد بنائے گا) جو زیور میں پرورش پائے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:-

اَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى بَعْضِ نِسَآئِهٖ وَمَعَهُنَّ اُمُّ سُلَيْمٍ فَقَالَ وَيْحَكَ يَا اَنْجَشَةُ رُوَيْدَكَ سَوْقًا بِالْقَوَارِيْرِ (صحیح بخاری کتاب الادب باب ما یجوز من الشعر جزء ۸ صلا۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں میں سے کسی بیوی کے پاس آئے، آپ کی ازواج کے ساتھ امِ سلیم بھی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (انجشہ سے جو ازواج مطہرات کے اونٹ ہانک رہے تھے) فرمایا، اے انجشہ تم پر افسوس! شیشہ کی سواریوں کو

آہستہ ہانکنا چاہیئے۔

(۷) عورتوں کو اذیّت ماہانہ اور حمل کی تکلیف دی گئی ہے، مردوں کو یہ تکلیف نہیں دی گئی۔

الغرض اللہ تعالےٰ نے مردوں کو عورتوں پر حاکم بنایا، مردوں کو عورتوں کے مقابلہ میں زیادہ طاقت دی اور عورتوں کو اذیّت ماہانہ اور حمل جیسی تکلیفیں لاحق کیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ مرد عورتوں کی حق تلفی کریں، ان کے ساتھ ظلم وزیادتی کریں نہیں، انہیں ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ (وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ) مردوں کو یہ بات نہیں بھولنی چاہیئے کہ) اللہ تعالےٰ قوی ہے، زبردست ہے، سب پر غالب ہے وہ مردوں سے ان کی زیادتی کا بدلہ لے سکتا ہے اور لے لیا کرتا ہے اور اگر فوراً بدلہ نہیں لیتا، ڈھیل دے دیتا ہے تو یہ ڈھیل بھی اس کی کسی مصلحت پر مبنی ہوتی ہے۔ بہرحال انہیں اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہنا چاہیئے اور کسی قسم کی زیادتی نہیں کرنی چاہیئے۔

حضرت ابومسعودؓ فرماتے ہیں:۔

كُنْتُ اَضْرِبُ غُلَامًا لِّيْ بِالسَّوْطِ فَسَمِعْتُ صَوْتًا مِّنْ خَلْفِيْ اِعْلَمْ اَبَا مَسْعُوْدٍ فَلَمْ اَفْهَمِ الصَّوْتَ مِنَ الْغَضَبِ قَالَ فَلَمَّا دَنَا مِنِّيْ اِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا هُوَ يَقُوْلُ اِعْلَمْ اَبَا مَسْعُوْدٍ اِعْلَمْ اَبَا مَسْعُوْدٍ قَالَ فَاَلْقَيْتُ السَّوْطَ مِنْ يَدِيْ (وَفِيْ رِوَايَةٍ فَسَقَطَ مِنْ يَدِي السَّوْطُ مِنْ هَيْبَتِهٖ) فَقَالَ اِعْلَمْ اَبَا مَسْعُوْدٍ اَنَّ اللّٰهَ اَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلٰى هٰذَا الْغُلَامِ قَالَ فَقُلْتُ لَا اَضْرِبُ مَمْلُوْكًا بَعْدَهٗ اَبَدًا (وَفِيْ رِوَايَةٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هُوَ حُرٌّ لِوَجْهِ اللّٰهِ فَقَالَ اَمَا لَوْ لَمْ تَفْعَلْ لَلَفَحَتْكَ النَّارُ اَوْ لَمَسَّتْكَ النَّارُ (صحیح مسلم کتاب الایمان باب صحبة المماليك جزء ۲ صـ۲۹)

میں اپنے غلام کو کوڑے مار رہا تھا، اتنے میں میں نے اپنے پیچھے سے ایک آواز سنی "اے ابومسعود خبردار ہوجاؤ" میں غصہ کی وجہ سے آواز کو پہچان نہیں سکا، پھر جب وہ پکارنے والا میرے قریب ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ فرمارہے ہیں "اے ابومسعود خبردار ہوجاؤ" میں نے اپنے ہاتھ سے کوڑا رکھ دیا یا آپ کی ہیبت سے کوڑا میرے ہاتھ سے گر پڑا، آپ نے فرمایا "اے ابومسعود خبردار ہوجاؤ، بے شک اللہ تم پر اس سے زیادہ قدرت رکھتا ہے جتنی قدرت تم اس غلام پر رکھتے ہو، میں نے عرض کیا "میں آئندہ کبھی غلام کو نہیں مارونگا اور اے اللہ کے رسول یہ غلام اللہ کی رضا کے لئے آزاد ہے"، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر تم ایسا نہ کرتے تو آگ تم کو جلاتی"۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہیئے، زوجین کے حقوق ادا کرتے رہیئے، کسی پر ظلم و زیادتی نہ کیجئے، آپ جتنا کسی محکوم پر قدرت رکھتے ہیں، اللہ تعالےٰ اس سے زیادہ قدرت آپ پر رکھتا ہے، وہ جب چاہے آپ کو سزا دے سکتا ہے، اس کے غضب سے بچنے کی کوشش کرتے رہیئے۔

عورتوں کو چاہیئے کہ وہ طلاق کے بعد پاکی اور ناپاکی کے تین دور کی مدّت تک عدّت میں بیٹھیں، اس مدّت میں کسی سے نکاح نہ کریں، پیٹ میں اگر حمل ہے تو اس کو نہ چھپائیں، وہ لوگوں سے چھپا سکتی ہیں، اللہ تعالےٰ سے نہیں چھپا سکتیں، اگر اللہ تعالےٰ اور قیامت کے دن پر ان کا ایمان ہے تو انہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ اس چھپانے کے نتیجے میں اللہ تعالےٰ قیامت کے دن انہیں سزا دے سکتا ہے۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ

اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ وَلَا يَحِلُّ

لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ

شَيْـًٔا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا

حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا

يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ

عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ تِلْكَ

حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ

يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٢٢٩﴾

ترجمہ طلاق (رجعی) دو مرتبہ ہے (دو مرتبہ کی طلاق کے بعد تک شوہروں کو اختیار رہتا ہے کہ) معروف کے مطابق (اپنی بیویوں کو) اپنی زوجیت میں رہنے دیں یا (تیسری طلاق دے کر) بھلائی کے ساتھ (ان کو) رخصت کر دیں اور (اے لوگو) تمہارے لئے یہ جائز نہیں کہ جو کچھ مہر تم نے ان کو دیا ہے اس میں سے کچھ واپس لے لو، سوائے اس صورت کے کہ میاں بیوی دونوں کو اندیشہ ہو کہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی حدوں کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو اگر (واقعی) تمہیں اس بات کا اندیشہ ہو کہ وہ دونوں اللہ کی حدوں کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو ایسی صورت میں اگر بیوی (شوہر سے طلاق حاصل کرنے کے لئے) فدیہ میں شوہر کو کچھ دیدے (اور شوہر وہ مال لے کر بیوی کو طلاق دیدے) تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں ان سے تجاوز نہ کرنا اور (یہ اچھی طرح جان لو) جو شخص بھی اللہ کی حدوں سے تجاوز کرے تو ایسے ہی لوگ گنہگار ہیں (۲۲۹)

معانی و مصادر (اِمْسَاكٌ) اَمْسَكَ، يُمْسِكُ، اِمْسَاكٌ (باب افعال) روکنا [مَسَكَ (ن وض) = مضبوطی سے پکڑ لینا]۔

(تَسْرِيْحٌ) سَرَّحَ، يُسَرِّحُ، تَسْرِيْحٌ (باب تفعیل) چھوڑنا۔

(حُدُوْد) حَدَّ، يَحُدُّ، حَدٌّ (ن) حد بنانا، عورت کا سوگ کرنا۔

(جُنَاح) جَنَحَ، يَجْنَحُ، جُنُوْحٌ (ن وف وض) مائل ہونا۔

(اِفْتَدَت) اِفْتَدٰى، يَفْتَدِىْ، اِفْتِدَاءٌ (باب افتعال) فدیہ دینا۔

(لَا تَعْتَدُوْا) اِعْتَدٰى، يَعْتَدِىْ، اِعْتِدَاءٌ (باب افتعال) حد سے تجاوز کرنا، ظلم کرنا۔

(يَتَعَدَّ) تَعَدّٰى، يَتَعَدّٰى، تَعَدِّىْ (باب تفعّل) حد سے تجاوز کرنا، ظلم کرنا۔

(ظٰلِمُوْنَ) ظَلَمَ، يَظْلِمُ، ظُلْمٌ و مَظْلِمَةٌ (ض) کسی چیز کو بے محل رکھنا، ظلم کرنا، حق تلفی کرنا۔

تفسیر اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رجعی طلاقوں کی حد مقرر کر دی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا رجعی طلاقوں کی تعداد صرف دو ہے، اس کے بعد اگر روکنا چاہو تو روک لو اگر روکنا نہ چاہو تو (تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ) تیسری طلاق دے کر رخصت کر دو، رجعی طلاقوں کی اگر گنتی محدود نہ کی جاتی تو عورتوں کے لئے بڑی پریشانی ہوتی، شوہر چاہتے تو ان کو پریشان کرنے کے لئے بار بار طلاق دیتے اور بار بار عدت ختم ہونے سے پہلے رجوع کر لیتے۔ اللہ تعالیٰ نے مردوں سے بار بار طلاق اور رجعت کے حق کو چھین کر عورتوں پر احسان عظیم کیا اور ان کو ایک بہت بڑی مصیبت سے نجات دی۔

عورتوں پر دوسرا احسان اللہ تعالیٰ نے یہ کیا کہ طلاق کے وقت مردوں کو مہر میں سے کچھ رقم واپس لینا حرام کر دیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا (وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا) اے شوہرو! تمہارے لئے یہ حلال نہیں کہ جو کچھ تم انہیں دے چکے ہو اس میں سے کچھ بھی واپس لو۔

عورتوں پر تیسرا احسان اللہ تعالیٰ نے یہ کیا کہ ان کو بھی طلاق لینے اور مرد سے چھٹکارا حاصل کرنے کا

اختیار دیا، نکاح شوہر اور بیوی کے درمیان ایک معاہدہ ہوتا ہے، وہ مہر کی ایک مقررہ رقم کے بدلے تمام عمر اس کی بیوی بننے کا عہد کرتی ہے، لیکن اگر درمیان میں وہ اس عہد کو توڑنا چاہتی ہے تو اس کو اختیار دیا کہ وہ جب چاہے معاہدہ کو کالعدم کرنے کا مطالبہ کرسکتی ہے۔ معاہدۂ نکاح کی رُو سے مہر کی رقم پوری زندگی بیوی بن کر گذارنے کے لئے دی جاتی ہے، اب اگر وہ پوری زندگی بیوی بن کر رہنا نہیں چاہتی تو اُسے پورا مہر لینے کا کیا حق ہے، ایسی صورت میں عورت کو اختیار دیا کہ خلع حاصل کرنے کے لئے وہ مہر یا مہر میں سے کچھ رقم شوہر کو واپس کردے، ایسی صورت میں اللہ تعالےٰ نے شوہر کو اجازت دی کہ وہ مہر یا مہر میں سے کچھ رقم واپس لے سکتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

أَنَّ امْرَأَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ مَا أَعْتِبُ (وَفِي رِوَايَةٍ مَا أَنْقِمُ) عَلَيْهِ فِي خُلُقٍ وَلَا دِينٍ وَلٰكِنِّي أَكْرَهُ الْكُفْرَ فِي الْإِسْلَامِ (وَفِي رِوَايَةٍ وَلٰكِنِّي لَا أُطِيقُهُ) فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَرُدِّينَ عَلَيْهِ حَدِيقَتَهُ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْبَلِ الْحَدِيقَةَ وَطَلِّقْهَا تَطْلِيقَةً (صحیح بخاری کتاب الطلاق باب الخلع جزء ۷ ص۶۰) وَفِي رِوَايَةٍ فَأَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَعْتَدَّ بِحَيْضَةٍ (رواہ الترمذی وصححہ، ابواب الطلاق باب ماجاء فی الخلع جزء اول ص۳۶۸) وفی روایۃ أَمَرَهَا أَنْ تَتَرَبَّصَ حَيْضَةً وَاحِدَةً فَتَلْحَقَ بِأَهْلِهَا (رواہ النسائی کتاب الطلاق باب عدۃ المختلعۃ جلد ۲ ص۹۵ وسندہ صحیح۔ نیل ۶/۲۱)

ثابت بن قیس کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، انہوں نے کہا "اے اللہ کے رسول میں ثابت بن قیس کے نہ خُلق میں کوئی برائی دیکھتی ہوں اور نہ ان کے دین میں کوئی خرابی دیکھتی ہوں لیکن میں انہیں برداشت نہیں کرسکتی اور میں اسلام میں کفر کو ناپسند کرتی ہوں (لہذا میں خلع چاہتی ہوں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا تم اس کا باغ (جو اس نے تم کو مہر میں دیا تھا) واپس کردو گی"؟ انہوں نے کہا ہاں (واپس کردوں گی)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت سے فرمایا باغ لے لو اور انہیں ایک طلاق دے دو (صحیح بخاری) پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا کہ وہ ایک اذیّت ماہانہ کی مدت تک عدّت میں بیٹھیں (ترمذی) اور اپنے میکے چلی جائیں (نسائی)

مندرجہ بالا احادیث سے ثابت ہوا کہ:۔

۱۔ عورت ناپسندیدگی کی صورت میں بھی طلاق لے سکتی ہے،

۲ - خُلع کی صورت میں شوہر پورا مہر واپس لے سکتا ہے ،
۳ - خُلع کے بعد عورت اپنے میکے چلی جائے ،
۴ - خُلع کی عدّت ایک اذیّت ماہانہ ہے ۔
۵ - خلع میں ایک ہی طلاق دی جائے ۔

پھر اللہ تعالٰے نے فرمایا (تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ....) یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں ان سے تجاوز نہ کرو، یہ اللہ تعالٰے کے احکام ہیں، ان کی خلاف ورزی نہ کرو، اور جو شخص اللہ تعالٰے کے احکام کی خلاف ورزی کرے گا تو وہ ظالم شمار کیا جائے گا (اور اپنے ظلم کی سزا پائے گا)۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے :۔

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ○ (الشورٰی ۔ ۴۰)	اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا ۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے :۔

وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ○ (ھل اتی ۔ ۳۱)	ظالموں کے لئے اللہ نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے ۔

عمل

اے لوگو، ظلم نہ کیجئے، کسی کی حق تلفی نہ کیجئے، اللہ تعالٰے کے احکام کی خلاف ورزی نہ کیجئے، میاں بیوی کے اختیارات کا احترام کیجئے، ان کو اللہ تعالٰے کی طرف سے دئے ہوئے اختیارات کو استعمال کرنے کے معاملہ میں رکاوٹ نہ بنیئے ۔ اے ایمان والو، دو طلاق کے بعد اگر آپ بیوی کو چھوڑنا چاہیں تو تیسری طلاق دے کر بھلائی کے ساتھ چھوڑ دیجئے ۔

اے ایمان والو، مہر میں سے کچھ بھی واپس نہ لیجئے سوائے اس صورت کے کہ بیوی علیحدہ ہونا چاہے ۔

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى
تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا
جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ
ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ وَتِلْكَ
حُدُودُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿۲۳۰﴾

ترجمہ پھر اگر شوہر (اپنی) بیوی کو (تیسری) طلاق دیدے تو (اب) وہ بیوی اُس شوہر کے لئے حلال نہیں (وہ نہ اس سے رجوع کر سکتا ہے اور نہ عدّت گذرنے کے بعد نکاح کر سکتا ہے) جب تک وہ کسی دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے، پھر اگر دوسرا شوہر طلاق دیدے تو اس عورت اور اس کے پہلے شوہر پر کوئی گناہ نہیں اگر وہ آپس میں رجوع کرلیں (یعنی آپس میں دوبارہ نکاح کرلیں) بشرطیکہ ان دونوں کو یقین ہو کہ وہ اللہ کی حدوں کو قائم رکھ سکیں گے (یعنی اللہ کی طرف سے مقرر کردہ حقوق ادا کر سکیں گے، کوئی کسی کی حق تلفی نہیں کریگا) اور (خبردار ہو جاؤ) یہ اللہ کی حدیں ہیں جن کو اللہ اُن لوگوں کے لئے وضاحت کے ساتھ بیان کر رہا ہے جو علم (و دانش) سے بہرہ ور ہیں (اس لئے کہ وہی ان حدوں کی حکمتوں کا صحیح اندازہ لگا سکتے ہیں)

معانی و مصادر (تَنْكِحَ) نَكَحَ، يَنْكِحُ، نِكَاحٌ و نَكْحٌ (ن و ف) نکاح کرنا۔
(يَتَرَاجَعَا) تَرَاجَعَ، يَتَرَاجَعُ، تَرَاجُعٌ (باب تفاعل) باہم ایک دوسرے سے رجوع کرنا۔
(يُبَيِّنُ) بَيَّنَ، يُبَيِّنُ، تَبْيِينٌ (باب تفعیل) ظاہر کرنا و ظاہر ہونا، واضح کرنا یا واضح ہونا۔

تفسیر گذشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے شوہر کو ایک طلاق اور دو طلاقوں کے بعد رجوع کرنے کا حق دیا، اس آیت میں فرمایا (فَاِنْ طَلَّقَهَا) پھر اگر وہ دو طلاقوں کے بعد تیسری طلاق بھی دیدے تو اب وہ بیوی اس شوہر کیلئے حلال نہیں، اب نہ وہ رجوع کر سکتا ہے اور نہ نکاح کر سکتا ہے (حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ) یہاں تک کہ وہ عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ پھر اگر وہ طلاق دیدے تو یہ عورت اور اس کا پہلا شوہر دونوں ایک دوسرے سے رجوع کر سکتے ہیں اور دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں لیکن اس نکاح کی شرط یہ ہے کہ (اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ) ان دونوں کو یقین ہو کہ وہ ایک دوسرے کے حقوق بحسن وخوبی ادا کر سکیں گے، معروف کے مطابق زندگی گذار سکیں گے اور اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حقوق کی خلاف ورزی نہیں کریں گے، اگر یہ یقین نہ ہو تو نکاح نہیں کرنا چاہیئے تاکہ دوبارہ وہی ناخوشگوار صورت پیش نہ آئے جو پہلے پیش آئی تھی اور جس کے نتیجہ میں طلاق واقع ہوئی تھی۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:۔

طَلَّقَ رَجُلٌ امْرَاَتَهٗ فَتَزَوَّجَتْ زَوْجًا غَيْرَهٗ وَكَانَتْ مَعَهٗ مِثْلُ الْهُدْبَةِ فَلَمْ تَصِلْ مِنْهُ اِلٰى شَيْءٍ تُرِيْدُهٗ فَلَمْ يَلْبَثْ اَنْ طَلَّقَهَا فَاَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ زَوْجِيْ طَلَّقَنِيْ وَاِنِّيْ تَزَوَّجْتُ زَوْجًا غَيْرَهٗ فَدَخَلَ بِيْ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهٗ اِلَّا مِثْلُ الْهُدْبَةِ فَلَمْ يَقْرَبْنِيْ اِلَّا هَنَةً وَّاحِدَةً لَمْ يَصِلْ مِنِّيْ اِلٰى شَيْءٍ فَاَحِلُّ لِزَوْجِي الْاَوَّلِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحِلِّيْنَ لِزَوْجِكِ الْاَوَّلِ حَتّٰى يَذُوْقَ الْاٰخَرُ عُسَيْلَتَكِ وَتَذُوْقِيْ عُسَيْلَتَهٗ (صحیح بخاری کتاب الطلاق باب من قال لامرأته انتِ علیّ حرامٌ جزء ۷ ص۵۶ وصحیح مسلم کتاب النکاح باب لا تحل المطلقة ثلثا لمطلقها حتی تنکح زوجا غیرہ جزء اول ص۶۰۵ واللفظ للبخاری)

ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی، اس نے دوسرے شوہر سے نکاح کر لیا لیکن وہ شوہر حقوق زوجیت ادا کرنے کے قابل نہ تھا۔ وہ اس عورت سے صحبت نہ کر سکا اور اس نے کچھ عرصہ بعد اسے طلاق دے دی، وہ عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول، میرے شوہر نے مجھے طلاق دے دی، میں نے دوسرے شوہر سے نکاح کر لیا، لیکن وہ حقوق زوجیت ادا کرنے کے قابل نہیں ہے، وہ ایک مرتبہ سے زیادہ مجھ سے خلوت نہ کر سکا اور اس میں بھی وہ صحبت نہ کر سکا، تو کیا میں اپنے پہلے شوہر کے لئے حلال ہو گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے پہلے شوہر کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتیں جب تک دوسرا شوہر تمہارا مزا نہ چکھ لے اور تم اس کا مزا نہ چکھ لو (یعنی جب تک وہ صحبت نہ کر لے)۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:۔

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَہٗ (رواہ الترمذی وصححہ۔کتاب النکاح باب ماجاء فی المحلل والمحلل لہ جزء اول ص۲۱۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال کرنے والے اور جس کے لئے حلال کی جائے دونوں پر لعنت کی ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو شخص اپنی مطلقہ بیوی کا نکاح کسی دوسرے شخص سے اس لئے کرائے کہ وہ نکاح کر کے طلاق دیدے اور پھر وہ عورت اس کے لئے حلال ہو جائے تو نکاح کرنے والا اور نکاح کرانے والا دونوں ملعون ہیں۔

الغرض پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح کی چار شرطیں ہیں:۔

۱۔ دوسرا شوہر اس عورت کو اتفاقاً طلاق دیدے،

۲۔ دوسرا شوہر اس سے صحبت کر چکا ہو اور پھر طلاق دی ہو،

۳۔ دوسرے شوہر نے اس لئے نکاح نہ کیا ہو کہ نکاح کے بعد طلاق دے کر وہ اس عورت کو پہلے شوہر کے لئے حلال کر دے۔

۴۔ اس عورت کو اور پہلے شوہر کو یقین ہو کہ اب وہ اللہ تعالٰے کے احکام کی خلاف ورزی نہیں کریں گے۔

پھر اللہ تعالٰے نے فرمایا (وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰہِ یُبَیِّنُھَا لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ) یہ اللہ تعالٰے کی حدیں ہیں جن کو وہ اہل علم (و دانش) کے لئے وضاحت کے ساتھ بیان فرما رہا ہے، اس لئے کہ وہی ان حدوں کے رموز اور حکمتوں کو سمجھ سکتے ہیں۔ دوسرے شوہر سے نکاح اور صحبت کی شرط لگانا اس میں تمام مردوں کے لئے عبرت کا سامان ہے، وہ طلاق سے محض اس خیال سے باز رہیں گے کہ وہ عورت سے دوبارہ نکاح نہ کر سکیں گے جب تک دوسرا شوہر اس سے صحبت نہ کر لے، یہ چیز ان کے لئے باعث غیرت ہو گی، وہ کب چاہیں گے کہ ان کی بیوی کسی دوسرے مرد کے پاس جائے۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۝ (الاعراف ۔ ۳۲)

اسی طرح ہم اہل علم کے لئے اپنی آیات وضاحت کے ساتھ بیان فرما رہے ہیں۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰیٰتُہٗ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۝ (حٰمٓ السجدۃ ۔ ۳)

عربی زبان میں یہ قرآن (وہ) کتاب ہے جس کی آیتیں علم والوں کے لئے وضاحت کے ساتھ بیان کر دی گئی ہیں۔

الغرض اللہ تعالٰے کے احکام کی مصلحتوں اور حکمتوں کو اہل علم ہی سمجھ سکتے ہیں اور جب اہل علم سمجھ

لیں گے تو وہ بے علم لوگوں کو سمجھا دیں گے اس طرح احکام الٰہی کی مصلحتیں سب کو معلوم جائیں گی۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کی حکمتوں کو سمجھنے کی کوشش کیجئے، اور اگر اللہ تعالیٰ کے احکام کی حکمتیں آپ کی سمجھ میں نہ آئیں تب بھی ان احکام پر عمل کرنا نہ چھوڑیئے بلکہ مستقل مزاجی اور استقامت کے ساتھ ان پر عمل کرتے رہیئے۔ طلاقیں سوچ سمجھ کر دیجئے، تیسری طلاق کے عواقب سے عبرت حاصل کیجئے، اگر اتفاق سے آپ تیسری طلاق دے دیں تو کسی دوسرے سے اس لئے نکاح نہ کرلیجئے کہ وہ نکاح ہی اس لئے کرے کہ طلاق دے کر آپ کے لئے اس عورت کو حلال کر دے۔ نکاح کے وقت اگر کسی معینہ وقت پر طلاق دینے کی نیت ہو تو وہ نکاح نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

مُّحۡصِنِيۡنَ غَيۡرَ مُسٰفِحِيۡنَ ۔
(النساء ۔ ۲۴)

نکاح کرنے والے، عورت کو اپنی زوجیت میں قید رکھنے کی نیت سے نکاح کریں نہ کہ شہوت رانی کے لئے۔

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ
فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ
بِمَعْرُوفٍ وَّلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا
لِّتَعْتَدُوا وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ
ظَلَمَ نَفْسَهٗ وَلَا تَتَّخِذُوٓا اٰيٰتِ
اللّٰهِ هُزُوًا وَّاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ
عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ
وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ
وَاعْلَمُوٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٢٣١﴾

ترجمہ اور اے مؤمنین، جب تم عورتوں کو (ایک مرتبہ یا دو مرتبہ) **طلاق دو** اور جب ان کی **عدّت اختتام** کو پہنچنے لگے تو انہیں دستور کے مطابق اپنی زوجیت میں رہنے دو یا دستور کے مطابق انہیں رخصت کر دو اور مخالفت کی وجہ سے انہیں اس لئے اپنی زوجیت میں نہ روکے رکھو کہ ان پر ظلم و زیادتی کرو اور جو شخص ایسا کرے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا، اللہ کی آیات (و احکام) کو مذاق نہ بناؤ، اللہ کی نعمت کو جو اس نے تم پر کی ہے اور کتاب و حکمت کی جو باتیں تم پر نازل کی ہیں انہیں یاد کرو، اللہ سے ڈرتے رہو اور خبردار ہو جاؤ کہ اللہ ہر چیز سے واقف ہے (۲۳۱)

معانی و مصادر (اَجَل) اَجِلَ، یَاْجَلُ، اَجَلٌ (س) وقت مقرر کرنا [اَجَلٌ : مقررہ وقت یعنی عدت]

(ضِرَارًا) ضَارَّ، یُضَارُّ، ضِرَارٌ و مُضَارَّۃٌ (باب مفاعلۃ) نقصان پہنچانا، مخالفت کرنا۔

(هُزُوًا) هَزَأَ، یَهْزَأُ، هُزْءٌ، هُزُءٌ و هُزُوءٌ و مَهْزَأَۃٌ (ف، س) مذاق کرنا۔

(یَعِظُ) وَعَظَ، یَعِظُ، وَعْظٌ، و عِظَۃٌ (ض) نصیحت کرنا۔

تفسیر اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی ایک اور مصیبت کا سدّباب کیا ہے، آیت کے سیاق سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگوں نے طلاق دینے اور پھر رجوع کر لینے کو مذاق بنا رکھا تھا، ایک طلاق دے کر پھر اُسے چھوڑ دیتے یہاں تک کہ جب عدّت کے تین مہینے یا تین قروء ختم ہونے لگتے تو اس سے رجوع کر لیتے۔ پھر اگلے طُہر میں دوسری طلاق دے دیتے اور پھر جب تین مہینے یا تین قروء گذرنے لگتے تو رجوع کر لیتے پھر اگلے طُہر میں تیسری طلاق دیتے، اس طرح عدّت کی مدّت طویل ہو کر ۹ مہینے یا ۹ قروء ہو جاتی، یہ چیز عورتوں کے لئے بڑی مصیبت تھی، مرد یہ کام اس لئے کرتے تھے کہ ان کو اپنی بیویوں سے مخالفت ہوتی تو یہی نہیں کہ وہ ان کی عدّت میں اضافہ کرتے بلکہ مزید مدّت کے لئے وہ ان کو اپنے گھر میں روک کر ان کو ظلم و ستم کا نشانہ بناتے، ان کی حق تلفی کرتے، ان پر زیادتی کرتے، اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہ آئی، اس نے عورتوں پر نظرِ رحمت فرمائی اور مردوں کو سختی سے تنبیہ کر دی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ایمان والو، جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دو اور ان کی عدّت اختتام کے قریب پہنچ جائے تو پھر انہیں روکنا ہے تو دستور کے مطابق رجوع کر کے انہیں روک لو، رجوع کے وقت ان پر ظلم و ستم ڈھانے کی نیت نہ ہو، ان کے حقوق کی ادائیگی کا پکا ارادہ ہو، اگر ایسا ارادہ نہ ہو تو پھر دستور کے مطابق انہیں رخصت کر دو (وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا) محض مخالفت اور دشمنی کی وجہ سے انہیں نہ روکو (لِتَعْتَدُوا) تاکہ انہیں روک کر پھر ظلم و زیادتی کرو (وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ) اور جو شخص ایسا کرے گا وہ اپنی جان پر ظلم کریگا، اس کا نتیجہ اُسے آخرت میں بھگتنا پڑیگا، اللہ تعالیٰ کے احکام حکمت سے پُر ہیں، اُن میں مرد و عورت دونوں کیلئے آسانیاں ہیں، دونوں کے لئے سہولتیں ہیں، ان پر عمل کر کے وہ پھر از سرِ نو اپنی زندگیوں کو خوشگوار بنا سکتے ہیں، یہ آسانیاں زندگیوں کو خوشگوار بنانے کے لئے ہیں نہ کہ ناخوشگوار زندگیوں میں اضافے کے لئے، مرد ان آسانیوں سے جو

مقصد حاصل کرنا چاہتے تھے وہ اس مقصد کے بالکل خلاف اور منافی تھا جس مقصد کے لئے اللہ تعالےٰ نے ان آسانیوں کو نازل فرمایا تھا، اللہ تعالےٰ کے احکام کو ان مقاصد کے خلاف استعمال کرنا جن مقاصد کے لئے وہ نازل ہوئے تھے اللہ تعالیٰ کی منشاء سے بغاوت کرنا ہے، اس سے بڑا ظلم اور کیا ہوگا، یہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ مذاق کرنا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا (وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا) اللہ کی آیات (واحکام) کے ساتھ مذاق نہ کرو، ان پر اللہ تعالےٰ کی منشاء کے مطابق عمل کرو، اللہ تعالےٰ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے رسول مبعوث فرمایا، پھر کتاب وحکمت نازل فرمائی، رسول بھی نعمت اور کتاب وحکمت بھی نعمت، ان نعمتوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِىْ وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِىْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○ كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ○ فَاذْكُرُوْنِىْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِىْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ○

(البقرۃ - ۱۵۰ تا ۱۵۲)

(اے ایمان والو) لوگوں سے نہ ڈرو، مجھ سے ڈرو، (میں چاہتا ہوں) کہ تم پر اپنی نعمت پوری کردوں تاکہ تم ہدایت پر چلتے رہو جیسے میں نے تم کو یہ نعمت بخشی کہ تم لوگوں میں تم ہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو تمہیں ہماری آیتیں پڑھ کر سناتا ہے، تمہارے دلوں کو پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں ایسی ایسی باتیں سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے لہذا تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کرونگا، میرا شکر ادا کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔

ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے اپنی دو نعمتوں کا ذکر فرمایا، ایک رسول کی بعثت اور دوسری وہ نصیحت جو اللہ تعالےٰ نے کتاب وحکمت کی شکل میں نازل فرمائی اور جس کی تکمیل کا وعدہ فرمایا۔

آیت زیر تفسیر میں بھی اللہ تعالےٰ نے ان دونوں نعمتوں کا ذکر فرمایا، ان کو یاد کرنے کا حکم دیا اور پھر ان نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا (يَعِظُكُمْ بِهٖ) کتاب وحکمت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ تم کو نصیحت فرمارہا ہے کہ احکام الٰہی پر چلو، احکام الٰہی کا مذاق نہ اڑاؤ، اللہ تعالےٰ کی منشاء کے خلاف کام نہ کرو (وَ اتَّقُوا اللّٰهَ) اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہو (وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ) اور یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ اللہ تعالےٰ کو ہر چیز کا علم ہے، اُسے تمہاری نیتوں کا علم ہے، اگر تم نے بدنیتی سے بیویوں کو روکا تو تمہاری بدنیتی کا علم اللہ تعالےٰ کو ہوجائیگا، اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں، لہذا اللہ تعالےٰ سے ڈرجاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالےٰ کی منشاء کے خلاف اس کے احکام پر عمل کرنا اور بیویوں پر ظلم وستم کرنا تمہارے لئے باعث عذاب بن جائے۔

عمل

اے لوگو، بیویوں کو نہ ستائیے، اگر انہیں زوجیت میں رکھنا ہے تو معروف کے مطابق روک لیجئے، اگر چھوڑنے کی نیت ہے تو پھر معروف کے مطابق چھوڑ دیجئے، انہیں پریشان کرنے کے لئے ان کی عدّت کو نہ بڑھائیے، اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہیئے، اس کی آیتوں کو مذاق نہ بنائیے، اس کے احکام پر اس کی منشاء کے مطابق عمل کیجئے، اس کے احکام کا منشاء آسانیاں پیدا کرنا ہے نہ کہ مصائب میں اضافہ کرنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور کتاب وحکمت کے نزول کو نعمت سمجھئے اور ان کا شکر ادا کیجئے اور ان کا شکر یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ کے احکام پر نیک نیتی سے عمل کیا جائے۔

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ
فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ
اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ذٰلِكَ
يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى
لَكُمْ وَاَطْهَرُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ
لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۲۳۲

ترجمہ اور (اے ایمان والو) جب تم عورتوں کو طلاق (رجعی) دو اور ان کی عدت پوری ہو جائے تو اگر میاں بیوی (دونوں) معروف کے ساتھ (دوبارہ نکاح کرنے پر) رضا مند ہو جائیں تو (ان مطلقہ) عورتوں کو اپنے شوہروں سے نکاح کرنے سے نہ روکو، اس حکم سے اس کو نصیحت کی جاری ہے جو تم میں سے اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے، یہ تمہارے لئے بہت اچھی اور بہت پاکیزگی کی بات ہے، اللہ تعالے جانتا ہے (کہ اس میں کیا مصلحت ہے) تمہیں (اس کی مصلحت کا) علم نہیں ۝۲۳۲

معانی مصادر

(لَا تَعْضُلُوْا) عَضَلَ، یَعْضُلُ، عَضْلٌ (ن) روکنا، عورت کو نکاح سے روکنا۔

(تَرَاضَوْا) تَرَاضٰی، یَتَرَاضٰی، تَرَاضِیْ (باب تفاعل) باہم رضامند ہونا۔

(اَزْکٰی) زَکَا، یَزْکُوْ، زَکَاءٌ و زُکُوٌّ و زَکِیٌّ، یَزْکِیْ، زَکِیَ (ن و س) بڑھنا، نشوونما پانا، اچھا ہونا، پاکیزہ ہونا۔

(اَطْهَرُ) طَهَرَ، یَطْهُرُ وطَهُرَ، یَطْهُرُ، طُهْرٌ وطُهُوْرٌ وطَهَارَۃٌ (ن، ک) پاک ہونا۔

(یَعْلَمُ) عَلِمَ، یَعْلَمُ، عِلْمٌ (س) جاننا، پہچاننا۔

شانِ نزول

حضرت مَعْقِل بن یسارؓ فرماتے ہیں:۔

زَوَّجْتُ اُخْتًا لِیْ مِنْ رَجُلٍ فَطَلَّقَهَا حَتّٰی اِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُهَا جَاءَ یَخْطُبُهَا فَقُلْتُ لَهٗ زَوَّجْتُكَ وَفَرَشْتُكَ وَاَكْرَمْتُكَ فَطَلَّقْتَهَا ثُمَّ جِئْتَ تَخْطُبُهَا لَا وَاللّٰهِ لَا تَعُوْدُ اِلَیْكَ اَبَدًا وَكَانَ رَجُلًا لَا بَأْسَ بِهٖ وَكَانَتِ الْمَرْأَۃُ تُرِیْدُ اَنْ تَرْجِعَ اِلَیْهِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ هٰذِهِ الْاٰیَۃَ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ فَقُلْتُ الْاٰنَ اَفْعَلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَزَوَّجَهَا اِیَّاهُ (صحیح بخاری کتاب النکاح باب من قال لا نکاح الا بولی جزء ۷ صـ۲۱)

میں نے اپنی بہن کا ایک شخص سے نکاح کر دیا، اس نے اُس کو طلاق دے دی، جب عدّت گذر گئی تو وہ (میرے پاس) آیا اور نکاح کا پیغام دیا، میں نے اُس سے کہا میں نے تمہارا نکاح کیا، تمہیں فرش دیا اور تمہاری عزّت افزائی کی، تم نے اُسے طلاق دے دی، اب تم پھر اس سے نکاح کا پیغام دینے آ گئے، نہیں، اللہ کی قسم وہ تمہارے پاس کبھی نہیں آسکتی، اس شخص میں کوئی برائی نہیں تھی اور میری بہن بھی اس کے پاس واپس جانا چاہتی تھی (لیکن میں مانع تھا) اللہ تعالیٰ نے اس وقت یہ آیت نازل فرمائی، میں نے کہا اے اللہ کے رسول اب میں نکاح کر دوں گا، الغرض انہوں نے اپنی بہن کا نکاح اُس شخص سے کر دیا۔

تفسیر

اللہ تعالیٰ نے فرمایا (اے ایمان والو) جب تم عورتوں کو طلاق (رجعی) دو، پھر ان کی عدّت ختم ہو جائے تو ان کو اپنے شوہروں سے (دوبارہ) نکاح کرنے سے نہ روکو (اِذَا تَرَاضَوْا بَیْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ) بشرطیکہ وہ دونوں معروف کے مطابق دوبارہ نکاح کرنے پر رضامند ہوں (ذٰلِكَ یُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ) اس حکم کے ذریعہ اس شخص کو نصیحت کی جارہی ہے جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ ضرور اس حکم کو مان لیگا اور نصیحت کو قبول کرے گا کیونکہ ایمان باللہ اور ایمان بالقیامت اس کے دل میں ڈ۔

پیدا کریگا اور ڈر کی وجہ سے وہ کبھی اللہ تعالٰے کی نافرمانی نہیں کریگا، البتہ وہ شخص نصیحت حاصل نہیں کر سکتا جو اللہ تعالٰے اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا یا ایمان رکھتا ہے تو برائے نام۔ پھر اللہ تعالٰے نے فرمایا (ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ) انہی شوہروں سے دوبارہ نکاح کر دینا بہتر ہے اور زیادہ پاکیزگی کی بات ہے، رہی یہ بات کہ اس میں کیا بہتری ہے اور کیا پاکیزگی ہے تو اس سلسلہ میں اللہ تعالٰے نے فرمایا (وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ) اللہ تعالیٰ جانتا ہے، تم نہیں جانتے، کیونکہ اللہ تعالٰے نے ہمارے جاننے کی نفی کر دی لہذا ہمیں اس کی مصلحتوں اور پاکیزگیوں پر تفکر و تدبر کرنے کی ضرورت نہیں اور اگر ہم تفکر و تدبر کریں تو بھی ان مصلحتوں اور پاکیزگیوں کو نہیں جان سکتے۔

اس آیت میں اللہ تعالٰے نے عدّت گذرنے کے بعد مطلقہ عورت سے دوبارہ نکاح کرنے کی اجازت دی، یہ اجازت تین طلاق کے بعد تو ہو نہیں سکتی اس لئے کہ تین طلاق کے بعد جب تک کسی دوسرے سے نکاح نہ ہو اور وہ طلاق نہ دیدے، پہلے شوہر سے نکاح نہیں ہو سکتا، لہذا اس آیت میں وہ مطلقہ عورت مراد ہے جس کو ایک طلاق دی گئی ہو یا دو طلاقیں دی گئی ہوں اگر ایسی مطلقہ عورت کی عدّت گذر جائے تو رجوع نہیں ہو سکتا اس لئے کہ رجوع کا حق عدّت کی مدّت کے اندر ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے۔

وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ۔ (البقرۃ - ۲۲۸)
شوہر عدّت کے زمانہ میں اپنی مطلقہ بیویوں کو لوٹانے کے زیادہ حقدار ہیں۔

اگر طلاق رجعی کے بعد عدّت کی مدّت گذر جائے تو دوبارہ نکاح ہوگا اور یہی اس آیت کا مفہوم ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالٰے نے عورتوں کے ولیوں کو حکم دیا کہ وہ طلاق رجعی کے بعد عدّت گذر جانے کی صورت میں مطلقہ عورتوں کو اپنے شوہروں سے دوبارہ نکاح کرنے سے نہ روکیں۔

عمل

اے لوگو، جو عورتیں آپ کی ولایت میں ہیں اگر انہیں طلاق رجعی دے دی جائے اور عدّت کی مدّت گذر جائے، پھر اگر وہ اپنے شوہروں سے دوبارہ نکاح کرنا چاہیں تو انہیں نکاح کرنے سے نہ روکیئے اللہ تعالٰے اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے کا تقاضا یہی ہے، اس تقاضے کو پورا کر کے صحیح معنوں میں مؤمن بنیئے۔

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ
حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ
الرَّضَاعَةَ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ
وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلَّفُ
نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ
بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ وَ
عَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ فَإِنْ
أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا
وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا وَ

إِنْ أَرَدْتُّمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ أٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا أَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۳﴾

ترجمہ اور (مطلقہ) مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں، (مطلقہ عورتوں پر یہ پابندی) اس شخص کی خاطر (عائد کی جا رہی) ہے۔ جو دودھ پلانے کی مدّت کو پورا کرنا چاہتا ہے۔ (دودھ پلانے کی مدّت میں) ان مطلقہ عورتوں کے کھانے اور کپڑے کی ذمّہ داری بچّہ کے باپ پر معروف و دستور کے مطابق ہوگی، کسی شخص کو ایسی تکلیف نہ دی جائے جو اس کی طاقت سے باہر ہو: نہ ماں کو اس کے بچہ کی وجہ سے کسی قسم کی تکلیف پہنچائی جائے اور نہ باپ کو اس کے بچہ کی وجہ سے کسی قسم کی تکلیف پہنچائی جائے اور (اگر باپ نہ ہو تو باپ کے) وارث پر (ماں کے کھانے اور کپڑے کی) ذمّہ داری ویسی ہی ہوگی (جیسی باپ پر ہوتی)۔ اگر ماں اور باپ آپس کی رضامندی اور مشورہ سے بچہ کا دودھ چھڑانا چاہیں تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں اور (اے لوگو) اگر تم اپنی اولاد کو (ماں کے علاوہ کسی اور عورت سے) دودھ پلوانا چاہو تو تم پر کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ تم (ان دودھ پلانے والی عورتوں کو) دستور کے مطابق (ان کی) مقررہ اجرت پوری ادا کرو، اللہ سے ڈرتے رہو، اور (اس بات کو اچھی طرح) سمجھ لو کہ جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے ﴿۲۳۳﴾

معانی و مصادر (يُرْضِعْنَ) أَرْضَعَ، يُرْضِعُ، إِرْضَاعٌ (باب افعال) دودھ پلانا۔

(رَضَاعَةَ) رَضِعَ، يَرْضَعُ، رَضْعٌ و رَضِعٌ و رِضَاعٌ و رَضَاعَةٌ (س، ف، ض) دودھ پینا، بچہ کا چھاتی چوسنا۔

(وَالِدَات، مَوْلُوْد) وَلَدَ، يَلِدُ، لِدَةٌ و وِلَادٌ و وِلَادَةٌ و إِلَادَةٌ و مَوْلِدٌ (ض) جننا۔

(کِسْوَۃٌ) کَسَا، یَکْسُوْ، کَسْوٌ (ن) پہنانا [کِسْوَۃٌ = لباس]
(تُکَلَّفُ) کَلَّفَ، یُکَلِّفُ، تَکْلِیْفٌ (باب تفعیل) ایسے کام کا حکم دینا جو شاق گذرے۔
(وُسْعٌ) وَسِعَ، یَوْسَعُ، وَسْعٌ (ف) کشادگی کرنا اور زیادہ کر دینا۔
(وَارِثٌ) وَرِثَ، یَرِثُ، وِرْثٌ و اِرْثٌ و اِرْثَۃٌ و رِثَۃٌ و تُرَاثٌ (ح) وارث ہونا۔
(فِصَالٌ) فَاصَلَ، یُفَاصِلُ، مُفَاصَلَۃٌ و فِصَالٌ (باب مفاعلۃ) چھوڑ دینا [فِصَالٌ = دودھ چھڑانا]۔
(تَشَاوُرٌ) تَشَاوَرَ، یَتَشَاوَرُ، تَشَاوُرٌ (باب تفاعل) باہم مشورہ کرنا۔
(تَسْتَرْضِعُوْا) اِسْتَرْضَعَ، یَسْتَرْضِعُ، اِسْتِرْضَاعٌ (باب استفعال) دودھ پلوانا۔
(سَلَّمْتُمْ) سَلَّمَ، یُسَلِّمُ، تَسْلِیْمٌ (باب تفعیل) سلام کرنا۔ دے دینا، راضی ہونا، مطیع ہونا۔
(بَصِیْرٌ) بَصُرَ، یَبْصُرُ، بَصَرٌ و بَصَارَۃٌ (س ک) دیکھنا، علم ہونا۔

تفسیر جب کسی عورت کو ایسی حالت میں طلاق دی جائے کہ اس کی گود میں شیر خوار بچہ ہو اور وہ اس کو دودھ پلاتی ہو تو اگر اس بچہ کا باپ یہ چاہے کہ اس کی مطلقہ بیوی اس بچہ کو اس وقت تک دودھ پلائے جب تک مدت رضاعت پوری نہ ہو جائے تو ایسی صورت میں اس عورت کو چاہیئے کہ مدت رضاعت پوری کرے اور اس بچہ کو جب تک دو سال پورے نہ ہو جائیں دودھ پلاتی رہے، مثلاً اگر طلاق کے وقت بچہ کی عمر ایک سال دو ماہ کی ہے تو اس کی مدت رضاعت دس ماہ باقی ہیں، اگر شوہر چاہتا ہے کہ اس کی مطلقہ بیوی مدت رضاعت کو پوری کرے اور دس مہینہ اور دودھ پلائے تو مطلقہ بیوی پر لازم ہے کہ وہ اس مدت کے اختتام تک دودھ پلائے، دودھ پلانے کی مدت میں بچہ کے باپ پر لازم ہے کہ وہ بچہ کی ماں کے کھانے اور کپڑے کے اخراجات برداشت کرے (بِالْمَعْرُوْفِ) لیکن یہ اخراجات زمانہ کے دستور اور خاندانی رسم و رواج کے مطابق ہوں، ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالےٰ کے مقررہ حدود سے تجاوز کر کے فضول خرچی کی حد تک پہنچ جائیں اور نہ یہ کہ باپ کی وسعت سے زیادہ ہوں اس لئے کہ (لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا) کسی شخص کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جائے (لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ) نہ ماں کو اس کے بچہ کی وجہ سے تکلیف پہنچائی جائے اور نہ باپ کو اس کے بچہ کی وجہ سے تکلیف پہنچائی جائے (وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ) اگر باپ نہیں ہے تو وارث پر لازم ہے کہ وہ اسی کے مثل اخراجات برداشت کرے، ماں یا باپ کو اختیار نہیں کہ وقت مقررہ سے پہلے بچہ کا دودھ چھڑا دیں ہاں (اِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا) اگر دونوں آپس کی رضامندی اور باہمی مشورہ سے دودھ چھڑانا چاہیں تو پھر ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں اگر ان میں سے کوئی ایک آپس کی رضامندی اور باہمی مشورہ کے بغیر دودھ چھڑائے تو وہ گناہگار ہوگا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا

(وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْا) اگر تم شرعی قاعدے سے یہ چاہو کہ ماں کے علاوہ کسی اور عورت سے دودھ پلواؤ تو اس میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ (اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ) دودھ پلانے والی کو معروف کے مطابق مقرر کردہ اجرت دے دو (وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ) اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، تم میں سے کوئی کسی کی حق تلفی نہ کرے، کسی کے ساتھ زیادتی نہ کرے، کسی کو بے جا تکلیف نہ پہنچائے، اور نہ کسی کا نقصان کرے اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ اس کے اعمال کو دیکھ رہا ہے وہ ضرور اس کی سزا دیگا، وہ اس کی گرفت سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتا۔

آیت زیرِ تفسیر سے ثابت ہوا کہ دودھ پلانے کی کامل مدت دو سال ہے، اس مدت سے زیادہ نہ ماں کو اختیار ہے کہ وہ دودھ پلانے کی خاطر بچے کو روکے رکھے اور اپنا نان نفقہ باپ سے طلب کرے اور نہ باپ کو اختیار ہے کہ وہ ماں کو دو سال سے زیادہ دودھ پلانے کی تکلیف دے۔

اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ دو سال تک دودھ پلانا لازمی نہیں، اگر ماں اور باپ آپس کے مشورہ اور باہمی رضامندی سے دو سال سے پہلے دودھ چھڑانا چاہیں تو وہ چھڑا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ۔ (لقمٰن۔۱۴) — بچہ کا دودھ چھڑانا دو سال کے اندر ہوتا ہے

اگر مطلقہ بیوی کے دوسرا نکاح کرنے یا کسی اور وجہ سے باپ اور اس کی مطلقہ بیوی میں اختلاف ہو جائے تو پھر باپ کو کسی دوسری عورت سے دودھ پلوانا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰى ۝ (الطلاق۔۶) — اور اگر تم میں اختلاف ہو جائے تو پھر کوئی اور عورت باپ کی خاطر (اس بچہ کو) دودھ پلائے۔

نوٹ:۔ رضاعت کے جملہ مسائل انشاء اللہ سورۃ الطلاق کی تفسیر میں بیان کئے جائیں گے۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیئے، نہ کسی کا نقصان کیجئے اور نہ کسی پر زیادتی، جو فرائض آپ کے ذمہ ہیں انہیں بحسن وخوبی ادا کرتے رہیئے۔

مطلقہ ماؤں کو دو سال تک دودھ پلانے سے انکار کرنا نہیں چاہیئے، باپوں کو چاہیئے کہ وہ رضاعت کے زمانہ میں ان کے اخراجات برداشت کریں، اگر باپ نہ ہوں تو وارث برداشت کریں۔ اگر آپ ماؤں کے علاوہ کسی دوسری عورت سے دودھ پلوائیں تو اُسے اس کی مقررہ مزدوری ادا کیجئے۔

اے لوگو، اسی طرح ہر مزدور کو اس کی پوری اجرت دیجئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ثَلَاثَةٌ اَنَا خَصْمُهُمْ — اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " تین آدمی ایسے ہیں جن کا

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَجُلٌ اَعْطٰى بِىْ ثُمَّ غَدَرَ وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَاَكَلَ ثَمَنَهٗ وَرَجُلٌ اِسْتَاْجَرَ اَجِيْرًا فَاسْتَوْفٰى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهٖ اَجْرَهٗ (صحیح بخاری کتاب الاجارۃ باب اثم من منع اجر الاجیر جزء ۳ صـ۱۱۱)

میں قیامت کے دن دشمن ہوں گا، ایک وہ شخص جو میرا نام لے کر عہد کرے پھر اس کو توڑ دے دوسرا وہ شخص جو کسی آزاد کو (پکڑ کر) بیچے اور اس کی قیمت کھا جائے، اور تیسرا وہ شخص جو کسی مزدور کو اجرت پر رکھے، پھر اس سے مزدوری تو پوری لے لے لیکن اس کی اُجرت اُسے نہ دے۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ
اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ
اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ
اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَاللّٰهُ بِمَا
تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۳۴﴾

ترجمہ اور (اے ایمان والو) تم میں سے جن مردوں کا انتقال ہو جائے اور وہ (اپنے بعد) اپنی بیویاں چھوڑ جائیں تو ان بیویوں کو اپنے (دوسرے نکاح کے معاملہ میں) چار مہینے دس دن توقف کرنا چاہیے، جب یہ مدت پوری ہو جائے تو پھر (اے ایمان والو) تم پر کوئی گناہ نہیں اگر وہ اپنے معاملے میں معروف کے مطابق کوئی کام کرلیں (یعنی دوسرا نکاح کرلیں اور اے ایمان والو خبردار ہو جاؤ کہ) جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہوتا ہے (اگر تم بلا وجہ ان کو نکاح سے باز رکھو گے تو اللہ تعالٰے کو اس کا علم ہو گا پھر اگر وہ چاہے گا تو تم کو اس کی مناسب سزا دے گا) ﴿۲۳۴﴾

معانی و مصادر (يُتَوَفَّوْنَ) تَوَفّٰى، يَتَوَفّٰى، تَوَفِّىْ (باب تفعل) پورا حق دینا، پورا حق لینا، پورا کرنا، گننا، سُلا دینا، موت دینا۔

(يَذَرُوْنَ) وَذَرَ، يَذَرُ، وَذْرٌ (ف) کاٹنا، چھوڑنا۔

(یَتَرَبَّصْنَ) تَرَبَّصَ، یَتَرَبَّصُ، تَرَبُّصٌ (باب تفعل) انتظار کرنا، توقف کرنا۔
(خَبِیْرٌ) خَبَرَ، یَخْبُرُ، خُبْرٌ و خِبْرٌ و خِبْرَۃٌ و مَخْبُرَۃٌ (ک ف) کسی چیز کی حقیقت کا علم ہونا۔

تفسیر مطلقہ عورتوں کی عدّت کا بیان اوپر گذر چکا ہے، اس آیت میں اللہ نے بیوہ عورتوں کی عدّت بتائی۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ بیوہ عورتیں چار مہینہ دس دن عدّت میں بیٹھیں۔ چار مہینے اور دس دن گذر جانے کے بعد اگر وہ اپنے نکاح کے سلسلہ میں معروف باتیں کریں تو کر سکتی ہیں، ان کے ایسا کرنے پر ان کے ولیوں پر کوئی گناہ نہ ہوگا، اگر عدّت کے زمانہ میں یا عدّت گذرنے کے بعد وہ کوئی غیر معروف کام کریں گی یا عدّت گذر جانے کے بعد ان کے اولیاء ان کو معروف طریقہ پر نکاح کرنے سے روکیں گے تو ان اعمال کی اللہ تعالےٰ کو خبر ہوگی اور اگر وہ چاہے گا تو غیر معروف کام کرنے والے کو مناسب سزا دے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا یَحِلُّ لِامْرَأَۃٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ عَلٰی مَیِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ اِلَّا عَلٰی زَوْجٍ فَاِنَّھَا تُحِدُّ عَلَیْہِ اَرْبَعَۃَ اَشْھُرٍ وَّ عَشْرًا (صحیح بخاری کتاب الجنائز باب حد المرأۃ علی غیر زوجھا جزء ۲ صـ۹۹ و صحیح مسلم کتاب الطلاق باب وجوب الاحداد فی عدۃ الوفاۃ جزء اول صـ۴۸۶)

کسی عورت کے لئے جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتی ہو جائز نہیں کہ کسی میّت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے سوائے شوہر کے، اس لئے کہ اس پر اُسے چار مہینہ دس دن سوگ کرنا لازمی ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بیوہ عورت کو عدّت کے زمانہ میں سوگ کرنا چاہیئے یعنی بناؤ سنگار نہیں کرنا چاہیئے۔

حضرت اُمِّ سلمہؓ فرماتی ہیں:۔

جَاءَتِ امْرَأَۃٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ ابْنَتِیْ تُوُفِّیَ عَنْھَا زَوْجُھَا وَقَدِ اشْتَکَتْ عَیْنُھَا اَفَتَکْحُلُھَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا مَرَّتَیْنِ اَوْ ثَلَاثًا کُلَّ ذٰلِکَ یَقُوْلُ لَا ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا ھِیَ اَرْبَعَۃُ اَشْھُرٍ وَّعَشْرٌ وَقَدْ کَانَتْ اِحْدَاکُنَّ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ تَرْمِیْ بِالْبَعَرَۃِ عَلٰی رَأْسِ الْحَوْلِ قَالَ حُمَیْدٌ

ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کیا " اے اللہ کے رسول، میری بیٹی کا شوہر مر گیا ہے اور اس کی آنکھیں دُکھ رہی ہیں تو کیا میں اس کی آنکھوں میں سرمہ لگا سکتی ہوں؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین مرتبہ فرمایا "نہیں"، پھر آپ نے فرمایا " اب تو چار مہینہ دس دن ہی کی عدّت ہے، ایام جاہلیت میں (تو ایک سال کی عدّت ہوتی تھی) ایک سال کے بعد عورت مینگنی پھینک کر عدّت سے باہر نکلتی تھی"۔ حمید کہتے

فقلت لزینب وما ترمی بالبعرۃ علی رأس الحول فقالت زینب کانت المرأۃ اذا توفی عنہا زوجہا دخلت حفشا و لبست شر ثیابہا ولم تمس طیبا حتی تمر بہا سنۃ ثم تؤتی بدابۃ حمار او شاۃ او طائر فتفتض بہ فقلما تفتض بشیء الا مات ثم تخرج فتعطی بعرۃ فترمی ثم تراجع بعد ما شاءت من طیب او غیرہ و فی روایۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد کانت احداکن تمکث فی شر احلاسہا او شر بیتہا فاذا کان حول فمر کلب رمت ببعرۃ (صحیح بخاری کتاب الطلاق باب تحد المتوفی عنہا زوجہا اربعۃ اشہر وعشرا جزء ۲ ص ۸۰۳ و صحیح مسلم کتاب الطلاق باب وجوب الاحداد فی عدۃ الوفاۃ جزء اول ص ۴۸۶)

ہیں میں نے زینبؓ سے پوچھا سال کے بعد مینگنی پھینکنے کا کیا مطلب ہے؟ زینبؓ نے فرمایا "عورت کا جب خاوند مرجاتا تھا تو وہ ایک چھوٹی سی کوٹھڑی میں خراب کپڑے پہن کر بیٹھ جاتی تھی اور خوشبو نہیں لگاتی تھی یہاں تک کہ ایک سال گذرے، پھر کوئی جانور گدھا یا بکری یا پرندہ لایا جاتا، پھر وہ عورت اس پر (ہاتھ) پھیرتی، بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ وہ جانور زندہ بچتا ورنہ اکثر مرجاتا تھا، پھر وہ اس کوٹھڑی سے نکلتی پھر اُسے مینگنی دی جاتی، وہ مینگنی پھینکتی پھر وہ جو خوشبو وغیرہ چاہتی لگاتی (ایک اور روایت میں ہے کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کتا اس کے پاس سے گذرتا تو وہ اس کے مینگنی مارتی تھی۔

مندرجہ بالا احادیث سے ثابت ہوا کہ بیوہ کو عدت میں سرمہ لگانا نہیں چاہیئے خواہ آنکھیں ہی کیوں نہ دکھتی ہوں۔

ایام جاہلیت میں بیوہ کے عدت گذارنے کا جو طریقہ تھا وہ نہایت معیوب اور ظالمانہ تھا، عدت کی مدت ایک سال تھی، اللہ تعالیٰ نے عورتوں پر یہ ایک اور احسان کیا کہ عدت کی مدت کو کم کرکے چار مہینہ دس دن کر دیا اور عدت گذارنے کے ظالمانہ طریقہ کو منسوخ فرما دیا۔

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ
مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ
اَنْفُسِكُمْ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ
وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ
تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا وَلَا تَعْزِمُوْا
عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ
اَجَلَهٗ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ
اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ
اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۳۵﴾

ترجمہ اور (اے مؤمنین، بیوہ عورتوں کو عدّت کے زمانہ میں نکاح کا پیغام نہ دو، ہاں) اگر پیغام نکاح کے سلسلہ میں کنایۃً کوئی بات کہہ دو تو تم پر کوئی گناہ نہیں اور اگر نکاح کے ارادہ کو دل میں چھپاؤ (تو بھی کوئی حرج نہیں)۔ یہ تو اللہ کو معلوم ہے کہ تم ان کا ذکر کرو گے (خواہ دل میں کرو یا کسی کے سامنے زبان سے کرو اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں) لیکن خفیہ طور پر ان سے کوئی عہد و پیمان نہ کرو سوائے اس کے کہ کوئی معروف بات (کنایۃً) کہہ دو (جیسا کہ تمہیں بتایا جا چکا ہے) اور (دیکھو) جب تک عدّت کا زمانہ پورا نہ ہو جائے نکاح کی بات کو پکا کرنے کے لئے کوئی جدوجہد نہ کرنا اور یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ اللہ (سے تم کوئی عملی جدوجہد چھپا نہیں سکو گے اس لئے کہ وہ) تو ان باتوں کو بھی جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہوتی ہیں، لہذا اس سے ڈرتے رہو (وہ جب چاہے تمہاری گرفت کر سکتا ہے) اور یہ بھی اچھی طرح سمجھ لو کہ (اگر اتفاقاً نادانی سے کوئی غلطی ہو گئی تو اللہ اُسے معاف کر دے گا اس لئے کہ) اللہ بخشنے والا اور (بڑا) بردبار ہے (۲۳۵)

معانی و مصادر (عَرَّضْتُمْ) عَرَّضَ، يُعَرِّضُ، تَعْرِيْضٌ (باب تفعیل) کنایۃً کوئی بات کہنا (صراحتاً نہ کہنا)

(خِطْبَةِ) خَطَبَ، يَخْطُبُ، خَطْبٌ و خِطْبَةٌ (ن) نکاح کا پیغام بھیجنا۔

(اَكْنَنْتُمْ) اَكَنَّ، يُكِنُّ، اِكْنَانٌ (بابِ افعال) چھپانا۔

(تَذْكُرُوْنَ) ذَكَرَ، يَذْكُرُ، ذِكْرٌ و تَذْكَارٌ (ن) اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید بیان کرنا، یاد کرنا، بیان کرنا،

(لَا تُوَاعِدُوْا) وَاعَدَ، يُوَاعِدُ، مُوَاعَدَةٌ (باب مفاعلہ) آپس میں عہد و پیمان کرنا۔

(لَا تَعْزِمُوْا) عَزَمَ، يَعْزِمُ، عُزْمٌ و مَعْزَمٌ و عَزِيْمَةٌ و عَزْمَةٌ و عَزِيْمَةٌ و عُزْمَانٌ پختہ ارادہ کرنا، کسی کام کے لئے کوشش کرنا۔

(عُقْدَةٌ) عَقَدَ، يَعْقِدُ، عَقْدٌ (ض) گرہ لگانا، معاہدہ کرنا [عُقْدَةٌ = گرہ، وجوب، مضبوطی]۔

(اَجَلٌ) اَجِلَ، يَاْجَلُ، اَجَلٌ (س) موخر کرنا، وقت مقرر کرنا۔

(اِحْذَرُوْا) حَذِرَ، يَحْذَرُ، حِذْرٌ و مَحْذُوْرَةٌ (س) ڈرنا۔

تفسیر اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیوہ عورتوں پر یہ پابندی عائد کی کہ ایام عدّت میں وہ نکاح نہ کریں مردوں پر یہ پابندی عائد کی کہ وہ ایام عدّت میں بیوہ سے نکاح کے سلسلہ میں کوئی عملی قدم نہ اٹھائیں، نہ صراحتاً نکاح کا پیغام دیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ۔ اے مؤمنین (وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ) اگر تم کنایۃً نکاح کا پیغام دو (اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ) یا نکاح کے ارادہ کو دل میں چھپائے رکھو تو تم پر کوئی گناہ نہیں (عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ) اللہ تعالیٰ کو یہ بات معلوم ہے کہ تمہاری زبان پر ان کا ذکر آئیگا، دلوں میں انکا خیال گذرے گا (تو یہ دونوں باتیں تمہارے لئے جائز ہیں) لیکن ایسا نہ کرنا کہ ایام عدّت میں خفیہ طور پر ان سے

نکاح کا عہد و پیمان کرلو (اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا) سوائے اس کے کہ کوئی معروف بات کہہ دو (جس میں نکاح کے پیغام کی صراحت نہ ہو بلکہ کنایہ و تعریض ہو جس کی اجازت تم کو پہلے دی جاچکی ہے، مثلاً یہ کہہ دو کہ میرا بھی نکاح کا ارادہ ہے) اور اے ایمان والو، جب تک عدّت کی مدّت پوری نہ ہوجائے نکاح کی مضبوطی کے لئے کوئی جدوجہد نہ کرو، کوئی عملی قدم نہ اٹھاؤ اور اگر تم نے خفیہ طور سے بھی اس سلسلہ میں کوئی قدم اٹھایا تو اچھی طرح سمجھ لو کہ اللہ تعالےٰ کو تو معلوم ہو جائیگا، اس سے تم نہیں چھپا سکو گے کیونکہ (اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ) وہ تو دلوں کے ارادوں کو بھی جانتا ہے اور جو دلوں کے ارادہ کو جانتا ہو بھلا اس سے عمل کا چھپانا کس طرح ممکن ہے، تمہاری عملی جدّوجہد اللہ تعالےٰ کو ضرور معلوم ہو جائے گی اور پھر وہ تمہاری گرفت کرے گا (فَاحْذَرُوْهُ) لہذا اس سے ڈرتے رہو اور اس کی مرضی کے خلاف قصداً کوئی قدم نہ اٹھاؤ ہاں اگر نادانی سے کوئی غلطی ہو جائے تو (اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ) اللہ تعالےٰ معاف کر دیگا کیونکہ وہ بہت درگذر کرنے والا اور بہت حلم والا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۝
(الشوریٰ - ۳۰)

جو مصیبت تمہیں پہنچتی ہے وہ تمہاری ہی بداعمالیوں کا نتیجہ ہوتی ہے اور تمہاری بہت سی بداعمالیوں کو تو اللہ تعالےٰ ویسے ہی معاف کر دیتا ہے (یہ اس کا حلم ہے کہ کوئی سزا نہیں دیتا)۔

عمل

اے ایمان والو! بیوہ عورتوں سے ان کی عدّت کے زمانہ میں نکاح کا کوئی خفیہ معاہدہ نہ کیجئے بلکہ صریح الفاظ میں نکاح کا پیغام بھی نہ دیجئے، ہاں اگر آپ کنایۃً کوئی بات کہہ دیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، اور اے لوگو، اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہئے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے احکام کی خلاف ورزی کی وجہ سے آپ پر عذاب نازل ہو جائے، اور اللہ تعالےٰ کی رحمت و مغفرت سے ناامید بھی نہ ہو جائیے، اس لئے کہ وہ بہت معاف کرنے والا اور بہت بردبار ہے۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ

مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ

فَرِيضَةً وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ

قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا

بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ ﴿٢٣٦﴾

وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ

تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ

فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّا

أَنْ يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوَ الَّذِي بِيَدِهِ

عُقْدَةُ النِّكَاحِ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۷﴾

ترجمہ اور (اے ایمان والو) تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم (اپنی) بیویوں کو اس حالت میں طلاق دو کہ تم نے نہ اُن کو ہاتھ لگایا ہو اور نہ مہر مقرر کیا ہو، (ہاں یہ بات پھر بھی ضروری ہے کہ جب تم انہیں طلاق دے کر رخصت کرو تو) انہیں کچھ مال و متاع دے دو، وسعت والا اپنی حیثیت کے مطابق دے اور تنگ دست آدمی اپنی حیثیت کے مطابق دے (بہر حال ہر ایک کو) معروف کے مطابق (کچھ مال ضرور دینا چاہیئے)، نیکی کرنے والوں پر اس مال کا دینا ضروری ہے ﴿۲۳۶﴾ اور (اے ایمان والو) اگر تم اپنی بیویوں کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دو لیکن مہر مقرر کر چکے ہو تو ان کو (رخصت کرتے وقت) آدھا مہر دو سوائے اس صورت کے کہ بیویاں خود معاف کر دیں یا (ان کا) ولی معاف کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ لگانا ہے اور (اے ایمان والو ایسی صورت میں) اگر تم معاف کر دو تو یہی تقوای کے قریب ہے، (اور اے ایمان والو) آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک کرنے کو فراموش نہ کرو، بے شک اللہ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے (اگر تم احسان کرو گے تو اللہ تمہیں اس کا اجر دیگا اور اگر زیادتی کرو گے تو تمہیں اس کی سزا دیگا) ﴿۲۳۷﴾

معانی و مصادر

(تَمَسُّوْ) مَسَّ، يَمُسُّ، مَسٌّ و مَسِيْسٌ (ن و ف) چھونا۔

(تَفْرِضُوْا) (فَرِيْضَةً) فَرَضَ، يَفْرِضُ، فَرْضٌ (ض) مقرر کرنا، واجب کرنا [فَرِيْضَةٌ = فرض، اس کی جمع فرائض ہے]

(مَتِّعُوْا) مَتَّعَ، يُمَتِّعُ، تَمْتِيْعٌ (باب تفعيل) نفع پہنچانا، مطلقہ عورت کو مال دینا۔

(مُوْسِعٌ) اَوْسَعَ، يُوْسِعُ، اِيْسَاعٌ (باب افعال) وسعت والا ہونا، غنی ہونا، وسعت دینا۔

(قَدَرُهٗ) قَدَرَ، يَقْدِرُ، قَدَرُ و قَدْرُ (ن، ض) تعظیم کرنا، تقسیم کرنا، رزق تنگ کرنا

قَدَرٌ = طاقت۔

(مُقْتِرِ) اَقْتَرَ، يُقْتِرُ، اِقْتَارٌ (باب افعال) کسی کا مال کم ہونا، خرچ تنگ کرنا۔
(حَقًّا) حَقَّ، يَحِقُّ، حَقٌّ (ض) واجب ہونا۔
حَقَّ، يَحُقُّ، حَقٌّ (ن) واجب کرنا۔
(يَعْفُوْنَ) (يَعْفُوْ) عَفَا، يَعْفُوْ، عَفْوٌ (ن) معاف کرنا، زیادہ کرنا، زیادہ ہونا۔
(عُقْدَةٌ) عَقَدَ، يَعْقِدُ، عَقْدٌ (ض) گرہ لگانا، پکا کرنا، معاہدہ کرنا (عُقْدَةٌ۔ گرہ، مضبوطی)۔
(اَقْرَبُ) قَرِبَ، يَقْرَبُ وقَرُبَ، يَقْرُبُ، قُرْبٌ وقُرْبَانٌ (س، كِ) قریب ہونا۔
(تَقْوٰی) اِتَّقٰی، يَتَّقِيْ، اِتِّقَاءٌ (باب انتعال) ڈرنا (تقوی اس مصدر سے اسم ہے)۔
(لَا تَنْسَوُا) نَسِيَ، يَنْسٰی، نَسْيٌ ونِسْيَانٌ ونَسَايَةٌ ونَسْوَةٌ (س) بھولنا۔
(فَضْلٌ) فَضَلَ، يَفْضُلُ وفَضِلَ يَفْضَلُ، فَضْلٌ (ن، س) باقی رہنا، فاضل ہونا، فضل میں غالب کرنا۔

تفسیر ان آیات میں اللہ تعالٰے نے طلاق کی دو قسموں کا ذکر کیا ہے، ایک یہ کہ نکاح ہو گیا لیکن مہر مقرر کرنے اور صحبت کرنے سے پہلے طلاق دے دی، دوسری یہ کہ نکاح ہو گیا اور مہر بھی مقرر کر دیا لیکن صحبت کرنے سے پہلے طلاق دے دی۔

اللہ تعالٰے نے ان دونوں قسم کی طلاقوں کو جائز قرار دیا البتہ پہلی صورت میں بیوی کو رخصت کرتے وقت اپنی حیثیت کے مطابق کچھ مال دینے کا حکم دیا اور دوسری صورت میں بیوی کو رخصت کرتے وقت آدھا مہر ادا کرنے کا حکم دیا گویا اللہ تعالٰے کی طرف سے عورتوں پر یہ دو مزید احسان کئے گئے۔

نوٹ:۔ آیت ۲۳۶ سے معلوم ہوتا ہے کہ مہر کا مقرر کرنا نکاح کے لئے شرط نہیں اگرچہ ضروری ہے جیسا کہ ہم انشاء اللہ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۲۴ کی تفسیر میں بیان کریں گے۔

اسلام سے پہلے عورتوں پر نکاح، طلاق، ایلاء، عدّت، رضاعت وغیرہ کے سلسلہ میں جو مظالم ڈھائے جاتے تھے اللہ تعالٰے نے ان کا کلیۃً خاتمہ کر دیا اور صرف مظالم و مصائب ہی کا خاتمہ نہیں کیا بلکہ ایسے احکام کا بھی نفاذ فرمایا جن سے ان کی زندگیاں خوشگوار ہو جائیں۔

مندرجہ بالا طلاق کی دو قسموں میں سے پہلی قسم کے متعلق اللہ تعالٰے ایک اور جگہ ارشاد فرماتا ہے:۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا فَمَتِّعُوْهُنَّ وَ سَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝

(الاحزاب - ۴۹)

اے ایمان والو، جب تم مؤمن عورتوں سے نکاح کرو، پھر ان کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو تو تمہارے لئے ان پر کوئی عدّت نہیں کہ تم اسے پورا کراؤ، ہاں انہیں کچھ مال دے دو اور پھر بخیرو خوبی رخصت کر دو۔

مال و متاع دینے کے سلسلہ میں اللہ تعالٰے نے ایک شرط بھی لگا دی اور وہ یہ کہ (مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ)

مال ومتاع معروف و دستور کے مطابق دیا جائے، نہ حیثیت سے کم اور نہ حیثیت سے زیادہ، (عَلَی الْمُوْسِعِ قَدَرُہٗ) خوشحال اور فارغ البال آدمی اپنی مقدرت کے مطابق دے (وَعَلَی الْمُقْتِرِ قَدَرُہٗ) تنگ دست آدمی اپنی مقدرت کے مطابق دے، پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (حَقًّا عَلَی الْمُحْسِنِیْنَ) نیک لوگوں پر مطلقہ عورتوں کو کچھ مال و متاع دینا فرض ہے۔

طلاق کی دوسری قسم کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے (فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ) اگر مہر مقرر کر دیا ہے تو رخصت کرتے وقت مطلقہ عورت کو آدھا مہر دو، مردوں پر نصف مہر کی ادائیگی فرض ہے، اس سے وہ بچ نہیں سکتے (اِلَّآ اَنْ یَّعْفُوْنَ) سوائے اس صورت کے کہ مطلقہ عورتیں اس مہر کو معاف کر دیں (اَوْ یَعْفُوَا الَّذِیْ بِیَدِہٖ عُقْدَۃُ النِّکَاحِ) یا ان مطلقہ عورتوں کے ولی جن کو (ان عورتوں کا) نکاح کرنے کا اختیار ہے معاف کر دیں، معافی کی بس یہی دو صورتیں ہیں، مطلقہ عورت معاف کرے یا اس کا ولی۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی عورت کے نکاح میں اس کے ولی کی اجازت کو بھی دخل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا نِکَاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ (جامع ترمذی کتاب النکاح باب ماجاء لانکاح الا بولی جزء اول ص۳۳۵ وسندہ صحیح نیل الاوطار جزء ۶ ص۱۰۱ و ص۱۰۲)	بغیر ولی کے نکاح نہیں ہوتا۔

لیکن ولی کو یہ اختیار نہیں کہ وہ زبردستی نکاح کر دے بلکہ اس سلسلہ میں عورت کی مرضی بھی ضروری ہے اور ولی کا فرض ہے کہ وہ عورت کی مرضی معلوم کرے، خواہ عورت کنواری ہو یا بیوہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا تُنْکَحُ الْاَیِّمُ حَتّٰی تُسْتَاْمَرَ وَلَا تُنْکَحُ الْبِکْرُ حَتّٰی تُسْتَاْذَنَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَکَیْفَ اِذْنُھَا؟ قَالَ اَنْ تَسْکُتَ (صحیح بخاری کتاب النکاح باب لاینکح الاب وغیرہ البکر والثیب اِلَّا برضاھا جزء ۷ ص۲۳ وصحیح مسلم کتاب النکاح باب استئذان الثیب فی النکاح جزء اول ص۵۹۲)	بیوہ کا نکاح نہ کیا جائے جب تک اس سے مشورہ نہ کر لیا جائے اور کنواری کا نکاح نہ کیا جائے جب تک اس سے اجازت نہ لے لی جائے، لوگوں نے کہا، اے اللہ کے رسول، اس سے اجازت کیسے لی جائے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا خاموش رہنا اس کی اجازت ہے۔

بیوہ عورت کو اپنے نکاح کے معاملہ میں ولی سے زیادہ اختیار ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلْاَیِّمُ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِیِّهَا (صحیح مسلم کتاب النکاح باب استئذان الثیب فی النکاح جزء اول ص۵۹۲) بیوہ اپنے نفس کے معاملہ میں اپنے ولی سے زیادہ حق دار ہے۔

ولی اگر بیوہ کی مرضی کے خلاف نکاح کردے تو وہ نکاح فسخ کر دیا جائے گا حضرت خنساءؓ فرماتی ہیں:۔

اَنَّ اَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِیَ ثَیِّبٌ فَکَرِهَتْ ذٰلِکَ فَاَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ نِکَاحَهٗ (صحیح بخاری کتاب النکاح باب اذا زوج ابنته وھی کارھة جزء ۳ ص۲۳) ان کے والد نے ان کا نکاح کر دیا، وہ بیوہ تھیں، انہیں وہ نکاح ناپسند تھا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، آپ نے والد کے نکاح کو ردّ کر دیا۔

باپ کو کنواری لڑکی سے بھی اجازت لینا ضروری ہے جیسا کہ اوپر لکھا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

وَالْبِکْرُ یَسْتَاْذِنُهَا اَبُوْهَا فِیْ نَفْسِهَا وَاِذْنُهَا صُمَاتُهَا (صحیح مسلم کتاب النکاح باب استئذان الثیب فی النکاح جزء اول ص۵۹۲) باپ کو چاہئے کہ کنواری لڑکی سے اس کے نکاح کے سلسلہ میں اجازت لے اور اس کی اجازت اس کا خاموش رہنا ہے۔

الغرض اللہ تعالےٰ کے حکم کے مطابق نصف مہر کی معافی مطلقہ عورت کے اختیار میں ہے یا اس کے ولی کے اختیار میں، پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی) کہ اگر تم وہ نصف مہر معاف کر دو تو یہ تقوے کے قریب ہے اس لئے کہ جب شوہر نے بیوی کو ہاتھ نہیں لگایا تو یہی بات زیادہ اچھی ہے کہ شوہر پر کوئی بار نہ ڈالا جائے، اُس پر احسان کیا جائے اور اے ایمان والو (وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَیْنَکُمْ) آپس میں ایک دوسرے پر احسان کرنے سے غافل نہ رہا کرو بلکہ ایک دوسرے پر احسان کرتے رہا کرو، بیشک اللہ تعالےٰ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے، وہ تمہیں ایک دوسرے پر احسان کرنے کی جزاء دے گا، تمہارا احسان کرنا ضائع نہیں کریگا، تم احسان کرو گے تو اللہ تعالےٰ تم پر احسان کریگا۔

عورتوں کو نکاح کرتے ہی فوراً طلاق دے دینا عورتوں کی بدنامی کا سبب ہوتا ہے، ہوسکتا ہے کہ بعض مرد محض عورتوں کو بدنام کرنے یا ان کو اور ان کے ولیوں کو پریشان کرنے کے لئے نکاح کریں اور بعد میں طلاق دے دیں، اس قسم کے نکاح کا سدّباب کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے مردوں پر ایک پابندی عائد کر دی وہ یہ کہ وہ بہر صورت مطلقہ عورتوں کو رخصت کرتے وقت کچھ نہ کچھ مال ضرور دیں، اگر مہر مقرر نہیں کیا ہے تو وہ اپنی حیثیت کے مطابق مال دیں اور اگر مہر مقرر کر دیا ہے تو نصف مہر ادا کریں۔

عمل

اے لوگو، محض عورتوں کو پریشان کرنے کے لئے نکاح نہ کیجئے، اگر نکاح کر لیا ہے اور پھر طلاق دینا

ناگزیر ہوگیا ہے تو ان مطلقہ عورتوں کو ان کے واجبات جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کردیئے ہیں ادا کیجئے، مطلقہ عورت کسی قسم کی بھی ہو بغیر اُسے کچھ دیئے رخصت نہ کیجئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۝ (تمام) مطلقہ عورتوں کو دستور کے مطابق کچھ نہ کچھ مال دینا متقیوں پر فرض ہے۔

(البقرۃ - ۲۴۱)

اے لوگو، آپس میں ایک دوسرے پر احسان کیا کیجئے۔

آیات نمبر ۲۲۸ تا ۲۳۷ کا خلاصہ

گذشتہ چند آیات میں اللہ تعالیٰ نے طلاق، خلع، عدّت وغیرہ کے مسائل کو بیان کیا، ذیل میں ہم ان کا خلاصہ دے رہے ہیں اور اس سلسلہ میں جو مزید مسائل ہیں ان کا بھی ذکر کریں گے۔

طلاق

طلاق کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل احکام گذر چکے ہیں۔

(۱) مطلقہ عورتیں عدّت گذرنے کے بعد نکاح کریں،

(۲) مطلقہ عورتوں کے پیٹ میں اگر بچہ ہے تو اُسے نہ چھپائیں،

(۳) اگر ایک یا دو طلاقیں دی ہوں تو عدّت کی مدّت کے اندر شوہروں کو اپنی مطلقہ بیویوں سے رجوع کرنے کا اختیار ہے،

(۴) اگر ایک یا دو طلاقیں دی ہوں اور عدّت کی مدّت گذر جائے تو اگر دونوں میاں بیوی راضی ہوں تو دوبارہ نکاح کیا جاسکتا ہے، ولی کو نکاح سے روکنے کا اختیار نہیں،

(۵) اگر تین طلاقیں دے دی ہوں تو پھر نہ رجوع ہوسکتا ہے اور نہ عدّت گذرنے کے بعد نکاح ہوسکتا ہے، ہاں اگر وہ عورت کسی دوسرے سے نکاح کرے اور وہ شوہر جماع کے بعد اسے طلاق دیدے تو پھر وہ عورت اور پہلا شوہر دوبارہ نکاح کرسکتے ہیں بشرطیکہ ان دونوں کو یقین ہو کہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کے حدود کو برقرار رکھ سکیں گے،

(۶) طلاق پاکی کے زمانہ میں دینی چاہیئے یا حمل کے زمانہ میں،

(۷) اگر اذیت ماہانہ میں طلاق دے تو رجوع کرے،

(۸) تین طلاقیں اس طرح دی جائیں کہ ایک طہر میں صرف ایک طلاق دی جائے، اسی طرح دوسری طلاق دوسرے طہر میں اور تیسری طلاق تیسرے طہر میں،

(۹) جس طہر میں جماع کیا ہو اس طہر میں دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوگی، ایسے طہر میں طلاق دے جس میں جماع نہ کیا ہو،
(۱۰) طلاق، عدت (یعنی طہر) کے شروع میں دی جائے،
(۱۱) ایک طہر میں دی ہوئی تین طلاقیں ایک طلاق شمار ہوں گی،
(۱۲) رجوع کرتے وقت یا طلاق دیتے وقت دو عادل مسلم گواہ کرے،
(۱۳) مطلقہ عورتوں کو خوش اسلوبی کے ساتھ کچھ مال و متاع دے کر رخصت کرے،
(۱۴) شوہر مطلقہ عورت سے مہر واپس نہیں لے سکتا،
(۱۵) رجعی طلاقوں کی تعداد صرف دو ہے،
(۱۶) پہلے شوہر کے لئے مطلقہ بیوی کو حلال کرنے کے لئے نکاح نہ کیا جائے، ایسا نکاح نہ نکاح ہوگا اور نہ وہ بیوی پہلے شوہر کے لئے حلال ہوگی،
(۱۷) عورتوں پر ظلم و زیادتی کرنے کی نیت سے بار بار رجوع نہ کرے،
(۱۸) اگر شوہر اپنے بچہ کو اپنی مطلقہ بیوی سے دودھ پلوانا چاہیئے تو مطلقہ بیوی کو دودھ پلانا چاہیئے، اور اگر آپس کے مشورے سے دو سال سے پہلے دودھ چھڑانا چاہے تو کوئی حرج نہیں۔ دودھ پلانے کے زمانہ میں شوہر اپنی مطلقہ بیوی کے اخراجات برداشت کرے،
(۱۹) اگر بیوی کو اس حالت میں طلاق دے کہ نہ اس کو ہاتھ لگایا ہو اور نہ مہر مقرر کیا ہو تو رخصت کے وقت اپنی حیثیت اور معروف کے مطابق کچھ مال دے، اگر مہر مقرر کر دیا ہو تو نصف مہر دے، اگر بیوی یا اس کا ولی اس نصف مہر کو معاف کر دے تو بہتر ہے۔

عدّت

عدّت کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل احکام گذر چکے ہیں۔

(۱) مختلف عورتوں کی عدّت مندرجہ ذیل ہے:۔

عورتوں کی اقسام	عدّت کی مدّت
(الف) وہ مطلقہ عورت جس کو اذیّت ماہانہ آتی ہو	طہر و ناپاکی کے تین دور
(ب) وہ مطلقہ عورت جس کو اذیت ماہانہ آنا بند ہو جائے	تین مہینے
(ت) وہ مطلقہ عورت جس کو اذیّت ماہانہ آنی شروع نہ ہوئی ہو	تین مہینے
(ث) وہ مطلقہ عورت جو حاملہ ہو	وضع حمل تک

(ج) وہ عورت جس نے خلع لی ہو .... ایک اذیت ماہانہ
(ح) وہ عورت جس کا شوہر مر جائے .... چار مہینے دس دن
(خ) وہ عورت جس کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دی گئی ہو.... کوئی عدت نہیں

(۲) بیوہ عورت عدت کے زمانہ میں بناؤ سنگھار نہ کرے، نہ سرمہ لگائے اگرچہ آنکھیں دکھتی ہوں۔

(۳) بیوہ عورتوں کو عدت کے زمانہ میں نکاح کا پیغام نہ بھیجے، کنایۃً کوئی بات کہہ دے تو مضائقہ نہیں،

اب ہم عدت کے سلسلہ میں مزید احکام نقل کرتے ہیں۔

(۴) بیوہ عورت نہ زیور پہنے، نہ خضاب لگائے نہ خوشبو لگائے، نہ رنگا ہوا کپڑا پہنے سوائے اس کپڑے کے جو بُننے سے پہلے رنگا گیا ہو۔ البتہ بیوہ عورت جب اذیت ماہانہ کے بعد نہائے تو پاکی کے لئے خون کے مقامات پر خوشبو کا پھویا لگا سکتی ہے۔

حضرت امّ عطیہؓ کہتی ہیں:۔

كُنَّا نُنْهٰى ان نُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا وَلَا نَكْتَحِلَ وَ لَا نَطَّيَّبَ وَلَا نَلْبَسَ ثَوْبًا مَّصْبُوْغًا اِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ وَقَدْ رُخِّصَ لَنَا عِنْدَ الطُّهْرِ اِذَا اغْتَسَلَتْ اِحْدَانَا مِنْ مَّحِيْضِهَا فِىْ نُبْذَةٍ مِنْ كُسْتِ اَظْفَارٍ (صحیح بخاری کتاب الطلاق باب القسط لِلْحَادَةِ عِنْدَ الطُّهْرِ جزء ۷، ص۴۸ و صحیح مسلم کتاب الطلاق باب وجوب الاحداد فی عدۃ الوفاۃ جزء اول ص۴۸۶)

ہمیں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے) منع کیا جاتا تھا کہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کریں سوائے شوہر کے، شوہر کے مرنے پر چار مہینے دس دن سوگ کریں اور عدت کے زمانے میں نہ سرمہ لگائیں، نہ خوشبو لگائیں اور نہ رنگا ہوا کپڑا پہنیں سوائے اس کپڑے کے جو بننے سے پہلے رنگا گیا ہو، البتہ ہمیں اس بات کی اجازت تھی کہ جب اذیت ماہانہ کے بعد نہائیں تو خوشبو کے ایک پھوئے کو خون کے مقامات پر پھیر لیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا لَا تَلْبَسُ الْمُعَصْفَرَ مِنَ الثِّيَابِ ..... وَلَا الْحُلِيَّ وَلَا تَخْتَضِبُ (رواہ ابوداؤد کتاب الطلاق باب فیما یجتنب المعتدۃ فی عدتہا جزء اول ص۳۲۲ ورجالہ ثقات - نیل ۶ ص۲۵۲ وسندہ صحیح)

بیوہ نہ زرد کپڑا پہنے ...... نہ زیور پہنے اور نہ خضاب لگائے۔

⑤ ایک یا دو طلاق کے بعد مطلقہ عورت کو عدّت کے زمانہ میں اپنے گھر سے نہ نکالے اور نہ وہ خود نکلے البتہ اگر وہ کھلی بے حیائی کرے تو نکال دینا چاہیئے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ (الطلاق-۱)

مطلقہ عورتوں کو ان کے گھر سے نہ نکالو اور نہ وہ نکلیں، سوائے اس صورت کے کہ وہ کھلی بیحیائی کریں (تو انہیں نکال دو)۔

⑥ تیسری طلاق کے بعد وہ شوہر کے گھر سے منتقل ہو جائیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ (البقرۃ-۲۲۹)

طلاق (رجعی) دو مرتبہ ہے، پھر اس کے بعد یا تو معروف کے مطابق اپنی زوجیت میں رہنے دو یا (تیسری طلاق دے کر) بحسن وخوبی رخصت کر دو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ۔ (الطلاق-۲)

(طلاق رجعی کے بعد) جب وہ عدّت کے اختتام کو پہنچ جائیں تو انہیں معروف کے مطابق اپنی زوجیت میں رہنے دو یا معروف کے مطابق رخصت کر دو۔

⑦ مطلقہ عورتوں کو اگر حمل ہو تو وضع حمل تک ان کا خرچ اپنی حیثیت کے مطابق برداشت کرو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (الطلاق-۶)

اگر مطلقہ عورتیں حاملہ ہوں تو وضع حمل تک ان کا خرچ دیتے رہو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ۔ (الطلاق-۷)

صاحب حیثیت اپنی حیثیت کے مطابق خرچ دے اور جو تنگ دست ہو تو جو کچھ اللہ نے اُسے دیا ہے اس میں سے خرچ دے۔

⑧ اگر وضع حمل عدّت کی دوسری مقررہ مدتوں سے پہلے واقع ہو جائے تو وضع حمل ہوتے ہی عدّت ختم ہو جائیگی۔

حضرت مسورؓ کہتے ہیں:۔

اَنَّ سُبَيْعَةَ الْاَسْلَمِيَّةَ نُفِسَتْ بَعْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا بِلَيَالٍ فَجَاءَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَاْذَنَتْهُ

سبیعہ اسلمیہ کو ان کے شوہر کے انتقال کے چند روز بعد وضع حمل ہوا، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور آپ سے نکاح کی اجازت

اَنْ تَنْكِحَ فَاَذِنَ لَهَا فَنَكَحَتْ (صحیح بخاری کتاب الطلاق باب واولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن جزء ۷ صـ۴۳ و صحیح مسلم کتاب الطلاق باب انقضاء عدة المتوفی عنہا زوجها وغیرها بوضع الحمل جزء اول صـ۶۲۲ ولکنہ من روایۃ ام سلمۃ واللفظ للبخاری)

طلب کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نکاح کی اجازت دیدی، لہذا انہوں نے نکاح کرلیا۔

(۹) دوطلاقوں تک شوہر پر فرض ہے کہ عدّت کے زمانہ میں عورت کو اپنے گھر میں رکھے اور اس کا خرچ برداشت کرے، تیسری طلاق کے بعد نہ شوہر پر اس کو اپنے گھر میں رکھنا فرض ہے اور نہ اس کا خرچ برداشت کرنا فرض ہے۔

عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثًا قَالَ لَيْسَ لَهَا سُكْنٰى وَلَا نَفَقَةٌ (صحیح مسلم کتاب الطلاق باب المطلقۃ ثلاثا لا نفقۃ لها جزء اول صـ۶۳۱)

فاطمہ بنت قیسؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس عورت کو تین طلاقیں دے دی گئی ہوں اس کے لئے (شوہر کے ہاں) نہ جائے سکونت باقی رہی اور (نہ شوہر کے ذمہ اس کے) اخراجات ہیں۔

(۱۰) عورت جہاں عدّت گذارے وہاں سے عدّت کے زمانہ میں باہر نہ نکلے البتہ اگر ضرورتًا نکلے تو کوئی حرج نہیں۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں:۔

طُلِّقَتْ خَالَتِيْ فَاَرَادَتْ اَنْ تَجُدَّ نَخْلَهَا فَزَجَرَهَا رَجُلٌ اَنْ تَخْرُجَ فَاَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَلٰى فَجُدِّيْ نَخْلَكِ فَاِنَّكِ عَسٰى اَنْ تَصَدَّقِيْ اَوْ تَفْعَلِيْ مَعْرُوْفًا (صحیح مسلم کتاب الطلاق باب جواز خروج المعتدۃ البائن جزء اول صـ۶۴۳)

میری خالہ کو طلاق دی گئی، انہوں نے اپنے درختوں میں سے کھجور توڑ کر لانے کا ارادہ کیا، ایک شخص نے ان کو اس ارادہ پر زجر و توبیخ کی، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچیں (اور آپ سے دریافت کیا) آپ نے فرمایا کیوں نہیں، نکلو، کھجوریں توڑ کر لاؤ ہو سکتا ہے کہ تم صدقہ دو یا اور کوئی معروف کام کرو۔

(۱۱) بیوہ عورت عدت کا زمانہ اپنے شوہر کے گھر میں گذارے یا اُس گھر میں گذارے جہاں اسے شوہر کی موت کی خبر ملے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فریعہؓ سے فرمایا:۔

اُمْكُثِيْ فِيْ بَيْتِكِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتَابُ اَجَلَهٗ — تم اپنے گھر میں رہو جب تک عدّت ختم نہ ہو جائے۔
(ترمذی ابواب الطلاق باب ماجاء این تعتد المتوفی عنہا زوجہا وصححہ جزء ۱/۲۲۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اُمْكُثِيْ فِي الْبَيْتِ الَّذِيْ اَتَاكِ فِيْهِ نَعْيُ زَوْجِكِ (رواہ الحاکم سندہ صحیح۔ المستدرک جزء ۲ ص ۲۰۸) — اسی گھر میں رہو جہاں تمہیں اپنے شوہر کی وفات کی خبر پہنچی۔

(۱۲) عدّت کی مدّت کا حساب رکھے۔

وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ (الطلاق۔۱) — عدت (کے ایام) کا شمار رکھو۔

خلع

خلع کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل احکام گذر چکے ہیں۔

(۱) عورت کو اختیار ہے کہ اگر وہ شوہر کو پسند نہیں کرتی تو طلاق لے لے،

(۲) عورت کو چاہئے کہ طلاق لیتے وقت پورا مہر یا کچھ مہر معاف کر دے ایسی صورت میں شوہر کو اجازت ہے کہ وہ کل مہر یا مہر کا کوئی جزء بیوی سے لے لے،

(۳) خلع میں ایک طلاق دی جائے۔

(۴) خلع کی عدت ایک اذیت ماہانہ ہے۔

(۵) خلع کے بعد عورت اپنے میکے چلی جائے۔

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿۲۳۸﴾

ترجمہ تمام نمازوں کی مستقل طور پر یکے بعد دیگرے حفاظت کرتے رہو، خصوصاً بیچ والی نماز (یعنی نماز عصر) کی اور (نماز میں) اللہ کے سامنے ادب سے کھڑے رہا کرو۔ ﴿۲۳۸﴾

معانی و مصادر (حَافِظُوْا) حَافَظَ، یُحَافِظُ، مُحَافَظَۃٌ (باب مفاعلہ) مستقل طور پر یکے بعد دیگرے حفاظت کرنا۔

(وُسْطٰی) وَسَطَ، یَسِطُ، وَسْطٌ و سِطَۃٌ (ض) بیچ میں ہونا یا بیٹھنا (اسم تفضیل اَوْسَط ہے۔ اَوْسَط کا مؤنث وُسْطٰی ہے)۔

(قُوْمُوْا) قَامَ، یَقُوْمُ، قَوْمٌ و قَوْمَۃٌ و قِیَامٌ و قَامَۃٌ (ن) کھڑا ہونا، اعتدال کرنا۔

(قٰنِتِیْنَ) قَنَتَ، یَقْنُتُ، قُنُوْتٌ (ن) اطاعت کرنا، نماز میں کھڑا ہونا، بات سے رک جانا۔

شانِ نزول حضرت زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں۔

كُنَّا نَتَكَلَّمُ فِي الصَّلٰوةِ، يُكَلِّمُ اَحَدُنَا اَخَاهُ فِي حَاجَتِهٖ حَتّٰى نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ○ فَاُمِرْنَا بِالسُّكُوْتِ (صحیح بخاری کتاب التفسیر ابواب تفسیر سورۃ البقرۃ جزء ۶ ص ۳۸ و صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب تحریم الکلام فی الصلوٰۃ جزء اول ص ۲۱۹)

ہم نماز میں بات کر لیا کرتے تھے، آدمی اپنے بھائی سے اپنی ضرورت کی بات کر لیا کرتا تھا، یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی تو ہمیں نماز میں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا۔

تفسیر اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے تمام نمازوں کی محافظت کا حکم دیا، محافظت سے مراد یہ ہے کہ تمام نمازوں کی مستقل طور پر یکے بعد دیگرے حفاظت کی جائے، نمازیں دائمی طور پر مسلسل پڑھی جائیں، درمیان میں کوئی نماز چھوڑی نہ جائے، ان کے اوقات اور ارکان کی حفاظت کی جائے۔

نمازوں کو دائمی طور پر مسلسل پڑھنے کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَوٰتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (المؤمنون - ۹ تا ۱۱)

وہ مومن فلاح پائیں گے جو اپنی نمازوں کی مستقل طور پر یکے بعد دیگرے حفاظت کرتے ہیں، یہی لوگ جنت الفردوس کے وارث ہوں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ فِیْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ۝ (المعارج - ۳۴ و ۳۵)

نمازی تو درحقیقت وہ ہیں جو اپنی نماز کی مستقل طور پر یکے بعد دیگرے حفاظت کرتے ہیں، ایسے ہی لوگ جنت میں عزت کے ساتھ رہیں گے۔

مندرجہ بالا آیات میں نمازوں کی حفاظت کا حکم باب "مفاعلہ" میں دیا گیا ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کبھی نماز پڑھنا اور کبھی چھوڑ دینا نجات کے لئے کافی نہیں، نمازی درحقیقت وہ ہیں جو دائمی طور پر نماز ادا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ۝ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ۝ وَاِذَا مَسَّهُ الْخَیْرُ مَنُوْعًا ۝ اِلَّا الْمُصَلِّیْنَ ۝ اَلَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ۝ (المعارج - ۱۹ تا ۲۳)

بے شک انسان بڑا بے صبرا پیدا کیا گیا ہے، جب اُسے کوئی برائی پہنچتی ہے تو واویلا کرتا ہے اور جب کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو ہاتھ روک لیتا ہے البتہ (ان برائیوں سے) وہ نمازی مستثنیٰ ہیں جو اپنی نماز پر مداومت کرتے ہیں یعنی ہمیشہ پڑھتے ہیں۔

نماز کے ارکان کی محافظت کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

صَلُّوْا كَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ (صحیح بخاری کتاب الصلوۃ باب الاذان للمسافر اذا کانوا جماعۃ جزء اول ص ۱۶۲)

نماز اسی طرح پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

نماز کے اوقات کی حفاظت بھی ضروری ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ۝ (النساء - ۱۰۳)

بے شک نماز مؤمنین پر اوقات مقررہ میں ادا کرنا فرض ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:۔

سَاَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال

اَیُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ قَالَ الصَّلٰوۃُ عَلٰی وَقْتِھَا (صحیح بخاری کتاب الصلوۃ باب فضل الصلوۃ لوقتہا جزء اول ص۱۲ وصحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان کون الایمان باللہ تعالیٰ افضل الاعمال جزء اول ص۱۹)

کیا "تمام اعمال میں اللہ کو سب سے زیادہ کونسا عمل محبوب ہے"؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نماز اپنے وقت پر"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

صَلُّوا الصَّلٰوۃَ لِوَقْتِھَا (صحیح مسلم کتاب الصلوۃ باب کراھیۃ تاخیر الصلوۃ عن وقتہا المختار جزء اول ص۲۵۹)

نماز کو اس کے وقت پر پڑھو۔

نماز کے اوقات اور ارکان سے غافل رہنے والے درحقیقت نمازی ہی نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ ○ الَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلَاتِھِمْ سَاھُوْنَ ○ الَّذِیْنَ ھُمْ یُرَآءُوْنَ ○ وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ○

(ارأیت الذی - ۴ تا ۷)

ایسے نمازیوں کے لئے دوزخ ہے۔ جو اپنی نمازوں سے غافل رہتے ہیں، جو ریاکاری کرتے ہیں اور جو برتنے کی چیز عاریۃً دینے سے انکار کر دیتے ہیں۔

نمازوں کو ضائع کرنے والے دوزخی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِھِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ وَاتَّبَعُوا الشَّھَوٰتِ فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا ○

(مریم - ۵۹)

ان (نیک) لوگوں کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنھوں نے نمازوں کو ضائع کر دیا اور (اپنی) خواہشات کی پیروی کرنے لگے، ایسے لوگ عنقریب دوزخ میں داخل ہوں گے۔

تمام نمازوں کی محافظت کا حکم دینے کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے بیچ والی نماز یعنی نماز عصر کی محافظت کا خاص طور پر حکم دیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا (وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی) بیچ والی نماز کی (خاص طور پر) محافظت کرو۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں:۔

لَمَّا کَانَ یَوْمَ الْاَحْزَابِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَلَاَ اللّٰہُ بُیُوْتَھُمْ وَقُبُوْرَھُمْ نَارًا، شَغَلُوْنَا عَنِ الصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی حِیْنَ (حتّٰی) غَابَتِ الشَّمْسُ

جب جنگ احزاب ہوئی تو ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ ان کافروں کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھرے انہوں نے ہمیں بیچ والی نماز سے روک دیا یہاں تک کہ

بخاری کتاب الجہاد باب الدعاء علی المشرکین بالھزیمۃ جزء ۴ ص۵۲ وصحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب التغلیظ فی تفویت صلوٰۃ العصر جزء اول ص۲۵۱)

سورج غروب ہو گیا۔

وَفِی رِوَایَۃٍ لَّہٗ عَنِ الصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی صَلَاۃِ الْعَصْرِ

صحیح مسلم کی ایک روایت میں آپؐ کے یہ الفاظ ہیں، ہمیں بیچ والی نماز یعنی نماز عصر سے روک دیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:۔

حَبَسَ الْمُشْرِکُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلٰوۃِ الْعَصْرِ حَتّٰی احْمَرَّتِ الشَّمْسُ اَوِ اصْفَرَّتْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَغَلُوْنَا عَنِ الصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی صَلَاۃِ الْعَصْرِ مَلَأَ اللّٰہُ اَجْوَافَھُمْ وَقُبُوْرَھُمْ نَارًا اَوْ قَالَ حَشَا اللّٰہُ اَجْوَافَھُمْ وَقُبُوْرَھُمْ نَارًا (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب الدلیل لمن قال الصلوٰۃ الوسطیٰ ھی صلوٰۃ العصر جزء اول ص۲۵۲)

مشرکین نے (خندق کی لڑائی میں ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز عصر سے روک دیا (جنگ کی شدّت کی وجہ سے مہلت نہ مل سکی کہ آپ نماز عصر ادا کرتے اور نماز خوف کا حکم نازل نہیں ہوا تھا) یہاں تک کہ سورج زرد ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " انہوں نے ہمیں بیچ والی نماز (یعنی) نماز عصر سے روک دیا، اللہ ان کے پیٹوں اور قبروں کو آگ سے بھرے۔

مندرجہ بالا احادیث سے ثابت ہوا کہ بیچ والی نماز عصر کی نماز ہے، عصر کی نماز کی حفاظت کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَلَّذِیْ تَفُوْتُہٗ صَلَاۃُ الْعَصْرِ کَاَنَّمَا وُتِرَ اَھْلُہٗ وَمَالُہٗ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب اثم من فاتتہ العصر جزء اول ص۱۲۵ وصحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب التغلیظ فی تفویت صلاۃ العصر جزء اول ص۲۵۱)

جس کی نماز عصر فوت ہو گئی گویا اس کے اہل وعیال اور مال سب لوٹ لیا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ تَرَکَ صَلَاۃَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُہٗ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب من ترک العصر جزء اول ص۱۲۵)

جس نے عصر کی نماز چھوڑ دی اس کا عمل ضائع ہو گیا

نمازوں کی محافظت کا حکم دینے کے بعد اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ)

کے سامنے ادب سے کھڑے ہوا کرو، نماز کے آداب میں سے یہ ہے کہ نماز میں کسی سے بات نہ کرے (جیسا کہ مسلم کے حوالہ سے اوپر گذرا) حتیٰ کہ کسی کے سلام تک کا جواب نہ دے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:۔

كُنْتُ أُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ فَيَرُدُّ عَلَيَّ فَلَمَّا رَجَعْنَا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ وَقَالَ إِنَّ فِي الصَّلٰوةِ شُغْلًا (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب لا یرد السلام فی الصلوٰۃ جزء ۲ صـ۸۳ وروی مسلم فی صحیحہ نحوہ کتاب الصلوٰۃ باب تحریم الکلام فی الصلوٰۃ جزء اول صـ۲۱۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے ہوتے، میں آپ کو سلام کرتا، آپ میرے سلام کا جواب دیا کرتے تھے، پھر جب ہم (حبشہ سے) واپس آئے میں نے آپ کو سلام کیا، آپ نے سلام کا جواب نہیں دیا اور فرمایا "بے شک نماز میں شغل ہوتا ہے" (یعنی نمازی اللہ تعالےٰ کی طرف مشغول ہوتا ہے)۔

البتہ نماز میں ہاتھ کے اشارہ سے سلام کا جواب دینا سنت ہے۔

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں:۔

قُلْتُ لِبِلَالٍ كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرُدُّ عَلَيْهِمْ حِيْنَ كَانُوْا يُسَلِّمُوْنَ عَلَيْهِ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ قَالَ كَانَ يُشِيْرُ بِيَدِهٖ (رواہ الترمذی وصححہ، کتاب الصلوٰۃ باب ما جاء فی الاشارۃ فی الصلوٰۃ جلد اول صـ۱۱۹)

میں نے بلالؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب نماز میں سلام کیا جاتا تو آپ کس طرح جواب دیتے تھے، بلالؓ نے کہا ہاتھ سے اشارہ کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

إِنَّ هٰذِهِ الصَّلَاةَ لَا يَصْلُحُ فِيْهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ إِنَّمَا هُوَ التَّسْبِيْحُ وَالتَّكْبِيْرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ اَوْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (صحیح مسلم کتاب الصلاۃ باب تحریم الکلام فی الصلاۃ جزء اول صـ۲۱۸)

نماز میں لوگوں سے گفتگو جائز نہیں، نماز تو بس تسبیح، تکبیر اور قرأۃ قرآن (کے لئے) ہے

نماز کے بقیہ آداب یہ ہیں

(۱) نماز خضوع و خشوع کے ساتھ ادا کرے، نماز کے تمام ارکان میں عاجزی و انکساری کا اظہار ہو۔

اللہ تعالٰی فرماتا ہے :۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ○ (المؤمنون - ۱و۲)

ان مؤمنین کو فلاح نصیب ہو گی جو اپنی نماز خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔

(۲) نماز کو انتہائی خوبصورتی اور ادب کے ساتھ ادا کرے :۔

ایک مرتبہ حضرت جبرئیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا :۔

مَا الْاِحْسَانُ ؟

احسان کسے کہتے ہیں ؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ (صحیح بخاری کتاب الایمان باب سؤال جبریل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الایمان جزء اول ص۱۲ وصحیح مسلم کتاب الایمان باب الایمان ۱/۲۲ تا ۲۴)

(احسان یہ ہے) کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اُسے دیکھ رہے ہو اور اگر یہ نہ ہو سکے تو یہ خیال تو رکھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

اَلَا تُحْسِنُ صَلَاتَكَ ؟ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب الامر بتحسین الصلوٰۃ ۱/۱۸۳)

تم اپنی نماز کو حسین کیوں نہیں بناتے ؟

(۳) نماز میں بالکل ساکن رہے ، حرکت نہ کرتا رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

اُسْكُنُوْا فِي الصَّلٰوةِ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب الامر بالسکون فی الصلوٰۃ جزء اول ص۱۸۲)

نماز میں ساکن رہو۔

(۴) نماز میں نہ کپڑے سمیٹے ، نہ بال سمیٹے اور نہ بالوں کا جوڑا باندھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

اُمِرْنَا اَنْ نَّسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ وَّلَا نَكُفَّ ثَوْبًا وَّلَا شَعْرًا (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب السجود علی سبعۃ اعظم جزء اول ص۲۰۶ وباب لایکف ثوبہ فی الصلوٰۃ جزء ا ص۲۰۷ صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب اعضاء السجود ۱/۲۰۳)

ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ سات ہڈیوں پر سجدہ کریں اور نہ کپڑا سمیٹیں اور نہ بال سمیٹیں۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

اَنَّهٗ رَاٰی عَبْدَ اللهِ ابْنَ الْحَارِثِ يُصَلِّىْ وَرَأْسُهٗ مَعْقُوْصٌ مِّنْ وَّرَائِهٖ فَقَامَ فَجَعَلَ يَحُلُّهٗ فَلَمَّا انْصَرَفَ اَقْبَلَ اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ مَالَكَ وَرَأْسِىْ فَقَالَ اِنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّمَا مَثَلُ هٰذَا مَثَلُ الَّذِىْ يُصَلِّىْ وَهُوَ مَكْتُوْفٌ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب اعضاء السجود جزء اول ص۲۰۳)

انہوں نے عبداللہ بن حارث کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، وہ اپنے پیچھے بالوں کا جوڑا باندھے ہوئے تھے، ابن عباس کھڑے ہوئے اور ان کے بالوں کو کھولنے لگے، جب عبداللہ بن حارث نماز پڑھ چکے تو وہ ان کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے "تم کو میرے بالوں سے کیا مطلب تھا" ابن عباسؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ آپ نے فرمایا "اس طرح نماز پڑھنا اس آدمی کی مثل ہے جو نماز پڑھ رہا ہو، اور اس کی مشکیں کسی ہوئی ہوں"۔

(۵) نماز میں کسی طرف متوجہ نہ ہو، نہ نمازی کے سامنے ایسی کوئی چیز ہو جو اسے متوجہ کرے مثلاً نقش ونگار والی جانماز ہو اور نہ نقش ونگار والے کپڑے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:۔

صَلَّى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ خَمِيْصَةٍ لَّهَا اَعْلَامٌ فَنَظَرَ اِلٰى اَعْلَامِهَا نَظْرَةً فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اذْهَبُوْا بِخَمِيْصَتِىْ هٰذِهٖ .... فَاِنَّهَا اَلْهَتْنِىْ اٰنِفًا عَنْ صَلَاتِىْ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب اذا صلّی فی ثوب له اعلام جزء اول ص۱۰۴ وص۱۰۵ وصحیح مسلم کتاب الصلاۃ باب کراھۃ الصلوٰۃ فی ثوب له اعلام ۱/۲۲۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نقش ونگار والی چادر میں نماز پڑھی، آپ نے اس کے نقش و نگار کو ایک نظر دیکھا، نماز کے بعد فرمایا اس کو لے جاؤ، .... اس نے تو مجھے اس وقت اپنی طرف مشغول کر لیا (ہوتا)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا يَنْبَغِىْ اَنْ يَّكُوْنَ فِى الْبَيْتِ شَىْءٌ يُّشْغِلُ الْمُصَلِّىْ (مسند امام احمد، بلوغ الامانی جزء ۳ ص۶۷ وسندہ صحیح، صلاۃ النبی لناصر الدین الالبانی ص۸۰)

(اللہ کے) گھر میں ایسی کوئی چیز نہیں ہونی چاہیئے جو نمازی کو مشغول کرے۔

(۶) نماز میں ہاتھ ٹکا کر نہ بیٹھے۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں:-

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّجْلِسَ الرَّجُلُ فِى الصَّلٰوةِ وَهُوَ مُعْتَمِدٌ عَلٰى يَدِهٖ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب کراھیۃ الاعتماد علی الید فی الصلوٰۃ جزء اول ص۱۴۹ وسندہٗ صحیح - مرعاۃ جلد ا ص۶۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں ہاتھ ٹکا کر بیٹھنے سے منع فرمایا۔

(۷) جب کھانا حاضر ہو یا پیشاب، پاخانہ لگ رہا ہو تو نماز نہ پڑھے بلکہ پہلے کھانا کھالے - پیشاب، پاخانہ سے فارغ ہو جائے پھر نماز پڑھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

لَا صَلٰوةَ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ وَلَا هُوَ يُدَافِعُهُ الْاَخْبَثَانِ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب کراھۃ الصلوٰۃ بِحَضْرَةِ الطعام جزء اول ص۲۲۵)

جب کھانا حاضر ہو تو نماز نہ پڑھے اور نہ ایسی حالت میں نماز پڑھے کہ پیشاب پاخانہ کو روک رکھا ہو۔

(۸) نماز میں کوئی کام نہ کرے۔

عَنْ مُعَيْقِيْبٍ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الرَّجُلِ يُسَوِّى التُّرَابَ حَيْثُ يَسْجُدُ قَالَ اِنْ كُنْتَ فَاعِلًا فَوَاحِدَةً (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب مسح الحصا فی الصلوٰۃ جزء ۲ ص۸ وصحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب کراھۃ مسح الحصی جزء اول ص۲۲۲ وفی روایۃ ان كُنْتَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَوَاحِدَةً (صحیح مسلم)

حضرت معیقیب کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سجدہ کی جگہ مٹی برابر کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا اگر تمہیں ایسا کرنا ہی ہو تو ایک مرتبہ کر سکتے ہو (صحیح بخاری و صحیح مسلم) صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا اگر ایسا کرنا ضروری ہی ہو تو ایک مرتبہ کر سکتے ہو۔

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ جب تک ضروری نہ ہو کوئی حرکت نہ کرے اور جب ضروری ہو تو پھر بھی ایک ہی مرتبہ کرے بار بار نہیں۔

(۹) نماز میں نگاہیں نیچی رکھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

مَا بَالُ اَقْوَامٍ يَرْفَعُوْنَ اَبْصَارَهُمْ اِلَى السَّمَآءِ فِىْ صَلَاتِهِمْ فَاشْتَدَّ قَوْلُهٗ فِىْ

لوگوں کا کیا حال ہے کہ نماز میں اپنی نگاہیں اوپر اٹھاتے ہیں، پھر اس سلسلہ میں آپ نے بہت

ذٰلِكَ ثُمَّ قَالَ لَيَنْتَهُنَّ عَنْ ذٰلِكَ اَوْ لَتُخْطَفَنَّ اَبْصَارُهُمْ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب رفع البصر الی السماء فی الصلوٰۃ ۱/۱۹۱ و صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب النہی عن رفع البصر الی السماء فی الصلوٰۃ ۱/۱۸۴ واللفظ للبخاری)

سخت تنبیہ کی اور فرمایا لوگ ایسا کرنے سے باز آجائیں ورنہ ان کی نظریں اچک لی جائیں گی۔

(۱۰) نماز میں اِدھر اُدھر نہ دیکھے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:۔

سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْاِلْتِفَاتِ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ هُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلٰوةِ الْعَبْدِ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب الالتفات فی الصلوٰۃ ۱/۱۹۲)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں منہ موڑنے اور اِدھر اُدھر دیکھنے کے متعلق سوال کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شیطان کی لوٹ ہے جو وہ بندے کی نماز میں سے لوٹ لیتا ہے۔

(۱۱) نماز میں جماہی آئے تو جہاں تک ہو سکے اُسے روکے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا تَثَاءَبَ اَحَدُكُمْ فِي الصَّلٰوةِ فَلْيَكْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ (صحیح مسلم کتاب الزھد باب تشمیت العاطس وکراھۃ التثاؤب جزء ۲ صـ۵۹۵)

جب تم میں سے کسی کو نماز میں جماہی آئے تو جہاں تک ہو سکے اُسے روکے۔

نوٹ:۔ نماز میں لباس کے متعلق جو آداب ہیں ہم انہیں انشاء اللہ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۳۱ کی تفسیر میں بیان کریں گے۔

عمل

اے ایمان والو نماز کے اوقات، آداب و ارکان کی حفاظت کیجئے، حسن و خوبی، سکون و اطمینان، عاجزی و انکساری، خضوع و خشوع اور حضورِ قلب کے ساتھ نماز ادا کیجئے، جو شخص اچھے اور کامل وضوء کے ساتھ نماز کو اس کے وقت پر ادا نہ کرے، اور رکوع و خشوع کو پورا نہ کرے (یعنی اطمینان اور عاجزی کے ساتھ نماز نہ پڑھے)، اس کے لئے اللہ تعالٰے کی طرف سے بخشش کا کوئی وعدہ نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

خَمْسُ صَلَوَاتٍ اِفْتَرَضَهُنَّ اللّٰهُ عَزَّ وَ

اللہ عزّ وجلّ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں جس نے

جَلَّ، مَنْ اَحْسَنَ وُضُوْءَهُنَّ وَصَلّٰهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ وَاَتَمَّ رُكُوْعَهُنَّ وَخُشُوْعَهُنَّ كَانَ لَهٗ عَلَى اللّٰهِ عَهْدًا اَنْ يَغْفِرَلَهٗ وَمَنْ لَهٗ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ اِنْ شَآءَ غَفَرَ لَهٗ وَاِنْ شَآءَ عَذَّبَهٗ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب فی المحافظۃ علی الصلوٰت جزء اول ص۶۷ وسندہ صحیح - مرعاۃ جزء اول ص۳۷۷)

ان کے لئے اچھا وضوء کیا، ان کو وقت پر ادا کیا اور ان کے رکوع و خشوع کو پورا کیا تو اللہ (تعالےٰ) کا اس کے لئے وعدہ ہے کہ اُسے بخش دے گا اور جو ایسا نہیں کریگا اللہ (تعالیٰ) کا اس کے لئے کوئی وعدہ نہیں خواہ بخشے خواہ عذاب کرے۔

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۹﴾

ترجمہ پھر اگر تمہیں (دشمن کا) خوف ہو (اور تم نماز کو اس کے پورے آداب کے ساتھ ادا نہ کر سکو) تو پیدل یا سواری پر (جس طرح ہو سکے نماز پڑھ لو) پھر جب تمہیں امن نصیب ہو تو اللہ کا ذکر اسی طریقہ سے کرو جس طریقہ سے اللہ نے تمہیں سکھایا ہے اور جس کو تم (پہلے) نہیں جانتے تھے ﴿۲۳۹﴾

معانی و مصادر (خِفْتُمْ) خَافَ، يَخَافُ، خَوْفٌ و خَيْفٌ و مَخَافَةٌ و خِيفَةٌ (ف) ڈرنا۔

(رِجَالًا) رَجِلَ، يَرْجَلُ، رَجَلٌ (س) پیدل چلنا۔ (رِجَالٌ = رَاجِلٌ کی جمع، پیدل چلنے والے)۔

(رُكْبَانًا) رَكِبَ، يَرْكَبُ، رُكُوْبٌ و مَرْكَبٌ (س) سوار ہونا (رُكْبَانٌ = رَاكِبٌ کی جمع، سوار)۔

(اَمِنْتُمْ) اَمِنَ، يَاْمَنُ، اَمْنٌ و اَمَنٌ و اَمَانٌ و اَمَنَةٌ (س) امن میں ہونا، مطمئن ہونا۔

تفسیر گذشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے نماز کے ارکان و آداب کی حفاظت کا حکم دیا لیکن آداب کی کامل رعایت بحالت جنگ نہیں ہو سکتی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے بندوں پر تخفیف فرمادی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا (فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا) پیدل یا سواری پر (جس طرح ہو سکے) نماز پڑھ لو اس حکم و رعایت کا تقاضا یہ ہے کہ نماز کو وقت مقررہ سے مؤخر کرنے کی اجازت نہیں نماز کو ہر حال میں اس کے وقت پر پڑھنا ضروری ہے۔ خضوع و خشوع ہو یا نہ ہو، صحیح طریقہ سے ارکان کی ادائیگی ہو یا نہ ہو، جماعت سے نماز پڑھ سکو یا نہ پڑھ سکو، غرض یہ کہ کچھ بھی ہو، نماز کو ہر حال میں اس کے وقت پر پڑھنا ہوگا، گویا نماز کے تمام متعلقات میں سب سے زیادہ ضروری اور اہم نماز کا وقت ہے۔ نماز کا وقت کسی حالت میں نہ ٹلنا چاہئے خواہ حالات کیسے ہی ناسازگار و نازک کیوں نہ ہوں،

حتیٰ کہ نماز کے شرائط بھی اگر پورے نہ ہوں تو ہر حالت میں نماز وقت پر ہی پڑھنی ہوگی۔

حضرت عمرانؓ فرماتے ہیں:۔

كُنَّا فِي سَفَرٍ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فَصَلَّى بِالنَّاسِ فَلَمَّا انْفَتَلَ مِنْ صَلَاتِهِ إِذَا هُوَ بِرَجُلٍ مُعْتَزِلٍ لَمْ يُصَلِّ مَعَ الْقَوْمِ قَالَ مَا مَنَعَكَ يَا فُلَانُ أَنْ تُصَلِّيَ مَعَ الْقَوْمِ قَالَ أَصَابَتْنِي جَنَابَةٌ وَلَا مَاءَ قَالَ عَلَيْكَ بِالصَّعِيدِ فَإِنَّهُ يَكْفِيكَ (صحیح بخاری کتاب التیمم باب الصعید الطیب وضوء المسلم جزء اول ص۹۲)

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی، جب آپ نے نماز پڑھ کر منہ پھیرا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص علیحدہ بیٹھا ہوا ہے، اُس نے جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا تمہیں کس چیز نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے باز رکھا؟ اس نے کہا "میں جنابت سے تھا اور (نہانے کے لئے) پانی نہیں تھا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پر مٹی (سے تیمم کرنا) ضروری ہے، تیمم تمہارے لئے کافی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کے وقت کو اتنی اہمیّت حاصل ہے کہ اگر پانی نہ ہو اور نماز کا وقت جا رہا ہو تو وضوء اور غسل کے بجائے تیمم کر کے وقت پر نماز پڑھنی ہوگی۔

تیمم کا حکم پانی کی عدم موجودگی میں تندرست کو اور بیماری کی حالت میں بیمار کو اسی تقاضے کو پورا کرتا ہے، نہ تندرست کو پانی کا انتظار کرنا چاہیئے اور نہ بیمار کو شفایاب ہونے کا بلکہ جس طرح ممکن ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی ہوئی رعایت کی روشنی میں نماز کو اس کے وقت پر پڑھ لینا چاہیئے۔

(نوٹ:۔ نماز کے اوقات اور نماز خوف پڑھنے کی دوسری صورتوں کی تفصیل ہم انشاء اللہ بالترتیب سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۰۳ اور آیت نمبر ۱۰۲ کی تفسیر میں بیان کریں گے۔

جنگ کی شدّت میں پیدل اور سواری پر نماز کی اجازت دے کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا (فَإِذَا أَمِنتُمْ) جب تم امن سے ہو، دشمن کا کوئی خطرہ نہ ہو، زندگی چین و اطمینان سے گذر رہی ہو تو (فَاذْكُرُوا اللهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ) نماز اُسی طریقہ سے ادا کرو جس طریقہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں سکھائی ہے یعنی بحالت امن نماز کو پورے ارکان، خضوع و خشوع، سکون و اطمینان اور کامل آداب کے ساتھ ادا کرو، اے ایمان والو، یہ وہ طریقہ ہے جس کو تم پہلے نہیں جانتے تھے، یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے نماز کا طریقہ سکھا دیا اور ایک خاص طریقہ مقرر کر کے تم کو اختلاف و افتراق سے بچا لیا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کہیں نماز کے طریقہ کی تعلیم نہیں دی، پھر بھی تعلیم کے فعل کو اپنی ۔

منسوب فرمایا، نماز کا یہ طریقہ جو اللہ تعالےٰ نے سکھایا احادیث میں ملتا ہے اور کیونکہ نماز کا طریقہ اللہ تعالےٰ نے سکھایا ہے لہٰذا احادیث میں جو طریقہ دیا ہوا ہے وہ سب من جانب اللہ ہے، اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ کے احکام صرف قرآن مجید ہی کے ذریعہ نازل نہیں ہوتے تھے بلکہ اور طریقے سے بھی نازل ہوتے تھے، اسی طریقہ کو حدیث کہتے ہیں، گویا حدیث بھی منجانب اللہ وحی ہے اور منزل من اللہ ہے۔

اللہ تعالےٰ نے نماز کو فرض کیا اور آیت زیر تفسیر میں اس کے طریقہ کو بھی فرض کر دیا لہٰذا وہ طریقہ جس طریقہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی سب کا سب فرض ہے، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:۔

صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِىْ أُصَلِّىْ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب الاذان للمسافر اذا کانوا جماعۃً جزء اول ص۱۶۲) — نماز اسی طریقہ سے پڑھو جس طریقہ سے تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

"گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سنت کے مطابق نماز پڑھنے کا حکم دے کر نماز کے طریقہ کو فرض کر دیا۔

اسی مقررہ طریقہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ (النسآء - ۱۰۳) — (جنگ کے بعد) جب تم مطمئن ہو جاؤ تو پھر نماز کو قائم کرو (یعنی نماز کو اسی طریقہ سے پڑھو جس طریقہ سے امن کی حالت میں نماز پڑھی جاتی ہے، امن کی حالت میں اس طریقہ سے نماز نہ پڑھو جس طریقہ سے جنگ کی حالت میں نماز پڑھی جاتی ہے)

الغرض نماز کا طریقہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اور سنن سے ثابت ہے فرض ہے، جو شخص بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق نماز نہیں پڑھتا اس کی نماز نماز ہی نہیں اس لئے کہ وہ اللہ تعالےٰ کے سکھائے ہوئے طریقہ کے مطابق نہیں۔ اب ہم نماز پڑھنے کا طریقہ بیان کرتے ہیں۔

نماز پڑھنے کا طریقہ

(۱) جب نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو تو اپنی زینت کی چیزیں پہن لے، یعنی اچھا صاف ستھرا کا لباس پہن لے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (الاعراف - ۳۱)

ہر نماز کے وقت اپنی زینت کی چیزیں پہن لیا کرو۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ عَلَيْهِ ثِيَابَهُ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلٰوةِ (صحیح مسلم کتاب الحیض باب نسخ الوضوء مما مست النار جزء اول ص۱۵۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے (تمام) کپڑے پہن لئے، پھر نماز کے لئے باہر تشریف لے گئے۔

(۲) پھر کعبہ کی طرف منہ کرکے سیدھا باادب کھڑا ہو جائے، نہ آگے کی طرف جھکے اور نہ پیچھے کی طرف۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ (البقرة - ۱۴۴)

(نماز میں) مسجد حرام کی طرف منہ کر لیا کرو۔

حضرت ابوحمیدؓ فرماتے ہیں:۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ فِي الصَّلٰوةِ اِعْتَدَلَ قَائِمًا (ابن ماجة كتاب الصلوٰة باب رفع اليدين اذا ركع، جزء اول ص۲۸۳ ورواه الترمذی فی كتاب الصلوٰة فی باب ماجاء فی وصف الصلوٰة وصححه - جزء اول ص۹۶) وفی رواية حَتّٰى يَقِرَّ كُلُّ عَظْمٍ مِنْهُ فِيْ مَوْضِعِهٖ مُعْتَدِلًا (ابوداؤد كتاب الصلوٰة باب افتتاح الصلوٰة جزء اول ص۱۱۳ وابن ماجة كتاب الصلوٰة باب اتمام الصلوٰة جزء اول ص۳۲۸ وسنده صحيح)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوتے تو سیدھے کھڑے ہوتے یہاں تک کہ ہر ہڈی حالت اعتدال میں اپنی اپنی جگہ پر آجاتی۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ۝ (البقرة - ۲۳۸)

اللہ کے سامنے ادب سے کھڑے ہوا کرو۔

(۳) پھر اقامت کہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

فَأَقِمْ (ابوداؤد کتاب الصلوٰة باب

پھر اقامت کہو۔

صلوٰة من لا يقيم صلبه فى الركوع عن ر فاعة جزء اول ص ۱۳۲ وترمذی کتاب الصلوٰة باب ماجاء فی وصف الصلوٰة جزء اول ص ۹۶ وسندہ صحیح ۔ التعليقات لاحمد شاکر علی الترمذی)

(۴) پھر سر جھکائے اور نگاہیں نیچی کرے ۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں :۔

إِذَا نَزَلَتْ "اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ" فَطَأْطَأَ رَأْسَهٗ (رواہ الحاکم جزء ۲ ص ۳۹۳ وسندہ صحیح نیل الاوطار جزء ۲ ص ۱۵۹)

جب یہ آیت نازل ہوئی "اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر جھکا دیا۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں :۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَرْفَعُوْنَ أَبْصَارَهُمْ إِلَى السَّمَاءِ فِيْ صَلَاتِهِمْ فَاشْتَدَّ قَوْلُهٗ فِيْ ذٰلِكَ ثُمَّ قَالَ لَيَنْتَهُنَّ عَنْ ذٰلِكَ أَوْ لَتُخْطَفَنَّ أَبْصَارُهُمْ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰة باب رفع البصر الی السماء فی الصلوٰة جزء اول ص ۱۰۴ وصحیح مسلم کتاب الصلوٰة باب النہی عن رفع البصر الی السماء فی الصلوٰة جزء اول ص ۱۸۱ واللفظ للبخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لوگوں کا کیا حال ہے کہ نماز میں اپنی نگاہیں اوپر اٹھاتے ہیں" پھر اس سلسلہ میں آپ نے سخت تنبیہ کی، پھر آپ نے فرمایا: "لوگ ایسا کرنے سے باز آجائیں ورنہ ان کی نظریں اچک لی جائیں گی"۔

(۵) پھر دونوں ہاتھ اس طرح اٹھائے کہ ہاتھ کندھوں یا کانوں کے اوپر کے حصہ کے سامنے آجائیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں :۔

رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ فِي الصَّلٰوةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى تَكُوْنَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰة باب رفع الیدین اذا

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے یہاں تک کہ ان دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے سامنے کر لیتے۔

ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب رفع الیدین جزء اول صفحہ ۱۸۷ و صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب استحباب رفع الیدین جزء اول صفحہ ۱۶۵) وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَّہٗ حَتّٰی یُحَاذِیَ مَنْکِبَیْہِ

حضرت مالک بن حویرثؓ فرماتے ہیں :-

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا کَبَّرَ رَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی یُحَاذِیَ بِھِمَا اُذُنَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ حَتّٰی یُحَاذِیَ بِھِمَا فُرُوْعَ اُذُنَیْہِ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب رفع الیدین جزء اول صفحہ ۱۶۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اللہ اکبر کہتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ ان کو اپنے دونوں کانوں یا کانوں کے اوپر کے حصہ کے سامنے کر لیتے ۔

(۶) انگلیوں کو کھول دے ، موڑے نہیں ۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں :-

اِذَا کَبَّرَ لِلصَّلٰوۃِ نَشَرَ اَصَابِعَہٗ (ترمذی کتاب الصلوٰۃ باب فی نشر الاصابع عند التکبیر جزء اول صفحہ ۷۹ وسندہ صحیح ۔ التعلیقات لاحمد محمد شاکر علی الترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے اللہ اکبر کہتے تو انگلیاں کھول دیتے ۔

(۷) انگلیوں کو نہ بالکل ملائے اور نہ ان میں تفریق کرے ۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں :-

لَمْ یُفَرِّجْ بَیْنَ اَصَابِعِہٖ وَلَمْ یَضُمَّھَا (صحیح ابن خزیمۃ کتاب الصلوٰۃ باب نشر الاصابع عند رفع الیدین فی الصلاۃ وسندہ صحیح جزء اول صفحہ ۲۳۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ انگلیوں کو ملاتے اور نہ ان میں تفریق کرتے تھے ۔

(۸) پھر اللہ اکبر کہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

اِذَا قُمْتَ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَکَبِّرْ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب استواء الظہر فی الرکوع جزء اول صفحہ ۱۰۲ و صحیح مسلم باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ جزء اول صفحہ ۱۶۹)

جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو اللہ اکبر کہو ۔

(۹) پھر سیدھے ہاتھ کو الٹی ذراع پر رکھے اور سیدھے ہاتھ سے الٹے ہاتھ کو پکڑ لے پھر ہاتھوں کو سینہ پر رکھ لے

حضرت وائلؓ فرماتے ہیں:۔

ثُمَّ اَخَذَ شِمَالَهٗ بِيَمِيْنِهٖ (ابوداؤد کتاب الصلوٰة باب تفریح استفتاح الصلوٰة جزء اول ص۱۱۲ وسندہ صحیح وفی روایة وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرٰى وَالرُّسْغِ وَالسَّاعِدِ (ابوداؤد جزء اول ص۱۱۲ وسندہ صحیح، تسهیل القاری شرح صحیح بخاری جزء۳ ص۸۳۸)

تکبیر تحریمہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدھے ہاتھ سے الٹے ہاتھ کو پکڑ لیا، آپ نے سیدھے ہاتھ کو الٹے ہاتھ کی کلائی، پہنچے اور کلائی پر رکھا۔

حضرت ہلبؓ کہتے ہیں:۔

كَانَ (رسول الله صلى الله عليه وسلم) يَضَعُ هٰذِهٖ عَلٰى صَدْرِهٖ (رواه احمد۔ بلوغ $\frac{3}{142}$ وسندہ صحیح۔ التعلیقات لاحمد شاکر علی الترمذی باب ماجاء فی الانصراف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ کو سینے پر رکھتے تھے۔

حضرت سہلؓ کہتے ہیں:۔

كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُوْنَ اَنْ يَّضَعَ الرَّجُلُ الْيَدَ الْيُمْنٰى عَلٰى ذِرَاعِهِ الْيُسْرٰى فِى الصَّلٰوةِ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰة باب وضع الیمنی علی الیسری جزء اول ص۱۸۸)

لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ نماز میں ہر شخص اپنے سیدھے ہاتھ کو الٹے ہاتھ کی ذراع پر رکھے۔ (نوٹ: بیچ کی انگلی کے سرے سے کہنی تک کے حصہ کو ذراع کہتے ہیں)

(۱۰) پھر مندرجہ ذیل ثنا و تعوذ پڑھے:۔

سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا، اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا۔

ترجمہ:۔ اے اللہ تو پاک ہے اور تو اپنی حمد کے ساتھ (تمام کمزوریوں سے منزہ ہے) تیرا نام بابرکت

ہے، تیری بزرگی بلند ہے، تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں، اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں، اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں، اللہ سب سے بڑا ہے بزرگی والا، اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے بزرگی والا۔ اللہ سب سے بڑا ہے بزرگی والا۔

پھر یہ پڑھے:۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ۔

ترجمہ:۔ میں اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں جو سننے والا جاننے والا ہے شیطان مردود سے، اس کے خبط سے، اس کے تکبر سے اور اس کی شعر و شاعری سے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

ثُمَّ يُكَبِّرُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَيَحْمَدُهٗ وَيُمَجِّدُهٗ (نسائی عن رفاعۃ وسندہ صحیح۔ کتاب الصلوٰۃ باب الرخصۃ فی ترک الذکر فی السجود جزء اول ص۱۲۷)

پھر نمازی اللہ عزوجل کی بڑائی بیان کرے، اس کی حمد کرے اور اس کی بزرگی بیان کرے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں:۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ كَبَّرَ ثُمَّ يَقُوْلُ سُبْحَانَكَ ..... (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب من رأی الاستفتاح بسبحانک جزء اول ص۱۲۰ وسندہ صحیح التعلیقات لاحمد محمد شاکر علی الترمذی والتعلیقات لمحمد ناصر الدین الالبانی علی مشکوٰۃ المصابیح)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے۔ پھر یہ دعا پڑھتے:۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ ..... الخ

نوٹ:۔ رات اور دن کی نماز کے طریقہ میں کوئی فرق نہیں۔

(۱۱) پھر خفیہ آواز سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے، پھر بلند آواز سے سورۂ فاتحہ پڑھے، پھر بلند آواز سے آمین کہے

حضرت نعیمؒ کہتے ہیں:۔

صَلَّيْتُ وَرَاءَ أَبِيْ هُرَيْرَةَ فَقَرَأَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ثُمَّ قَرَأَ بِأُمِّ الْقُرْاٰنِ حَتّٰى إِذَا

میں نے ابوہریرہؓ کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی، پھر سورۂ فاتحہ

بَلَغَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَقَالَ اٰمِيْنَ فَقَالَ النَّاسُ اٰمِيْنَ . . . . اِذَا سَلَّمَ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنِّيْ لَاَشْبَهُكُمْ صَلٰوةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (نسائی کتاب الصلوۃ باب قراءۃ بسم اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم جزء اول ص۱۰۵ وسندہ صحیح ۔ نیل الاوطار جزء ۲ ص۱۶۹)۔

پڑھی پھر آمین کہی اور لوگوں نے بھی آمین کہی . . . . . جب سلام پھیرا تو فرمایا قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نماز کے لحاظ سے تم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہوں۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں:۔

صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَلَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا مِنْهُمْ يَقْرَاُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب حجۃ من قال لا یجہر بالبسملۃ جزء اول ص۱۷۲)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر، عمر اور عثمان کے پیچھے نماز پڑھی، میں نے ان میں سے کسی کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے نہیں سنا۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو خفیہ آواز سے پڑھنا مسلسل عمل ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کی مندرجہ بالا حدیث میں مسلسل عمل کا ثبوت نہیں۔ غالباً انہوں نے تعلیماً بلند آواز سے پڑھی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَاْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب وجوب القراءۃ $\frac{1}{192}$ و صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب وجوب قراءۃ الفاتحہ $\frac{1}{169}$)

جو شخص سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔

حضرت وائلؓ کہتے ہیں:۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَرَاَ وَلَا الضَّآلِّيْنَ قَالَ اٰمِيْنَ وَرَفَعَ بِهَا صَوْتَهٗ (رواہ ابوداؤد فی کتاب الصلوٰۃ باب التامین وراء الامام $\frac{1}{141}$ وسندہ صحیح ۔ بلوغ $\frac{3}{205}$)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وَلَا الضَّآلِّيْنَ کہتے تو آمین کہتے اور اس کے ساتھ آواز کو بلند کرتے۔

(۱۲) <u>پھر قرآن مجید میں سے جو بآسانی پڑھ سکے پڑھے</u>۔

حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں:۔

اُمِرْنَا اَنْ نَّقْرَاَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَمَا

ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم سورۂ فاتحہ پڑھیں اور جو

تَيَسَّرَ (ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب من ترك القراءۃ فی صلاتہ جزء اول ص۱۲۵ وسندہ صحیح۔ نیل الاوطار جزء ۲ ص۱۲۹) کچھ آسانی سے پڑھ سکیں۔

(۱۳) قرأت کے بعد دونوں ہاتھ اسی طرح اٹھائے جس طرح ابتداء میں اٹھائے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ وَاِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوْعِ (صحیح بخاری باب رفع الیدین جزء اول ص۱۰۲ وصحیح مسلم باب استحباب رفع الیدین جزء اول ص۱۶۸ واللفظ للبخاری) وفی روایۃ عَنْ مَالِكٍ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا اُذُنَيْهِ (صحیح مسلم جزء اول ص۱۶۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے سامنے کر لیتے۔ اور جب رکوع کے لئے تکبیر کہتے تب بھی اسی طرح کرتے (صحیح بخاری وصحیح مسلم) مالک بن حویرث کہتے ہیں کہ دونوں ہاتھوں کو کانوں کے سامنے کر لیتے۔ (صحیح مسلم)

(۱۴) پھر اللہ اکبر کہے اور رکوع کرے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں:۔

ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْكَعُ (صحیح بخاری کتاب الصلوۃ باب التکبیر اذا قام من السجود جزء اول ص۱۰۹ وصحیح مسلم باب اثبات التکبیر جزء اول ص۱۶۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع کرتے تو اللہ اکبر کہتے۔

(۱۵) پھر اپنی ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھے اور مضبوطی سے گھٹنوں کو پکڑ لے۔

حضرت ابوحمیدؓ فرماتے ہیں:۔

وَيَضَعُ رَاحَتَيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ (ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب افتتاح الصلوۃ جزء اول ص۱۱۳ وسندہ صحیح) وفی روایۃ فَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ كَاَنَّهٗ قَابِضٌ عَلَيْهِمَا (ابوداؤد جزء اول ص۱۱۴ وسندہ صحیح)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ہتھیلیوں کو اپنے گھٹنوں پر (اس طرح) رکھتے گویا کہ گھٹنوں کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں۔

(۱۶) انگلیوں کو کھول دے۔

حضرت وائلؓ کہتے ہیں:۔

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا رَکَعَ فَرَّجَ اَصَابِعَہٗ (صحیح ابن خزیمۃ کتاب الصلوٰۃ باب تفریج اصابع الیدین فی الرکوع وسندہ صحیح جزء اول ص۳۰۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع کرتے انگلیوں کو کھول دیتے۔

(۱۷) دونوں ہاتھوں کو کمان کے چلّے کی طرح تان لے اور کہنیوں کو پہلو سے علیحدہ رکھے، پیٹھ کو سیدھا رکھے، سر کو نہ جھکائے اور نہ اٹھائے بلکہ پیٹھ کے برابر رکھے۔

حضرت ابو حمیدؓ کہتے ہیں:۔

وَوَتَّرَ یَدَیْہِ فَتَجَافٰی عَنْ جَنْبَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ ثُمَّ یَعْتَدِلُ فَلَا یَنْصَبُّ رَأْسَہٗ وَلَا یُقْنِعُ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب افتتاح الصلوٰۃ جزء اول ص۱۱۱ و ص۱۱۲ وسندہ صحیح)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ہاتھوں کو تان لیتے، کہنیوں کو پہلو سے علیحدہ رکھتے، پھر بالکل سیدھے ہو جاتے، نہ سر کو نیچا کرتے اور نہ اونچا۔

(۱۸) پھر اطمینان سے رکوع میں ٹھہرے اور یہ تسبیح پڑھے:۔

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ

ترجمہ:۔ پاک ہے میرا ربّ عظمت والا۔

یا یہ تسبیح پڑھے:۔

سُبْحَانَ ذِی الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْكِبْرِيَآءِ وَالْعَظَمَۃِ۔

ترجمہ:۔ پاک ہے (وہ اللہ جو) بڑی قدرت والا، بڑی سلطنت والا اور بڑی بزرگی اور عظمت والا (ہے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

ثُمَّ ارْکَعْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ رَاکِعًا (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب استواء الظھر فی الرکوع جزء اول ص۱۰۹ وصحیح مسلم باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ جزء اول ص۱۶۹)

پھر رکوع کرو یہاں تک کہ رکوع میں اطمینان حاصل ہو جائے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

فَاَمَّا الرُّکُوْعُ فَعَظِّمُوْا فِیْهِ الرَّبَّ عَزَّ وَجَلَّ (صحیح مسلم باب النہی عن قراءۃ القرآن فی الرکوع جزء اول ص۱۹۹)

رکوع میں (اپنے) رب عز وجل کی عظمت بیان کرو۔

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں:۔

صَلَّیْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَیْلَةٍ ...... ثُمَّ رَکَعَ فَجَعَلَ یَقُوْلُ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ (صحیح مسلم کتاب الصلوۃ باب استحباب تطویل القراءۃ فی صلاۃ اللیل جزء اول ص۳۱۲)

میں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی .... آپ نے رکوع کیا تو آپ یہ پڑھتے رہے:۔ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ۔

حضرت عوف بن مالکؓ فرماتے ہیں:۔

قُمْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَکَعَ مَکَثَ قَدْرَ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ وَیَقُوْلُ فِیْ رُکُوْعِهٖ سُبْحَانَ ذِی الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَکُوْتِ وَالْکِبْرِیَاءِ وَالْعَظَمَةِ۔ (رواہ النسائی باب الذکر فی الرکوع ۱/۱۱۹ وسندہ صحیح۔ التعلیقات علی المشکوۃ للالبانی جزء اول ص۲۸۰)

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے کھڑا ہوا تو جب آپ نے رکوع کیا تو سورۂ بقرہ پڑھنے کی مقدار کے برابر رکوع میں ٹھہرے اور آپ رکوع میں یہ پڑھ رہے تھے:۔ سُبْحَانَ ذِی الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَکُوْتِ وَالْکِبْرِیَاءِ وَالْعَظَمَةِ

(۱۹) پھر سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ (جو اللہ کی تعریف کرتا ہے اللہ اس کی سن لیتا ہے) کہتا ہوا سر اٹھائے اور سیدھا کھڑا ہو جائے یہاں تک کہ ریڑھ کی ہڈی حالت اعتدال میں اپنی جگہ پر آجائے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں:۔

ثُمَّ یَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ حِیْنَ یَرْفَعُ صُلْبَهٗ (صحیح بخاری باب التکبیر اذا قام من السجود جزء اول ص۱۰۹ و صحیح مسلم باب اثبات التکبیر ۱/۱۶۹)

پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے اپنی پیٹھ اٹھاتے تو سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہتے۔

حضرت ابوحمید کہتے ہیں:۔

اِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ اِسْتَوٰی حَتّٰی یَعُوْدَ کُلُّ فَقَارٍ مَکَانَهٗ (صحیح بخاری کتاب الصلوۃ باب سنۃ الجلوس فی التشہد جزء اول ص۱۱۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے سر اٹھاتے تو سیدھے کھڑے ہو جاتے یہاں تک کہ ریڑھ کی ہڈی اپنے مقام پر آجاتی۔

(۲۰) سیدھا کھڑا ہونے کے بعد دونوں ہاتھ اسی طرح اٹھائے جس طرح شروع نماز میں اٹھائے تھے اور یہ ثناء پڑھے:-

اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ

(اے اللہ، اے ہمارے رب، تو ہی ہر قسم کی تعریف کا مستحق ہے)۔

حضرت ابو حمیدؓ فرماتے ہیں:-

ثُمَّ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ مُعْتَدِلًا (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب افتتاح الصلوٰۃ جزء اول ص۱۱۳ وسندہ صحیح)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالکل سیدھے ہو جاتے اور دونوں ہاتھ بلند کر کے کندھوں کے سامنے کر لیتے۔

وفی روایۃ عن مالکؓ حتی يُحَاذِيَ بِهِمَا فُرُوعَ أُذُنَيْهِ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب استحباب رفع الیدین ۱/۱۶۵)

مالکؓ کی روایت میں ہے کہ ہاتھوں کو کانوں کے اوپر کے حصے کے سامنے کر لیتے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں:-

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ قَالَ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ (صحیح بخاری باب ما یقول الامام ومن خلفہ جزء اول ص۲۰۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو یہ پڑھتے اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ

(۲۱) پھر یہ ثناء پڑھے اور قومہ میں اطمینان سے کھڑا رہے:-

مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ، اَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ اَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔

ترجمہ:- (یہ تعریف تیرے لئے ہے) آسمانوں اور زمین کو بھر کر اور اس کے بعد اس چیز کو بھی جس کو تو بھرنا چاہے۔ اے ثناء و بزرگی والے جو کچھ اس بندے نے کہا تو ہی اس کا حقدار ہے اور ہم سب تیرے بندے ہیں۔ اے اللہ جو تو دے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جو تو روک لے اسے کوئی دینے والا نہیں، اور کسی بزرگ شخص کی بڑائی و بزرگی اس کو تیرے ہاں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں:۔

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ قَالَ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءُ ..... وفی روایة اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ (صحيح مسلم باب مايقول اذا رفع رَأْسَهُ مِن الركوع جزء اول ص۱۹۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے سر اٹھاتے تو یہ دعا پڑھتے:۔
رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ یا اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءُ ....
(نوٹ:۔ صحیح مسلم کے ایک نسخہ میں وَالْأَرْضِ کے بجائے وَمِلْءُ الْأَرْضِ ہے)

حضرت ثابتؒ فرماتے ہیں:۔

كَانَ أَنَسٌ يَنْعَتُ لَنَا صَلَاةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ يُصَلِّي وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ قَامَ حَتّٰى نَقُوْلَ قَدْ نَسِيَ (صحيح بخاری باب الطمانينة حين يرفع راسه من الركوع جزء اول ص۲۰۲ وصحيح مسلم باب اعتدال اركان الصلوة جزء اول ص۱۹۶ واللفظ للبخاری)

حضرت انسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ کر بتایا کرتے تھے، جب وہ رکوع سے سر اٹھاتے تو کافی دیر کھڑے رہتے یہاں تک کہ ہم کہتے وہ بھول گئے۔

(۲۲) __پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کرے، سجدہ میں پیشانی وناک، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں کے پنجے زمین پر ٹکائے۔__

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں:۔

ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَهْوِيْ سَاجِدًا (صحيح بخاری باب يهوى بالتكبير حين يسجد جزء اول ص۲۰۳ وصحيح مسلم باب اثبات التكبير فی كل خفض جزء اول ص۱۶۶ و اللفظ لمسلم)

پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کے لئے جھکتے تو اللہ اکبر کہتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اُمِرْتُ اَنْ اَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ عَلَى الْجَبْهَةِ وَاَشَارَ بِيَدِهٖ اِلٰى اَنْفِهٖ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَاَطْرَافِ الْقَدَمَيْنِ (صحیح بخاری باب السجود علی الانف جزء اول ص۲۰۶ وصحیح مسلم باب اعضاء السجود جزء اول ص۲۰۳)

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کروں، پیشانی پر آپ نے اپنے ہاتھ سے اپنی ناک کی طرف بھی اشارہ فرمایا، دونوں ہاتھوں پر، دونوں گھٹنوں پر اور دونوں پنجوں پر۔

حضرت ابو حمیدؓ فرماتے ہیں:۔

ثُمَّ سَجَدَ فَاَمْكَنَ اَنْفَهٗ وَجَبْهَتَهٗ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب افتتاح الصلوٰۃ جزء اول ص۱۱۲ وسندہ صحیح)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے پھر اپنی ناک اور پیشانی کو ٹکاتے۔

(۲۳) ہتھیلیاں اور ہاتھ کی انگلیاں نہ سکیڑے بلکہ ان کو پھیلا دے، انگلیوں کو ملالے اور ان کو قبلہ رُخ رکھے اور دونوں ہتھیلیوں کے درمیان سجدہ کرے۔

حضرت ابو حمیدؓ فرماتے ہیں:۔

فَسَجَدَ فَانْتَصَبَ عَلٰى كَفَّيْهِ (ابوداؤد باب افتتاح الصلوٰۃ جزء اول ص۱۱۱ وسندہ صحیح)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا تو اپنی ہتھیلیوں کو (زمین پر) جما کر رکھا۔

حضرت وائلؓ کہتے ہیں:۔

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا سَجَدَ ضَمَّ اَصَابِعَهٗ (صحیح ابن خزیمۃ جزء اول ص۳۲۴ کتاب الصلوٰۃ باب اباحۃ وضع الیدین فی السجود حذاء الاذنین وسندہ صحیح۔ صلوٰۃ النبی للالبانی ص۱۲۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اپنی انگلیوں کو ملا لیا کرتے تھے۔

اِسْتَقْبَلَ بِكَفَّيْهِ وَاَصَابِعِهِ الْقِبْلَةَ (رواہ البیہقی ۲/۱۱۳ وسندہ صحیح۔ صلاۃ النبی للالبانی ص۱۲۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو قبلہ رُو کر لیا کرتے تھے۔

حضرت وائلؓ کہتے ہیں:۔

فَلَمَّا سَجَدَ سَجَدَ بَيْنَ كَفَّيْهِ (صحیح مسلم باب وضع یدہ الیمنی علی الیسریٰ جزء اول ص۱۷۳)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا تو دونوں ہتھیلیوں کے درمیان سجدہ کیا (یعنی سر کو دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رکھا)۔

(۲۴) دونوں کہنیوں کو بلند رکھے، بغلوں کو کھلا رکھے، ہاتھوں، کلائیوں اور بازوؤں کو اتنا کشادہ رکھے کہ بکری کا بچہ ان کے نیچے سے نکل سکے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

إِذَا سَجَدْتَ فَضَعْ كَفَّيْكَ وَارْفَعْ مِرْفَقَيْكَ (صحیح مسلم باب الاعتدال فی السجود ۱/۲۴)

جب تم سجدہ کرو تو دونوں ہتھیلیوں کو (زمین پر) رکھو اور دونوں کہنیوں کو بلند رکھو۔

حضرت عبداللہ بن مالک رض فرماتے ہیں:۔

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتَّى يَبْدُوَ بَيَاضُ إِبْطَيْهِ (صحیح۔ بخاری کتاب الصلوٰۃ باب یبدی ضبعیہ جزء اول ص۲۰۵)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تو (سجدہ میں) اپنے دونوں ہاتھوں کو کشادہ کرتے یہاں تک کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی۔

حضرت میمونہ رض فرماتی ہیں:۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ لَوْ شَاءَتْ بَهْمَةٌ أَنْ تَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ لَمَرَّتْ (صحیح مسلم باب ما یجمع صفۃ الصلوٰۃ جزء اول ص۱۹۴) وفی روایۃ ان تمر تحت یدیہ مرت (ابوداؤد باب صفۃ السجود جزء اول ص۱۳۷ وسندہ صحیح)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے (تو اپنے ہاتھوں کو اتنا کشادہ رکھتے کہ) اگر ہاتھوں کے نیچے سے بکری کا بچہ نکلنا چاہتا تو نکل جاتا۔

(۲۵) پیٹھ کو سیدھا رکھے، قدموں کو کھڑا رکھے، ایڑیوں کو ملائے اور پاؤں کی انگلیوں کو موڑ کر قبلہ رو کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا تُجْزِئُ صَلٰوةُ الرَّجُلِ حَتّٰى يُقِيمَ ظَهْرَهُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ (ابوداؤد باب صلوۃ من لایقیم صلبہ فی الرکوع جزء اول ص۱۳۱ وسندہ صحیح۔ نیل الاوطار جزء ۲ ص۲۱۲)

کسی آدمی کی نماز کفایت نہیں کرتی جب تک وہ رکوع و سجود میں اپنی پیٹھ سیدھی نہ کرے۔

حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں:۔

فَقَدْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً مِّنَ الْفِرَاشِ فَالْتَمَسْتُهُ فَوَقَعَتْ يَدِي عَلٰى بَطْنِ قَدَمَيْهِ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ

ایک رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بستر پر نہ پایا تو میں نے آپ کو (ہاتھ سے) ٹٹولا، میرا ہاتھ آپ کے تلووں پر پڑ گیا، آپ اس وقت

وَهُمَا مَنْصُوْبَتَانِ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب ما یقال فی الرکوع والسجود جزء اول ص۲۰۳) وفی روایۃ فوجدتہ ساجدا راصا عقبیہ (صحیح ابن خزیمۃ جزء اول ص۳۲۸ و سنن بیہقی جزء ۲ ص۱۱۶ وسندہ صحیح۔ صحیح ابن خزیمۃ جزء اول ص۳۲۸)

سجدہ کر رہے تھے اور آپ کے قدم کھڑے ہوئے تھے (صحیح مسلم) ایک روایت میں ہے کہ میں نے آپ کو سجدہ کرتے ہوئے پایا، آپ کی ایڑیاں ملی ہوئی تھیں۔ (صحیح ابن خزیمہ)۔

حضرت ابو حمیدؓ فرماتے ہیں:۔

فَاِذَا سَجَدَ ...... وَاسْتَقْبَلَ بِاَطْرَافِ اَصَابِعِ رِجْلَیْہِ الْقِبْلَۃَ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب سنۃ الجلوس ۱/۲۱۰)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے تو پاؤں کی انگلیوں کو (موڑ کر) قبلہ رُو کر لیتے۔

(۲۶) پھر اطمینان سے سجدہ کرے اور سجدہ میں یہ دعاء پڑھے۔

سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِىْ۔

ترجمہ:۔ (اے اللہ، اے ہمارے رب، تو اپنی تعریف کے ساتھ پاک ہے، مجھے بخش دے)

یا یہ دعاء پڑھے:۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِىْ ذَنْبِىْ كُلَّهٗ، دِقَّهٗ وَجِلَّهٗ وَاَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ وَعَلَانِيَتَهٗ وَسِرَّهٗ

ترجمہ:۔ اے اللہ میرے تمام گناہ معاف کر دے، چھوٹے اور بڑے اگلے اور پچھلے ظاہر اور پوشیدہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَمَّا السُّجُوْدُ فَاجْتَهِدُوْا فِى الدُّعَآءِ فَقَمِنٌ اَنْ يُّسْتَجَابَ لَكُمْ (صحیح مسلم باب النہی عن قراءۃ القرآن فی الرکوع جزء اول ص۱۹۹)

سجدوں میں خوب دعاء مانگو، قریب ہے کہ تمہاری دعاء قبول کی جائے۔

حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ مطہرہؓ فرماتی ہیں:۔

كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ اَنْ يَّقُوْلَ فِىْ رُكُوْعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِىْ (صحیح بخاری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اپنے رکوع اور سجود میں یہ دعاء پڑھا کرتے تھے سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِىْ۔

باب التسبیح والدعاء فی السجود جزءاول ص۲۰۱ و صحیح مسلم باب مایقال فی الرکوع ۱/۲۰۱)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں:۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ فِىْ سُجُوْدِهٖ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِىْ ذَنْبِىْ كُلَّهٗ، دِقَّهٗ وَجِلَّهٗ وَاَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ وَعَلَانِيَتَهٗ وَسِرَّهٗ (صحیح مسلم باب مایقال فی الرکوع والسجود جزءاول ص۲۰۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سجدوں میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِىْ ذَنْبِىْ كُلَّهٗ دِقَّهٗ وَجِلَّهٗ وَاَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ وَعَلَانِيَتَهٗ وَسِرَّهٗ۔

(۲۷) پھر اللہ اکبر کہتا ہوا سر اٹھائے اور الٹے پاؤں کو بچھا کر اس پر سیدھا بیٹھ جائے یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر آجائے، سیدھے پاؤں کی پشت کو قبلہ کی طرف کرے، سیدھے ہاتھ کو سیدھے گھٹنے پر رکھے اور الٹے ہاتھ کو الٹے گھٹنے پر رکھے۔

حضرت ابوسلمہؓ کہتے ہیں:۔

ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَاْسَهٗ مِنَ السُّجُوْدِ .... ثُمَّ يَقُوْلُ اِنِّىْ لَاَقْرَبُكُمْ شَبَهًا بِصَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (صحیح بخاری باب یھوی بالتکبیر حین یسجد جزءاول ص۱۰۳ و صحیح مسلم باب اثبات التکبیر فی کل خفض ورفع جزءاول ص۱۶۹ واللفظ للبخاری)

حضرت ابوہریرہؓ جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے .... پھر (سلام کے بعد) فرماتے کہ میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مشابہ نماز پڑھتا ہوں۔

حضرت ابوحمیدؓ فرماتے ہیں:۔

ثُمَّ يَرْفَعُ رَاْسَهٗ وَيَثْنِىْ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَيَقْعُدُ عَلَيْهَا وَفِىْ رِوَايَةٍ حَتّٰى رَجَعَ كُلُّ عَظْمٍ فِىْ مَوْضِعِهٖ حَتّٰى فَرَغَ ثُمَّ جَلَسَ فَافْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَاَقْبَلَ بِصَدْرِ الْيُمْنٰى عَلٰى قِبْلَتِهٖ وَوَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنٰى عَلٰى رُكْبَتِهِ الْيُمْنٰى وَكَفَّهُ الْيُسْرٰى عَلٰى رُكْبَتِهِ الْيُسْرٰى (ابوداؤد باب افتتاح الصلوٰۃ وسندہ صحیح جزءاول ص۱۰۴ و ص۱۰۷)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر اٹھاتے، الٹے پاؤں کو دوہرا کرتے، پھر اس کو بچھاتے اور اس پر بیٹھ جاتے حتیٰ کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر آجاتی، پھر جب آپ فارغ ہوتے تو الٹے پیر کو بچھاتے، سیدھے پاؤں کی پشت کو قبلہ کی طرف کرتے۔ سیدھے ہاتھ کی ہتھیلی کو سیدھے گھٹنے پر رکھتے اور الٹے ہاتھ کی ہتھیلی کو الٹے گھٹنے پر رکھتے۔

(۲۸) ہاتھوں کا کچھ حصہ ران پر بھی ہو، الٹے ہاتھ کو الٹے گھٹنے پر پھیلا کر اُسے پکڑ لے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

كَانَ إِذَا جَلَسَ فِي الصَّلٰوةِ وَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى . . . . . . وَوَضَعَ كَفَّهُ الْيُسْرٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى (صحیح مسلم باب صفة الجلوس فی الصلوٰة جزء اول ص۲۳۵)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں بیٹھتے تو اپنی سیدھی ہتھیلی سیدھی ران پر اور الٹی ہتھیلی الٹی ران پر رکھ لیا کرتے تھے۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

وَيَدَهُ الْيُسْرٰى عَلٰى رُكْبَتِهِ الْيُسْرٰى بَاسِطُهَا عَلَيْهَا (صحیح مسلم باب صفة الجلوس جزء اول ص۲۳۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الٹے ہاتھ کو الٹے گھٹنے پر رکھتے اور اس کو گھٹنے پر پھیلا دیتے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں:۔

وَيُلْقِمُ كَفَّهُ الْيُسْرٰى رُكْبَتَهُ (صحیح مسلم باب صفة الجلوس جزء اول ص۲۳۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الٹے ہاتھ کی ہتھیلی سے اپنے گھٹنے کو پکڑ لیتے۔

(۲۹) سیدھے پاؤں کو کھڑا رکھے اور اس کی انگلیوں کو موڑ کر قبلہ رُو کرلے۔ سیدھے ہاتھ کی کہنی کو تنا ہوا رکھے۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

مِنْ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ اَنْ تُنْصَبَ الْقَدَمُ الْيُمْنٰى وَاسْتِقْبَالُهُ بِاَصَابِعِهَا الْقِبْلَةَ وَالْجُلُوْسُ عَلَى الْيُسْرٰى (نسائی کتاب الصلوٰة باب الاستقبال باطراف اصابع القدم القبلة عند القعود جزء اول ص۱۳۰ وسندہ صحیح۔ صلاۃ النبی للالبانی ص۱۶۱)

نماز میں سنت یہ ہے کہ سیدھے پاؤں کو کھڑا کرے اس کی انگلیوں کو قبلہ رُو کرے اور اُلٹے پاؤں پر بیٹھے۔

حضرت وائلؓ فرماتے ہیں:۔

وَحَدَّ مِرْفَقَهُ الْاَيْمَنَ عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى (ابوداؤد ابواب تفریع استفتاح الصلوٰة جزء اول ص۱۱۲ و صحیح ابن خزیمة وسندہ صحیح ابن خزیمة جزء اول ص۳۵۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سیدھی کہنی کو اپنی سیدھی ران پر تان لیا کرتے تھے۔

(۳۰) سیدھے ہاتھ کے انگوٹھے کو بیچ کی انگلی پر اس طرح رکھے کہ انگوٹھا انگشتِ شہادت کی جڑ کے قریب ہو، انگوٹھے اور بیچ کی انگلی کا حلقہ بنائے، انگشت شہادت کو بلند کر کے (توحید کا) اشارہ کرے، بیچ کی انگلی، چھوٹی انگلی اور اس کے برابر والی انگلی کو موڑ لے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

وَعَقَدَ ثَلَاثَةً وَخَمْسِيْنَ وَاَشَارَ بِالسَّبَابَةِ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَبَضَ اَصَابِعَهٗ كُلَّهَا (صحیح مسلم باب صفۃ الجلوس جزء اول ص۲۳۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیٹھتے تو ۵۳ کا ہندسہ بناتے، تمام انگلیوں کو موڑ لیتے اور انگشت شہادت سے اشارہ کرتے۔

حضرت ابن زبیرؓ فرماتے ہیں:۔

وَوَضَعَ اِبْهَامَهٗ عَلٰى اِصْبَعِهِ الْوُسْطٰى۔ (صحیح مسلم باب صفۃ الجلوس ۱/۲۳۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا انگوٹھا اپنی بیچ کی انگلی کے اوپر رکھتے۔

(۳۱) انگشتِ شہادت کا رُخ قبلہ کی طرف رکھے اور دعاء کے وقت اُسے ہلاتا رہے۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

اَشَارَ بِاِصْبَعِهِ الَّتِيْ تَلِي الْاِبْهَامَ اِلَى الْقِبْلَةِ (رواہ ابن خزیمۃ وسندہٗ صحیح۔ صحیح ابن خزیمۃ جزء اول ص۳۵۵ و ص۳۵۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انگشتِ شہادت سے قبلہ کی طرف اشارہ کرتے۔

حضرت وائلؓ فرماتے ہیں:۔

يُحَرِّكُهَا، يَدْعُوْ بِهَا (رواہ ابن خزیمۃ وسندہٗ صحیح۔ صحیح ابن خزیمۃ جزء اول ص۳۵۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انگلی کو ہلاتے تھے اور اس کے ساتھ دعاء کرتے تھے۔

(۳۲) اس جلسہ میں اطمینان سے کافی دیر تک بیٹھا رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا (صحیح بخاری باب استواء الظہر فی الرکوع جزء اول ص۳۰۱ صحیح مسلم باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ ۱/۱۶۹)

پھر سر اٹھاؤ یہاں تک کہ اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:۔

اِنِّيْ لَا اٰلُوْ اَنْ اُصَلِّيَ بِكُمْ كَمَا رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ بِنَا ..... كَانَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ قَامَ حَتّٰى يَقُوْلَ الْقَائِلُ قَدْ نَسِيَ وَبَيْنَ

میں تمہیں اسی طریقہ سے نماز پڑھاؤں گا جس طریقہ سے میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھایا کرتے تھے ..... وہ جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اتنی دیر کھڑے رہتے کہ

السجدتین حتی یقول القائل قد نسی (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب المکث بین السجدتین جزء اول ص۱۰۸ وصحیح مسلم باب اعتدال ارکان الصلوٰۃ جزء اول ص۱۹۷ واللفظ للبخاری)

کہنے والا کہتا کہ بھول گئے اور دونوں سجدوں کے درمیان اتنی دیر بیٹھتے کہ کہنے والا کہتا بھول گئے۔

(۳۳) اس جلسہ میں یہ دعاء پڑھے:-

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَعَافِنِیْ وَاھْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَاجْبُرْنِیْ وَارْفَعْنِیْ۔

ترجمہ:- اے اللہ میری مغفرت فرما، مجھ پر رحم فرما، مجھے عافیت دے، مجھے ہدایت دے، مجھے رزق عطاء فرما، میری (حالت کی) اصلاح فرما اور مجھے بلندی عطاء فرما۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:-

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول بین السجدتین اللھم اغفرلی وارحمنی وعافنی واھدنی وارزقنی (ابوداود باب الدعاء بین السجدتین جزء اول ص۱۳۰ وفی روایۃ واجبرنی (ترمذی باب ما یقول بین السجدتین جزء اول ص۹۰) وفی روایۃ وارفعنی (ابن ماجۃ باب ما یقول بین السجدتین جزء اول ص۲۹) و سندہٗ صحیح (صلاۃ النبی للالبانی ص۱۶۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں سجدوں کے درمیان یہ دعاء پڑھا کرتے تھے:- اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَعَافِنِیْ وَاھْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ۔ ایک روایت میں وَاجْبُرْنِیْ اور ایک روایت میں وَارْفَعْنِیْ بھی ہے۔

(۳۴) پھر اللہ اکبر کہہ کر دوسرا سجدہ کرے، دوسرے سجدے کے بعد پھر اللہ اکبر کہتا ہوا سر اٹھائے۔

حضرت ابوسلمہ فرماتے ہیں:-

ثم یکبر حین یسجد ثم یکبر حین یرفع رأسہ ثم یقول ...... انی لاقربکم شبھا بصلاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (صحیح بخاری

حضرت ابوہریرہؓ تکبیر کہتے جب (دوسرا) سجدہ کرتے ...... پھر (سلام کے بعد) فرماتے کہ میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مشابہ نماز پڑھتا ہوں۔

باب يهوى بالتكبير حين يسجد جزء اول ص۲۰۳ وصحيح مسلم باب اثبات التكبير فی کل خفض ورفع $\frac{1}{166}$ واللفظ للبخاری)

(۳۵) **پھر اوپر بتائے ہوئے طریقہ سے اطمینان کے ساتھ سیدھا بیٹھ جائے۔**

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا (صحیح بخاری کتاب الاستئذان باب من رد فقال علیك السلام جزء ۸ ص۶۹)

پھر تم اطمینان سے سجدہ کرو، پھر اطمینان سے بیٹھ جاؤ، پھر اطمینان سے سجدہ کرو، پھر اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔

حضرت مالک بن حویرث رض کہتے ہیں:۔

إِذَا كَانَ فِي وِتْرٍ مِنْ صَلَاتِهِ لَمْ يَنْهَضْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا (صحیح بخاری باب من استوی قاعداً فی وتر من صلاته $\frac{1}{208}$)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طاق رکعت پڑھ چکتے تو کھڑے نہ ہوتے جب تک سیدھے نہ بیٹھ جاتے۔

حضرت ابوحمید رض فرماتے ہیں:۔

ثُمَّ يَقُولُ اللّٰهُ أَكْبَرُ وَيَرْفَعُ رَأْسَهُ وَيَثْنِي رِجْلَهُ الْيُسْرٰى فَيَقْعُدُ عَلَيْهَا (وفی روایة الترمذی واعتدل) حَتّٰى يَرْجِعَ كُلُّ عَظْمٍ إِلٰى مَوْضِعِهِ (وفی روایة الترمذی ثُمَّ نَهَضَ) [ابوداؤد باب افتتاح الصلوة جزء اول ص۱۱۳ ورواه الترمذی فی باب ماجاء فی وصف الصلوة وصححه۔ جزء اول ص۹۶)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اکبر کہتے اور سر اٹھاتے، پھر آپ الٹے پاؤں کو دوہرا کر کے اس پر سیدھے بیٹھ جاتے، یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر لوٹ آتی <u>پھر آپ کھڑے ہوجاتے</u>۔

نوٹ: خط کشیدہ الفاظ صرف ترمذی میں ہیں۔

(۳۶) **پھر دونوں ہاتھ زمین پر ٹکائے اور سیدھا کھڑا ہوجائے۔**

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَسْتَوِيَ قَائِمًا (صحیح بخاری ب الایمان والنذور باب اذاحنث ناسیًا

پھر اٹھو یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہوجاؤ۔

ی الایمان جزء ۸ ص۱۶۹)

حضرت ابو قلابہ فرماتے ہیں:۔

اِعْتَمَدَ عَلَى الْأَرْضِ ثُمَّ قَامَ وَ هُوَ يَقُوْلُ أُرِيْدُ أَنْ أُرِيَكُمْ كَيْفَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ (صحیح بخاری باب کیف یَعْتَمِدُ عَلَى الْأَرْضِ جزء اول ص۲۰۹)

حضرت مالک بن حویرثؓ زمین پر سہارا لیتے پھر کھڑے ہوتے تھے اور وہ فرماتے تھے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تمہیں بتاؤں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

(۳۷) پھر دوسری رکعت بھی پہلی رکعت کے مثل پڑھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

ثُمَّ افْعَلْ ذٰلِكَ فِيْ صَلٰوتِكَ كُلِّهَا (صحیح بخاری باب استواء الظہر جزء اول ص۲۰۱ و صحیح مسلم باب وجوب قراءۃ الفاتحہ ۱/۱۶۹)

پھر اپنی پوری نماز میں اسی طرح کرو۔

حضرت ابو حمیدؓ فرماتے ہیں:۔

ثُمَّ يَصْنَعُ فِي الْأُخْرٰى مِثْلَ ذٰلِكَ (ابوداؤد باب افتتاح الصلوٰۃ جزء اول ص۱۱۳ وسندہ صحیح)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کرتے۔

(۳۸) جب دوسری رکعت پڑھ چکے تو اسی طرح بیٹھ جائے جس طرح پہلی رکعت میں بیٹھا تھا اور اسی طرح انگلی سے اشارہ کرے۔

حضرت ابو حمیدؓ فرماتے ہیں:۔

فَاِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ جَلَسَ عَلٰى رِجْلِهِ الْيُسْرٰى وَنَصَبَ الْيُمْنٰى (صحیح بخاری باب سنۃ الجلوس فی التشہد جزء اول ص۲۰۸)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوسری رکعت میں بیٹھتے تو الٹے پاؤں پر بیٹھتے اور سیدھا پاؤں کھڑا رکھتے۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

اِذَا قَعَدَ فِي التَّشَهُّدِ ..... اَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ (صحیح مسلم باب صفۃ الجلوس جزء اول ص۲۳۵)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشہد میں بیٹھتے تو انگشت شہادت سے اشارہ کرتے۔

(۳۹) پھر اس قعدہ میں پوشیدہ آواز سے تشہد پڑھے، تشہد کے الفاظ یہ ہیں:۔

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبٰتُ اَلسَّلَامُ

عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ
اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ اَشْهَدُ
اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

ترجمہ:۔ تمام عبادتیں، نمازیں اور پاکیزہ کلمات اللہ کے لئے ہیں، اے نبی آپ پر سلام ہو، آپ پر اللہ تعالٰے کی رحمت اور برکت نازل ہو۔ سلام ہم پر بھی ہو اور اللہ کے صالح بندوں پر بھی۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی الٰہ نہیں سوائے اللہ کے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمدؐ اللہ کے بندے اور اُس کے رسول ہیں۔

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں:۔

مِنَ السُّنَّةِ اَنْ يُّخْفِيَ التَّشَهُّدَ (ابوداؤد باب اخفاء التشهد جزء اول ص۱۳۹ وسندہ صحیح۔ مرعاۃ جلد اول ص۶۷۳)

تشہد کا خفیہ آواز سے پڑھنا سنت ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:۔

كَانَ يَقُوْلُ فِيْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ التَّحِيَّةَ (صحیح مسلم باب ما یجمع صفۃ الصلاۃ جزء اول ص۲۰۵ وفی جامع الاصول "ابوالجوزاء سمع من عائشۃ" مرعاۃ جلد اول ص۵۲۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو رکعت پر تشہد پڑھتے تھے۔

(۴۰) پھر اللہ اکبر کہتا ہوا تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے۔ سیدھا کھڑا ہونے کے بعد دونوں ہاتھوں کو اُسی طرح اٹھائے جس طرح شروع نماز میں اٹھائے تھے۔

حضرت نافع کہتے ہیں:۔

اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ اِذَا دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَاِذَا رَكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَفَعَ يَدَيْهِ وَاِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ وَرَفَعَ ذٰلِكَ ابْنُ عُمَرَ اِلٰى نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب رفع الیدین اذا قام من الرکعتین جزء اول ص۱۸۸)

ابن عمر جب نماز شروع کرتے تو اللہ اکبر کہتے اور دونوں ہاتھ اٹھاتے، جب رکوع کرتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے، جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جب دو رکعتیں پڑھ کر اٹھتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے اور وہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے۔

حضرت ابوحمیدؓ فرماتے ہیں:-

اِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ (ابوداؤد باب افتتاح الصلوٰۃ جزءاول ص۱۱۳ وسندہ صحیح)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے اور دونوں ہاتھ اٹھاتے۔

(۴۱) پھر تیسری رکعت بھی اُسی طریقہ سے پڑھے جس طریقہ سے دوسری رکعت پڑھی تھی۔

حضرت ابوحمیدؓ فرماتے ہیں:-

ثُمَّ يَصْنَعُ ذٰلِكَ فِي كُلِّ بَقِيَّةِ صَلٰوتِهٖ (ابوداؤد باب افتتاح الصلوٰۃ 1/113 وسندہ صحیح)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باقی نماز بھی اسی طرح پڑھتے۔

(۴۲) جب تیسری رکعت کے دونوں سجدے کر چکے تو اسی طرح بیٹھ جائے جس طرح پہلی رکعت میں بیٹھا تھا، سیدھا بیٹھنے کے بعد کھڑا ہو جائے۔

حضرت مالک بن حویرثؓ فرماتے ہیں:-

اِذَا كَانَ فِي وِتْرٍ مِنْ صَلَاتِهٖ لَمْ يَنْهَضْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا (صحیح بخاری باب من استوی قاعدًا فی وتر من صلاتہ جزء ا ص۲۰۸)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طاق رکعت پڑھ چکتے تو کھڑے نہیں ہوتے تھے جب تک سیدھے نہ بیٹھ جاتے۔

(۴۳) پھر چوتھی رکعت بھی اُسی طریقہ سے پڑھے جس طریقہ سے تیسری رکعت پڑھی تھی۔

حضرت ابوحمیدؓ فرماتے ہیں:-

ثُمَّ يَصْنَعُ ذٰلِكَ فِي كُلِّ بَقِيَّةِ صَلٰوتِهٖ (ابوداؤد باب افتتاح الصلوٰۃ جزء اول ص۱۱۳ وسندہٗ صحیح)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باقی نماز بھی اسی طرح پڑھتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

ثُمَّ افْعَلْ ذٰلِكَ فِي صَلٰوتِكَ كُلِّهَا (صحیح بخاری باب استواء الظہر جزء ا ص۲۰۱)

پھر اپنی پوری نماز میں یہی کرو (یعنی جس طرح پہلی رکعت پڑھو اسی طرح تمام رکعتیں پڑھو)

حضرت رفاعہؓ کہتے ہیں:-

فَوَصَفَ الصَّلٰوةَ هٰكَذَا اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ (ابوداؤد باب صلوٰۃ من لا یقیم صلبہ فی الرکوع جزء اول ص۱۳۲ وسندہ صحیح۔ تعلیقات احمد محمد شاکر علی الترمذی)

پھر چاروں رکعتوں کی ترکیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح بتائی۔

(۴۴) جب چوتھی رکعت کے دونوں سجدے کر چکے تو بطور تورّک کے سیدھا بیٹھ جائے یعنی بایاں کولہا زمین پر ٹکائے، الٹے پاؤں کو باہر نکال کر دونوں پاؤں ایک طرف کرے، سیدھے پاؤں کو کھڑا رکھے، اگر پہلی، دوسری یا تیسری رکعت پر سلام پھیرنا ہو تو پھر ان رکعتوں میں بھی بیٹھنے کی کیفیت یہی ہوگی۔

حضرت ابو حمیدؓ فرماتے ہیں:۔

إِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ قَدَّمَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَنَصَبَ الْأُخْرٰى وَقَعَدَ عَلٰى مَقْعَدَتِهٖ (صحیح بخاری باب سنۃ الجلوس فی التشھد جزء اول ص۱۱۴ و فی روایۃ إِذَا كَانَتِ السَّجْدَةُ الَّتِي فِيهَا التَّسْلِيمُ أَخَّرَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَقَعَدَ مُتَوَرِّكًا عَلٰى شِقِّهِ الْأَيْسَرِ (ابوداؤد باب افتتاح الصلوٰۃ ۱/۱۱۲ وسندہ صحیح۔)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری رکعت میں بیٹھتے تو الٹے پاؤں کو آگے نکالتے، سیدھے پاؤں کو کھڑا کرتے اور اپنی بیٹھک پر بیٹھ جاتے (صحیح بخاری) اور ایک روایت میں ہے کہ جب وہ رکعت ہوتی جس میں سلام پھیرا جاتا ہے تو الٹے پاؤں کو مؤخر کرتے اور بطور تورّک کے الٹے کولہے پر بیٹھ جاتے (ابوداؤد)

(۴۵) پھر تشہد پڑھے (تشہد کے الفاظ ص۸۹۲ پر ملاحظہ فرمائیں)

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:۔

وَكَانَ يَقُولُ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ التَّحِيَّةَ (صحیح مسلم باب ما یجمع صفۃ الصلوٰۃ ۱/۲۰۵ وفی جامع الاصول "ابو الجوزاء سمع من عائشۃ" مرعاۃ جلد اول ص۵۲۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو رکعت پر تشہد پڑھتے تھے۔

(۴۶) تشہد (یعنی التحیات) کے بعد یہ دعاء پڑھے:۔

أَحْسَنُ الْكَلَامِ كَلَامُ اللّٰهِ وَأَحْسَنُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ:۔ سب سے بہتر کلام اللہ تعالےٰ کا کلام ہے اور سب سے بہتر طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:۔

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تشہد کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

يَقُولُ فِي صَلٰوتِهٖ بَعْدَ التَّشَهُّدِ "اَحْسَنُ الْكَلَامِ .... الخ" (نسائی کتاب الصلوٰۃ باب نوع آخر من الذکر بعد التشہد جزء اول ص۱۴۷، رجالہ ثقات، مرعاۃ جلد اول ص۶۷۲ وسندہ صحیح)

یہ دعاء پڑھتے تھے "اَحْسَنُ الْكَلَامِ كَلَامُ اللّٰهِ وَاَحْسَنُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔"

(۴۷) پھر یہ درود پڑھے:۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

ترجمہ:۔ اے اللہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آل محمد پر رحمت نازل فرما، جس طرح تو نے ابراہیم (علیہ السلام) اور آل ابراہیم پر نازل فرمائی تھی، بیشک تو تعریف والا، بزرگی والا ہے اے اللہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آل محمد پر برکت نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیم (علیہ السلام) اور آل ابراہیم پر نازل فرمائی تھی، بیشک تو تعریف والا، بزرگی والا ہے۔

حضرت کعب بن عجرہؓ فرماتے ہیں:۔

سَأَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ الصَّلٰوةُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ عَلَّمَنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ .... الخ (صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب یزفون النسلان فی المشی جزء۲ ص۱۲۵)

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اے اللہ کے رسول آپ اہل بیت پر ہم کس طرح درود بھیجیں، یہ تو اللہ نے بتا دیا کہ سلام کیسے بھیجیں (لیکن درود بھیجنے کا طریقہ نہیں بتایا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس طرح کہو اَللّٰهُمَّ صَلِّ .... الخ

(۴۸) پھر یہ دعاء پڑھے:۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ

ترجمہ:۔ اے اللہ میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں دوزخ کے عذاب سے، قبر کے عذاب سے، زندگی اور موت کے فتنہ سے اور مسیح دجال کے فتنہ کے شر سے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا تَشَهَّدَ اَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنْ اَرْبَعٍ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ...... الخ (صحیح مسلم باب ما یستعاذ منہ فی الصلوٰۃ ۱/۲۱۷)

جب تم میں سے کوئی تشہد پڑھ چکے تو چار باتوں سے اللہ کی پناہ طلب کرے (یعنی اس طرح کہے اَللّٰهُمَّ........ الخ

(۴۹) پھر سیدھی طرف منہ کرے حتیٰ کہ پیچھے والوں کو دایاں رخسار نظر آسکے، پھر اپنے پاس والے کی طرف متوجہ ہو کر کہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ یا اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

پھر اسی طرح بائیں طرف متوجہ ہو کر کہے

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِيْنِهٖ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ خَدِّهِ الْاَيْمَنِ وَعَنْ يَسَارِهٖ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ خَدِّهِ الْاَيْسَرِ (نسائی باب کیف السلام علی الشمال جزء اول ص۱۴۹ وروا ہ الترمذی فی باب ما جاء فی التسلیم فی الصلوٰۃ وصححہ جزء اول ص۹۳،۹۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدھی طرف سلام پھیرتے تو چہرے کو اتنا موڑتے کہ آپ کے داہنے رخسار کی سفیدی نظر آتی پھر آپ کہتے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، اسی طرح جب آپ بائیں طرف سلام پھیرتے تو آپ کے بائیں رخسار کی سفیدی نظر آتی اور آپ کہتے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ۔

حضرت سعدؓ فرماتے ہیں:۔

كُنْتُ اَرٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ يَسَارِهٖ حَتّٰى اَرٰى بَيَاضَ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرتے تو اپنے دائیں اور بائیں سلام کرتے، میں آپ کے

خدہ (صحیح مسلم باب السلام للتحلیل جزء اول ص۲۳۵) — رخسار (مبارک) کی سفیدی کو دیکھ لیا کرتا تھا۔

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں:۔

صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِينِهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ وَعَنْ شِمَالِهٖ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب فی السلام جزء اول ص۱۵۰ وسندہ صحیح - نیل الاوطار ۲/۲۵۲)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ہے، آپ داہنی طرف کہتے تھے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اور بائیں طرف کہتے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

إِذَا سَلَّمَ اَحَدُكُمْ فَلْيَلْتَفِتْ إِلٰى صَاحِبِهٖ وَفِي رِوَايَةٍ ثُمَّ يُسَلِّمُ عَلٰى اَخِيْهِ (صحیح مسلم باب الامر بالسکون ۱/۱۸۵)

جب تم میں سے کوئی سلام پھیرے تو اپنے ساتھ والے کی طرف منہ موڑے پھر اپنے بھائی کو سلام کرے۔

(۵۰) سلام کو زیادہ نہ کھینچے بلکہ مختصر کرے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں:۔

حَذْفُ السَّلَامِ سُنَّةٌ (ابوداؤد باب حذف السلام جزء اول ص۱۵۱ وروالا الترمذی فی باب ماجاء ان حذف السلام سنة وصححه جزء اول ص۹۲)

سلام کا مختصر کرنا سنت ہے۔

الغرض یہ ہے وہ طریقہ نماز جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت مسلمین کو سکھایا، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا (مَا لَمْ تَكُونُوْا تَعْلَمُوْنَ) یہ وہ طریقہ ہے جس کو تم (پہلے) نہیں جانتے تھے۔

عمل

اے لوگو، نماز کو ہرگز نہ چھوڑیئے، اس کو اس کے وقت پر ادا کیجئے حتیٰ کہ جنگ کے دوران بھی جس طرح ہو سکے نماز کو وقت پر ادا کرتے رہیئے۔

اے لوگو، نماز کو اسی طریقہ سے ادا کیجئے جس طریقہ سے اللہ تعالیٰ نے سکھائی ہے، اس طریقہ کو آپ پہلے نہیں جانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بتایا تو آپ جان گئے، اب اگر جاننے کے بعد آپ اس طریقہ سے ادا نہیں کرینگے تو یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی ہوگی، ایسا ہرگز نہ کیجئے، اپنے فرقہ وارانہ طریقوں کو چھوڑ دیجئے اور اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقے سے نماز ادا کیجئے۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ
اَزْوَاجًا ۚۖ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا
اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ
اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ
حَكِيْمٌ ﴿۲۴۰﴾

ترجمہ اور (اے ایمان والو) تم میں سے جو لوگ (ایسی حالت میں) وفات پائیں کہ وہ (اپنے بعد بیوہ) عورتیں چھوڑ کر جا رہے ہوں اور انہوں نے (مرتے وقت) یہ وصیّت کی ہو کہ ان کی بیویوں کو ایک سال تک خرچ دیا جائے اور انہیں (ان کے گھر سے) نہ نکالا جائے (تو اس وصیّت کی کوئی حیثیت نہیں اگر وہ عدّت کے بعد) گھر سے نکل جائیں اور اپنے حق میں کوئی معروف کام کر لیں (یعنی نکاح کر لیں) تو تم پر کوئی گناہ نہیں اور (اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو کہ، اگر تم نے زبردستی ان کو نکلنے اور نکاح کرنے سے باز رکھا تو) اللہ (بہت) زبردست ہے (وہ تم کو سزا دے سکتا ہے) اور وہ حکیم ہے (اس کا حکم ہے کہ بیوہ چار مہینے دس دن عدت میں بیٹھے اسی میں حکمت ہے) ﴿۲۴۰﴾

معانی و مصادر (يُتَوَفَّوْنَ) تَوَفّٰى، يَتَوَفّٰى، تَوَفِّيْ (باب تفعّل) پورا دینا، پورا لینا، مدّت کو پہنچ جانا، پورا کرنا، گننا، روح قبض کر لینا۔

(یَذَرُوْنَ) وَذَرَ، یَذَرُ، وَذْرٌ (ف) چھوڑنا، قطع کرنا۔
(وَصِیَّۃً) اَوْصٰی، یُوْصِیْ، اِیْصَاءٌ (باب افعال) وصیت کرنا، [وَصِیَّۃٌ اس مصدر سے اسم ہے]
(مَتَاعٌ) تَمَتَّعَ، یَتَمَتَّعُ، تَمَتُّعٌ (باب تفعّل) فائدہ اٹھانا [مَتَاعٌ = باقی نہ رہنے والا مال]
(جُنَاحَ) جَنَحَ، یَجْنَحُ، جُنُوْحٌ (ض ن ف) جھک جانا، (جُنَاح = گناہ)

تفسیر اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے عورتوں پر ایک احسان فرمایا وہ یہ کہ شوہروں کی وصیت کے مطابق انہیں ایک سال تک شوہروں کے گھروں میں رہنے کی جو پابندی تھی اللہ تعالیٰ نے اس کو کالعدم قرار دیا، شوہروں کی وصیت اگرچہ نیک نیتی پر مبنی ہوتی تھی، وہ اپنی بیوہ بیویوں کے لئے ازراہِ احسان یہ وصیت کر جاتے تھے کہ انہیں ایک سال تک اخراجات بھی دئے جائیں اور جائے سکونت بھی دی جائے لیکن یہ وصیت نیک نیتی کے باوجود بیواؤں پر ایک قسم کا بوجھ بھی ہو سکتی تھی، اللہ تعالےٰ نے ان کے اس بوجھ کو ان پر سے اتار دیا اور انہیں اجازت دی کہ عدت کے بعد وہ گھر سے باہر جا سکتی ہیں اور نکاح بھی کر سکتی ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ فِیْمَا فَعَلْنَ فِیْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝

(البقرۃ - ۲۳۴)

اور (اے ایمان والو) تم میں سے جن مردوں کا انتقال ہو جائے اور وہ (اپنے بعد) اپنی بیویاں چھوڑ جائیں تو ان بیویوں کو اپنے (دوسرے نکاح کے معاملہ میں) چار مہینے دس دن توقف کرنا چاہئے۔ جب یہ مدت پوری ہو جائے تو پھر (اے ایمان والو) تم پر کوئی گناہ نہیں اگر وہ اپنے معاملہ میں معروف کے مطابق کوئی کام کر لیں (یعنی اپنا نکاح کر لیں) اور (اے ایمان والو) جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہوتا ہے (اگر اس مدت کے بعد تم بلاوجہ ان کو نکاح سے باز رکھو گے اور ان کو گھر سے نہ نکلنے دو گے تو اللہ تعالےٰ کو اس کا علم ہو گا اور وہ تمہیں اس ظلم و زیادتی کی سزا دے گا)۔

اللہ تعالےٰ نے بیواؤں پر چار مہینے دس دن کی جو پابندی لگائی اس میں تو یقیناً مصلحت اور حکمت ہے لیکن اس مدت پر مزید اضافہ نیک نیتی کے باوجود حکمت پر مبنی نہیں اس لئے اللہ تعالےٰ نے

اس اضافہ کو کوئی اہمیت نہ دیتے ہوئے کالعدم قرار دیا۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالےٰ کے ضابطوں پر عمل کیجئے، اپنی طرف سے ضابطے نہ بنائیے۔ بلاوجہ کسی پر پابندی عائد نہ کیجئے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ۔ (البقرۃ - ۱۸۵)

اللہ تمہارے لئے آسانیاں چاہتا ہے، سختیاں نہیں چاہتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّ الدِّیْنَ یُسْرٌ (صحیح بخاری کتاب الایمان باب الدین یسر جزء اول ص۱۶)

بے شک دین آسان ہے۔

دین میں مشکلات پیدا نہ کیجئے، اللہ تعالےٰ نے ایام جاہلیت کے رسم ورواج کے بوجھ اُتار پھینکے، اب اُسی جیسے بوجھ دوبارہ نہ لادیئے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَیَضَعُ عَنْھُمْ اِصْرَھُمْ۔ (الاعراف - ۱۵۷)

رسول ان پر سے ان کے بوجھ اتار کر پھینک رہے ہیں۔

بیوہ پر یہ کتنی بڑی مصیبت تھی کہ وہ ایام جاہلیت کے رسم ورواج کے مطابق ایک سال تک ایک چھوٹی سی کوٹھڑی میں رہتی تھی، ایک سال بعد اس کو اس کوٹھڑی سے نکالا جاتا تھا، اسی طرح یہ بھی ایک تکلیف دہ پابندی تھی کہ بیوہ کو شوہر کی وصیت کے مطابق ایک سال تک گھر سے نہ نکلنے دیا جاتا تھا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالےٰ کی ہدایت کے مطابق ان بوجھوں کو اتار کر پھینک دیا، لہٰذا اے لوگو، اب پھر قومی وخاندانی رسم ورواج کے بندھنوں میں مسلمین کو نہ جکڑیئے، انہیں اس سادہ دین پر عمل کرنے دیجئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا اور ان آسانیوں سے فائدہ اٹھانے دیجئے جو اللہ تعالےٰ کے دین نے اللہ تعالےٰ کے بندوں کو عطاء فرمائی ہیں۔

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۴۱﴾ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۴۲﴾

ترجمہ مطلقہ عورتوں کو معروف کے مطابق کچھ نہ کچھ ضرور دیا جائے، یہ متقین پر لازم ہے ﴿۲۴۱﴾ اس طرح اللہ اپنے احکام کو وضاحت کے ساتھ بیان کر رہا ہے تاکہ تم (اچھی طرح) سمجھ جاؤ۔ ﴿۲۴۲﴾

معانی و مصادر (مُطَلَّقٰتِ) طَلَّقَ ، يُطَلِّقُ ، تَطْلِيْقٌ (باب تفعیل) طلاق دینا، چھوڑ دینا۔

(حَقًّا) حَقَّ ، يَحِقُّ ، حَقٌّ (ض) ثابت ہونا، واجب ہونا۔ حَقَّ ، يَحُقُّ ، حَقٌّ (ن) واجب کرنا، ثابت کرنا۔

(يُبَيِّنُ) بَيَّنَ ، يُبَيِّنُ ، تَبْيِيْنٌ (باب تفعیل) واضح ہونا، واضح کرنا۔

تفسیر مطلقہ عورتوں کو اخراجات و مال و متاع دینے کی کئی صورتیں ہیں:-

مطلقہ عورتوں کے حقوق

(۱) وہ مطلقہ عورتیں جن کو طلاق رجعی دی گئی ہو، یعنی جن کو ایک طلاق دی گئی ہو یا دو طلاقیں دی گئی ہوں، ایسی عورتوں کو عدت کے زمانہ میں خرچ دینا شوہروں پر لازم ہے۔

عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثًا قَالَ لَيْسَ لَهَا سُكْنٰى وَلَا نَفَقَةٌ (صحیح مسلم کتاب الطلاق باب المطلقة ثلاثا لا نفقة لها۔ جزء اول ص۴۸۴)

فاطمہ بنت قیس کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کے متعلق جس کو تین طلاقیں دے دی گئی ہوں فرمایا کہ اس کے لئے (شوہر کے ہاں) نہ جائے سکونت باقی رہی اور (نہ شوہر کے ذمہ) اس کے اخراجات ہیں۔

(۲) ایسی عورتیں جن کو طلاق اور عدت کے بعد رخصت کیا جا رہا ہو۔

ایسی عورتوں کو بھی کچھ نہ کچھ دینا چاہیئے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَوْتَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ (البقرۃ - ۲۲۹) یا احسان کے ساتھ انہیں رخصت کر دو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَوْسَرِّحُوْھُنَّ بِمَعْرُوْفٍ (البقرۃ - ۲۳۱) یا معروف و دستور کے مطابق انہیں رخصت کر دو۔

اِن آیات کا منشاء یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایسی عورتوں کو رخصت کے وقت کچھ دیا جائے۔

اوپر کی دونوں آیتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ طلاق رجعی ہو یا غیر رجعی عدت کے بعد رخصت کرتے وقت بیوی کے اخراجات تو شوہر کے ذمّہ باقی نہیں رہتے البتہ اس وقت بھی اُسے کچھ نہ کچھ دینا ضروری ہوتا ہے تاکہ رخصت کے بعد وہ فوراً پریشانی کا شکار نہ ہو۔ عورت پر یہ اسلام کا بہت بڑا احسان ہے۔

(۳) ایسی عورتیں جو طلاق کے بعد بچّہ کو دودھ پلائیں:۔

ایسی عورتوں کو رضاعت کے زمانہ میں شوہر کی طرف سے کھانے (پینے) اور کپڑے کے اخراجات ملنے چاہئیں، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (البقرۃ - ۲۳۳) (رضاعت کے زمانہ میں) مطلقہ ماؤں کے کھانے اور کپڑے کا خرچ باپ کے ذمّہ ہے۔

(۴) وہ مطلقہ عورتیں جن کو نکاح کے بعد نہ ہاتھ لگایا ہو اور نہ نکاح کے وقت مہر مقرر کیا ہو:۔

ایسی عورتوں کو رخصت کے وقت کچھ نہ کچھ مال دینا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَمَتِّعُوْهُنَّ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (البقرۃ - ۲۳۶) انہیں کچھ نہ کچھ مال (ضرور) دو، وسعت والا اپنی حیثیت کے مطابق اور تنگ دست اپنی حیثیت کے مطابق دے، الغرض معروف کے مطابق انہیں کچھ نہ کچھ دینا نیکی کرنے والوں پر لازم ہے۔

(۵) وہ مطلقہ عورتیں جن کو مہر مقرر کرنے کے بعد ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دی گئی ہو:۔

ایسی عورتوں کو نصف مہر دینا چاہیئے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ (البقرۃ - ۲۳۷) اگر تم عورتوں کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو اور تم نے (نکاح کے وقت) مہر مقرر کر دیا ہو تو (رخصت کے وقت) نصف مہر دو۔

(۶) وہ مطلقہ عورتیں جو حاملہ ہوں:۔

ایسی عورتوں کو وضع حمل تک خرچ دیا جائے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ اور اگر مطلقہ عورتیں حمل سے ہوں تو جب تک

حَتّٰی یَضَعۡنَ حَمۡلَہُنَّ ۔ وضع حمل نہ ہو ان کا خرچ ادا کرو۔

(الطلاق ۔ ۶)

غرض یہ کہ مطلقہ عورتوں کو ہر حال میں کچھ نہ کچھ دینا ضروری ہے (حَقًّا عَلَی الۡمُتَّقِیۡنَ) متقین پر یہ چیز لازم ہے۔ آگے اللہ تعالٰے فرماتا ہے (کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمۡ اٰیٰتِہٖ) اس طرح اللہ تعالٰے اپنے احکام کو وضاحت کے ساتھ بیان فرما رہا ہے (لَعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ) تاکہ تم اچھی طرح سمجھ جاؤ اور پھر مطلقہ عورتوں کے معاملہ میں کسی قسم کی حق تلفی نہ کرو۔

گذشتہ آیات میں اللہ تعالٰے نے مطلقہ عورتوں کے حقوق کو علیحدہ علیحدہ بیان کر دیا تھا، اس آیت میں اللہ تعالٰے نے تمام احکام کو سمیٹتے ہوئے خلاصہ بیان کیا۔ اللہ تعالٰے نے فرمایا "ہر قسم کی مطلقہ عورتوں کا کچھ حق ہے جو انہیں مال و متاع کی صورت میں رخصت کے وقت ادا کیا جائے"۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالٰے کے واضح احکام پر عمل کیجئے، ان میں اپنی طرف سے پیچیدگی نہ پیدا کیجئے، فقہی موشگافیوں سے بچیئے، حیلے نہ نکالیئے، مطلقہ عورتوں کو معروف کے مطابق ان کے حق ادا کرتے رہیئے

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ
دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ
الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مُوتُوا
ثُمَّ أَحْيَاهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ
عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ
لَا يَشْكُرُونَ ﴿۲۴۳﴾ وَقَاتِلُوا فِي
سَبِيلِ اللَّهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ
سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۲۴۴﴾

ترجمہ (اے رسول) کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو ہزاروں کی تعداد میں موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکلے، اللہ نے ان سے کہا "مرجاؤ" (وہ مرگئے)، اللہ نے انہیں پھر زندہ کر دیا، بے شک اللہ لوگوں پر فضل (وکرم) کرتا رہتا ہے (تاکہ وہ اللہ کا شکر ادا کرتے رہیں) لیکن اکثر

لوگ شکر ادا نہیں کرتے (۲۴۳) اور (اے ایمان والو) اللہ کے راستہ میں جنگ کرتے رہو اور (یہ بات اچھی طرح) جان لو کہ بے شک اللہ سننے والا، جاننے والا ہے (۲۴۴)

معانی و مصادر (تَرَ) رَأیٰ، یَرٰی، رَأیٌ و رُؤْیَۃٌ و رَاءَۃٌ و رِءْیَانٌ (ف) دیکھنا۔

(دِیَار) دَارَ، یَدُوْرُ، دَوْرٌ و دَوَرَانٌ (ن) چکر لگانا (دِیَار = دَارٌ کی جمع، گھر، شہر)

(اُلُوْفٌ) اَلَفَ، یَاْلِفُ، اَلْفٌ (ض ن) ہزار کی تعداد میں کوئی چیز دینا (اُلُوْفٌ = آلاف = اَلْفٌ کی جمع = ہزار)

(حَذَر) حَذِرَ، یَحْذَرُ، حَذَرٌ و حِذْرٌ و مَحْذُوْرَۃٌ (س) ڈرنا۔

(فَضْل) فَضَلَ، یَفْضُلُ، فَضْلٌ (س ن) بچ جانا، زیادہ کرنا، زیادہ ہونا (فَضْلٌ = رحمت، احسان)

(یَشْکُرُوْنَ) شَکَرَ، یَشْکُرُ، شُکْرٌ و شُکُوْرٌ و شُکْرَانٌ (ن) شکر ادا کرنا، قدر دانی کرنا۔

تفسیر اللہ تعالیٰ نے اپنے راستہ میں جنگ کا حکم دینے سے پہلے بطور تمہید کے ایک شہر کے لوگوں کا حال بیان کیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا (اے رسول) کیا آپ کو ان لوگوں کا حال نہیں معلوم جو ہزاروں کی تعداد میں موت کے ڈر سے اپنے گھروں کو چھوڑ کر باہر نکل گئے یا اپنے شہر کو چھوڑ کر کہیں اور چلے گئے، انہوں نے سوچا کہ شاید شہر کو چھوڑ دینے کے بعد وہ شہر میں آنے والی مہلک آفت سے بچ جائیں گے اور اس طرح موت سے انہیں نجات مل جائے گی، لیکن ان کا یہ خیال صحیح نہیں نکلا، اللہ تعالیٰ کو یہ بتانا مقصود تھا کہ موت و زیست اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے وہ کسی جگہ بھی مار سکتا ہے اور اگر چاہے تو موت کے بعد بھی زندگی عطاء کر سکتا ہے، الغرض جب وہ لوگ دوسری جگہ پہنچ گئے تو موت نے انہیں وہاں بھی نہیں چھوڑا، اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق وہ سب مر گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے بڑا فضل کیا کہ اس مختصر تنبیہ کے بعد انہیں پھر زندہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر فضل و کرم کرتا ہی رہتا ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

اللہ تعالیٰ نے یہ قصہ بیان کر کے تمام لوگوں کو نصیحت کا ایک پیغام دیا، اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ

(۱) موت و زیست اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے،

(۲) موت کا ایک وقت مقرر ہے اور اس وقت موت آکر رہتی ہے خواہ موت سے بچنے کے لئے کیسی ہی تدبیر کیوں نہ کرے،

(۳) اللہ تعالیٰ موت کے بعد بھی زندہ کر سکتا ہے تو یہ اس کے لئے کیا مشکل ہے کہ موت میں سے نکال لائے، یقیناً وہ ایسے مواقع سے زندہ بچا کر لا سکتا ہے جہاں بظاہر

نظر آں ہو۔

موت کے بعد زندہ کرنے کا یہ دوسرا واقعہ ہے جو اللہ تعالٰے نے قرآن مجید میں بیان کیا ہے، پہلا واقعہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۷۳ میں گذر چکا ہے۔

اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالٰے نے حکم دیا کہ (وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ) اللہ تعالٰے کے راستہ میں جنگ کرو، جنگ سے بچنے کے لئے بہانے تلاش نہ کرو، یہ نہ خیال کرو کہ جنگ میں نہیں جاؤ گے تو موت سے بچ جاؤ گے، نہیں، یہ خیال غلط ہے۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا۔

(آل عمران - ۱۴۵)

کسی شخص کے اختیار میں نہیں کہ وہ بغیر اللہ کے حکم کے مرجائے، موت کا وقت مقرر ہے (وہ ٹل نہیں سکتا)۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِیْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ۔

(آل عمران - ۱۵۴)

لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہمارے اختیار میں ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ کئے جاتے (یعنی نہ میدانِ جنگ میں آتے، نہ قتل ہوتے) اے رسول آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اپنے گھروں میں ہی رہتے تب بھی جن لوگوں کی تقدیر میں قتل ہونا لکھا ہوتا وہ (ضرور کسی نہ کسی بہانے سے) اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل آتے (اور قتل ہوجاتے)۔

ایک اور موقع پر اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

(آل عمران - ۱۶۸)

وہ منافقین جو گھر میں بیٹھے رہے (اور جنگ میں نہیں گئے) اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں کہ یہ لوگ (جنہوں نے جنگ میں شرکت کی اور مارے گئے) اگر ہمارا کہنا مان لیتے (اور کسی بہانے سے جنگ میں شرکت نہ کرتے) تو قتل نہ ہوتے (ہمارا کہنا نہیں مانا اس لئے قتل ہوئے، اے رسول) آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اگر تم واقعی اس دعوی میں سچے ہو تو اب اپنی موت کو ٹال دو (تمہیں موت نہ آنے پائے)

لیکن موت ٹلنے والی نہیں، وہ تو آ کر رہے گی، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

اَیۡنَ مَا تَکُوۡنُوۡا یُدۡرِکۡکُّمُ الۡمَوۡتُ وَلَوۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ بُرُوۡجٍ مُّشَیَّدَۃٍ (النسآء - ۷۸)

(اے لوگو) تم کو موت آ کر رہے گی خواہ تم کتنے ہی مضبوط برجوں میں کیوں نہ (محفوظ) ہو۔

الغرض اللہ تعالےٰ نے بستی والوں کے اس قصّہ کو سنا کر ایمان والوں کی ہمت بڑھائی، اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کے راستے میں لڑو اور موت سے بے خوف ہو جاؤ، موت تو اپنے وقت پر آئے گی، اگر موت نہیں آئی تو انتہائی خطرناک مواقع سے بچ کر تم نکل آؤ گے اور اگر موت آ گئی ہے تو گھر پر بھی نہیں چھوڑے گی، موت کا ڈر فضول اور لاحاصل ہے، موت سے نہ ڈرنا ہی بہادری ہے اور موت سے ڈرنا بزدلی ہے۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا جو لوگ جنگ میں نہ جانے کے لئے بہانے تلاش کرتے ہیں، خود بھی جنگ میں شریک نہیں ہوتے اور دوسروں کو بھی ورغلاتے ہیں تو اللہ تعالےٰ ان کے یہ بہانے بھی سُن رہا ہے اور ان کا ورغلانا بھی سُن رہا ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ "سمیع" ہے، وہ ہر شخص کی ہر بات سن لیتا ہے خواہ وہ کتنا ہی چھپا کر کیوں نہ کہے اور اللہ تعالیٰ تو دلوں کا حال بھی جانتا ہے کیونکہ وہ "علیم" ہے اُسے معلوم ہے کہ کون جھوٹے عذر و بہانے پیش کر رہا ہے اور کون واقعی مجبور ہے۔ ایسی صورت میں بجائے موت کے، ڈرنا اس سے چاہئے جو حقیقت حال سے واقف ہے اور پھر سزا و جزا دینے کا اختیار رکھتا ہے۔

عمل

اے لوگو، موت سے نہ ڈریئے، جہاد فی سبیل اللہ سے پہلو تہی اختیار نہ کیجئے بلکہ دل کی خوشی کے ساتھ اللہ تعالےٰ کے راستہ میں نکل کھڑے ہوئیے، جان جاتی ہے تو جانے دیجئے، یہ جان وقت مقررہ پر ہی جا رہی ہے، جنگ کرنے کی وجہ سے اپنے وقت سے پہلے نہیں جا رہی۔

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗۤ اَضْعَافًا کَثِیْرَۃً وَاللّٰہُ یَقْبِضُ وَ یَبْصُۜطُ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۴۵﴾

ترجمہ کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے؟ (جو شخص اللہ کو قرض حسنہ دیگا) تو اللہ اس کو (قیامت کے روز) اس کے بدلہ میں کئی گنا ثواب دیگا اور (اے ایمان والو، یہ نہ سمجھ لینا کہ اللہ کو قرض حسنہ دینے سے تم مفلس ہو جاؤ گے، رزق کی تنگی و کشادگی تو) اللہ تعالیٰ (کے ہاتھ میں ہے وہی) روزی تنگ کرتا ہے اور فراخ کرتا ہے اور تم اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے (تو وہاں بھی اسی سے کام پڑیگا، وہی تمہیں اجر و ثواب دیگا)۔ ﴿۲۴۵﴾

معانی و مصادر ذَا = یہ۔ اس کے پہلے "ھا" تنبیہ کا لگا کر "ھٰذَا" بنا لیتے ہیں۔

(یُقْرِضُ) اَقْرَضَ، یُقْرِضُ، اِقْرَاضٌ (باب افعال) قرض دینا، اگر اس کے بعد مِنْہُ لگا دیا جائے تو معنی ہوں گے قرض لینا۔

(قَرْضًا) قَرَضَ، یَقْرِضُ، قَرْضٌ (ض) کاٹنا، پار کرنا (قرض = قرضہ)۔

(حَسَنٌ) حَسَنَ، یَحْسُنُ، حُسْنٌ (ن ك) خوبصورت ہونا، (حَسَنٌ = اچھا)۔

(یُضَاعِفُ) ضَاعَفَ، یُضَاعِفُ، ضِعَافٌ و مُضَاعَفَۃٌ (باب مفاعلہ) دوگنا کرنا۔

(اَضْعَافًا) ضَعَفَ، یَضْعَفُ، ضَعْفٌ (ف) دوگنا کرنا، زیادہ کرنا۔ (اَضْعَاف = ضِعْفٌ کی جمع، مثل)

(کَثِیْرَۃً) کَثُرَ، یَکْثُرُ، کَثْرَۃٌ و کَثَارَۃٌ (ك) زیادہ ہونا۔

(یَقْبِضُ) قَبَضَ، یَقْبِضُ، قَبْضٌ (ض) ہاتھ سے روکنا، انگلیاں ملا لینا، تنگی کرنا۔

(يَبْسُطُ) بَسَطَ ، يَبْسُطُ ، بَسْطٌ (ن) پھیلانا ، وسعت دینا۔
(تُرْجَعُوْنَ) رَجَعَ ، يَرْجِعُ ، رَجْعٌ (ض) لوٹنا ، لوٹانا۔

تفسیر گذشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے قتال فی سبیل اللہ کا حکم دیا ، کیونکہ قتال میں روپیہ کی بھی ضرورت ہوتی ہے لہذا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فی سبیل اللہ روپیہ خرچ کرنے کی ترغیب دی ، اللہ تعالیٰ مؤمنین سے دنیا میں روپیہ طلب کرتا ہے اور آخرت میں اس کی ادائیگی کا وعدہ کرتا ہے ، دنیا میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا گویا اللہ تعالیٰ کو قرض دینا ہے ، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا) کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دے ، اچھی چیز اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرے ، خلوص اور نیک نیتی سے دے ، ریا اور نام و نمود کو اس میں کوئی دخل نہ ہو (فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً) تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے روز اس قرضہ کا کئی گنا ثواب عطاء کریگا۔

جو مال اللہ تعالیٰ مؤمنین سے طلب کرتا ہے وہ درحقیقت اُسی کا دیا ہوا ہے ، اس چیز کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار دوہرایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۔ (البقرة - ۳)

متقی وہ ہیں جو ہمارے دئے ہوئے مال میں سے (ہمارے راستہ میں) خرچ کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ○ (فاطر - ۲۹)

جو لوگ اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے رہتے ہیں نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ طور پر اور علانیہ خرچ کرتے رہتے ہیں وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جو کبھی ضائع نہیں ہوگی۔

اس مضمون کی تفصیل کے لئے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۳ کی تفسیر ص ۱۰۵ پر ملاحظہ فرمائیں۔

مندرجہ بالا آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں دینا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک قسم کی تجارت ہے۔ اس تجارت میں نقصان کبھی نہیں ہو سکتا ، زر اصل مع منافع کے جو زر اصل کا کئی گنا ہوگا قیامت کے دن واپس مل جائیگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۔ (التوبة - ۱۱۱)

اللہ نے جنت کے بدلہ مؤمنین سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو خرید لیا ہے۔

الغرض اللہ تعالٰی اپنے دئے ہوئے مال میں سے ہم سے قرض مانگ کر ہماری عزت افزائی فرمارہا ہے۔ یہ کتنی بڑی خوش نصیبی کی بات ہے کہ ہم اللہ تعالٰی ہی کے دئے ہوئے مال میں سے اُسے قرض دیں اور پھر کئی گنا بدلہ اس سے وصول کریں۔

اللہ تعالٰی فرماتا ہے:۔

اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝

(الحدید۔ ۱۸)

اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے والے مردوں اور عورتوں کو یعنی ان لوگوں کو جو اللہ کو قرض حسنہ دیتے ہیں کئی گنا ثواب اور باعزت اجر عطاء کیا جائے گا۔

اللہ تعالٰی فرماتا ہے:۔

اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝

(التغابن۔ ۱۷)

اگر تم اللہ کو قرض حسنہ دوگے تو اللہ اس کو تمہارے لئے کئی گنا کردیگا اور تمہارے گناہ معاف فرمادیگا، کیونکہ وہ قدردان بھی ہے اور بردبار بھی (وہ نیکیوں کی قدر کرتا ہے اور برائیوں سے درگذر فرماتا ہے)

اللہ تعالٰی فرماتا ہے:۔

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝

(الحدید۔ ۱۱)

کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے، (جو شخص اللہ کو قرض حسنہ دے گا) تو اللہ اس کو اس کے لئے کئی گنا کردے گا اور اس کو عزت والا صلہ عطاء فرمائے گا۔

اوپر کی تمام آیتوں میں اللہ تعالٰی نے قرض حسنہ دینے کی ترغیب دی لیکن ایک جگہ قرض حسنہ کا حکم دے کر اس کو فرض کردیا، اللہ تعالٰی فرماتا ہے:۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا۔

(المزمل۔ ۲۰)

اے ایمان والو، نماز کو قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور اللہ کو قرض حسنہ دیتے رہو۔

یہ قرض حسنہ جس کو اللہ نے فرض کردیا اس میں تمام مالی فرائض شامل ہیں مثلاً زکوٰۃ، زکوٰۃ الفطر، ماں باپ، اہل وعیال اور اقرباء کے حقوق اور جہاد کے اخراجات وغیرہ وغیرہ۔

الغرض اللہ تعالٰی کو قرض حسنہ دینا تمام مؤمنین پر فرض ہے، اس قرض کا ثواب اللہ تعالٰی کے ہاں کئی گنا ہو کر ملے گا،

اللہ تعالٰی فرماتا ہے:۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○ (البقرۃ ۔ ۲۶۱)

جو لوگ اللہ کے راستہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان (کے دیئے ہوئے مال) کی مثال اس دانہ جیسی ہے جس سے سات بالیں اُگیں، ہر بال میں سو دانے ہوں اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے ثواب کو کئی گنا کر دیتا ہے، وہ بڑا وسعت والا اور جاننے والا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ کے راستہ میں دیئے ہوئے مال کا بدلہ سات سو گُنے تک پہنچ جاتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ اور یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی وسیع کرم نوازی ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں سے قرض مانگتا ہے، اس لئے نہیں کہ وہ محتاج ہے اور نہ اس لئے کہ وہ ظالم ہے، ان سے لے کر اُن کے مال کو ضائع کر دے، ایسا نہیں ہوسکتا کہ وہ کسی کی حق تلفی کرے، وہ قرضہ واپس کرے گا اور کئی گُنا کر کے واپس کرے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

يَنْزِلُ اللّٰهُ فِي السَّمَآءِ الدُّنْيَا لِشَطْرِ اللَّيْلِ اَوْ لِثُلُثِ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ فَيَقُوْلُ مَنْ يَّدْعُوْنِيْ فَاَسْتَجِيْبَ لَهٗ اَوْ يَسْاَلُنِيْ فَاُعْطِيَهٗ ثُمَّ يَقُوْلُ مَنْ يُّقْرِضُ غَيْرَ عَدِيْمٍ وَلَا ظَلُوْمٍ وَ فِيْ رِوَايَةٍ ثُمَّ يَبْسُطُ يَدَيْهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى يَقُوْلُ مَنْ يُّقْرِضُ غَيْرَ عَدُوْمٍ وَلَا ظَلُوْمٍ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب الترغیب فی الدعاء والذکر فی اٰخر اللیل جزء اول ص۳۰۲)

جب آدھی یا تہائی رات باقی رہ جاتی ہے تو اللہ آسمانِ دنیا پر نازل ہوتا ہے اور فرماتا ہے، کون ہے جو مجھ سے دعا کرے میں اس کی دعاء قبول کروں، کون ہے جو مجھ سے طلب کرے میں اس کو دوں؟ پھر دونوں ہاتھ پھیلا کر فرماتا ہے کون ہے جو ایسی ہستی کو قرض دے جو نہ محتاج ہے اور نہ ظالم۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِّنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ وَلَا يَقْبَلُ اللّٰهُ اِلَّا الطَّيِّبَ وَاِنَّ اللّٰهَ يَتَقَبَّلُهَا بِيَمِيْنِهٖ ثُمَّ يُرَبِّيْهَا لِصَاحِبِهٖ كَمَا يُرَبِّيْ اَحَدُكُمْ فَلُوَّهٗ حَتّٰى تَكُوْنَ مِثْلَ الْجَبَلِ (صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب لا یقبل اللہ صدقۃ من غلول جزء۲ ص۱۳۴ وصحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب قبول

اللہ صرف پاک مال قبول فرماتا ہے تو جس شخص نے پاک کمائی میں سے ایک کھجور کے برابر صدقہ دیا تو اللہ اس کو اپنے داہنے ہاتھ میں لے لیتا ہے پھر اس کی اس طرح نشو و نما کرتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی اپنے گھوڑے کے بچہ کی نشو و نما کرتا ہے یہاں تک کہ وہ کھجور پہاڑ کے برابر ہو جاتی ہے۔

الصدقة من الكسب الطیب جزء اول ص۱۹۰
واللفظ للبخاری)

الغرض اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دینے کا بڑا ثواب ہے، اللہ تعالیٰ ثواب کو دئے ہوئے مال کا کئی گنا کر دیتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا (وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ) اللہ ہی رزق میں تنگی کرتا ہے اور اللہ ہی رزق میں کشادگی عطا فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ کو قرض دے کر کوئی شخص یہ خیال نہ کرے کہ معیشت تنگ ہو جائے گی۔ معیشت کی تنگی و فراخی اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے وہ جس وقت چاہے اور جس کے لئے چاہے روزی تنگ کر سکتا ہے اور فراخ کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ (الرعد ۔ ۲۶)

اللہ جس کے لئے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ۔ (سبا ۔ ۳۶)

(اے رسول) کہہ دیجئے بے شک میرا رب جس کے لئے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے

اللہ تعالیٰ کے راستہ میں دینے سے مال کم نہیں ہوتا بلکہ مال میں برکت ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيْهِ اِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُوْلُ اَحَدُهُمَا اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَيَقُوْلُ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا (صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب قول اللہ تعالیٰ فاما من اعطی واتقی جزء۲ ص۱۴۲ و صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب فی المنفق والممسک جزء اول ص۳۲۴)

ہر دن جب بندے صبح کرتے ہیں تو دو فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک اس طرح کہتا ہے "اے اللہ خرچ کرنے والے کو اور دے" اور دوسرا اس طرح کہتا ہے "اے اللہ روکنے والے کے مال کو تلف کر دے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماء سے فرمایا:۔

اِنْفَحِيْ اَوِ انْضَحِيْ اَوْ اَنْفِقِيْ وَلَا تُحْصِيْ فَيُحْصِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ وَلَا تُوْعِيْ فَيُوْعِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ (صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب الحث علی الانفاق جزء اول ص۳۲۲ و صحیح بخاری

خرچ کرتی رہو، گن گن کر نہ رکھو ورنہ اللہ بھی گن گن کر دیگا، (مال کو) روک کر نہ رکھو ورنہ اللہ بھی تم سے (ہاتھ) روک لے گا۔

ب الزکوۃ باب الصدقۃ فیما استطاع
وباب التحریض علی الصدقۃ جزء دوم
ص ۱۳۰ و ۱۳۱ واللفظ لمسلم)

پھر اللہ تعالٰے نے فرمایا (دنیا کی فراخی اور تنگی کا خیال چھوڑو، یہاں کی زندگی اور مال و متاع عارضی ہے) وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ تمہیں یہاں سے ایک دن جانا ہے اور اللہ تعالٰے کے سامنے پیش ہونا ہے، تو کیوں نہ اس کے راستہ میں خرچ کر کے اس کو خوش کرو اور اُس سے باقی رہنے والا اجر و ثواب حاصل کرو۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالٰے کے راستہ میں خرچ کرتے رہیئے۔ یہ خیال نہ کیجیے کہ اللہ تعالٰے کے راستہ میں خرچ کرنے سے آپ مفلس ہو جائیں گے، نہیں بلکہ اللہ تعالٰی اور زیادہ دے گا۔

اے لوگو، یاد رکھیئے کہ آپ کو ایک دن اللہ تعالٰے کے سامنے پیش ہونا ہے اور اپنے اعمال کا حساب وکتاب دینا ہے، اگر آپ چاہتے ہیں کہ وہاں آپ کامیاب ہوں تو دنیا میں اللہ تعالٰے کو خوش کرنے کی کوشش کرتے رہیئے اور اللہ تعالٰے کے راستہ میں مال خرچ کرتے رہیئے، اس لئے کہ مال خرچ کرنے کا ثواب اللہ تعالٰے نے بہت زیادہ رکھا ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلَإِ مِنْ بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ
مِنْ بَعْدِ مُوسٰى إِذْ قَالُوا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ
ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ
قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ
الْقِتَالُ أَلَّا تُقَاتِلُوا قَالُوا وَمَا لَنَآ
أَلَّا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَقَدْ أُخْرِجْنَا
مِنْ دِيَارِنَا وَأَبْنَآئِنَا فَلَمَّا كُتِبَ
عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ
وَاللّٰهُ عَلِيمٌ بِالظّٰلِمِينَ ﴿٢٤٦﴾ وَقَالَ

لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ

طَالُوْتَ مَلِكًا قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ

الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ

مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ

قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَ

زَادَهٗ بَسْطَةً فِى الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ

وَاللّٰهُ يُؤْتِىْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ وَ

اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٤٧﴾ وَقَالَ لَهُمْ

نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ

التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ

وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ

وَآلُ هَٰرُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَٰٓئِكَةُ

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِن كُنتُم

مُّؤْمِنِينَ ﴿۲۴۸﴾ فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ

بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُم

بِنَهَرٍ فَمَن شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ

مِنِّي وَمَن لَّمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي

إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ

فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ فَلَمَّا
جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ
قَالُوا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ
وَجُنُودِهِ قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ
أَنَّهُم مُّلَاقُو اللَّهِ كَم مِّن فِئَةٍ
قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ
اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿۲۴۹﴾ وَلَمَّا
بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالُوا
رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ

أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ
الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۵۰﴾ فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ
وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ
الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ
وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ
بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ
اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۵۱﴾

ترجمہ (اے رسول) کیا آپ نے موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل کی ایک جماعت کو نہیں دیکھا جب انہوں نے اپنے نبی سے کہا "آپ ہمارے لئے ایک سپہ سالار مقرر کر دیجئے تاکہ ہم (اس کی ماتحتی میں) اللہ کے راستہ میں جنگ کریں" نبی نے فرمایا "کیا تم سے یہ امید ہے کہ اگر تم پر لڑائی فرض کر دی جائے تو تم لڑائی (سے پہلو تہی اختیار) نہ کرو" انہوں نے کہا "یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم اللہ کے راستے میں نہیں لڑیں حالانکہ ہمیں ہمارے گھروں سے نکال دیا گیا اور ہمارے بچوں کو ہم سے چھین لیا گیا" پھر (ہوا یہی کہ) جب ان پر لڑنا فرض کر دیا گیا تو سوائے چند کے سب اپنے قول و قرار سے پھر گئے

(بہر حال) اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں سے خوب واقف ہے (ایک وقت آئے گا کہ وہ ان کو اس سرکشی کی سزا دیگا) ۲۴۶ ان کے نبی نے ان سے کہا کہ اللہ نے تم پر طالوت کو سپہ سالار مقرر کیا ہے، وہ لوگ کہنے لگے "ان کو ہم پر سپہ سالاری کیسے مل سکتی ہے؟ سپہ سالاری کے ان سے زیادہ مستحق تو ہم ہیں، اُن کو تو مال و دولت میں بھی وسعت نہیں دی گئی (کہ اسی کی وجہ سے ہم ان کو سپہ سالاری کا مستحق سمجھ لیں)" نبی نے فرمایا: "اللہ نے ان کو تم پر (سپہ سالاری کے لئے) منتخب کیا ہے اور ان کو علم و جسم میں بھی (تم پر) فوقیت دی ہے اور اللہ اپنا ملک جس کو چاہتا ہے دیتا ہے، وہ وسعت والا، جاننے والا ہے (وہ جانتا ہے کہ کون کس چیز کا زیادہ مستحق ہے اور کون کس کام کی زیادہ اہلیت رکھتا ہے)" ۲۴۷ پھر ان کے نبی نے ان سے کہا: "(اگر تمہیں ان کی سپہ سالاری میں شک ہے تو اللہ نے) ان کی سپہ سالاری کی ایک نشانی بھی (مقرر کر دی) ہے وہ یہ کہ تمہارے پاس وہ صندوق آجائے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے سکینہ ہے اور جس میں آل موسیٰ اور آل ہارون کی چھوڑی ہوئی چیزوں میں سے باقی بچی ہوئی چیزیں رکھی ہوئی ہیں، اس کو فرشتے اٹھا کر لائیں گے (اور تمہارے سپرد کر دیں گے)، اگر تم مؤمن ہو تو اس (صندوق کے آجانے) میں تمہارے لئے (طالوت کی سپہ سالاری کی ایک بہت بڑی) نشانی ہے" ۲۴۸ (الغرض بنی اسرائیل نے خوشی یا ناخوشی سے طالوت کی سپہ سالاری کو تسلیم کر لیا) پھر جب طالوت اپنے لشکروں کے ساتھ روانہ ہوئے تو انہوں نے اپنے لشکروں سے کہا: "اللہ ایک دریا کے ذریعہ تمہاری آزمائش کرنے والا ہے، جو شخص اس میں سے پانی پئے گا اس کا مجھ سے کوئی تعلق باقی نہیں رہے گا اور جو شخص (اس میں سے) پانی نہیں پئے گا اس کا مجھ سے تعلق باقی رہے گا، مگر (ہاں) اگر کوئی شخص اپنے ہاتھ سے ایک چلو پانی لے (کر پی) لے (تو کوئی حرج نہیں)" پھر (جب وہ اُس دریا پر پہنچے تو) سوائے چند آدمیوں کے سب نے اس میں سے (خوب سیر ہو کر) پانی پیا، پھر جب طالوت اور ان کے ساتھ جو ایمان والے تھے اُس دریا کے پار ہو گئے تو ان لوگوں (کی اکثریت) نے کہا کہ آج تو ہم میں (کافروں کے بادشاہ) جالوت اور اس کے لشکروں سے لڑنے کی طاقت نہیں، (یہ سن کر) ان لوگوں نے جن کو یقین تھا کہ وہ (ایک دن) اللہ سے ملاقات کرنے والے ہیں (ہمت نہیں ہاری، انہوں نے آپس میں ایک دوسرے سے) کہا: "بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ اللہ کے حکم سے چھوٹی جماعت بڑی جماعت پر غالب آئی ہے (لہذا اللہ کے بھروسہ پر ثابت قدمی کے ساتھ لڑو) اللہ ثابت قدم رہنے والوں کے ساتھ ہے" ۲۴۹
پھر جب ان لوگوں کا جالوت اور اس کے لشکروں سے مقابلہ ہوا تو انہوں نے اس طرح دعاء کی: "اے ہمارے رب ہمیں استقامت عطاء فرما، ہمیں ثابت قدم رکھ اور کافروں کی افواج کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما" ۲۵۰ پھر مؤمنین نے (کافروں سے جنگ کی اور) اللہ کے حکم سے انہیں شکست دی، داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا، پھر اللہ تعالیٰ نے داؤد کو بادشاہت دی، حکمت عطا فرمائی اور جو کچھ چاہا انہیں سکھایا (اس طرح اللہ نے کافروں اور مفسدوں کی قوت توڑ دی اور انہیں پامال کر دیا)

اور اگر اللہ بعض لوگوں کو بعض لوگوں کے ذریعہ نہ دفع کرتا رہے تو ملک بدامنی کا شکار ہو جائے لیکن اللہ اہلِ عالم پر بڑا مہربان ہے (کہ بدامنی کا سدِّ باب کرتا رہتا ہے) (۲۵۱)

معانی و مصادر (اِبْعَثْ) بَعَثَ، یَبْعَثُ، بَعْثٌ، تَبْعَاثٌ (ف) کھڑا ہونا، بھیجنا، مقرر کرنا۔
(عَسَیْتُم) عَسٰی فعل جامد ہے۔ قریب ہونا۔
(تَوَلَّوْا) تَوَلّٰی، یَتَوَلّٰی، تَوَلِّی (باب تفعّل) متولّی ہونا، دوست بنانا، منہ پھیرنا۔
(یُؤْتَ) اٰتٰی، یُؤْتِیْ، اِیْتَاءٌ (باب افعال) دینا۔
(سَعَةٌ) (وَاسِعٌ) وَسِعَ، یَسَعُ و یَسِعُ، سَعَةٌ (س ح) کشادہ کرنا، کشادہ ہونا۔ احاطہ کرنا (مادہ وس ع ہے)
(اِصْطَفٰی) اِصْطَفٰی، یَصْطَفِیْ، اِصْطِفَاءٌ (باب افتعال) چننا، منتخب کرنا۔
(بَسْطَة) بَسَطَ۔ یَبْسُطُ، بَسْطٌ (ن) بچھانا، دراز کرنا، باوسعت ہونا (بَسْطَةٌ = قوت، کمال، کشائش)۔
(تَابُوْت) تَابُوْت = لکڑی کا صندوق۔
(سَكِیْنَةٌ) سَكَنَ، یَسْكُنُ، سُكُوْنٌ (ن) ٹھہر جانا، قرار پکڑنا (سَكِیْنَةٌ = وقار، طمانیت)۔
(بَقِیَّةٌ) بَقِیَ، یَبْقٰی، بَقَاءٌ و بُقِیٌّ، یَبْقِیْ، بَقْیٌ (ض س) باقی رہنا (بَقِیَّةٌ = بچی ہوئی چیز)۔
(فَصَلَ) فَصَلَ، یَفْصِلُ، فُصُوْلٌ (ن) شہر سے نکلنا یا روانہ ہونا۔
(مُبْتَلِیْ) اِبْتَلٰی، یَبْتَلِیْ، اِبْتِلَاءٌ (باب افتعال) آزمانا۔
(اِغْتَرَفَ) اِغْتَرَفَ، یَغْتَرِفُ، اِغْتِرَافٌ (باب افتعال) چلّو لینا۔
(جَاوَزَ) جَاوَزَ، یُجَاوِزُ، مُجَاوَزَةٌ و جِوَازٌ (باب مفاعلہ) پار کرنا، معاف کرنا۔
(مُلٰقُوْا) لَاقٰی، یُلَاقِیْ، لِقَاءٌ و مُلَاقَاةٌ (باب مفاعلہ) ملاقات کرنا (مُلَاقِیْ = ملاقات کرنے والا۔ اس کی جمع مُلٰقُوْن ہے)۔
(بَرَزُوْا) بَرَزَ، یَبْرُزُ، بُرُوْزٌ (ن) فضاء میں آنا۔ بَرَزٌ (ن) ظاہر ہونا۔
(اَفْرِغْ) اَفْرَغَ، یُفْرِغُ، اِفْرَاغٌ (باب افعال) ڈالنا، خالی کرنا، بہانا۔
(هَزَمَ) هَزَمَ، یَهْزِمُ، هَزْمٌ (ض) شکست دینا، قتل کرنا۔

تفسیر سیاقِ آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت سے کچھ عرصہ پہلے بنی اسرائیل پر کافروں کا غلبہ ہو گیا۔ دشمن نے ان کو ان کے ملک سے نکال دیا، ان کے بچے چھین لئے، اس صندوق پر جس میں سکینہ اور آلِ موسٰی وآلِ ہارون کے متروکات تھے قبضہ کر لیا اور بنی اسرائیل کو جلاوطنی کی زندگی پر مجبور کر دیا۔ آخر کچھ عرصہ بعد بنی اسرائیل کو اپنا کھویا ہوا ملک اور بچے دوبارہ حاصل کرنے کا خیال آیا، انہوں نے اپنے نبی علیہ السلام سے کہا کہ کوئی سپہ سالار مقرر کر دیجئے

تاکہ اس کے ماتحت ہو کر ہم اللہ تعالٰی کے راستہ میں کافروں سے جنگ کریں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بنی اسرائیل کی خصلت سے واقف تھے، انہیں معلوم تھا کہ بنی اسرائیل گذشتہ زمانہ میں کس کس طرح جنگ سے پہلوتہی کرتے رہے تھے اس لئے انہوں نے کہا "اے بنی اسرائیل تم سے کچھ بعید نہیں کہ جب تم کو لڑائی کا حکم مل جائے تو (اپنی پرانی عادت کے مطابق) تم لڑائی سے انکار کر دو" بنی اسرائیل نے کہا، "یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم نہ لڑیں جبکہ ہمیں ہمارے گھروں سے نکال دیا گیا ہے، ہمارے بچوں کو ہم سے چھین لیا گیا ہے"۔ الغرض جب بنی اسرائیل نے اطمینان دلایا تو ان کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالٰی کے حکم سے حضرت طالوت کو سپہ سالار مقرر کر دیا، بنی اسرائیل نے حضرت طالوت کے تقرر پر اعتراض کیا تو ان کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے اعتراض کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ ان کا انتخاب اللہ تعالٰی نے کیا ہے، اللہ تعالٰی نے ان کو علم اور جسم تم سے زیادہ دیا ہے اور ان کی سپہ سالاری کی نشانی بھی مقرر فرما دی ہے وہ یہ کہ تابوت سکینہ کو فرشتے اٹھا کر لے آئیں گے اور تمہارے حوالے کر دیں گے۔ الغرض بنی اسرائیل نے حضرت طالوت کی سپہ سالاری کو قبول کر لیا، جب حضرت طالوت مع اپنی افواج کے روانہ ہوئے تو راستے میں ایک دریا پڑا، حضرت طالوت نے حکم دیا کہ اس دریا میں سے ایک چلو سے زیادہ کوئی پانی نہ پیئے لیکن بنی اسرائیل میں سے اکثر لوگوں نے نافرمانی کی اور خوب سیر ہو کر پانی پی لیا، پانی زیادہ پی لینے کی وجہ سے وہ لڑنے کے قابل نہ رہے اور ان کی اکثریت نے لڑنے سے انکار کر دیا، بہت تھوڑے لوگوں نے اللہ کے بھروسہ پر جنگ کی، اللہ تعالٰی نے انہیں فتح عطاء فرمائی۔

اللہ تعالٰی کے راستہ میں جنگ پر ابھارنے کے لئے پہلے اللہ تعالٰی نے ان ہزاروں آدمیوں کا قصہ سنایا جو موت کے ڈر سے بستی کو چھوڑ کر کسی اور جگہ چلے گئے اور انہیں وہاں موت آ گئی، اللہ تعالٰی نے بتایا کہ موت وزیست تو میرے ہاتھ میں ہے، موت کا ایک وقت مقرر ہے اور وہ اپنے وقت سے پہلے نہیں آتی، لہٰذا موت سے بے خوف ہو جاؤ اور بے باکانہ اللہ تعالٰی کے راستہ میں لڑتے رہو۔

پھر اللہ تعالٰی نے جنگ کا حکم دیا اور اس کے بعد اللہ تعالٰی کے راستہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا، اس لئے کہ بغیر مال و دولت کے جنگ کی تیاری مشکل ہے۔

پھر اللہ تعالٰی نے بنی اسرائیل کا واقعہ سنا کر مزید ہمت افزائی کی، اللہ تعالٰی نے بتایا کہ جنگ سے ڈرنا نہیں چاہیئے، قلت و کثرت کی پرواہ کئے بغیر اللہ تعالٰی کے راستہ میں محض اللہ تعالٰی کے بھروسہ پر جنگ کرنی چاہیئے، اللہ تعالٰی نے بتایا کہ کس طرح اللہ تعالٰی نے ایک چھوٹی سی جماعت کو ایک بہت بڑی فوج پر فتح عنایت فرمائی، اسی طرح اللہ تعالٰی ہر زمانہ میں اللہ تعالٰی کے راستہ میں لڑنے والوں کو فتح عنایت کرتا رہے گا۔

بنی اسرائیل کے اس قصہ سے ہمیں اور بھی بہت سے سبق ملتے ہیں جو ذیل میں درج کئے جا رہے ہیں :۔

(۱) جنگ کے لئے کسی سپہ سالار کا ہونا ضروری ہے ۔

(۲) سپہ سالار کا عالم ہونا ضروری ہے ۔ وہ علوم دینیہ سے بھی واقف ہو، اُسے حکومت کرنے کے گُر، مملکت کے رُموز، سیاست کے اصول اور فنونِ حرب وغیرہ سے واقف ہونا ضروری ہے۔

(۳) سپہ سالار کو جسم کے لحاظ سے تنومند، تندرست، طاقت ور، عقل مند، دوراندیش اور بہادر ہونا ضروری ہے۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا :۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ ۔ اللہ تعالےٰ (نیک) لوگوں کے ذریعہ (مفسد) لوگوں کو دفع کرتا رہتا ہے، اسی چیز کو اللہ تعالےٰ ایک اور جگہ اس طرح بیان کرتا ہے :۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ○
(الحج ۔ ۴۰)

اگر اللہ بعض لوگوں کو بعض کے ذریعہ دفع نہ کرتا تو خانقاہیں، گرجے، عبادت خانے اور مسجدیں جن میں کثرت سے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے گرادی جاتیں اور جو شخص اللہ (کے دین) کی مدد کرتا ہے اللہ ضرور اس کی مدد کرتا ہے، بے شک اللہ قوی اور (سب پر) غالب ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ خانقاہوں اور عبادت خانوں کا انہدام فساد فی الارض میں شمار ہوتا ہے، جب تک کوئی قوم مسلم نہیں ہوتی اس وقت تک اس کی خانقاہوں اور اس کے عبادت خانوں کو ڈھانا جائز نہیں۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالےٰ کے احکام پر فوراً عمل کیا کیجئے، اللہ تعالےٰ کے احکام پر کسی قسم کا اعتراض یا شک وشبہ نہ کیا کیجئے، حکمران اُسے بنایئے جو علم وجسم کے لحاظ سے حکمرانی کی اہلیت رکھتا ہو اور پھر اس کے انتظامی احکام پر سختی سے عمل کیا کیجئے۔

دشمن سے مقابلہ ہو تو بے باک ہو کر لڑیئے، اپنی قلت سے نہ گھبرایئے، بہت سی قلیل جماعتیں بڑی بڑی جماعتوں پر فتح یاب ہو جایا کرتی ہیں، اللہ تعالےٰ پر بھروسہ رکھیئے اور ثابت قدم

رہیئے، اللہ تعالےٰ اپنے نیک بندوں کی مدد فرماتا ہے اور ان کے ذریعہ مفسد لوگوں کو ملیامیٹ کرتا رہتا ہے، ہو سکتا ہے کہ وہ آپ ہی کے ہاتھوں مفسد لوگوں کو ملیامیٹ کرنے کا فیصلہ کر چکا ہو اور یہ فضیلت وسعادت آپ کو نصیب ہو جائے۔ جب جنگ ہو تو اللہ تعالےٰ سے صبر واستقامت اور نصرت کی دعاء مانگیئے اور یہ یقین رکھیئے کہ فتح بغیر اس کے اذن کے نہیں مل سکتی۔ فتح دینے والا صرف وہ ہے، نہ کہ مادّی قوّتیں۔ مادّی قوتیں خوب جمع کیجیئے لیکن بھروسہ ان پر نہ کیجئے بلکہ بھروسہ اس پر رکھیئے جو ان مادّی قوّتوں کا خالق ومالک ہے۔

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ
بِالْحَقِّ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۵۲﴾
تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى
بَعْضٍ، مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ
بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى
ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ
بِرُوْحِ الْقُدُسِ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ
مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ
مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ

وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَ مِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿۲۵۳﴾

ترجمہ (اے رسول) یہ اللہ کی (یعنی ہماری) آیتیں ہیں جو ہم آپ کو حق کے ساتھ پڑھ پڑھ کر سنا رہے ہیں اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ رسولوں میں سے ایک رسول ہیں ﴿۲۵۲﴾ یہ رسول ایسے ہیں کہ ان میں سے بعض کو ہم نے بعض پر فضیلت دی، ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا اور بعض وہ ہیں جن کے اللہ نے مرتبے بلند کئے، اور عیسیٰ بن مریم کو ہم نے معجزات عطا فرمائے اور جبرئیل کے ذریعہ ان کی مدد فرمائی (ان نبیوں کے گذر جانے کے بعد لوگوں نے اختلاف کیا اور آپس میں لڑنے لگے) اور اگر اللہ چاہتا تو نبیوں کے بعد آنے والے لوگ کھلی نشانیاں آنے کے بعد آپس میں نہ لڑتے لیکن (انہوں نے کھلی نشانیوں کو تسلیم نہیں کیا) اور اختلاف پر جمے رہے۔ پھر ان میں سے بعض لوگ ایمان لے آئے (اور حق کو تسلیم کر لیا) اور بعض نے (پھر بھی) انکار کیا، (یہ سب کچھ اللہ تعالےٰ کی مشیت کے مطابق ہوتا رہا) اور اگر اللہ چاہتا تو یہ لوگ آپس میں نہ لڑتے، لیکن اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے (اور سب کچھ اس کے قوانین فطرت کے مطابق ہوتا رہتا ہے) ﴿۲۵۳﴾

معانی و مصادر

(نَتْلُوْا) تَلَا ۔ يَتْلُوْ ، تِلَاوَةٌ (ن) پڑھنا۔

(دَرَجٰت) دَرَجَ ، يَدْرُجُ ، دُرُوْجٌ و دَرَجَانٌ (ض ن) سیڑھی پر چڑھنا، ایک منزل پر دوسری منزل بنانا (دَرَجَة = سیڑھی، اس کی جمع درجات ہے)۔

(اَيَّدْنَا) اَيَّدَ ، يُؤَيِّدُ ، تَاْيِيْدٌ (باب تفعیل) قوت دینا، تائید کرنا۔

(قُدُس) قَدُسَ ، يَقْدُسُ ، قُدْسٌ و قُدُسٌ (ك) پاک اور بابرکت ہونا۔

(اِقْتَتَلَ) (اِقْتَتَلُوا) اِقْتَتَلَ ، يَقْتَتِلُ ، اِقْتِتَالٌ (باب افتعال) آپس میں لڑنا۔
(يُرِيْدُ) اَرَادَ ، يُرِيْدُ ، اِرَادَةٌ (باب افعال) چاہنا ، ارادہ کرنا ، (مادّہ "رود" ہے)۔

تفسیر آیات زیرِ تفسیر میں سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ) یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام نازل فرمائے ہیں اور نصیحت اور ہمت افزائی کے لئے کچھ قصّے بھی بیان فرمائے ہیں ، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (اے رسول) ہم ان آیات کو سچائی کے ساتھ آپ کو پڑھ کر سنا رہے ہیں ، یہ بالکل سچ ہیں ، ان میں غلطی کا کوئی امکان نہیں ہے ، اس چیز کو اللہ تعالیٰ نے بار بار دوہرایا ہے ، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ۔
(آل عمران - ۱۰۸) (الجاثیہ - ۶)

یہ اللہ کی آیات ہیں جو (اے رسول) ہم آپ کو پڑھ پڑھ کر سنا رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ۝ (آل عمران - ۵۸)

(اے رسول) یہ (اللہ کی) آیات اور پر از حکمت نصیحتیں جو ہم آپ کو پڑھ پڑھ کر سنا رہے ہیں۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ (اے رسول) اللہ تعالیٰ کی آیاتِ بیّنات ، ہدایت کے روشن دلائل اور گذشتہ امتوں کے قصّے جو صحیح طور پر آپ پر وحی کئے جا رہے ہیں اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ (اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ) آپ بلا شک و شبہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں میں سے ہیں ، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نہ صرف یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کا ثبوت دیا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک قسم کی تسلی بھی دی کہ لوگ آپ کی نبوّت کو تسلیم کریں یا نہ کریں بہر حال اللہ تعالیٰ کی وحی ہی آپ کی نبوّت کی شہادت کے لئے کافی ہے ، اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ بے شک آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں ، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝
(النساء - ۷۹)

(اے رسول) ہم نے آپ کو لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے اور اللہ (اکیلا) گواہ کافی ہے (کہ آپ اللہ کے رسول ہیں)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝
(الفتح - ۲۸)

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کرے اور اللہ (اکیلا) گواہ کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ ایک اور جگہ اس طرح گواہی دیتا ہے :۔

یٰسٓ ○ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ○ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ○ (یٰسٓ - ۱ تا ۳)	یٰسٓ، قرآن حکیم کی قسم آپ بے شک رسولوں میں سے ہیں۔

الغرض پہلے اللہ تعالیٰ نے ثابت کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے رسولوں میں سے ہیں، پھر ان رسولوں کے درجات اور فضائل کا ذکر فرمایا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا (تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ) یعنی ہم نے سب رسولوں کے درجے یکساں نہیں بنائے بلکہ بعض رسولوں کو ہم نے بعض پر فضیلت دی۔ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ○ (بنی اسرائیل - ۵۵)	ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دی اور ہم نے داؤد کو زبور دی تھی۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ایک مجمل خبر دی کہ بعض رسول بعض رسولوں سے افضل ہیں، ان رسولوں کے نام کی صراحت نہیں کی کہ کون سے رسول افضل ہیں، اس سلسلہ میں مؤمنین کو بھی روک دیا گیا کہ وہ خود کسی رسول کو کسی دوسرے رسول پر فضیلت نہ دیں کیونکہ جس رسول کو مفضول قرار دیا جائیگا اس سے اُس کی توہین کا ایک پہلو نکلے گا اور اللہ تعالیٰ کو کسی رسول کی ذرا سی بھی توہین گوارا نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا تُفَضِّلُوْا بَيْنَ اَنْبِيَآءِ اللهِ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب قول اللہ تعالیٰ وَ اِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ جزء ۴ ص ۱۹۲ و صحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل موسیٰ جزء ۲ ص ۳۴۵)	اللہ کے نبیوں کے درمیان (ایک کو دوسرے پر) فضیلت نہ دو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان فضائل کا ذکر کیا جن کی وجہ سے کسی نبی کو دوسرے نبی پر فضیلت حاصل ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللهُ) بعض رسول ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا اور یہ کلام کرنا ہی وجہ فضیلت بن گیا مثلاً قرآن مجید میں جگہ جگہ ذکر ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے بات کی، اسی طرح سے موسیٰ علیہ السلام سے بات کرنے کا ذکر بھی بار بار آیا ہے بلکہ موسیٰ علیہ السلام کے اس شرف کا تو اللہ تعالیٰ نے صراحت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَكَلَّمَ اللهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ○ (النساء - ۱۶۴)	اللہ نے موسیٰ سے (خوب) باتیں کیں۔

معراج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونا بھی اسی ضمن میں آتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے دوسری وجہ فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا (وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ) اللہ تعالیٰ نے بعض رسولوں کے درجات بلند کئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ وَ مِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرٰهِیْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا ۝ (الاحزاب۔ ۷)

(اور وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور (اے رسول،) ہم نے آپ سے بھی اور نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ سے بھی عہد لیا اور ہم نے ان (سب) سے بڑا مضبوط عہد لیا۔

اس آیت میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام، ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام، موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خصوصیت کے ساتھ ذکر ان کی رفعت کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّ الَّذِیْۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ وَ مَا وَصَّیْنَا بِهٖۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِیْسٰۤى اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَ لَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْهِ۔ (الشوریٰ۔ ۱۳)

اللہ نے تمہارے لئے دین کا وہی سیدھا اور واضح راستہ مقرر فرمایا جس کی وصیت نوح کو کی تھی اور جس کی وحی (اے رسول) ہم نے آپ کی طرف بھیجی اور جس کی وصیت ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو کی تھی وہ یہ کہ (اسی) دین کو قائم کرنا اور اس میں کسی قسم کا افتراق واختلاف نہ کرنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتب

ان پانچوں رسولوں میں سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات کا ذکر اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں کئی جگہ کیا ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا (سبا۔ ۲۸)

(اے رسول) ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ (الاحزاب۔ ۴۰)

(محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور (تمام) نبیوں کے ختم کرنے والے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ (الم نشرح۔ ۴)

اور (اے رسول) ہم نے آپ کی خاطر آپ کے ذکر کو بلند کر دیا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝ (بنی اسرائیل۔ ۷۹)

قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں کھڑا کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

انا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَ اَوَّلُ مَنْ یُّنْشَقُّ عَنْہُ الْقَبْرُ وَ اَوَّلُ شَافِعٍ وَّ اَوَّلُ مُشَفَّعٍ (صحیح مسلم کتاب الفضائل باب تفضیل نبینا صلی اللہ علیہ وسلم علی جمیع الخلائق جزء ۲ صفحہ ۲۴۵)

میں قیامت کے دن بنی آدم کا سردار ہوں گا، سب سے پہلے میری ہی قبر کھولی جائے گی، سب سے پہلے میں ہی شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت سُنی جائے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَنَا اَوَّلُ مَنْ یَّقْرَعُ بَابَ الْجَنَّۃِ (صحیح مسلم کتاب الایمان باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا اول الناس یشفع فی الجنۃ ۱/۱۰۵)

سب سے پہلے میں جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤنگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَنَا سَیِّدُ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ (صحیح بخاری باب تفسیر سورۃ اسراء جزء ۶ صفحہ ۱۰۵ و صحیح مسلم کتاب الایمان باب ادنی اھل الجنۃ منزلۃ فیھا جزء اول صفحہ ۱۰۲)

میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں گا۔

حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مراتب

حدیث شفاعت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل محشر نوح علیہ السلام سے اس طرح خطاب کریں گے۔

اِنَّکَ اَنْتَ اَوَّلُ الرُّسُلِ اِلٰی اَھْلِ الْاَرْضِ وَقَدْ سَمَّاکَ اللّٰہُ عَبْدًا شَکُوْرًا (صحیح بخاری باب تفسیر سورۃ بنی اسرائیل جزء ۶ صفحہ ۱۰۶ وصحیح مسلم کتاب الایمان باب ادنی اھل الجنۃ منزلۃ فیھا جزء اول صفحہ ۱۰۳ ۔ صحیح مسلم میں خط کشیدہ الفاظ نہیں ہیں)

آپ اہل زمین کی طرف پہلے رسول ہیں، اللہ نے آپ کو عبد شکور لقب دیا ہے۔ (سورۂ بنی اسرائیل ۔ ۳)

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مراتب

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاتَّخَذَ اللّٰہُ اِبْرٰھِیْمَ خَلِیْلًا ○ (النسآء ۔ ۱۲۵)

اللہ نے ابراہیم کو (اپنا) دوست بنایا۔

اللہ تعالے فرماتا ہے:-

فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۝ (آل عمران - ۹۵)

ابراہیم کی ملت کی پیروی کرو جن کی توجہ صرف ایک (اللہ کی) طرف تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

اِنَّ اَوَّلَ الْخَلَائِقِ يُكْسٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِبْرَاهِيْمُ (صحیح بخاری کتاب التفسیر (تفسیر سورۃ المائدۃ) جزء ۶ ص۶۹)

قیامت کے دن مخلوق میں سب سے پہلے جن کو کپڑے پہنائے جائیں گے وہ ابراہیم ہیں۔

حضرت موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مراتب

اللہ تعالے فرماتا ہے:-

وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ۝ (طٰہٰ - ۴۱)

(اے موسٰی) میں نے تمہیں اپنی ذات (خاص) کے لئے بنایا ہے۔

اللہ تعالے فرماتا ہے:-

اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا (مریم - ۵۱)

بے شک موسٰی (بڑے) برگزیدہ تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

اَلنَّاسُ يُصْعَقُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ يُّفِيْقُ فَاِذَا اَنَا بِمُوْسٰى اٰخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِّنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ فَلَا اَدْرِيْ اَفَاقَ قَبْلِيْ اَمْ جُوْزِيَ بِصَعْقَةِ الطُّوْرِ۔ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب قول اللہ تعالٰی وواعدنا موسٰی ثلاثین لیلۃ جزء۴ ص۱۸۶ و صحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل موسٰی علیہ السلام جزء۲ ص۳۴۵ واللفظ للبخاری)

قیامت کے روز تمام لوگ بیہوش ہو جائیں گے، سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا تو کیا دیکھوں گا کہ موسٰی عرش کے پایوں میں سے ایک پایہ پکڑے ہوئے کھڑے ہیں، مجھے نہیں معلوم کہ وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے یا کوہ طور پر ان کی بے ہوشی اس کا بدلہ ہو گئی۔

حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مراتب

اللہ تعالے فرماتا ہے:-

وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝ (آل عمران - ۴۵)

(عیسٰی) دنیا اور آخرت میں بڑے باعزت اور مقربین (خاص) میں سے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ (النسآء ۔ ۱۷۱)

مسیح عیسیٰ ابن مریم اللہ کے رسول ہیں اور اس کا کلمہ ہیں جو اللہ نے مریم کی طرف بھیجا تھا اور اس کی طرف سے روح ہیں۔

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مراتب

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے بنایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قَالَ يَا إِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَن تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ (ص ۔ ۷۵)

(اللہ نے) کہا: اے ابلیس جس شخص کو میں نے اپنے ہاتھ سے بنایا اس کو سجدہ کرنے سے تجھے کس چیز نے باز رکھا۔

حدیث شفاعت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اہل محشر آدم علیہ السلام کو اس طرح خطاب کریں گے:۔

أَنْتَ أَبُو الْبَشَرِ خَلَقَكَ اللهُ بِيَدِهِ وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ رُوحِهِ وَأَمَرَ الْمَلٰئِكَةَ فَسَجَدُوا لَكَ وَأَسْكَنَكَ الْجَنَّةَ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب قول الله تعالیٰ انا ارسلنا نوحا جزء۴ ص۱۶۴ وصحیح مسلم کتاب الایمان باب ادنی اهل الجنة منزلة فیها جزء اول ص۱۰۳۔ خط کشیدہ عبارت صحیح مسلم میں نہیں ہے)

آپ ابو البشر ہیں۔ اللہ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے بنایا، آپ میں اللہ نے اپنی روح پھونکی، اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا انہوں نے آپ کو سجدہ کیا اور اللہ نے آپ کو جنت میں ٹھہرایا۔

حضرت یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مراتب

اللہ تعالیٰ یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش کی خوشخبری دیتا ہوا فرماتا ہے:۔

سَيِّدًا وَحَصُورًا وَنَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ ○ (آل عمران ۔ ۳۹)

یحییٰ سردار، عفت مآب اور صالحین میں سے (اللہ کے) نبی ہوں گے۔

حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مراتب

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ ○ (یوسف ۔ ۲۴)

بیشک یوسف ہمارے برگزیدہ بندوں میں سے ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں:۔

سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَكْرَمُ النَّاسِ قَالَ اَتْقٰهُمْ لِلّٰهِ قَالُوْا لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْئَلُكَ قَالَ فَيُوْسُفُ نَبِيُّ اللّٰهِ ابْنُ نَبِيِّ اللّٰهِ ابْنِ نَبِيِّ اللّٰهِ ابْنِ خَلِيْلِ اللّٰهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ الْكَرِيْمُ ابْنُ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ يُوْسُفُ ابْنُ يَعْقُوْبَ بْنِ اِسْحٰقَ بْنِ اِبْرٰهِيْمَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب قول اللہ تعالیٰ واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا ○ جزء ۲ صـ۱۱ وباب قول اللہ تعالیٰ لقد کان فی یوسف واخوتہ اٰیٰت للسائلین جزء ۲ صـ۱۸۱ وصحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل یوسف علیہ السلام جزء ۲ صـ۳۲۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: لوگوں میں سب سے زیادہ باعزت کون ہے، آپ نے فرمایا جو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہو، لوگوں نے کہا ہم آپ سے یہ سوال نہیں کر رہے، آپ نے فرمایا: تو پھر یوسف ہیں جو اللہ کے نبی ہیں، نبی کے بیٹے، نبی کے پوتے خلیل اللہ کے پڑپوتے ہیں (دوسری روایت میں اس طرح ہے) کریم وہ ہیں، یعنی عزت والے وہ ہیں جو کریم کے بیٹے، کریم کے پوتے اور کریم کے پڑپوتے ہیں یعنی یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السّلام۔

الغرض اللہ تعالٰے نے بعض رسولوں کے بعض درجات کو بذریعہ وحی ہمیں بتا دیا، ہمیں بس اللہ تعالٰے ہی کے الفاظ میں ان رسولوں کے درجات کا بیان کرنا جائز ہے، انبیاء علیہم السلام کا باہمی مقابلہ کرنا جائز نہیں۔

پھر اللہ تعالٰے نے عیسٰی علیہ السلام کا خاص طور پر ذکر کیا اللہ تعالٰے نے فرمایا (وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ) ہم نے عیسٰی بن مریم کو کھلے دلائل و معجزات دئے اور روح القدس سے ان کو قوت و مدد دی۔

روح القدس، حضرت جبرئیل کو کہتے ہیں۔ ان الفاظ کی تشریح تفصیل کے ساتھ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۸۷ کی تفسیر میں صـ۳۲۵ پر گذر چکی ہے۔ عیسٰی علیہ السلام کے معجزات کی تفصیل ہم انشاءاللہ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۴۹ کی تفسیر میں بیان کریں گے۔

پھر اللہ تعالٰے نے فرمایا (وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ ......) اگر اللہ تعالٰے چاہتا تو انبیاء علیہم السلام کے متبعین، ان کی وفات کے بعد، جب کہ ان کے پاس کھلے دلائل پہنچ چکے تھے، نہ لڑتے لیکن اللہ تعالٰے کی مشیت یہی تھی کہ وہ لڑیں، انہوں نے اپنے اندر ایسی صفات پیدا کر لیں اور ایسے عمل کرتے رہے جن کا لازمی نتیجہ جنگ و جدال تھا، ان میں سے ایک تو یہ بات تھی کہ (وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا)

ملنے دلائل کے باوجود وہ اپنے اختلافات پر اڑے رہے، انہوں نے اختلاف کو چھوڑ کر حق کو قبول نہیں کیا۔ ان میں ضد و ہٹ دھرمی پیدا ہوگئی، ضد و ہٹ دھرمی کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ آدمی حق کو قبول نہیں کرتا اور ضد و ہٹ دھرمی کا نتیجہ ہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنی مشیّت قرار دیتا ہے، ہدایت و گمراہی کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ قوانین فطرت مقرر ہیں، جو شخص ان قوانین فطرت کے مطابق اپنے آپ کو گمراہی کی طرف ڈال دیتا ہے تو ان قوانین فطرت کے نتائج کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اُسے اپنی مشیّت قرار دیتا ہے، قصور ان کا اپنا ہوتا ہے کہ وہ ضد اور ہٹ دھرمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں، نہ وہ ضد و ہٹ دھرمی کرتے اور نہ گمراہی میں مبتلا ہو کر باہمی جنگ و جدال کرتے۔ بہر حال یہی ہوتا رہا (فَمِنْهُم مَّنْ آمَنَ) بعض لوگ دلائل کو دیکھ کر ایمان لے آئے، حق کو قبول کر لیا لیکن (وَمِنْهُم مَّن كَفَرَ) بعض لوگوں نے دلائل کو تسلیم نہیں کیا، بلکہ ان کا انکار کیا اور اختلاف جاری رکھا، اختلاف کے ساتھ آپس میں جنگ بھی کرتے رہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا اقْتَتَلُوا) اگر اللہ چاہتا تو جنگ نہ کرتے، اس جملہ میں اللہ تعالیٰ نے پھر اسی مشیت کے اصول کی طرف اشارہ کیا ہے، یعنی ان کی ضد کے نتیجہ میں لڑائی جاری رہی، اگر وہ ضد نہ کرتے اور حق کو قبول کر لیتے تو پھر اللہ تعالیٰ کی مشیّت یہی ہوتی کہ لڑائی ختم ہو جائے (وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ) لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے، اس کی مشیّت اور مقررہ قوانین کے نتیجے پورے ہو کر رہتے ہیں، انہیں کوئی روک نہیں سکتا۔

کھلے دلائل کے آجانے کے بعد اختلاف پر قائم رہنے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کئی جگہ کیا ہے، تفصیل کے لئے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۱۳ کی تفسیر صفحہ ۷۲۹ پر ملاحظہ فرمائیں۔

(فَمِنْهُم مَّنْ آمَنَ) کے سلسلہ میں ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ۔ (البقرۃ - ۲۱۳)	پھر جو لوگ (ان دلائل پر) ایمان لے آئے تو اللہ نے ان کو اپنے حکم سے اُس امرِ حق میں جس میں وہ اختلاف کرتے تھے راہِ حق دکھادی۔

یعنی جن لوگوں نے دلائل کو تسلیم کر لیا ان کا اختلاف ختم ہو گیا اور وہ راہِ راست پر آ گئے۔

عمل

اے لوگو، رسولوں کے فرقِ مراتب پر ایمان لائیے لیکن ان کا آپس میں مقابلہ نہ کیجئے، نہ ایسے شعر لکھیئے جن میں ایک نبی کی برتری ہو اور دوسرے کی توہین کا پہلو نکلتا ہو، نہ ایسے شعر پڑھیئے جن میں دو نبیوں کے مابین اس قسم کا مقابلہ کیا گیا ہو، ایسے شعراء سے جنہوں نے اس قسم کا مقابلہ کیا ہے خصوصاً ان شعراء سے جنہوں نے نبیوں کا مقابلہ امتیوں سے کر کے نبیوں کی سخت توہین کی ہے سخت بیزاری کا اظہار کیجئے، اُن کے اشعار کو دریا بُرد کر دیجئے، انبیاء علیہم السلام کی شان میں کسی قسم کی گستاخی یا بے (ﷺ)

یا اہانت کو ہرگز برداشت نہ کیجئے۔

انبیاء علیہم السلام کے جو فضائل قرآن وحدیث میں موجود ہیں بس انہی کو بیان کر دیجئے، اپنی طرف سے کمی وبیشی نہ کیجئے۔

حق جہاں کہیں بھی مل جائے فوراً قبول کیجئے، دلائل کا انکار کر کے کفر نہ کیجئے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۵۴﴾

ترجمہ اے ایمان والو، قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس دن نہ خرید و فروخت ہوگی، نہ دوستی (کام آئے گی) اور نہ سفارش (کا کسی کو اختیار ہوگا) ہمارے دیے ہوئے مال میں سے خرچ کرتے رہو ﴿۲۵۴﴾

معانی و مصادر (بَيْعٌ) بَاعَ، يَبِيْعُ، بَيْعٌ و مَبِيْعٌ (ض) خریدنا، بیچنا۔
(خُلَّةٌ) خَالَّ، يُخَالُّ، مُخَالَّةٌ و خِلَالٌ (باب مفاعلة) دوست بنانا (خُلَّةٌ = دوستی)۔
(شَفَاعَةٌ) شَفَعَ، يَشْفَعُ، شَفَاعَةٌ (ف) سفارش کرنا۔

تفسیر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے (اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ) جو کچھ ہم نے دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہو، ہاتھ روک کر نہ بیٹھ جاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

قَالَ اللّٰهُ اَنْفِقْ يَا ابْنَ اٰدَمَ اُنْفِقْ عَلَيْكَ (صحیح بخاری کتاب النفقات باب فضل النفقة جزء ۷ ص۸)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم، (میرے راستہ میں) خرچ کر، میں تجھ پر خرچ کروں گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماءؓ سے فرمایا تھا:۔

اِنْفَحِيْ اَوِ انْضَحِيْ اَوْ اَنْفِقِيْ وَلَا تُحْصِيْ فَيُحْصِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ وَلَا تُوْعِيْ فَيُوْعِيَ

خرچ کرتی رہو، گن گن کر نہ رکھو ورنہ اللہ بھی گن گن کر دیگا اور (مال کو) روک کر نہ رکھو ورنہ

...يْكِ (صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب الحث علی الانفاق جزء اول ص۳۲۶ و صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب التحریض علی الصدقۃ و باب الصدقۃ فیما استطاع جزء ۲ ص۱۴۰ و ۱۴۱ واللفظ للمسلم)

اللہ تعالےٰ بھی تم سے (ہاتھ) روک لے گا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ (المنفقون - ۱۰)

جو کچھ ہم نے دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہو قبل اس کے کہ تم میں سے کسی کو موت آئے تو اُس وقت وہ اس طرح کہے: اے میرے ربّ، تو نے کچھ دن اور مہلت کیوں نہ دی کہ میں صدقہ و خیرات کرکے صالحین میں سے ہو جاتا۔

غرض یہ کہ متعدد آیات میں اللہ تعالےٰ نے خرچ کرنے کا حکم دیا ہے اور صدقہ و خیرات کی ترغیب دی ہے اور یہ بھی اللہ تعالےٰ نے بار بار فرمایا ہے "یہ مال و دولت ہمارا دیا ہوا ہے یعنی ہماری ہی توفیق اور فضل سے تم نے یہ مال کمایا ہے (لہٰذا ہمارا شکر کرو) اور ہمارے نام پر خرچ کرو"

(نوٹ) اس مضمون کا تفصیلی بیان سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۳ کی تفسیر میں ص۱۰۵ پر ملاحظہ فرمائیں)

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ یہ مال و دولت اللہ تعالےٰ کے راستہ میں قیامت کا دن آنے سے پہلے خرچ کرو، اس سے مراد یہی ہے کہ موت آنے سے پہلے خرچ کرو، موت کے بعد تو تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ اِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَوْ عِلْمٍ يُّنْتَفَعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَّدْعُوْ لَهٗ (صحیح مسلم کتاب الوصیۃ باب ما یلحق الانسان من الثواب بعد وفاتہ جزء ۲ ص۴۱)

جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں، سوائے تین عملوں کے: صدقہ جاریہ، علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے یا صالح اولاد جو اس کے لئے دعا کرے۔

پھر اللہ تعالےٰ نے قیامت کے دن کی خصوصیات بتائیں۔

پہلی خصوصیت یہ بتائی کہ اس دن خرید و فروخت نہیں ہوگی، اس دن نہ کوئی روپیہ دے کر جنت خرید سکتا ہے اور نہ دوزخ سے بچ سکتا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ

جن لوگوں نے کفر کیا اور کفر ہی کی حالت میں مرگئے

فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝

(آل عمران ۔ ۹۱)

اگر وہ اپنے فدیہ میں زمین بھر کر بھی سونا دیں تو اس سے قبول نہیں کیا جائیگا، ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

اللہ تعالٰے نے قیامت کے دن کی دوسری خصوصیت یہ بتائی کہ اس دن کسی کی دوستی کام نہ آئے گی اور نہ کوئی دوست کسی دوست کے کام آسکے گا، اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ۝

(المعارج ۔ ۱۰)

کوئی دوست کسی دوست کا پرسان حال نہ ہو گا۔

قیامت کے دن کی تیسری خصوصیت یہ بتائی کہ اس دن کسی کی سفارش کام نہ آئے گی اور نہ کوئی کسی کی سفارش کر سکے گا، کسی کو کسی کی سفارش کا اختیار نہ ہوگا، اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا

(الزمر ۔ ۴۴)

(اے رسول) کہہ دیجئے کہ شفاعت کلیۃً اللہ کے اختیار میں ہے۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ ۔

(طٰهٰ ۔ ۱۰۹)

قیامت کے دن کسی کو (کسی کی) شفاعت نفع نہیں دے گی مگر ہاں جس کو اللہ (شفاعت کی) اجازت دیدے (تو اس کی شفاعت نفع دے سکتی ہے)۔

قیامت کے دن کی پہلی دو خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالٰے ایک اور جگہ فرماتا ہے:۔

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ۝

(ابراهيم ۔ ۳۱)

اے رسول، میرے ان بندوں سے کہہ دیجئے جو ایمان لے آئے ہیں کہ نماز قائم کریں اور جو کچھ ہم نے دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہیں قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس دن نہ خرید و فروخت ہوگی اور نہ دوستی کام آئے گی۔

پھر اللہ تعالٰے نے فرمایا (وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ) کافر ہی (درحقیقت) ظالم ہیں، انہوں نے اللہ تعالٰے کے ساتھ کفر کر کے اپنی جانوں پر اتنا بڑا ظلم کیا ہے کہ اس کا اندازہ لگانا ممکن نہیں۔ انہوں نے کفر کر کے اتنا بڑا ظلم یا گناہ کیا کہ اس سے بڑا کوئی ظلم یا گناہ نہیں، انہوں نے کفر کر کے اللہ تعالٰی کے دائمی عذاب کو مول لیا، یہی درحقیقت (بہت بڑے) ظالم ہیں، نہ کہ ایمان والے، اس لئے کہ ایمان والے اگر دوزخ میں گئے بھی تو کبھی نہ کبھی دوزخ سے نکل آئیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

يَدْخُلُ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَاَهْلُ النَّارِ النَّارَ ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَخْرِجُوْا مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِيْمَانٍ فَيُخْرَجُوْنَ مِنْهَا۔ (صحیح بخاری کتاب الایمان باب تفاضل اھل الایمان فی الاعمال جزء اول ص۱۲)

جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے پھر اللہ تعالےٰ فرمائیگا ان لوگوں کو نکالو جن کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہو پھر (اس حکم کی تعمیل میں) وہ لوگ دوزخ سے نکالے جائیں گے۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالےٰ کے راستہ میں خرچ کرتے رہیئے، معلوم نہیں کہ موت کس وقت آجائے اور سب ارادے خاک میں مل جائیں، قیامت کے دن سے ڈرتے رہیئے، وہ دن بڑا ہولناک ہے، اس دن نہ دوستی کام آئے گی اور نہ کسی کی سفارش، اس دن تو بس اللہ تعالیٰ ہی کام آسکتا ہے، لہذا اُسے راضی کر لیجئے، کافروں جیسے نہ بن جائیے، وہ بہت بڑے ظالم ہیں، قیامت سے بے خوف ہو کر آپ کہیں ان کی طرح کفر نہ کر بیٹھیئے۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ
لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۭ لَهٗ مَا
فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۭ مَنْ
ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ
یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ
وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ
اِلَّا بِمَا شَاۗءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَ
هُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ۝۲۵۵

ترجمہ اللہ (ہی الٰہ ہے)، اس کے سوا کوئی اِلٰہ نہیں، وہ زندہ اور قائم رہنے والا ہے، اسے نہ اونگھ آتی ہے اور نہ نیند، آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے سب اُسی کا ہے، کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اُس سے (کسی کی) سفارش کرسکے، وہ جانتا ہے جو کچھ لوگوں کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے، وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا بھی احاطہ نہیں کرسکتے سوائے اس کے کہ جتنا وہ خود (بتانا) چاہے، اس کی کرسی نے آسمانوں کا اور زمین کا احاطہ کر رکھا ہے، آسمانوں اور زمین کی حفاظت سے اللہ تعالیٰ کو تکان نہیں ہوتی، وہ بہت بلند و بالا اور عظمت والا ہے ﴿۲۵۵﴾

معانی و مصادر

(حَیٌّ) حَیِیَ، یَحْیٰی، حَیَاۃٌ (س) زندہ ہونا (حَیٌّ = زندہ)

(قَیُّوْمٌ) قَامَ، یَقُوْمُ، قَوْمٌ وقَوْمَۃٌ وقِیَامٌ وقَامَۃٌ (ن) کھڑا ہونا۔

(قَیُّوْمٌ = قَیَّامٌ = وہ جس کی ابتداء نہ ہو اور بذاتِ خود قائم ہو، ہمیشہ قائم رہنے والا اور قائم رکھنے والا)

(سِنَۃٌ) وَسِنَ، یَوْسَنُ، وَسَنٌ و سِنَۃٌ (س) اونگھ آنا۔

(نَوْمٌ) نَامَ، یَنَامُ، نَوْمٌ ونِیَامٌ (ف) سونا۔

(خَلْفَ) خَلَفَ، یَخْلُفُ، خَلْفٌ (ض) پیچھے رہ جانا، خلیفہ ہونا۔

(شَآءَ) شَاءَ، یَشَاءُ، شَیْءٌ و مَشِیْئَۃٌ و مَشَاءَۃٌ و مَشَائِیَۃٌ (ف) چاہنا۔

(وَسِعَ) وَسِعَ، یَسَعُ و یَسِعُ، سَعَۃٌ (س وح) کشادہ ہونا، کشادہ کرنا، احاطہ کرنا۔

(یَئُوْدُ) اَدَ، یَئُوْدُ، اَوْدٌ و اُوُوْدٌ (ن) گراں ہونا۔

(حِفْظُ) حَفِظَ، یَحْفَظُ، حِفْظٌ (س) حفاظت کرنا، نگرانی کرنا۔

(عَلِیٌّ) عَلِیَ، یَعْلٰی، عَلَاءٌ و عَلًا، یَعْلُوْ، عُلُوٌّ (ن س) بلند ہونا، غالب ہونا (عَلِیٌّ = بلند و بالا، شریف)۔

تفسیر

فضیلت

یہ آیت آیۃ الکرسی کہلاتی ہے، یہ قرآن مجید کی سب سے زیادہ عظمت والی آیت ہے۔

حضرت ابی ابن کعبؓ کہتے ہیں:۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا اَبَا الْمُنْذِرِ اَتَدْرِیْ اَیُّ اٰیَۃٍ مِنْ کِتَابِ اللّٰہِ مَعَکَ اَعْظَمُ قَالَ قُلْتُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ یَا اَبَا الْمُنْذِرِ اَتَدْرِیْ اَیُّ اٰیَۃٍ مِنْ کِتَابِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجھ سے) فرمایا اے ابو منذر، تم جانتے ہو کہ تمہارے پاس کتاب اللہ کی سب سے زیادہ عظمت والی آیت کونسی ہے؟ حضرت ابیؓ نے جواب دیا "اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں" رسول اللہ

اللہِ معک اعظم قال قلت اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم قال فضرب فی صدری وقال واللہ لیھنک العلم ابا المنذر۔ (صحیح مسلم کتاب الصلوۃ باب فضل سورۃ الکھف وآیۃ الکرسی، جلد اول ص۲۲۳)

صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا" اے ابو منذر تم جانتے ہو کہ تمہارے پاس کتاب اللہ کی سب سے زیادہ عظمت والی آیت کونسی ہے؟" میں نے کہا: اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینہ پر (ہاتھ) مارا اور فرمایا، اللہ کی قسم، اے ابو منذر، تمہیں علم مبارک ہو۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں:۔

وکلنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحفظ زکاۃ رمضان فاتانی اٰت فجعل یحثو من الطعام فاخذتہ وقلت واللہ لارفعنک الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انی محتاج وعلی عیال ولی حاجۃ شدیدۃ قال فخلیت عنہ فاصبحت فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا ابا ھریرۃ ما فعل اسیرک البارحۃ قال قلت یا رسول اللہ شکا حاجۃ شدیدۃ وعیالا فرحمتہ فخلیت سبیلہ قال اما انہ قد کذبک وسیعود فعرفت انہ سیعود لقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ سیعود فرصدتہ فجاء یحثو من الطعام فاخذتہ فقلت لارفعنک الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال دعنی فانی محتاج وعلی عیال لا اعود فرحمتہ فخلیت سبیلہ فاصبحت فقال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ابا ھریرۃ ما فعل اسیرک قلت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے زکوٰۃ رمضان یعنی فطرہ کی حفاظت پر مقرر فرمایا (رات کو) ایک شخص آیا اور غلہ میں سے لپ بھر کر لے جانے لگا، میں نے اُسے پکڑ لیا اور اس سے کہا: اللہ کی قسم میں تجھے ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤں گا، اس نے کہا میں محتاج اور کثیر العیال ہوں اور مجھے (غلہ کی سخت) ضرورت ہے۔ میں نے اُسے چھوڑ دیا۔ صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ابوہریرہؓ تمہارے قیدی نے رات کو کیا کیا؟ میں نے کہا اے اللہ کے رسول، اس نے سخت ضرورت اور کثیر العیال ہونے کی شکایت کی، مجھے اس پر رحم آگیا، میں نے اُسے چھوڑ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُس نے تم سے جھوٹ کہا اور وہ پھر آئیگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خبر سے مجھے یقین ہو گیا کہ وہ ضرور آئے گا، میں اس کی گھات میں بیٹھ گیا، وہ آیا اور لپ بھر کر غلہ لے جانے لگا، میں نے اُسے پکڑ لیا، میں نے کہا میں تجھ کو ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤنگا۔ اس نے کہا مجھے چھوڑ دو، میں محتاج، کثیر العیال

يَا رَسُولَ اللهِ شَكَا حَاجَةً شَدِيدَةً وَعِيَالًا
فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ قَالَ أَمَا إِنَّهُ
قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُودُ فَرَصَدْتُهُ الثَّالِثَةَ
فَجَاءَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ
فَقُلْتُ لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى
اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهٰذَا آخِرُ ثَلٰثِ مَرَّاتٍ
أَنَّكَ تَزْعُمُ لَا تَعُودُ ثُمَّ تَعُودُ قَالَ دَعْنِي
أُعَلِّمْكَ كَلِمٰتٍ يَنْفَعُكَ اللهُ بِهَا قُلْتُ
مَا هُوَ قَالَ إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ
فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ اللهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا
هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ حَتّٰى تَخْتِمَ الْآيَةَ فَإِنَّكَ
لَنْ يَّزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللهِ حَافِظٌ وَلَا
يَقْرَبَنَّكَ شَيْطَانٌ حَتّٰى تُصْبِحَ فَخَلَّيْتُ
سَبِيلَهُ فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا فَعَلَ أَسِيْرُكَ
الْبَارِحَةَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ زَعَمَ أَنَّهُ
يُعَلِّمُنِي كَلِمٰتٍ يَنْفَعُنِي اللهُ بِهَا فَخَلَّيْتُ
سَبِيلَهُ قَالَ مَا هِيَ قُلْتُ قَالَ لِي إِذَا أَوَيْتَ
إِلَى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ مِنْ
أَوَّلِهَا حَتّٰى تَخْتِمَ اللهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ
الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَقَالَ لِي لَنْ يَّزَالَ عَلَيْكَ
مِنَ اللهِ حَافِظٌ وَلَا يَقْرَبَنَّكَ شَيْطَانٌ
حَتّٰى تُصْبِحَ وَكَانُوا أَحْرَصَ شَيْءٍ عَلَى
الْخَيْرِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَمَا إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوبٌ
تَعْلَمُ مَنْ تُخَاطِبُ مُنْذُ ثَلٰثِ لَيَالٍ
يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ لَا قَالَ ذَاكَ شَيْطَانٌ۔
[رواہ البخاری تعلیقاً فی کتاب الوکالۃ

ہوں، میں اب نہیں آؤں گا۔ مجھے اس پر رحم آ گیا میں نے اُسے چھوڑ دیا۔ صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوہریرہؓ رات کو تمہارے قیدی نے کیا کیا، میں نے کہا: اے اللہ کے رسول، اس نے شدید حاجت اور کثیر العیال ہونے کی شکایت کی، مجھے رحم آگیا، میں نے اُسے چھوڑ دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے تم سے جھوٹ کہا، وہ پھر آئے گا۔ میں اس کی گھات میں بیٹھ گیا، وہ آیا اور لپ بھر کر غلہ لینے لگا، میں نے اُسے پکڑ لیا، میں نے کہا میں تجھ کو ضرور رسول اللہ کے پاس لے جاؤں گا، یہ تیسری مرتبہ ہے کہ تو کہتا ہے میں نہیں آؤں گا اور پھر آجاتا ہے۔ اس نے کہا مجھے چھوڑ دو، میں تمہیں ایسے کلمات سکھاؤں گا جس کے ذریعہ اللہ تمہیں نفع دیگا۔ میں نے کہا: وہ کیا کلمات ہیں؟ اس نے کہا: جب تم اپنے بستر پر آؤ تو آیۃ الکرسی (یعنی) اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّومُ سے آخر آیت تک پڑھ لیا کرو، اس کے پڑھنے سے یہ فائدہ ہوگا کہ صبح تک تم پر اللہ کی طرف سے ایک حفاظت کرنے والا رہے گا اور شیطان تمہارے قریب بھی نہ آسکے گا۔ میں نے اُسے چھوڑ دیا، صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اے ابوہریرہؓ رات کو تمہارے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے کہا اے اللہ کے رسول اس نے کہا میں تم کو ایسے کلمات سکھاؤں گا جن کے ذریعہ اللہ تمہیں نفع دیگا۔ میں نے اُسے چھوڑ دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کلمات کیا ہیں میں نے کہا: اس نے مجھ سے کہا جب تم اپنے بستر پر آؤ تو آیۃ الکرسی شروع سے آخر تک پڑھ لیا کرو (یعنی) اَللّٰهُ

فی باب اذا وکل رجلا فترک الوکیل شیئا فاجازہ الموکل فھو جائز جزء ۳ ص ۱۳۲ ووصلہ النسائی فی عمل الیوم واللیلۃ (فتح الباری) وسندہ صحیح]

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ (سے آخر تک) اس کے پڑھنے سے یہ فائدہ ہوگا کہ صبح تک تم پر اللہ کی طرف سے ایک حفاظت کرنے والا رہے گا اور شیطان تمہارے قریب بھی نہ آسکے گا۔ کیوں کہ صحابہ کرام خیر کے بڑے حریص تھے (لہٰذا اس خیر کی خاطر ابوہریرہ نے اسے چھوڑ دیا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے تم سے سچ کہا اگرچہ وہ بڑا جھوٹا ہے، تمہیں معلوم ہے کہ تین رات تک تم کس سے باتیں کرتے رہے، میں نے کہا نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شیطان تھا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے (اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ) اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، الٰہ صرف ایک ہے، دوسرا کوئی نہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ○ (البقرۃ - ۱۶۳)

(اے لوگو) تمہارا الٰہ تو بس ایک الٰہ ہے، اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، وہ رحمٰن اور رحیم ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ۔ (آل عمران - ۶۲)

اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ (القصص - ۷۰)

وہ اللہ ہے، اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔

نوٹ:۔ الوہیت کے سلسلہ میں مزید تفصیل سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۶۳ کی تفسیر ص ۵۲۷ پر ملاحظہ فرمائیے

پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے (اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ) اللہ تعالےٰ زندہ ہے، قائم رہنے والا ہے، وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، نہ اس کی کوئی ابتداء ہے اور نہ کوئی انتہاء۔

اللہ تبارک وتعالےٰ فرماتا ہے:۔

هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ (حٰمٓ المؤمن - ۶۵)

وہ زندہ ہے، اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ قَبْلَهٗ (صحیح بخاری)

اللہ (ہمیشہ سے) ہے اور اس سے پہلے کوئی چیز نہیں تھی۔

کتاب التوحید باب وکان عرشہ علی الماء
جزء ۹ صـ۱۵۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح دعاء کیا کرتے تھے :۔

اَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ الَّذِىْ لَا يَمُوْتُ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ يَمُوْتُوْنَ (صحیح بخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالیٰ وھوالعزیز الحکیم جزء ۹ صـ۱۴۳)

(اے اللہ) میں تیری عزت کی پناہ طلب کرتا ہوں تیرے علاوہ کوئی اِلٰہ نہیں، تو وہ ہے کہ جس کو موت نہیں آتی، جنات اور انسان تو مرتے رہتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا بھی مانگا کرتے تھے :۔

اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَنْ تُضِلَّنِىْ اَنْتَ الْحَىُّ الَّذِىْ لَا يَمُوْتُ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ يَمُوْتُوْنَ۔ (صحیح مسلم کتاب الذکر باب التعوذ من شر ما عمل جزء ۲ صـ۳۸۰)

اے اللہ میں تیرے لئے اسلام لاتا ہوں، تجھ پر ایمان لاتا ہوں، تجھ پر بھروسہ کرتا ہوں، تیری طرف رجوع کرتا ہوں، اور تیری مدد سے لڑتا ہوں اے اللہ تیرے سوا کوئی اِلٰہ نہیں، میں تیری عزت کی پناہ طلب کرتا ہوں کہ تو مجھے گمراہ کردے، تو حیّ ہے جس کو موت نہیں آتی اور جنات اور انسان تو مرتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ زندہ ہے، زندہ رہنے والا ہے، قائم ہے قائم رہنے والا ہے اور قائم رکھنے والا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا (فاطر - ۴۱)

اللہ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ کہیں اپنی جگہ سے ٹل نہ جائیں۔

پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے (لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ) اللہ تعالیٰ کو نہ اونگھ آتی ہے اور نہ نیند، اگر اللہ تعالےٰ کو اونگھ یا نیند آجائے تو نظام کائنات کیسے چل سکتا ہے؟ اونگھ یا نیند ایک قسم کی غفلت ہے، اللہ تعالیٰ غفلت سے پاک ہے، وہ ہر وقت نگراں ہے، کسی وقت غافل نہیں ہوتا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ○ (اٰل عمران - ۹۹)

اللہ تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ (ابراھیم - ۴۲)

یہ ہرگز خیال نہ کرنا کہ ظالم جو کچھ کر رہے ہیں اللہ اس سے غافل ہے۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے :-

وَلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ۔ (یونس - ۶۱)

جب تم کسی بھی عمل میں مصروف ہوتے ہو تو ہم تم پر نگران ہوتے ہیں۔

پھر اللہ تعالٰے فرماتا ہے (لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ) اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ آسمانوں کی اور زمین کی تمام اشیاء کا وہ واحد مالک ہے۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے :-

لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ

(البقرۃ - ۲۸۴)
(آل عمران - ۱۰۹، ۱۲۹)
(النساء - ۱۲۶، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۷۰)

جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے سب اللہ کا ہے۔

پھر اللہ تعالٰے فرماتا ہے (مَنْ ذَا الَّذِىْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ) کون ہے جو اللہ تعالٰے کے ہاں بغیر اس کی اجازت کے سفارش کر سکے، یعنی بغیر اجازت کے کوئی سفارش نہیں کر سکتا۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے :-

مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ

(یونس - ۳)

بغیر اللہ تعالٰے کی اجازت کے کوئی سفارش کرنے والا نہیں۔

نوٹ :- شفاعت کے سلسلہ میں مزید تفصیل سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۴۸ کی تفسیر میں صفحہ ۲۴۳ پر ملاحظہ فرمائیں۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ) اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے، اسے آگے پیچھے ہر چیز کا علم ہے، آگے پیچھے اس کے لئے برابر ہے۔ وہ ہر چیز کو جانتا ہے خواہ وہ چیز کہیں بھی ہو۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے :-

وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَىْءٍ عِلْمًا ۔

(الاعراف - ۸۹)

ہمارے رب کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے :-

اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَسِعَ كُلَّ شَىْءٍ عِلْمًا ○

(طٰہٰ - ۹۸)

تمہارا الٰہ تو بس اللہ ہے، اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، اس کا علم ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَىْءٍ عِلْمًا ○

بے شک اللہ نے (اپنے) علم سے ہر چیز کا احاطہ

(الطلاق ۔ ۱۲) کر رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو علم ہے جو کچھ لوگوں کے سامنے ہو رہا ہے اور جو کچھ لوگوں کے پیچھے ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ان اعمال کا بھی علم ہے جو لوگوں نے اپنے مرنے سے پہلے آگے بھیج دئے اور ان اعمال کا بھی علم ہے جو وہ بعد میں چھوڑ آئے، اللہ تعالےٰ کو ان کے صدقات جاریہ کا بھی علم ہے اور اچھے اور برے ان تمام اعمال کا بھی علم ہے جو انہوں نے جاری کئے اور اب ان کی موت کے بعد دوسرے عمل کر رہے ہیں، ایک دن آئے گا کہ اس دن اللہ تعالےٰ لوگوں کو ان تمام اعمال کی خبر دیگا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

يُنَبَّؤُا الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ ○ (القیمۃ ۔ ۱۳)

اس دن انسان کو وہ تمام اعمال جو اس نے (موت سے پہلے اپنے) آگے بھیجے تھے اور جو (موت کے بعد) پیچھے چھوڑ آیا تھا سب بتا دئے جائیں گے۔

پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے (وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ) اللہ تعالےٰ کے علم میں سے لوگ کسی بھی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے، اللہ تعالےٰ کی باتوں کو کوئی نہیں جان سکتا مگر جتنا وہ خود بتا دے، جتنا وہ بتانا چاہتا ہے بتا دیتا ہے، اس سے زیادہ کا کسی کو علم نہیں، اللہ تعالےٰ کے علم کی کوئی انتہاء نہیں۔

پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے (وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ) اللہ تعالےٰ کی کرسی نے آسمانوں کا اور زمین کا احاطہ کر رکھا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا) آسمانوں اور زمین کی حفاظت سے اللہ تعالیٰ تھکتا نہیں۔ اللہ تعالےٰ پر آسمانوں اور زمین کی نگرانی بار نہیں گذرتی۔

(وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ) وہ بہت بلند و بالا اور عظمت والا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ○ (الشوریٰ ۔ ۴)

آسمانوں میں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ کا ہے، وہ بلند و بالا اور عظمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَتَعَالَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۔ (طٰہٰ ۔ ۱۱۴)

اللہ جو بادشاہ برحق ہے بلند و بالا ہے۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہیئے، وہ آپ سے غافل نہیں ہے، اُسے سب خبر ہے کہ آپ کیا کر رہے ہیں، وہی ایک ہستی ہے جسے موت نہیں آتی، کائنات کا نظام وہی اکیلا چلا رہا ہے اور وہ تھکتا نہیں، اس کے ہاں کوئی شخص بغیر اس کی اجازت کے سفارش نہیں کر سکتا لہذا ان لوگوں کے دھوکے میں نہ آیئے جو بخشوانے کی ضمانت دیتے ہیں، صرف اسی شخص کے لئے سفارش کی اجازت ہوگی جسے اللہ تعالیٰ بخشنا چاہے گا۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ
الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ
بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ
فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى
لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵۶﴾

ترجمہ دین (اسلام کو منوانے) میں (کسی پر) جبر نہیں (کیا جائے)، ہدایت گمراہی سے واضح طور پر ممیز ہو چکی ہے (جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر کرے)، ہاں جو شخص طاغوت (یعنی غیر اللہ کے الٰہ ہونے) کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لے آئے تو اس نے مضبوط حلقہ پکڑ لیا، وہ حلقہ ایسا ہے کہ کبھی نہیں ٹوٹے گا اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے ﴿۲۵۶﴾

معانی و مصادر

(اِكْرَاه) اَكْرَهَ، يُكْرِهُ، اِكْرَاهٌ (باب افعال) زبردستی کرنا، جبر کرنا۔

(دِيْن) دَانَ، يَدِيْنُ، دِيْنٌ و دِيَانَةٌ (ض) دین قبول کرنا۔

(تَبَيَّنَ) تَبَيَّنَ، يَتَبَيَّنُ، تَبَيُّنٌ (باب تفعّل) واضح ہونا۔

(رُشْدٌ) رَشَدَ، يَرْشُدُ، رُشْدٌ و رَشَادٌ (ن) ہدایت پانا۔ (رُشْدٌ = ہدایت)

(غَيٌّ) غَوٰى، يَغْوِيْ، غَيٌّ (ض) گمراہ ہونا (غَيٌّ = گمراہی)

(طاغوت) طَغَا، يَطْغُوْ، طُغُوٌّ و طَغْوٌ و طُغْوَانٌ (ن)، حد سے نکل جانا (طاغوت = اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمام معبود، شیطان، سرکش)

(اِسْتَمْسَكَ) اِسْتَمْسَكَ، يَسْتَمْسِكُ، اِسْتِمْسَاكٌ (باب استفعال) لٹک جانا،

رک جانا، روک لینا۔
(عُرْوَةٌ) عَرَا، یَعْرُوْ، عَرْوٌ (ن) حلقہ بنانا، کاج بنانا (عُرْوَةٌ = حلقہ)
(وُثْقٰی) وَثُقَ، یَوْثُقُ، وَثَاقَةٌ (ک) مضبوط ہونا۔ (اَوْثَقُ اسم تفضیل ہے اور اس کا مؤنث وُثْقٰی ہے)۔
(اِنْفِصَام) اِنْفَصَمَ، یَنْفَصِمُ، اِنْفِصَامٌ (باب انفعال) ٹوٹنا۔

شانِ نزول

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

كَانَتِ الْمَرْاَةُ تَكُوْنُ مِقْلَاةً فَتَجْعَلُ عَلٰى نَفْسِهَا اِنْ عَاشَ لَهَا وَلَدٌ اَنْ تُهَوِّدَهٗ فَلَمَّا اُجْلِيَتْ بَنُو النَّضِيْرِ كَانَ فِيْهِمْ مِنْ اَبْنَاءِ الْاَنْصَارِ فَقَالُوْا لَا نَدَعُ اَبْنَاءَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (ابوداؤد كتاب الجهاد باب فى الاسير يكره على الاسلام جزء ۲ ص۹ وسنده صحيح)

(اسلام قبول کرنے سے پہلے جب انصار میں سے) کسی عورت کے بچے زندہ نہ رہتے تو وہ یہ نذر مان لیتی تھی کہ اگر بچہ زندہ رہا تو وہ اس کو یہودی بنا دے گی، پھر جب بنونضیر کو (جو یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا) جلاوطن کیا گیا تو ان میں انصار کے کئی لڑکے تھے۔ انصار نے کہا ہم ان کو نہیں چھوڑیں گے (ہم ان کو زبردستی مسلم بنائیں گے) اس وقت اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ ..... دین منوانے میں کسی پر جبر نہ کیا جائے۔ ہدایت گمراہی سے واضح طور پر ممیز ہو چکی ہے۔

تفسیر

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے کسی کو جبراً مسلم بنانے کی ممانعت کر دی، اس لئے کہ جبراً اسلام قبول کرنے والے کی نیت میں خلوص نہیں ہوتا، اس کا دل ایمان سے خالی ہوتا ہے اور زبان سے محض سنانے کے لئے ایمان کا اقرار کرتا ہے۔ ایسا ایمان جو دل میں نہ ہو محض زبان پر ہو ایمان نہیں کہلاتا لہٰذا جبراً کسی کو مسلم بنانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ ایسی حالت میں وہ اسلام قبول کرنے کے بعد بھی کافر اور نورِ ہدایت سے محروم رہتا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ۔ (الزمر۔ ۲۲)

کیا جس شخص کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہو اور وہ اپنے رب کی طرف سے آئے ہوئے نور (ہدایت) پر ہو (اس جیسا ہو سکتا ہے جس کے سینہ میں سختی ہو اور اسلام کے لئے دل میں کوئی جگہ نہ ہو)۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَمَنۡ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنۡ یَّھۡدِیَہٗ یَشۡرَحۡ صَدۡرَہٗ لِلۡاِسۡلَامِ۔ (الانعام۔ ۱۲۵)

جس شخص کو اللہ ہدایت دینا چاہتا ہے تو اس کے سینہ کو اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔

مندرجہ بالا آیات سے معلوم ہوا کہ اسلام شرح صدر کے ساتھ قبول کرے تو فائدہ ہے ورنہ کوئی فائدہ نہیں۔ زبردستی اسلام قبول کروانے سے اسلام قبول کرنے والے کا شرح صدر نہیں ہوتا، لہٰذا وہ ہدایت کی روشنی سے محروم ہی رہتا ہے۔ کیونکہ ایسا اسلام آخرت میں مفید نہیں لہٰذا جبرًا کسی کو مسلم بنانے کی ممانعت کردی گئی ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے (قَدۡ تَّبَیَّنَ الرُّشۡدُ مِنَ الۡغَیِّ) ہدایت اور گمراہی ایک دوسرے سے ممتاز ہوچکی ہیں، لہٰذا جس کو ہدایت قبول کرنی ہے وہ بصیرت کے ساتھ ہدایت قبول کرے، ہدایت کو ہدایت سمجھ کر قبول کرے، جو شخص ہدایت کو ہدایت سمجھ کر قبول کرتا ہے وہی درحقیقت ہدایت پر ایمان لاتا ہے، جو شخص ہدایت کو ہدایت نہیں سمجھتا لیکن کسی دوسرے کی زبردستی سے اس کو محض زبان سے ہدایت تسلیم کرلیتا ہے تو یہ تسلیم کرنا لایعنی ہے اور اس کا مسلم بنانا بیکار ہے۔

پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے (فَمَنۡ یَّکۡفُرۡ بِالطَّاغُوۡتِ وَیُؤۡمِنۡ بِاللّٰہِ .....) جس شخص نے غیر اللہ کی الوہیت کا انکار کردیا اور شرح صدر سے ایمان لے آیا تو اس نے اسلام کے حلقہ کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ (لَا انۡفِصَامَ لَھَا) یہ حلقہ ٹوٹنے والا نہیں۔ آیت کا مطلب صاف ہے کہ جب تک کوئی شخص اللہ تعالےٰ کے علاوہ دوسرے معبودوں کا انکار نہ کرے، پوری طرح توحید پر قائم نہ ہوجائے، صرف اللہ تعالےٰ اکیلے کو الٰہ برحق، معبودِ حقیقی، حاکم و مطاع، شارع و قانون ساز، مشکل کشا و حاجت روا، سمیع و بصیر، نگران و ناظر، محی و ممیت، قدیر و عزیز، عالم الغیب والشہادہ، نذر و قربانی کا مستحق، حی و قیوم، رازق و مستعان، امیدوں کا ملجا و ماوٰی، ڈر اور خوف کا حقدار، مغفرت اور شفاعت کا مالک، نورِ ہدایت کا منبع نہ سمجھے اس وقت تک وہ صحیح معنوں میں مؤمن نہیں اور جو شخص توحید کی ان تمام شرائط کے ساتھ ایمان لے آئے اور اسلام قبول کرلے تو پھر اس نے اسلام کے مضبوط حلقہ کو پکڑ لیا اور اب وہ اس حلقہ کے ذریعہ رفعت و بلندی حاصل کرکے ابدی نعمتیں حاصل کرسکتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلامؓ فرماتے ہیں:۔

رَاَیۡتُ کَاَنِّیۡ فِیۡ رَوۡضَۃٍ، وَسَطَ الرَّوۡضَۃِ عَمُوۡدٌ، فِیۡ اَعۡلَی الۡعَمُوۡدِ عُرۡوَۃٌ، فَقِیۡلَ لِیۡ ارۡقَہۡ، قُلۡتُ لَا اَسۡتَطِیۡعُ، فَاَتَانِیۡ وَصِیۡفٌ فَرَفَعَ ثِیَابِیۡ فَرَقِیۡتُ فَاسۡتَمۡسَکۡتُ

میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک باغ میں ہوں، باغ کے وسط میں ایک ستون ہے، اس ستون کے اعلیٰ حصہ پر ایک حلقہ ہے، کسی نے مجھ سے کہا اس پر چڑھو، میں نے کہا میں نہیں چڑھ سکتا،

بِالْعُرْوَۃِ فَانْتَبَھْتُ وَاَنَا مُسْتَمْسِکٌ بِھَا فَقَصَصْتُھَا عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تِلْکَ الرَّوْضَۃُ رَوْضَۃُ الْاِسْلَامِ وَذٰلِکَ الْعَمُوْدُ عَمُوْدُ الْاِسْلَامِ وَتِلْکَ الْعُرْوَۃُ الْعُرْوَۃُ الْوُثْقٰی لَا تَزَالُ مُسْتَمْسِکًا بِالْاِسْلَامِ حَتّٰی تَمُوْتَ۔ (صحیح بخاری کتاب التعبیر باب التعلیق بالعروۃ، ص۹/۴۲)

اتنے میں ایک خادم آیا، اس نے میرے کپڑے اٹھائے، پھر میں اس ستون پر چڑھ گیا اور اس حلقہ کو مضبوطی سے پکڑ لیا، جب میں جاگا تو اس وقت تک میں اس حلقہ کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھا۔ میں نے یہ خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا، آپ نے فرمایا: وہ باغ اسلام کا باغ ہے، وہ ستون اسلام کا ستون ہے اور وہ حلقہ العروۃ الوثقٰی یعنی مضبوط حلقہ ہے، (اور اے عبداللہ) تم اسلام کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے یہاں تک کہ تمہیں موت آئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ "العروۃ الوثقٰی" اسلام کے ستون کی بلندی پر وہ حلقہ ہے جس کو مضبوطی سے پکڑ لینے کا مطلب اسلام پر مضبوطی سے قائم رہنا ہے، جو شخص تمام مصائب کو جھیلتا ہوا، اسلام پر پوری طرح عمل کرتے ہوئے اسلام کے حلقہ کو مضبوطی سے پکڑے تو پھر وہ کامیاب ہو گیا۔ اب اسلام سے اس کا رشتہ منقطع نہیں ہو سکتا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ" اللہ سننے والا جاننے والا ہے، جو لوگ اسلام کے لئے کسی پر جبر کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی باتوں کو سن لے گا اور ان کے جبر و اکراہ کی انہیں سزا دے گا کیونکہ انہوں نے جبر و اکراہ کر کے اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کی اور جو لوگ بغیر شرح صدر کے ایمان کا اقرار کر لیں گے تو اللہ تعالیٰ کو ان کی نیت کا علم ہو جائیگا، اور اللہ تعالیٰ ان کو ان کے ایمان کا کوئی معاوضہ نہیں دیگا۔

عمل

اے لوگو، کسی کو زبردستی مسلم نہ بنائیے، اسلام کے حلقہ کو مضبوطی سے پکڑ لیجئے، توحید و حنیفیّت کے ساتھ تمام لوگوں سے اپنی توقعات منقطع کر لیجئے اور صرف اللہ تعالیٰ سے لو لگائیے، اسی کے احکام پر چلیئے، اسی کے قانون کو مانیئے، اس کے احکام اور قوانین کے خلاف تمام احکام اور قوانین کا سختی سے انکار کیجئے۔ اگر آپ نے ایسا کر لیا تو پھر آپ اسلام پر مضبوطی سے جم گئے، اب انشاء اللہ آپ کے پائے استقلال میں لغزش نہیں آ سکتی، استقامت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹ سکتا۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ
مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَالَّذِيْنَ
كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ
يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى
الظُّلُمٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ
هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵۷﴾

ترجمہ ایمان والوں کا دوست اللہ ہے جو انہیں (گمراہی کی) تاریکیوں سے نکال کر نورِ (ہدایت) کی طرف لے آتا ہے اور کافروں کے دوست شیطان ہیں جو انہیں نورِ (ہدایت) سے نکال کر (گمراہی کی) تاریکیوں کی طرف لے آتے ہیں، یہ لوگ (جو شیطان کے بہکانے سے گمراہی کی تاریکیوں میں آجاتے ہیں) دوزخی ہیں اور یہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے ﴿۲۵۷﴾

معانی ومصادر (وَلِیٌّ) وُلِیَ وَ وَلِیَ، یَلِیْ، وَلْیٌ (ض ح) قریب ہونا (وَلِیٌّ = قریب، دوست، مددگار، پڑوسی، والی، کفیل، تابع)۔

(ظُلُمٰت) ظَلِمَ، یَظْلَمُ، ظَلْمٌ (س) تاریک ہونا۔

(خٰلِدُوْن) خَلَدَ، یَخْلُدُ، خُلُوْدٌ (ن) ہمیشہ رہنا۔

تفسیر ظلمات سے گمراہیاں اور نور سے ہدایت مراد ہے، قرآن مجید میں ظلمات ہر جگہ جمع کے صیغہ میں استعمال ہوا ہے اور نور ہر جگہ واحد کے صیغے ہیں، اس سے واضح ہوتا ہے کہ گمراہی تو کئی قسم کی ہوسکتی ہے لیکن ہدایت کئی قسم کی نہیں ہوسکتی، وہ ایک ہی ہوتی ہے اور وہ صرف وحی ہوتی ہے، دوسرے لفظوں میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ شیطانی راستے تو بہت سے ہو سکتے ہیں لیکن اللہ تعالٰے کا راستہ صرف ایک ہے اور وہ صراط مستقیم ہے۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○

(الانعام - ۱۵۴)

یہ میرا سیدھا راستہ ہے، (بس) اس کی پیروی کرو اور (دوسرے) راستوں پر نہ چلنا ورنہ تم اللہ کے راستہ سے علیحدہ ہوجاؤ گے، اللہ تم کو اس بات کا حکم دیتا ہے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِیْلِ وَمِنْهَا جَآىٕرٌ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِیْنَ ○

(النحل - ۹)

اللہ تک تو صرف سیدھا راستہ پہنچتا ہے اور بعض راستے ٹیڑھے ہیں جو اس (سیدھے راستے) سے (نکال لئے گئے) ہیں (وہ اس تک نہیں پہنچتے، ان پر چلنے والے گمراہ ہوتے ہیں) اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو سیدھے راستہ پر چلاتا (لیکن وہ کسی پر جبر نہیں کرتا)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ○ یَّهْدِیْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَیُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَیَهْدِیْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ○

(المائدہ - ۱۵ و ۱۶)

تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب آگئی ہے، اس کتاب کے ذریعہ اللہ ان لوگوں کو جو اس کی رضا کی پیروی کرتے ہیں سلامتی کے راستے دکھاتا ہے اور ان کو اپنے حکم سے تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف اور (غلط راستوں سے بچاکر) صراط مستقیم کی طرف لے آتا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ صراط مستقیم تو ایک ہی ہے البتہ جن راستوں یا ذرائع سے گمراہیوں سے نکل کر صراط مستقیم تک پہنچا جائے وہ کئی ہو سکتے ہیں، ان راستوں یا ذریعوں کو معلوم کرنا انسان کی عملی جدوجہد اور اللہ کی توفیق سے ہوتا ہے۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت ۔ ۶۹)

جو لوگ ہمارے (راستے) میں جدوجہد کرتے ہیں ہم ان کو (صراطِ مستقیم تک پہنچنے کے) راستے بتا دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ۝ (الاحزاب ۔ ۴۳)

وہ اللہ ہی ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی (رحمت بھیجتے ہیں) تاکہ اللہ تعالیٰ تم کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آئے اور اللہ مؤمنین پر بڑا مہربان ہے۔

مندرجہ بالا دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی توفیق کا ذکر ہے، پہلی آیت میں اس توفیق کا سبب انسان کی جدوجہد کو اور دوسری میں ایمان کو بتایا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا مؤمنین پر رحمت بھیجنا اور ان پر مہربان ہونا یہ گویا (اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا) کی تفسیر ہے اور پھر تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے آنا یہ دوستی اور رحمت ہی کا تقاضا ہے جو اللہ تعالیٰ پورا کرتا رہتا ہے۔

آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ) کافروں کے دوست شیطان اور اللہ کے باغی ہوتے ہیں جو ان کو نور سے نکال کر گمراہیوں کی طرف لے جاتے ہیں۔ شیطان اور اللہ کے باغی ان ہی لوگوں کو اپنا دوست سمجھتے ہیں جو ان کا کہنا مانتے ہیں اور اللہ کی بھیجی ہوئی ہدایت کا انکار کرتے ہیں۔

آیت زیرِ تفسیر سے معلوم ہوا کہ مؤمنین کا ولی، اللہ تعالیٰ ہوتا ہے اور کافروں کا ولی شیطان ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤمنین کے ساتھ دوستی کا حق ادا کرتا ہے اور ان کو ہدایت پر چلا کر منزلِ مقصود تک پہنچا دیتا ہے، اس کے برعکس شیطان دوستی کا حق ادا نہیں کرتا بلکہ کافروں کے لئے منزلِ مقصود تک پہنچنے کے تمام راستے مسدود کر دیتا ہے، شیطان کی دوستی درحقیقت دشمنی ہے لیکن اکثر لوگ اسے نہیں سمجھتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ۝ (بنی اسرائیل ۔ ۵۳)

بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

افسوس ہے کہ انسان شیطان جیسے کھلے دشمن کو اپنا دوست سمجھتے ہیں اور اس سے ہوشیار نہیں رہتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ

بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے لہٰذا اسے دشمن

عَدُوًّا (فاطر - ٦) سمجھو۔

اس تنبیہ کے باوجود اکثر لوگوں نے شیطان کو اپنا دوست سمجھ رکھا ہے، اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں اور وہ کام کرتے ہیں جن سے وہ خوش ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے، ایسے لوگ دوزخی ہیں اور (هُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ) وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے،

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ الْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا۔ (لم یکن الذین کفروا - ٦)

اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے کفر کیا اور وہ لوگ جو مشرک ہیں (یہ سب) دوزخ کی آگ میں ڈالے جائیں گے اور اسی میں ہمیشہ رہیں گے۔

نوٹ:۔ جنت و دوزخ میں ہمیشہ رہنے کے سلسلہ میں تفصیلی معلومات کے لئے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۵ کی تفسیر صلى ١٧٧ پر ملاحظہ فرمائیں۔

عمل

اے لوگو، صحیح معنوں میں ایمان لائیے تاکہ اللہ تعالےٰ آپ کا دوست بن جائے اور آپ کو سیدھے راستے پر چلا کر منزل مقصود تک پہنچا دے۔

شیطان کو اپنا دشمن سمجھئے اس کے بہکانے میں نہ آئیے، ورنہ نتیجہ بڑا خراب نکلے گا۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِىْ حَاجَّ إِبْرٰهٖمَ
فِىْ رَبِّهٖٓ أَنْ اٰتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ
إِذْ قَالَ إِبْرٰهٖمُ رَبِّىَ الَّذِىْ
يُحْيٖ وَيُمِيْتُ قَالَ أَنَا أُحْيٖ
وَأُمِيْتُ قَالَ إِبْرٰهٖمُ فَإِنَّ
اللّٰهَ يَأْتِىْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ
فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ
الَّذِىْ كَفَرَ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى
الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٢٥٨﴾

ترجمہ (اے رسول) کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا (جو اسوجہ سے گھمنڈ میں تھا) کہ اللہ نے اسے بادشاہت دی تھی وہ اپنے رب کے بارے میں ابراہیم سے جھگڑنے لگا۔ جب ابراہیم نے کہا میرا رب تو وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے تو وہ کہنے لگا کہ میں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں (لہذا میرے رب ہونے میں کیا شک ہے) ابراہیم نے کہا اللہ تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو مغرب سے نکال دے (اگر تو ایسا کردے تو پھر تیری الوہیت کی کوئی دلیل ہو سکتی ہے، یہ مطالبہ سنکر) کافر حیران و متحیر ہو گیا (لیکن اس نے پھر بھی اپنی غلطی تسلیم نہیں کی اور ہدایت پر چلنا قبول نہیں کیا اور وہ ہدایت پر چلتا بھی کیسے اس لئے کہ) اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت کے راستہ پر نہیں چلاتا (۲۵۸)

معانی و مصادر (تَرَىٰ) رَأَىٰ، يَرَىٰ، رُؤْيَةً وَرَأْيٌ وَرَاءَةً وَرِئْيَانٌ (ف) دیکھنا۔

(حَاجَّ) حَاجَّ، يُحَاجُّ، مُحَاجَّةً وحِجَاجٌ (باب مفاعلہ) جھگڑنا۔

(فَأْتِ) أَتَىٰ، يَأْتِيْ، إِتْيَانٌ وأَتْيٌ وإِتْيَانَةٌ (ض) آنا، اگر اس مصدر کے بعد حرف جار "ب" آئے تو اس کے معنی ہوتے ہیں "لانا" (فَأْتِ = فَ + إِيْتِ = پھر آ)۔

(بُهِتَ) بَهَتَ، يَبْهَتُ بَهْتٌ (ف) حیران کردینا، مبہوت کردینا، متحیر کردینا۔

تفسیر گذشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفر کا انجام بتایا تھا، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک بادشاہ کا ذکر کر کے یہ بتایا ہے کہ کفر کے برے انجام سے بڑی سے بڑی بادشاہت بھی نہیں بچا سکتی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا (اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَاۗجَّ اِبْرٰهٖمَ فِيْ رَبِّهٖٓ) اے رسول کیا آپ کو اس شخص کا حال نہیں معلوم جس نے ابراہیم (علیہ السلام) سے اپنے رب کے معاملہ میں بحث و مباحثہ، مناظرہ و مجادلہ کیا تھا، وہ سمجھتا تھا کہ وہ خود ہی رب ہے، وہی مالک اور وہی کارساز ہے، سب کچھ اسی کے قبضہ قدرت میں ہے، وہ اس خیال میں اس لئے مگن تھا (اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ) کہ اللہ نے اس کو بادشاہت عطاء فرمائی تھی، وہ ایک عظیم سلطنت کا فرمانروا تھا اور اپنی سلطنت میں جو چاہتا تھا کرتا تھا۔ اس چیز نے اس کو غرور اور گھمنڈ میں مبتلا کیا لہٰذا اس نے اللہ تعالےٰ کے رب ہونے کا انکار کیا۔

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اس بادشاہ کو جو سلطنت دی تھی وہ اللہ تعالےٰ نے دی تھی اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جس کسی کو بادشاہت ملتی ہے اس کا دینے والا اللہ العلی العظیم ہی ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاۗءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاۗءُ ۡ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاۗءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاۗءُ ۭ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۭ اِنَّكَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (آل عمران ۔ ۲۶)

(اے رسول اپنے رب کی تعریف میں اس طرح) کہیئے اے اللہ، اے بادشاہت کے مالک، تو جس کو چاہے بادشاہت دے اور جس سے چاہے بادشاہت چھین لے، تو جس کو چاہے عزت دے اور جس کو چاہے ذلت دے، ہر قسم کی بھلائی

تیرے ہاتھ میں ہے، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔
نہ کوئی کسی کو بادشاہت دے سکتا ہے اور نہ کوئی کسی سے بادشاہت چھین سکتا ہے، عزت و ذلت سب اللہ تعالےٰ کے اختیار میں ہے۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ (جب بحث شروع ہوئی تو) ابراہیم (علیہ السلام) نے اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور توحید کے ثبوت میں کہا کہ ربّ تو وہ ہے جس کے قبضہ میں موت و زیست ہے وہی مارتا ہے، وہی زندہ کرسکتا ہے (اے بادشاہ کیونکہ تو یہ کام نہیں کرسکتا لہذا تو ربّ نہیں ہوسکتا) بادشاہ نے ہٹ دھرمی کی اور ابراہیم علیہ السلام کے استدلال کو غلط معنیٰ پہنا کر کہنے لگا (أَنَا أُحْيِ وَ أُمِيتُ) (یہ کام تو میں بھی کر سکتا ہوں) میں زندہ بھی کرسکتا ہوں اور مارتا بھی ہوں میں جس کو چاہوں قتل کرادوں اور جس کو چاہوں قتل سے بچاکر زندہ رہنے دوں، ابراہیم علیہ السلام اس کی ہٹ دھرمی کو سمجھ گئے، انہوں نے فوراً توحید پر ایک ایسی دلیل دی جس کی تاویل ناممکن تھی۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا، (میرا رب تو اللہ (تعالےٰ ہے جو) مشرق سے سورج نکالتا ہے، (اے بادشاہ اگر تو واقعی ربّ ہے تو) تو سورج کو مغرب سے نکال کر دکھا، (فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ) یہ سوال سنکر وہ کافر بادشاہ مبہوت و لاجواب، حیران و متحیر ہوگیا، اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ اس سوال کا کیا جواب دے۔ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ اس دلیل کو سن کر وہ اللہ تعالےٰ پر ایمان لے آتا لیکن ایسا نہیں ہوا، اس نے ظلم کیا، ناانصافی کی، ناحق ضد کی، ہٹ دھرمی سے وہ اپنی بات پر اڑا رہا تو اللہ تعالےٰ نے بھی اس کو راہ راست پر چلاکر منزل مقصود تک پہنچانا نہ چاہا اور یہ اللہ تعالےٰ کا قاعدہ ہے کہ (وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ) وہ ناانصاف، ہٹ دھرم لوگوں کو راہ راست پر چلاکر منزلِ مقصود تک نہیں پہنچاتا (اللہ تعالےٰ نے اس کو راہ راست بتائی لیکن وہ راہ راست پر نہیں آیا تو آخر اللہ تعالےٰ اس کو کیسے منزل مقصود پر پہنچاتا اور اس کو نجات دیتا، وہ اللہ تعالےٰ سے نہیں ڈرا لہذا وہ نجات نہ پاسکا، نجات تو انہیں ملتی ہے جو اللہ تعالےٰ سے ڈرتے ہیں)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ○ (البقرة - ٢) — یہ کتاب ان لوگوں کو راہ راست پر چلاکر منزل مقصود تک لے جاتی ہے جو (اللہ تعالےٰ سے) ڈرتے رہتے ہیں۔

نوٹ:۔ ہدایت کے متعلق تفصیل سورۂ فاتحہ کی آیت ۵ اور سورۂ بقرہ کی آیت ۲ و ۵ و ۲۶ کی تفسیر میں ص۷، ص۹۳، ص۱۲۱، ص۱۸۱ پر ملاحظہ فرمائیں۔

عمل

اے لوگو، اگر اللہ تعالےٰ آپ کو بڑائی و بزرگی عطا فرمائے تو اس پر گھمنڈ نہ کیجیے، وہ جب چاہے

اُسے چھین بھی سکتا ہے ، توحید اور احکام الٰہی کے تسلیم کرنے میں کبھی ہٹ دھرمی سے کام نہ لیجئے بلکہ حق کا قبول کرنا ہی درحقیقت عزّوشرف کا باعث ہے ، دنیا میں بھی عزّت اسی سے ملتی ہے اور آخرت میں بھی عزّت اسی سے ملتی ہے ، دنیا کی عارضی عزّت آپ کو حق کے تسلیم کرنے سے باز نہ رکھے ۔ جو شخص محض نادانی سے عزّت کی خاطر حق کو قبول نہیں کرتا اس کا بہت بُرا انجام ہوتا ہے ۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے :-

وَاِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝

(البقرۃ - ۲۰۶)

اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالٰے سے ڈر تو عزّت اس کو گناہ پر آمادہ کرتی ہے (عزّت جانے کے خوف سے وہ حق کو تسلیم نہیں کرتا)، ایسے آدمی کے لئے بس دوزخ کافی ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے ۔

أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَّهِيَ
خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ
يُحْيِ هَٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا
فَأَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ
بَعَثَهُ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ
لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ
قَالَ بَل لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانظُرْ
إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ
يَتَسَنَّهْ وَانظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ

وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ
اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا
ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ
لَهٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ
شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۵۹﴾

ترجمہ (اور اے رسول) یا اسی طرح (آپ نے اس شخص کو دیکھا) جو ایک بستی کے پاس سے گذرا، وہ بستی اپنی چھتوں پر گری ہوئی تھی، اس نے کہا: اللہ اس بستی کو مرنے کے بعد کیسے زندہ کریگا؟ اللہ نے اس کو سو سال تک کے لئے موت دیدی، پھر اُسے زندہ کردیا، اللہ تعالٰے نے پوچھا تم کتنے عرصے تک (مُردہ) رہے۔ اس نے کہا ایک دن یا ایک دن سے بھی کچھ کم، اللہ نے کہا نہیں تم سو سال تک (مُردہ) رہے۔ اچھا (اب تم) اپنے کھانے، پینے کی چیزوں کو دیکھو (کہ اتنی مدت گذر جانے کے باوجود) وہ سڑیں نہیں اور اپنے گدھے کی طرف بھی نظر ڈالو (کہ وہ بالکل مُردہ ہو چکا ہے اور اس کی ہڈیاں الگ الگ اور بالکل بوسیدہ ہو چکی ہیں)، (یہ سب کچھ اس لئے کیا گیا ہے) کہ ہم تم کو لوگوں کے لئے (قیامت کے دن دوبارہ پیدا کرنے کی) نشانی بنائیں (اچھا اب تم گدھے کی) ہڈیوں کی طرف دیکھتے رہو کہ کیسے ہم ان کو اٹھا کر جوڑتے ہیں پھر کس طرح ان پر گوشت چڑھاتے ہیں، (بالآخر) جب یہ سب کچھ اُس کے سامنے ظہور پذیر ہوا تو وہ کہنے لگا میں جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے (اس کے لئے مُردہ بستی کو زندہ کرنا کیا مشکل ہے) ﴿۲۵۹﴾

معانی و مصادر (مَرَّ) مَرَّ، يَمُرُّ، مَرٌّ و مُرُورٌ و مَمَرٌّ (ن) جانا، گزرنا۔
(خَاوِيَةٌ) خَوٰى، يَخْوِي، خَوَاءٌ (ض) گر پڑنا، خالی ہونا۔
(عُرُوش) عَرَشَ، يَعْرُشُ، عَرْشٌ (ض، ن) لکڑی کا گھر بنانا، بنانا۔
(لَبِثْتَ) لَبِثَ، يَلْبَثُ، لُبْثٌ، لَبَثٌ و لُبَاثٌ و لَبَاثَةٌ و لَبَثَانٌ (س) رہنا، مقیم ہونا۔
(طعام) طَعِمَ، يَطْعَمُ، طَعْمٌ و طَعَامٌ (س) کھانا، (طعام = کھانے کی چیز)۔
(شَرَاب) شَرِبَ، يَشْرَبُ، شُرْبٌ و شِرْبٌ و مَشْرَبٌ و تَشْرَابٌ (س) پینا۔
(شراب = پینے کی چیز جمع اَشْرِبَة)۔
(يَتَسَنَّهْ) تَسَنَّهَ، يَتَسَنَّهُ، تَسَنُّهٌ (باب تفعل) سڑنا۔ (سَنِهَ، يَسْنَهُ، سَنَهٌ = سڑنا)
(عِظَام) عَظَمَ، يَعْظُمُ، عَظْمٌ (ن) ہڈی کھلانا، (عِظَام = ہڈیاں، اس کا واحد عَظْمٌ ہے)
(نُنْشِزُ) اَنْشَزَ، يُنْشِزُ، اِنْشَازٌ (باب افعال) بلند کرنا، مردے کی ہڈیوں کو اٹھا کر ان کی جگہ پر رکھنا اور ایک دوسرے پر جمانا۔
(نَكْسُو) كَسَا، يَكْسُو، كَسْوٌ (ن) پہنانا۔

تفسیر گذشتہ آیت میں ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، اللہ تعالٰے کے مارنے کو تو سب روزمرہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہتے ہیں لیکن مردے کو زندہ ہوتا کوئی نہیں دیکھتا کہ جس کو دیکھ کر قیامت کے دن دوبارہ پیدا ہونے کا یقین سب کو آجائے اور جن کو یقین ہے ان کو اطمینان ہو جائے۔ اس سلسلہ میں اللہ تعالٰے نے دو واقعے بیان فرمائے جن میں مردوں کو زندہ کرنے کا ذکر ہے تاکہ جن کو قیامت کے دن دوبارہ پیدا ہونے کا یقین نہیں انہیں یقین آجائے اور جن کو یقین ہے انہیں اطمینان ہو جائے۔

ایک قصہ آیت زیر تفسیر میں اور دوسرا قصہ اگلی آیت میں بیان کیا گیا ہے پہلا قصہ اس طرح ہے کہ ایک بزرگ اپنے گدھے پر اپنے کھانے پینے کے سامان کے ساتھ کہیں چلے جا رہے تھے کہ اثنائے راہ میں وہ کسی ویران و تباہ شدہ بستی کے پاس سے گذرے، اس بستی کے مکانات کو دیکھا کہ تمام مکانات الٹے پڑے ہیں، فرش اوپر اور چھتیں نیچے ہیں، بستی میں کہیں زندگی کے آثار نہیں پائے جاتے، دیکھ کر تعجب ہوا کہ اللہ تعالٰے اس بستی کے لوگوں کو کس طرح زندہ کرے گا، لوگوں کے جسموں کا نام و نشان باقی نہیں رہا، مٹی میں مل کر سب مٹی ہو گئے، آخر جب یہ پیدا کئے جائیں گے تو اس کا طریقہ کار کیا ہوگا، ان کی پیدائش کن کن مراحل سے گذرے گی، اللہ تعالٰے نے اس بزرگ کو موت دیدی، پھر سو سال کے بعد دوبارہ زندہ کر دیا۔ اللہ تعالٰے نے ان سے پوچھا کہ تم کتنے عرصہ مردہ رہے۔ انہوں نے کہا ایک دن یا اس سے بھی کچھ کم۔ اللہ تعالٰے نے فرمایا نہیں، تم سو سال مردہ رہے۔ اچھا اب ہماری قدرت کی نشانیاں

دیکھو، ایک تو یہ کہ سو سال گذرنے کے بعد بھی تمہارے کھانے اور پینے کی چیزیں بدستور ویسی ہی ہیں، سڑی نہیں، دوسرے یہ کہ تمہارا گدھا تمہارے سامنے زندہ ہوگا، تم دیکھتے رہو کہ کس طرح ہم اس کی بکھری ہوئی ہڈیوں کو اٹھا کر ایک دوسرے پر رکھتے ہیں، پھر کس طرح ان کو جوڑتے ہیں اور کس طرح ان پر گوشت چڑھاتے ہیں۔ پھر جب یہ سب کچھ ان کے سامنے ہوا اور انہوں نے زندہ ہونے کے طریق کار کا مشاہدہ کر لیا تو کہنے لگے میں تو جانتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ ہر چیز پر قادر ہے، اس کے لئے مُردہ بستی کو دوبارہ زندہ کر لینا کچھ بھی مشکل نہیں۔

اُن بزرگ کے سو سال کے بعد دوبارہ زندہ ہونے سے یہ ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالےٰ قیامت کے دِن مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے، جن لوگوں کی زندگی میں یہ واقعہ پیش آیا ان کے لئے تو یہ واقعہ اطمینان بخش ثابت ہوا ہی لیکن بعد میں آنے والوں کے لئے ان کی شہادت بھی کافی اطمینان بخش ثابت ہوئی ہوگی۔

غرض یہ کہ ان بزرگ کو زندہ کر کے اللہ تعالےٰ نے ان کو آیۃً یعنی قدرت کی ایک نشانی بنا دیا، ان کی دوبارہ زندگی کو دیکھ کر قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے پر صرف یقین ہی میں اضافہ نہیں ہوا بلکہ اطمینان ہو گیا۔

اس واقعہ سے اللہ تعالےٰ نے دو باتیں ثابت کیں: ایک مُردے کو دوبارہ زندہ کرنا، دوسرے کسی چیز کو تغیّر سے بچائے رکھنا۔ پہلی چیز قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے کا ثبوت بن گئی تو دوسری چیز اس بات کا ثبوت بن گئی کہ جنت کی نعمتوں میں کسی قسم کا تغیر نہیں آئے گا، وہ خراب نہیں ہوں گی اور نہ ان کا مزا بدلے گا۔

نوٹ: موت کے بعد زندہ کرنے کا یہ چوتھا واقعہ ہے جو اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں بیان کیا ہے۔ اس سے پہلے تین واقعے سورۂ بقرہ کی آیات ۵٦، ۷۳ اور ۲۴۳ میں بیان کئے گئے ہیں

عمل

اے لوگو، قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے پر پختہ یقین رکھیئے، قیامت پر پختہ یقین ہی آپ کو بے راہ روی سے بچا سکتا ہے۔

اے لوگو، جنت کی لازوال نعمتوں پر بھی پختہ یقین رکھیئے، ان نعمتوں پر پختہ یقین آپ کو نیک عمل کی طرف راغب کریگا۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِيمُ رَبِّ أَرِنِي
كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى قَالَ أَوَلَمْ
تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ
لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً
مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ
ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ
جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ
سَعْيًا وَاعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ
حَكِيمٌ ﴿٢٦٠﴾

ترجمہ (مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کے سلسلہ میں اس واقعہ پر غور کرو کہ) جب ابراہیم نے کہا اے میرے رب مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا، اللہ نے فرمایا (اے ابراہیم) تمہیں اس بات کا یقین نہیں؟ ابراہیم نے کہا یقین کیوں نہیں (یقین تو ہے) لیکن (اس لئے دیکھنا چاہتا ہوں) کہ میرے قلب کو اطمینان ہوجائے، اللہ نے فرمایا اچھا تو چار پرندے پکڑو، پھر انہیں اپنی طرف مائل کرو، پھر (ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے) ان میں سے ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دو، پھر تم انہیں پکارو، وہ تمہارے پاس دوڑتے ہوئے چلے آئیں گے اور (یہ بات اچھی طرح) سمجھ لو کہ اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔ (وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ لیکن اس کے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے۔ حکمت سے خالی کوئی کام نہیں ہوتا)۔ (۲۶۰)

معانی و مصادر (اَرِنِیْ) اَرٰی، یُرِیْ، اِرَائَۃٌ و اِرَاءٌ۔ (باب افعال) دکھانا۔
(مَوْتٰی) مَاتَ، یَمُوْتُ، مَوْتٌ (ن) مرنا۔
(مَوْتٰی: مردے، مَیِّتٌ کی جمع، مَیِّتٌ کی دوسری جمع اموات ہے)۔
(یَطْمَئِنَّ) اِطْمَاَنَّ، یَطْمَئِنُّ، اِطْمِئْنَانٌ (باب اِفْعِلَّالٌ۔ رباعی مزید فیہ) سکون حاصل کرنا، مطمئن ہوجانا۔ (ط م ء ن مادہ ہے)۔
(طَیْرٌ) طَارَ، یَطِیْرُ، طَیْرٌ و طَیَرَانٌ و طَیْرُوْرَۃٌ (ض) اڑنا۔ (طَیْرٌ: طُیُوْرٌ و اَطْیَارٌ: طَائِرٌ کی جمع: پرندے)
(صُرْ) صَارَ، یَصُوْرُ: صَوْرٌ (ض ن) مائل کرنا۔
(اُدْعُ) دَعَا، یَدْعُوْ، دُعَاءٌ و دَعْوٰی (ن) پکارنا، مدد مانگنا،
(سَعْیًا) سَعٰی، یَسْعٰی، سَعْیٌ (ف) عمل کرنا، دوڑنا، ارادہ کرنا، کوشش کرنا، کمانا۔

تفسیر قیامت کے دن دوبارہ زندہ کرنے کے سلسلہ میں یہ دوسرا قصہ ہے، جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس واقعہ پر غور کرو، اس میں بھی تمہارے لئے دوبارہ زندہ ہونے کی نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے عرض کیا "اے میرے رب مجھے یہ دکھا دے کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا" اللہ تعالیٰ نے فرمایا، کیا تمہیں اس بات پر ایمان نہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا ایمان تو ہے لیکن دیکھنے سے دل کو (ذرا) اطمینان حاصل ہوجائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم چار پرندے لو، انہیں اپنے سے خوب ہلا لو (پھر ان کے ٹکڑے ٹکڑے کرو) اور ایک ایک ٹکڑا ہر ایک پہاڑ پر رکھ دو پھر انہیں بلاؤ، وہ دوڑتے ہوئے تمہارے پاس آجائیں گے۔ پھر تمہاری سمجھ میں آجائے گا کہ اللہ تعالیٰ کس طرح زندہ کرتا ہے،

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس بات پر بالکل شک نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرے گا اور وہ زندہ کرنے پر قادر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے پوچھا (اَوَلَمْ تُؤْمِنْ) کیا تمہیں یقین نہیں ہے، تو ابراہیم علیہ السلام نے فوراً جواب دیا "بلیٰ" مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ زندہ کرے گا، اور وہ زندہ کرنے

لا اگر ابراہیم علیہ السلام کو شک ہوتا تو پھر ہم شک کرنے کے زیادہ حقدار ہوتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

نَحْنُ اَحَقُّ بِالشَّكِّ مِنْ اِبْرَاهِيْمَ اِذْ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ

(صحیح بخاری، الواب تفسیر سورۃ البقرۃ جزء ۶ ص ۳۹)

جب ابراہیم نے کہا تھا اے میرے رب مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا، اللہ نے پوچھا "کیا تمہیں یقین نہیں" تو اُس وقت ابراہیم نے کہا تھا "مجھے یقین ہے" (مجھے کسی قسم کا شک نہیں ہے اگر وہ شک کا اظہار کرتے تو پھر) ہم ان سے زیادہ شک کرنے کے حق دار ہوتے لیکن (انہوں نے شک کا اظہار نہیں کیا بلکہ یہ کہا) میں اس لئے دیکھنا چاہتا ہوں) کہ میرے دل کو اطمینان ہو جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کا شک کرنا ابراہیم علیہ السلام کے شک کرنے کے ساتھ مشروط تھا، کیونکہ شرط پوری نہیں ہوئی لہٰذا مشروط خود بخود کالعدم ہو گیا، یعنی ابراہیم علیہ السلام کو شک نہیں تھا، لہٰذا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو بھی شک نہیں۔

قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے پر ہر مسلم کا ایمان ہے لیکن یہ ایمان بالغیب ہے، ابراہیم علیہ السلام نے اور ان بزرگ نے جن کا قصہ گذشتہ آیت میں بیان ہوا ہے مردوں کو اپنی آنکھوں سے زندہ ہوتے دیکھ لیا تو ان کو ایمان بالمشاہدہ بھی ہو گیا، اور یہ ان کی خصوصیت ہے۔

نوٹ:۔ موت کے بعد زندہ کرنے کا یہ پانچواں واقعہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان کیا ہے۔ پہلے چار واقعے سورۂ بقرہ کی آیت ۵۶ و ۷۳ و ۲۴۳ و ۲۵۹ میں بیان کئے گئے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا (وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ) اے ابراہیم اسے اچھی طرح جان لو کہ اللہ تعالیٰ غالب ہے، وہ ہر کام کر سکتا ہے، اُسے ہر بات کی قدرت ہے، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○

اللہ اپنے کام پر غالب ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

(یوسف - ۲۱)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ○

وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

(البروج - ۱۶)

اللہ یہ کر سکتا ہے کہ مردوں کو زندہ کرنے کا طریقہ تمام لوگوں کو دکھا دے، اور پھر وہ قیامت کے دن دوبارہ

زندہ ہونے پر یقین لے آئیں، لیکن وہ ایسا نہیں کرتا، وہ حکمت والا ہے، اس کے تمام کام حکمت سے ہوتے ہیں۔ اس کو ایمان بالغیب مطلوب ہے لہٰذا وہ ہر ایک کو غیب کی باتوں کا مشاہدہ نہیں کراتا۔

عمل

اے لوگو، دوبارہ زندہ ہونے پر پختگی کے ساتھ ایمان لائیے، اس دن آپ کو اللہ تعالےٰ کے سامنے حاضر ہوکر حساب وکتاب دینا ہوگا، اس کے لئے ابھی سے تیاری شروع کر دیجئے، کوئی بات ایسی نہ کیجئے جس سے مالک یوم الدین ناراض ہوجائے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ
فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ
اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِىْ كُلِّ
سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَ اللّٰهُ
يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ
عَلِيْمٌ ﴿٢٦١﴾

ترجمہ جو لوگ اللہ کے راستہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے دانہ، (جب وہ زمین میں بو دیا جاتا ہے تو) اس سے سات بالیں اُگتی ہیں، ہر بال میں سو دانے ہوتے ہیں (یعنی ایک دانے سے سات سو دانے پیدا ہوتے ہیں اسی طرح اللہ کے راستہ میں دیا ہوا مال ثواب کے لحاظ سے سات سو گنا ہو جاتا ہے) اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے (ثواب کو) کئی گنا کر دیتا ہے، اللہ بڑی وسعت والا ہے، (وہ جس کو چاہتا ہے فراخی سے ثواب عنایت فرماتا ہے)۔ اور وہ جاننے والا ہے (وہ اس بات کو بخوبی جانتا ہے کہ کس نے کس قدر خلوص سے مال دیا ہے لہٰذا جس قدر خلوص زیادہ ہوتا ہے اُسی قدر ثواب بھی وہ زیادہ دیتا ہے)۔ ﴿٢٦١﴾

معانی و مصادر

(مَثَلُ) مَثَلَ ۔ يَمْثُلُ ، مُثُوْلٌ (ن) مثل ہونا۔

(حَبَّةٍ) حَبَّةٌ = دانہ

(اَنْۢبَتَتْ) اَنْبَتَ ، يُنْبِتُ ، اِنْبَاتٌ (باب افعال) اُگنا، اُگانا۔

(سَنَابِلَ) (سُنْبُلَةٍ) سَنْبَلَ، يُسَنْبِلُ، سَنْبَلَةٌ (باب فَعْلَلَةٌ۔ رباعی مجرد) بال اگانا۔
(يُضٰعِفُ) ضَاعَفَ، يُضَاعِفُ مُضَاعَفَةٌ وضِعَافٌ (باب مفاعلہ) کئی گنا کرنا۔
(وَاسِعٌ) وَسِعَ، يَسَعُ وَيَسِعُ، سَعَةٌ وسِعَةٌ (ح س) کشادہ ہونا، کشادہ کرنا۔
(عَلِيْمٌ) عَلِمَ، يَعْلَمُ، عِلْمٌ (س) جاننا، پہچاننا، ادراک کرنا۔

تفسیر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مال و دولت کو فی سبیل اللہ خرچ کرنے کی ترغیب دی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس طرح ایک دانہ بونے سے سات سو دانے پیدا ہوتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ایک چیز دینے سے سات سو چیزوں کے دینے کا ثواب ملتا ہے، اللہ تعالیٰ ثواب کو کئی گنا کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً
(البقرۃ۔ ۲۴۵)

کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے (جو شخص اللہ کو قرض حسنہ دے گا یعنی اللہ کے راستہ میں خرچ کریگا) تو اللہ اس کا اجر کئی گنا کر دے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝
(الحدید۔ ۱۸)

اللہ کے راستے میں خرچ کرنے والے مردوں اور عورتوں کو یعنی اللہ کو قرض حسنہ دینے والے لوگوں کو اللہ کئی گنا ثواب اور باعزت صلہ عطاء فرمائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ وَلَا يَقْبَلُ اللّٰهُ اِلَّا الطَّيِّبَ وَاِنَّ اللّٰهَ يَتَقَبَّلُهَا بِيَمِيْنِهٖ ثُمَّ يُرَبِّيْهَا لِصَاحِبِهٖ كَمَا يُرَبِّيْ اَحَدُكُمْ فَلُوَّهٗ حَتّٰى تَكُوْنَ مِثْلَ الْجَبَلِ۔ (صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب لا یقبل اللہ صدقۃ من غلول جزء ۲ ص۱۳۴ وصحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب جزء اول ص۳۲۶)

اللہ صرف پاک مال قبول فرماتا ہے تو جس شخص نے پاک کمائی میں سے ایک کھجور کے برابر صدقہ دیا تو اللہ اس کو اپنے داہنے ہاتھ میں لے لیتا ہے، پھر اس کی اس طرح نشو و نما کرتا ہے، جس طرح تم میں سے کوئی اپنے گھوڑے کے بچہ کی نشو و نما کرتا ہے یہاں تک کہ وہ کھجور پہاڑ کے برابر ہو جاتی ہے۔

حضرت ابو مسعودؓ فرماتے ہیں:۔

جَاءَ رَجُلٌ بِنَاقَةٍ مَخْطُوْمَةٍ فَقَالَ هٰذِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

ایک شخص ایک اونٹنی لے کر آیا جس کے لگام لگی ہوئی تھی، اس نے کہا یہ اللہ کے راستہ میں صدقہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَ بِهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ سَبْعُ مِائَةِ نَاقَةٍ كُلُّهَا مَخْطُوْمَةٌ۔ (صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب فضل الصدقۃ فی سبیل اللہ وتضعیفها جزء ۲ ص۱۵۲)

ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کو اس کے بدلے میں سات سو اونٹنیاں ملیں گی جن میں سے ہر ایک کے لگام لگی ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

كُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ يُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا اِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ (صحیح مسلم کتاب الصیام باب فضل الصیام جزء اول ص۶۵ وروی البخاری نحوہ فی کتاب الرقاق باب من هم بحسنة وزادا الی اضعاف كثيرة۔ جزء ۸ ص۱۲۸)

بنی آدم کے ہر نیک عمل کا بدلہ دس گنے سے لے کر سات سو گنے تک دیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا (الانعام۔ ۱۶۰)

جو شخص کوئی نیکی کرے گا تو اسے اس کا دس گنا (ثواب) ملے گا۔

مندرجہ بالا آیت واحادیث سے ثابت ہوا کہ نیکی کا ثواب دس گنے سے شروع ہوتا ہے اور پھر سات سو گنے تک بلکہ اس سے بھی زیادہ بڑھا دیا جاتا ہے۔ (وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ) اور پھر اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اور بھی زیادہ ثواب عطا کرتا ہے اس کے پاس ثواب کی کیا کمی ہے وہ (واسعٌ) وسعت والا ہے، اور (عَلِيْمٌ) جاننے والا ہے کہ کون کس خلوص نیت سے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں دیتا ہے اور کس محنت سے کما کر اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرتا ہے، وہ جانتا ہے کہ کون ثواب کا مستحق ہے اور کون ثواب کا مستحق نہیں ہے۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرتے رہیئے، آپ کے دیئے ہوئے مال کا آپ کو کئی گنا اجر ملے گا۔

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ
سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَآ
اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى لَّهُمْ
اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا
خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۲۶۲﴾
قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَیْرٌ
مِّنْ صَدَقَةٍ یَّتْبَعُهَآ اَذًى ؕ
وَاللّٰهُ غَنِیٌّ حَلِیْمٌ ﴿۲۶۳﴾

ترجمہ | جو لوگ اپنے مال اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے ہیں پھر اس کے بعد (لینے والے پر) نہ احسان رکھتے ہیں اور نہ (اسے کسی قسم کی) تکلیف پہنچاتے ہیں تو ان کے رب کے پاس ان کا اجر و ثواب ہے۔ انہیں نہ (کسی قسم کا) خوف ہوگا اور نہ غم ﴿۲۶۲﴾ اچھی بات کہہ دینا اور (لینے والے کو) معاف کر دینا یا (اس سے معذرت

کرے) معافی مانگ لینا اس صدقہ سے بہتر ہے جس صدقہ کے دینے کے بعد (لینے والے کو) تکلیف دی جائے، اللہ (کو تمہارے صدقہ کی کوئی پرواہ نہیں، وہ) غنی ہے (محتاج نہیں، وہ تمہاری خطاؤں کو معاف کرتا رہتا ہے کیونکہ وہ) حلیم و بردبار ہے (تمہیں بھی حلم و بردباری اختیار کرنی چاہیئے) (۲۶۳)

معانی ومصادر (یُتْبِعُوْنَ) اَتْبَعَ ، یُتْبِعُ ، اِتْبَاعٌ (باب افعال) پیچھے چلنا، پیچھے بھیجنا۔
(مَنًّا) مَنَّ ، یَمُنُّ ، مَنٌّ (ن) احسان کرنا، احسان جتانا، کاٹنا، (مِنَّةٌ بھی مصدر ہے لیکن اس کے معنی صرف احسان جتانے کے ہیں)۔

(اَذًی) اَذِیَ ، یَاْذٰی ، اَذًی و اَذَاۃٌ (س) تکلیف پانا۔

(اَجْرُھُمْ) اَجَرَ ، یَاْجُرُ ، اَجْرٌ (ض ن) اجرت دینا۔

(یَتْبَعُ) تَبِعَ ، یَتْبَعُ ، تَبَعٌ و تَبَاعٌ و تَبَاعَۃٌ (س) پیچھے چلنا، پیروی کرنا۔

(غَنِیٌّ) غَنِیَ ، یَغْنٰی ، غِنًی (س) شادی کرنا، مقیم ہونا، مالدار ہونا (مَغْنًی بھی مصدر ہے لیکن معنی صرف مقیم ہونے کے ہیں، غَنَاءٌ و غُنْیَانٌ بھی مصدر ہیں لیکن معنی صرف مالدار ہونے کے ہیں)

(حَلِیْمٌ) حَلُمَ ، یَحْلُمُ ، حِلْمٌ (ك) معاف کردینا، بردبار ہونا۔

تفسیر گذشتہ آیت میں اللہ تبارک و تعالےٰ نے صدقات کے اجر و ثواب کا ذکر فرمایا تھا، ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے اس ثواب کو حاصل کرنے کے لئے کچھ شرائط مقرر کردیں، اللہ تعالےٰ نے فرمایا (اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ) جو لوگ اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے ہیں۔ (ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا) پھر اللہ کے راستہ میں دینے کے بعد نہ اللہ پر کسی قسم کا احسان رکھتے ہیں، اور نہ صدقات کے لینے والے انسانوں پر احسان رکھتے ہیں اور نہ ان سے کوئی خدمت لیتے ہیں جو صدقات کا عوض بن جائے، (وَلَآ اَذًی) اور نہ صدقات لینے والے انسانوں کو کسی قسم کی تکلیف پہنچاتے ہیں، نہ دل آزار بات کہتے ہیں، اور نہ ان سے ایسا کوئی کام لیتے ہیں کہ ان کے لئے تکلیف کا باعث ہو اور وہ صدقات کے احسان کے دباؤ میں مروتاً کرنے پر مجبور ہوں تو ایسے صدقہ دینے والوں کو اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاں بڑا اجر و ثواب ہے، نہ انہیں وہاں کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم، وہ اللہ تعالےٰ کے ہاں عیش و راحت، خوشی و شادمانی کی زندگی گزاریں گے۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَۃٌ) اچھی، مناسب اور نرم بات کہہ دینا، نہ دینے کے لئے کوئی معقول و شرعی عذر پیش کرکے سائل سے معافی مانگ لینا یا مانگنے والے کی کسی گستاخی کو معاف کردینا یہ اس صدقہ سے بہتر ہے جس صدقہ کے بعد احسان رکھا جائے یا لینے والے کو جسمانی تکلیف میں مبتلا کیا جائے یا دل آزار بات کہہ کر روحانی صدمہ پہنچایا جائے۔

نرمی سے بات کہنے کے سلسلہ میں ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْھُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَۃٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْھَا فَقُلْ لَّھُمْ قَوْلًا مَّیْسُوْرًا ○

اور اگر آپ کو اپنے رب کی رحمت (اور آسودگی) کے انتظار میں جس کی آپ کو توقع ہو، مستحقین

(بنی اسرآءیل - ۲۸) سے اعراض کرنا پڑے (اور آسودگی ہو جانے پر دینے کا ارادہ ہو) تو ان سے اُس وقت کوئی نرم بات کہدیا کیجئے۔

نرمی سے بات کرنے اور معروف بات کہنے کے سلسلہ میں ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ○ (النسآء - ۸)

جب میراث کی تقسیم کے وقت رشتہ دار، یتیم، مساکین آجائیں تو انہیں بھی اس میں سے کچھ دے دیا کرو اور ان سے نرم و مناسب بات کہا کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دینے کے بعد بھی نرمی و شیریں کلامی سے بات کرنے کا حکم فرمایا تو ظاہر ہے کہ نہ دینے کی صورت میں تو اور بھی زیادہ شیریں کلامی اور مزید برآں معذرت کی ضرورت ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا (وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ) یہ جو کچھ تم دیتے ہو اپنے فائدہ کے لئے دیتے ہو، اللہ غنی ہے، وہ آسمانوں اور زمین کے خزانوں کا مالک ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (المنٰفقون - ۷)

آسمانوں اور زمین کے خزانے سب اللہ کے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (زمر - ۶۳، الشوریٰ - ۱۲)

آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يَا عِبَادِيْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ قَامُوْا فِيْ صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ فَسَاَلُوْنِيْ فَاَعْطَيْتُ كُلَّ اِنْسَانٍ مَسْئَلَتَهٗ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِمَّا عِنْدِيْ اِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْمِخْيَطُ اِذَا اُدْخِلَ الْبَحْرَ (صحیح مسلم کتاب البر باب تحریم الظلم جزء اول صفحہ ۴۲۹)

اے میرے بندو، اگر تمہارے اگلے اور پچھلے جن و انس ایک میدان میں کھڑے ہو جائیں پھر مجھ سے مانگنا شروع کریں، اور میں ہر انسان (اور جن) کو اس کی مانگی ہوئی چیز دے دوں تو جو خزانے میرے پاس ہیں ان میں کوئی کمی نہیں آئے گی مگر اتنی جتنی سوئی کو سمندر میں ڈبونے سے (سمندر کے پانی میں) کمی آتی ہے۔

غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے مال و دولت کا محتاج نہیں، اُسے کسی چیز کی ضرورت نہیں، ضرورت تو تم کو ہے، تم اس کے محتاج ہو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ (محمد - ۳۸)

اللہ غنی ہے اور تم محتاج ہو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ○

(فاطر - ۱۵)

اے لوگو، تم اللہ کے محتاج ہو، اللہ تو غنی ہے اور تعریف والا ہے۔

اللہ تعالےٰ حلیم ہے، بردبار ہے، وہ بندوں کی خطاؤں کو معاف کرتا رہتا ہے، اے بندو، تمہیں بھی چاہیئے کہ تم اپنے بھائیوں کی خطائیں معاف کرتے رہو، اور ان کی کسی خطاء کی بنیاد پر ان کو صدقات دینے سے ہاتھ نہ روکو۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ○

(النور - ۲۲)

جو لوگ تم میں سے مال و دولت کے مالک ہیں وہ (ناراض ہو کر) اس بات کی قسم نہ کھائیں کہ وہ رشتہ داروں، مسکینوں، اللہ کے راستہ میں ہجرت کرنیوالوں کو کچھ نہیں دیں گے، انہیں چاہیئے کہ معاف کردیں، درگذر کریں۔ (اے ایمان والو) کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کرے (اگر تم معاف کردو گے تو) اللہ (تم کو معاف کردیگا، کیونکہ وہ تو بڑا) غفور رحیم ہے۔

عمل

اے لوگو! اللہ تعالےٰ کے راستہ میں مال دے کر نہ اللہ تعالےٰ پر احسان رکھیئے اور نہ اللہ تعالےٰ کے بندوں پر، اور نہ مال دینے کے بعد لینے والوں کو کسی قسم کی روحانی یا جسمانی تکلیف پہنچایئے، اگر آپ کسی کو کچھ نہیں دے سکتے تو اچھی بات کہدیجئے، نرمی سے سمجھا دیجئے، معذرت کر لیجیئے، لینے والے کی خطاء کو معاف کرکے اُسے دیتے رہیئے، اگر آپ نے ایسا کیا تو آپ کے لئے اللہ تعالےٰ کے ہاں اجر و ثواب ہے، وہاں آپ کو نہ خوف ہوگا، اور نہ آپ کبھی غمگین ہوں گے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا

صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى

كَالَّذِىْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ

وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ

تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ

صَلْدًا لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَىْءٍ

مِّمَّا كَسَبُوْا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى

الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝٢٦٤

ترجمہ اے ایمان والو، احسان جتا کر اور اذیت پہنچا کر اپنے صدقات کو اس شخص کی طرح ضائع نہ کرو جو لوگوں کو دکھانے کے لئے اپنا مال خرچ کرتا ہے اور اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتا، اس کی مثال اس پتھر جیسی ہے جس پر خاک پڑی ہوئی ہو، پھر اس پر موسلا دھار بارش ہو اور وہ بارش اُسے دھو کر بالکل صاف کردے (خاک کا نام و نشان باقی نہ رہے، ایسے ہی ریاء کار آدمی کا دیا ہوا اس کے نامۂ اعمال سے صاف ہو جاتا ہے، قیامت کے روز) ان لوگوں کو اپنے کمائے ہوئے مال پر کوئی قدرت نہیں ہوگی (کہ اس سے کسی قسم کا فائدہ حاصل کرسکیں) اللہ ایسے ناشکروں کو (کبھی) منزل مقصود تک نہیں پہنچاتا۔ (۲۶۴)

معانی ومصادر (لَا تُبْطِلُوْا) اَبْطَلَ، يُبْطِلُ، اِبْطَالٌ (باب افعال) ضائع کرنا، باطل کرنا۔

(رِئَآءَ) رَاءٰى، يُرَائِيْ، مُرَاءَاةً وَرِئَاءً (باب مفاعلہ) دکھانا، ریاء کاری کرنا۔

(صَفْوَانٍ) صَفَا، يَصْفُوْ، صَفْوٌ وَصَفَاءٌ وَصُفُوٌّ (ن) صاف ہونا (صَفْوَان: بڑا، صاف اور چکنا پتھر)۔

(وَابِلٌ) وَبَلَ، يَبِلُ، وَبْلٌ (ض) برسانا، (وابل: موسلا دھار بارش)۔

(صَلْدًا) صَلَدَ، يَصْلِدُ، صُلُوْدٌ (ض) زمین کا سخت ہو جانا جس پر کچھ نہ پیدا ہو سکے۔ (صَلْدٌ: ٹھوس اور چکنا پتھر جس پر کچھ نہ پیدا ہو سکے)۔

(يَقْدِرُوْنَ) قَدَرَ، يَقْدِرُ، قَدْرٌ وَقُدْرَةٌ وَمَقْدُرَةٌ وَمِقْدَارٌ (س ض ن) قادر ہونا۔

(يَهْدِيْ) هَدٰى، يَهْدِيْ، هُدًى۔ هُدًى وَهِدْيَةٌ وَهِدَايَةٌ (ف) راستہ بتانا، راستہ پر چلا کر منزل مقصود پر پہنچانا۔

تفسیر اوپر آیت ۲۶۲ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ صرف وہ صدقات نفع بخش ہیں جن کو دینے کے بعد نہ احسان جتایا جائے، اور نہ لینے والے کو کسی قسم کی تکلیف پہنچائی جائے، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں فرما دیا کہ وہ صدقات ضائع ہو جاتے ہیں جن کا احسان جتایا جائے یا جن کو دینے کے بعد لینے والے کو تکلیف پہنچائی جائے، ان صدقات کو اللہ تعالیٰ نے ریاء کار آدمی کے صدقات کے مثل قرار دیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا (كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ) صدقہ دے کر احسان جتانے والا یا تکلیف پہنچانے والا بالکل ایسا ہی ہے جیسے وہ شخص جو لوگوں کو دکھانے کے لئے مال خرچ کرے تاکہ لوگ اُسے فیاض کہیں، دنیا والے اس کی تعریف کریں، مال دیتے وقت اس کی نیت نام و نمود کی ہو، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضوان حاصل کرنے کی نیت نہ ہو، بلکہ بالکل اس طرح خرچ کرے جس طرح ایک کافر خرچ کرتا ہے کہ جس کا نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان ہو اور نہ یوم آخرت پر، خرچ کرتے وقت اس کو یہ امید نہ ہو کہ یہ مال قیامت کے روز اس کے کام آئے گا، ایسے شخص کا دیا ہوا مال ضائع ہو جائیگا، اور قیامت کے روز اس کے کچھ کام نہ آئیگا۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ بے ایمان آدمی کا صدقہ ضائع ہو جاتا ہے، آخرت میں اس کے کام نہیں آتا بالکل اسی طرح ایمان دار آدمی کا صدقہ بھی ضائع ہو جاتا ہے، اگر وہ نام و نمود کے لئے دیتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ وَمَنْ يُّرَائِيْ يُرَائِي اللّٰهُ بِهٖ (صحیح بخاری کتاب الرقاق باب الریاء والسمعۃ جزء ۸ صـ۱۳۰ و صحیح مسلم کتاب الزھد باب من شرك فی عملہ غیر اللّٰہ جزء ۲ صـ۵۹۳)

جو شخص سنانے کے لئے عمل کرے گا، اللہ اس کے بدلہ میں (قیامت کے روز اس کی ذلت) سنائے گا اور جو شخص دکھانے کے لئے عمل کریگا اللہ (قیامت کے روز) اس کے بدلہ میں (اس کی ذلت کو) آشکار کرے گا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَنَا اَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَكَ فِيْهِ مَعِيَ غَيْرِيْ تَرَكْتُهٗ وَشِرْكَهٗ (صحیح مسلم کتاب الزھد باب من اشرك فی عملہ غیر اللّٰہ جزء ۲ صـ۵۹۳)

اللہ تبارک وتعالےٰ فرماتا ہے:۔ میں تمام شرکاء سے زیادہ شرک سے بے نیاز ہوں، جو شخص ایسا عمل کرے جس میں میرے ساتھ میرے علاوہ کسی اور کو شریک کرے تو میں اس کو اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں۔

(یعنی اس کے عمل کو قبول نہیں کرتا، اس کو اور اس کے عمل کو دوسرے ہی کے لئے چھوڑ دیتا ہوں)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

رَجُلٌ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَعْطَاهُ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهٖ فَاُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيْهَا قَالَ مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيْلٍ تُحِبُّ اَنْ يُّنْفَقَ فِيْهَا اِلَّا اَنْفَقْتُ فِيْهَا لَكَ قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ هُوَ جَوَادٌ فَقَدْ قِيْلَ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ثُمَّ اُلْقِيَ فِي النَّارِ (صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب من قاتل للریاء والسمعۃ جزء ۲ صـ۱۴۰)

(قیامت کے دن جس شخص کا سب سے پہلے فیصلہ ہوگا وہ) ایک شخص ہوگا جسے اللہ نے ہر قسم کا مال دیا ہوگا وہ اللہ کے پاس لایا جائے گا، پھر اللہ اُسے اپنی تمام نعمتیں دکھائے گا، وہ ان نعمتوں کو پہچان لے گا، پھر اللہ فرمائے گا تو نے ان نعمتوں میں کیا عمل کیا، وہ کہے گا میں نے ایسی کوئی مد جس میں خرچ کرنا تجھے پسند تھا نہیں چھوڑی کہ اس میں تیری رضاء کے لئے خرچ نہ کیا ہو۔ اللہ فرمائے گا تو جھوٹ بولتا ہے تو نے اس لئے خرچ کیا کہ تجھے سخی کہا جائے، تجھے سخی کہا گیا (تجھے بدلہ مل گیا) پھر حکم دیا جائیگا اور اُسے منہ کے بل گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دیا جائیگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ...... قَالَ اَلْمُسْبِلُ (وفی روایۃ المسبل

تین آدمی ہیں جن سے اللہ قیامت کے دن نہ بات کرے گا، نہ ان کی طرف نظر کرے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا ...... ایک تو وہ جو اپنا ازار لٹکاتا

إِزَارَهُ، وَالْمَنَّانُ (وفي رواية الْمَنَّانُ الَّذِي لَا يُعْطِي شَيْئًا إِلَّا مَنَّهُ) وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ (صحیح مسلم کتاب الایمان باب غلظ تحریم اسبال الازار ..... جزء اوّل ص٥٨) ہے، دوسرا وہ کہ جب کوئی چیز (کسی کو) دیتا ہے تو اس کا احسان رکھتا ہے، اور تیسرا جھوٹی قسم کھا کر اپنا مال بیچنے والا۔

الغرض نام و نمود کے لئے دینے کا کوئی ثواب نہیں اور جس طرح نام نمود کے لئے دینے کا کوئی ثواب نہیں اسی طرح دینے کے بعد احسان جتانے یا تکلیف پہنچانے تو اس دینے کا بھی کوئی ثواب نہیں بلکہ اُلٹا عذاب ہوگا۔

پھر اللہ تعالےٰ نے ان لوگوں کے دئے ہوئے مال کی بربادی کو ایک مثال کے ذریعہ سمجھایا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا (فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ .....) جس طرح کسی چکنے پتھر پر کچھ خاک پڑی ہو، پھر موسلا دھار بارش ہو تو وہ تمام خاک صاف ہو جائے، اور پتھر پھر صاف اور چکنا نکل آئے، اسی طرح ان لوگوں کے صدقات احسان، ایذاء دہی اور ریا کاری کی وجہ سے ان کے نامۂ اعمال سے دھو دئے جاتے ہیں، نامۂ اعمال صاف اور سادہ رہ جاتا ہے اس میں ان کے یہ صدقات باقی نہیں رہتے، اور جب باقی نہیں رہتے تو ان کا ثواب بھی باقی نہیں رہتا۔ ان کا ثواب ضائع ہو جاتا ہے (لَا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوا) جو کمائی انہوں نے کی تھی یعنی صدقہ دے کر جو نیکی انہوں نے بزعم خود کمائی تھی اب اس کا کوئی ثواب حاصل کرنے پر انہیں قدرت نہیں ہوگی، انہیں منزل مقصود یعنی جنت نہیں ملے گی اس لئے کہ (وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ) اللہ تعالےٰ ناشکرگذار قوم کو منزل مقصود تک نہیں پہنچاتا، انہوں نے اللہ تعالےٰ کے دئے ہوئے مال کا شکر ادا نہیں کیا یعنی اس کو محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر خرچ نہیں کیا تو اب جنت انہیں کیسے مل سکتی ہے، وہ جنت سے محروم رہیں گے۔

عمل

اے لوگو، خلوص نیت کے ساتھ صرف اللہ تعالےٰ کو خوش کرنے کے لئے اپنے مال اللہ تعالےٰ کے راستہ میں خرچ کیا کیجئے، نہ کسی پر احسان رکھیئے اور نہ کسی کو تکلیف پہنچایئے اور نہ نام و نمود اور ریا کاری کے لئے دیجئے، جو شخص دے کر احسان رکھے یا کسی کو تکلیف پہنچائے یا ریا کاری کے لئے دے تو اس کا دیا ہوا مال ضائع ہو جاتا ہے، اور بالکل اسی طرح ضائع ہو جاتا ہے جس طرح ایک بے ایمان آدمی کا دیا ہوا مال ضائع ہو جاتا ہے، بے ایمان آدمی جب خرچ کرتا ہے تو اس کی نیت اللہ تعالےٰ کو خوش کرنے کی نہیں ہوتی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ پر اس کا ایمان ہی نہیں ہوتا تو وہ اُس کو خوش کیا کرے گا، لہٰذا اس کا دیا ہوا مال ضائع نہیں ہوگا تو اور کیا ہوگا، ایسے لوگو، آپ اس شخص کی طرح اپنے دیئے ہوئے مال کے ثواب کو ضائع نہ کیجئے۔

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ
ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا
مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ
اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ
فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ
بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۶۵﴾

ترجمہ اور (اے رسول) جو لوگ اللہ کی رضا جوئی اور خلوص نیت سے اپنے مال خرچ کرتے ہیں، ان کی مثال اس باغ جیسی ہے جو کسی بلند مقام پر واقع ہو، جب اس باغ پر بارش ہو تو وہ دُگنے پھل لائے، اور اگر بارش نہ ہو تو (پھل لانے کے لئے) پھوار (ہی کافی ہے) اور (اے ایمان والو، خبردار ہو جاؤ) جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اُسے دیکھ رہا ہے۔ ﴿۲۶۵﴾

معانی ومصادر
(اِبْتِغَآءَ) اِبْتَغٰى، يَبْتَغِىْ، اِبْتِغَآءٌ (باب افتعال) طلب کرنا، جستجو کرنا۔
(مَرْضَات) رَضِىَ۔ يَرْضٰى، رِضًى ورِضْوَانٌ ومَرْضَاةٌ (س) راضی ہونا۔
(تَثْبِيْت) ثَبَّتَ، يُثَبِّتُ، تَثْبِيْتٌ (باب تفعیل) ثابت کرنا، دلائل سے مؤکد کرنا۔
(رَبْوَة) رَبَا، يَرْبُوْ، رِبَآءٌ ورُبُوٌّ (ن) زیادہ ہونا، بلند کرنا (رَبْوَةٌ = سطح مرتفع۔ ٹیلا)
(طَلٌّ) طَلَّ، يَطُلُّ، طَلٌّ (ن) ہلکی بارش برسانا (طَلٌّ = پھوار)۔

(اَتٰی) اٰتٰی، یُؤْتِیْ، اِیْتَاءٌ (باب افعال) دینا۔
(اُکُل) اَکَلَ، یَاْکُلُ، اَکْلٌ و مَاْکَلٌ (ن) کھانا (اُکُل: پھل، کھانے کی چیز)۔
(بَصِیْرٌ) بَصُرَ، یَبْصُرُ و بَصِرَ، یَبْصَرُ، بَصَرٌ (س ک) دیکھنا۔

تفسیر گذشتہ آیت میں ان لوگوں کے صدقات کے ضائع ہونے کا ذکر تھا، جو صدقہ دے کر احسان رکھتے ہیں یا تکلیف پہنچاتے ہیں یا نام و نمود کے لئے دیتے ہیں، اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے ان لوگوں کے صدقات کا ذکر کیا جو اپنے صدقات کو خالص اللہ تعالےٰ کی رضا جوئی کے لئے دیتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ (وَمَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ) ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرتے ہیں، اور (وَتَثْبِیْتًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ) جو اپنے دلوں (اور نیتوں) سے اس مال کو (خالص اللہ تعالےٰ کے لئے ہونا) ثابت کرتے ہیں، یعنی خلوص نیت سے دیتے ہیں، (کَمَثَلِ جَنَّۃٍ بِرَبْوَۃٍ) اُس باغ جیسی ہے جو کسی سطح مرتفع پر واقع ہو جس کو نہ انسانوں کے قدم پامال کرسکیں اور نہ جانور کھا کر اجاڑ سکیں جب اس باغ پر زور کی بارش ہو تو اس میں دگنا پھل پیدا ہو اور اگر زور کی بارش نہ ہو صرف پھوار ہی ہو تب بھی وہ پھل لاتا ہے، کسی حالت میں بھی وہ باغ پھلوں سے محروم نہیں رہتا، یہ سب کچھ اس باغ کے محل وقوع کی خوبی ہے، کہ بارش کی کمی و زیادتی کا اس کے پھلوں پر کوئی خاص اثر نہیں پڑتا، اس کی زمین اتنی مرتفع اور زرخیز ہے کہ معمولی سی بارش سے بھی اس میں خوب پھل پیدا ہوتے ہیں اور اگر بارش زیادہ ہو تو پھر پھلوں کی مقدار اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔

اس مثال میں اللہ تعالےٰ نے انسان کو باغ سے خلوص نیت کو باغ کے محل وقوع (اور زرخیزی) سے اور مال کی کثرت و قلت کو بارش اور پھوار سے تشبیہ دی ہے، جس طرح باغ کے محل وقوع اور زرخیزی کی وجہ سے بارش کی زیادتی اور کمی کا کوئی خاص اثر نہیں پڑتا، ہر حال میں پھل پیدا ہوتے ہیں، اسی طرح انسان کے خلوص نیت کی وجہ سے مال کی کثرت و قلت کا کوئی خاص اثر نہیں پڑتا، اگر نیت میں خلوص ہے تو بہت مال کا بھی ثواب ملتا ہے، کم مال کا بھی ثواب ملتا ہے، مال کی کثرت ہو یا قلت انسان ثواب سے کسی حالت میں محروم نہیں رہتا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُھْدَھُمْ فَیَسْخَرُوْنَ مِنْھُمْ سَخِرَ اللّٰہُ مِنْھُمْ وَ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○

(التوبۃ - ۷۹)

جو لوگ ان مؤمنین پر جو دل کھول کر خرچ کرتے ہیں اور ان مؤمنین پر جو اپنی محنت مزدوری میں سے دیتے ہیں طنز کرتے ہیں اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں (وہ بچ کر کہیں نہیں جا سکتے) اللہ ان کو مذاق کی سزا دے گا۔ ان کیلئے دردناک عذاب (تیار) ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ کو زیادہ دینے والے اور کم دینے والے دونوں محبوب ہیں بشرطیکہ دونوں کی نیتوں میں خلوص ہو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (التوبة - ۱۲۱)

جو کچھ تھوڑا یا بہت یہ لوگ خرچ کرتے ہیں یا (اللہ کے راستہ میں) کوئی وادی طے کرتے ہیں تو یہ سب لکھ لیا جاتا ہے تاکہ اللہ ان کے اعمال کا انہیں اچھا بدلہ دے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ (صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ جزء ۲ صـ۱۳۶ وصحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب الحث علے الصدقۃ جزء اوّل صـ۴۰۶)

دوزخ سے بچو خواہ آدھی کھجور (دے کر) ہی سہی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا تھوڑا سا دیا ہوا مال بھی قیامت کے دن نفع بخش ہوگا۔

پھر اللہ تعالٰے نے فرمایا (وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ) اے ایمان والو، ہر کام خلوص نیت سے کرنا، یہ نہ سمجھنا کہ تمہارے کاموں سے اللہ تعالٰے بے خبر ہے، نہیں، وہ تمہارے تمام اعمالوں کو دیکھ رہا ہے، اگر تمہارے اعمال میں خلوص ہوگا تو تمہیں اس کا اجر دے گا اور اگر خلوص نہیں ہوگا تو اس کا کوئی اجر تم کو نہیں دے گا۔ اللہ تعالٰے فرماتا ہے۔

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ○ (آل عمران - ۹۲)

جو چیز بھی تم صرف کروگے، اللہ اس سے واقف ہوگا۔

عمل

اے لوگو، کم ہو یا زیادہ اللہ تعالٰے کے راستہ میں محض اللہ تعالٰے کی رضا جوئی کے لئے خرچ کرتے رہیئے۔ اگر خلوص نیت سے آپ دیں گے تو زیادہ مال تو نفع بخش ہوگا ہی کم مال بھی نفع بخش ہوگا۔

أَيَوَدُّ أَحَدُكُمْ أَنْ تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ
مِّنْ نَّخِيلٍ وَّأَعْنَابٍ تَجْرِي
مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ لَهُ فِيهَا مِنْ
كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَأَصَابَهُ الْكِبَرُ
وَلَهُ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ فَأَصَابَهَآ
إِعْصَارٌ فِيهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ،
كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ
لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ ﴿٢٦٦﴾

ترجمہ (اے ایمان والو) کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات کو پسند کرے گا کہ اس کے پاس کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو، جس میں نہریں بہ رہی ہوں اور جس میں ہر قسم کے پھل موجود ہوں، بڑھاپا اُسے آگیا ہو اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں، ایسی حالت میں ایسا بگولا چلے جس میں آگ بھری ہو اور وہ

آگ اس باغ کو جلا ڈالے۔ یقیناً تم میں سے کوئی اِسے پسند نہیں کرے گا، تو بتاؤ اگر اسی طرح قیامت کے دن تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں تو کیا تم اسے پسند کرو گے) الغرض اللہ اپنی آیات کو وضاحت کے ساتھ بیان کر رہا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو (اور اپنے اعمال کو بربادی سے بچاؤ)۔

معانی و مصادر (يَوَدُّ) وَدَّ، يَوَدُّ، وُدًّا و وِدَادًا و وَدَادَةً و مَوَدَّةً و مَوْدِدَةً و مَوْدُودَةً (ف) پسند کرنا، محبت کرنا۔

(نَخِيْل) نخيل: کھجور کا درخت = نَخْلٌ، ایک درخت کو نَخْلَةٌ یا نَخِيْلَةٌ کہتے ہیں۔

(تَجْرِيْ) جَرٰی، يَجْرِيْ، جَرْيٌ، وجَرَيَانٌ وجِرْيَةٌ (ض) بہنا، جاری ہونا۔

(کِبَرٌ) کَبِرَ، يَكْبَرُ، كِبَرٌ و مَكْبَرٌ (س) بوڑھا ہونا (کِبَرٌ = بڑھاپا)،

(ضُعَفَاءُ) ضَعُفَ، يَضْعُفُ، ضُعْفٌ و ضَعْفٌ، يَضْعَفُ، ضَعَافَةٌ وضَعَافِيَةٌ (ن وك) کمزور ہونا (ضُعَفَاءُ، ضِعَافٌ = ضَعَفَةٌ = ضعیف کی جمع)

(إِعْصَارٌ): بگولا، ج اَعَاصِر و اَعَاصِير۔

(اِحْتَرَقَتْ، اِحْتَرَقَ، يَحْتَرِقُ، اِحْتِرَاقٌ (باب افتعال) جل جانا۔

(تَتَفَكَّرُوْنَ) تَفَكَّرَ، يَتَفَكَّرُ، تَفَكُّرٌ (باب تفعّل) غور و فکر کرنا۔

تفسیر اوپر آیت ۲۶۴ میں اللہ تعالیٰ نے اُن صدقات کی بربادی کا ذکر کیا جن صدقات کے دینے کے بعد احسان رکھا جائے، تکلیف پہنچائی جائے یا جن صدقات کو ریا کاری کے ساتھ دیا جائے بالکل یہی حال تمام اعمال کا ہے، جب کوئی شخص اپنے نیک عملوں کا دوسرے پر احسان رکھے یا اپنے نیک عملوں پر فخر و عُجب کرے، یا اپنے نیک اعمال کو نام و نمود کے لئے کرے یا ساری عمر نیک عمل کرے اور آخر میں شیطان کا تابع اور اللہ تعالیٰ کا باغی بن جائے تو ایسے آدمی کے تمام نیک اعمال برباد ہو جاتے ہیں، میدان محشر میں اس کو ان کا کوئی اجر نہیں ملتا، آدمی حسرت و یاس کے ساتھ ہاتھ ملتا رہ جاتا ہے۔

آیت زیر تفسیر میں عملوں کی اس بربادی کو اللہ تعالیٰ ایک مثال کے ذریعہ سمجھاتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ) اگر تم میں سے کسی شخص کے پاس ایک باغ ہو جس میں نہریں جاری ہوں اور اس میں ہر قسم کے پھل ہوں (وَ اَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ) وہ شخص بوڑھا ہو چکا ہو، بچے اس کے چھوٹے چھوٹے ہوں، نہ وہ خود کمانے کے قابل ہو اور نہ بچے تو کیا وہ شخص پسند کرے گا کہ ایسی حالت میں (فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ) آگ کا ایک بگولا آئے اور وہ باغ جل کر تباہ ہو جائے، یقیناً کوئی شخص اس بات کو پسند نہیں کرے گا، ایسے حالات میں باغ کی تباہی کا منظر اس کے لئے سخت صدمہ کا باعث ہوگا، بالکل ایسا ہی صدمہ اس شخص کو ہوگا جس کے تمام نیک اعمال میدان محشر میں تباہ و برباد ہو جائیں اور ایسی حالت میں تباہ و برباد ہو جائیں کہ آئندہ نیک عمل کرنے کی کوئی توقع باقی نہ رہی ہو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ○ (محمد - ۳۳)

اے ایمان والو، اللہ کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو، اور اپنے اعمال کو برباد نہ کرو۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ تمام زندگی اللہ اور رسول کی اطاعت میں گذارو، جو عمل اللہ اور رسول کی اطاعت کے تحت نہیں ہوگا وہ عمل خواہ کتنا ہی نیک کیوں نہ ہو برباد ہو جائیگا، اس کا کوئی صلہ نہیں ملے گا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

إِنَّ الْعَبْدَ لَيَعْمَلُ فِيمَا يَرَى النَّاسُ عَمَلَ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَإِنَّهُ لَمِنْ أَهْلِ النَّارِ، وَيَعْمَلُ فِيمَا يَرَى النَّاسُ عَمَلَ أَهْلِ النَّارِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَإِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِخَوَاتِيمِهَا وَفِي رِوَايَةٍ بِالْخَوَاتِيمِ (صحیح بخاری کتاب الرقاق باب الاعمال بالخواتیم جزء ۸ ص۱۲۸ و ص۱۲۹ وکتاب القدر باب العمل بالخواتیم جزء ۸ ص۱۵۵ وروی مسلم نحوہٗ فی کتاب الایمان باب بیان غلظ تحریم قتل الانسان نفسہٗ جزء اول ص۷۶)

بندہ لوگوں کی نگاہ میں جنتیوں کے سے عمل کرتا ہے، حالانکہ وہ دوزخی ہوتا ہے، اور بعض بندہ لوگوں کی نگاہ میں دوزخیوں کے سے عمل کرتا ہے، حالانکہ وہ جنتی ہوتا ہے، اعمال کا دار و مدار تو آخری وقت کے اعمال پر ہے۔

نوٹ :- صحیح مسلم میں خط کشیدہ عبارت نہیں ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آخری وقت عمل و عقیدہ خراب ہو جانے سے تمام زندگی کے نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ ...) اس طرح اللہ تعالےٰ اپنی آیات کو وضاحت کے ساتھ بیان کر رہا ہے، اور مثالیں دے کر سمجھا رہا ہے تاکہ تم لوگ اپنے اعمال کے متعلق غور و فکر کر سکو، اور ان کو قیامت کے روز ضائع ہونے سے بچا سکو۔

عمل

اے لوگو، نیک عمل کرتے رہیئے اور ان میں ایسی چیز کی ملاوٹ نہ کیجیئے جس سے سارے اعمال بیکار ہو جائیں مثلاً کفر و شرک، فخر و عجب، ریاکاری اور نام و نمود۔ اے لوگو، خاتمہ بالخیر ہونے کی کوشش کیجیئے، ایسا نہ ہو کہ آخر وقت خراب ہو جائے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ○ (آل عمران - ۱۰۲)

اے ایمان والو، اللہ سے ڈرو، جیساکہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں موت نہ آئے مگر اس حالت میں کہ تم مسلم ہو۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَنفِقُوا۟
مِن طَيِّبَٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ
أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ ٱلْأَرْضِ وَلَا
تَيَمَّمُوا۟ ٱلْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ
وَلَسْتُم بِـَٔاخِذِيهِ إِلَّآ أَن
تُغْمِضُوا۟ فِيهِ وَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ
ٱللَّهَ غَنِىٌّ حَمِيدٌ ﴿٢٦٧﴾

ترجمہ اے ایمان والو، جو پاک مال تم کماتے ہو اور جو پیدا وار ہم تمہارے لئے زمین سے نکالتے ہیں اس میں سے (اللہ تعالیٰ کے راستہ میں) خرچ کرو اور (دیکھو جب تم اللہ کے راستہ میں خرچ کیا کرو تو) ایسا نہ کیا کرو کہ اپنے مال میں سے ناپاک اور ناکارہ چیز کا قصد کرو (اور پھر) اس میں سے خرچ کرو اور (یہ ایک حقیقت ہے کہ) اگر وہ چیز تمہیں دی جائے تو تم کبھی اُسے نہ لوگے سوائے اس صورت کے کہ اس کو لیتے وقت اپنی آنکھیں بند کر لو اور (اے ایمان والو اس بات کو اچھی طرح) جان لو کہ اللہ غنی ہے (مالدار اور لاپرواہ ہے اُسے تمہارے دینے کی کوئی حاجت نہیں)، وہ تعریف والا ہے (اور اپنے لئے ایسی چیز کو پسند کرتا ہے جو قابل تعریف ہو)۔ ﴿٢٦٧﴾

معانی ومصادر

(طَیِّبٰتِ) طَابَ، یَطِیْبُ، طِیْبٌ وطَابٌ وطِیْبَةٌ وتَطْیَابٌ (ض) اچھا ہونا، پاکیزہ ہونا، (طیّبات، طَیِّبَۃٌ کی جمع: پاکیزہ چیزیں)۔

(تَیَمَّمُوْا) تَیَمَّمَ، یَتَیَمَّمُ، تَیَمُّمٌ (باب تفعّل) ارادہ کرنا (مادّہ "ی م م" ہے)

(خَبِیْث) خَبُثَ، یَخْبُثُ، خُبْثٌ وخَبَاثَۃٌ وخَبَاثِیَۃٌ (ک) بُرا ہونا، خبیث ہونا، ناپاک ہونا۔

(آخِذِیْ) اَخَذَ، یَاْخُذُ، اَخْذٌ (ن) لینا، پکڑنا۔

(غَنِیٌّ) غَنِیَ، یَغْنٰی، غِنًی وغَنَاءٌ وغُنْیَانٌ (س) مالدار ہونا۔

شانِ نزول

حضرت براءؓ فرماتے ہیں:۔

نَزَلَتْ فِیْنَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ کُنَّا اَصْحٰبَ نَخْلٍ فَکَانَ الرَّجُلُ یَاْتِیْ مِنْ نَخْلِهٖ عَلٰی قَدْرِ کَثْرَتِهٖ وَقِلَّتِهٖ وَکَانَ الرَّجُلُ یَاْتِیْ بِالْقِنْوِ وَالْقِنْوَیْنِ فَیُعَلِّقُهٗ فِی الْمَسْجِدِ وَکَانَ اَهْلُ الصُّفَّةِ لَیْسَ لَهُمْ طَعَامٌ فَکَانَ اَحَدُهُمْ اِذَا جَاءَ اَتَی الْقِنْوَ فَضَرَبَهٗ بِعَصَاهُ فَیَسْقُطُ الْبُسْرُ وَالتَّمْرُ فَیَاْکُلُ وَکَانَ نَاسٌ مِمَّنْ لَا یَرْغَبُ فِی الْخَیْرِ یَاْتِی الرَّجُلُ بِالْقِنْوِ فِیْهِ الشِّیْصُ وَالْحَشَفُ وَبِالْقِنْوِ قَدِ انْکَسَرَ فَیُعَلِّقُهٗ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا کَسَبْتُمْ وَمِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِیْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْهِ قَالَ لَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ اُهْدِیَ اِلَیْهِ مِثْلُ مَا اَعْطٰی لَمْ یَاْخُذْهُ اِلَّا عَلَی الْاِغْمَاضِ اَوْ حَیَاءٍ قَالَ فَکُنَّا بَعْدَ ذٰلِکَ یَاْتِیْ اَحَدُنَا بِصَالِحِ مَا عِنْدَهٗ (رواہ الترمذی فی ابواب التفسیر وصححہ ۲/۳۳۲ واخرجہ الحاکم ج ۲ ص ۲۸۵ وقال صحیح علی

یہ آیت ہم گروہ انصار کے حق میں نازل ہوئی ہے، ہم کھجوروں والے تھے، (ہم میں سے) ہر ایک آدمی اپنی کھجوروں میں سے کثرت اور قلت کے موافق کھجوریں لے کر آتا تھا اور کوئی ایک خوشہ یا دو خوشے لے کر آتا تھا اور اس کو مسجد میں لٹکا دیا کرتا تھا اور اہلِ صفّہ کا یہ حال تھا کہ ان کے پاس کھانے کے لئے کچھ نہ ہوتا تھا، ان میں سے جب کوئی آتا تو خوشے کے پاس آکر اس کو عصا سے ایک ضرب لگاتا، تو اس میں سے تر اور خشک کھجوریں گر پڑتی تھیں، جنہیں وہ کھالیا کرتا تھا اور جن کو نیکی کرنے کی کوئی رغبت نہیں تھی ان میں سے بعض لوگ ایسے خوشے لے کر آتے جن میں ردّی اور ناقص کھجوریں ہوتیں اور ایسے خوشے لے آتے جو ٹوٹے پھوٹے ہوتے تھے، وہ ان خوشوں کو لٹکا دیا کرتے تھے، اللہ تبارک وتعالے نے یہ آیت نازل فرمائی یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا الخ اے ایمان والو، جو مال تم کماتے ہو اور جو غلّہ وغیرہ ہم تمہارے لئے زمین سے پیدا کرتے ہیں، ان میں سے پاک مال (اللہ تعالے کے راستہ میں) خرچ کرو اور بُری چیز دینے کا قصد نہ کرو، کہ اگر وہ تم کو دی جائے تو تم اُسے نہ لوگے سوائے اس صورت کے کہ تم چشم پوشی

شرط مسلم واقرہٗ الذہبی واخرج الحاکم ج ۲ ص۲۸۴ من حدیث جابرؓ وسہل بن حنیف نحوہٗ وقال صحیح علی شرط الشیخین واقرہ الذہبی)

کر دو (پھر) فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی کو ایسا ناکارہ ہدیہ بھیجا جائے جیسا اس نے دیا ہے تو وہ اُسے نہیں لے گا، سوائے اس کے کہ چشم پوشی کرے یا (واپس کرتے ہوئے) شرم آئے حضرت براءؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد پھر ہم میں سے ہر ایک اچھی کھجور لاتا جو اس کے پاس موجود ہوتی۔

تفسیر اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے حکم دیا کہ اے ایمان والو، زراعت ہو یا زراعت کے علاوہ تمہاری دوسری کمائی ہو، ان دونوں میں سے جب تم اللہ تعالےٰ کے راستہ میں دو تو عمدہ اور پاکیزہ چیز دو۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیْمٌ۔ ○

(آل عمران - ۹۲)

اے ایمان والو، تم نیکی حاصل نہیں کر سکتے جب تک اللہ کے راستہ میں وہ مال نہ دو جو تمہیں محبوب ہے اور جو چیز بھی تم (اللہ کے راستہ میں) دوگے تو اللہ اس سے بخوبی واقف ہوگا (تمہارا دیا ہوا صدقہ ضائع نہیں ہوگا)۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَیَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ

(البقرۃ - ۲۱۹)

(اے رسول) لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ (اللہ کی راہ میں) کیا خرچ کریں، آپ کہہ دیجئے کہ بہترین اور پاکیزہ مال خرچ کیا کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ اِلَّا الطَّیِّبَ (صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب لا یقبل اللہ صدقۃ من غلول جزء ۲ ص۱۳۴ وصحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب جزء ۱ ص۲۰۵)

اللہ تعالےٰ پاکیزہ مال ہی قبول کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰہَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا (صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب جزء اول ص۴۰۶)

اے لوگو، اللہ پاکیزہ ہے اور وہ کوئی مال قبول نہیں کرتا سوائے اس مال کے جو پاکیزہ ہو۔

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے یہ بھی فرمایا "اَخْرَجْنَا لَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ"، ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کیا، یعنی زمین کی تمام پیداوار اللہ تعالےٰ کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ○ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَہٗ

کیا تم نے دیکھا کہ جو کچھ تم بوتے ہو، اُسے تم اگاتے

اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ○ ہو یا ہم اُگاتے ہیں۔

(الواقعۃ ۔ ۶۳ و ۶۴)

مطلب یہ ہے کہ انسان کا کام صرف بیج ڈالنا ہے، پھر اس بیج کو اُگا کر درخت بنانا یہ سب اللہ تعالیٰ کا کام ہے، اللہ تعالیٰ اپنے ہی اُگائے ہوئے مال سے صدقہ طلب کرتا ہے، خود دیتا ہے، اور پھر خود ہی اس دئے ہوئے مال میں سے اپنے نام پر دینے کا حکم یا ترغیب دیتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ اے ایمان والو، جو مال ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے (ہمارے نام پر) خرچ کرو۔

(البقرۃ ۔ ۲۵۴)

الغرض سب کچھ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے، وہ خود دیتا ہے پھر خود ہی اپنے دئے ہوئے مال میں سے طلب کرتا ہے، خوش نصیب ہے وہ انسان جو اللہ تعالیٰ کی اس کرم نوازی کا شکریہ ادا کرے، اس کے راستہ میں مال دے اور یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی مال میں سے ہم سے صدقہ طلب کیا، یہ ہماری عزت افزائی ہے، اور پھر اس مال پر اجر و ثواب دے گا اور وہ بھی بے حساب، یہ اس کی ذرہ نوازی اور بے پایاں فضل و رحمت ہے۔

نوٹ:۔ تفصیل کیلئے سورۃ البقرہ کی آیت ۳ کی تفسیر صفحہ ۱۰۵ پر ملاحظہ فرمائیں۔

اچھا عمدہ اور پاکیزہ مال خرچ کرنے کا حکم دینے کے بعد اللہ تعالیٰ فرمایا (وَلَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ) اور خبیث، ناکارہ اور ناپاک چیز کا ارادہ نہ کرنا (کہ) اس میں سے تم (اللہ تعالیٰ کے نام) خرچ کرو (وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِیْهِ) اور اگر ایسی چیز تم کو دی جائے تو تم خود بھی قبول نہ کرو، (اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْهِ) سوائے اس صورت کہ اس کو لیتے وقت چشم پوشی اختیار کرو، آنکھیں بند کر لو، آنکھوں دیکھتے تم ردی اور ناکارہ چیز کبھی نہیں لوگے۔ تو پھر ایسی چیز اللہ تعالیٰ کے نام کیوں دیتے ہو، اللہ تعالیٰ تو سب سے زیادہ پاکیزہ ہے، وہ غنی ہے، مالدار ہے، لاپرواہ ہے، اُسے تمہاری چیز کی کیا ضرورت ہے، وہ حمد و ستائش والا ہے، وہ تمام خوبیوں کا مالک ہے بھلا وہ ناکارہ چیز کیوں قبول کرنے لگا، وہ تو خوبی اور تعریف والی چیز ہی قبول کرتا ہے، وہ بڑی شان والا ہے لہٰذا اس کے نام پر شاندار چیز ہی دیا کرو۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالیٰ کے نام پر عمدہ اور محبوب چیز دیا کیجئے، جو چیز آپ کے لئے ناکارہ ہو اُسے اللہ تعالیٰ کے نام پر نہ دیا کیجئے، باسی سڑی ہوئی چیز اللہ تعالیٰ کے نام پر دینے کا کوئی ثواب نہیں ملے گا۔

اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ وَاللّٰہُ یَعِدُکُمْ مَّغْفِرَۃً مِّنْہُ وَفَضْلًا وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۶۸﴾

ترجمہ (اے ایمان والو) شیطان تم کو تنگ دستی کا خوف دلاتا ہے اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے (اس کے بہکائے میں نہ آجانا) اللہ تم سے اپنی مغفرت اور (اپنے) فضل کا وعدہ کرتا ہے اور اللہ (کے پاس فضل و مغفرت کی کیا کمی ہے وہ) بڑی وسعت والا اور بہت جاننے والا ہے (وہ جانتا ہے کہ کون اس کی مغفرت اور اس کے فضل کا مستحق ہے، اور کس حد تک مستحق ہے) ﴿۲۶۸﴾

معانی و مصادر (یَعِدُ) وَعَدَ، یَعِدُ، وَعْدٌ وعِدَۃٌ ومَوْعِدٌ ومَوْعِدَۃٌ ومَوْعُوْدٌ و مَوْعُوْدَۃٌ (ض) وعدہ کرنا
(فقر) فَقُرَ، یَفْقُرُ، فَقَارَۃٌ (ك) محتاج ہونا۔
(فَحْشَآء) فَحُشَ، یَفْحُشُ، فُحْشٌ و فَحَاشَۃٌ (ك) بے حیا ہونا (فَحْشَآءُ: بہت بڑی بے حیائی)
(فَضْل) فَضَلَ، یَفْضُلُ، فَضْلٌ (س ن) بچ جانا۔ زیادہ کرنا (فَضْلٌ: احسان)
(وَاسِعٌ) وَسِعَ، یَوْسَعُ، وَسْعٌ (ف) وسعت دینا، زیادہ کردینا۔

تفسیر گذشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے عمدہ اور پاکیزہ مال خرچ کرنے کا حکم دیا تھا، لیکن عمدہ اور پاکیزہ مال دینا فطرتاً کچھ بار گذرتا ہے، طرح طرح کے وسوسے پیدا ہوتے ہیں، یہ تمام وسوسے شیطانی ہوتے ہیں، شیطان ڈراتا ہے کہ عمدہ مال اگر تم اللہ تعالیٰ کے راستہ میں دوگے تو پھر تمہارے پاس کیا رہے گا، تم مفلس ہو جاؤ گے، اس کے علاوہ وہ بے حیائی کی ترغیب بھی دیتا ہے، وہ دل میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے راستے میں تم دوگے تو پھر بے حیائی کے کاموں پر خرچ کرنے کے لئے کیا بچے گا، زندگی کا لطف کس طرح حاصل کرسکو گے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو شیطان کی دشمنی سے متنبہ کردیا، ایک اور مقام پر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ إِلَّا غُرُورًا ۝ (النساء - ۱۲۰)

شیطان لوگوں کو وعدہ دیتا ہے اوران کو طرح طرح کی) امیدیں دلاتا ہے حالانکہ شیطان کا وعدہ سوائے دھوکے اور فریب کے اور کچھ نہیں ہوتا۔

ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ إِلَّا غُرُورًا ۝ (بنی اسرائیل - ۶۴)

شیطان جو وعدے بھی انسانوں سے کرتا ہے وہ سوائے دھوکا اور فریب کے اور کچھ نہیں ہوتے۔

شیطان کے فریب میں نہیں آنا چاہیئے، اس کے وعدے جھوٹے ہوتے ہیں، برخلاف اس کے اللہ تعالےٰ کے وعدے سچے ہوتے ہیں، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے (وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا) اللہ تعالےٰ مغفرت اور فضل وزیادتی کا وعدہ کرتا ہے، اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے کہ اگر تم اللہ تعالےٰ کے راستہ میں دوگے تو اللہ تعالیٰ تم کو اپنی مغفرت سے بھی سرفراز فرمائیگا، اور تم پر اپنا فضل وکرم بھی کرے گا، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ إِنَّ رَبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِينَ ۝ (سبا - ۳۹)

اے رسول، کہہ دیجئے کہ بے شک میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ کردیتا ہے اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کردیتا ہے اور (اے لوگو) جو کچھ بھی تم (اللہ کے راستہ میں) خرچ کروگے اللہ تمہیں اس کا بدلہ دے گا اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

اللہ تعالےٰ کے راستہ میں خرچ کرنے کا بدلہ دنیا میں بھی ملتا ہے اور آخرت میں بھی ملتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيهِ إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا اللّٰهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَيَقُولُ الْآخَرُ اللّٰهُمَّ أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا (صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب قول اللہ تعالےٰ فاما من اعطی واتقی جزء ۲ ص۱۴۲ و صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب فی المنفق والممسک جزء اول ص۳۲۶)

ہر روز جب بندے صبح کرتے ہیں تو دو فرشتے نازل ہوتے ہیں، ان میں سے ایک اس طرح دعاء کرتا ہے "اے اللہ خرچ کرنے والے کو اور زیادہ دے" اور دوسرا اس طرح بددعا کرتا ہے "اے اللہ (ہاتھ) روکنے والے کے مال کو تلف کردے"

الغرض اللہ تعالےٰ صدقات وخیرات کا ثواب دنیا میں بھی دیتا ہے اور آخرت میں بھی دے گا، وہ واسع ہے اس کے پاس مال ودولت کی کمی بھی نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

يَدُ اللّٰهِ مَلْأَىٰ لَا يَغِيضُهَا نَفَقَةٌ سَحَّاءُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ، أَرَأَيْتُمْ مَا أَنْفَقَ مُنْذُ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فَإِنَّهُ لَمْ يَغِضْ مَا فِي يَدِهِ ﴿صحیح بخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالےٰ لما خلقت بیدیَّ جزء ۹ صنا۱ و صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب الحث علی النفقۃ جزء اول ص۳۹۹ واللفظ للبخاری﴾

اللہ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے، رات اور دن خرچ کرنا اسے کم نہیں کرتا، کیا تم نے دیکھا (نہیں) کہ جو کچھ اس نے آسمان اور زمین کی پیدائش کے وقت سے اب تک خرچ کیا ہے تو اس نے جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے اسے کم نہیں کیا۔

اللہ تعالےٰ کے وعدے سچے ہوتے ہیں، لہٰذا اللہ تعالےٰ کے وعدوں پر کلّی اعتماد کر کے اللہ تعالےٰ کے راستے میں خوب خرچ کرنا چاہیئے۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالےٰ کے راستہ میں دل کھول کر خرچ کیجئے تاکہ اللہ تعالےٰ آپ کے مال میں برکت عطاء فرمائے، اللہ تعالےٰ کے راستے میں خرچ کرنے سے ہاتھ نہ روکیئے کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالےٰ بھی ہاتھ روک لے یا آپ کے مال کو تلف کر دے اور آپ ہاتھ ملتے رہ جائیں جس طرح باغ والے ہاتھ ملتے رہ گئے جنہوں نے آپس میں کہا تھا۔

أَنْ لَا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِسْكِينٌ ۝ (ن - ۲۴)

آج تمہارے پاس کوئی مسکین نہ آنے پائے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ:-

فَطَافَ عَلَيْهَا طَائِفٌ مِنْ رَبِّكَ وَهُمْ نَائِمُونَ ۝ فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيمِ ۝ (ن - ۱۹، ۲۰)

ابھی وہ سو ہی رہے تھے کہ (راتوں رات) آپ کے ربّ کی طرف سے ایک آفت آئی، اور اس باغ کو ایسا کر دیا جیسے کٹی ہوئی کھیتی (باغ اجڑ گیا اور وہ پھلوں سے محروم ہو گئے)۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

كَذٰلِكَ الْعَذَابُ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝ (ن - ۳۳)

عذاب اس طرح آتا ہے، اور آخرت کا عذاب تو اس سے بھی بڑا ہے کاش لوگ اس بات کو جان لیتے۔

الغرض اے لوگو، اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ اللہ تعالےٰ کے راستہ میں نہ دینے سے تباہی آتی ہے، آپ تباہی سے بچنے کی کوشش کرتے رہیئے۔ اللہ تعالےٰ کے راستہ میں دیتے رہیئے تاکہ اللہ تعالےٰ آپ کو دیتا رہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت اسماءؓ سے فرماتے ہیں:-

لَا تُحْصِيْ فَيُحْصِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ (صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب التحریض علی الصدقۃ جزء ۲ ص۱۴۰ و صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب الحث علی الانفاق جزء اوّل ص۴۱۱)

گن گن کر نہ رکھو ورنہ اللہ بھی گن گن کر دے گا۔

(اے لوگو) اگر آپ اللہ تعالیٰ کے راستے میں دیتے رہیں گے، تو اللہ تعالیٰ بھی آپ کو دیتا رہے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَا ابْنَ اٰدَمَ اَنْفِقْ اُنْفِقْ عَلَيْكَ (صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب الحث علی النفقہ جزء اول ص۳۹۹)

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: "اے ابن آدم (میرے راستہ میں) خرچ کر (اگر تو ایسا کرے گا تو) میں تجھ پر خرچ کروں گا"

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّآ أُولُوا الْأَلْبَابِ ﴿٢٦٩﴾

ترجمہ اللہ جس کو چاہتا ہے حکمت و دانائی دیتا ہے اور (اے رسولؐ) جس کو حکمت و دانائی مل گئی تو اس کو خیر کثیر مل گئی، اور نصیحت تو وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو دانا و عقلمند ہوتے ہیں۔ ﴿٢٦٩﴾

معانی و مصادر (حِكْمَةً) حَكُمَ، يَحْكُمُ، حِكْمَةً (ك) حکیم ہونا، باحکمت ہونا۔
(يُؤْتِي، يُؤْتَ، أُوْتِيَ) آتٰى، يُؤْتِيْ، إِيْتَاءً (باب افعال) دینا۔
(كَثِيْرًا) كَثُرَ، يَكْثُرُ، كَثْرَةً وكَثَارَةً (ك) زیادہ ہونا۔
(يَذَّكَّرُ) اِذَّكَّرَ، يَذَّكَّرُ، اِذَّكُّرًا (باب اِفْتِعَال) نصیحت حاصل کرنا۔
(اَلْبَابِ) لَبِبَ، يَلْبَبُ، لُبٌّ ولَبَابَةٌ (س) عقلمند ہونا۔

تفسیر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ) اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے حکمت و دانائی عطا فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ کے قوانین کے مطابق جو شخص بھی خلوص کے ساتھ جدّوجہد کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے اُس کی جدّوجہد کا صلہ عطا فرماتا ہے مَنْ يَّشَآءُ سے یہی مراد ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ○
(العنکبوت - ٦٩)

جو لوگ ہمارے (راستہ) میں جدّوجہد کرتے ہیں ہم ضرور ان کو اپنے راستے بتا دیتے ہیں اور (خبردار ہو جاؤ کہ) اللہ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

الغرض اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جدّوجہد ہو، جدّوجہد میں خلوص ہو اور نیکیوں کی طرف رغبت ہو تو

اللہ تعالیٰ بھی ساتھ دیتا ہے، کوشش کرنے والے کی کوشش کو رائیگاں نہیں کرتا، بلکہ صراطِ مستقیم کی طرف اس کی رہنمائی کر دیتا ہے۔

حکمت کے معنی دانائی، عقل و سمجھ بوجھ کے ہیں، جس شخص میں اتنی سمجھ بوجھ اور عقل و دانائی ہو کہ اپنے اخروی نفع و نقصان کو پہچان سکے، اور پھر نقصان سے بچ کر نفع حاصل کرنے کی کوشش کرے تو ایسا شخص انشاء اللہ آخرت میں ضرور کامیاب ہوگا، اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا) اور جس شخص کو دانائی مل گئی تو اُسے خیر کثیر مل گئی اور یہ چیز بالکل ظاہر ہے کہ دین کی سمجھ بوجھ اور اپنے اُخروی نفع و نقصان کی تمیز کی صلاحیت جس شخص کو مل گئی تو پھر آخرت میں اس کی کامیابی یقینی ہے اور اس کامیابی کے بعد پھر جنت کی تمام نعمتیں اس کے حصہ میں آجائیں گی، گویا دانائی کی بدولت ہی وہ شخص خیر کثیر کا مستحق ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٍ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَسُلِّطَ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ وَرَجُلٍ آتَاهُ اللَّهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا (صحیح بخاری کتاب العلم باب الاغتباط فی العلم والحکمۃ جزء اول ص ۲۸)۔

دو شخصوں کے علاوہ کسی اور پر رشک نہیں کرنا چاہیئے ایک تو وہ شخص جسے اللہ نے مال دیا ہو اور پھر اُسے حق (کے کاموں) میں خرچ کرنے کی توفیق دی ہو اور ایک وہ شخص جس کو اللہ نے حکمت دی ہو اور وہ اس کے مطابق حکم دیتا ہو اور فیصلے کرتا ہو اور (دوسروں کو) اس کی تعلیم دیتا ہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دینی علوم کی سمجھ بوجھ کو جس کے ذریعہ احکام الٰہی جاری کئے جائیں اور علوم دینیہ کی ترویج کی جائے حکمت کہتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ (صحیح بخاری کتاب العلم باب من یرد اللہ بہ خیرا جزء اول ص ۲۷ و صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یزال طائفۃ من امتی ظاہرین علی الحق جزء ۲ ص ۱۴۳)

جس شخص کو اللہ خیر دینا چاہتا ہے اُسے دین میں سمجھ بوجھ عطا فرماتا ہے۔

یہ حدیث گویا اس آیت کی تفسیر ہے، مذکورہ بالا دونوں احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دینی علوم میں سمجھ بوجھ حکمت ہے اور حکمت ایک خیر ہے، یہی وہ حکمت ہے جس کے ذریعہ وعظ و نصیحت کارگر ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اُدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ

(اے رسول) اپنے رب کے راستہ کی طرف (لوگوں کو)

(النحل - ۱۲۵) حکمت کے ساتھ بلاؤ۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّآ أُولُوا الْأَلْبَابِ) نصیحت تو وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو اہل دانش ہیں، جو دانشمندی اور دینی سمجھ بوجھ کے ساتھ اپنی اخروی فلاح و بہبود کا فکر کرتے ہیں اور اس فکر کے تقاضوں کو بھی پورا کرتے رہتے ہیں، یہی لوگ ہیں جو نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّآ أُولُوا الْأَلْبَابِ ○ نصیحت تو وہی حاصل کرتے ہیں جو اہل عقل ہیں۔

(آل عمران - ۷)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ ○ نصیحت تو عقلمند ہی حاصل کرتے ہیں۔

(الرعد - ۱۹) (الزمر - ۹)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

كِتَٰبٌ أَنزَلْنَٰهُ إِلَيْكَ مُبَٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوٓا۟ ءَايَٰتِهِۦ وَلِيَتَذَكَّرَ أُو۟لُوا۟ ٱلْأَلْبَٰبِ ○

(ص - ۲۹)

(اے رسولؐ)، یہ کتاب جو ہم نے آپ پر نازل کی ہے (بڑی) بابرکت ہے (اس کو ہم نے اس لئے نازل کیا ہے) تاکہ لوگ اس کی آیات میں غور و فکر، تدبر و تفکر کریں اور اہل دانش نصیحت حاصل کریں۔

جن لوگوں میں دینی سمجھ بوجھ اور عقبیٰ کا فکر ہوتا ہے وہی درحقیقت نصیحت حاصل کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ○ بے شک اس میں عقل والوں کے لئے نصیحت ہے۔

(الزمر - ۲۱)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اہل عقل کی علامتیں بھی بتائی ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَٰوَٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ○ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَٰمًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَٰوَٰتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَٰذَا بَٰطِلًا سُبْحَٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ رَبَّنَآ إِنَّكَ مَن تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُۥ وَمَا لِلظَّٰلِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ○ رَّبَّنَآ إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَٰنِ أَنْ ءَامِنُوا بِرَبِّكُمْ فَـَٔامَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا

آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے میں اہل دانش کے لئے نشانیاں ہیں یعنی ان لوگوں کے لئے جو اللہ کا ذکر کھڑے، بیٹھے اور لیٹے (ہر حال میں) کرتے رہتے ہیں، جو آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے رہتے ہیں، جو اس طرح کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب، تو نے یہ تمام چیزیں بیکار نہیں بنائیں تو لغو کام کرنے سے) پاک ہے (یہ ہماری آزمائش کے لئے ہیں، ہمیں آزمائش میں کامیاب کر) اور

ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝

(آل عمران - ۱۹۰ تا ۱۹۴)

ہمیں عذاب دوزخ سے بچا، اے ہمارے رب جس کو تو نے دوزخ میں داخل کر دیا تو بس تو نے اُسے رسوا کر دیا اور (وہاں) ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہو گا۔ اے ہمارے رب ہم نے ایک منادی کو ایمان کی دعوت دیتے ہوئے سنا (وہ کہہ رہا تھا) کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ، ہم ایمان لے آئے، اے ہمارے رب، ہمارے گناہوں کو معاف کر دے، ہماری برائیوں کو مٹا دے اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ پورا پورا اجر دے، اور اے ہمارے رب جن چیزوں کا تو نے اپنے رسولوں کے توسط سے وعدہ کیا ہے وہ ہمیں عطا فرما، اور ہمیں قیامت کے دن رسوائی سے بچا، بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

ان آیات سے ظاہر ہے کہ اہل عقل وہ ہیں جو اللہ تعالےٰ کا ذکر کرتے رہتے ہیں، جن کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کا خوف دامن گیر رہتا ہے، جو فکر آخرت میں گھلے جاتے ہیں، درحقیقت یہی لوگ ہیں جن پر نصیحت اثر کرتی ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو آخرت کے ڈر سے فوراً نصیحت پر عمل کرنے لگتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

(الزمر - ۱۷ و ۱۸)

(اے رسول) میرے ان بندوں کو خوشخبری سنا دیجئے جو جب کوئی کلام سنتے ہیں تو اس کی اچھی باتوں کی پیروی کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی اور یہی عقلمند ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اہل عقل وہ ہیں جو نیک عمل کرتے ہیں، اہل عقل وہ ہیں جو ہدایت یاب ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۝

(الطلاق - ۱۰)

اے عقل والو (یعنی اے وہ لوگو) جو ایمان لے آئے ہو اللہ سے ڈرتے رہو، اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف نصیحت نازل کر دی ہے (اس نصیحت پر چلتے رہو)۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ عقلمند وہی ہیں جو ایمان والے ہیں۔

الغرض جو عقلمند ہو گا اور جس میں دینی سمجھ بوجھ ہو گی وہ آخرت کی فکر میں رہے گا، پھر وہ ایمان بھی لائیگا نیک عمل بھی کرے گا اور ہر وقت اللہ تعالےٰ سے ڈرتا رہے گا، نصیحت ایسے ہی لوگ حاصل کرتے ہیں نہ کہ وہ لوگ جن میں نہ سمجھ ہو نہ عقل ہو، اور نہ جن کے دلوں میں فکر آخرت ہو ظاہر ہے کہ جس کو فکر آخرت

اور صحیح دینی سمجھ نہیں وہ کیا نصیحت حاصل کرے گا۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیئے۔ دینی سمجھ بوجھ اور مؤمنانہ فراست اپنے اندر پیدا کیجئے، آخرت کی فکر کو نہ بھلایئے، صحیح ایمان پیدا کیجئے، نیک عمل کرتے رہیئے، اور ذکر الٰہی میں مستغرق رہیئے، ایسی ہی صورت میں قرآن و حدیث کی نصیحتیں آپ کے لئے مفید ہو سکتی ہیں، اور اس بات کو ذہن نشین کر لیجئے کہ جنت کی خیر کثیر حاصل کرنے کے لئے حکمت، دینی سمجھ بوجھ اور فکر آخرت بڑی ضروری چیز ہے۔

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿٢٧٠﴾

ترجمہ اور (اے ایمان والو) جو کچھ تم خرچ کرتے ہو اور جو کچھ تم نذر مانتے ہو اللہ کو اس کا بخوبی علم ہوتا ہے۔ (لہٰذا خلوص نیت سے خرچ کیا کرو، اور خلوص نیت سے نذر مانا کرو، جو لوگ ایسا نہیں کرتے وہ ظالم ہیں) اور (قیامت کے دن) ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔ ﴿٢٧٠﴾

معانی و مصادر (نَذَرْتُمْ) نَذَرَ، يَنْذِرُ، نَذْرٌ و نُذُوْرٌ (ض ن) نذر ماننا، کسی غیر واجب چیز کو اپنے اوپر واجب کر لینا۔

(اَنْصَارٍ) نَصَرَ، يَنْصُرُ، نَصْرٌ (ن) مدد کرنا۔

تفسیر اوپر کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے خرچ کرنے کی ترغیب دی اور ان شرائط کو بھی بیان کیا جن کی موجودگی میں صدقات قبول ہوتے ہیں، اس سلسلہ میں سب سے بڑی شرط یہ بیان کی کہ دیتے وقت ریاکاری کی نیت نہ ہو، خالص طور پر صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضاجوئی کے لئے خرچ کرے اسی خلوص نیت پر زور دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آیت زیر تفسیر میں فرمایا کہ جو کچھ تم خرچ کروگے یا جو کچھ تم نذر مانوگے (فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ) تو اللہ تعالیٰ کو تمہاری نیت کا علم ہو جائیگا، پھر جزا و سزا کا فیصلہ تمہاری نیت کے مطابق ہوگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ وَاِنَّمَا لِامْرِئٍ مَّا نَوٰى
(صحیح بخاری کتاب الایمان والنذور، باب النیۃ فی الایمان جزء ٨ ص١٧٥ و صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب قولہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیۃ جزء ٢ ص١٥٨)

بے شک تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے لہٰذا ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں خلوص نیت ہی پہنچتا ہے اور اسی کے ذریعہ اعمال قبول ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ۔
(الحج - ۳۷)

اللہ (تعالیٰ) کے ہاں قربانی کے جانوروں کے گوشت اور خون نہیں پہنچتے، اس کے ہاں تو تمہارے (دل کا) تقویٰ پہنچتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَاَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَاَعْمَالِكُمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَلتَّقْوٰى هٰهُنَا وَيُشِيْرُ اِلٰى صَدْرِهٖ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ (صحیح مسلم کتاب البر باب تحریم ظلم المسلم جزء ۲ صـ۳۲۴)

بے شک اللہ تمہارے چہروں اور تمہارے اموال کو نہیں دیکھتا، وہ تو تمہارے دلوں اور تمہارے عملوں کو دیکھتا ہے (اور ایک روایت میں ہے کہ) آپ نے سینہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: تقویٰ یہاں ہوتا ہے، تقویٰ یہاں ہوتا ہے، تقویٰ یہاں ہوتا ہے،

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خلوص نیت کا مقام دل ہے، اور جب تک دل میں خلوص اور تقویٰ نہ ہو اعمال درجۂ قبولیت کو نہیں پہنچتے۔

نذر کسی ایسی چیز کو اپنے اوپر واجب کر لینے کو کہتے ہیں، جو پہلے سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے واجب نہ ہو مثلاً کسی خوشی کے موقع پر اگر کوئی شخص بطور شکرانہ کے یہ نذر مانے کہ میں اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے فلاں وقت مسجد حرام میں جا کر اعتکاف کروں گا تو اب اس نذر کا پورا کرنا ضروری ہوگا یا خوشی کے موقع پر یہ نذر مانے کہ میں بطور شکرانہ کے اتنا مال اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خیرات کروں گا، تو اب اتنا مال خیرات کرنا اس پر ضروری ہوگا، لیکن اس قسم کی نذر کہ اگر اللہ تعالیٰ نے میرا فلاں کام کر دیا تو میں اللہ تعالیٰ کے نام اتنا مال دوں گا، نہ ماننے اس قسم کی نذر لایعنی اور ممنوع ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا تَنْذِرُوْا فَاِنَّ النَّذْرَ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْقَدَرِ شَيْئًا وَاِنَّمَا يُسْتَخْرَجُ بِهٖ مِنَ الْبَخِيْلِ (صحیح مسلم عن ابی ھریرۃؓ کتاب النذر باب النھی عن النذر جزء ۲ صـ۱۷)

نذر نہ مانا کرو اس لئے کہ نذر تقدیری امور میں کچھ بھی نفع بخش نہیں، بس اس سے اتنا ہوتا ہے کہ بخیل کا مال نکل جاتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّذْرِ وَقَالَ اِنَّهٗ لَا يَرُدُّ شَيْئًا وَلٰكِنَّهٗ يُسْتَخْرَجُ بِهٖ مِنَ الْبَخِيْلِ (صحیح بخاری کتاب الایمان والنذور باب الوفاء بالنذر جزء ۴ صـ۱۸۶ و صحیح مسلم کتاب النذر باب النھی عن النذر جزء ۲ صـ۱۷ واللفظ للبخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر ماننے سے منع فرمایا۔ آپ نے فرمایا:۔ نذر (تقدیری امور میں سے) کسی بھی چیز کو ٹال نہیں سکتی، البتہ اس کے ذریعہ بخیل کا مال نکل جاتا ہے۔

نوٹ :- نذر کے جملہ مسائل ہم انشاءاللہ سورۂ دہر کی آیت ۷ کی تفسیر میں بیان کریں گے۔

الغرض صدقات وخیرات ہوں یا نذر و منت ہو اللہ تعالےٰ کو نیتوں کا علم ہوتا ہے، اگر نیت میں خالص اللہ تعالےٰ کی رضا جوئی کا ارادہ نہ ہو تو یہ تمام صدقات وخیرات اور نذریں رائگاں ہو جاتی ہیں، بلکہ ایک قسم کا شرک لازم آتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَآءِ عَنِ الشِّرْكِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا أَشْرَكَ فِيْهِ مَعِيَ غَيْرِي تَرَكْتُهُ وَشِرْكَهُ (صحیح مسلم کتاب الزھد باب من اشرك فی عمله غیر الله جزء ۲ ص۴۱۳)

میں تمام شرکاء سے زیادہ شرک سے بیزار ہوں جس نے ایسا کوئی عمل کیا کہ اس نے اس میں میرے ساتھ میرے علاوہ کسی اور کو بھی شریک کر لیا تو میں اس کو بھی چھوڑ دیتا ہوں اور اس کے شرک کو بھی چھوڑ دیتا ہوں۔

الغرض ریاکاری ایک قسم کا شرک ہے اور شرک سب سے بڑا ظلم ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ۔ (لقمٰن - ۱۳)

(لقمٰن نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا) بے شک شرک (بہت) بڑا ظلم ہے۔

الغرض جو لوگ اپنے صدقات میں اللہ تعالےٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں یا صدقات دوسروں کے نام دیتے ہیں، یا ریاکاری کرتے ہیں یا اللہ تعالےٰ کے علاوہ دوسروں سے منتیں مانگتے ہیں، اور دوسروں کی نذر کرتے ہیں یہ سب ظلم کر رہے ہیں، (وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ أَنْصَارٍ) قیامت کے روز ان ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا جو شرک کی سزا سے ان کو بچا سکے یا ان کی حمایت کر سکے۔

عمل

اے لوگو، تمام خیراتیں اور تمام نذریں خالص اللہ تعالےٰ کی رضا جوئی کے لئے کیجئے، ریاکاری کا کوئی شائبہ بھی آپ کے کسی عمل میں نہیں آنا چاہیئے ورنہ آپ کے تمام اعمال بیکار ہو جائیں گے۔

إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۖ وَإِن تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَيُكَفِّرُ عَنكُم مِّن سَيِّـَٔاتِكُمْ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿۲۷۱﴾

ترجمہ (اے ایمان والو) اگر تم صدقات کو علانیہ طور پر دو تو وہ بھی اچھا ہے اور اگر پوشیدہ طور پر فقراء کو دو تو یہ تمہارے لئے زیادہ اچھا ہے، (ان صدقات کے ذریعہ) اللہ تمہاری برائیوں کو دور کردے گا اور (یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلو کہ تمہارے صدقات ضائع نہیں ہوں گے اس لئے کہ) اللہ کو تمہارے اعمال کی خبر ہے (وہ ضرور تمہیں ان کی جزا دے گا)۔ ﴿۲۷۱﴾

معانی و مصادر

(تُبْدُوْا) اَبْدٰی، یُبْدِیْ، اِبْدَاءٌ (باب افعال) ظاہر کرنا۔

(نِعِمَّا) نَعِمَ، یَنْعَمُ و نَعَمَ، یَنْعُمُ، نَعْمَۃٌ و مَنْعَمٌ (س و ف و ن) اچھا ہونا، خوشحال ہونا، (نِعِمَّا: نِعْمَ مَا ۔ نِعِمَّا هِیَ = نِعْمَ مَا هِیَ = اچھی چیز ہے وہ)۔

(تُخْفُوْا) اَخْفٰی، یُخْفِیْ، اِخْفَاءٌ (باب افعال) چھپانا۔

(فُقَرَاء) فَقُرَ، یَفْقُرُ، فَقَارَۃٌ (ک) محتاج ہونا۔

(یُکَفِّرُ) کَفَّرَ، یُکَفِّرُ، تَکْفِیْرٌ (باب تفعیل) چھپانا، کافر کہنا، مٹا دینا، دور کر دینا، کفارہ ادا کرنا۔

(سَیِّاٰت) سَاءَ، یَسُوْءُ، سَوَاءٌ (ن) برا ہونا، (سَیِّئَۃٌ = برائی، اس کی جمع سیّاٰت ہے)

(خَیْرٌ) خَارَ، یَخِیْرُ، خَیْرٌ (ض) بہتری کرنا، خیر والا ہونا (خَیْرٌ = بہتر، یہ اسم تفضیل اَخْیَرُ کا مخفف ہے، بہتری، مال)

(خَبِیْرٌ) خَبُرَ، یَخْبُرُ و خَبَرَ، یَخْبَرُ، خُبْرٌ و خِبْرَۃٌ و مَخْبُرَۃٌ (ک ف) جاننا، کسی چیز کی حقیقت و کنہ سے واقف ہونا۔

تفسیر اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صدقہ دینے کے دو طریقے بتائے:۔

(۱) علانیہ صدقہ دینا۔
(۲) چھپا کر صدقہ دینا۔

ان دونوں کو اللہ تعالیٰ نے اچھا بتایا، اگرچہ چھپا کر دینے کو بہتر بتایا۔

اللہ تعالیٰ نے علانیہ اور خفیہ خرچ کرنے کا ذکر قرآن مجید میں کئی جگہ کیا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ۝ (فاطر - ۲۹)

بے شک جو لوگ اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے رہتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے رہتے ہیں وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جو کبھی ضائع نہیں ہوگی۔

اگرچہ علانیہ خرچ کرنا بھی اچھا اور باعث اجر ہے بشرطیکہ ریاکاری کی نیت نہ ہو لیکن پوشیدہ طور پر خرچ کرنا بہتر ہے، آیت زیر تفسیر میں اللہ تعالیٰ نے فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ کہہ کر اسی طرف اشارہ فرمایا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهُ ..... وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهُ (صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب الصدقۃ بالیمین جزء ۲ ص۱۳۸ و صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب فضل اخفاء الصدقۃ جزء اول ص۲۱۲)

سات آدمی ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سایہ میں جگہ دے گا جس دن سوائے اسکے سایہ کے کہیں سایہ نہ ہوگا۔ ان میں سے ایک شخص وہ ہے کہ جب وہ کوئی صدقہ دیتا ہے تو اس کو اتنا چھپا کر دیتا ہے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو نہیں معلوم ہوتا کہ دائیں ہاتھ نے کیا دیا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا (وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَاءَ) کہ صدقہ خفیہ دو اور فقراء کو دو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے، فقراء کی تعریف کرتے ہوئے ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لِلْفُقَرَاءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ۔ (البقرۃ - ۲۷۳)

(تمہارے صدقات خاص طور پر اُن) فقراء کے لئے ہونے چاہئیں جو اللہ کے راستے میں روک لئے جاتے ہیں، (روزی کمانے کے لئے) (وہ ملک میں کہیں آجا نہیں سکتے (وہ کسی سے سوال بھی نہیں کرتے اور) سوال نہ کرنے کی وجہ سے جاہل سمجھتا ہے کہ وہ مالدار ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے راستہ میں روکے جانے والے عموماً دو ہی قسم کے لوگ ہوتے ہیں، مجاہد اور طلباء یہ لوگ

کسب معاش کے لئے وقت نہیں نکال سکتے، ان کے تمام اوقات اللہ تعالےٰ کے لئے وقف ہوتے ہیں، وہ اتنے خود دار ہوتے ہیں کہ کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کرتے، ایسے لوگوں کو خاص طور پر کچھ نہ کچھ دیتے رہنا چاہیئے اور کیونکہ وہ خود دار ہوتے ہیں لہٰذا ان کو علانیہ دینے کے بجائے خفیہ طور پر دینا چاہیئے تاکہ ان کی خودداری میں فرق نہ آئے۔

پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے (وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ) اگر تم فقراء کے جذبۂ خودداری کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کو خفیہ طور پر اس طرح دو گے کہ اُن کی عزت برقرار رہے، ان کی محتاجی کا پردہ فاش نہ ہو تو اللہ تعالےٰ اس کے صلہ میں یہ کرے گا کہ تمہارے گناہوں پر پردہ ڈال دے گا، اور تمہاری خطاؤں کو معاف کر دے گا، اور یہ نہ سمجھ لینا کہ خفیہ طور پر دینے سے تمہارے صدقات ضائع ہوجائیں گے نہیں (وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ) اللہ تعالےٰ کو تمہارے تمام صدقات کا علم ہوتا ہے، خواہ تم علانیہ صدقہ دو یا پوشیدہ، اللہ تعالیٰ بے خبر نہیں ہوتا۔

عمل

اے لوگو، علانیہ بھی صدقہ دیتے رہیئے اور پوشیدہ طور بھی صدقہ دیتے رہیئے، البتہ پوشیدہ صدقہ دینا بہتر ہے اس لئے کہ اس میں ریاکاری کا کوئی شائبہ نہیں ہوتا۔ اور لینے والے کا جذبۂ خودداری مجروح نہیں ہوتا۔

علانیہ صدقہ اس لئے اچھا ہے کہ اس سے دوسروں کو ترغیب ہوتی ہے۔

ان فقراء کو جو اپنی خودداری کی وجہ سے اپنی محتاجی کو کسی پر ظاہر نہیں کرتے خفیہ طور پر دیجئے آپ ان کی محتاجی پر پردہ ڈالیئے، اللہ آپ کے گناہوں پر پردہ ڈال دے گا، اور آپ کو رسوا نہیں کرے گا۔

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ
يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَمَا تُنْفِقُوْا
مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ۗ وَمَا
تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ۗ
وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ
اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۲﴾

ترجمہ (اے رسول) ان لوگوں کو ہدایت کے راستہ پر چلا دینا آپ کی ذمہ داری نہیں (اور نہ یہ آپ کے اختیار میں ہے) البتہ اللہ جس کو چاہے ہدایت کے راستہ پر چلا سکتا ہے (اُسے ہر قسم کی قدرت ہے) اور (اے ایمان والو) جو مال بھی تم خرچ کرو گے تو اس کا فائدہ تم ہی کو پہنچے گا، (اللہ تمہارے صدقات وخیرات کا محتاج نہیں، اس کو تو تمہارے دل کا تقویٰ اور خلوص نیت مطلوب ہے) لہٰذا جو کچھ تم خرچ کرو تو صرف اللہ کی رضا جوئی کے لئے (خرچ کرو) اور (یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ اسی صورت میں تمہیں فائدہ پہنچے گا، اور اسی صورت میں) جو مال تم خرچ کرو گے تو تمہیں اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائیگا اور تم پر کسی قسم کا ظلم نہیں کیا جائے گا۔ ﴿۲۷۲﴾

معانی ومصادر (هُدٰی) هَدٰی، يَهْدِیْ، هُدًی وهَدْیٌ وهِدَايَةٌ (ض) راستہ بتانا، راستہ پر چلا کر منزلِ مقصود پر پہنچانا۔
(وَجُه) وَجَهَ، يَجِهُ، وَجُهَ (ض)، وجیہ ہونا (وَجْهٌ: قصد، نیت، رضا، رضوان)۔

(یُوَفَّ) وَفّٰی، یُوَفِّیْ، تَوْفِیَۃٌ (باب تفعیل) پورا پورا دینا۔

شانِ نزول

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں :۔

کَانُوْا یَکْرَھُوْنَ اَنْ یَّرْضَخُوْا لِاَنْسَابِھِمْ وَھُمْ مُشْرِکُوْنَ فَنَزَلَتْ لَیْسَ عَلَیْکَ ھُدٰھُمْ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ حَتّٰی بَلَغَ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ قَالَ فَرَخَّصَ لَھُمْ (رواہ ابن جریر ج ۳ ص ۹۴ و رجالہ رجال الصحیح ـ الصحیح المسند من اسباب النزول لمقبل بن ھادی الوادعی ص ۲۳ و رواہ الحاکم وسندہٗ صحیح المستدرک جزء ۲ ص ۲۸۵)

صحابہؓ اپنے مشرک رشتہ داروں کو دینے سے کراہت کرتے تھے، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی لَیْسَ عَلَیْکَ ھُدٰھُمْ ..... الخ اللہ نے مشرکوں کو دینے کی اجازت دی۔

تفسیر

ہدایت کے دو معنی ہیں :۔

(۱) راستہ بتانا،

(۲) راستہ پر چلا کر منزل مقصود پر پہنچانا۔

ان دونوں معنوں کی تفصیل سورۂ فاتحہ کی آیت ۵ کی تفسیر میں ص ۲ پر ملاحظہ فرمائیں۔

پہلے معنوں کے لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً ہادی ہیں آپ صراطِ مستقیم کی نشاندہی کرتے ہیں، آپ ہی کا بتایا ہوا راستہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ راستہ ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَاِنَّکَ لَتَھْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۞ (الشوریٰ - ۵۲)

(اے رسول) بے شک آپ سیدھے راستہ کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔

ان ہی معنوں میں اللہ تعالےٰ نے ہر نبی کو ہادی بنا کر بھیجا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَلِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ ۞ (الرعد - ۷)

اور (ہم نے) ہر قوم کے لئے ہادی (بھیجا)

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَجَعَلْنٰھُمْ اَئِمَّۃً یَّھْدُوْنَ بِاَمْرِنَا۔ (الانبیآء - ۷۳)

ہم نے ان (نبیوں) کو امام بنایا تھا، وہ ہمارے حکم سے (لوگوں کو) ہدایت کا راستہ بتاتے تھے۔

دوسرے معنوں کے لحاظ سے صرف اللہ تعالےٰ ہی ہادی ہے، وہی صحیح راستہ پر چلنے کی توفیق دیتا ہے، وہی سیدھے راستہ پر چلاتا ہے اور پھر وہی منزل مقصود پر پہنچاتا ہے۔ وہی دلوں کا پھیرنے والا ہے، کوئی اور دلوں کو نہیں پھیر سکتا، عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں :۔

کَانَتْ یَمِیْنُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا وَمُقَلِّبِ الْقُلُوْبِ (صحیح بخاری کتاب الایمان

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (بسا اوقات) اس طرح قسم کھاتے تھے " دلوں کو پھیرنے والے

والنذور باب کیف کانت یمین النبی صلے اللہ علیہ وسلم جزء ۸ صلا۱۶) کی قسم"۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِنَّ قُلُوْبَ بَنِیْ اٰدَمَ کُلَّهَا بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ کَقَلْبٍ وَّاحِدٍ یُصَرِّفُهٗ حَیْثُ شَآءَ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰی طَاعَتِكَ (صحیح مسلم کتاب القدر باب تصریف اللہ تعالیٰ القلوب جزء ۱۶ ص۵۷)

بنی آدم کے قلوب اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان اس طرح ہیں جس طرح ایک دل وہ جدھر چاہتا ہے دل کو پھیر دیتا ہے پھر آپ نے اس طرح دعا کی "اے اللہ، اے دلوں کے پھیرنے والے ہمارے دلوں کو اپنی فرمانبرداری کی طرف پھیر دے"۔

دلوں کو پھیر کر ہدایت کی طرف لے آنا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ۔ (القصص - ۵۶)

(اے رسول) آپ جس کو چاہیں ہدایت پر نہیں چلا سکتے، البتہ اللہ جس کو چاہے ہدایت پر چلا سکتا ہے۔

الغرض دلوں کا پھیرنا صحیح راستہ پر لے آنا اور اس پر چلانا اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے، یہ باتیں کسی انسان کے بس میں نہیں ہیں لہٰذا کسی انسان پر یہ ذمہ داری ڈالی بھی نہیں جا سکتی کہ وہ دوسرے کو صحیح راستہ پر لے آئے اور صحیح راستہ پر چلائے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔ (لَیْسَ عَلَیْكَ هُدٰىهُمْ) اے رسول، یہ آپ کے فرائض میں سے نہیں کہ آپ لوگوں کو سیدھے راستہ پر لے آئیں پھر انہیں سیدھے راستہ پر چلا کر منزل مقصود تک پہنچائیں، آپ پر یہ ذمہ داری ڈالی بھی کیسے جا سکتی ہے جبکہ یہ چیز آپ کے اختیار میں نہیں، آپ تو بس نصیحت کرتے رہیں، آپ نصیحت کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَسْتَ عَلَیْهِمْ بِمُصَیْطِرٍ ۝ (ھل اتاك حدیث الغاشیۃ - ۲۱ و ۲۲)

(اے رسول) آپ نصیحت کرتے رہیں، آپ تو بس نصیحت کرنے والے ہیں، آپ ان پر داروغہ نہیں ہیں (کہ ان کو ہدایت پر لانا آپ کی ذمہ داری ہو)۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا (وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ) اللہ تعالیٰ جس کو چاہے ہدایت پر لا سکتا ہے، یہ اسی کا کام ہے، اس چیز کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر بیان کیا ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِیْ۔ (الاعراف - ۱۷۸)

جس کو اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُلِ اللّٰهُ یَهْدِیْ لِلْحَقِّ۔ (یونس - ۳۵)

(اے رسول) کہہ دیجئے کہ اللہ ہی حق کی ہدایت دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يُّرِيْدُ ○ بے شک اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

(الحج - ۱۶)

الغرض ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے، اس کا چاہنا اس کی مشیت ہے اور یہ مشیّت اس کے قوانین ہدایت کا دوسرا نام ہے، اللہ تعالیٰ ظالم نہیں ہے کہ جس کو چاہے بغیر کسی وجہ کے ہدایت دے اور جس کو چاہے بغیر کسی وجہ کے گمراہ کر دے، جو شخص بھی اس کے قوانین ہدایت کے مطابق ہدایت طلب کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت دیتا ہے اور جو شخص اس کے قوانین ہدایت سے سرکشی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت نہیں دیتا یعنی دوسرے لفظوں میں اُسے گمراہ کر دیتا ہے یا گمراہ رہنے دیتا ہے، لہٰذا کسی شخص کو گمراہ کر دینے سے اللہ تعالیٰ پر کوئی الزام نہیں آتا اور نہ بندہ اپنے گمراہ رہنے کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ پر ڈال سکتا ہے، سب کچھ اللہ تعالیٰ کے مقررہ قوانین و مشیت کے مطابق ہو رہا ہے، لہٰذا جو شخص بھی اس کے قوانین ہدایت پر چلتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو توفیق دیتا ہے اور وہ شخص ہدایت کو پا لیتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ○ (اے رسول) کہہ دیجئے کہ اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اس کو ہدایت دے دیتا ہے۔

(الرعد - ۲۷)

یہ رجوع اور انابت الی اللہ ہی وہ چیز ہے جو صراط مستقیم پر پہنچانے کا ذریعہ اور ہدایت کا سبب بنتی ہے اور اس سبب کا حاصل کرنا ہی درحقیقت اللہ تعالیٰ کی مشیت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ مَنْ يُّضِلُّ۔ اللہ اُسے ہدایت نہیں دیتا جس کو وہ خود گمراہ کر دے۔

(النحل - ۳۷)

اس آیت میں گمراہ کرنے سے مراد یہی ہے کہ جو شخص وہ ذرائع اور وسائل اختیار نہ کرے جو حصول ہدایت کے لئے ضروری ہیں بلکہ ان سے راہ فرار اختیار کرے تو پھر مشیت الٰہی کے عین مطابق وہ گمراہ رہتا ہے اور اپنی گمراہی کا خود ذمہ دار ہوتا ہے۔

الغرض ہدایت کے ذرائع اور وسائل کو حاصل کرنا یا نہ کرنا ہی اللہ تعالیٰ کی مشیّت اور اس کا چاہنا ہے لہٰذا "اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے" کا مطلب یہ ہے جو شخص ان ذرائع اور وسائل کو اختیار نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ اُسے گمراہ رکھتا ہے۔

ہدایت کے اٹل قانون کی طرف متوجہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے پھر انفاق فی سبیل اللہ کے اسی مضمون کی طرف عود کیا جس کا ذکر گزشتہ آیات میں چل رہا تھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا (وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ

جو مال بھی تم خرچ کروگے تو اس کا فائدہ تم ہی کو پہنچے گا لہٰذا اخلاص نیت کے ساتھ بہترین مال خرچ کرتے رہو تاکہ بہترین بدلہ تم کو مل سکے، یہ خیال نہ کرو کہ تم کسی کو مال دے کر اس کے دل کو پھیر دوگے، اور وہ ہدایت قبول کرلے گا یا تم کسی کو مال نہ دے کر اس کو مضطر کردوگے اور وہ پریشان ہو کر ہدایت قبول کرلے گا، اس کی کوئی حقیقت نہیں اور کیونکہ کافروں کو صحیح راستہ پر لانا تمہاری ذمہ داری نہیں لہٰذا ان کو اس نیت سے مال نہ دینا کہ پریشان ہو کر اسلام قبول کرلیں گے، ٹھیک نہیں ان کو مال دینے میں کوئی مضائقہ نہیں، بدستور دے سکتے ہو، اور دل کا پھیرنا اور ہدایت دینا تو یہ اللہ تعالےٰ کا کام ہے، تم خواہ کسی کو بھی دو، تمہاری نیت یہ ہونی چاہیئے کہ تم اللہ تعالےٰ کو خوش کرنے کے لئے دے رہے ہو، اگر تمہاری یہ نیت ہوگی تو (یُوَفَّ اِلَیۡکُمۡ) تمہیں پورا پورا اجر مل جائیگا (وَاَنۡتُمۡ لَا تُظۡلَمُوۡنَ) تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا، اور نہ تمہارے اجر میں سے کسی قسم کی کمی کی جائے گی۔

عمل

اے لوگو، کسی کو راہ راست پر لانا آپ کی ذمہ داری نہیں، یہ نہ سمجھیئے کہ کسی کو راہِ راست پر لے آنا آپ کے اختیار میں ہے، آپ کا کام صرف تبلیغ کرنا ہے، راہ راست پر لے آنا یہ اللہ تعالےٰ کا کام ہے، آپ اپنا کام کرتے رہیئے اور نتیجہ کو اللہ تعالےٰ پر چھوڑ دیجئے۔

اے لوگو، جو کچھ آپ اللہ تعالےٰ کے نام دیتے ہیں۔ یہ آپ کے اپنے فائدے کے لئے ہے، اللہ تعالےٰ کا اس میں کوئی فائدہ نہیں، اگر آپ اللہ تعالےٰ کو خوش کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ کے نام پر کوئی صدقہ دیتے ہیں، تو آپ کا اجر و ثواب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے، اگر آپ کسی اور کو خوش کرنے کے لئے یا نام و نمود کے لئے دیتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کے لئے کوئی اجر و ثواب نہیں۔

ضرورت مند کافروں سے مال نہ روکیئے، ان کو مال نہ دے کر انہیں اسلام لانے پر مجبور نہ کیجئے، اسلام کے سلسلہ میں جبر و اکراہ کی اجازت نہیں۔ کافروں کو بھی اللہ تعالےٰ کے خوش کرنے کے لئے دیجئے، بشرطیکہ وہ آپ سے دین کے معاملہ میں نہ لڑیں، اور نہ آپ کو آپ کے گھروں سے نکالیں، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

لَا یَنۡهٰکُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیۡنَ لَمۡ یُقَاتِلُوۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ وَلَمۡ یُخۡرِجُوۡکُمۡ مِّنۡ دِیَارِکُمۡ اَنۡ تَبَرُّوۡهُمۡ وَتُقۡسِطُوۡۤا اِلَیۡهِمۡ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الۡمُقۡسِطِیۡنَ ○ (الممتحنۃ - ۸)

جو کافر نہ تو تم سے دین کے معاملہ میں لڑتے ہیں اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے نکالتے ہیں اللہ ان کے ساتھ بھلائی اور انصاف کرنے سے منع نہیں کرتا، بیشک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا
فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ
اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ، تَعْرِفُهُمْ
بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ
اِلْحَافًا، وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ
فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۷۳﴾

ترجمہ (تمہارے صدقات خاص طور پر اُن) فقراء کے لئے ہونے چاہئیں جو اللہ کے راستہ میں روک لئے جاتے ہیں، (روزی کمانے کے لئے) وہ ملک میں کہیں آجا نہیں سکتے، (وہ کسی سے سوال بھی نہیں کرتے اور) سوال نہ کرنے کی وجہ سے جاہل یہ سمجھتا ہے کہ وہ مالدار ہیں (حالانکہ وہ مالدار نہیں ہوتے) وہ لوگوں سے چمٹ کر سوال بھی نہیں کرتے (کہ ان کے اس فعل سے ہی ان کو پہچان لیا جائے، البتہ اے رسول) آپ ان کو ان کے چہروں سے پہچان سکتے ہیں، (اے ایمان والو) جو مال بھی تم خرچ کروگے (تو وہ ضائع نہیں ہوگا) وہ اللہ کے علم میں ہوگا (اور اللہ اس کا اجر دے گا) ﴿۲۷۳﴾

معانی و مصادر

(اُحْصِرُوْا) اَحْصَرَ، یُحْصِرُ، اِحْصَارًا (ن) روک لینا، قید کرلینا۔
(ضَرْبًا) ضَرَبَ، یَضْرِبُ، ضَرْبٌ (ض) ہلنا، مارنا، بیان کرنا، سِکّہ بنانا، واجب کرنا، تجارت یا جہاد کے لئے نکلنا۔
(یَحْسَبُ) حَسِبَ، یَحْسَبُ، حِسْبَانٌ، و مَحْسِبَۃٌ (س ح) گمان کرنا۔
(جَاھِلٌ) جَھِلَ، یَجْھَلُ، جَھْلٌ وجَھَالَۃٌ (س) نہ جاننا، جاہل ہونا۔
(اَغْنِیَآءَ) غَنِیَ، یَغْنَی، غِنیً وغَنَاءٌ وغُنْیَانٌ (س) مالدار ہونا۔
(تَعَفُّفٌ) تَعَفَّفَ، یَتَعَفَّفُ، تَعَفُّفٌ (باب تفعّل) ناجائز یا نامناسب بات سے رکنا یا رک جانا۔
(تَعْرِفُ) عَرَفَ، یَعْرِفُ، عِرْفَۃٌ وعِرْفَانٌ وعِرِفَّانٌ ومَعْرِفَۃٌ (ض) پہچاننا۔
(سِیْمَا) سَامَ، یَسُوْمُ، سَوْمٌ (ن) مال دکھانا و سودا کرنا (سِیْمَا = علامت، ہیئت)
(اِلْحَافًا) اَلْحَفَ، یُلْحِفُ، اِلْحَافٌ (باب افعال) سوال میں چمٹ جانا، الحاح کرنا۔ (لَحَفَ، یَلْحَفُ، لَحْفٌ (ف) لحاف سے ڈھانکنا)۔

تفسیر

یہ اوپر لکھا جا چکا ہے کہ اللہ تعالٰے کے راستے میں روکے جانے والے عموماً مجاہد اور طلباء ہوتے ہیں۔ اللہ تعالٰے فرماتا ہے (لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ) خاص طور پر انہی لوگوں کے لئے اپنے صدقات وخیرات کو وقف کردو، خصوصیت کے ساتھ ان لوگوں کو دو اس لئے کہ یہ لوگ خاص طور پر صدقات کے مستحق ہیں، ایک تو اس وجہ سے کہ (لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ) یہ لوگ اپنے کاروبار کے سلسلہ میں کہیں آجا نہیں سکتے، تمام اوقات کو اللہ تعالٰے کے راستہ میں وقف کر دیتے ہیں، نہ مجاہد میدان جنگ چھوڑ سکتے ہیں اور نہ طلباء مدرسہ چھوڑ سکتے ہیں دوسری وجہ ان کے مستحق ہونے کی یہ بھی ہے کہ تعفّف، پاس عزت اور خودداری کی وجہ سے (لَا یَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا) یہ لوگ لوگوں سے چمٹ کر سوال نہیں کرتے۔ (یَحْسَبُھُمُ الْجَاھِلُ اَغْنِیَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ) ان کی اس خودداری کی وجہ سے نادان لوگ انہیں مالدار سمجھتے ہیں حالانکہ وہ مالدار نہیں ہوتے (تَعْرِفُھُمْ بِسِیْمٰھُمْ) تم انہیں ان کی ہیئت وعلامت اور ان کے چہروں سے پہچان سکتے ہو کہ یہ ضرورت مند ہیں لہٰذا ان کو پہچان کر بغیر ان کے سوال کئے ان کو دیتے رہو (وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیْمٌ) اور جو مال تم ان کو دوگے یا کسی اور کو دوگے وہ ضائع نہیں ہوگا۔ وہ اللہ تعالٰے کے علم میں ہوگا، اور اللہ تعالٰے ضرور تمہیں اس کا اجر دے گا، اللہ تعالٰے فرماتا ہے،

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ یُّوَفَّ اِلَیْکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ○ (البقرۃ ــ ۲۷۲)	جو مال تم خرچ کروگے تو (اس کا ثواب) تمہیں پورا پورا دیا جائے گا۔ اور تم پر (کسی قسم کا) ظلم نہیں ہوگا۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالےٰ کے راستہ میں دیتے رہیئے، خاص طور پر ان لوگوں کو دیجئے جو اللہ تعالیٰ کے دین کے کاموں میں مشغول ہیں، انہیں کمانے کا وقت نہیں ملتا۔

اے لوگو، اگر آپ محتاج ہیں، ضرورت مند ہیں تو حتی الامکان سوال سے بچنے کی کوشش کیجئے، اللہ تعالےٰ نے سوال سے بچنے والوں کی تعریف فرمائی ہے۔

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۴﴾

ترجمہ جو لوگ اللہ کے راستہ میں رات اور دن پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے رہتے ہیں ان کے لئے ان کا اجر و ثواب ان کے رب کے پاس (محفوظ) ہے، انہیں (قیامت کے دن) نہ کسی قسم کا خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے ﴿۲۷۴﴾

معانی و مصادر (سِرًّا) اَسَرَّ، یُسِرُّ، اِسْرَارٌ (باب افعال) چھپانا (سِرٌّ = بھید)
(عَلَانِیَةً) عَلَنَ، یَعْلُنُ، عَلَنٌ و عَلَانِیَةٌ و عُلُوْنٌ (ض، ن، ک س) ظاہر کرنا۔
(یَحْزَنُوْنَ) حَزِنَ، یَحْزَنُ، حَزَنٌ (س) غمگین ہونا۔

تفسیر صدقات و خیرات کے سلسلہ میں متعدد آیات اوپر گذریں، آیت زیر تفسیر صدقات و خیرات کے سلسلہ میں اس مقام پر آخری آیت ہے، اس آیت میں صدقات و خیرات کی فضیلت کا ایک مختصر اور بہت جامع بیان ہے، اللہ تعالٰے فرماتا ہے کہ جو لوگ اللہ کے راستہ میں دن اور رات، علانیہ اور خفیہ خرچ کرتے رہتے ہیں ان کے لئے اللہ تعالٰے کے ہاں (بڑا) اجر و ثواب ہے، قیامت کے دن ایسے لوگوں کو نہ خوف ہوگا اور نہ کوئی غم ہوگا، اس مضمون کو اللہ تعالٰے نے جگہ جگہ بیان کیا ہے، مثلاً اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

وَالَّذِیْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ

(عقلمند وہ لوگ ہیں) جو اپنے رب کی رضاء کی خاطر صبر کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، جو کچھ ہم

سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً وَّ يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۝

(الرعد - ۲۲)

نے ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں اور برائی کو نیکی سے دور کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لئے آخرت کا گھر ہے (یعنی جنت انہی لوگوں کے لئے ہے)۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ۝

(ابراهيم - ۳۱)

(اے رسول) میرے مؤمن بندوں سے کہہ دیجئے کہ نماز قائم کریں، اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خفیہ اور علانیہ خرچ کرتے رہیں قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس دن نہ خرید و فروخت ہوگی اور نہ دوستی (کام آئے گی)۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ۝ لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۝

(فاطر - ۲۹ و ۳۰)

جو لوگ اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خفیہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جو ضائع نہیں ہوگی، اس لئے کہ اللہ ان کو ان کا پورا اجر دیگا اور اپنے فضل سے اور بھی زیادہ کر دے گا، اللہ (بڑا) بخشنے والا اور (بڑا) قدردان ہے (وہ گناہوں کو معاف کرتا رہتا ہے اور نیکیوں کی قدر کرتا ہے، ان کی ناقدری نہیں کرتا)۔

عمل

اے لوگو، اللہ تعالےٰ کے راستہ میں دن اور رات خرچ کرتے رہیئے، علانیہ بھی دیجیئے، لیکن ریاکاری کی نیت سے نہیں اور خفیہ طور پر بھی دیجیئے اور ثواب کے امیدوار رہیئے۔

اے لوگو، زکوٰۃ کے علاوہ تمام صدقات میں مندرجہ ذیل احکام الٰہی کی پابندی کیجیئے۔

صدقات کے متعلق احکامات الٰہی

صدقات کے متعلق مندرجہ ذیل احکام گذر چکے ہیں:-

(۱) جس مال میں سے اللہ تعالےٰ نے صدقہ دینے کا حکم دیا ہے اس مال کے متعلق یہ عقیدہ رکھیئے کہ وہ اللہ تعالےٰ کا دیا ہوا ہے۔ (البقرۃ-۳)۔

(۲) اقرباء، یتامیٰ، مساکین، مسافر، سائلین کو دیتے رہیئے اور غلاموں کے آزاد کرانے میں اپنا مال خرچ کرتے رہیئے (البقرۃ-۱۷۷ و ۲۱۵)۔

(۳) اقرباء میں سب سے زیادہ حق ماں باپ کا سمجھیئے، ماں اور باپ میں سے ماں کا حق باپ سے تین درجہ زیادہ سمجھیئے (البقرۃ-۲۱۵ واحادیث بر ص۷۶۱)۔

(۴) سب سے پہلے اپنے اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کیجئے، پھر اقرباء پر پھر دوسرے لوگوں پر خرچ کیجئے (تفسیر البقرۃ ص۲۱۵ واحادیث بر ص۷۶۱)۔

(۵) شوہر اور شوہر کے بچوں کو دینا جائز ہے، اس میں دوہرا اجر ہے (تفسیر البقرۃ-۲۱۵ واحادیث بر ص۷۶۲)۔

(۶) اپنے باپ کے دوستوں کو دینا بہت بڑا ثواب ہے (تفسیر البقرۃ-۲۱۵ واحادیث بر ص۷۶۳)۔

(۷) بیوہ کو دینے کا بھی بہت ثواب ہے (تفسیر البقرۃ-۲۱۵ واحادیث بر ص۷۶۳)۔

(۸) مسکین وہ ہے جس کی اتنی آمدنی نہ ہو جو اُسے کفایت کرے، جس کو کوئی مسکین نہ سمجھتا ہو اور جو لوگوں سے سوال نہ کرتا ہو (تفسیر البقرۃ-۲۱۵ واحادیث بر ص۷۶۳)

(۹) ان فقراء پر خرچ کیجئے جو اللہ تعالےٰ کے راستہ میں روک لئے گئے ہوں، مثلاً مجاہدین اور طلباء (تفسیر البقرۃ-۲۱۵ و ۲۷۳)۔

(۱۰) جہاد میں خرچ کیجئے، اس سواری پر خرچ کیجئے جو جہاد کے لئے آپ نے رکھ چھوڑی ہو۔ (تفسیر البقرۃ-۲۱۵):

(۱۱) اللہ تعالےٰ کے راستہ میں بہترین اور حلال طریقہ سے کمایا ہوا مال خرچ کیجئے (البقرۃ-۲۱۹ واحادیث متعلقہ۔

(۱۲) اللہ تعالےٰ کے راستہ میں ناپاک، ناکارہ اور ردّی مال خرچ نہ کیجئے (البقرۃ-۲۶۷ واحادیث متعلقہ۔

(۱۳) اللہ تعالےٰ کے راستہ میں دینے کے بعد لینے والے پر احسان نہ رکھیئے اور نہ اُسے کسی قسم کی تکلیف پہنچایئے اور نہ نام ونمود کے لئے دیجئے (البقرۃ-۲۶۴)

(۱۴) خلوص نیت سے اور صرف اللہ تعالےٰ کو خوش کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ کے نام دیجئے۔ (البقرۃ-۲۶۵)۔

(۱۵) صدقات ظاہراً اور خفیہ ہر طرح دئے جا سکتے ہیں، لیکن خفیہ دینے کا زیادہ ثواب ہے (البقرۃ۔ ۲۷۱، ۲۷۴)

(۱۶) ان فقراء کو جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں روک لئے گئے ہوں اور جو خودداری کی وجہ سے کسی سے سوال بھی نہ کرتے ہوں ان کو دینے کا زیادہ ثواب ہے لیکن ایسے لوگوں کو خفیہ دینا چاہیئے (البقرۃ۔ ۲۷۱ و ۲۷۳)۔

(۱۷) اگر آپ مستحقین سے کسی بات پر ناراض ہوجائیں تو انہیں دینا بند نہ کریں بلکہ ان کے قصور معاف کر دیں اور دینا بدستور جاری رکھیں (البقرۃ ۔ ۲۶۲ و ۲۶۳)۔

(۱۸) تھوڑا ہو یا بہت دیتے رہیئے (البقرۃ ۔ ۲۶۵)۔

(۱۹) دینے میں بخل نہ کیجیئے، شیطان کے بہکاوے میں نہ آئیے۔ دینے میں برکت ہے اور نہ دینے میں حسرت (البقرۃ ۔ ۲۶۸)۔

(۲۰) گن گن کر نہ رکھیئے اور نہ گن گن کر اللہ تعالیٰ کے راستہ میں دیجیئے۔ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں بے حساب خرچ کرتے رہیئے، اللہ تعالیٰ بھی بے حساب دے گا (البقرۃ۔۲۶۸)۔

(۲۱) جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اپنا مال خرچ کرتا ہو اس پر رشک کیجیئے (البقرۃ۔۲۹۶)۔

اب ہم صدقات کے متعلق مزید آداب لکھتے ہیں

(۲۲) علانیہ دینے میں اگر دوسروں کو ترغیب دینے کی نیت ہو تو علانیہ دیجیئے، اس میں ثواب بہت ملتا ہے حضرت جریرؓ کہتے ہیں:۔

كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ صَدْرِ النَّهَارِ قَالَ فَجَاءَهُ قَوْمٌ حُفَاةٌ عُرَاةٌ .... فَتَمَعَّرَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَا رَاٰى مَا بِهِمْ مِنَ الْفَاقَةِ فَدَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ فَاَمَرَ بِلَالًا فَاَذَّنَ وَاَقَامَ فَصَلّٰى ثُمَّ خَطَبَ فَقَالَ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللهَ

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (بیٹھے ہوئے) تھے کہ اتنے میں کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے جو ننگے پیر، ننگے بدن تھے، .... ان کو مفلس دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہوگیا، آپ اندر تشریف لے گئے، پھر باہر تشریف لائے، پھر آپ نے بلال کو اذان کا حکم دیا، انہوں نے اذان دی، پھر اقامت کہی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی، پھر خطبہ دیا، آپ نے فرمایا: "اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، پھر اس سے

الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا وَالْاٰيَةَ الَّتِيْ فِي الْحَشْرِ اِتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰهَ تَصَدَّقَ رَجُلٌ مِّنْ دِيْنَارِهٖ، مِنْ دِرْهَمِهٖ، مِنْ ثَوْبِهٖ، مِنْ صَاعِ بُرِّهٖ، مِنْ صَاعِ تَمْرِهٖ حَتّٰى قَالَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ قَالَ فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ بِصُرَّةٍ كَادَتْ كَفُّهٗ تَعْجِزُ عَنْهَا بَلْ قَدْ عَجَزَتْ قَالَ ثُمَّ تَتَابَعَ النَّاسُ حَتّٰى رَاَيْتُ كَوْمَيْنِ مِنْ طَعَامٍ وَّثِيَابٍ حَتّٰى رَاَيْتُ وَجْهَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَهَلَّلُ كَاَنَّهٗ مُذْهَبَةٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهٗ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُّنْقَصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُّنْقَصَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ۔

(صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب الحث علی الصدقۃ جزء اول ص۳۲)

اس کا جوڑا پیدا کیا، پھر ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت (پیدا کر کے) ان کو (زمین میں) پھیلا دیا۔ اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور قطع رحمی سے بھی ڈرو، بے شک اللہ تم پر نگران ہے"۔ پھر آپ نے سورۂ حشر کی یہ آیت پڑھی: "(اے لوگو) اللہ سے ڈرو اور ہر شخص کو اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ اس نے کل کے لئے کیا عمل کئے ہیں، اللہ سے ڈر جاؤ، ہر شخص کو چاہیے کہ اپنے دینار میں سے، اپنے درہم میں سے، اپنے کپڑے میں سے، اپنے گیہوں کے صاع میں سے، کھجور کے صاع میں سے صدقہ دے"، حتی کہ آپ نے فرمایا کہ "(صدقہ دے) خواہ وہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو"۔ (یہ سن کر) ایک انصاری ایک تھیلی لایا جو اس سے بمشکل اٹھائی جا رہی تھی بلکہ وہ اس کے اٹھانے سے عاجز ہو گیا تھا، پھر لوگوں نے پے در پے صدقات لانے شروع کئے یہاں تک کہ میں نے کھانے اور کپڑوں کے دو ڈھیر دیکھے، پھر میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اس طرح چمکنے لگا گویا وہ سونے کا بنا ہوا ہے، آپ نے فرمایا جس نے اسلام میں کسی اچھے طریقہ کو جاری کر دیا تو اس کو اس کا ثواب ملے گا اور جو لوگ اس کے بعد اس پر عمل کریں گے ان کے عمل کے ثواب کے برابر مزید ثواب اس کو ملے گا اور ان کے ثواب میں سے کچھ بھی کم نہ ہو گا اور جو شخص اسلام میں کسی برے طریقہ کو جاری کرے تو اس کا گناہ اس پر ہو گا اور اس کے بعد جو لوگ اس پر عمل کریں گے ان کے عمل کے گناہ کے برابر مزید گناہ اس پر ہو گا اور ان کے گناہوں میں

کوئی کمی نہیں آئے گی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی اچھے عمل کو جاری کرنے کا بڑا ثواب ہے اور کسی برے عمل کو جاری کرنے کا بڑا گناہ ہے۔

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ کسی اچھے عمل کو ایجاد کیا جائے۔ اچھے عمل کا ایجاد کرنا تو بدعت ہے لیکن کسی اچھے عمل کا جاری کرنا باعثِ اجر ہے۔ ایجاد وہ چیز کی جاتی ہے جو پہلے سے موجود نہ ہو اور جاری وہ چیز کی جاتی ہے جو پہلے سے موجود ہو لیکن اس پر عمل رُکا ہوا ہو، اصطلاحی معنوں میں جس بدعت کو بدعت حسنہ کہا جاتا ہے وہ یقیناً گمراہی ہے یعنی کسی نیک کام کا ایجاد کرنا بہت بڑی گمراہی ہے اور کسی نیک کام کو جاری کر دینا بہت بڑی نیکی ہے۔

(۲۳) موت کا وقت آنے سے پہلے خرچ کیجئے، خصوصاً ایسے زمانہ میں خرچ کیجئے کہ آپ تندرست ہوں، زندگی اور خوشحالی کی امید ہو، فقر وفاقہ کا خوف ہو، حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں:۔

جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الصَّدَقَةِ اَعْظَمُ اَجْرًا قَالَ اَنْ تَصَدَّقَ وَاَنْتَ صَحِيْحٌ شَحِيْحٌ، تَخْشَى الْفَقْرَ وَتَأْمُلُ الْغِنٰى وَلَا تُمْهِلْ حَتّٰى اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ قُلْتَ لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ (صحیح بخاری کتاب الزکوۃ باب ای الصدقۃ افضل جزء ۲ ص۱۳۷ و صحیح مسلم کتاب الزکوۃ باب ان افضل الصدقۃ صدقۃ الصحیح جزء اول ص۳۱۲)

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس نے کہا: اے اللہ کے رسول، کونسا صدقہ اجر کے لحاظ سے سب سے بڑا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم اس حالت میں صدقہ دو کہ تم تندرست ہو، مال کی تمہیں حرص ہو، محتاجی کا ڈر ہو اور دولت مندی کی امید ہو اور اتنی تاخیر نہ کرو کہ جب جان نکل کر حلقوم تک پہنچ جائے تو اس وقت تم یہ کہو کہ اتنا مال فلاں کو دے دینا، اتنا مال فلاں کو دے دینا اور (اس وقت وہ مال تمہارا کہاں رہا) وہ تو فلاں کا ہو گیا" (یعنی وارث اس کا مالک ہو گیا، اب دینے سے کیا فائدہ)۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

(المنٰفقون ۔ ۱۰)

جو مال ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرو قبل اس کے کہ تم میں سے کسی کو موت آئے تو اس وقت وہ کہنے لگے: اے میرے ربّ تو نے مجھے اور تھوڑی سی مہلت کیوں نہ دیدی کہ میں صدقہ و خیرات کر کے نیک لوگوں میں داخل ہو جاتا۔

(۲۴) اگر آپ غلطی سے غیر مستحق کو صدقہ دے دیں تو اس کا اجر ضائع نہیں ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

قَالَ رَجُلٌ لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ سَارِقٍ فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ تُصُدِّقَ عَلَى سَارِقٍ فَقَالَ اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدَيْ زَانِيَةٍ، فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلَى زَانِيَةٍ، فَقَالَ اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى زَانِيَةٍ لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدَيْ غَنِيٍّ، فَأَصْبَحُوا يَتَحَدَّثُونَ تُصُدِّقَ عَلَى غَنِيٍّ فَقَالَ اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى سَارِقٍ وَعَلَى زَانِيَةٍ وَعَلَى غَنِيٍّ فَأُتِيَ فَقِيلَ لَهُ أَمَّا صَدَقَتُكَ عَلَى سَارِقٍ فَلَعَلَّهُ أَنْ يَسْتَعِفَّ عَنْ سَرِقَتِهِ وَأَمَّا الزَّانِيَةُ فَلَعَلَّهَا أَنْ تَسْتَعِفَّ عَنْ زِنَاهَا وَأَمَّا الْغَنِيُّ فَلَعَلَّهُ يَعْتَبِرُ فَيُنْفِقُ مِمَّا أَعْطَاهُ اللّٰهُ (صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب اذا تصدق علی غنی جزء ۲ ص۱۳۷ و صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب ثبوت اجر المتصدق وان وقعت الصدقۃ فی ید غیر اھلھا جزء اول ص۴۰۹ واللفظ للبخاری)

ایک شخص نے کہا میں ضرور کچھ مال صدقہ کرونگا (یہ کہہ کر) وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور ایک چور کے ہاتھ میں رکھ دیا، صبح کو لوگوں میں چرچا ہوا کہ چور کو صدقہ دیا گیا، اس شخص نے کہا: اے اللہ، سب تعریف تیرے ہی لئے ہے میں ضرور کچھ مال اور صدقہ دوں گا، الغرض وہ اپنے صدقہ کو لے کر نکلا اور ایک زانیہ کے ہاتھ میں رکھ دیا، صبح کو لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ آج رات کو ایک زانیہ کو صدقہ دیا گیا۔ اس نے کہا اے اللہ، سب تعریف تیرے ہی لئے ہے (آج) زانیہ کو (صدقہ پہنچ گیا) میں ضرور کچھ مال اور صدقہ کروں گا۔ الغرض وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور ایک مالدار کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ صبح کو پھر لوگوں میں چرچا ہوا کہ مالدار کو صدقہ دیا گیا اس نے کہا: اے اللہ، سب تعریف تیرے ہی لئے ہے (میں نے) چور کو، زانیہ کو، مال دار کو (صدقہ دیدیا) پھر ایک شخص اس کے پاس آیا اور اس سے کہا تم نے چور کو جو صدقہ دیا تو امید ہے کہ وہ آئندہ چوری کرنے سے باز آجائے اور تم نے زانیہ کو جو صدقہ دیا تو امید ہے شاید وہ زنا سے باز آجائے اور تم نے مالدار کو جو صدقہ دیا تو امید ہے کہ شاید اُسے عبرت ہو اور وہ بھی جو کچھ اللہ نے اُسے دیا ہے اس میں سے (اللہ کے نام) خرچ کرے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نیک نیتی کے ساتھ اگر کسی غیر مستحق کو صدقہ دے دیا جائے تو صدقہ ضائع نہیں ہوتا۔

(۲۵) اگر بیوی شوہر کے مال میں سے صدقہ دے اور اس کی نیت نقصان پہنچانے کی نہ ہو تو اُسے بھی ثواب ملے گا اور شوہر کو بھی، اسی طرح خزانچی کو بھی ثواب ملے گا اور مالک کو بھی، کسی کے اجر میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا أَجْرُهَا بِمَا أَنْفَقَتْ وَلِزَوْجِهَا أَجْرُهُ بِمَا كَسَبَ وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذٰلِكَ لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ أَجْرَ بَعْضِهِمْ شَيْئًا (صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب من أمر خادمه بالصدقة ولم يناول بنفسه جزء ۲ ص ۱۳۸ وصحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب اجر الخازن الامین جزء اول ص ۴۰۹)

جب عورت اپنے گھر کے کھانے میں سے کوئی چیز (اللہ کے نام) دے اور اس کی نیت نقصان پہنچانے کی نہ ہو تو اس کو دینے کا اجر ملے گا اور شوہر کو کمانے کا، اسی طرح خزانچی کو بھی اجر ملتا ہے اور وہ ایک دوسرے کے اجر کو کم نہیں کرتے۔

(۲۶) سارا مال دے کر نہ بیٹھ جائیے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا ۝ (بنی اسرآءیل - ۲۹)

(اے رسول) نہ اپنے ہاتھ کو گردن سے باندھ (کر تنگ کر) لو اور نہ بالکل کھول ہی دو کہ پھر ملامت زدہ اور درماندہ ہو کر بیٹھ جاؤ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعبؓ سے فرمایا:-

أَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ (صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ تبوك حدیث کعب بن مالکؓ جزء ۶ ص ۸ وصحیح مسلم کتاب التوبة باب حدیث توبة کعب ابن مالك جزء ۲ ص ۵۰۴)

اپنے بعض مال کو اپنے پاس روک لو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔

(۲۷) جو مال ضرورت سے زیادہ ہو اس میں سے صدقہ دیجئے، یہ بہترین صدقہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

خَيْرُ الصَّدَقَةِ عَنْ ظَهْرِ غِنًى (صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب لاصدقۃ الاعن ظھر غنیً جزء ۲ ص۱۳۹ وصحیح مسلم کتاب الزکواۃ باب بیان ان الید العلیا خیر من الید السفلی جزء اول ص۲۱۳)

بہترین صدقہ وہ ہے جو غناء کی حالت میں دیا جائے (یعنی ایسی حالت میں دے کہ وہ خود ضرورت مند نہ ہو اس لئے کہ ایسی حالت میں دے کر (جبکہ وہ خود ضرورتمند ہو خود کو بھی تکلیف میں مبتلا کریگا اور اپنے اہل و عیال کو بھی تکلیف میں مبتلا کرے گا)۔

(۲۸) کافر کو بھی صدقہ دیا جا سکتا ہے۔

حضرت اسماء کہتی ہیں:۔

قَدِمَتْ أُمِّي وَهِيَ مُشْرِكَةٌ فِي عَهْدِ قُرَيْشٍ وَمُدَّتِهِمْ ...... فَاسْتَفْتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ إِنَّ أُمِّي قَدِمَتْ وَهِيَ رَاغِبَةٌ (وفی نسخۃ وفی روایۃ أَفَاصِلُهَا) قال نعم صِلِي أُمَّكِ (صحیح بخاری کتاب الادب باب صلۃ المرأۃ امھا جزء ۸ ص۵ وصحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب فضل النفقۃ والصدقۃ علی الاقربین جزء اول ص۳۰۲ واللفظ للبخاری)۔

میری والدہ میرے پاس اس زمانہ میں آئیں جس زمانہ میں قریش سے صلح تھی اور معاہدہ ہو چکا تھا، وہ مشرکہ تھیں .... میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میری والدہ آئی ہوئی ہیں اور انہیں دین سے کوئی رغبت نہیں ہے، کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کروں؟ آپ نے فرمایا: "ہاں، اپنی والدہ کے ساتھ صلۂ رحمی کرو"۔

(۲۹) تالیفِ قلوب کے لئے بھی صدقہ دیا جا سکتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

إِنِّي أُعْطِي رِجَالًا حَدِيثِي عَهْدٍ بِكُفْرٍ أَتَأَلَّفُهُمْ (صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الطائف جزء ۵ ص۲۰۱ وصحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب اعطاء المؤلفۃ قلوبھم جزء اول ص۳۲۲)

میں ان لوگوں کو جو نیا نیا کفر چھوڑ کر آتے ہیں اس لئے مال دیتا ہوں کہ ان کی تالیف قلوب کروں (تاکہ ان کا دل ایمان پر مطمئن ہو جائے)۔

(۳۰) آلِ رسول کو صدقہ نہ دیجئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

إِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِآلِ مُحَمَّدٍ (صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب ترک استعمال آل النبی علی الصدقۃ جزء ۱ ص۳۴۴)

یہ (صدقات) نہ محمد کے لئے حلال ہیں اور نہ آل محمد کے لئے (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

۳۱ - صدقہ کو دے کر واپس نہ لیجئے، نہ اُسے خرید یئے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:۔

حَمَلْتُ عَلٰی فَرَسٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَاَضَاعَهُ الَّذِیْ کَانَ عِنْدَهٗ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَشْتَرِیَهٗ مِنْهُ وَظَنَنْتُ اَنَّهٗ بَائِعُهٗ بِرُخْصٍ فَسَأَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَشْتَرِهٖ وَاِنْ اَعْطَاکَهٗ بِدِرْهَمٍ وَّاحِدٍ فَاِنَّ الْعَائِدَ فِیْ صَدَقَتِهٖ کَالْکَلْبِ یَعُوْدُ فِیْ قَیْئِهٖ (صحیح بخاری کتاب الهبة باب لا یحل لاحد ان یرجع فی هبته جزء ۳ ص ۳۱۵)

میں نے ایک شخص کو اللہ کے راستہ میں ایک گھوڑا اسواری کے لئے دیا، اُس نے اسے ضائع کر دیا، میں نے اسے خریدنے کا ارادہ کیا اور میں نے یہ خیال کیا کہ وہ اس کو کم قیمت میں بیچ دے گا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، آپ نے فرمایا: "اسے نہ خریدنا اگرچہ وہ تمہیں ایک درہم ہی میں کیوں نہ دیدے، اس لئے کہ اپنے صدقہ کو دے کر لوٹانے والا اس کُتّے کی مثل ہے جو اپنی قے کو چاٹ لے۔"

نوٹ:۔ زکوٰۃ اور زکوٰۃ الفطر کے جملہ مسائل ہم انشاء اللہ سورۂ توبہ کی آیت ۱۰۳ کی تفسیر میں بیان کریں گے۔ کوئی شخص زکوٰۃ اور زکوٰۃ الفطر کو خود مساکین وغیرہ پر خرچ نہیں کر سکتا بلکہ اسے چاہیئے کہ یہ دونوں چیزیں امیر کے حوالہ کر دے۔ امیر ہی ان کو غرباء و مساکین وغیرہ پر خرچ کر سکتا ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ

اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ

الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ، ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ

قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا،

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا،

فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ

فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَاَمْرُهٗٓ

اِلَى اللّٰهِ، وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ

اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٧٥﴾

ترجمہ جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قیامت کے دن) اس طرح کھڑے ہوں گے جیسے کسی کو شیطان نے لپٹ کر خبطی بنا دیا ہو، ان کی یہ حالت اس لئے ہوگی کہ وہ (دنیا میں) کہا کرتے تھے کہ کاروبار بھی تو سود کے مثل ہے (اگر کاروبار جائز ہے تو سود جائز کیوں نہیں، لیکن ان کا یہ کہنا صحیح نہیں اس لئے کہ) کاروبار کو اللہ نے جائز کیا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے (لہٰذا اب اس سلسلہ میں عقل سے فیصلہ نہیں ہو سکتا) تو (اب) جس کے پاس اس کے رب کی طرف سے نصیحت پہنچ گئی اور وہ باز آگیا تو جو اس نے پہلے لے لیا ہے وہ اس کا ہے۔ (اے لوگو) سود کا حکم اللہ ہی کی طرف (لوٹتا) ہے۔ لیکن جس نے (حرام ہونے کے بعد) پھر سود لینا شروع کر دیا تو ایسے لوگ دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ﴿۲۷۵﴾

معانی و مصادر

(یَاْکُلُوْنَ) اَکَلَ، یَاْکُلُ، اَکْلٌ و مَاْکَلٌ (ن) کھانا۔

(الرِّبٰوا) رَبَا، یَرْبُوْ، رِبَاءٌ و رُبُوٌّ (ن) بڑھنا، پھلنا پھولنا (رِبٰوا = زیادتی، سود)۔

(یَتَخَبَّطُ) تَخَبَّطَ، یَتَخَبَّطُ، تَخَبُّطٌ (باب تفعل) شدید ضرب لگانا، روندنا، شیطان کا اذیّت کے ساتھ چھونا۔

(مَسَّ) مَسَّ، یَمَسُّ، مَسٌّ و مَسِیْسٌ (ن و ف) چھونا، پہنچنا، اذیّت پہنچانا (مَسٌّ = جنون)۔

(سَلَفَ) سَلَفَ، یَسْلُفُ، سَلَفٌ و سُلُوْفٌ (ن) گذر جانا، پہلے ہونا۔

(اِنْتَہٰی) اِنْتَہٰی، یَنْتَہِیْ، اِنْتِہَاءٌ (باب افتعال) نہایت کو پہنچنا، رُک جانا۔

تفسیر گذشتہ آیات میں اللہ تعالےٰ نے انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت اور اس سلسلہ کے دوسرے مسائل کو بیان فرمایا، اللہ تعالےٰ کا منشاء یہ تھا کہ مستحقین پر خرچ کرتے رہو، ان کی ضرورتوں کو پورا کرتے رہو، ان پر احسان کرو، لیکن احسان نہ جتاؤ، ان کو مال دو لیکن مال دے کر تکلیف نہ پہنچاؤ۔

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے سود کا ذکر فرمایا، سود احسان کی ضد ہے، سودی لین دین میں دوسرے پر رحم کرنے کے بجائے ظلم ہوتا ہے اور غریب و ضرورت مند کی مجبوری سے بے جا فائدہ اٹھایا جاتا ہے، اسی لئے اللہ تعالےٰ کو سود سخت ناپسند ہے لہٰذا اس آیت کے ذریعہ اللہ تعالےٰ نے سود کو مطلقاً حرام کر دیا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے (اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا) جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قیامت کے دن) (لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ) اس طرح کھڑے ہوں گے جس طرح وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جس کو شیطان (یعنی جن) نے چھو کر یا لپٹ کر مخبوط الحواس یا دیوانہ بنا دیا ہو، وہ جب میدان محشر میں کھڑے ہوں گے تو اُن کی کیفیت بالکل ایک آسیب زدہ انسان کی سی ہوگی، وہ ایک قسم کی تکلیف میں حیران و مدہوش ہوں گے، ان کی حالت ان کے لئے نہ صرف تکلیف کا باعث ہوگی بلکہ رُسواکن بھی ہوگی۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنات انسانوں کو تکلیف پہنچاتے ہیں، جنّات کے تکلیف پہنچانے کو

اصطلاحاً آسیب کہا جاتا ہے، آسیب کے وجود کا عقیدہ محض وہم نہیں بلکہ حقیقت ہے، جنات انسانوں کو مختلف قسم کی تکلیفیں پہنچاتے ہیں مثلاً:۔

(۱) خبطی بنا دینا،

(۲) حیران کر دینا،

(۳) کسی مرض میں مبتلاء کرنا اور تکلیف پہنچانا،

(۴) کاہلی میں مبتلاء کرنا،

(۵) بھلا دینا،

(۶) برے خواب دکھانا،

(۷) دلوں میں وسوسہ ڈال کر ایمان و اعمال کو خراب کرنا۔

خبطی بنانا

خبطی بنانے کے سلسلہ میں آیت زیر تفسیر نص قاطع ہے، ایک اور آیت سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ اللہ تعالے فرماتا ہے:۔

وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ○

(المؤمنون - ۹۷)

(اے رسول) آپ اس طرح دعاء کیا کیجئے: اے میرے رب میں شیطانوں کے جنون سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔

حیران کر دینا

اللہ تعالے فرماتا ہے:۔

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ

(الانعام - ۷۱)

(اے رسول) کہہ دیجئے کیا ہم اللہ کے علاوہ ایسی ہستی کو پکاریں جو ہمیں نہ نفع پہنچا سکے اور نہ نقصان اور کیا ہم اللہ کے ہدایت دینے کے بعد پھر الٹے پاؤں (گمراہی کی طرف) لوٹ جائیں (پھر تو ہماری مثال ایسی ہو گی) جیسے وہ شخص جس کو جنات نے راستہ بھلا کر حیران کر دیا ہو۔

تکلیف یا کسی مرض میں مبتلا کرنا

اللہ تعالے فرماتا ہے:۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ○

(ص - ۴۱)

(اے رسول) ہمارے بندے ایوبؑ کا ذکر کیجئے جب انہوں نے اپنے رب کو پکار کر کہا: "شیطان نے مجھے ایذا اور تکلیف میں مبتلا کر رکھا ہے" (تو مجھے شفا دے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

كُلُّ بَنِيْ اٰدَمَ يَطْعَنُ الشَّيْطٰنُ فِيْ جَنْبَيْهِ بِاِصْبَعِهٖ حِيْنَ يُوْلَدُ غَيْرَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب صفۃ ابلیس جزء ۴ ص۱۵۱)

ہر بنی آدم جب پیدا ہوتا ہے تو شیطان اپنی انگلی اس کے دونوں پہلوؤں میں چبھوتا ہے، سوائے عیسٰی بن مریم کے (ان کے پہلوؤں میں انگلی نہ چبھو سکا)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا اسْتَجْنَحَ اَوْ كَانَ جُنْحُ اللَّيْلِ فَكُفُّوْا صِبْيَانَكُمْ فَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ تَنْتَشِرُ حِيْنَئِذٍ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب صفۃ ابلیس جزء ۴ ص۱۵۱)

جب رات جھک آئے تو اپنے بچوں کو روک لیا کرو اس لئے کہ اس وقت شیاطین پھیل جاتے ہیں۔

کاہلی میں مبتلا کرنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلتَّثَاؤُبُ مِنَ الشَّيْطَانِ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب صفۃ ابلیس ۴/۱۵۲)

جماہی شیطان کی طرف سے ہے۔

بھلا دینا

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ۔ (الکہف - ۶۳)

(موسیٰ کے نوجوان ساتھی نے) کہا آپ نے دیکھا (نہیں) کہ جب ہم نے پتھر کے پاس آرام کیا تھا تو میں مچھلی (کا ذکر کرنا) بھول گیا مجھے اسکا آپ سے ذکر شیطان ہی نے بھلا دیا۔

برے خواب دکھانا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ مِنَ اللّٰهِ وَالْحُلُمُ مِنَ الشَّيْطٰنِ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب صفۃ ابلیس جزء ۴ ص۱۵۲)

نیک خواب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور پریشان خواب شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔

ایمان اور عمل خراب کرنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَجْرِيْ مِنَ الْاِنْسَانِ

شیطان انسان کے خون کے ساتھ گردش کرتا

مَجْرَی الدَّمِ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب صفة ابلیس جزء ۲ صفحہ ۱۵۱) — رہتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

يَأْتِي الشَّيْطٰنُ اَحَدَكُمْ فَيَقُوْلُ مَنْ خَلَقَ كَذَا؟ مَنْ خَلَقَ كَذَا؟ حَتّٰى يَقُوْلَ مَنْ خَلَقَ رَبَّكَ فَاِذَا بَلَغَهٗ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ وَلْيَنْتَهِ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب صفة ابلیس ۲/۱۴۹)

شیطان تم میں سے کسی کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا؟ فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا؟ حتیٰ کہ پھر وہ یہ کہتا ہے تمہارے رب کو کس نے پیدا کیا، جب وہ یہ سوال کرے تو اس وقت اسے چاہیئے کہ اللہ سے پناہ طلب کرے اور اس خیال سے باز رہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:۔

سَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْتِفَاتِ الرَّجُلِ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ هُوَ اِخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُ الشَّيْطٰنُ مِنْ صَلَاةِ اَحَدِكُمْ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب صفة ابلیس جزء ۲ صفحہ ۱۵۲)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں اِدھر اُدھر التفات کرنے کے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا: "یہ شیطان کی لوٹ کھسوٹ ہے جو وہ تم میں سے کسی کی نماز میں سے لوٹ لیتا ہے"۔

الغرض شیطان کو انسانوں پر کچھ تصرفات حاصل ہیں، لیکن یہ تمام تصرفات اللہ تعالےٰ کی مشیت کے تابع ہوتے ہیں، اگر اللہ تعالےٰ نہ چاہے تو نہ جن نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ انسان۔ آیت زیر تفسیر میں جس تصرف کا بیان ہے وہ ان کا خبطی بنا دینا ہے۔ قیامت کے روز سود کھانے والوں پر خبط، دیوانگی اور مدہوشی طاری ہوگی اور یہ خاص طور پر اس وجہ سے ہوگی کہ انہوں نے حکم الٰہی کے سامنے قیاس کیا، اپنی عقل کو استعمال کر کے غلط نتیجہ پر پہنچے، انہوں نے کہا (اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا) آخر کاروبار بھی تو سود ہی کے مثل ہے، کاروبار میں بھی نفع ہوتا ہے اور سود میں بھی نفع ہوتا ہے، اگر کاروباری نفع جائز ہے تو سودی نفع جائز کیوں نہیں، اللہ تعالےٰ نے فرمایا "(اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا) اللہ نے کاروبار کو حلال کر دیا اور سود کو حرام کر دیا اور جب اللہ تعالےٰ کسی چیز کے حلال یا حرام ہونے کا فیصلہ کر دے تو اس کے سلسلہ میں عقل سے حلال یا حرام کا فیصلہ کرنا لغو ہے بلکہ بے ایمانی ہے۔

کافروں نے کاروبار اور سود میں بس ایک وجہ مماثلت دیکھی یعنی نفع ہونا، دوسری چیزوں پر غور نہیں کیا جو کاروبار اور سود میں ایک دوسرے کی ضد ہیں مثلاً کاروبار میں نفع کمانے والا محنت کرتا ہے اور سود کا لینے والا کوئی محنت نہیں کرتا۔ مفت میں نفع حاصل کرتا ہے۔ کاروبار میں نفع میں ایک مقررہ رقم ہوتی ہے، وہ نفع وقت کے ساتھ بڑھتا نہیں، برخلاف اس کے سود بڑھتا چلا جاتا ہے اور

غریب آدمی پستا چلا جاتا ہے، وہ غریب سے غریب تر ہو جاتا ہے گویا سود لینے والا مقروض کا خون چوستا رہتا ہے، غرض یہ کہ اللہ تعالےٰ کے علم میں جو کچھ ہے انسانی عقل اس کا ادراک نہیں کر سکتی، لہٰذا اس علیم و خبیر کے حکم پر بے چون وچرا ایمان لانا چاہیئے اور اس کی تعمیل کرنی چاہیئے۔ اس کے حکم کی مصلحتیں اور حکمتیں وہی خوب جانتا ہے۔ دوسرا نہیں جان سکتا، پھر فرمایا (فَمَن جَآءَہٗ مَوْعِظَۃٌ) جس کے پاس اس کے رب کی نصیحت پہنچ گئی، اس کو اللہ تعالےٰ کا حکم معلوم ہو گیا اور (فَانْتَہٰی فَلَہٗ مَا سَلَفَ) وہ ممانعت کا حکم سن کر باز آ گیا تو جو پہلے ہو چکا وہ ہو چکا، جو سود وہ پہلے لے چکا، وہ اس کا ہو گیا لیکن اب وہ آئندہ سود نہیں لے سکتا، (وَاَمْرُہٗ اِلَی اللّٰہِ) سود کا حکم اللہ تعالےٰ کی طرف لوٹتا ہے، سود کی حرمت کا فیصلہ اللہ ہی کی طرف منتہی ہوتا ہے، اسی کو حلال و حرام کرنے کا اختیار ہے، کوئی شخص اپنی عقل سے حلال و حرام کا فیصلہ نہیں کر سکتا، اللہ تعالےٰ نے اس کی حرمت کا فیصلہ کر دیا لہٰذا (مَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ) جو شخص اس حرمت کے فیصلہ کے بعد بھی سود لیتا ہے تو ایسے ہی لوگ دوزخی ہیں، سود کھانے والے دوزخ میں جائیں گے اور (ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ) اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

رَأَیْتُ اللَّیْلَۃَ رَجُلَیْنِ اَتَیَانِیْ فَاَخْرَجَانِیْ اِلٰی اَرْضٍ مُقَدَّسَۃٍ فَانْطَلَقْنَا حَتّٰی اَتَیْنَا عَلٰی نَھَرٍ مِّنْ دَمٍ، فِیْہِ رَجُلٌ قَائِمٌ وَعَلٰی وَسَطِ النَّھَرِ رَجُلٌ بَیْنَ یَدَیْہِ حِجَارَۃٌ فَاَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِیْ فِی النَّھَرِ فَاِذَا اَرَادَ الرَّجُلُ اَنْ یَّخْرُجَ رَمَی الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِیْ فِیْہِ فَرَدَّہٗ حَیْثُ کَانَ فَجَعَلَ کُلَّمَا جَآءَ لِیَخْرُجَ رَمٰی فِیْ فِیْہِ بِحَجَرٍ فَیَرْجِعُ کَمَا کَانَ فَقُلْتُ مَا ھٰذَا فَقَالَ الَّذِیْ رَأَیْتَہٗ فِی النَّھَرِ اٰکِلُ الرِّبَا (صحیح بخاری کتاب البیوع باب اٰکل الربا جزء ۳ ص۷)

میں نے آج رات کو دیکھا کہ دو آدمی میرے پاس آئے اور مجھے ارض مقدس کی طرف لے چلے، چلتے چلتے ہم ایک خون کے دریا پر پہنچے جس میں ایک آدمی کھڑا ہوا تھا اور اس کے کنارے پر ایک اور آدمی تھا جس کے سامنے پتھر پڑے ہوئے تھے، وہ آدمی جو نہر کے اندر تھا جب آگے بڑھتا اور باہر نکلنا چاہتا تو وہ دوسرا آدمی اس کے منہ پر پتھر مار کر اسے اسی جگہ لوٹا دیتا جہاں وہ پہلے تھا، اسی طرح برابر ہوتا رہا، میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا وہ آدمی جس کو آپ نے نہر میں دیکھا سود کھانے والا ہے۔

حضرت ابو جحیفہؓ فرماتے ہیں:۔

لَعَنَ (رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) الْوَاشِمَۃَ وَالْمُسْتَوْشِمَۃَ وَاٰکِلَ الرِّبَا وَمُوْکِلَہٗ وَلَعَنَ الْمُصَوِّرَ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گودنے والی اور گدوانے والی، سود کھانے والے اور سود دینے والے اور مصوّر پر لعنت کی ہے۔

(صحیح بخاری کتاب البیوع باب ثمن الکلب جزء ۳ صفحہ ۱۱۱)

حضرت ابو جحیفہؓ کہتے ہیں:۔

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الدَّمِ وَثَمَنِ الْكَلْبِ وَأَكْلِ الرِّبَا وَمُوكِلِهِ (صحیح بخاری کتاب اللباس باب الواشمۃ جزء ۷ صفحہ ۲۱۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خون کی قیمت، کتے کی قیمت، سود کھانے اور سود کھلانے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں:۔

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ وَمَا هُنَّ؟ قَالَ الشِّرْكُ بِاللهِ، وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَكْلُ الرِّبَا وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ الْغٰفِلٰتِ۔ (صحیح بخاری کتاب المحاربین باب رمی المحصنات جزء ۸ صفحہ ۲۱۸ وصحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان الکبائر ۱/۵۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچو، صحابہؓ نے پوچھا "اے اللہ کے رسول، وہ کونسے گناہ ہیں؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو، اللہ نے جس جان کو قتل کرنا حرام کر دیا ہے اس کو ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے دن پیٹھ پھیرنا اور پاک دامن، مؤمن، غافل عورتوں پر تہمت لگانا۔"

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:۔

لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آكِلَ الرِّبَا وَمُوكِلَهُ وَكَاتِبَهُ وَشَاهِدَيْهِ وَقَالَ هُمْ سَوَاءٌ (صحیح مسلم کتاب البیوع باب لعن آکل الربا و موکلہ جزء اول صفحہ ۶۹۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے، سود دینے والے، سود کی تحریر لکھنے والے اور سودی لین دین کے گواہوں پر لعنت کی ہے، آپ نے فرمایا (گناہ میں) وہ سب برابر ہیں۔

عمل

اے لوگو، سود سے بچیئے، سود بہت بڑا گناہ ہے، سود کو تجارت پر قیاس نہ کیجیے، کسی چیز کو اپنی عقل سے حلال یا حرام نہ کیجیے، جو چیز اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال یا حرام کر دی تو اس کی حلت یا حرمت کو برضاء و رغبت تسلیم کیجیے، خواہ اس کی حکمت اور مصلحت آپ کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ
وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿٢٧٦﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ
لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا
خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٢٧٧﴾

ترجمہ اللہ سود کو مٹا رہا ہے اور صدقات کو بڑھا رہا ہے (لہذا اب بھی جو شخص سود کا لین دین کرتا ہے تو وہ سوائے ناشکرے گنہگار کے اور کون ہو سکتا ہے) اور اللہ کسی ناشکرے گنہگار کو پسند نہیں کرتا (اور جس کو اللہ پسند نہیں کرتا اس کے لئے سوائے عذاب کے اور کیا ہے) ﴿٢٧٦﴾ البتہ وہ لوگ جو ایمان لائے (پھر) انہوں نے نیک عمل کئے (خصوصًا) نماز پابندی سے پڑھتے رہے اور زکوٰۃ ادا کرتے رہے تو ایسے لوگوں کے لئے ان کے ربّ کے پاس ان کا اجر ہے، (قیامت کے دن) انہیں نہ کسی قسم کا خوف ہو گا اور نہ غم ﴿٢٧٧﴾

معانی و مصادر (یَمْحَقُ) مَحَقَ، یَمْحَقُ، مَحْقٌ (ف) باطل کرنا، مٹانا، بے برکت کرنا۔

(یُرْبِی) اَرْبٰی، یُرْبِی، اِرْبَاءٌ (باب افعال) دئے ہوئے مال سے زیادہ لینا۔

(اَثِیْم) اَثِمَ، یَاْثَمُ، اِثْمٌ و اَثَمٌ و اَثَامٌ و مَاْثَمٌ (س) گناہ گار (اَثِیْم = گناہگار)
(اٰتَوُا) اٰتٰی، یُؤْتِیْ، اِیْتَاءٌ (باب افعال) دینا۔

تفسیر اللہ تعالےٰ اپنے احکام کے ذریعہ سودی لین دین کو ختم کر رہا ہے اور صدقات کو بڑھا رہا ہے۔ صدقات کا بار بار حکم اور ترغیب یہ صدقات کو بڑھانے ہی کا ایک ذریعہ ہے۔ اسلامی نظام معیشت کی بنیاد صدقات اور احسان و ہمدردی پر ہے نہ کہ سود پر جو سراسر لعنت اور غریبوں کا خون چوسنے کے مترادف ہے اور جو شخص غریبوں کا خون چوستا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتا، ان نعمتوں کے شکریہ میں اس کا فرض تھا کہ وہ محروم لوگوں کے ساتھ ہمدردی کرتا، ان کے ساتھ حسن سلوک کرتا، ان کو صدقات دیتا اور اگر صدقات نہیں دے سکتا تھا تو کم از کم بغیر سود کے قرض دیتا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا، اس نے اپنے فرائض کو ادا نہیں کیا، فرائض کو ادا نہ کر کے اس نے گناہ کیا، پھر سود لے کر اس نے مزید گناہ کیا، اس طرح وہ ناشکری کا بھی مرتکب ہوا اور گناہ کا بھی (وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ کُلَّ کَفَّارٍ اَثِیْمٍ) اور اللہ ناشکرے گناہگار کو پسند نہیں کرتا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَمَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّیَرْبُوَاْ فِیْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا یَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰہِ۔ (الروم۔ ۳۹)	جو سود تم اس لئے دیتے ہو کہ (اس کے ذریعہ سود کھانے والے) لوگوں کے مالوں میں اضافہ ہو تو اللہ کے نزدیک تو اضافہ نہیں ہوتا۔

سود خوار کے لئے اللہ تعالےٰ کے ہاں کوئی اجر نہیں، بلکہ عذاب ہی عذاب ہے، البتہ جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے رہے مثلاً غریب لوگوں کے حقوق ادا کرتے رہے اور نماز اور زکوٰۃ کو خاص طور پر ادا کرتے رہے تو ان کے لئے اللہ تعالےٰ کے ہاں بہت بڑا اجر ہے، ایسے لوگوں کو قیامت کے دن نہ خوف ہوگا اور نہ غم۔

عمل

اے لوگو، بغیر سود کے لوگوں کو قرض دے کر ان پر احسان کیجئے، سود پر قرض دے کر ان کا خون نہ چوسیئے، ایمان لا کر نیک عمل کیجئے، نماز پابندی سے ادا کیجئے، زکوٰۃ ادا کرتے رہیئے، اگر آپ ایسا کریں گے تو اللہ تعالےٰ کے ہاں آپ کو اجر ملے گا اور وہاں آپ کو کوئی خوف اور غم نہیں ہوگا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ
كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷۸﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا
فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ
وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ
اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا
تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۹﴾ وَاِنْ كَانَ ذُوْ
عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ وَ
اَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ

كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۲۸۰﴾ وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۲۸۱﴾

ترجمہ اے ایمان والو، اللہ سے ڈرو اور اگر تم مؤمن ہو تو سود میں سے جو کچھ باقی رہ گیا ہے اُسے چھوڑ دو ﴿۲۷۸﴾ اگر تم ایسا نہ کرو تو پھر اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کا اعلان سن لو اور اگر تم (سود لینے سے) توبہ کر لو تو پھر تم اپنا رأس المال یعنی زر اصل لے سکتے ہو (زر اصل سے زیادہ کچھ نہیں لے سکتے اس طرح) نہ تم ظلم کرو گے اور نہ تم پر ظلم ہوگا (دونوں میں سے کسی کا نقصان نہیں ہوگا) ﴿۲۷۹﴾ اور اگر مقروض تنگ دست ہو تو اسے فراخی حاصل ہونے تک مہلت دو اور اگر قرض کی رقم بطور صدقہ ہی دے دو تو یہ تمہارے لئے اور بھی اچھا ہے بشرطیکہ تم (اسے باعث اجر و ثواب) سمجھو ﴿۲۸۰﴾ اور اس دن سے ڈرتے رہو جس دن تم سب اللہ کے سامنے پیش کئے جاؤ گے، پھر ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائیگا اور ان (میں سے کسی) پر ظلم نہیں ہوگا ﴿۲۸۱﴾

معانی و مصادر

(ذَرُوْا) وَذَرَ، يَذَرُ، وَذْرٌ (ف) چھوڑنا۔

(بَقِيَ) بَقِيَ، يَبْقَى، بَقَاءٌ (س) و بَقْى، يَبْقِي، بَقْيٌ (ض) باقی رہنا۔

(فَأْذَنُوْا) اَذِنَ، يَأْذَنُ، اِذْنٌ و اَذَانٌ و اَذَانَةٌ (س) جاننا، خبردار ہونا (اِءْذَنْ امر کا صیغہ ہے اور اس کی جمع اِءْذَنُوْا ہے جس کے معنٰی ہیں خبردار ہو جاؤ)

(حَرْب) حَرَبَ، يَحْرُبُ، حَرْبٌ (ن) کسی کا سارا مال چھین لینا (حرب = لڑائی)۔

(تُبْتُمْ) تَابَ، يَتُوْبُ، تَوْبٌ و تَوْبَةٌ و تَابَةٌ و تَتْوِبَةٌ و مَتَابٌ (ن) توبہ کرنا، نادم ہونا۔

ذو = والا (اس کا تثنیہ ذَوَانِ اور جمع ذَوُوْنَ ہے اس کا مؤنث ذَاتِ ہے جس کا تثنیہ ذَوَاتَانِ اور جمع ذَوَاتٌ ہے)

(عُسْرَۃٍ) عَسِرَ، یَعْسَرُ، عُسْرٌ وعُسُرٌ وعَسَرٌ (س) وعَسُرَ، یَعْسُرُ، عُسْرٌ (ك) تنگ ہونا، سخت ہونا، مشکل ہونا۔

(نَظِرَۃٌ) اَنْظَرَ، یُنْظِرُ، اِنْظَارٌ (باب افعال) مہلت دینا (نَظِرَۃٌ = مہلت) نَظَرَ، یَنْظُرُ ونَظِرَ، یَنْظَرُ، نَظَرٌ ومَنْظَرٌ ومَنْظَرَۃٌ وتَنْظَارٌ ونَظَرَانٌ (ن، س) دیکھنا، مہلت دینا، موخر کرنا۔

(مَیْسَرَۃٍ) یَسَرَ، یَیْسِرُ، یُسْرٌ (ن) ویَسِرَ، یَیْسَرُ، یَسَرٌ (س) آسان ہونا۔ (مَیْسَرَۃٌ = سہولت، فراخی)۔

(تَصَدَّقُوْا) تَصَدَّقَ، یَتَصَدَّقُ، تَصَدُّقٌ (باب تفعل) صدقہ دینا۔

(تُوَفّٰی) وَفّٰی، یُوَفِّیْ، تَوْفِیَۃٌ (باب تفعیل) پورا پورا دینا (تُوَفّٰی = تُوَفِّیْ کا مجہول ہے)۔

تفسیر اوپر کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے سود کو مطلقاً حرام کر دیا آئندہ سود لینے کی کوئی صورت باقی نہیں چھوڑی، ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے غیر وصول شدہ سود کو بھی چھوڑ دینے کا حکم دیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا (اِتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا..... ......) اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور سود میں سے جو غیر وصول شدہ سود باقی رہ گیا ہے اسے بھی نہ لو، اگر تم صحیح معنوں میں ایمان لے آئے ہو تو تمہیں یہ کرنا پڑیگا، ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کے سامنے سر تسلیم خم کر دو، اس کے احکام کو برضاء ورغبت بجا لاؤ، اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے احکام کو تسلیم کرنے سے انکار کرے یا تسلیم کرے لیکن دل سے نہیں یا اس کے احکام کو بجا لائے لیکن خندہ پیشانی سے نہیں تو اس کا ایمان فریب نفس کے سوا اور کچھ نہیں، اس کو اپنی بے ایمانی کا جائزہ لے کر صحیح معنوں میں ایمان لانا چاہیئے۔

حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:۔

اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِیَّةِ تَحْتَ قَدَمَیَّ مَوْضُوْعٌ وَدِمَاءُ الْجَاهِلِیَّةِ مَوْضُوْعَةٌ وَاِنَّ اَوَّلَ دَمٍ اَضَعُ مِنْ دِمَائِنَا دَمُ ابْنِ رَبِیْعَةِ ابْنِ الْحَارِثِ کَانَ مُسْتَرْضِعًا فِیْ بَنِیْ سَعْدٍ فَقَتَلَتْهُ هُذَیْلٌ وَرِبَا الْجَاهِلِیَّةِ مَوْضُوْعٌ

خبردار ہو جاؤ جاہلیت کی تمام باتیں میرے دونوں قدموں کے نیچے پامال کر دی گئیں، جاہلیت کے زمانہ کے تمام خون (میرے دونوں قدموں کے نیچے) پامال کر دیئے گئے ہیں (اب کوئی کسی سے بدلہ نہیں لے سکتا) اور سب سے پہلا خون جو میں

وَاَوَّلُ رِبًا اَضَعُ مِنْ رِبَانَا رِبَا عَبَّاسِ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَاِنَّهٗ مَوْضُوْعٌ كُلُّهٗ (صحیح مسلم کتاب الحج باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جزء اول ص۵۱۱ و ص۵۱۲)

اپنے خونوں میں سے معاف کرتا ہوں ابن ربیعہ بن الحارث کا خون ہے جس کو قبیلہ ہذیل نے اس زمانہ میں قتل کیا تھا جب وہ قبیلۂ بنو سعد میں (ایام رضاعت میں) دودھ پیتا تھا اور جاہلیت کے زمانہ کے تمام سود (میرے دونوں قدموں کے نیچے) پامال کر دئے گئے ہیں اور سب سے پہلا سود جو میں باطل قرار دیتا ہوں ہمارے سودوں میں سے عباس بن عبد المطلب کا سود ہے، وہ پورا کا پورا چھوڑ دیا گیا ہے (اب کوئی کسی سے سود نہیں لے سکتا)۔

الغرض سود کی تمام بقایا رقمیں حرام قرار دی گئیں، جو لیا جا چکا ہے وہ لیا جا چکا اور جو نہیں لیا جا چکا وہ اب نہیں لیا جا سکتا، سودی کاروبار اللہ تعالےٰ کو اتنا ناپسند ہے کہ خلاف ورزی کرنے والوں کے سلسلہ میں اللہ تعالےٰ نے بہت سخت الفاظ استعمال فرمائے اور بہت سخت دھمکی دی، اللہ تعالےٰ نے فرمایا (فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ) اگر تم سود لینے سے باز نہیں آؤ گے تو پھر اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمہارے لئے اعلان جنگ ہے، تم جنگ کے لئے تیار رہو، اسلامی حکومت میں سودی کاروبار جاری رہے یہ نہیں ہو سکتا، اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ ایسے لوگوں کو باغی قرار دے کر ان کے خلاف سخت کاروائی کرے اور اگر فوج کشی کی ضرورت پیش آجائے تو اس میں بھی کوتاہی نہ کرے۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَاِنْ تُبْتُمْ) اگر توبہ کر لو اور سود لینے سے باز آجاؤ (فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ) تو تم اپنا زر اصل لے سکتے ہو (لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ) نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے، نہ تمہاری حق تلفی ہو اور نہ قرضداروں کی، دونوں ایک دوسرے کے حقوق کی نگہداشت کریں اور کوئی کسی کا نقصان نہ کرے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ سود لینا ایک قسم کا ظلم ہے، اسی طرح کسی سے روپیہ قرض لے کر ادا نہ کرنا یا ادا تو کرنا لیکن پورا ادا نہ کرنا بھی ظلم ہے خصوصاً وہ شخص جو مالدار ہو اور قرضہ ادا نہ کرے وہ تو بہت بڑا ظالم ہے اس لئے کہ مالدار کا تو ادائیگی میں دیر لگانا ہی ظلم ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ (صحیح بخاری کتاب فی الاستقراض باب مطل الغنی ظلم جزء ۳ ص۱۵۵ و صحیح مسلم کتاب البیوع باب تحریم مطل الغنی جزء اول ص۶۸۳)

مالدار کا قرضہ کی ادائیگی میں دیر لگانا ظلم ہے۔

جو شخص قرض لے اور ادا کرنے کی نیت نہ رکھے وہ یقیناً بہت بڑا ظالم ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فرماتے ہیں:-

مَنْ اَخَذَ اَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ اَدَاءَهَا اَدَّى اللّٰهُ عَنْهُ وَمَنْ اَخَذَ يُرِيْدُ اِتْلَافَهَا اَتْلَفَهُ اللّٰهُ (صحیح بخاری کتاب فی الاستقراض باب من اخذ اموال الناس یرید اداءھا جزء ۳ ص۱۵۲)

جو شخص لوگوں سے قرضہ لے اور اس کی نیت اس کو ادا کرنے کی ہو تو اللہ اس کی طرف سے ادا کر دیگا اور جو شخص لوگوں سے قرضہ لے اور اس کی نیت اس کو تلف کرنے کی ہو تو اللہ اُسے تلف کر دیگا۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں:-

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ رَجُلًا مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ سَأَلَ بَعْضَ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ اَنْ يَّسْلِفَهٗ اَلْفَ دِيْنَارٍ فَقَالَ ائْتِنِيْ بِالشُّهَدَاءِ اُشْهِدُهُمْ فَقَالَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا قَالَ فَاْتِنِيْ بِالْكَفِيْلِ قَالَ كَفٰى بِاللّٰهِ كَفِيْلًا قَالَ صَدَقْتَ فَدَفَعَهَا اِلَيْهِ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَخَرَجَ فِى الْبَحْرِ فَقَضٰى حَاجَتَهٗ ثُمَّ الْتَمَسَ مَرْكَبًا يَّرْكَبُهَا يَقْدَمُ عَلَيْهِ لِلْاَجَلِ الَّذِيْ اَجَّلَهٗ فَلَمْ يَجِدْ مَرْكَبًا فَاَخَذَ خَشَبَةً فَنَقَرَهَا فَاَدْخَلَ فِيْهَا اَلْفَ دِيْنَارٍ وَّصَحِيْفَةً مِّنْهُ اِلٰى صَاحِبِهٖ ثُمَّ زَجَّجَ مَوْضِعَهَا ثُمَّ اَتٰى بِهَا اِلَى الْبَحْرِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ اَنِّيْ كُنْتُ تَسَلَّفْتُ فُلَانًا اَلْفَ دِيْنَارٍ فَسَأَلَنِيْ كَفِيْلًا فَقُلْتُ كَفٰى بِاللّٰهِ كَفِيْلًا فَرَضِيَ بِكَ وَسَأَلَنِيْ شَهِيْدًا فَقُلْتُ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا فَرَضِيَ بِكَ وَاَنِّيْ جَهَدْتُّ اَنْ اَجِدَ مَرْكَبًا اَبْعَثُ اِلَيْهِ الَّذِيْ لَهٗ فَلَمْ اَقْدِرْ وَاِنِّيْٓ اَسْتَوْدِعُكَهَا فَرَمٰى بِهَا فِى الْبَحْرِ حَتّٰى وَلَجَتْ فِيْهِ ثُمَّ انْصَرَفَ وَهُوَ فِيْ ذٰلِكَ يَلْتَمِسُ مَرْكَبًا يَخْرُجُ اِلٰى بَلَدِهٖ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا، اس نے بنی اسرائیل میں سے ایک دوسرے شخص سے ایک ہزار دینار قرض مانگے، اس نے کہا گواہ لاؤ تاکہ میں انہیں گواہ بنالوں۔ اس نے کہا اللہ گواہ کافی ہے۔ اس نے کہا کوئی ضامن پیش کرو، اس نے کہا اللہ تعالیٰ ضمانت دینے کے لئے کافی ہے۔ اس نے کہا تم نے سچ کہا۔ پھر اس نے قرض مانگنے والے کو وہ رقم ایک وقت مقررہ تک کے لئے ادا کردی، پھر وہ قرضدار رقم لے کر بحری سفر کے لئے روانہ ہوگیا، اس نے اپنی ضرورت پوری کی، پھر سواری کو تلاش کیا تاکہ اس پر سوار ہوکر قرضخواہ کے پاس وقت مقررہ پر پہنچ جائے لیکن کوئی سواری نہیں ملی، پھر اس نے ایک لکڑی لی، اسے کھوکھلا کیا، پھر اس میں ایک ہزار دینار اور ایک خط لکھ کر رکھ دیا اور اس کے منہ کو مضبوطی کے ساتھ بند کر دیا، پھر اس لکڑی کو لے کر سمندر کے کنارے آیا اور اس طرح اللہ تعالےٰ سے دعاء کی "اے اللہ تو جانتا ہے میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار قرض لئے تھے اس نے مجھ سے ضامن مانگا، میں نے کہا اللہ ضامن کافی ہے، اس نے گواہ مانگا میں نے کہا

فَخَرَجَ الرَّجُلُ الَّذِیْ کَانَ اَسْلَفَهٗ یَنْظُرُ لَعَلَّ مَرْکَبًا جَاءَ بِمَالِهٖ فَاِذَا بِالْخَشَبَةِ الَّتِیْ فِیْهَا الْمَالُ فَاَخَذَ لِاَهْلِهٖ حَطَبًا فَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ وَالصَّحِیْفَةَ ثُمَّ قَدِمَ الَّذِیْ کَانَ اَسْلَفَهٗ فَاَتٰی بِالْاَلْفِ دِیْنَارٍ فَقَالَ وَاللّٰهِ مَازِلْتُ جَاهِدًا فِیْ طَلَبِ مَرْکَبٍ لِاٰتِیَكَ بِمَالِكَ فَمَا وَجَدْتُ مَرْکَبًا قَبْلَ الَّذِیْ اَتَیْتُ فِیْهِ قَالَ هَلْ کُنْتَ بَعَثْتَ اِلَیَّ بِشَیْءٍ قَالَ اُخْبِرُكَ اَنِّیْ لَمْ اَجِدْ مَرْکَبًا قَبْلَ الَّذِیْ جِئْتُ فِیْهِ قَالَ فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَدّٰی عَنْكَ الَّذِیْ بَعَثْتَ فِی الْخَشَبَةِ فَانْصَرِفْ بِالْاَلْفِ الدِّیْنَارِ رَاشِدًا (رواہ البخاری تعلیقا۔ فی کتاب البیوع باب الکفالة فی القرض جزء ۳ ص۱۲۲ ووصله فی باب التجارة فی البحر جزء ۳ ص۷۳ وانظر فتح الباری جزء ۵ ص۲۰۳)

اللہ گواہ کافی ہے، وہ راضی ہو گیا، میں نے سواری کے لئے بہت کوشش کی لیکن سواری نہ مل سکی، اب میں یہ لکڑی تیرے سپرد کرتا ہوں" یہ کہہ کر اس نے لکڑی کو سمندر میں پھینک دیا، پھر وہ واپس آ گیا، اسی اثناء میں وہ پھر سواری تلاش کرنے لگا، وہ شخص جس نے قرض دیا تھا، سمندر کے کنارہ پر یہ دیکھنے آیا کہ شاید کوئی سوار اس کا مال لے کر آیا ہو تو اُسے وہ لکڑی ملی، وہ اُسے اپنے ایندھن کے لئے گھر لے آیا، جب اس نے اُسے چیرا تو اس کو اس کی رقم مل گئی اور خط بھی مل گیا، پھر وہ قرضدار بھی ایک ہزار دینار لے کر اس کے پاس پہنچ گیا، قرضدار نے کہا: اللہ کی قسم میں سواری کے لئے برابر کوشش کرتا رہا تاکہ تمہارا روپیہ تمہیں آ کر ادا کر دوں لیکن کوئی سواری نہیں ملی، قرضخواہ نے کہا: کیا تم نے مجھے کوئی چیز بھیجی تھی، اس نے کہا میں نے تمہیں خبر تو دی کہ مجھے اس سے قبل کوئی سواری نہیں مل سکی، قرضخواہ نے کہا "بے شک اللہ نے تمہاری طرف سے وہ رقم ادا کر دی جو تم نے لکڑی میں رکھ کر بھیجی تھی اب تم یہ ایک ہزار دینار لے کر خوشی خوشی واپس جاؤ"۔

مذکورۂ بالا احادیث سے ثابت ہوا کہ اگر خلوص کے ساتھ قرضہ ادا کرنے کی نیت ہو تو اللہ تعالیٰ ادا کرا دیتا ہے۔

الغرض قرضدار کو جہاں تک ہو سکے قرضہ جلدی ادا کر دینا چاہئے اور قرضخواہ کو صرف اپنا زر اصل لینا چاہئے، سود نہیں لینا چاہئے، یہ آیت اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ قرضخواہ زر اصل سے زیادہ کچھ نہیں لے سکتا یعنی سود مفرد بھی جسے سادہ سود بھی کہتے ہیں لینا قطعاً حرام ہے۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَاِنْ کَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰی مَیْسَرَةٍ) اگر قرضدار تنگ دست ہو تو قرضخواہ کو چاہئے کہ قرضدار کو فراخی تک کی مہلت دیدے، اُسے وقت مقررہ پہ قرضہ ادا کرنے کے لئے مجبور نہ کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَاتَ رَجُلٌ فَقِيْلَ لَهٗ قَالَ كُنْتُ اُبَايِعُ النَّاسَ فَاَتَجَوَّزُ عَنِ الْمُوْسِرِ وَاُخَفِّفُ عَنِ الْمُعْسِرِ فَغُفِرَ لَهٗ (صحیح بخاری کتاب فی الاستقراض باب حسن التقاضی جزء ۳ ص ۱۵۳ وصحیح مسلم کتاب البیوع باب فضل انظار المعسر جزء اول ص ۶۸۲ واللفظ للبخاری)

ایک شخص کی وفات ہوئی تو اس سے پوچھا گیا (کہ تو کیا کیا کرتا تھا) اس نے کہا میں لوگوں سے خرید وفروخت کرتا تھا تو خوشحال کو مہلت دے دیا کرتا تھا اور تنگ دست پر تخفیف کر دیا کرتا تھا (یعنی قرضہ میں تخفیف کر دیا کرتا تھا) تو (اس بات پر) اس کو بخش دیا گیا۔

پھر اللہ تعالٰے نے فرمایا (وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ) اور اگر تم قرضہ کو معاف کر دو تو یہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے (اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ) بشرطیکہ تمہیں اس کے بہتر ہونے کا یقین ہو، تمہارا ایمان ہو کہ اگر تنگ دست کے ساتھ احسان کرو گے تو اللہ تعالٰے تم کو اجر وثواب دیگا، بغیر ایمان ویقین اور خلوص نیت کے کچھ نہیں ملتا لہذا اللہ تعالٰے کے تمام وعدوں پر کامل یقین ہونا ضروری ہے اور پھر تمام اعمال کو خلوص نیت سے کرنا ضروری ہے۔

تنگ دست کو معاف کر دینا بڑے ثواب کا کام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

كَانَ تَاجِرٌ يُدَايِنُ النَّاسَ فَاِذَا رَاٰى مُعْسِرًا قَالَ لِفِتْيَانِهٖ تَجَاوَزُوْا عَنْهُ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يَّتَجَاوَزَ عَنَّا فَتَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهُ (صحیح بخاری کتاب البیوع باب من انظر معسرا جزء ۳ ص ۷۵ وصحیح مسلم کتاب البیوع باب فضل انظار المعسر جزء اول ص ۶۸۳ واللفظ للبخاری)

ایک تاجر لوگوں سے لین دین کا معاملہ کرتا تھا، جب وہ کسی تنگ دست کو دیکھتا تو اپنے غلاموں سے کہتا کہ اس کو معاف کر دو شاید اللہ بھی ہمیں معاف فرمائے (جب وہ مرا) تو اللہ تعالٰی نے اُسے معاف کر دیا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:۔

سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْتَ خُصُوْمٍ بِالْبَابِ عَالِيَةً اَصْوَاتُهُمَا وَاِذَا اَحَدُهُمَا يَسْتَوْضِعُ الْاٰخَرَ وَيَسْتَرْفِقُهٗ فِيْ شَيْءٍ وَهُوَ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَا اَفْعَلُ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمَا فَقَالَ اَيْنَ الْمُتَاَلِّيْ عَلَى اللّٰهِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازے پر (دو) جھگڑنے والوں کی آوازیں سنیں۔ دونوں کی آوازیں بلند تھیں، ایک ان میں سے دوسرے سے کچھ معاف کرانا چاہتا تھا اور یہ چاہتا تھا کہ قرضخواہ اس کے ساتھ نرمی کرے۔ دوسرا یہ کہہ رہا تھا اللہ کی قسم میں ایسا نہیں کروں گا (ان کی یہ باتیں

لَا يَفعَلُ الْمَعرُوفَ قَالَ أَنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَلَهُ أَيَّ ذٰلِكَ أَحَبَّ (صحیح مسلم کتاب البیوع ابواب المزارعة باب استحباب الوضع من الدین جزء اول ص۶۸۰)

سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر ان کے پاس تشریف لے گئے، آپ نے فرمایا: "اللہ کی قسم کھانے والا کہ وہ نیکی نہیں کریگا کہاں ہے؟" اس نے کہا " اے اللہ کے رسول، میں یہاں موجود ہوں (اب) اس کو اختیار ہے یہ جو چاہے کرے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُنَجِّيَهُ اللّٰهُ مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلْيُنَفِّسْ عَنْ مُعْسِرٍ أَوْ يَضَعْ عَنْهُ (صحیح مسلم کتاب البیوع ابواب المزارعة باب فضل انظار المعسر جزء اول ص۶۸۳)

جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ اللہ قیامت کی سختیوں سے اُسے نجات دے تو اُسے چاہیئے کہ تنگ دست کو مہلت دے یا (بالکل) معاف ہی کر دے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا أَوْ وَضَعَ عَنْهُ أَظَلَّهُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهِ (صحیح مسلم کتاب الزھد باب حدیث جابر الطویل وقصة ابی یسر جزء ۲ ص۶۲۰)

جو شخص کسی تنگ دست کو (قرضہ کی ادائیگی میں) مہلت دے یا (قرضہ) معاف کر دے تو اللہ اُسے (قیامت کے دن) اپنے سایہ میں جگہ دیگا۔

الغرض تنگ دست کو مہلت دینا یا قرضہ معاف کر دینا دونوں بڑے اجر و ثواب کے کام ہیں۔

قرضہ، سود اور تنگ دستوں پر احسان کرنے کے احکام دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا (وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ إِلَى اللّٰهِ) اس دن سے ڈرو جس دن تم اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کئے جاؤ گے، اگر تم نے اپنے بھائیوں کے ساتھ نیکی نہیں کی اور سود لیتے رہے تو (ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ) پھر (اچھی طرح سمجھ لو کہ وہاں تمہارے اعمال تمہارے کام آئیں گے) وہاں تو ہر شخص کو اس کے اعمال ہی کا پورا پورا بدلہ دیا جائیگا (وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ) کسی پر ظلم نہیں ہوگا، کسی کی حق تلفی نہیں ہوگی، نہ کسی کے ثواب میں کمی ہوگی اور نہ کسی کے عذاب میں زیادتی، ہر شخص کو اُس کے عمل کے مطابق جزا یا سزا ملے گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَإِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ أَعْمَالَهُمْ۔

(ھود ـ ۱۱۱)

(اے رسول) آپ کا ربّ ان سب کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ○

(آل عمران ۔ ۲۵)

ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائیگا اور ان (میں سے کسی شخص) پر ظلم نہیں ہوگا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ○

(النحل ۔ ۱۱۱)

ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان (میں سے کسی شخص) پر ظلم نہیں ہوگا۔

عمل

اے لوگو، جب کسی کو قرض دیجیئے تو بغیر سود کے قرض دیجیئے، سود ہرگز نہ لیجیئے، یہ ایمان کے منافی ہے، اپنا زر اصل لیجیئے اور بس۔ اگر قرضدار تنگ دست ہو تو اُسے فراخی حاصل ہونے تک قرضہ کی ادائیگی میں مہلت دیجیئے بلکہ بہتر یہ ہے کہ قرضہ معاف ہی کر دیجیئے اور اے لوگو، اگر آپ کسی سے قرض لیں تو اس کی رقم وقت مقررہ پر ادا کرنے کی کوشش کیجیئے، اگر آپ خوشحال ہیں تو قرضہ کی ادائیگی میں ہرگز دیر نہ کیجیئے، اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہیئے، ایک دن آپ کو اس کے سامنے جانا ہے اور اپنا حساب دینا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس دن آپ خائب اور خاسر ہوں اور عذاب الٰہی میں گرفتار ہو جائیں۔ ایسے عمل کیجیئے جن کی بدولت اللہ تعالےٰ راضی ہو جائے اور آپ اس کے فضل سے کامیاب اور کامران ہو جائیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَايَنْتُمْ

بِدَيْنٍ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ

وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ

وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ

كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ

وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ

وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ

مِنْهُ شَيْـًٔا فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ

الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ

لَا يَسْتَطِيعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ
وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ وَاسْتَشْهِدُوْا
شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ
فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ
وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ
الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا
فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى
وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا
دُعُوْا وَلَا تَسْـَٔمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ

صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا إِلَىٰٓ أَجَلِهِ ذٰلِكُمْ

أَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ

وَأَدْنَىٰٓ أَلَّا تَرْتَابُوٓا إِلَّآ أَنْ

تَكُونَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيرُونَهَا

بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ

أَلَّا تَكْتُبُوهَا وَأَشْهِدُوٓا إِذَا

تَبَايَعْتُمْ ۚ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ

وَّلَا شَهِيدٌ وَإِنْ تَفْعَلُوا

فَإِنَّهُ فُسُوقٌ بِكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ۗ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۲﴾

ترجمہ اے ایمان والو، جب تم مقررہ میعاد کے لئے قرض کا معاملہ کیا کرو تو اُسے لکھ لیا کرو، لکھنے والے کو چاہئیے کہ انصاف کے ساتھ لکھے (کسی کی حق تلفی نہ کرے) اور جس طرح اللہ نے اُسے لکھنا سکھایا ہے اس طرح لکھنے سے انکار نہ کرے بلکہ اسی طرح لکھ دے۔ (دستاویز کا) مضمون وہ شخص لکھوائے جس پر (قرضہ کی ادائیگی) واجب ہو، اُسے چاہئیے کہ اللہ سے ڈرے اور قرضہ کی رقم لکھوانے میں ذرا سی بھی کمی نہ کرے، اگر قرض لینے والا بے وقوف ہو یا کمزور ہو یا (کسی اور وجہ سے) لکھوا نہ سکتا ہو تو اُس کے ولی کو چاہئیے کہ وہ انصاف کے ساتھ لکھوا دے۔ (دستاویز پر) ان گواہوں میں سے جن کو تم پسند کرو اپنے (ہم عقیدہ) مَردوں میں سے دو مرد گواہ کر لیا کرو، اگر دو مرد (میسّر) نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں گواہ کر لیا کرو، (دو عورتوں کی گواہی سے یہ فائدہ ہوگا) کہ اگر ایک بھول جائے گی تو دوسری اُسے یاد دلا دے گی۔ گواہوں کو جب (گواہی کے لئے) بلایا جائے تو وہ (گواہی کے لئے آنے سے) انکار نہ کریں اور (اے ایمان والو) اگر قرض کا معاملہ ایک مقررہ مدّت کے لئے ہو تو پھر رقم کم ہو یا زیادہ اُسے لکھنے میں کاہلی نہ کیا کرو، لکھ لینا انصاف کے زیادہ قریب ہے اور شہادت کے لئے زیادہ صحیح ہے اور اس میں اس بات کا زیادہ امکان ہے کہ (بعد میں) تمہیں کسی قسم کا شک نہ ہو اور (اے ایمان والو) اس تجارت کے نہ لکھنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں جو تجارت تمہارے درمیان دست بدست ہوتی رہتی ہے، البتہ جب تم خرید و فروخت (کا معاملہ قرض پر) کیا کرو تو (اگرچہ لکھنا تم پر فرض نہیں تاہم) گواہ پھر بھی کر لیا کرو، کاتب اور گواہ (فریقین میں سے) کسی کو نقصان نہ پہنچائیں اور (اے ایمان والو) اگر تم ایسا کرو تو یہ تمہارے لئے گناہ کی بات ہے، اللہ سے ڈرتے رہو، اللہ تمہیں (حکمت کی باتیں) سکھا رہا ہے اور (یہ خوب سمجھ لو کہ) اللہ (سے حکمت کی کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے کیونکہ وہ) ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ ﴿۲۸۲﴾

معانی و مصادر (تَدَايَنْتُمْ) تَدَايَنَ، يَتَدَايَنُ، تَدَايُنٌ (باب تفاعل) ایک دوسرے سے قرض لینا۔

(دَيْن) دَانَ، يَدِيْنُ، دَيْنٌ (ض) قرض دینا، قرض لینا۔

(اَجَلٍ) اَجِلَ، یَأْجَلُ، اَجَلٌ (س) وقت مقرر کرنا، تاخیر کرنا۔
(مُسَمًّی) سَمّٰی، یُسَمِّیْ، تَسْمِیَۃٌ (باب تفعیل) نام رکھنا (مُسَمًّی = معیّن، نام رکھا گیا)
(عَدْل) عَدَلَ، یَعْدِلُ، عَدْلٌ (ض) انصاف کرنا، جادۂ حق سے ہٹ جانا۔
(یَأْبَ) اَبٰی، یَأْبٰی (وَ یَاْبِیْ) اِبَاءٌ و اِبَاءَۃٌ (ف،ض) ناپسند کرنا۔
(یُمْلِلْ) (یُمِلَّ) اَمَلَّ (اَمْلَلَ)، یُمِلُّ (یُمْلِلُ) اِمْلَالٌ (باب افعال) لکھوانا۔
(یَبْخَسْ) بَخَسَ، یَبْخَسُ، بَخْسٌ (ف) کم کرنا۔
(سَفِیْہٌ) سَفِہَ، یَسْفَہُ، سَفَہٌ (س) بے وقوف ہونا۔
(شَہِیْدٌ) شَہِدَ، یَشْہَدُ، شَہَادَۃٌ (ك س) گواہی دینا۔
(تَضِلَّ) ضَلَّ، یَضِلُّ، ضَلَالٌ و ضَلَالَۃٌ (ف وض) گمراہ ہونا، گم ہونا، تلف ہوجانا، مرکر مٹی ہوجانا۔
(تُذَكِّرَ) ذَكَّرَ، یُذَكِّرُ، تَذْكِیْرٌ (باب تفعیل) یاد دلانا، نصیحت کرنا۔
(اِذَا = جب، اِذَامَا میں مَا حرف زائد ہے)۔
(دُعُوْا) دَعَا، یَدْعُوْ، دُعَاءٌ، دَعْوٰی (ن) پکارنا، بلانا، مدد مانگنا، دعاء کرنا۔
(تَسْئَمُوْا) سَئِمَ، یَسْئَمُ، سَاٰمَۃٌ، سَاٰمٌ، و سَأْمَۃٌ و سَأْمٌ و سَآمَۃٌ (س) عاجز ہوجانا، ملول ہونا، تھک جانا۔
(اَدْنٰی) دَنَا، یَدْنُوْ، دُنُوٌّ و دَنَاوَۃٌ (ن) قریب ہونا، (اَدْنٰی = اسم تفضیل ہے)۔
(تَرْتَابُوْا) اِرْتَابَ، یَرْتَابُ، اِرْتِیَابٌ (باب افتعال) شک کرنا۔
(تِجَارَۃ) تَجَرَ، یَتْجُرُ، تَجْرٌ و تِجَارَۃٌ (ن) تجارت کرنا۔
(تُدِیْرُوْنَ) اَدَارَ، یُدِیْرُ، اِدَارَۃٌ (باب افعال) گھومنا، گھمانا۔
(جُنَاحٌ) جَنَحَ، یَجْنَحُ، جُنُوْحٌ (ن وف وض) مائل ہونا (جُنَاح = گناہ)
(تَبَایَعْتُمْ) تَبَایَعَ، یَتَبَایَعُ، تَبَایُعٌ (باب تفاعل) آپس میں خرید و فروخت کرنا۔
(یُضَارَّ) ضَارَّ، یُضَارُّ، مُضَارَّۃٌ، ضِرَارٌ (باب مفاعلہ) نقصان پہنچانا، مخالفت کرنا۔
(فُسُوْقٌ) فَسَقَ، یَفْسِقُ و فَسُقَ و یَفْسُقُ، فِسْقٌ و فُسُوْقٌ (ن وض وك) طریق حق سے نکل جانا، گناہ کرنا۔

تفسیر گذشتہ آیات میں اللہ تعالےٰ نے ان ضابطوں کا ذکر فرمایا جو قرضخواہ اور قرضدار کو ملحوظ رکھنے ضروری ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے قرض کے سلسلہ میں چند مزید ضابطوں کا ذکر فرمایا، اللہ تعالےٰ نے فرمایا " اے ایمان والو، جب تم آپس میں ایک دوسرے سے ... مدت کے لئے کوئی رقم قرض لیا کرو تو قرض کے معاہدے کو لکھ لیا کرو، لکھنے والا حق و انصاف کے ساتھ لکھے

(وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَنْ يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ) لکھنے والے کو جس طریقہ سے اللہ نے اُسے لکھنا سکھایا ہے اس طریقہ کے مطابق لکھنے سے انکار نہیں کرنا چاہیئے، (فَلْيَكْتُبْ) بلکہ اسی طرح ان قواعد وضوابط کے ساتھ اُسے دستاویز لکھ دینی چاہیئے جس قواعد وضوابط کی موجودگی میں وہ دستاویز مستند سمجھی جاتی ہے اس میں کسی قسم کا قانونی سقم نہ رہنے دے۔

پھر اللہ تعالٰے نے فرمایا (وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ ......) اس دستاویز کا مضمون وہ لکھوائے جو قرض لے رہا ہو، جس پر مدت معین کے بعد قرض ادا کرنا ضروری ہو، قرض لینے والے کو چاہیئے کہ لکھوانے میں کسی قسم کی کمی نہ کرے، اللہ سے ڈرے اور پوری رقم لکھوائے (فَإِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا) پھر اگر قرض لینے والا جس کے ذمہ اُس رقم کی ادائیگی لازم ہو بے عقل ہو، کمزور ہو یا اور کوئی ایسی مجبوری لاحق ہو کہ وہ لکھوانے کے قابل نہ ہو (فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ) تو اس کے ولی یا وارث کو چاہیئے کہ وہ انصاف کے ساتھ دستاویز لکھوا دے۔

پھر فرمایا: (وَاسْتَشْهِدُوا ......) جن گواہوں کو تم پسند کرو، جن کی گواہی سے تم راضی ہو، جن کے متعلق تمہیں یقین ہو کہ گواہی میں ناانصافی نہیں کرینگے، ایسے گواہوں میں سے (مِنْ رِجَالِكُمْ) اپنے (ہم عقیدہ یعنی مسلم) مردوں میں سے دو مردوں کو اس دستاویز پر گواہ کر لیا کرو، اگر ایسے دو مرد نہ مل سکیں تو ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ کر لیا کرو، دو عورتوں کی گواہی سے یہ فائدہ ہوگا کہ اگر ایک عورت بھول جائے گی تو دوسری اُسے یاد دلا دے گی۔

مذکورہ بالا آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت میں فطرتاً بھول زیادہ ہوتی ہے، اس کی اس بھول کی تلافی اس طرح کر دی گئی کہ گواہی میں اس کے ساتھ ایک اور عورت کا اضافہ کر دیا گیا پھر اللہ تعالٰے فرماتا ہے (وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا) گواہوں کو جب گواہی دینے کے لئے بلایا جائے تو وہ آنے سے انکار نہ کریں۔

پھر اللہ تعالٰے فرماتا ہے (وَلَا تَسْأَمُوا أَنْ تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا ......) اور قرضہ کی رقم تھوڑی ہو یا بہت اس کے لکھنے میں تساہل نہ کیا کرو (ذٰلِكُمْ أَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ) دستاویز کا لکھ لینا اللہ تعالٰے کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے، لکھ لینے سے کسی کا نقصان نہیں ہوگا، ہر ایک کو اس کا حق مل جائیگا (وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ) اور گواہی بھی زیادہ مضبوط ہوگی، ہر گواہ اپنے دستخط دیکھ کر صحیح گواہی پر قائم رہے گا (وَأَدْنَىٰ أَلَّا تَرْتَابُوا) اور تحریر کرنے میں اس بات کا زیادہ امکان ہے کہ تم شک میں نہیں پڑو گے۔ بہ نسبت حافظہ کے تحریر یقین کے زیادہ قریب کر دیتی ہے البتہ (إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيرُونَهَا بَيْنَكُمْ) اگر تجارت دست بدست ہو، سودا نقد ہو، اسی وقت قیمت دی جائے اور اسی وقت خریدی ہوئی چیز لے لی جائے تو پھر تحریر نہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں (وَأَشْهِدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ) ہاں یہ پھر بھی ضروری ہے کہ اگر قرض پر خرید و فروخت

کر دو تو گواہ کر لیا کرو تاکہ بعد میں کوئی جھگڑا نہ پیدا ہو اور اگر پیدا ہو تو وہ گواہی سے فوراً سلجھایا جا سکے، لیکن اگر خرید و فروخت قرض پر نہ ہو تو پھر نہ لکھنے کی ضرورت ہے اور نہ گواہی کی جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث سے ثابت ہوتا ہے:۔

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْتَاعَ فَرَسًا مِنْ أَعْرَابِيٍّ فَاسْتَتْبَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَقْضِيَهُ ثَمَنَ فَرَسِهِ فَأَسْرَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَشْيَ وَأَبْطَأَ الْأَعْرَابِيُّ فَطَفِقَ رِجَالٌ يَعْتَرِضُونَ الْأَعْرَابِيَّ فَيُسَاوِمُونَ بِالْفَرَسِ لَا يَشْعُرُونَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْتَاعَهُ حَتّٰى زَادَ بَعْضُهُمُ الْأَعْرَابِيَّ فِي السَّوْمِ عَلٰى ثَمَنِ الْفَرَسِ الَّذِي ابْتَاعَهُ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَادَى الْأَعْرَابِيُّ فَقَالَ إِنْ كُنْتَ مُبْتَاعًا هٰذَا الْفَرَسَ فَابْتَعْهُ وَإِلَّا بِعْتُهُ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ سَمِعَ نِدَاءَ الْأَعْرَابِيِّ فَقَالَ أَوَلَيْسَ قَدِ ابْتَعْتُهُ مِنْكَ قَالَ لَا وَاللّٰهِ مَا بِعْتُكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلٰى قَدِ ابْتَعْتُهُ مِنْكَ فَطَفِقَ النَّاسُ يَلُوذُونَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْأَعْرَابِيِّ وَهُمَا يَتَرَاجَعَانِ فَطَفِقَ الْأَعْرَابِيُّ هَلُمَّ شَهِيدًا يَشْهَدُ أَنِّي بَايَعْتُكَ فَمَنْ جَاءَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ قَالَ لِلْأَعْرَابِيِّ وَيْلَكَ، النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ لِيَقُولَ إِلَّا حَقًّا حَتّٰى جَاءَ خُزَيْمَةُ فَاسْتَمَعَ لِمُرَاجَعَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُرَاجَعَةِ الْأَعْرَابِيِّ فَطَفِقَ الْأَعْرَابِيُّ يَقُولُ هَلُمَّ شَهِيدًا يَشْهَدُ أَنِّي بَايَعْتُكَ قَالَ خُزَيْمَةُ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دیہاتی سے ایک گھوڑا خریدا، آپ نے قیمت ادا کرنے کے لئے اُسے اپنے ساتھ لے لیا، آپ نے رفتار تیز کر دی اور وہ پیچھے رہ گیا، لوگ اس اعرابی سے اس گھوڑے کا سودا کرنے لگے، انہیں یہ نہیں معلوم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے خرید چکے ہیں یہاں تک کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اس کی قیمت لگا دی۔ اعرابی نے پکار کر کہا کہ اگر آپ کو خریدنا ہو تو خرید لو ورنہ میں کسی اور کو بیچ دوں۔ یہ آواز سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رُک گئے۔ آپ نے اعرابی سے فرمایا کیا میں نے تم سے یہ گھوڑا نہیں خریدا؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم میں نے آپ کو نہیں بیچا، بہت سے لوگ جمع ہو گئے، وہ اعرابی کہنے لگا کوئی گواہ پیش کرو کہ میں نے یہ گھوڑا آپ کو بیچ دیا، جو مسلم وہاں آتا وہ اعرابی سے کہتا، تیری خرابی ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوائے حق کے کوئی بات نہیں کہتے، اتنے میں حضرت خزیمہؓ آئے انہوں نے دونوں کی گفتگو سنی، وہ کہنے لگے میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے یہ گھوڑا رسول اللہ صلی اللہ کو بیچ دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خزیمہؓ سے پوچھا: تم کس بنیاد پر گواہی دے رہے ہو، انہوں نے کہا کہ (آپ کی نبوت کی تصدیق کی بنیاد پر) (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی گواہی کو دو مردوں کی گواہی کے

أَنَا أَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَايَعْتَهُ فَأَقْبَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى خُزَيْمَةَ فَقَالَ بِمَ تَشْهَدُ فَقَالَ بِتَصْدِيقِكَ يَا رَسُولَ اللهِ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهَادَةَ خُزَيْمَةَ بِشَهَادَةِ رَجُلَيْنِ (مسند احمد وابوداؤد کتاب القضاء باب اذا علم الحاکم صدق شھادۃ الواحد یجوز لہ ان یقضی بہ جزء ۲ ص۱۵۲ وسندہ صحیح۔ بلوغ جزء ۱۵ ص۵۲و۵۵)

برابر قرار دیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نقد تجارت میں نہ لکھنا ضروری ہے اور نہ گواہی ضروری ہے۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيدٌ) کاتب اور گواہ فریقین میں سے کسی کا نقصان نہ کریں، کاتب کو چاہیئے کہ جو کچھ لکھوایا جارہا ہے اُسے بے کم وکاست لکھ دے، کاٹ چھانٹ نہ کرے، تحریر میں توریہ سے کام نہ لے، اسی طرح گواہ بھی سچی گواہی دیں، اپنے بیان میں پیچیدگی پیدا کرکے دھوکا نہ دیں اور اے کاتبو اور شاہدو (وَإِن تَفْعَلُوا فَإِنَّهُ فُسُوقٌ بِكُمْ) اگر تم ایسا کروگے تو یہ گناہ کی بات ہوگی، اس گناہ کی وجہ سے تم کو عذاب ہوگا لہذا (اتَّقُوا اللهَ) اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہو، گناہ کا کام نہ کرو پھر اس کی سزا میں عذاب الٰہی میں گرفتار ہوجاؤ (وَيُعَلِّمُكُمُ اللهُ) اللہ تعالےٰ تم کو تعلیم دے رہا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم سے غلطی ہوجائے اور تم گناہگار ہوجاؤ، وہ تمہیں حکمت کی باتیں سکھا رہا ہے تاکہ ان کی موجودگی میں تمام ناانصافیوں اور جھگڑوں کا سدِّباب ہوجائے، اس کی نگاہ سے حکمت کی کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے، اس لئے کہ وہ (بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ) ہر چیز کا علم رکھتا ہے، قرض کے معاملات میں جتنی حکمتیں تھیں وہ سب اس نے تمہیں بتادیں اور تمہارے معاملات میں فتنہ وفساد کے جتنے رخنے ہوسکتے تھے ان سب کو بند کردیا، اب تم اللہ تعالےٰ کے احکام پر آنکھ بند کرکے عمل کرتے رہو اور اس کی حکمتوں اور مصلحتوں سے فیضیاب ہو۔

عمل

اے لوگو، قرض کے معاملات کو جن کی ادائیگی کے لئے وقت مقرر کردیا گیا ہو لکھ لیا کیجئے،

تحریری دستاویز پر دو مسلم مردوں کو گواہ کر لیا کیجئے، اگر دو مرد نہ مل سکیں تو ایک مرد اور دو عورتوں
کو گواہ کر لیا کیجئے، اگر آپ گواہ بنائے جائیں تو جب آپ کو گواہی کے لئے بلایا جائے تو جانے
سے انکار نہ کیجئے، انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیئے، اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہیئے۔

قرض کی رقم کم ہو یا زیادہ ہر حال میں دستاویز لکھنا ضروری ہے اگر تجارت دست بدست ہو تو نہ لکھنا
ضروری ہے اور نہ گواہ کرنا ضروری ہے۔ ہاں اگر تجارت قرض پر ہو تو لکھنا تو ضروری نہیں لیکن گواہ پھر بھی کر
لیا کیجئے۔

وَإِن كُنتُمْ عَلَىٰ سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا
كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوضَةٌ ۖ فَإِنْ
أَمِنَ بَعْضُكُم بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ
الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ وَلْيَتَّقِ
اللَّهَ رَبَّهُ ۗ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ
وَمَن يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ ۗ
وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴿٢٨٣﴾

ترجمہ اور (اے ایمان والو) اگر تم سفر میں ہو اور تمہیں کوئی کاتب نہ مل سکے تو پھر کوئی چیز قرض دینے والے کے قبضہ میں رہن رکھ دو (تاکہ قرض دینے والے کو اطمینان رہے) اس طرح اگر تم میں سے کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے پاس اپنی امانت (بطور رہن) رکھوائے تو امانت دار کو چاہیئے کہ (قرضہ کی ادائیگی کے بعد) اس کی امانت اس کے حوالہ کر دے اور اللہ (یعنی) اپنے رب سے ڈرتا رہے (کہیں ایسا نہ ہو کہ خیانت کر بیٹھے اور پھر عذاب الٰہی میں گرفتار ہو جائے) اور (اے ایمان والو) گواہی کو نہ چھپایا کرو، جو شخص گواہی کو چھپائے گا اس کا دل گنہگار ہوگا۔ اللہ

رکو تمہارے دل کا حال بھی معلوم ہوتا ہے اور وہ) جو کچھ تم کرتے ہو اس سے بھی واقف ہوتا ہے (۲۸۳)

معانی ومصادر (تَجِدُوْا) وَجَدَ و وَجِدَ، يَجِدُ، وُجْدٌ وجِدَةٌ و وُجُوْدٌ و وِجْدَانٌ (ح۔ض) پانا۔

(رِهَانٌ) رَاهَنَ، يُرَاهِنُ، مُرَاهَنَةٌ و رِهَانٌ (باب مفاعلہ) رہن رکھنا۔

(مَقْبُوْضَةٌ) قَبَضَ، يَقْبِضُ، قَبْضٌ (ض) مٹھی میں پکڑنا، تنگ کرنا، قبضہ میں لینا۔

(اَمِنَ) اَمِنَ، يَأْمَنُ، اَمْنٌ و اَمْنٌ و اَمَانٌ و اَمَنَةٌ (س) مطمئن ہونا، امانت دار بنانا۔

(يُؤَدِّ) أَدّٰى، يُؤَدِّيْ، تَأْدِيَةٌ (باب تفعیل) ادا کرنا۔

(اُؤْتُمِنَ) اِئْتَمَنَ، يَأْتَمِنُ، اِئْتِمَانٌ (باب افتعال) امین بنانا (مادہ ء م ن ہے)۔

(لَا تَكْتُمُوْا) (يَكْتُمْ) كَتَمَ، يَكْتُمُ، كَتْمٌ و كِتْمَانٌ (ن) چھپانا۔

(اَمَانَةٌ) اَمُنَ، يَأْمُنُ، اَمَانَةٌ (ك) امانتداری کرنا۔

تفسیر گذشتہ آیت میں اللہ تعالٰے نے قرض کے معاملات کو لکھنے کا حکم دیا، لیکن سفر میں کیونکہ کاتب کا ملنا مشکل ہوتا ہے اس لئے فرمایا کہ اگر کاتب نہ مل سکے تو قرض دینے والے کے پاس بطور امانت کوئی چیز رہن رکھ دو، قرض کی دستاویز اور گواہوں کی گواہی سے قرض دینے والا مطمئن ہوتا ہے کہ اس کی دی ہوئی رقم ضائع نہیں ہو گی، یہی صورت رہن میں پیش آتی ہے، قرض دینے والا مطمئن ہوتا ہے کہ اس کی دی ہوئی رقم ضائع نہیں ہو گی اس لئے کہ قرضدار اپنی امانت کو واپس حاصل کرنے کی کوشش کریگا اور قرضہ کی رقم ادا کر کے اپنی چیز واپس لے لیگا۔

رہن رکھنے کی یہ رعایت حالت اقامت میں بھی ہے، اگر حالت اقامت میں بھی فوری طور پر کاتب میسر نہ ہو تو قرضدار اپنی کوئی چیز بطور امانت قرضخواہ کے پاس رہن رکھ کر قرضہ حاصل کر سکتا ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:۔

رَهَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِرْعًا لَهُ بِالْمَدِيْنَةِ عِنْدَ يَهُوْدِيٍّ وَّ اَخَذَ مِنْهُ شَعِيْرًا لِّاَهْلِهٖ (صحیح بخاری کتاب البیوع باب شراء النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالنَّسِيْئَةِ جزء ۳ ص۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ایک یہودی کے پاس اپنی لوہے کی قمیص رہن رکھی اور اس سے اپنے اہل کے لئے کچھ جو خریدے۔

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں:۔

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرٰى طَعَامًا مِنْ يَهُوْدِيٍّ اِلٰى اَجَلٍ وَّ رَهَنَهٗ دِرْعًا مِنْ حَدِيْدٍ (صحیح بخاری کتاب البیوع

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے ایک وقت مقررہ پر قیمت ادا کرنے کی شرط پر کچھ غلہ خریدا اور لوہے کی ایک زرہ اس کے پاس

باب منراء النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالنسیئۃ رہن رکھ دی۔
جزء ۳ ص۳۷ وصحیح مسلم کتاب البیوع باب
الرھن جزء اول ص۳۷)

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا (فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ) قرضخواہ کو چاہیئے کہ جو چیز امانتاً اس کے پاس رہن ہو قرضہ ادا ہونے کے بعد اسے قرضدار کے حوالے کردے (وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ) اور اللہ اپنے پروردگار سے ڈرے، امانت میں خیانت نہ کرے، خیانت کرنا بہت بڑا گناہ ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ○

(آل عمران - ۱۶۱)

جو شخص خیانت کریگا وہ قیامت کے دن خیانت کی ہوئی چیز لے کر حاضر ہوگا، پھر ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا بدلہ دیا جائیگا اور ان پر (یعنی اہل محشر پر) کسی قسم کا ظلم نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ○ (الانفال - ۲۷)

اے ایمان والو، اللہ اور رسول کی خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو اور تم جانتے بھی ہو (کہ یہ بہت بُری بات ہے)۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا (وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ) گواہی کو نہ چھپاؤ، گواہی کو چھپانے کا نتیجہ یہ ہوسکتا ہے کہ حقدار کو اس کا حق نہ ملے۔ حقدار کو اس کے حق سے قصداً محروم کر دینا بہت بڑا گناہ ہے اور کیونکہ کسی کو قصداً اس کے حق سے محروم کر دینا بدنیتی پر دلالت کرتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا (وَمَن يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ) جس نے گواہی کو چھپایا اور ظاہر نہیں کیا کہ کس کا حق ہے تو یہ اس کی بدنیتی ہے، اس کی نیت میں کھوٹ ہے۔ اس کا دل گنہگار ہے، وہ اس کی سزا بھگتے گا (وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ) (اے ایمان والو، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو) اللہ تعالیٰ تمہارے تمام اعمال سے باخبر ہے۔

عمل

اے لوگو، قرض کے ایسے تمام معاملات کو جن میں قرض کی ادائیگی کی مدت معین ہو لکھ لیا کیجئے، خواہ آپ سفر میں ہوں یا حضر میں، اگر دورانِ سفر کاتب نہ ملے تو قرض دینے والے کو مطمئن کرنے کے لئے اپنی کوئی چیز اس کے پاس بطور امانت رہن رکھ دیجئے۔

اے لوگو، حضر میں بھی اگر کاتب میسر نہ ہوسکے تو قرض دینے والے کے پاس کوئی چیز رہن رکھ دیا کیجئے۔

اے لوگو، اگر آپ کے پاس کوئی چیز رہن رکھی جائے تو قرضہ کی ادائیگی کے بعد اس کو بعینہ واپس کر دیجئے، اس میں خیانت نہ کیجئے، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیئے کہیں ایسا نہ ہو کہ خیانت کی سزا میں آپ کسی عذاب میں مبتلا کر دئے جائیں۔

قرضے کے آداب

قرض کے مندرجہ ذیل آداب گذشتہ صفحات میں گذر چکے ہیں:۔

(۱) جب کسی کو قرض دے تو بغیر سود کے قرض دے،

(۲) قرضخواہ کو چاہیئے کہ زر اصل سے زیادہ کچھ نہ لے،

(۳) سود سے فوراً توبہ کرے اور سود کی جو رقم باقی رہ گئی ہو اُسے بھی چھوڑ دے،

(۴) اگر قرضدار تنگ دست ہے تو قرضخواہ کو چاہیئے کہ اس کو فراخی تک مہلت دے، اگر قرضدار تنگ دست نہیں ہے تب بھی مہلت دینا اچھا ہے۔

(۵) اگر تنگ دست کے قرضہ کو معاف کر دے تو اور بھی اچھا ہے،

(۶) قرض کے ایسے تمام معاملات کو جن میں قرض کی ادائیگی کی مدت معین ہو تحریر کر لیا جائے،

(۷) کاتب کو چاہیئے کہ عدل وانصاف کے ساتھ لکھے،

(۸) قرض لینے والا قرض کی دستاویز کا مضمون لکھائے اور قرضہ کی رقم میں سے کچھ بھی کم نہ کرے،

(۹) اگر قرض لینے والا لکھوانے سے معذور ہو تو اس کا وارث لکھوائے،

(۱۰) قرض کی دستاویز پر دو مسلم مردوں اور اگر دو مرد میسر نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ کر لیا جائے۔

(۱۱) گواہوں کو جب گواہی کے لئے بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں،

(۱۲) ہر چھوٹی اور بڑی رقم تحریر میں لائی جائے، لکھنے میں تساہل نہ کرے،

(۱۳) کاتب اور گواہ، قرضخواہ اور قرضدار میں سے کسی کا نقصان نہ کریں، گواہوں کو چاہیئے کہ سچی گواہی دیں، سچی گواہی کو نہ چھپائیں،

(۱۴) اگر کاتب میسر نہ ہو تو قرضدار کو چاہیئے کہ قرضخواہ کے پاس بطور امانت کوئی چیز رہن رکھ دے،

(۱۵) قرضدار کو چاہیئے کہ قرضخواہ کو پوری رقم وقت مقررہ پر ادا کر دے،

(۱۶) قرضدار کو چاہیئے کہ سود نہ دے، نہ کوئی شخص سودی معاملات کو تحریر کرے اور نہ ان پر گواہ بنے،

(۱۷) خلیفہ کو چاہیئے کہ لوگوں کو سودی کاروبار سے منع کرے اگر وہ باز نہ آئیں تو ان سے جنگ کرے،

(۱۸) قرضدار اگر غنی ہے تو قرضہ ادا کرنے میں ہرگز دیر نہ کرے،

(۱۹) قرض لینے والا خلوص کے ساتھ ادا کرنے کی نیت سے قرضہ لے، کسی کے مال کو ضائع کرنے کی نیت

سے قرضہ نہ لے،

اب ہم قرضہ کے سلسلہ میں مزید آداب لکھتے ہیں:۔

(۲۰) قرضخواہ کو چاہیئے کہ تقاضا کرنے میں نرمی کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا سَمْحًا إِذَا بَاعَ وَإِذَا اشْتَرٰی وَإِذَا اقْتَضٰی (صحیح بخاری کتاب البیوع باب السهولة والسماحة ۳/۷۵)

اللہ اس شخص پر رحم کرے جو نرمی کرے، جب بیچے، جب خریدے اور جب تقاضا کرے۔

(۲۱) قرضدار کو چاہیئے کہ مرتے وقت اتنا مال ضرور چھوڑے کہ جس سے اس کا قرضہ ادا ہو جائے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں:۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُؤْتٰى بِالرَّجُلِ الْمُتَوَفّٰى عَلَيْهِ الدَّيْنُ فَيَسْأَلُ هَلْ تَرَكَ لِدَيْنِهٖ فَضْلًا فَاِنْ حُدِّثَ اَنَّهٗ تَرَكَ لِدَيْنِهٖ وَفَاءً صَلّٰى وَاِلَّا قَالَ لِلْمُسْلِمِيْنَ صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ (صحیح بخاری کتاب البیوع ابواب الکفالۃ باب الکفالۃ فی القرض و الدیون جزء ۳ ص۱۲۸)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی میّت لائی جاتی جس پر قرضہ ہوتا تو آپ دریافت فرماتے کیا اس نے اتنا مال چھوڑا ہے جو قرض ادا کرنے کے لئے کافی ہو۔ اگر آپ سے کہا جاتا کہ اس نے قرضہ کی ادائیگی کے لئے مال چھوڑا ہے تو آپ اس کی نماز جنازہ پڑھا دیتے ورنہ مسلمین سے فرماتے کہ اپنے دوست پر تم ہی نماز پڑھو۔

(۲۲) اگر کسی نے کوئی جانور قرض لیا ہو اور ادائیگی کے وقت پر اس کے پاس ویسا جانور نہ ہو تو اس سے بہتر جانور قرضہ میں دیدے۔ اگر قرضخواہ تقاضے میں سختی کرے تو قرضدار کو سختی برداشت کرنی چاہیئے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں:۔

اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَقَاضَاهُ فَاَغْلَظَ، فَهَمَّ بِهٖ اَصْحَابُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعُوْهُ فَاِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا ثُمَّ قَالَ اَعْطُوْهُ سِنًّا مِثْلَ سِنِّهٖ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَا نَجِدُ اِلَّا اَمْثَلَ مِنْ سِنِّهٖ فَقَالَ اَعْطُوْهُ فَاِنَّ مِنْ خَيْرِكُمْ اَحْسَنَكُمْ قَضَاءً (صحیح بخاری کتاب الوکالۃ باب الوکالۃ فی قضاء الدیون جزء ۳ ص۱۳۰)

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے اپنے قرض کی ادائیگی کے سلسلہ میں سختی سے بات کی، صحابۂ کرام نے اس کو تنبیہ کرنے کا ارادہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے چھوڑ دو، حق والے کو کہنے کا حق ہوتا ہے، پھر فرمایا اس کو اس کے اونٹ کی عمر کا اونٹ دے دو۔ صحابہ نے کہا اے اللہ کے رسول، اس عمر کا اونٹ تو نہیں ملتا البتہ اس سے بہتر اونٹ موجود ہے۔ آپ نے فرمایا "وہی دے دو، تم میں بہتر

(صحیح مسلم کتاب البیوع باب من استسلف شیا فقضی خیرا منه. جزء اول ص۳۷)

وہ ہے جو قرضہ کی ادائیگی میں بہتر ہو۔"

(۲۳) جو شخص پیشگی قیمت دے کر مطلوبہ چیز بعد میں لے تو اس چیز کا وزن، حجم اور اس چیز کے وصول کرنے کا وقت مقرر کر دے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ اَسْلَفَ فِیْ شَیْءٍ فَفِیْ کَیْلٍ مَّعْلُوْمٍ وَّوَزْنٍ مَّعْلُوْمٍ اِلٰی اَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ (صحیح بخاری کتاب السلم فی وزن معلوم جزء۳ ص۱۱۱ وروی مسلم فی صحیحه نحوه فی کتاب البیوع باب السلم جزء اول ص۳۱)

جو شخص پیشگی قیمت دے کر کسی چیز کو بعد میں لینا چاہے تو اس چیز کا ماپ، وزن اور وقت وصولیابی مقرر کر دے۔

(۲۴) اگر قرضدار کے قرض کا کوئی دوسرا مالدار شخص ذمہ لے تو قرضخواہ کو اس کا ذمہ قبول کر لینا چاہیئے اور اسی سے تقاضا کرنا چاہیئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا اُتْبِعَ اَحَدُکُمْ عَلٰی مَلِیٍّ فَلْیَتْبَعْ۔ (صحیح بخاری کتاب الحوالات باب فی الحوالة جزء۳ ص۱۲۳ وصحیح مسلم کتاب البیوع باب تحریم مطل الغنی ۱/۱۸۳)

جب تم میں سے کسی کا قرض کسی مالدار کے حوالہ کر دیا جائے تو قرضدار کو چاہیئے کہ اس مالدار سے ہی تقاضا کرے۔

(۲۵) نماز میں قرض سے اللہ تعالےٰ کی پناہ طلب کرے یعنی یہ دعاء پڑھے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَدْعُوْ فِی الصَّلٰوةِ وَیَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ قَالَ قَائِلٌ مَا اَکْثَرَ مَا تَسْتَعِیْذُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنَ الْمَغْرَمِ قَالَ اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَکَذَبَ وَوَعَدَ فَاَخْلَفَ (صحیح بخاری کتاب فی الاستقراض باب من استعاذ من الدین ۳/۱۵۴ و

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں دعاء کرتے تھے تو یہ دعاء بھی پڑھا کرتے تھے: "اے اللہ میں گناہ اور قرض سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں"۔ ایک شخص نے پوچھا: اے اللہ کے رسول، آپ قرض سے کتنی کثرت سے پناہ مانگتے ہیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی قرضدار ہوتا ہے تو جب بات کرتا ہے جھوٹ بولتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو

صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب ما یستعاذ منہ فی الصلوٰۃ جزء اول ص۲۳۷) وعدہ خلافی کرتا ہے۔

سود کے مسائل

سود کے مندرجہ ذیل مسائل گذر چکے ہیں:۔

(۱) قرضخواہ زر اصل سے زائد ہرگز نہ لے، نہ سود مفرد اور نہ سود مرکب،

(۲) جو سود باقی رہ گیا ہو توبہ کرتے وقت اُسے بھی چھوڑ دے،

(۳) قرضدار سود ہرگز نہ دے اور نہ سود پر قرض لے،

(۴) سودی لین دین کی دستاویز نہ لکھے اور نہ اس لین دین پر گواہ بنے،

(۵) اگر کوئی شخص سودی کاروبار کرے تو خلیفۂ وقت کو چاہیئے کہ اس سے جنگ کرے۔

اب ہم سود کے مزید مسائل لکھتے ہیں

(۶) ایک ہی جنس کی دو قسموں میں اگر باہمی تبادلہ کرے تو دونوں کا وزن برابر ہونا چاہیئے اور تبادلہ دست بدست ہونا چاہیئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ وَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ وَالْفِضَّةَ بِالذَّهَبِ كَيْفَ شِئْتُمْ (صحیح بخاری کتاب البیوع باب بیع الذهب بالذهب جزء۳ ص۹۷ وصحیح مسلم کتاب البیوع باب الربا جزء اول ص۶۹ وفی روایة لَا تَبِيعُوا مِنْهَا غَائِبًا بِنَاجِزٍ (صحیح بخاری باب بیع الفضة بالفضة وصحیح مسلم کتاب البیوع باب الربا جزء اول ص۶۹ واللفظ للبخاری)

سونے کو سونے کے بدلہ نہ بیچو مگر یہ کہ دونوں کا وزن برابر ہو، ہاں سونے کو چاندی کے عوض یا چاندی کو سونے کے عوض جس طرح چاہو بیچو اور نہ ان میں سے کسی نقد چیز کے بدلہ غائب چیز کو خریدو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ

گیہوں گیہوں کے بدلہ سود ہے مگر یہ کہ دست بدست ہو۔ جو جو کے بدلہ سود ہے مگر یہ کہ

رِبًا اِلَّا ھَاءَ وَھَاءَ (صحیح بخاری کتاب البیوع باب بیع التمر بالتمر جزء ۳ ص۹۶) وفی روایۃ اَلذَّھَبُ بِالذَّھَبِ رِبًا اِلَّا ھَاءَ وَھَاءَ (صحیح بخاری باب مایذکر فی بیع الطعام والحکرۃ جزء ۳ ص۹۵ وصحیح مسلم کتاب البیوع باب الصرف جزء اول ص۶۹۲ واللفظ للبخاری)

دست بدست ہو۔ کھجور کھجور کے بدلے سود ہے مگر یہ کہ دست بدست ہو اور سونا سونے کے بدلے سود ہے مگر یہ کہ دست بدست ہو۔

مثال:۔ اگر ایک شخص کے پاس گھٹیا چاول ہوں اور دوسرے کے پاس باسمتی چاول ہوں اور اگر وہ اپنے اپنے چاولوں کا تبادلہ کرنا چاہیں تو دو شرطیں ضروری ہوں گی۔ (۱) دونوں کا وزن برابر ہو (۲) تبادلہ دست بدست ہو۔ اگر وہ ایسا نہ کر سکیں تو پھر اپنے اپنے چاولوں کو رقم کے عوض بیچ دیں اور اس رقم سے مطلوبہ چاول خرید لیں۔ مزید تشریح کے لئے سورۂ نسآء کی آیت ۲۹ کی تفسیر ملاحظہ فرمادیں۔

(۷) اگر ایک جنس کا بدلہ دوسری جنس سے کرے تو وزن کا برابر ہونا ضروری نہیں البتہ تبادلہ دست بدست ہی ہونا چاہیئے۔

حضرت براءؓ اور زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں:۔

نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وَسَلَّمَ عَنْ بَیْعِ الذَّھَبِ بِالْوَرِقِ دَیْنًا (صحیح بخاری کتاب البیوع باب بیع الورق بالذھب نسیئۃ جزء ۳ ص۹۸ وصحیح مسلم کتاب البیوع باب النھی عن بیع الورق بالذھب دینا جزء اول ص۶۹۳ واللفظ للبخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کو چاندی کے عوض قرض پر بیچنے سے منع فرمایا ہے۔

مندرجہ بالا احدیث کا منشاء یہ ہے کہ سونا بیچ کر خریدار کے حوالہ کر دیا جائے تو اسی وقت اس کی قیمت کی چاندی اس سے وصول کی جائے، یہ نہیں ہونا چاہیئے کہ چاندی بعد میں کسی اور وقت وصول کی جائے۔

رہن کے آداب

رہن کے مندرجہ ذیل آداب اوپر گذر چکے ہیں:۔

(۱) سفر ہو یا حضر اگر کاتب میسر نہ ہو تو قرضدار کو چاہیئے کہ قرضخواہ کے پاس کوئی چیز بطور امانت بر ہن رکھوا دے،

(۲) قرضخواہ کو چاہیئے کہ امانت میں خیانت نہ کرے، قرضہ کی رقم کی ادائیگی کے بعد وہ امانت بجنسہٖ قرضدار

کے حوالہ کر دے۔

اب ہم رہن کے بقیہ آداب لکھتے ہیں

(۳) مرہونہ چیز کو استعمال نہ کرے، البتہ سواری کے جانور پر سواری کر سکتا ہے اور دودھ دینے والے جانور کا دودھ پی سکتا ہے بشرطیکہ اُس جانور کے اخراجات اس کے ذمہ ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اَلرَّھْنُ یُرْکَبُ بِنَفَقَتِہٖ اِذَا کَانَ مَرْھُوْنًا وَلَبَنُ الدَّرِّ یُشْرَبُ بِنَفَقَتِہٖ اِذَا کَانَ مَرْھُوْنًا وَعَلَی الَّذِیْ یَرْکَبُ وَیَشْرَبُ النَّفَقَۃُ (صحیح بخاری کتاب الرھن باب الرھن مرکوب ومحلوب جزء ۳ صـ۱۸۷)

مرہونہ سواری پر اس کے خرچ کے عوض سواری کی جا سکتی ہے اور مرہونہ دودھ کے جانور کا دودھ اس کے خرچ کے عوض پیا جا سکتا ہے، جو شخص سواری کرے اور جو شخص دودھ پئے خرچ اسی کے ذمہ ہے

نوٹ:۔ تجارت کے آداب انشاء اللہ سورۂ نسآء کی آیت ۲۹ اور گواہی کے آداب انشاء اللہ سورۃ النسآء القصریٰ (سورۂ طلاق) کی آیت ۲ کی تفسیر میں بیان کئے جائیں گے۔

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي
الْاَرْضِ ، وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ
اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ
بِهِ اللّٰهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ
يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۲۸۴

ترجمہ آسمانوں میں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ کا ہے (بھلا جو اتنی بڑی بادشاہت کا مالک ہو کیا اس سے کوئی بات مخفی رہ سکتی ہے، ہرگز نہیں) اگر تم اپنے دلوں کی بات ظاہر کرو گے یا چھپاؤ گے اللہ (کو بہر حال اس کا علم ہوگا اور وہ) تم سے اس کا محاسبہ کریگا، پھر وہ جس کو چاہیگا معاف کردیگا اور جس کو چاہیگا سزا دیگا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۲۸۴

معانی ومصادر (تُبْدُوْا) اَبْدٰی ، یُبْدِیْ ، اِبْدَاءٌ (باب افعال) ظاہر کرنا۔
(یُحَاسِبُ) حَاسَبَ ، یُحَاسِبُ ، مُحَاسَبَةٌ وحِسَابٌ (باب مفاعلہ) حساب لینا ، محاسبہ کرنا۔

(قَدِیْرٌ) قَدَرَ ، یَقْدِرُ وقَدِرَ ، یَقْدَرُ ، قَدْرٌ وقُدْرٌ وقُدْرَةٌ ومَقْدُرَةٌ ومِقْدَارٌ وقَدَارَةٌ وقُدُوْرَةٌ وقُدُوْرٌ وقِدْرَانٌ وقَدَارٌ وقِدَارٌ (ن س ض) قادر ہونا۔

تفسیر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کی تمام چیزوں کا مالک صرف اللہ تعالےٰ ہے، اسی مضمون کو اللہ تعالےٰ نے کئی جگہ بیان کیا ہے۔ مثلاً اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (آل عمران-۱۰۹ و ۱۲۹) (النسآء-۱۲۶ و ۱۳۲) (النجم-۳۱)

آسمانوں میں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ کا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (آل عمران-۱۸۹) (المآئدۃ-۱۷ و ۱۸) (النور-۴۲) (الفتح-۱۴)

آسمانوں اور زمین کی بادشاہت (صرف) اللہ کے لئے ہے۔

الغرض اللہ تعالےٰ آسمانوں کی اور زمین کی تمام چیزوں کا واحد مالک ہے، آسمانوں میں اور زمین میں صرف اللہ تعالیٰ کی بادشاہت ہے لہٰذا وہ آسمانوں کی اور زمین کی تمام ظاہر اور پوشیدہ باتوں سے واقف ہے بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ جو ہستی آسمانوں اور زمین پر حکومت کرے وہ آسمانوں اور زمین کے حالات سے ناواقف ہو، نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ آسمانوں اور زمین کی تمام باتوں سے واقف ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (آل عمران - ۲۹)

اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الحجرات - ۱۸)

بے شک اللہ آسمانوں کی اور زمین کی (تمام) پوشیدہ باتوں سے واقف ہے۔

الغرض اللہ تعالےٰ آسمانوں کا اور زمین کا بادشاہ ہے، آسمانوں میں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ ان سب کا مالک و مختار ہے، وہ آسمانوں اور زمین کی تمام پوشیدہ باتوں سے واقف ہے تو پھر کیسے ممکن ہے کہ وہ انسانوں کے قلوب کی باتوں سے ناواقف ہو، وہ ضرور واقف ہے (اِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ) اور اے لوگو، اگر تم اپنے دل کی باتوں کو ظاہر کرو تو بھی اللہ تعالےٰ ان سے واقف ہوگا (اَوْ تُخْفُوْهُ) اور اگر ان کو چھپاؤ تو بھی اللہ ان سے واقف ہوگا، ظاہر اور پوشیدہ سب اس کے لئے برابر ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اِنْ تُبْدُوْا شَيْـًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (الاحزاب - ۵۴)

اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو یا اُسے چھپاؤ (اللہ کو بہرحال اس کا علم ہوگا) کیونکہ اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ (المائدة - ۹۹) (النور - ۲۹)

اللہ جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ إِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ أَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ (آل عمران - ۲۹)

(اے رسول) کہہ دیجئے کہ اگر تم اپنے سینوں میں کسی چیز کو چھپاؤ یا اُسے ظاہر کرو اللہ اُسے (ہر حالت میں) جانتا ہے۔

الغرض اللہ تعالیٰ دلوں کے رازوں سے واقف ہے، اللہ تعالیٰ کو ہر شخص کی نیت کا علم ہے، انسان کے دل میں جو خیالات اور وسوسے آتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں بخوبی جانتا ہے (يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ) لہٰذا اللہ تعالیٰ دل کے تمام خیالات اور وسوسوں کا حساب لے گا، اگر خیالات اور ارادے اچھے ہونگے تو اللہ تعالیٰ ان پر ثواب عطاء فرمائیگا اور اگر خیالات اور ارادے بُرے ہوں گے تو پھر اللہ تعالیٰ جس شخص کے لئے چاہیگا ان خیالات اور ارادوں کو معاف کر دیگا اور جس شخص کے لئے چاہے گا ان خیالات اور ارادوں کو معاف نہیں کریگا بلکہ ان کی بنیاد پر اس شخص کو سزا دے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ ثُمَّ بَيَّنَ ذٰلِكَ فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً وَإِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عِنْدَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ إِلٰى أَضْعَافٍ كَثِيْرَةٍ وَإِنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً وَإِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ سَيِّئَةً وَاحِدَةً (صحیح مسلم کتاب الایمان باب اذا ھم العبد بحسنة جزء اول ص۷۸ وصحیح بخاری کتاب الرقاق باب من ھم بحسنة او سیئة ص۹۶۰) وَفِيْ رِوَايَةٍ وَمَحَاهَا اللّٰهُ وَلَا يَهْلِكُ عَلَى اللّٰهِ إِلَّا هَالِكٌ (صحیح مسلم جزء اول ص۷۸)

اللہ نے نیکیاں اور برائیاں مقرر کر دیں، پھر ان کی وضاحت بھی کر دی، تو اب جو شخص کسی نیکی کا ارادہ کرے لیکن اس نیکی کو کرے نہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے ہاں اس کو ایک کامل نیکی لکھ لیتا ہے اور اگر کوئی شخص کسی نیکی کا ارادہ کرے پھر اس نیکی کو کر بھی لے تو اللہ عزوجل اپنے ہاں دس نیکیوں سے لے کر سات سو تک بلکہ کثیر تعداد میں اس کے مثل نیکیاں لکھ لیتا ہے اور اگر کسی شخص نے کسی برائی کا ارادہ کیا لیکن پھر اس پر عمل نہیں کیا تو اللہ اپنے ہاں ایک کامل نیکی لکھ لیتا ہے اور اگر اس نے برائی کا ارادہ کیا، پھر اُسے کر لیا تو اللہ ایک ہی برائی لکھتا ہے (پھر اگر چاہتا ہے تو) اس کو بھی مٹا دیتا ہے اور اللہ کے ہاں وہی ہلاک ہوگا جس کو ہلاک ہونا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ برے عمل کا ارادہ اور خیال لکھا نہیں جاتا لیکن آیت زیر تفسیر میں بعض خیالات عذاب کی وعید ہے۔ یہ چیز ایک قسم کا اشکال پیدا کرتی ہے۔ اس اشکال کو دور کرنے کے لئے اگلی دو آیتوں

کی تفسیر صفحہ ۱۰۶۵ پر ملاحظہ فرمائیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے، بندوں کو بھی چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ کو خوش کرنے کی کوشش کریں، اللہ تعالےٰ کسی کو عذاب میں مبتلا نہیں کریگا سوائے اس شخص کے جو بڑا ہی بدبخت اور اللہ تعالیٰ کا باغی ہو۔

پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا (وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ) اللہ تعالےٰ ہر چیز پر قادر ہے، وہ جو چاہے کرسکتا ہے، وہ جس کو چاہے معاف کرسکتا ہے اور جس کو چاہے عذاب میں مبتلا کرسکتا ہے، کوئی اسے روکنے والا نہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ○ (المؤمنون - ۸۸و۸۹)

(اے رسول ان سے) پوچھئے بتاؤ وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے، وہ پناہ دے سکتا ہے اور اس کے مقابلہ میں کوئی (کسی کو) پناہ نہیں دے سکتا، اگر تمہیں معلوم ہے (تو بتاؤ)، (اے رسول اس سوال کے جواب میں) یہ فوراً کہیں گے کہ یہ قدرت تو صرف اللہ ہی کو حاصل ہے تو پھر آپ ان سے پوچھیئے کہ پھر تم پر جادو کیسے ہوجاتا ہے (کہ اس اقرار کے بعد تم دوسروں کو الٰہ مان لیتے ہو)۔

جب یہ آیت جس کی تفسیر ہم نے اوپر بیان کی نازل ہوئی تو صحابہ کرام بہت پریشان ہوئے، ان کی پریشانی کا حال اور اس آیت کی مزید تفسیر ہم انشاءاللہ اگلی دو آیتوں کی تفسیر کے سلسلہ میں بیان کریں گے۔

عمل

اے لوگو، دل کو تقوےٰ اور حبّ الٰہی سے معمور کرلیجئے، شرکیہ عقائد، کینہ، بغض و حسد سے پاک کرلیجئے، نیکیوں کا ارادہ کیجئے اور ان پر عمل کیجئے، برائیوں سے اجتناب کیجئے، اگر آپ برائی کا ارادہ بھی کرلیں تو ارادہ کو فسخ کردیجئے، یہ ارادہ کا ترک کرنا بھی آپ کے لئے نیکی بن جائے گا۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ
مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ
اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ
وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ
مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَ
اَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ
الْمَصِيْرُ ﴿٢٨٥﴾ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا
اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا
مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا

إِنْ نَّسِيْنَآ أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا
تَحْمِلْ عَلَيْنَآ إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ
عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا
وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا
بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا
وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلٰـنَا
فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۸۶﴾

ترجمہ (اللہ کا) رسول اور تمام مؤمنین اس چیز پر ایمان لاتے ہیں جو رسول پر اس کے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے، (اور یہ) سب اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر بھی ایمان لاتے ہیں (اور اس طرح کہتے ہیں کہ) ہم اللہ کے رسولوں میں سے کسی ایک میں بھی تفریق نہیں کرتے (سب پر بلا تفریق ایمان لاتے ہیں) اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ (اے اللہ) ہم نے (تیرے احکام کو) سُنا اور ہم (ان کی) اطاعت کریں گے اور اے ہمارے رب ہم تیری مغفرت طلب کرتے ہیں اور (ہمیں اس بات پر یقین ہے کہ ہمیں) تیری طرف لوٹ کر جانا ہے ﴿۲۸۵﴾ (اے ایمان والو، خبردار ہو جاؤ) اللہ کسی شخص کو

طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا جو شخص اچھے عمل کرے گا، ان عملوں کا ثواب اس کو ملے گا اور جو شخص برے عمل کرے گا تو ان عملوں کا وبال اُس کرنے والے پر ہوگا، (اور اے ایمان والو، تم اس طرح دعا کیا کرو) اے ہمارے رب اگر ہم سے بھول چوک ہو جائے تو ہم سے مؤاخذہ نہ کر، اے ہمارے ربّ ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جیسا بوجھ تو نے اُن لوگوں پر ڈالا تھا جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں، اے ہمارے ربّ ہم سے ایسا بوجھ نہ اُٹھوا جس کے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں، ہمیں معاف فرما، ہماری مغفرت فرما، ہم پر رحم فرما، تو ہی ہمارا مالک ہے، کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما۔ (۲۸۶)

معانی و مصادر

(غُفْرَانَ) غَفَرَ، یَغْفِرُ، غَفْرٌ، غَفِیْرٌ وغَفِیْرَۃٌ وغُفْرَانٌ ومَغْفِرَۃٌ وغُفُوْرٌ (ن) معاف کر دینا۔

(مَصِیْر) صَارَ، یَصِیْرُ، صَیْرٌ وصَیْرُوْرَۃٌ ومَصِیْرٌ، (ض) لوٹنا۔

(یُکَلِّفُ) کَلَّفَ، یُکَلِّفُ، تَکْلِیْفٌ (باب تفعیل) ایسا حکم دینا جو تکلیف دہ ہو۔

(وُسْع) وَسِعَ، یَسَعُ ویَسِعُ، سَعَۃٌ وسِعَۃٌ (س وح) کشادہ ہونا، کشادہ کرنا، طاقت ہونا (وُسْعٌ، طاقت)

(لاتُؤَاخِذْنَا) آخَذَ، یُؤَاخِذُ، مُؤَاخَذَۃٌ (باب مفاعلۃ) مؤاخذہ کرنا، سزا دینا۔

(نَسِیْنَا) نَسِیَ، یَنْسٰی، نَسْیٌ ونِسْیَانٌ ونِسَایَۃٌ ونَسْوَۃٌ (س) بھول جانا۔

(اَخْطَأْنَا) اَخْطَأَ، یُخْطِئُ، اِخْطَاءٌ (باب افعال) خطا کرنا۔

(تَحْمِلُ) (حَمَلْتَ) حَمَلَ، یَحْمِلُ، حَمْلٌ وحُمْلَانٌ (ض) بوجھ لادنا، حاملہ ہونا، بوجھ اٹھانا

(اِصْرًا) اِصْرٌ = اَصْرٌ = بوجھ، عہد، گناہ۔

(لاتُحَمِّلْنَا) حَمَّلَ، یُحَمِّلُ، تَحْمِیْلٌ (باب تفعیل) بوجھ اٹھوانا۔

(طَاقَۃَ) طَاقَ، یَطُوْقُ، طَوْقٌ وطَاقَۃٌ (ن) قادر ہونا، طاقت رکھنا۔

شانِ نزول

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں:۔

لَمَّا نَزَلَتْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْہُ یُحَاسِبْکُمْ بِہِ اللّٰہُ فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ قَالَ فَاشْتَدَّ ذٰلِکَ عَلٰی اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (وَفِیْ رِوَایَۃٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ دَخَلَ قُلُوْبَھُمْ مِنْھَا شَیْءٌ لَمْ یَدْخُلْ قُلُوْبَھُمْ مِنْ شَیْءٍ)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی۔ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ .... الخ "آسمانوں میں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ کا ہے، خواہ تم اپنے دلوں کی بات ظاہر کر دیا اس کو چھپاؤ اللہ تم سے اس کا محاسبہ کرے گا، پھر وہ جس کو چاہے گا معاف کر دے گا، اور جس کو چاہے گا سزا دے گا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے"۔ تو یہ آیت کریمہ صحابہ کرام کو بہت سخت محسوس ہوئی، ان کے دل

فَأَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ بَرَكُوْا
عَلَى الرُّكَبِ فَقَالُوْا أَيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ كُلِّفْنَا مِنَ
الْأَعْمَالِ مَا نُطِيْقُ الصَّلٰوةَ وَالصِّيَامَ وَالْجِهَادَ
وَالصَّدَقَةَ وَقَدْ أُنْزِلَتْ عَلَيْكَ هٰذِهِ الْاٰيَةُ
وَلَا نُطِيْقُهَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَتُرِيْدُوْنَ أَنْ تَقُوْلُوْا كَمَا قَالَ أَهْلُ الْكِتَابَيْنِ
مِنْ قَبْلِكُمْ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا بَلْ قُوْلُوْا سَمِعْنَا
وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيْرُ قَالُوْا
سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيْرُ
فَلَمَّا اقْتَرَأَهَا الْقَوْمُ ذَلَّتْ بِهَا أَلْسِنَتُهُمْ
(وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فَأَلْقَى اللّٰهُ
الْإِيْمَانَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ) فَأَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْ إِثْرِهَا
اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهِ
وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهِ
وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْ
رُّسُلِهِ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ
رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ○ فَلَمَّا فَعَلُوْا ذٰلِكَ
نَسَخَهَا اللّٰهُ تَعَالٰى فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ
لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا
كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا
إِنْ نَّسِيْنَا أَوْ أَخْطَأْنَا قَالَ نَعَمْ (وَفِيْ رِوَايَةٍ
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدْ فَعَلْتُ) رَبَّنَا
وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى
الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا قَالَ نَعَمْ (وَفِيْ رِوَايَةٍ
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدْ فَعَلْتُ) رَبَّنَا
وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ قَالَ
نَعَمْ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا
أَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ○

اتنے خوف زدہ ہوئے کہ اتنے خوف زدہ کسی اور چیز سے کبھی نہیں ہوئے تھے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور دوزانو بیٹھ کر عرض کیا "اے اللہ کے رسول، (اب تک) ہمیں ایسے اعمال کا حکم دیا گیا تھا، جن کی ہم میں طاقت تھی، مثلاً نماز، روزے، جہاد، صدقہ لیکن اب جو یہ آیت آپ پر نازل ہوئی ہے اس کی ہم میں طاقت نہیں"، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا تم وہی بات کہنا چاہتے ہو جو تم سے پہلے اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) نے کہی تھی کہ ہم نے سن لیا لیکن ہم نافرمانی کریں گے، (تمہیں ایسا نہیں کہنا چاہئے) بلکہ تم یہ کہو ہم نے سن لیا، اور ہم فرمانبرداری کریں گے، اے ہمارے رب، ہم تو تیری مغفرت کے طلبگار ہیں اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے"۔ تمام صحابہ کرام نے کہا "ہم نے سن لیا اور ہم اطاعت کریں گے، اے ہمارے رب ہم تو تیری مغفرت کے طلبگار ہیں اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے"۔ جب لوگوں نے یہ الفاظ ادا کئے تو ان کی وجہ سے زبان میں عاجزی و انکساری پیدا ہو گئی، اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں (مزید) ایمان ڈال دیا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد یہ آیتیں نازل فرمائیں "اٰمَنَ الرَّسُوْلُ ۔۔۔ الخ" (اللہ کا) رسول اور تمام مؤمنین اس چیز پر ایمان لاتے ہیں جو رسول پر اس کے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے، (اور وہ) سب اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر بھی ایمان لاتے ہیں (اور اس طرح کہتے ہیں) "ہم اللہ کے رسولوں میں سے کسی ایک میں بھی تفریق نہیں کرتے" اور

قَالَ نَعَمْ (وَفِیْ رِوَایَۃٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدْ فَعَلْتُ) (صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان قوله تعالیٰ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْ اَنْفُسِکُمْ جزء اول ص۶۵)۔

وہ یہ بھی کہتے ہیں "ہم نے سُن لیا اور ہم اطاعت کریں گے۔ اے ہمارے ربّ ہم تو تیری مغفرت کے طلبگار ہیں اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے" جب انہوں نے یہ کہا تو اللہ عزّ وجلّ نے اُس آیت کا ازالہ فرما کر یہ آیت نازل فرمائی "لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ ..... الخ اللہ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا، جو شخص اچھے عمل کرے گا، ان کا ثواب اس کو ملے گا، اور جو شخص بُرے عمل کرے گا ان کا وبال اُسی پر ہوگا۔ اے ہمارے ربّ اگر ہم سے بھول چوک ہو جائے تو ہم سے مؤاخذہ نہ کر" (جب صحابہ نے یہ کہا تو) اللہ تعالےٰ نے فرمایا "اچھا، میں نے تمہاری دعاء قبول کی"۔ اے ہمارے ربّ ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جو تو نے ان لوگوں پر ڈالا تھا، جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں (جب صحابہ نے یہ کہا تو) اللہ نے فرمایا "اچھا، میں نے تمہاری دعاء قبول کی"۔ اے ہمارے ربّ ہم سے ایسا بوجھ نہ اٹھوا جس کے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں (جب صحابہ نے یہ دعاء کی تو) اللہ نے فرمایا "اچھا، (میں نے تمہاری دعاء قبول کی)" "ہمیں معاف فرمادے، ہماری مغفرت فرما، ہم پر رحم فرما، تو ہی ہمارا مالک ہے، کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما" (جب صحابہ نے یہ کہا تو) اللہ تعالےٰ نے فرمایا "اچھا میں نے تمہاری دعاء قبول کی"۔

فضیلت

(۱) سورۂ بقرہ کی ان آخری دو آیتوں کی بڑی فضیلت ہے یہی وہ دو آیتیں ہیں جن کی خوشخبری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میں دی گئی تھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:۔

لَمَّا اُسْرِیَ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُنْتُہِیَ بِہٖ اِلٰی سِدْرَۃِ الْمُنْتَہٰی وَھِیَ فِی السَّمَاءِ السَّادِسَۃِ، اِلَیْھَا یَنْتَہِیْ مَا یُعْرَجُ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی تو آپ کو سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچایا گیا اور وہ چھٹے آسمان میں ہے (یعنی اس کی جڑ چھٹے

بِهٖ مِنَ الْاَرْضِ فَيُقْبَضُ مِنْهَا وَاِلَيْهَا يَنْتَهِيْ مَا يُهْبَطُ بِهٖ مِنْ فَوْقِهَا فَيُقْبَضُ مِنْهَا قَالَ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى قَالَ فَرَاشٌ مِّنْ ذَهَبٍ قَالَ فَاُعْطِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا اُعْطِيَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ وَاُعْطِيَ خَوَاتِيْمَ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ وَغُفِرَ لِمَنْ لَّمْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ مِنْ اُمَّتِهٖ شَيْئًا الْمُقْحِمَاتِ (صحیح مسلم کتاب الایمان باب فی ذکر سدرۃ المنتہی جزء اول ص۹۷)

آسمان میں ہے) یہاں پہنچ کر زمین سے اوپر چڑھنے والی اور اوپر سے نیچے آنے والی چیز رک جاتی ہے، پھر اس چیز کو لینے والے لے لیتے ہیں، اللہ نے فرمایا "جب بیری کو ڈھانک لیا جس چیز نے ڈھانک لیا" یعنی سونے کے پروانوں نے ڈھانک لیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین چیزیں عطا کی گئیں، آپ کو پانچ نمازیں عطا کی گئیں، سورۂ بقرہ کی آخری آیات دی گئیں اور اللہ نے اس شخص کے مہلک گناہوں کی مغفرت کی خوشخبری آپ کو دی جو آپ کی امت میں سے ذرا سا بھی شرک نہ کرے۔

(۲) معراج میں خوشخبری دینے کے بعد پھر ان آیات کو اللہ تعالیٰ نے معمول کے مطابق بھی نازل فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

بَيْنَمَا جِبْرِيْلُ قَاعِدٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ نَقِيْضًا مِّنْ فَوْقِهٖ فَرَفَعَ رَاْسَهٗ فَقَالَ هٰذَا بَابٌ مِّنَ السَّمَاءِ فُتِحَ الْيَوْمَ لَمْ يُفْتَحْ قَطُّ اِلَّا الْيَوْمَ فَنَزَلَ مِنْهُ مَلَكٌ فَقَالَ هٰذَا مَلَكٌ نَزَلَ اِلَى الْاَرْضِ لَمْ يَنْزِلْ قَطُّ اِلَّا الْيَوْمَ فَسَلَّمَ وَقَالَ اَبْشِرْ بِنُوْرَيْنِ اُوْتِيْتَهُمَا لَمْ يُؤْتَهُمَا نَبِيٌّ قَبْلَكَ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَخَوَاتِيْمِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ لَنْ تَقْرَاَ بِحَرْفٍ مِّنْهُمَا اِلَّا اُعْطِيْتَهٗ۔ (صحیح مسلم کتاب فضائل القرآن باب فضل الفاتحۃ .... جزء اول ص۲۷۲)

(ایک روز) حضرت جبریل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اسی اثناء میں انہوں نے اپنے اوپر سے ایک زوردار آواز سنی، انہوں نے اپنا سر اٹھایا پھر فرمایا "یہ آسمان کا ایک دروازہ ہے جو آج کھولا گیا ہے اور آج سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا"، پھر اس دروازے سے ایک فرشتہ نازل ہوا۔ جبریل نے فرمایا یہ ایک فرشتہ ہے جو آج زمین کی طرف نازل ہوا ہے اور آج سے پہلے کبھی نازل نہیں ہوا۔ پھر اس فرشتے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور کہا "دو نوروں کی خوشخبری سنیئے، یہ دو نور آپ کو عطا کئے گئے ہیں، آپ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کئے گئے، ایک نور سورۂ فاتحہ ہے اور دوسرا نور سورۂ بقرہ کی آخری آیات ہیں، آپ (جب کبھی) ان دونوں میں سے کوئی کلمہ تلاوت کریں گے، تو آپ کو مانگی ہوئی چیز مل جائے گی۔

اوپر شان نزول کے عنوان میں حدیث کے یہ الفاظ گزر چکے ہیں کہ جب صحابہ کرام نے سورۂ بقرہ کی آخری آیت

کی دعاؤں کو پڑھا تو اللہ تعالیٰ ہر دعا پر فرماتا رہا، میں نے تمہاری دعا قبول کی، یہ گویا «لَنْ تَقْرَأَ بِحَرْفٍ مِنْهُمَا إِلَّا أُعْطِيتَهُ» کی تشریح ہے۔ جو شخص بھی خلوص، آداب دعا اور دعا کی قبولیت کے شرائط کے ساتھ سورۃ فاتحہ اور سورۃ البقرۃ کی آخری آیات پڑھے گا تو اس کی دعا اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق ضرور قبول ہوگی۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنْ قَرَأَ بِالْآيَتَيْنِ مِنْ آخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فِيْ لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ (صحیح بخاری کتاب فضائل القرآن باب فضل البقرۃ جزء ۶ صـ۲۳۱ و صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب فضل الفاتحۃ وخواتیم سورۃ البقرۃ جزء اول صـ۳۳۲)

جس نے رات کے وقت سورۃ البقرہ کی آخری دو آیتوں کو پڑھا تو وہ دونوں آیتیں اس کے لئے کافی ہیں۔

تفسیر جب یہ آیت وَإِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْ أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ (یعنی اللہ تعالیٰ دل کی باتوں کا بھی محاسبہ کرے گا) نازل ہوئی تو صحابہ کرام بہت پریشان ہوئے، انہوں نے سمجھا کہ ایسی صورت میں نجات مشکل ہے اس لئے کہ دل میں تو بعض اوقات بہت بڑے بڑے خیالات اور خطرناک قسم کے شیطانی وسوسے آتے ہیں، مثلاً ان میں سے ایک بہت بڑا شیطانی وسوسہ وہ ہے جس کی نشاندہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مندرجہ ذیل حدیث میں فرمائی، آپ نے فرمایا:۔

يَأْتِي الشَّيْطَانُ أَحَدَكُمْ فَيَقُوْلُ مَنْ خَلَقَ كَذَا؟ مَنْ خَلَقَ كَذَا؟ حَتّٰى يَقُوْلَ مَنْ خَلَقَ رَبَّكَ فَإِذَا بَلَغَهُ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ وَلْيَنْتَهِ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب صفۃ ابلیس جزء ۴ صـ۱۴۹ و صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان الوسوسۃ فی الایمان جزء اول صـ۶۸)

تم میں سے کسی شخص کے پاس شیطان آتا ہے، اور اس سے کہتا ہے فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا؟ فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا؟ حتّٰی کہ پھر وہ یہ کہتا ہے تمہارے رب کو کس نے پیدا کیا؟ تو جب یہ سوال اسکے دل میں آئے تو اُسے چاہیئے کہ اللہ کی پناہ طلب کرے اور اس خیال سے باز رہے۔

الغرض صحابہ کرام کی پریشانی کا یہ عالم ہوا کہ وہ برداشت نہ کر سکے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے ان کو تعلیم دی کہ وہ اس طرح کہیں سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيْرُ۔ (ہم نے سن لیا اور ہم اطاعت کریں گے۔ اے ہمارے رب ہم تو تجھ سے تیری مغفرت کے طلبگار ہیں اور ہمیں تیری طرف لوٹ کر آنا ہے)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد ان کلمات کی تعلیم سے یہ تھا کہ اللہ تعالےٰ کے احکام کو بلاچون وچرا قبول کرنا چاہیئے، وہ انسانوں سے زیادہ انسانوں کی طاقت سے واقف ہے۔ انسانوں کو یہ زیبا نہیں کہ وہ اللہ تعالےٰ سے کہیں ہم میں تیرے فلاں حکم کی تعمیل کی طاقت نہیں، اس کہنے کا مطلب یہ ہے کہ گویا اللہ تعالےٰ کو انسانوں کی استطاعت کا علم نہیں، انسان اُسے بتائیں گے تو اُسے علم ہوگا، یہ ہرگز نہیں ہوسکتا، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ (الملک - ۱۴) کیا جس نے پیدا کیا وہ نہیں جانتا (یہ نہیں ہوسکتا) وہ باریک بین اور باخبر ہے (اُسے ہر چیز کا علم ہے)۔

اللہ تعالٰے کو انسانوں کی کمزوری کا علم ہے لہٰذا وہ خود ہی ایسا حکم کبھی نہیں دے گا جو انسانوں سے نہ ہوسکے۔ اسی طرف اللہ تعالٰے نے ان کلمات میں اشارہ فرمایا ہے:۔

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا۔ اللہ کسی انسان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

ہاں یہ ضرور ہوتا ہے کہ اللہ تعالٰے مصلحتاً پہلے کسی مشکل کام کا حکم دیتا ہے لیکن مقصد مشکل میں ڈالنا نہیں ہوتا بلکہ بندوں کی دعا پر اس مشکل کام میں تخفیف کرنا مدّنظر ہوتا ہے تاکہ مشکل کے بعد تخفیف نعمت عظمٰی معلوم ہو اور بندے اللہ تعالٰے کا شکر ادا کریں کہ اس نے ان کی التجاء سن لی اور ان پر رحم فرمایا، بندوں کو یہ نہیں کہنا چاہیئے کہ ہم سے یہ کام نہیں ہوسکتا بلکہ اللہ تعالٰی کے حکم کو تسلیم کرکے پھر یہ دعا کرنی چاہیئے کہ اے اللہ اس میں تخفیف فرما۔ پہلے تسلیم، پھر تخفیف، نہ کہ پہلے ہی سے انکار اور عذر اور بہانے۔

صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے تسلیم و رضا کا اظہار کیا تو اللہ تعالٰے کو بھی رحم آگیا۔ پہلے تو اللہ تعالٰے نے صحابہ کرام کے کہے ہوئے الفاظ کو دُہرایا گویا اللہ تعالٰے نے ان الفاظ کو بھی شرفِ قبولیت بخشا اور رہتی دنیا تک اپنے مؤمن بندوں کو ان الفاظ کے ذریعہ تسلیم و رضا کی تعلیم دی، اب ہر مؤمن کا فرض ہے کہ جب وہ اللہ تعالٰی کا کوئی حکم سنے تو عذر اور بہانوں سے کام نہ لے بلکہ وہی الفاظ کہے جو صحابہ کرام نے کہے تھے یعنی ہم نے سُن لیا اور ہم اطاعت کریں گے، ہمیں تو تیری بخشش چاہیئے، اور ہمیں تو تیری طرف لوٹ کر آنا ہے، یعنی تجھ ہی سے واسطہ پڑے گا، تجھ ہی سے نہ کہیں تو کس سے کہیں تجھ کو راضی نہ کریں تو کس کو راضی کریں ہمیں تو تیری رضاء چاہیئے اور بس۔

پھر اللہ تعالٰے نے فرمایا کہ اللہ تعالٰے تو خود ہی کسی انسان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا اس بات کو اللہ تعالٰے نے قرآن مجید میں بار بار دہرایا ہے، اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

لَا نُکَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا (الانعام - ۱۵۲) (الاعراف - ۴۲) (المؤمنون - ۶۲) ہم کسی کو تکلیف نہیں دیتے لیکن اس کی طاقت کے مطابق۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

لَا تُکَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَھَا۔ (البقرۃ - ۲۳۳) کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جاتی۔

ایک اور جگہ اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰھَا۔ (الطلاق - ۷) اللہ کسی کو خرچ کرنے کی تکلیف نہیں دیتا مگر اس مال کے مطابق جو اللہ نے اس کو دیا ہے۔

الغرض جسمانی عبادت ہو یا مالی عبادت اللہ تعالٰے کسی پر ظلم نہیں کرتا، اللہ تعالٰے ایسا حکم دیتا ہے جو بندہ کر سکے اور اس کی طاقت سے باہر نہ ہو۔

کیونکہ بعض خیالات اور وسوسے انسان کے اختیار میں نہیں ہوتے لہٰذا اللہ تعالٰے نے "لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا" نازل فرما کر "وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْہُ یُحَاسِبْکُمْ بِہِ اللّٰہُ" کی سختی کو دور کر دیا، اب اگر کسی شخص کے دل میں کوئی وسوسہ یا برا خیال آتا ہے اور وہ اس وسوسے اور خیال کے معاملہ میں اختیار نہیں رکھتا کہ اسے روک سکے، تو وہ معذور ہوگا، اللہ تعالٰے اس سے مؤاخذہ نہیں کریگا جب تک اس پر عمل نہ کرے اور اس کو منہ سے نہ نکالے کیونکہ ان چیزوں پر اُسے اختیار ہے لہٰذا جب اس پر عمل کرے گا یا زبان سے ادا کرے گا تو گنہگار ہوگا، پھر اللہ تعالٰی اس سے مؤاخذہ کرے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ تَجَاوَزَ لِاُمَّتِیْ عَمَّا حَدَّثَتْ بِہٖ اَنْفُسُہَا مَا لَمْ تَعْمَلْ اَوْ تَکَلَّمْ بِہٖ (صحیح مسلم کتاب الایمان باب تجاوز اللہ حدیث النفس جزء اول ص۷۸)

اللہ عزوجل نے میری امت سے ان کے دلوں کی بات سے تجاوز فرما دیا ہے جب تک اس پر عمل نہ کرے یا زبان سے ادا نہ کرے۔

مزید برآں یہ بھی ضروری ہے کہ ان وسوسوں اور برے خیالات کو برا سمجھے، اگر ان وسوسوں پر عمل نہ کرے یا زبان سے نہ نکالے، لیکن انہیں اچھا سمجھے تو یہ ایمان کے منافی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں:۔

جَآءَ نَاسٌ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَاَلُوْہُ اِنَّا نَجِدُ فِیْٓ اَنْفُسِنَا مَا یَتَعَاظَمُ اَحَدُنَا اَنْ یَّتَکَلَّمَ بِہٖ قَالَ وَقَدْ وَجَدْتُمُوْہُ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ ذَاکَ صَرِیْحُ الْاِیْمَانِ (صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان الوسوسۃ فی الایمان جزء اول ص۷۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ میں سے چند اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے دریافت کیا کہ ہمارے دلوں میں ایسے ایسے خیالات آتے ہیں جن کو زبان سے نکالنے کو ہم میں سے ہر ایک بہت بڑا (گناہ) سمجھتا ہے (کیا ان خیالات کا آنا بھی گناہ ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا واقعی تم اپنے دل میں ان خیالات کو برا سمجھتے ہو" ان اصحابؓ نے کہا "ہاں"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ تو عین ایمان ہے"۔

الغرض دل میں ایسے برے خیالات کا آنا جو انسان کے بس میں نہ ہوں موجب گناہ نہیں، البتہ ایسے برے خیالات کا جن پر انسان کو قدرت حاصل ہے دل میں جاگزیں کرنا گناہ ہے۔ مثلاً شرکیہ عقائد، تکبر، ریاکاری، بغض و کینہ، حسد و نفاق وغیرہ، ایسے خیالات پر ضرور مؤاخذہ ہوگا۔

پھر اللہ تعالٰے نے فرمایا (لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ) یعنی جو شخص بھی اچھے عمل کرے گا، وہ اس کے لئے باعث اجر ہوں گے اور جو شخص بُرے عمل کرے گا تو اُن کا وبال اُسی پر پڑے گا، یعنی اگر کوئی شخص بُرے خیالات کو عملی جامہ پہنائے تو وہ گنہگار ہوگا اور گناہ کی سزا پائے گا سوائے اس صورت کے کہ اللہ تعالٰے اپنے رحم وکرم سے گناہ کو معاف فرمادے، اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ○ (آل عمران - ۲۵)

ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں ہوگا۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا۔ (الانعام - ۱۶۴)

جو شخص بھی بُرا عمل کرے گا تو اس برے عمل کا گناہ اسی پر ہوگا۔

غیر اختیاری خیالات اور وسوسوں کی معافی کے اعلان کے بعد اللہ تعالٰے نے اپنے بندوں پر مزید رحم وکرم یہ کیا کہ ان کو چند دعاؤں کی تعلیم دی اور ان دعاؤں کی قبولیت کا اعلان بھی فرمادیا جیسا کہ حدیث میں ہے جو صحیح مسلم کے حوالہ سے اوپر گذر چکی ہے۔ اللہ تعالٰے نے فرمایا تم اس طرح دعا کرو، "رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَانَا" اے ہمارے رب اگر ہم بھول سے یا غلطی سے کوئی گناہ کر بیٹھیں تو اس گناہ کے سلسلہ میں ہمارا مواخذہ نہ کرنا، اب اگر کوئی شخص بھول سے یا غلطی سے کوئی گناہ کر بیٹھے اور وہ ان الفاظ میں دعا کرے تو اللہ تعالٰے اپنے وعدے کے مطابق اس کے گناہ کو معاف کردے گا۔

دوسری دعا جو اللہ تعالٰے نے سکھائی وہ یہ ہے:" رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا" یعنی اے ہمارے رب ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جیسا تو نے ان پر ڈالا تھا جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں، یعنی اے اللہ ہم کو ایسے سخت احکام نہ دے جیسے سخت احکام تو نے گذشتہ امتوں کو دئے تھے، مثلاً اللہ تعالٰی نے یہودیوں پر ناخن والے جانور، گائے اور بکری کی چربی حرام کردی تھی۔ اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَا۔ (الانعام - ۱۴۶)

ہم نے یہودیوں پر سب ناخن والے جانور حرام کر دئے تھے، اور گائے اور بکری کی چربی بھی ان پر حرام کردی تھی۔

اسی طرح یہودیوں پر ہفتہ کے دن مچھلیوں کا شکار حرام تھا۔ اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ إِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ إِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ لَا تَاْتِيْهِمْ۔

(اے رسول) ان سے اس بستی کا حال پوچھیے جو دریا کے کنارے واقع تھی، اُس بستی والے (یہودی) ہفتہ کے دن احکام الٰہی سے تجاوز کرتے تھے، جبکہ مچھلیاں ہفتہ کے دن اوپر آتیں، اور جب ہفتہ

(الاعراف ۔ ۱۶۳)   نہ ہوتا تو اوپر نہ آتیں (تو ہفتہ کے دن حیلہ کرکے ان کا شکار کر لیتے)۔

یہود و نصاریٰ پر جو بوجھ ڈالے گئے تھے ان کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر بھی کیا ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ۔ (الاعراف ۔ ۱۵۷)   (اللہ کے رسول) اہل کتاب کے بوجھ ان پر سے اتارتے ہیں اور جو طوق ان کے (گلے میں) پڑے ہوئے تھے ان کو توڑتے ہیں۔

یعنی اہل کتاب کو جو سخت احکام دئے گئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منسوخ کر دیا اور دین کو آسان کر دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

إِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ (صحیح بخاری کتاب الایمان باب الدین یسر جزء اوّل ص۱۶)   بے شک دین آسان ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالےٰ کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا، تو یہودیوں کو یہ سخت احکام کیوں دئے تھے تو اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ یہ احکام ان کی طاقت سے زیادہ نہیں تھے، البتہ ایک بوجھ ضرور تھے، دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ احکام ان کو ابتداء میں نہیں دئے گئے تھے، بلکہ یہ ان کے اپنے کرتوت کا نتیجہ تھے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ۔ (الانعام ۔ ۱۴۶)   ان کی سرکشی کے بدلہ میں ہم نے ان کو یہ سزا دی تھی (یعنی یہ احکام بطور سزا کے ان پر نافذ کئے گئے تھے)۔

پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اس طرح بھی دعاء کیا کرو، (رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ) اے ہمارے رب ہم سے ایسا بوجھ نہ اٹھوا جس کے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہ ہو، ایسی آزمائش میں ہمیں مبتلا نہ کر جس آزمائش کے ہم متحمل نہ ہو سکیں۔

پھر فرمایا اس طرح دعاء کرو: اے ہمارے رب ہمیں معاف فرما، ہماری مغفرت فرما، ہم پر رحم فرما، تو ہی ہمارا مولیٰ ہے، کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما۔

عمل

اے لوگو۔ اللہ تعالےٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر صحیح معنوں میں ایمان لائیے، تمام رسولوں پر بلا تفریق ایمان رکھئے، احکام الٰہی سُنکر یہ کہا کیجئے کہ "ہم نے سُنا اور

ہم اطاعت کریں گے"۔

اے لوگو، جو بُرے خیالات دل میں آئیں ان کو بُرا سمجھئے، ان سے بچنے کی کوشش کیجئے اور جو دعائیں اللہ تعالٰے نے ان آیات میں تعلیم دی ہیں ان کو اکثر اپنی دعاؤں میں شامل رکھیئے۔

نوٹ:۔ وسوسوں کے جملہ مسائل ہم انشاء اللہ سورہ "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ" کی تفسیر میں بیان کریں گے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ

وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۳﴾

حٰمٓ سجدۃ

احمد مدنی ۹۶

اور قول کے لحاظ سے اُس سے بہتر کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف دعوت دے، عملِ صالح کرے اور یہ کہے کہ بیشک مَیں مسلمین میں سے ہوں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جماعت المسلمین کی دعوت

ہمارا حاکم	صرف ایک	یعنی : اللہ تبارک وتعالے	.. اللہ کے سوا کوئی نہیں
ہمارا امام	صرف ایک	یعنی : محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	.. فرقہ وارانہ امام نہیں
ہمارا دین	صرف ایک	یعنی : اللہ کا پسند کردہ دین اسلام	.. فرقہ وارانہ مذہب نہیں
ہمارا نام	صرف ایک	یعنی : اللہ کا رکھا ہوا نام مسلم	.. فرقہ وارانہ نام نہیں
بنیادِ محبت	صرف ایک	یعنی : اللہ تعالے سے تعلق	.. دنیوی تعلقات نہیں
وجہِ افتخار	صرف ایک	یعنی : ایمان باللہ العظیم	.. وطن اور زبان نہیں

اگر آپ اس دعوت سے متفق ہیں تو
جماعت المسلمین میں شمولیت اختیار کریں۔
تعارفی پمفلٹ مفت طلب فرمائیں۔

جماعت المسلمین

مسجد المسلمین ۔ کوثر نیازی کالونی۔
نارتھ ناظم آباد بلاک جی کراچی ۳۳

کتبہٗ محمد نذیر خوشنویس گیلانی
ضلع وہاڑی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتباہی نوٹس

عوام النّاس کے لئے مشتہر کیا جاتا ہے کہ جماعت المسلمین ایک خالص دینی جماعت ہے اس کا کسی فرقے، مسلک، مذہبی مکاتب فکر یا سیاسی گروہ سے کسی بھی قسم کا کوئی تعلق نہیں۔ انہی نظریات کے پرچار کے لئے امیر جماعت المسلمین سید مسعود احمدؒ (متوفی) نے قرآن مجید اور احادیث صحیحہ پر مبنی تفسیر قرآن عزیز، منہاج المسلمین، تاریخ الاسلام والمسلمین و دیگر کتب تحریر کیں اور جماعت المسلمین کے مرکز سے شعبۂ نشر و اشاعت جماعت المسلمین کی زیر ادارت نفع ونقصان سے مبرّا، خالص دینی مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے شائع کرتے رہے اُن کے انتقال کے بعد موجودہ امیر جماعت المسلمین محمد اشتیاق صاحب کی زیر نگرانی مطبوعات جماعت المسلمین شائع ہو رہی ہیں۔

اس سلسلہ میں ہمارے علم میں یہ بات آئی ہے کہ چند کاروباری ذہنیت کے افراد و مفاد پرست ادارے مطبوعات جماعت المسلمین کو یا ان کے اقتباسات کو بغیر ہماری اجازت طبع یا فروخت کر رہے ہیں۔

اشتہار ہذا کے ذریعہ ان تمام افراد و اداروں کو تنبیہ کی جاتی ہے کہ مطبوعات جماعت المسلمین (مصنف سید مسعود احمدؒ) کی طباعت و اشاعت کرنا یا بغیر اجازت جماعت المسلمین کے نام یا اس کے ذیلی ادارے، ادارۂ مطبوعات اسلامیہ کے نام کو استعمال کر کے کوئی بھی کتاب چھاپ کر فروخت کرنا یا جماعت المسلمین کے لوگو (logo) کو بغیر اجازت استعمال کرنا سوسائٹی آرڈیننس XXI 1860، کاپی رائٹ آرڈیننس XXXI 1962، اور ٹریڈ مارک آرڈیننس 2001 کے تحت سنگین جرم ہے۔

لہٰذا ایسے تمام افراد و ادارے جو ایسے غیر قانونی و غیر اخلاقی کاموں میں ملوث ہیں انتظامیہ جماعت المسلمین ان کے خلاف قانونی چارہ جوئی اور بھاری ہرجانہ وصول کرنے کا حق محفوظ رکھتی ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جماعت المسلمین کی دعوت

ہمارا حاکم	صرف ایک	یعنی :	اللہ تبارک وتعالےٰ	..	اللہ کے سوا کوئی نہیں
ہمارا اِمام	صرف ایک	یعنی :	محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	..	فِرقہ وارانہ امام نہیں
ہمارا دین	صرف ایک	یعنی :	اللہ کا پسند کردہ دین اسلام	..	فِرقہ وارانہ مذہب نہیں
ہمارا نام	صرف ایک	یعنی :	اللہ کا رکھا ہوا نام مسلمین	..	فِرقہ وارانہ نام نہیں
بنیادِ محبّت	صرف ایک	یعنی :	اللہ تعالےٰ سے تعلّق	..	دُنیوی تعلقات نہیں
وَجہِ افتخار	صرف ایک	یعنی :	ایمانُ باللہ العظیم	..	وطن اور زبان نہیں

جماعت المسلمین